بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام

اور

عصر حاضر کے مذاہب کا تعارف و تقابلی جائزہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

★اسلام کا تعارف، عقائد و نظریات، اسلام کی خصوصیات و محاسن، اسلام پر ہونے والے اعتراضات کی جوابات

★بڑے مذاہب (عیسائیت، بدھ مت، ہندومت) کا تعارف و تنقیدی جائزہ اور اسلام سے تقابل

★درمیانے درجے کے مذاہب (کنفیوشش، شنتومت، سکھ مت، یہودیت، جین مت، تاؤمت) کا تعارف و تنقیدی جائزہ

★چھوٹے درجے کے مذاہب: زرتشت، مانویت، شیطان پرستی، Epicureanism، Olmec، Animism

★جدید مذاہب: Rastafaianism، Mormonism، Spritualism، New Thought، Aladura

Cao Dai، Scientology، Unification، Eckankar، Asatru، New Age

★ختم نبوت: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا تعارف

★دہریت کی تاریخ، اسباب اور دہریوں کے اعتراضات کے جوابات

مُصَنِّف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

التخصص فی الفقہ السلامی، الشہادۃ العالیہ

ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو، ایم اے پنجابی

مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللہ

نام کتاب	:	اسلام اور عصر حاضر کے مذاہب کا تعارف و تقابلی جائزہ
مصنف	:	ابو احمد مولانا محمد انس رضا قادری بن محمد منیر
پروف ریڈنگ و نظر ثانی	:	مولانا محمد آصف عطاری المدنی
تعداد	:	1100
قیمت	:	
اشاعت اول	:	21 صفر المظفر 1439ھ/11 نومبر 2017ء
فون نمبر	:	03017104143

مکتبہ اِشاعۃ الاسلام، لاہور

ملنے کے پتے

☆ میلاد پبلیشرز، داتا دربار لاہور

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور

☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ دار العلم داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ شبیر برادرز، اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ شمس و قمر، بھاٹی چوک، لاہور

☆ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ رضاورائٹی، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ المعارف کتب خانہ، داتا دربار مارکیٹ

☆ مکتبہ علامہ فضل حق، داتا دربار مارکیٹ

☆ والضحیٰ پبلی کیشنز، داتا دربار، مارکیٹ، لاہور

...فہرست...

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	انتساب	23
2	...مقدمه...	24
3	لفظِ مذہب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	24
4	لفظِ دین کی تعریف	24
5	دین اور مذہب میں فرق	24
6	رائج ادیان کا تفصیلی جائزہ	25
7	بڑے مذاہب اور آبادی کا تناسب	26
8	مذاہب اور تعدادِ پیروکار	27
9	مذاہب کی تاریخ وقیام	28
10	درمیانے درجے کے مذاہب	30
11	مذاہب بلحاظ ممالک وآبادی	31
12	مذاہب اور ان میں رائج فرقہ واریت	40
13	ہر ملک میں موجود مذاہب کی تعداد	44
14	موضوع کی ضرورت	87
15	موضوع کی اہمیت	88
16	...باب اول: اسلام...	90
17	...فصل اول: اسلام کا تعارف...	90
18	اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنی	90
19	اسلام کی غرض وغایت اور مقصد	92

20	تاریخ اسلام	92
21	کافر کا اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ	107
22	مذہب اسلام کی دینی کتب	107
23	اسلامی عقائد و نظریات	108
24	اسلامی عبادات	134
25	رسم و رواج	135
26	دینی تہوار	136
27	مبارک ایام و شب	138
28	فرقے	139
29	★... فصل دوم: مذہب اسلام کی خصوصیات...★	146
30	اسلام ایک مکمل دین ہے	146
31	اللہ عزوجل کے متعلق واضح عقائد	146
32	قرآن جیسی عظیم کتاب	147
33	قیامت تک جدید سے جدید مسئلہ کا قرآن و حدیث سے حل	150
34	قرآن و حدیث کا کوئی بھی حکم ایسا نہیں جس پر عمل ناممکن ہو	150
35	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شخصیت	153
36	دیگر مذاہب کی کتب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر	157
37	ضابطہ حیات	168
38	★... فصل سوئم: محاسن اسلام...★	171
39	دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا دین	171

نمبر	عنوان	صفحہ
40	قیامِ امن کے لئے اسلام کے رہنما اصول	174
41	تعلیماتِ اسلام	176
42	مختلف مذاہب میں آخری رسومات ادا کرنے کے دلچسپ مگر ظالمانہ طریقے	184
43	★... **فصل چہارم: اسلام کے خلاف ہونے والے پروپگینڈہ کا سرسری جائزہ**...★	187
44	اسلام کے خلاف سازش کرنے والے گروہ	187
45	★... **فصل پنجم: اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات**...★	192
46	**اعتراض:** یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام کو امن کا مذہب قرار دیا جائے، کیونکہ یہ تو تلوار (جنگ و جدال) کے زور سے پھیلا ہے؟	192
47	**اعتراض:** مسلمان جہاد کے نام پر قتل و غارت کرتے ہیں۔	196
48	**اعتراض:** اس پر کیا دلیل ہے کہ قرآن اللہ عزوجل کی کتاب ہے کسی انسان یعنی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نہیں ہے؟	200
49	**اعتراض:** احادیث خود ساختہ باتیں ہیں جو کئی سالوں بعد لکھی گئیں اور اس میں جھوٹی احادیث بھی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث لکھنے سے منع کیا تھا۔	205
50	**اعتراض:** اسلام میں سائنسی تحقیقات کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام سائنس کے مخالف ہے۔ پھر جو تھوڑا بہت اسلام میں سائنس کا ثبوت ہے اس میں بھی تضاد ہے۔	214
51	**اعتراض:** اسلام اگر حق مذہب ہے تو اس میں فرقہ واریت کیوں ہے؟	221
52	**اعتراض:** دیگر فرقوں کو چھوڑیں اسلام میں جو بڑا اہل سنت کا فرقہ ہے اس میں بھی	222

نمبر	عنوان	صفحہ
	مزید اعمال میں بہت اختلاف ہے کوئی حنفی ہے کوئی شافعی، کوئی مالکی اور کوئی حنبلی۔ اسی طرح قادری، چشتی سلسلے ہیں۔	
53	**اعتراض:** اسلام دنیا کا شاید وہ واحد مذہب ہے جس نے آکر انسانی غلامی اور تجارت کو شرعی حیثیت دی اور انسان کو قانونی طور پر آزاد اور غلام میں تقسیم کر دیا۔	222
54	**اعتراض:** اگر اسلام بہترین مذہب ہے تو بہت سے مسلمان بے ایمان کیوں ہیں اور دھوکے بازی، رشوت اور منشیات فروشی میں کیوں ملوث ہیں؟	234
55	**اعتراض:** اسلام میں ذبح کرنے کا طریقہ ظالمانہ ہے، مسلمان جانوروں کو ظالمانہ طریقے سے دھیرے دھیرے کیوں ذبح کرتے ہیں؟	236
56	**اعتراض:** قربانی پر پیسے ضائع کرنے کے بجائے یہی اگر کسی غریب کو دے دیے جائیں تو کئی لوگوں کا بھلا ہو جائے۔	237
57	**اعتراض:** اسلامی سزائیں بہت ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں۔	238
58	**اعتراض:** اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے جو کہ عورتوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ مسلمانوں کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو چار سے بھی زائد شادیاں کی تھیں۔	242
59	**اعتراض:** حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کم سنی میں نکاح کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ اس کم سنی کی شادی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موزوں اور مناسب نہیں تھی۔	249
60	**اعتراض:** مسلمانوں میں طلاق کا مسئلہ ایک عجیب مسئلہ ہے جس میں عورت کو مظلوم بنادیا گیا ہے کہ شوہر جب چاہے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے پھر اسلامی احکام میں ایک حکم حلالہ کا ہے۔	252

نمبر	عنوان	صفحہ
61	**اعتراض:** وہ عورت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا پھینکتی تھی اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخی کی سزا کیوں نہیں دی؟	256
62	**اعتراض:** اگر دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو سکتے ہیں تو ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل کیوں نہیں کر سکتا؟	259
63	**اعتراض:** اسلام نے عورت کو بے کار شے قرار دے کر اس پر پردہ کو لازم کر کے اسے چاردیواری میں قید کر دیا ہے۔	260
64	**اعتراض:** اسلام میں مولویوں کا کردار ساری دنیا کے سامنے عیاں ہے مذہب کے نام پر لڑوانا، خود بے عمل و جاہل ہونا ہر زبان پر عام ہے۔	280
65	**...باب دوم: بڑے مذاہب...**	283
66	**...عیسائیت...**	283
67	تعارف	283
68	عیسائیت کی تاریخ	284
69	دینی کتب	288
70	عقائد و نظریات	290
71	عبادات	295
72	عیسائیوں کے تہوار	297
73	رسم ورواج	298
74	مذہب عیسائیت میں فرقے	299
75	**اسلام اور عیسانیت کا تقابلی جائزہ**	301
76	**مذہب عیسانیت کا تنقیدی جائزہ**	304
77	موجودہ عیسائی مذہب کا موجد	304

نمبر	عنوان	صفحہ
78	اناجیل میں باہم تضاد	310
79	بائبل میں موجود واقعات واحکام میں تضاد	313
80	پولس کے گڑھے ہوئے عقائد و نظریات	314
81	انجیل برناباس	316
82	بائبل کی حیثیت	318
83	پولس کے نظریات کی مخالفت	320
84	عقیدہ تثلیث کا تنقیدی جائزہ	322
85	گناہوں کے کفارہ کا عقیدہ	325
86	بائبل میں تصورِ خدا	326
87	بائبل میں انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں	327
88	بائبل میں توحید اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر	328
89	**عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات**	332
90	**اعتراض:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے میں کیا چیز مانع ہے جب اسلام بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے؟	332
91	**اعتراض:** حضرت عیسیٰ اللہ عزوجل کا جزء کیوں نہیں ہو سکتے جب اسلام میں حضور علیہ السلام اللہ عزوجل کے نور ہیں، قرآن کلام اللہ ہے۔	333
92	**اعتراض:** قرآن کریم اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ قرآن میں اور نہ احادیث میں مردوں کے زندہ کرنے کا تذکرہ ہے؟	333
93	**اعتراض:** حضرت مسیح علیہ السلام کو گود میں کتاب دی گئی جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ﴾ مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال بعد	337

	خداوند قدوس نے کتاب دی۔	
94	**اعتراض:** حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کو قرآن شریف نے صدیقہ کہا ہے اور ان کی شان میں ﴿وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ بیان کر کے بتادیا کہ ان کو تمام جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی ہے اس کے بر خلاف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں آیا؟	337
95	★... **ہندومت** ...★	339
96	تعارف	339
97	ہندومت کی تاریخ	339
98	دینی کتب	340
99	ہندو عقائد	355
100	عبادات	363
102	ہندوانہ رسم و رواج	365
103	مذہبی تہوار	368
104	ہندو فرقے	374
105	**اسلام اور ہندومت کا تقابل**	380
106	**ہندو مذہب کا تنقیدی جائزہ**	383
107	ہندو مذاہب میں بت پرستی کی ممانعت	383
108	مختلف ہندو فرقوں میں بت پرستی کی ممانعت	386
109	ویدوں میں تحریف	387
110	ہندوؤں کے بنیادی عقائد میں اختلاف	388

نمبر	عنوان	صفحہ
111	عقیدہ اوتار کا تنقیدی جائزہ	389
112	ہندو ایک متعصب قوم ہے	389
113	ہندو متعصب کیوں ہیں؟	392
114	ہندو مذہب میں عورتوں کے متعلق بدترین احکام	393
115	ہندو مت میں ذات کی تقسیم	394
116	انسانیت سوز عقائد	396
117	**ہندوؤں کے اعتراضات کے جوابات**	397
118	**اعتراض:** ہندو اصل میں عبادت بھگوان کی کرتے ہیں مورتی کی نہیں جیسے مسلمان خدا کی عبادت کرتے وقت خانہ کعبہ جو ایک پتھر کی عمارت ہے اس کی عبادت کرتے ہیں۔	397
119	**اعتراض:** ہندو اور مسلمانوں میں کیا فرق ہے صرف اتنا ہی فرق ہے کہ ہندو بیٹھی اور کھڑی مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں اور مسلمان قبر میں لیٹے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں۔	397
120	**اعتراض:** ہندو عبادت ایشور کی کرتے ہیں لیکن نیک ہستیوں کو وسیلہ بناتے ہیں جیسا کہ مسلمان وسیلہ کے قائل ہیں۔	397
121	**اعتراض:** قرآن کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن کر فائدہ دیتا تھا تو کیا ہندوؤں کا سانپ یہ فائدہ نہیں دے سکتا؟	398
122	**اعتراض:** خدا اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خدا کی ذات پوری دنیا میں سمائی ہوئی ہے۔ بھگوان ہر جگہ ہے۔ لیکن ہندو پاک صاف مٹی سے اس کی مورتی بناتے ہیں۔	398

نمبر	عنوان	صفحہ
123	**اعتراض:** ہندو فقط ایک ایشور کی عبادت کرتے ہیں اور وہ ایشور دیگر معبودوں جیسے رام وغیرہ میں نزول کیا ہوا ہے جسے ہندو مذہب میں اوتار کہا جاتا ہے۔ لہٰذا عبادت صرف ایشور ہی کی کی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں بھی تو فلسفہ وحدۃ الوجود ہے۔	398
124	**★... بدھ مت ...★**	400
125	تعارف	400
126	بدھ مت کی تاریخ	400
127	دینی کتب	413
128	بدھ مت مذہب کے عقائد و نظریات	414
129	عبادات	417
130	نظام معاشرت	418
131	اخلاقی اور فلسفیانہ تعلیمات	419
132	مذہبی تہوار	422
133	بدھ مت کے فرقے	423
134	**اسلام اور بدھ مت کا تقابلی جائزہ**	426
135	**بدھ مت کا تنقیدی جائزہ**	429
136	عقیدہ نروان	430
137	کفارہ	431
138	بدھ مت اور خدا	431
139	غیر فطرتی عمل	432
140	بدھ مت کے مظالم کی تاریخی داستان	432

141	برما کے مسلمانوں پر بدھ مت کے مظالم	433
142	**...باب سوئم: درمیانے درجے کے مذاہب...**	437
143	**...کنفیوشس ازم...**	437
144	تعارف	437
145	کنفیوشس ازم کی تاریخ	438
146	دینی کتب	440
147	عقائد و نظریات	441
148	فرقے	442
149	**اسلام اور کنفیوشس کا تقابلی جائزہ**	443
150	**کنفیوشس کا تنقیدی جائزہ**	443
151	**...شنتومت...**	444
152	تعارف	444
153	شنتومت کی تاریخ	444
154	دینی کتب	445
155	عقائد و نظریات	446
156	عبادات	447
157	تہوار	447
158	**شنتومت کا تنقیدی جائزہ**	448
159	**...سکھ مت...**	449
160	تعارف	449
161	سکھ مت کی تاریخ	450

162	دینی کتب	461
163	عقائد و نظریات	462
164	عبادات و معاملات	463
165	تہوار	464
166	سکھ مت کے فرقے	466
167	**اسلام اور سکھ مت کا تقابلی جائزہ**	468
168	**سکھ مت کا تنقیدی جائزہ**	470
169	سکھ مت ایک تحریفی مذہب	470
170	گرنتھ صاحب ایک تحریف شدہ کتاب	470
171	سکھ مذہب کے عقائد و نظریات بابا گرونانک کے کی تعلیمات کے خلاف	473
172	گرونانک کیا مسلمان تھا؟	474
173	سکھوں کا جسم کے بال نہ کاٹنا ایک غیر فطرتی عمل	478
174	سکھوں کے مظالم	478
175	★...**یہودیت**...★	481
176	تعارف	481
177	یہودیت کی تاریخ	481
178	دینی کتب	490
179	یہودیوں کے عقائد	496
180	عبادات و رسوم	499
181	تہوار	501

نمبر	عنوان	صفحہ
182	یہودی فرقے	503
183	**اسلام اور یہودیت کا تقابلی جائزہ**	507
184	**یہودی مذہب کا تنقیدی جائزہ**	509
185	یہودی توحید پرست نہیں	509
186	یہودیوں کے اللہ عزوجل کے متعلق عقائد	512
187	انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہودی عقائد	513
188	یہودیوں کی خوش فہمیاں	514
189	توریت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور یہود کی ہٹ دھرمی	517
190	عصر حاضر میں یہودی سازشیں	520
191	فری میسن اور یہودیت	523
192	یہودیت کی اصلیت	532
193	**★... جین مت ...★**	536
194	تعارف	536
195	جین مت کی تاریخ	536
196	دینی کتب	538
197	عقائد و نظریات	539
198	مذہبی تعلیمات	540
199	رسم و رواج	542
200	فرقے	543
201	**جین مت اور اسلام کا تقابلی جائزہ**	545

نمبر	عنوان	صفحہ
202	**جین مت کا تنقیدی جائزہ**	547
203	خدا کا تصور نہیں	547
204	خدا کے منکر لیکن جنت ودوزخ کا عقیدہ بھی	547
205	بت پرستی اور عدم پرستی کا اختلاف	547
206	مسلسل روزے رکھنا تادم وفات ایک خودکشی	547
207	**★... تاؤمت ...★**	548
208	تعارف	548
209	تاؤمت مذہب تاریخ	548
210	دینی کتب	549
211	عقائد ونظریات	550
212	**... باب چہارم: چھوٹے درجے کے مذاہب ...**	551
213	**★... زرتشت ...★**	551
214	تعارف	551
215	زرتشت مذہب کی تاریخ	552
216	دینی کتب	556
217	زرتشت کے عقائد	559
218	عبادت	562
219	رسم ورواج	563
220	تہوار	564
221	پارسی فرقے اور تحریکیں	565
222	**اسلام اور مجوسی مذہب کا تقابل**	567

223	**زرتشت مذہب کا تنقیدی جائزہ**	569
224	زرتشت آتش پرست دین ہے یا نہیں؟	569
225	دو خداؤں کا تصور	569
226	★...مانویت...★	571
227	تعارف	571
228	مانویت کی تاریخ	571
229	دینی کتب	574
230	عقائد و نظریات	574
231	**مانویت کا تنقیدی جائزہ**	575
232	★...Wicca شیطان پرستی...★	577
233	**شیطان پرستی کا تنقیدی جائزہ**	581
234	★...Druze...★	582
235	★...Mayan...★	584
236	★...Epicureanism...★	584
237	★...Olmec Religion...★	585
238	★...Animism...★	585
239	**...باب پنجم: جدید مذاہب...**	586
240	★...Rastafaianism...★	586
241	★...Mormonism...★	586
242	★...Spritualism...★	587
243	★...Seventh Day Adventure Church...★	587

244	★...New Thought...★	588
245	★...Aladura...★	588
246	★...Cao Dai...★	589
247	★...Ayyavazhi...★	589
248	★...Scientology...★	590
249	★...Unification...★	590
250	★...Eckankar...★	591
251	★...Asatru...★	592
252	★...New Age...★	592
253	★...Falungong...★	593
254	★...وحدۃ الادیان...★	594
255	...باب ششم: ختم نبوت اور نبوت کے جھوٹے دعویدار...	605
256	ختم نبوت کا قرآنی آیات سے ثبوت	607
257	ختم نبوت سے متعلق احادیث مبارکہ	609
258	★...فصل اول: نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی تاریخ...★	613
259	ابن صیاد	613
260	اسود عنسی	615
261	طلیحہ اسدی	616
262	مسیلمہ کذاب	619
263	سجاح بنت حارث تمیمہ	621

264	لقلیط بن مالک الازدی	623
265	مختار بن عبید ثقفی	623
266	حارث کذاب دمشقی	625
267	مغیرہ بن سعید عجلی	627
268	بیان بن سمعان تمیمی	627
269	ابو منصور عجلی	628
270	صالح بن طریف برغواطی	629
271	بہافریدی زوزانی نیشاپوری	631
272	اسحاق اخرس مغربی	632
273	مقنع خارجی	634
274	استاد سیس خراسانی	634
275	ابو عیسیٰ اسحاق اصفہانی	634
276	عبداللہ بن میمون اہوازی	635
277	احمد بن کیال بلخی	636
278	علی بن محمد خارجی	637
279	حمدان بن اشعث قرمط	638
280	علی بن فضل یمنی	640
281	حامیم بن من اللہ محکسی	641
282	عبدالعزیز باسندی	642
283	محمود بن فرج نیسابوری	642

284	نہاوند	642
285	متنبی	642
286	ابو عیسیٰ اصبھانی	643
287	یوسف البرم	643
288	عبس بن ام الانصار	643
289	مانی	643
290	مردک زندیق	643
291	صنادیقی	644
292	الباب ترکمانی	644
293	اصفر بن ابو الحسین تغلبی	644
294	عبداللہ رومی	644
295	رشید الدین ابو الحشر سنان	645
296	حسین بن حمدان خصیبی	645
297	ابو القاسم احمد بن قسی	646
298	عبدالحق بن سبعین مرسی	647
299	میر محمد حسین مشہدی	647
300	عبدالعزیز طرابلسی	648
301	تکروری	648
302	مرزا علی باب	649
303	ملا محمد علی بار فروشی	651

304	مرزا بہاء اللہ	651
305	تفصیلی تعارف	651
306	دینی کتب	653
307	اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ	653
308	دیگر عقائد	653
309	بہائی تعلیمات	654
310	عبادت	655
311	مذہبی رسومات	655
312	تہوار	655
313	بابی اور بہائی فرقے	655
314	بہائی مذہب کا تنقیدی جائزہ	656
315	بہائیت اور قادیانیت میں مماثلت	657
316	ذکری فرقہ	659
317	مرزا غلام احمد قادیانی	659
318	★... فصل دوئم: ماضی قریب کے جھوٹے دعویدار...★	661
319	ماسٹر عبدالحمید	661
320	مولوی نور محمد	661
321	مولوی محمد حسین	661
322	خواجہ محمد اسماعیل	661
323	ایلک ندیوا	661

324	باتیل	662
325	ماسٹر ڈبلیو فارڈ محمد	662
326	یوسف کذاب	666
327	اسد کذاب	668
328	**اشکال:** حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جھوٹے نبوت کے دعویدار تیس ہوں گے جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ تیس سے زائد ہیں۔	672
329	**★... فصل سوئم: قادیانیت کا تفصیلی و تنقیدی جائزہ...★**	674
330	تعارف و تاریخ	674
331	دینی کتب	692
332	قادیانیوں کے عقائد و نظریات	692
333	احمدیہ جماعت میں شمولیت کی شرائط	694
334	قادیانیوں میں فرقے	696
335	**اسلام اور قادیانیت کا تقابلی جائزہ**	698
336	**قادیانیت کا تنقیدی جائزہ**	702
337	مرزا کے قسط وار دعوے	702
338	مرزا کی تضاد بیانیاں	705
339	مرزا کے تضادات نو مسلم سابقہ قادیانی کی زبانی	709
340	مرزا ایک مریض شخص	720
341	اوصافِ نبوت اور مرزائیت کی تردید	726
342	قادیانی تحریفات	736
343	مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیاں	740

344	مرزا اور اس کے خلفاء کے عبرتناک انجام	744
345	قادیانیوں کے دلائل اور اس کا رد	749
346	**...باب ہفتم: دھریت کی تاریخ، اسباب اور تنقیدی جائزہ...**	759
347	مختصر تعارف	759
348	الحاد، دہریت، لبرل ازم، سیکولرازم کا معنی	761
349	دہریت کے اسباب	763
350	مستقبل میں سیکولرازم اور دہریت کے فروغ کے اسباب	774
351	دہریت کی تاریخ	781
352	دینی کتب	797
353	عقائد و نظریات	798
354	**اسلام اور دھریت کا تقابلی جائزہ**	814
355	**دھریوں کے اعتراضات کے جوابات**	823
356	اعتراض: ایک انسان کو زندگی گزارنے کے لیے مذہب کی کیا ضرورت ہے؟	823
357	اعتراض: پندرہویں صدی ایک سائنسی دنیا ہے، جس میں بغیر دلیل کسی بات کو نہیں مانا جائے گا ورنہ زمانہ جاہلیت اور جدید دور میں کیا فرق رہ جائے گا، اگر خدا ہے تو وجود باری تعالیٰ یعنی ہستی صانع عالم کے دلائل عقلیہ سے ثابت کریں۔	826
358	اعتراض: جو لوگ خدا کو ماننے والے ہیں وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔ اگر خدا ہے تو اس کے قائل گناہ سے کیوں نہیں بچتے؟	833
359	اعتراض: چونکہ خدا نظر نہیں آتا اس لیے معلوم ہوا کہ اس کا وجود وہم ہی وہم ہے۔	835
360	اعتراض: اگر کوئی خدا ہوتا تو دنیا میں یہ تفرقہ نہ ہوتا۔ کوئی غریب ہے کوئی امیر، کوئی	836

	مریض اور کوئی تندرست۔	
361	**اعتراض:** اگر خدا کا کوئی وجود ہوتا تو مذہب میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب مذہب آپس میں متفق ہوتے کیونکہ ان کا اتارنے والا بھی ایک مانا جاتا لیکن چونکہ اختلاف ہے اس لئے معلوم ہوا کہ الہام وغیرہ وہم ہے اور خدا کا کوئی وجود نہیں۔	837
362	**اعتراض:** قرآن پاک میں ہے ﴿ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ﴾ ترجمہ: تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دکھتا ہے۔ یہاں کہا جارہا ہے کہ سب کی تخلیق ایک جیسی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی کانا ہے، کوئی لنگڑا اور کسی کے ہونٹ خراب ہیں وغیرہ۔	838
363	**اعتراض:** رزق کا ذمہ اللہ عزوجل پر ہے تو دنیا میں لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں۔	840
364	**اعتراض:** اگر خدا ہے تو پھر اپنے نبیوں کو لوگوں کے ہاتھوں شہید کیوں کروایا؟ نبیوں پر اتنی آزمائشیں کیوں آئیں؟	842
365	**اعتراض:** اگر خدا مسلمانوں کی مدد کرنے والا ہے تو اس وقت پوری دنیا میں مسلمان قتل ہو رہے ہیں کئی مسلم ممالک پر دیگر مذاہب والوں کے قبضے ہیں۔ اسلامی ممالک پر بھی حکمران مسلمان ہیں لیکن ان پر بھی حکومت انگریزوں کی ہے، ان مشکل حالات میں خدا مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کر رہا؟	842
366	**اعتراض:** تم اہل مذہب نبی کے سچا ہونے کی بنا پر اس پر اعتماد کر کے سب کچھ مانتے ہو یہ غیر عقلی رویہ ہے۔	844
367	**اعتراض:** انبیاء علیہم السلام کی موجودہ دور میں زیادہ ضرورت تھی جبکہ اب ایسا نہیں حالانکہ اب کی آبادی بہت زیادہ ہے اور بے عملیاں بھی عام ہیں۔	845
368	**اعتراض:** احادیث میں کئی وظائف بتائے گئے ہیں کہ فلاں کام نہ ہوتا ہو تو فلاں دعا	846

	مانگو، فلاں مرض کے لیے فلاں چیز کھاؤں لیکن کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔	
369	**اعتراض:** مولوی معاشرتی ترقی کی رکاوٹ ہیں۔اگر یہ نہ ہوں تو معاشرہ بہت ترقی کرے۔	847
370	دہریوں سے چند سوالات	851
371	**سیکولرازم اور دہریت سے بچاؤ کی تدابیر**	852
372	حرفِ آخر	860

انتساب

دو جہاں کے سلطان، سرورِ ذیشان صاحبِ قرآن، محبوبِ رحمٰن ، خاتم النبیین، امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام، جو تمام انبیاء علیہم السلام سے پیدائش میں اول اور بعثت میں ان سے آخر، تمام جہانوں کے لیے باعثِ رحمت، ان کے دامنِ رحمت کے نیچے انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اور تمام مخلوقِ الٰہی داخل، پچھلی شریعتوں کو منسوخ کرنے والے اور ان کے دین کو کوئی منسوخ نہ کرنے والا، خود تمام نبیوں سے افضل اور ان کی امت تمام امتوں سے افضل۔لاکھوں درود اس نبی پر جس نے مسلمانوں کو دینِ اسلام جیسا ایک پاکیزہ ومکمل دین عطا کر کے ہمیں دیگر کفریہ وشرکیہ ادیان سے بچایا۔اللہ عزوجل کا کروڑہا شکر کے اس نے مجھ جیسے گناہ گار کو ان کا امتی بنایا۔اللہ عزوجل اپنے اس نبی کے صدقے مجھے ، قارئین اور تمام امت مسلمہ کو اسلام جیسے کامل دین پر ثابت قدم رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وغلامی میں موت نصیب کرے۔آمین ثم آمین۔

...مقدمہ...

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لفظِ مذہب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

مذہب کا لغوی معنی "راستہ" ہے، یعنی وہ راستہ جس پر چلا جائے۔ یہ عربی لفظ "ذ۔ ھ۔ ب" سے مشتق ہے، جس کی معنی جانا (چلنا)، گزرنا یا مرنا ہے۔ ائمہ اسلام کی اصطلاح میں لفظِ مذہب "رائے یا مسلک" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

لفظِ دین کی تعریف

دین کا معنی: راستہ، عقیدہ و عمل کا منہج، طریقہ زندگی، اطاعت اور جزا ہے۔ شریعت کو اس لیے دین کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا ایک طریقہ زندگی و عقیدہ ہے۔

اسلام کے لیے دین کا لفظ قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں عام مستعمل ہوا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 19)

دین اور مذہب میں فرق

دین اور مذہب ہم معنی ہیں لیکن فقہی مکاتب کے ہاں لفظ "مذہب" مخصوص فقہی سوچ یا نظریے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مذہب ہماری اسلامی تاریخ کے دین کے ماہر علماء و فقہاء کی اس فکر کا نام ہے جو انہوں نے دین کے کسی اہم مسئلے پر غور و فکر کے بعد اپنی رائے کی صورت میں دی۔ اس سوچ اور فکر کو جب اپنایا جاتا ہے تو اسے مذہب کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی لئے مذاہب اربعہ یا چاروں مذاہب کی اصطلاح عام ہے۔ اور ہر مذہب اپنا فقہی مسئلہ بتاتے وقت یہی کہتا

ہے کہ ہمارے مذہب میں یوں ہے اور فلاں مذہب میں یہ ہے۔ لیکن جب مذہبِ اسلام کہا جائے تو اس سے مراد دینِ اسلام ہوتا ہے۔

رائج ادیان کا تفصیلی جائزہ

پوری دنیا کی تقریباً 85 فیصد آبادی کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہے۔ان میں کئی مذاہب تو بڑے ہیں جیسے اسلام، عیسائیت، ہندو، بدھ مت وغیرہ اور کئی مذاہب ایسے ہیں جو بہت قلیل مقدار میں ہیں اور کئی وجود میں آئے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ ذی شعور حضرات دنیا میں رائج مذاہب کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں کہ کون کون سا مذہب بڑا ہے؟ اس کی آبادی کتنی ہے؟ وہ دنیا کے کس کس ممالک میں کس تعداد میں پایا جاتا ہے؟ اس سوچ کو مد نظر رکھتے ہوئے مقدمہ میں اس پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔

دنیا میں موجود مذاہب کا فیصدی نقشہ

World Religions by percentage

other religions

Muslims
21.01%

Christians
33.32%

بڑے مذاہب اور آبادی کا تناسب

مذاہب	پیروکار	دنیا کی آبادی کا فیصد
عالمی آبادی	6.9 بلین	
عیسائیت	2,331,509,000	34%
اسلام	1,619,314,000	23%
بے دین	1,100,000,000	16%
ہندومت	1,083,800,358	15%
بدھ مت	690,847,214	10%
مجموعہ	6.8 بلین	98%

(مذہبی آبادیوں کی فہرست https://ur.wikipedia.org/wiki/)

مذاہب اور تعدادِ پیروکار

مذہب	پیروکار	مذہب	پیروکار
عیسائیت	2.1 بلین	روایتی افریقی اور امریکی مذہب	100 ملین
اسلام	1.6 بلین	سکھ مت	23 ملین
سیکولر/بے دین/مادہ پرست/لادینی	1.1 بلین	جوچہ	19 ملین
ہندومت	1 بلین	روحانیت	15 ملین
چینی لوک مذہب	394 ملین	یہودیت	14 ملین
بدھ مت	376 ملین	بہائی مت	7 ملین
بت پرستی-نسلی مذہب	300 ملین	جین مت	4.2 ملین
شنتومت	4 ملین	کاؤدای	4 ملین
زرتشتیت	2.6 ملین	تنزیکیو	2 ملین
جدید بت پرستی	1 ملین	عالمگیری موحدین	800,000
راستافاریہ تحریک	600,000	سائنتولوجی	500,000

(مذہبی آبادیوں کی فہرست https://ur.wikipedia.org/wiki/)

مذاہب کی تاریخ و قیام

رائج مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ یہ مذہب جدید ہے یا قدیم، اور اس کا وجود کب اور کہاں سے نکلا ہے؟ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے:

مذہب	تعداد پیروکار	ثقافتی روایت	قیام
عیسائیت	2,000–2,200	ابراہیمی ادیان	سرزمین شام، پہلی صدی
اسلام	1,570–1,650	ابراہیمی ادیان	جزیرہ نما عرب
ہندو مت	828–1,000	دھرمی ادیان	ہندوستان
بدھ مت	400–500	دھرمی ادیان	ہندوستان، چوتھی صدی قبل مسیح
لوک مذہب	سینکڑوں	لوک مذہب	دنیا بھر
چینی لوک مذہب (بشمول تاؤ مت اور کنفیوشس مت)	سینکڑوں	چینی مذاہب	چین
شنتو مت	27–65	جاپانی مذاہب	جاپان
سکھ مت	24–28	دھرمی ادیان	ہندوستان
یہودیت	14–18	ابراہیمی ادیان	سرزمین شام
جین مت	8–12	دھرمی ادیان	ہندوستان، نویں صدی ق م

بہائی مت	7.6–7.9	ابراہیمی ادیان	ایران، انیسویں صدی
کاؤدای	1–3	ویتنامی مذاہب	ویتنام، بیسویں صدی
چینڈومت	3	کوریائی مذاہب	کوریا، انیسویں صدی
تنریکیو	2	جاپانی مذاہب	جاپان، انیسویں صدی
ویکا	1	نئی مذہبی تحریک	برطانیہ، بیسویں صدی
مسیحی کلیسیا عالم	1	جاپانی مذاہب	جاپان، بیسویں صدی
سائیکو-نو-ائی	0.8	جاپانی مذاہب	جاپان، بیسویں صدی
راستافاریہ تحریک	0.7	نئی مذہبی تحریک، ابراہیمی ادیان	جمیکا، بیسویں صدی
عالمگیری موحدین	0.63	نئی مذہبی تحریک	ریاست ہائے متحدہ امریکہ، بیسویں صدی

(/https://ur.wikipedia.org/wiki/بڑے مذہبی گروہ)

درمیانے درجے کے مذاہب

مذہب	تعداد پیروکار	ثقافتی روایت	قیام
سائنٹولوجی	500,000	نئی مذہبی تحریک	ریاست ہائے متحدہ امریکہ، 1953
زرتشت	150,000 - 200,000	ایرانی مذہب	ایران، دسویں-پندھرویں ڈی ق م
اکانکر	50,000 - 500,000	نئی مذہبی تحریک	ریاست ہائے متحد، 1973
شیطان پرستی	30,000 - 100,000	نئی مذہبی تحریک	ریاست ہائے متحد، 1966
رائلیانیت	80,000 - 85,000	یوایف او مذہب	فرانس، 1974
درودیت	50,000	جدید بت پرستی	برطانیہ، اٹھارویں صدی

(https://ur.wikipedia.org/wiki/بڑے_مذہبی_گروہ/)

مذاہب بلحاظ ممالک وآبادی

ہر مذہب کی تعداد کس ملک میں کتنی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

عیسائی

---

1. ریاستہائے متحدہ امریکا 246,800,000
2. برازیل 176,356,100
3. میکسیکو 107,780,000
4. روس 102,600,000
5. فلپائن 93,121,400
6. نائجیریا 80,510,000
7. چین 67,070,000
8. جمہوری جمہوریہ کانگو 63,150,000
9. جرمنی 56,957,500
10. ایتھوپیا 52,580,000
11. اطالیہ 51,852,284
12. مملکت متحدہ 45,030,000
13. کولمبیا 42,810,000

14. جنوبی افریقا 40,560,000
15. فرانس 39,560,000
16. یوکرین 38,080,000
17. ہسپانیہ 36,697,000
18. پولینڈ 36,090,000
19. ارجنٹائن 34,420,000
20. کینیا 34,340,000

مسلمان

---

1. انڈونیشیا 280,847,000
2. پاکستان 190,286,000
3. بھارت 200,097,000
4. بنگلہ دیش 190,607,000
5. مصر 94,024,000
6. نائجیریا 77,728,000
7. ایران 76,819,000
8. ترکی 98,963,953
9. الجزائر 34,780,000
10. مراکش 32,381,000

.11 عراق 31,108,000

.12 سوڈان 30,855,000

.13 افغانستان 29,047,000

.14 ایتھوپیا 28,721,000

.15 ازبکستان 26,833,000

.16 سعودی عرب 25,493,000

.17 یمن 29,026,000

.18 چین 23,308,000

.19 سوریہ 20,895,000

.20 ملائیشیا 19,200,000

.21 روس 16,379,000

ہندو

.1 بھارت 825,559,732

.2 نیپال 22,736,934

.3 بنگلہ دیش 15,675,984

.4 انڈونیشیا 13,527,758

.5 برازیل 9,078,942

.6 پاکستان 7,330,134

7. جاپان 5,000,000
8. ملائیشیا 2,982,002
9. سری لنکا 2,554,606
10. مملکت متحدہ 1,024,983
11. جنوبی کوریا 1,001,540
12. سنگاپور 9,000
13. جبل الطارق 8,259

بدھ

1. چین 300,000,000
2. جاپان 127,000,000
3. تھائی لینڈ 61,814,742
4. ویت نام 48,473,003
5. میانمار 42,636,562
6. تائیوان 8,000,605 - 21,258,75
7. شمالی کوریا 466,035 - 15,029,613
8. سری لنکا 14,648,421
9. کمبوڈیا 13,296,109
10. جنوبی کوریا 10,427,436

11. بھارت 9,600,000
12. ریاستہائے متحدہ امریکا 2,107,980 - 10,000,000
13. لاؤس 4,369,739 - 6,391,558
14. ملائیشیا 5,460,683
15. نیپال 3,179,197
16. سنگاپور 1,935,029 - 2,781,888
17. انڈونیشیا 2,346,940
18. منگولیا 2,774,679
19. ہانگ کانگ 705,022 - 1,960,000
20. فلپائن 176,932
21. بھوٹان 550,000

یہودی

1. ریاستہائے متحدہ امریکا 6,214,569
2. اسرائیل 5,278,274
3. فرانس 641,000
4. کینیڈا 360,283
5. مملکت متحدہ 306,876
6. روس 250,000

7. جرمنی 200,977
8. ارجنٹائن 184,538
9. یوکرین 149,602
10. اطالیہ 125,000
11. آسٹریلیا 94,978
12. برازیل 93,290
13. جنوبی افریقا 88,994
14. بیلاروس 67,823
15. مجارستان 60,180
16. میکسیکو 54,350
17. ہسپانیہ 54,073
18. بلجئیم 52,285
19. نیدرلینڈز 32,780
20. یوراگوئے 30,060
21. پولینڈ 2,000
22. فلپائن 250

سکھ

---

1. بھارت 25,292,600

2. مملکت متحدہ 530,000
3. ریاستہائے متحدہ امریکا 500,000
4. کینیڈا 320,200
5. ملائیشیا 120,000
6. بنگلہ دیش 100,000
7. اطالیہ 70,000
8. تھائی لینڈ 70,000
9. میانمار 70,000
10. متحدہ عرب امارات 50,000
11. جرمنی 40,000
12. موریشس 37,700
13. آسٹریلیا 30,000
14. پاکستان 21,150
15. کینیا 20,000
16. کویت 20,000
17. فلپائن 20,000
18. نیوزی لینڈ 17,400
19. انڈونیشیا 15,000

20. سنگاپور 14,500

بہائی

1. بھارت 1,823,631
2. ریاستہائے متحدہ امریکا 456,767
3. کینیا 368,095
4. جمہوری جمہوریہ کانگو 252,159
5. فلپائن 247,499
6. زیمبیا 224,763
7. جنوبی افریقا 213,651
8. ایران 212,272
9. بولیویا 206,029
10. تنزانیہ 163,772
11. وینیزویلا 155,907
12. چاڈ 84,276
13. پاکستان 79,461
14. میانمار 78,967
15. یوگنڈا 78,541
16. ملائیشیا 71,203

17. کولمبیا 68,441
18. تھائی لینڈ 58,208

جین مت

1. بھارت 5,146,696
2. ریاستہائے متحدہ امریکا 79,459
3. کینیا 68,848
4. مملکت متحدہ 16,869
5. کینیڈا 12,101
6. تنزانیہ 9,002
7. نیپال 6,800
8. یوگنڈا 2,663
9. برما 2,398
10. ملائیشیا 2,052
11. جنوبی افریقا 1,918
12. فجی 1,573
13. جاپان 1,535
14. آسٹریلیا 1,449
15. سرینام 1,217

16. نیو کیلیڈونیا 981
17. بلجئیم 815
18. یمن 229

(مذہبی آبادیوں کی فہرست https://ur.wikipedia.org/wiki/)

مذاہب اور ان میں رائج فرقہ واریت

فرقہ واریت ہر مذہب میں ہے اور یہ معلومات بہت دلچسپ ہے کہ کس مذہب کے کتنے فرقے ہیں اور ان فرقوں کی تعداد کتنی ہے۔ذیل میں چند مذاہب کے بارے میں معلومات پیش خدمت ہے:

عیسائیت بلحاظ ممالک

1. ویٹیکن سٹی 100% (83%رومن کیتھولک)
2. ریاستہائے وفاقیہ مائکرونیشیا ~96%
3. ساموا ~100%
4. پاناما ~ 99%
5. رومانیہ 99.5%
6. مشرقی تیمور 94.2% (90%رومن کیتھولک)
7. آرمینیا 98.7% (آرمینیائی حواری 94.7%, دیگر عیسائی 4%)
8. بولیویا 98.3% (95%رومن کیتھولک)
9. وینیزویلا 98.2% (زیادہ تر رومن کیتھولک)

10. مالٹا 98.1% (زیادہ تر رومن کیتھولک)
11. جزائر مارشل 97.2%
12. پیرو 97.1%
13. پیراگوئے 96.9% (زیادہ تر رومن کیتھولک)
14. پاپوانیو گنی 96.4%
15. کیریباتی 96%
16. انگولا 95%
17. بارباڈوس 95.1%
18. قبرص 95.3% (زیادہ تر یونانی آرتھوڈوکس)
19. میکسیکو 94.5%(زیادہ تر رومن کیتھولک)
20. کولمبیا 94.% (زیادہ تر رومن کیتھولک)
21. گواتیمالا 90.2%(50-60%رومن کیتھولک and ~30%پروٹسٹنٹ، 0-10%غیر عیسائی)

اسلام بلحاظ ملک

1. سعودی عرب 100% (95% سنی، 5% شیعہ)
2. صومالیہ 100% (سنی)
3. افغانستان 100% (95% سنی،5% شیعہ)
4. یمن 99.9% (65-70% سنی،30-35% شیعہ)
5. موریتانیہ 99.9%(زیادہ تر سنی)

6. مالدیپ 100%(زیادہ تر سنی)

7. سلطنت عمان 100% (50% اباضیہ،50% سنی)

8. جبوتی 99%(زیادہ تر سنی)

9. بحرین 98% (58% شیعہ،42% سنی)

10. اتحاد القمری 98%(زیادہ تر سنی)

11. مراکش 95.4%(زیادہ تر سنی)

12. تونس 98%(زیادہ تر سنی)

13. الجزائر 99%(زیادہ تر سنی)

14. ترکی 95.25% (83% سنی،15% شیعہ)

15. نائجر 95% (95% سنی)

16. ایران 98%(زیادہ تر شیعہ)

17. پاکستان 96.8% (75-80% سنی،20-25% شیعہ)

18. عراق 97% (60-65% شیعہ،33-40% سنی)

19. لیبیا 100%(سنی)

20. مصر 94.7%(سنی)

بدھ مت بلحاظ ملک

1. کمبوڈیا 96% (تراوادا، مسلم 3%، عیسائی اور دیگر 2%)

2. تھائی لینڈ 94.6% (تراوادا، مسلم 4%، عیسائی 0.7%، دیگر 0.3%)

3. منگولیا 90% (تبتی بدھ، مسلم 5%، عیسائی اور دیگر 5%)
4. ہانگ کانگ تہر اذہب 90% (10% با عمل)("تہر اذہب"، عیسائی اور دیگر 7%)
5. میانمار 89% (تراوادا، عیسائی 4%، مسلم 4%، روحانی یا دیگر 2%)
6. ویت نام 85% (7.9% با عمل)("تہر اذہب"، عیسائی 7%، کاؤدائی 3%، دیگر 3%)
7. مکاؤ 85% ("تہر اذہب"، عیسائی 6%، لادین or دیگر 3%)
8. لاؤس 67%-98% (67% تراوادا مع 31% روایتی روحانیت)
9. چین 50-80% (8% با عمل)(تہر اذہب، لادین 10.5%، عیسائی 4%، مسلم 1.5%)
10. بھوٹان 66-75% (لامائی، ہندو 25%)
11. جزیرہ کرسمس 75% (تہر اذہب، عیسائی 12%، مسلم 10%، دیگر 3%)
12. سری لنکا 70.19% (تراوادا، ہندو 12.61%، مسلم 9.71%، عیسائی 7.45%، دیگر 0.05%)
13. تائیوان 35.1-75% ("تہر اذہب"، عیسائی 4%، دیگر 2%)
14. سنگاپور 33-44% ("تہر اذہب" 33% بدھ، 11% تاؤ)
15. جاپان 20-45% (مہایان مع شنتو) (20% 45% بدھ پر یقین)
16. ملائیشیا 23% (مسلم 60.3%، "تہر اذہب"، عیسائی 9%، ہندو 6%، دیگر 1.7%)
17. جنوبی کوریا 22.8% (مہایان مع کنفیوشیواد، عیسائی 29%، دیگر)
18. برونائی دار السلام 15% (مسلم 67%، "تہر اذہب"، عیسائی 10%، دیگر 8%)
19. نیپال 11.4% (ہندو 80.6%، تبتی بدھ، مسلم 4%، دیگر 4%)

(مذہبی آبادیوں کی فہرست https://ur.wikipedia.org/wiki/)

ہر ملک میں موجود مذاہب کی تعداد

ہر ملک میں کتنے فیصد کونسے مذہب کے ماننے والے رہ رہے ہیں اس کی مکمل تفصیل یوں ہے:

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
افغانستان	0.1%	**99%**	0.2 %	0.4%	0.3% *	دستیاب نہیں	سکھ بہائیت ،زرتشتیت بشمول ...وغیرہ
البانیا	35–41%	**38.8% – 70%**	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	The majority of البانیہns today do not practice religion (42–74%) but only 8–9% is atheist.	
الجزائر		**99%**	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1%*	دستیاب نہیں	بشمول مسیحی اور یہودی
امریکی سموا	**92%**	%	%	%	8%*	%	بدھ مت Atheists بشمول اور بہائی
	90%	2.8%	0.5	0.7%	1%	5%	

انڈورا			%		یہودی 0.2%		
انگولا	95%	0.7%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	4%*	0.3%	زیادہ تر African indigenous beliefs.
اینگویلا	90.5%	0.55%	0.25 %	0.2%	4.2% *	4.3%	Rastafarians اور یہودی among others
اینٹیگوا و باربوڈا	74% – 91.4%	0.3%	0.05 %	0.25 %	1.5% – 2.2% *	5.8%	زیادہ تر، Rastafarians بہائی اور یہودی
ارجنٹائن	79% – 94%	1.5%	0.1 %	0.01 %	3.2% * (یہودی %0.8), (سکھ 0.09 %)	1.19%	
آرمینیا	98.7%		دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1.3% *	دستیاب نہیں	مسلمان، یہودی، یزیدی بشمول بہائی
اروبا	90%				10%*		بشمول ہندو، Muslim، بدھ مت سی آئی اے، Jewish.
آسٹریلیا	64%	1.7%	2.1 %	0.7%	0.9% (یہودی 0.4%)	19%	Unspecified 11.6%

آسٹریا	81.4%	4.2%	0.13 %	0.05 %	0.22 % (یہودی 0.1%)	14%* – 46.4%	Unspecified 2%، none 12%. Christian self-identification based on voluntary Kirchensteuer (Ecclesiastical Church tax)
آذربائیجان	4.8%	93.4%	دستیاب نہیں		1.8% *		بشمول یہودی 0.2%، بہائی، Hare Krishnas اور Atheists.
بہاماس	96.3%	%	%	%	0.8% *	2.9%	بشمول یہودی، بہائی، Rastafarians، Vodoun ہندو، بدھ مت
بحرین		70.2%			29.8 %	دستیاب نہیں	بحرین census defines Muslim اور Other only.
بنگلہ دیش	0.3%	88.3% اورnbsp; – 89.7%	0.7 %	9.2% – 10.5 %	0.1% *	دستیاب نہیں	Animist، tribal faiths، سکھ اور Jains
بارباڈوس	67%	1.5%	1%	1%	11.5 %*	17%	بہائی، Rastafarians وغیرہ...

بیلاروس	96%	0.1%	%		3.9% *	دستیاب نہیں	1 یہودی%، Hare Krishnas اور بہائی.
بلجیم	40% – 60%	4%	0.3 %	0.07 %*	0.83 %**	42% - 43%	بشمول ہندو s with Hare Krishnas/** یہودی 0.53%، سکھ، Baha'is، Scientologists.
بیلیز.	79%	0.58%	0.35 %	2.3%	7.77 %*	10%	زیادہ تر Animists، Baha'is 2.73%، وغیرہ...
بینن	42.8%	24.4%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	26.3 %*	6.5%	Vodun 17.3%، Animists.
برمودا	67%	0%	0.1 %	0%	11.9 %*	21%	بہائی، یہودی، Animists، وغیرہ...
بھوٹان	%	%	75%	24%	1%*	%	It could include some مسیحی، مسلمان.
بولیویا	97%	0.01%	0.26 %	دستیاب نہیں	0.73 %*	2%	بشمول the Bahá'i Faith، Judaism شنتو.
بوسنیا و ہرزیگووینا	50%	40%			0.1% *	9.9%	یہودی، بدھ مت والے، ہندو، وغیرہ...
بوٹسوانا	85%	0.3%	دستیاب نہیں	0.2%	7.9% *	1%	Badimo 6% بہائی
برازیل	91.9%[76]	0.016 %	0.13 %	0.0016%	3.25 %*	7.6%	Spiritualist 1.3%، Bantu/voodoo

0.3%، Afro-برازیلian religious 0.3% (Cاورomblé اور Um bاورa)،0.063%، یہودی، شنتو، سکھ وغیرہ ...							
Rastafarians، Vodous، بہائی،	2%	1%*	0.3%	0.3 %	0.4%	**96%**	برطانوی جزائر ورجن
زیادہ تر indigenous beliefs، بہائی، سکھ، یہودی، Nasrani، وغیرہ...	2%	9%*	1%	14%	**64%**	10%	برونائی دارالسلام
Roma animist's زیادہ تر، یہودی، ہندو، بدھ مت والے، وغیرہ...	دستیاب نہیں	4%*			12.2%	**83.8%**	بلغاریہ
Indigenous beliefs.	دستیاب نہیں	20% – 40%*	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	**50% – 60%**	10% – 20%	برکینافاسو
Indigenous beliefs.	دستیاب نہیں	23%*	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	10%	**67%**	برونڈی

(C) مذاہب بلحاظ ملک 2007

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
کمبوڈیا	0.5%	3.5%	**95%**	0.3%	0.5%*	0.4%	Tribal animism mostly، Cao Đài، the Bahá'í Faith.
کیمرون	**40% – 53%**	20% – 22%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	25% – 40%*	دستیاب نہیں	Indigenous beliefs.
کینیڈا	**70.3% – 77.1%**	2%	1.1 % – 3.6 %	1%	3.7% – 9.5%*	19% – 30%	یہودی1.1%،Sikhs 1% Scientologists Baha'is،aboriginal spiritualities.
کیپ وردی	**95%**	3%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1%*	1%	Indigenous beliefs.
جزائر کیمین	**77.95 %**	0.19%	0.31 %	0.26 %	16.59% *	4.7%	Spiritists 14% یہودی 1.71%،Baha'is 0.88%.
وسطی افریقی جمہوریہ	**50% – 80%**	10% – 15%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	10% – 35%*	دستیاب نہیں	Indigenous beliefs.
چاڈ	34.3%	**53.1%**	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	7.8%*	4.8% (atheist	Animist 7.3%، other 0.5%.

						3.1%)	
چلی	**87.2%**	0.02%	0.04 %	0.01 %	4.4%*	8.3%	یہودی 0.1%، Baha'is 0.04% etcc...
چین	4–5%	1–2%	18–20%	دستیاب نہیں	20–30% (Folk religion and تاؤ مت)	**40–60%** (non-religious، agnostics، or new religionists; atheists are 14–15%)	Read "religion in چین" for more details.
جزیرہ کرسمس	25%	10%	**55%**		10%*	دستیاب نہیں	بشمول ہندوs Bahai's and Atheists.
جزائر کوکوس	15%	**80%**			5%*	دستیاب نہیں	بشمول Baha'is mostly and ہندوs.
کولمبیا	**93.5%**	0.025 %	0.015%	0.02 %	4.44%	2%	بشمول یہودی 0.05% animists، etc...
اتحاد القمری	1% – 2%	**98% – 99%**	دستیاب نہیں	0.1%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	
جمہوری	**80% – 90%***	5% – 10%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	5% – 10%**	دستیاب نہیں	That includes Kimbang

uists/**: includes syncretic sects and Animists.							جمہوریہ کانگو
Mostly Animists.		48%*	%	%	2%	**50%**	جمہوریہ کانگو
Unspecified 2.6% none 3%.	5.6%*	2.2% (mostly Baha'is)	1%	1%	دستیاب نہیں	**90.2%**	جزائر کک
بشمول Judaism Scientology Tenrikyo،and the Bahá'í Faith.	3.2% – 9.2%	0.8% – 2.3%*	0.06 %	2.34 %	0.1%	**87.3% – 92%**	کوسٹاریکا
Mostly indigenous beliefs،Baha'is.	دستیاب نہیں	25% – 30%*	0.1%	0.1 %	35% – 40%	35% – 40%	آئیوری کوسٹ (کوت داوواغ)
	2% – 5.2%	یہودی 0.85%	0.01 %	0.03 %	1.3%	**87.8%**	کروشیا
Over 70% of کیوباns could be nominal Catholic-Santeria.	9%	0.5% (Arará، Regla de Palo، Judais	0.21 %	0.25 %	0.0026 %	**45% – 90%***	کیوبا

					m).		
قبرص	79.3% *	18%	1%	0.1%	0.3% (mostly یہودی)	1.3%	بشمول many Christian sects.
چیک جمہوریہ	14% – 28.9%	0.1%	0.5 %	0.003 %	2.6% (including یہودی، Scientologists)	67.8%*	Unspecified 8.8% unaffiliated 59%.

مذاہب بلحاظ ملک 2007 (D-F)

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
ڈنمارک	31% – 89%	2% – 3.7%	0.1%	0.1%	0.2%*	6.9% (non-religious 5.4%، atheists 1.5%)	0.1%بشمول یہودی Baha'is، Sikhs، Norse mythology.
جبوتی	0.8% – 5.8%	94% – 99%	دستیاب نہیں	0.02 %	0.1%*	دستیاب نہیں	Mostly Baha'is.
ڈومینیکا	90.9%	0.2%	0.25 %	0.2%	2.35% *	6.1%	Rastafarian 1.3% Baha'is 1%.
جمہوریہ	87.1% – 95%	0.05% – 0.1%	0.1%	0.04 %	2.26% *	2.5% – 10.6%	Spiritist 2.18% Bahá'i 0.07%،

مذاہب بلحاظ ملک 2007 (D-F)

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
ڈومینیکن							Jewish 0.01%.
مشرقی تیمور	98%*	0.9%	0.1%	0.3%	0.7%	دستیاب نہیں	سلطنت عمان R Catholicism & Animism 97%.
ایکواڈور	85% – 97.5%	0.002 %	0.2%	دستیاب نہیں	0.7%*	1.5%	Animists ،Baha'is ،یہودی،etc...
مصر	16%-18%	83%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	Baha'i s،یہودی	دستیاب نہیں	Read sources for more details
ایل سیلواڈور	96%	0.03%	0.03 %	0.03 %	1.3%*	1%	یہودی،Baha'is Animists،etc...
استوائی گنی	93%	1%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	5%*	1%	Mostly animists and Baha'is 1%.
اریٹریا	49% – 50%	48% – 50%	0.1%	0.1%	over 2%*	0.1%	Indigenous beliefs 2%، Baha'is.
اسٹونیا	10% – 27.8%	0.4%	0.4%	0.01 %	0.3% (یہودی 0.2%)	50–70%	In a 2000 census، 34% were unaffiliated،32% other and unspecified،and

مذاہب بلحاظ ملک 2007 (D-F)

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
							6% had no religion.
ایتھوپیا	60.8%	32.8%	دستیاب نہیں	0.005 %	6.3% (indigenous beliefs), Judaism	دستیاب نہیں	Some sources show equal figures for Christian and Muslim from 45% – 50% per each.
جزائر فاکلینڈ	94.3%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	3.7%*	2%	Including Baha'is 0.3%.
جزائر فارو	93.96 %	0%	0%	0%	Baha'is 0.2%	5.84%	
فجی	52% – 54%	7%	1%	33% – 34%	0.9%*	3% – 5% (Atheist 0.3%)	Sikhs (0.5%) and Bahai's
فن لینڈ	40% – 80%	0.2%	0.1%	0.01 %	0.19% *	16%	یہودی، Baha'is، others.
فرانس	54%	4%	0.7% –	0.1%	4%*	31– 64% Some	*: یہودی over 1%، Sikhs less than

(D-F) مذاہب بلحاظ ملک 2007

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
(Metropolitan o فرانس nlyy)			1.2%			people may identify as both agnostic and members of a religious community. A 2006 دسمبر poll by Harris Interactive، published in The Finanایس آئی اے1 Times، found that 32% of the French population described themselves as agnostic، a further 32% as دہریت and	1%، Scientologists.

مذاہب بلحاظ ملک 2007 (D-F)

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
						only 27% believed in any type of God or supreme being.)	
فرانسیسی گیانا	85%	2%	1%	1%	3%*	8%	Animists 2%، Baha'is 0.9%، Sikhs.
فرانسیسی پولینیشیا	84%	دستیاب نہیں	7.5% *	0.5%	2% (mostly Baha'is)	6%	Mostly Chinese Buddhism.

مذاہب بلحاظ ملک 2007 (G-K)

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
گیبون	55 – 73%	1% – 12%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	10%*	5%	Indigenous beliefs.
گیمبیا	4% – 9%	90% – 95%	دستیاب نہیں	0.1%	0.9%*	دستیاب نہیں	Indigenous beliefs Baha'is.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
جارجیا	88.6 %	9.9%	0.1%	0.01 %	0.69% *	0.7%	بشمول یہودی 0.22
جرمنی	67%	3.9%	0.3% – 1%	0.12 %	1.4% (یہودی 0.25%) (Sikhs 0.03%)	25%-55%	
گھانا	68.8 %	15.9%	0.05 %	0.05 %	9.1%*	6.1%	Animist 8.5%
جبل الطارق	88.3 %	4%	0.1%	1.8%	2.2%*	3.6%	یہودی 2.1%.
یونان	98%	1.3%	0.1%	Unk now n	0.6%	دستیاب نہیں	Others include یہودی، Scientologists، Baha'is، Sikhs، Hare Krishnas & Hellenic neopaganists.
گرین لینڈ	96.56 %	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1.24% *	2.2%	Traditional ethnic 0.74%، Baha'i 0.5%.
	93%	0.3%	0.5%	0.7%	1.5%*	4%	Rastafarian/Spirit

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
گریناڈا							ist 1.3%،Baha'is 0.2%.
گواڈیلوپ	94.6 %	0.4%	0.2%	0.5%	2.3%*	2%	بشمول Baha'is 0.4% Rastafarians Vodous.
گوام	89.6 %	%	%	%	10.4% *	Unknown	ہندوs،Buddhists Muslims،Baha'is etc...
گواتیمالا	95%	0.01%	0.1%	دستیاب نہیں	4.9%*	1.9%	بشمول indigenous Mayan beliefs Baha'is.
گرنزی	100% *	0%	0%	0%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	Anglican 65.2%.
جمہوریہ گنی	7% – 10%	85%	0.1%		5% – 8%*	دستیاب نہیں	Mostly indigenous beliefs،Baha'is & ہندو
گنی بساؤ	5% – 13%	38% – 45%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	40% – 50%*	دستیاب نہیں	Indigenous beliefs.
گیانا	50% – 57.4	7.2% – 10%	0.7%	28.3 % – 35%	2.4%*	4%	Rastafarians، Baha'is.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
	%						
ہیٹی	83.7 %	0.02%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	2.18% *	1%	Vodous 50%، Baha'is.
ہونڈ وراس	86%	0.1%	0.1%	دستیاب نہیں	12.7% *	1.1%	Mostly indigenous beliefs، Baha'isیہودی
ہانگ کانگ	8.1%	1.3%	90% (10% registered)	0.1%	0.2%*	58%	بشمول Sikhs،یہودی Baha'is، Falun Gong etc...
مجارستان	74.4 %	0.03%	0.05 %	0.02 %	0.8%*	24.7%	0.12یہودی%،etc...
آئس لینڈ	88.97 %	0.13%	0.26 %	دستیاب نہیں	0.60% *	10.04%	Ásatrúarfélagið Baha'is،Sikhs
بھارت	2.3%	13.4%	0.8%	80.5 %	2.9% (Sikh 1.9%، Jains 0.4%، Baha'is 0.2%، Tribal	0.1%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
					animists 0.3%، Zoroastrians، (یہودی)		
انڈونیشیا	9.5%	87.2%	1%	2.2%	0.1%*	دستیاب نہیں	Mostly Tribal animism.
ایران	1.25 % – 2.00 %	98%	0.01 %	0.02 %	4.05% – 5%*	دستیاب نہیں	Bahá'ís 300،000 – 350،000; یہودی 30،000 – 25،000; Zoroastrians 30،000 – 60،000; Sikhs 6،000
عراق	2.3%	97%	0%	0%	0.7%*	دستیاب نہیں	بشمول the local religions of یزیدی، Shabaks، Sabean-Mandaean.
جمہوریہ آئرستان	91.7 %	0.76%	0.19 %	0.15 %	0.9%*	6.3%	بشمول یہودی، Baha'is Sikhs etc...
	63.7	دستیاب	دستیاب	دستیاب	دستیاب	36.3%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
آئل آف مین	%	نہیں	نہیں	نہیں	نہیں		
اسرائیل	2.3%	16%	0.1%	0.1%	78.1% *	3.4%	Jewish 76.5%، دروز 1.6%.
اطالیہ	70% – 90%*	1.4%	0.2%	0.1%	0.1% یہودی، 0.1% Sikhs over 0.06%، Baha'is	14–27%	87% nominally Catholics and 3% Protestants.
جمیکا	65.1 %	0.2%	0.3%	0.1%	1%*	3%	Rastafarians 0.9%; یہودی & Baha'is.
جاپان	0.8%	0.1%	70% (20—45% practicing)	0.00 4%	3% (شنتومت، Tenrikyo)	70–84% Professor Robert Kisala estimates that only 30% of جاپانese adhere to a	Frequently seen high figures of Buddhism such as 90% come primarily from birth records following a longstanding practice of family

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
						religion. A research done by Phil Zuckerman concluded that 64–65% of جاپانese are non-believers in God	lines being offiسی آئی اےlly assoسی آئی اےted with a local Buddhist temple"polls indicate that fewer than 30% of جاپانese people have any real religious beliefs"According to Johnstone (1993:323)،84% of the جاپانese claim no personal religion
جرزی	86%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	0.6%	13.4%	
اردن	3% – 6%	93% – 95%	0%	0%	1%*	دستیاب نہیں	Druzes and Baha'is.
قازقستان	46%	47%	0.58 %	0.02 %	1.4%*	5%	Mostly Shamanists،یہودی Baha'is.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
کینیا	78%	10%	دستیاب نہیں	1%	11%*	Unknown	Indigenous beliefs 10%، Baha'is 0.9%; Sikhs،Jains & یہودی.
کیریباتی	97%	0.1%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	Baha'is 2%	0.9%	
شمالی کوریا	0.1%	0%	64.5 % (2% registered)	0%	30% (Confuسی آئی ےnism، Shamanism، Chongdogyo)	10–15% (A research in the year 2005 by Phil Zuckerman revealed that only about 15% of شمالی کوریاns are non-believers in God but warns about its unreliability)	Over 90% total populations believe in Juche.
	26.3	0.07%	22.8	0.00	0.7%	52% (Not	According to
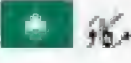
ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
جنوبی کوریا	%		%- 40%	5%	(Korean Shamanism، Chondogyo، Confuی آئیےnism، Judaism، etc...)	necessarily true atheists. Most جنوبی کوریاn households still observe many traditional Buddhist and Confuی آئیےn customs and philosophies، such as jesa or visit temples on important holidays such as Korean New Year. جنوبی کوریاn Catholics،	Eungi (2003)، 52% of جنوبی کوریاns do not believe in God.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
						but not Protestants، also continue to observe some traditional Buddhist and Confuی آئی اےn practices.)	
کویت	16%	67.5%	4%	12%	0.43% *	0.07%	Sikhs 0.4%، Baha'is.
کرغیزستان	11% – 20%	75% – 80%	0.35 %	دستیاب نہیں	4.5% – 8%*	دستیاب نہیں	Mostly Shamanists Baha'is 0.1%.

مذاہب بلحاظ ملک (L-M) 2007

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
لاؤس	1.5%	?	65% (65% have taken	?	31.5 % (mostly	0.25%	the mixture بشمول of Theravada Buddhism with animist and the

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
			the Refugee) *		animists، also Baha'is and Muslims)		numbers of East Asian Buddhism.
لٹویا	70%	0.017%	0.004%	0.006%	یہودی 0.014%	20–29%	
لبنان	39%	59.7%	0.1%	0.1%	1.1% *	دستیاب نہیں	بشمول یہودی، Baha'is، etc... (As of 1932 لبنان was an 82% Christian majority)
لیسوتھو	80% – 90%	1%	0.1%	0.1%	9% – 19% *	دستیاب نہیں	Mostly indigenous Baha'is،beliefs
لائبیریا	40%	20%	0.1%	0.1%	39.7%	0.1%	Mostly indigenous beliefs small ،(over 39%) numbers of

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
							Baha'is and Sikhs.
لیبیا	2.4%	97%	0.3%	0.1%	دستیاب نہیں	0.2%	
لیختینستائن	83.2 %	4.8%	0.25 %	دستیاب نہیں	1%*	10.75%	یہودی 0.1%; Baha'is; no formal creed.
لتھوینیا	44% – 85%	0.08%	0.01 %	0.01 %	5.4% *	9.5%	"Nontraditional" religions; <0.1% یہودی.
لکسمبرگ	39% – 92%	2%	0.5%	0.1%	0.4% *	22–28%	یہودی0.2%.، Baha'is.
مکاؤ	7%	0.1%	80% * (17% registered)	دستیاب نہیں	0.6% (0.5 % Baha'is، Falun Gong)	45%	
مقدونیہ	65.1 % – 69%	29% – 33.3%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1% – 1.5%	دستیاب نہیں	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
مڈغاسکر	41% – 45%	7%	0.1%	0.1%	47% – 51.4%*	0.4%	Over 45% – 50% is indigenous beliefs; Baha'is 0.1%
ملاوی	79.9%	12.8%	دستیاب نہیں	0.2%	2.8%*	4.3%	Mostly animists Baha'is ،2.5% Rastafarians،0.2% &یہودی.
ملائشیا	9.1%	55% – 60.4%	19.2% – 22%	6.3%	1.3%*	0.8%	بشمولanimists ، Sikhs & Baha'is.
مالدیپ	0.1%	99.41% (overall) – 100% (citizen)	0.45%	0.01%	0.01%	0.02%	
مالی	1% – 5%	90%	0%	0%	5% – 9%	دستیاب نہیں	
مالٹا	55% – 97%*	0.8%	0.1%	دستیاب نہیں	0.1%**	2%	Rسلطنت عمان Catholics :**/95%بشمول یہودی،

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
							etc...،Baha'is
جزائر مارشل	97.5 %	0%		0%	1%*	1.5%	Mostly Baha'is and few Buddhists.
مارٹینیک	91.6 %	0.5%	0.2%	0.3%	4.4% *	3%	،Baha'is 0.5% ،Rastafarians Vodous.
موریتانیہ		99.9%	0%	0%	0.1% *	0%	Mostly مسیحی، یہودی.
موریشس	32.2 %	16.6%	2.5%	50%	دستیاب نہیں	0.7%	
مایوٹ	3%*	97%	0%	0%	0%	0%	سلطنت عمان Mostly R Catholic.
میکسیکو	82.8 % – 95.15 %	0.26%	0.1%	دستیاب نہیں	0.1% *	4.38% – 16.9%	یہودی 0.05%; Baha'is.
مائکرونیشیا	95.4 % – 97%	دستیاب نہیں	1%	دستیاب نہیں	1.6% *	0.4% – 2%	Mostly Baha'is.
مالدووا	98.3 %	0.07%	0.02 %	0.01 %	یہودی 1.5%	0.1%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
موناکو	20.5 % – 90%				10% *	دستیاب نہیں	بشمول mostly Jewish ،Protestant ،Muslim،3% ،Greek Orthodox etc...
منگولیا	2.1%	3.0%	53%		3.3% *	38.6%	Total of 2.9% are subscribed to شمانیت، here included in the "Others" category
مونٹینیگرو	77.5 % – 78%*	18%	0%	0%	دستیاب نہیں	4% – 4.5%	Orthodox 74% سلطنت عمان and R Catholic.
مانٹسریٹ	95.5 %	0.1%	0.2%	0.2%	Baha 'is 2%	2%	
مراکش	0.1% – 1.1%	98.7% – 99.6%	0.01 %	دستیاب نہیں	0.09 % – 0.2% *	دستیاب نہیں	یہودی، Mostly Baha'is.
موزمبیق	41.3 %	17.8% – 20%	0%	0.2%	17.5 %*	5%	بشمول African animists mostly، یہودی & Baha'is.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
میانمار (برما)	4% – 6%	4%	89% – 90%	0.5%	0.5% – 1.5% *	دستیاب نہیں	بشمول Tribal، animism mostly Jewish، Baha'i

مذاہب بلحاظ ملک 2007 (N-Q)

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
نمیبیا	90%	0.9%	0.1%	دستیاب نہیں	4%*	Unknown	Indigenous beliefs 3%، یہودی، Baha'is.
ناورو	67%	دستیاب نہیں	3%	دستیاب نہیں	10% *	20%	It is the country with the highest percentage of Baha'is (over 9%).
نیپال	0.45 %	4% – 4.2%	10.7 % – 11%	80.6 % – 81%	3.6% – 4%*	دستیاب نہیں	Kایرانt
نیدرلینڈز	29% – 45%	5.5% – 5.8%	0.1% – 1%	0.6%	0.4% – 0.8% *	53% – 65%	یہودی 0.3

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
نیدرلینڈز انٹیلیز	92.3 %	0.31%	0.26 %	0.6%	1.33 %*	5.2%	1.3یہودیBaha'is.
نیو کیلیڈونیا	90%	4%	3%	2%	1%*	دستیاب نہیں	Mostly Baha'is.
نیوزی لینڈ	55.9 %	1.0%	1.4%	1.7%	5.4%	34.6%	
نکاراگوا	90%	0.02% – 0.03%	0.1%	دستیاب نہیں	1.6% *	2%	Animist،Baha'is.
نائجر	5%*	95%	0%	0%	Baha 'is	دستیاب نہیں	Mixture of Christianity and Animism.
نائجیریا	40%	50%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	African animist 10%	دستیاب نہیں	The numbers of مسیحی and Muslims are roughly equal as 50/50.
نیووے	81%				8.4% *	10.6%	Baha'is mostly.
جزیرہ	64%				2.7%	33.3%*	Unspecified 15.2% none

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
نارفوک							18.1%.
جزائر شمالی ماریانا	79.7 %	%	%	%	20.3 %*	%	Mostly Buddhists Atheists،Baha'is and Animists.
ناروے	30% – 89.9 %	1.8%	0.5%	0.5%	0.6% *	6.7%	یہودی،Sikhs، Baha'is.
سلطنت عمان	2.54 % – 4.9%	87.4% – 92.66 %	0.8% – 1.2%	3% – 5.7%	0.3% – 1.1% *	0.1% – 0.3%	Sikhs،Baha'is.
پاکستان	1.5%	96% – 97%	0.1%	1.2% – 2%	0.1% – 0.3% *	0.1% – 0.3%	احمدیہ،Zoroastrians Sikhs،Baha'is animist.
پلاؤ	71.7 %	0.1%	3%	دستیاب نہیں	8.8% *	16.4%	Modekngei (indigenous to) پلاؤ.
سانچہ:بہ چم icon فلسطینی قومی عملداری	4.73 %	83.54 %	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	11.73%*	دستیاب نہیں	یہودی11.09%; Baha'is and others 0.64%.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
پاناما	88% – 95%	0.3% – 3.5%	0.4% – 2.1%	0.3%	2% – 4%*	2%	
پاپوانیوگنی	66% – 96%*	0.035 %	0.3%	دستیاب نہیں	Animist 33%، Baha'is 0.3%.		Many citizens integrate their Christian faith with some indigenous beliefs and practices
پیراگوئے	92% – 96.9 %	0.008 %	0.5%	دستیاب نہیں	1%*	1.5% – 5%	Animist 0.5%، Baha'is 0.2%، یہودی 0.1%، New religions.
پیرو	83.1 %	0.003 %	0.31 %	unknown	0.11 %*	2%	Baha'is 0.09%، یہودی 0.02%، Animist.
فلپائن	92.5 % – 94%	5%	0.1% – 2.5%	0.05 %	0.35 %*	0.1%	Mostly Catholic.
جزائر پٹکیرن	100% *	0%	0%	0%	0%	0%	Seventh-Day Adventist 100%.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
پولینڈ	75% – 96.7 %*	0.01% – 0.07%	0.1%	دستیاب نہیں	0.13 % (یہودی 0.1%)	3%	سلطنت عثمان R Catholic 96%.
پرتگال	86.7 % – 95.5 %	0.33%	0.03 %	0.07 %	0.02 %*	3.9% – 12.85%	Mostly Catholic.
پورٹوریکو	97%	0.13%	0.03 %	0.09 %	0.77 %*	1.98%	Spiritist's 0.7%0.07یہودی%.
قطر	8.5% – 10.3 %	71% – 77.5%	5%	7.2% – 12.7 %	Baha'is 0.2%	0.8%	

مذاہب بلحاظ ملک (R-S) 2007

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
رے یونیوں	84.9%	2.15%	?	6.7%	6.18 % including Baha	5%	یہودی0.07

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
					i 0.07 %		
رومانیہ	99%	0.2%	0.01 %	0.01 %	0.1% *	0.1%	Predominantly یہودی & small numbers of Baha'is.
روس	18.5% – 78%	10% – 14%	1.1% – 1.45 %	0.45 %[454][455]	یہودی 0.5% ; Shamanist 1%; Baha'is، new religions 0.5% .	16% – 48%*	روس has large populations of non-practicing believers and non-believers.
روانڈا	93.6%	4.6%	0%	0%	Animist 0.1%	1.7%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
سینٹ ہلینا	95.7%	0%	0%	0%	Baha'is 0.3%	4%	
سینٹ کِٹس وناویس	98%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1%*	1%	Baha'is، Rastafarians.
سینٹ لوسیا	90.8%	0.1%	دستیاب نہیں	0.2%	2.9% *	6%	Rastafarians 2.1%.
سینٹ پیئر ومیکیلون	99%	0%	0%	0%	1%	دستیاب نہیں	
سینٹ وینسینٹ وگرینیڈائنز	88.9%	1.5%	دستیاب نہیں	3.3%	0.3% *	6%	Rastafarians، Baha'is.
ساموا	98%	0.1%	0.1%	0.1%	1.6% *	0.1%	Baha'is 1.5%یہودی
سان مارینو	99%	0.1%	%	%	0.4% *	0.5%	Baha'isیہودی
ساؤٹوم	77.5% – 95%	3%	0%	0%	0.1%	2% – 19.4%	
	4.5	97%(o	1.5	4.5	Unk	دستیاب نہیں	All non-Islamic

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
سعودی عرب	%(est.)	verall) *	%(es t.)	%(es t.)	now n (Sikhs، Baha'is، یہودی).		religions are prohibited. Estimates for non-Islamic religions are based on nationalities.
سینیگال	4% – 5%	94% – 95%	0.01 %	دستیاب نہیں	1% - 2%*	دستیاب نہیں	Animists.
سربیا	83% – 91.6%	3.2% – 5%	0.01 %	دستیاب نہیں	0.09 %*	5%	یہودی >0.02%.
سیچلیس	93.2%	1.1%	1%	2.1%	0.5% *	2.1%	Mostly Baha'is.
سیرالیون	20% – 30%	60%	دستیاب نہیں	0.1%	5% – 10% *	دستیاب نہیں	Mostly Animists Baha'is.
سنگاپور	14.6%	14.9%	60%	4%	1%*	13%	بشمول یہودی، Sikhs Zoroastrians & Jains.
سلوواکیہ	56% – 83.8%	0.1%	0.1%	0.1%	0.1% *	15.8%	Mostly یہودی، Baha'is and Sikhs
	50% –	2.4%	0.06	0.01	0.03	25% – 35%	یہودی، others.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
سلووینیا	65%		%	%	%*		
جزائر سلیمان	97.1%	0.07%	0.03 %	دستیاب نہیں	2.3% *	0.5%	Mostly Baha'is.
صومالیہ	0.1%	99.9%	0%	0%	0%	0%	
جنوبی افریقہ	79.7%	1.5%	0.1%	1.2%	3%*	1%	Indigenous beliefs،یہودی،Sikhs، Baha'is.
ہسپانیہ	60% – 76%	2.3%	0.02 5%	0.02 5%	5%*	19–41%	0.12یہودی%،Baha'is Sikhs etc... About 76% of Spaniards self-identify as Catholics،5% other faith،and about 19% identify with no religion.
سری لنکا	8%	7%	70%	15%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	
سوڈان	5%	70%	0%	0%	25% *	دستیاب نہیں	Indigenous beliefs.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
سرینام	40% – 48%	13.5% – 19.6%	1% – 1.5% (Chinese)	20% – 27.4 %	3.3% – 5%*	4.4%	Animists mostly Baha'is.
سوازی لینڈ	85% – 95%	1% – 10%	0%	0.2%	2.8% *	1%	Baha'isیہودی
سویڈن	60% – 70%	3%	0.2%	0.08 % – 0.12 %	0.3%	30 – 33%	At the end of 2008 72،9% of Swedes belonged to the Church of سویڈن (Lutheran)، this number has been decreasing by about 1% on a yearly basis for the last two decades. Church of سویڈن services are sparsely attended (hovering in the single digit percentages of the population).

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
سویٹزرلینڈ	43% – 79.3%	4.3%	0.29 %	0.38 %	0.33 %*	15.4% (unspecified 4.3%، Atheist 11.1%)	یہودی، Baha'is، Sikhs etc.
سوریہ	10%	90%*	0%	0%	یہودی & یزیدی	دستیاب نہیں	Sunni Muslims 74%، Alawis 12% ، دروز 3% & others.

مذاہب بلحاظ ملک (T-Z) 2007

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
تائیوان	4.5%	0.3%	93% * (35% registered)	دستیاب نہیں	2.2%	دستیاب نہیں	
تاجکستان	2.5%	90% – 97%	0.1%	unknown	0.3% *	0.1%	
تنزانیہ	30% – 40%	30% – 40%	0.1%	0.9%	18.5 % – 38.5	0.5%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
					% *		
تھائی لینڈ	0.7%	4%	95%	0.00 45%	0.1% *	دستیاب نہیں	
ٹوگو	29% – 47.1%	13.7% – 20%	0%	0%	33% – 51% *	5% – 6.1%	
ٹوکیلاؤ	95%	0%	0%	0%	5%*	دستیاب نہیں	بہائی 4.5
ٹونگا	83%				14% *		
ٹرینیڈاڈ و ٹوباگو	57.6%	5.8%	0.7%	22.5 %	10.1 %*	3.3% (Atheists 1.9%)	
تونس	1%	98%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	1%*	دستیاب نہیں	
ترکی	0.16%	99% – 99.8%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	0.06 %* (0.04 % یہودی، 0.02	دستیاب نہیں	But the non-Muslim population declined in the early 2000s.

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
					% Baha 'is)		
ترکمانستان	9% راسخ الا (عتقاد کلیسا	89%	%	%	0.3% *	1.7%	
جزائر کیکس و ترکیہ	86%	0.5%	1.5%	2%	4%*	6%	
تووالو	97%	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	دستیاب نہیں	3%*	دستیاب نہیں	
یوگنڈا	83.9% – 85%	12.1%	دستیاب نہیں	0.8%	1.2% – 2.3% *	0.9%	Baha'is، یہودی & Sikhs.
یوکرین	35% – 96.1% *	0.5%	0.1%	0.1%	2.5% (یہودی 0.6%)	Unknown	
متحدہ عرب امارات	8.5%	61.75 %	4.25 %	21.2 5%	4.25 %*	دستیاب نہیں	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
مملکت متحدہ	71.6%	2.7%	1.2%	1%	8%*	15.5–52%	
ریاستہائے متحدہ امریکا	78%	1%	2% (0.7 % registered)	0.4%	یہودی 2.5% (1% registered , cultural 1.5%); others 1%%*	15.1%	
امریکی جزائر ورجن	93%	%	%	%	5%*	2%	
یوراگوئے	70% – 83%	0.01%	0.1%	0.01 %	0.88 %*	17%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
ازبکستان	7% – 11%	80% – 88%	0.2%	0.01 %	0.09 %*	0.7% – 1.7%	
وانواٹو	83%	0.1%	0.1%	0.1%	14.4 %*	2.3%	
ویٹیکن سٹی	100%	0%	0%	0%	0%	0%	
وینیزویلا	98%	0.4%	0.2%	دستیاب نہیں	0.9% *	0.5%	
ویت نام	8%	0.08%	85% (16% registered)	0.06 %	5.66 % (Cao Đài 3 %، Tribal religions 2.5% ، Baha'i 0.1% ،new	1.2%	

ملک یا علاقہ	عیسائی	مسلمان	بدھ	ہندو	دیگر	غیر مذہبی	ملاحظات
					religionss) .		
والس و فتونہ	99%	0%	0%	0%	دستیاب نہیں	1%	
مغربی صحارا	0.1%	99.9%	0%	0%	0%	0%	
یمن	0.2%	99%	0%	0.7%	0.01 %*	0.019%	
زیمبیا	87%	0.7%	0%	0.3%	7%*	5%	
زنجبار	1%	99%	0%	0%	0%	0%	
زمبابوے	70% – 80%	1%	0.1%	0.1%	17.7 % – 27.7 %*	1.1%	

(http://ur.wikipedia.org/wiki/مذاہب بلحاظ ملک)

نوٹ: مذاہب کے پیرکاروں کی جو تعداد اوپر بیان ہوئی ہے یہ پچھلے مختلف سالوں کے اعتبار سے ہے۔ اگر جدید تحقیق کی جائے تو یقیناً ان تعداد میں فرق ہوگا، بالخصوص مذہب اسلام کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا کہ انٹرنیشنل رپورٹس کے مطابق اس وقت پوری دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

موضوع کی ضرورت

کتب سے شغف رکھنے والے مسلمانوں کی ایک تعداد دیگر مذاہب کو بطور معلومات پڑھنا چاہتے ہیں۔ دیگر مذاہب کو پڑھنے سے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک غیر مستند، تحریف شدہ اور غیر جامع ادیان ہیں تو دین اسلام کی محبت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

مارکیٹ میں چند اردو کتب تقابل ادیان پر موجود ہیں لیکن ان میں معلومات ایک سرسری اور چند قدیم مذاہب پر موجود ہے۔ پھر دوسرے مذاہب کے متعلق معلومات دے کر اس کا اسلام سے تقابل عام طور پر نہیں کیا جاتا جس کا ایک نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ ایک عام انسان جس کو اسلام کے بارے میں اتنی معلومات نہ ہو وہ کسی دوسرے مذہب سے متاثر ہو کر اپنے ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کو حق نہ سمجھا جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 19)

دوسرا المیہ یہ ہے کہ موجودہ تقابل ادیان پر لکھی گئی کئی کتب ایسی ہیں جن کو لکھنے والے عالم دین نہیں جس کی وجہ سے کئی مقامات پر لکھنے والے شرعی حدود کا لحاظ نہیں رکھ پاتے۔ اسلام کی خوبیوں کے متعلق لکھتے ہیں تو اس میں مرتد کی سزا قتل پر بھی اعتراض کر دیا جاتا ہے، غیر مسلموں سے اتحاد کو اسلامی تعلیمات ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وغیرہ۔

لہذا ایک ایسی آسان فہم کتاب جس میں شرعی قیودات کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں رائج جدید و قدیم مذاہب ایک ترتیب کے ساتھ ہوں کہ قاری کے لئے پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو، اس کی بہت ضرورت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔

موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی یہ اہمیت ہے کہ اس میں جہاں عصر حاضر میں رائج قدیم و جدید مذاہب کا تعارف پیش کیا ہے وہاں ان کا اسلام سے تقابل بھی کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام سب سے بہتر مذہب ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور ہر خوبی اس میں موجود ہے۔اس کتاب میں تمام مذاہب کو ایک کی طرز کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں سب سے پہلے اس مذہب کا مختصر تعارف ، پھر اس کی تاریخ، پھر اس مذہب کی دینی کتب، عقائد، رسم و رواج، تہوار اور آخر میں فرقوں کا ذکر کیا ہے تاکہ قاری کو مطالعہ کرنے اور سمجھنے میں آسانی رہے۔ ایک مذہب کے بارے میں اتنی جانکاری کافی ہوتی ہے۔

اس پوری کتاب میں اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کی ہرگز کوئی تائید نہیں کی گئی۔فقط معلومات کے طور پر مذاہب کو پیش کیا ہے۔اس میں حتی الامکان الفاظوں میں احتیاط کی گئی ہے کہ دیگر ادیان کی تعریف نہ کی جائے کیونکہ یہ شرعا درست نہیں۔ لیکن اخلاقیات کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسرے ادیان کے متعلق ایسی زبان استعمال نہیں کی گئی جس سے قاری کو ایسا لگے کو دیگر مذاہب کا تعارف کرواتے وقت بازاری زبان استعمال کی گئی ہے۔

نوٹ: قارئین کو یہ بات بھی باور کروانا اخلاقی اعتبار سے ضروری ہے کہ اس کتاب میں جو دیگر مذاہب کے بارے میں لکھا گیا ہے یہ سو فیصد ان کی اصل بنیادی کتب کو پڑھ کر نہیں لکھا گیا ہے کیونکہ ہر مذہب میں لکھی گئی کتب ان کی اپنی زبان میں ہوتی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ایک مصنف کو تمام مذاہب کی زبانیں آتی ہوں۔اسلئے ثانوی ماخذ سے مدد لینا پڑتی ہے۔عموما ایک مذہب کے متعلق بنیادی کتب جس مرضی زبان میں ہوں ان کا عام طور پر انگلش میں ترجمہ موجود ہوتا ہے۔اور بعض مذاہب کے بارے میں اردو، عربی زبان میں معلومات موجود ہوتی ہیں۔ بعض جدید مذاہب جن کے متعلق اگرچہ کوئی کتاب نہ ہو کم از کم انٹرنیٹ کی مشہور ویب سائیٹ وکیپیڈیا پر اس مذہب کے بارے میں معلومات موجود ہوتی ہے۔لہٰذا اس پوری کتاب میں جو معلومات اردو، عربی اور انگلش زبان میں دوسرے مذاہب کے متعلق ملی ہیں اسے جمع کیا گیا ہے۔لہٰذا راقم الحروف یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کتاب میں جو بھی دیگر مذاہب کے متعلق معلومات ہیں وہ سو فیصد درست ہونگی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے جس نے کسی مذہب کی اصل زبان کا ترجمہ انگلش وغیرہ میں

کیا ہو اس سے ترجمہ کرتے وقت غلطی ہو جائے اور وہی غلطی آگے منتقل ہو جائے۔ پھر بعض الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مذہبی اصطلاح ہوتے ہیں جن کا ڈکشنری میں ترجمہ ہی نہیں ملتا یوں انگلش سے اردو ترجمہ کرنے میں بھی غلطی کا امکان موجود ہوتا ہے۔

اپنی طرف سے کافی مطالعہ کر کے مختصر انداز میں ہر مذہب کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے، پھر بھی اگر کسی جگہ غلطی ہو تو راقم الحروف کو ضرور آگاہ کیا جائے، ان شاءاللہ عزوجل اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کتاب میں جہاں حوالہ جات کی ضرورت تھی وہاں اس کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن مذاہب کا تعارف، عقائد، رسم ورواج وغیرہ کے بیان میں حوالہ جات نہیں دیے گئے کیونکہ ایک مذہب کے متعلق معلومات کئی جگہوں سے لی گئی ہیں جیسے کتب، انٹرنیٹ اور اخبارات۔ اب ایک لائن کسی جگہ سے لی ہے تو دوسری کسی اور جگہ سے، اب ہر لائن پر حوالہ دینا قاری کے لیے مطالعہ کو ثقیل کرنا ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میری اس ادنی سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے اور قارئین کے لیے فائدہ مند بنائے۔ آمین۔

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو احمد محمد انس رضا قادری

19 صفر المظفر 1439ھ 09 نومبر 2017ء

...باب اول: اسلام...

اس باب میں اسلام کا معنی اور تاریخ کے علاوہ اسلام کے محاسن، خصوصیات اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات کو تفصیلا تحریر کیا ہے تاکہ قارئین اسلام سے مکمل طور پر آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ جب دیگر ادیان کا مطالعہ کریں تو از خود دیگر مذاہب پر اسلام کو کئی اعتبار سے ترجیح دے پائیں۔

...فصل اول: اسلام کا تعارف...

اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنی

لفظِ اسلام کا معنی عربی لغت کی کتابوں میں یہ ہے: تابعداری، عاجزی وانکساری، امن و صلح، حق کا اقرار اور فرمانبرداری کرنا، سپرد کر دینا، اطاعت کرنا۔

لفظِ اسلام لغوی اعتبار سے سلم سے ماخوذ ہے، جس کے معنی اطاعت اور امن، دونوں کے ہوتے ہیں۔ ایسا فی الحقیقت عربی زبان میں اعراب کے نہایت حساس استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے جس میں اردو و فارسی کے برعکس اعراب کے معمولی رد و بدل سے معنی میں نہایت فرق آجاتا ہے۔ اصل لفظ جس سے اسلام کا لفظ ماخوذ ہے، یعنی سلم، اپنے ''س'' پر زبر یا پھر زیر لگا کر دو انداز میں پڑھا جاتا ہے۔

سَلْم: جس کے معنی امن و سلامتی کے آتے ہیں۔

سِلْم: جس کے معنی اطاعت، داخل ہو جانے اور بندگی کے آتے ہیں۔

اسلام کا ماخذ سَلم اپنے امن و صلح کے معنوں میں قرآن کی سورت الانفال میں ان الفاظ میں آیا ہے ﴿وَاِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی ہے سنتا جانتا۔ (سورۃ الانفال، سورۃ 8، آیت 61)

سِلْم کا لفظ اپنے اطاعت کے معنوں میں قرآن کی سورت البقرہ میں ان الفاظ میں آیا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت208)

اسلام کا اصطلاحی اور شرعی معنی یہ ہے: اللہ تعالی اور اس کے رسول پر سچے دل کے ساتھ ایمان لانا۔ اللہ تعالی کے احکامات اور اوامر کو بجالانا اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنا۔ اللہ تعالی ہی کی عبادت کرنا۔

جب اسلام کے معنی اطاعت اور تسلیم کے ہیں تو مسلم وہ ہے جو حکم دینے والے کے امر اور منع کرنے والے کے نہی کو بلااعتراض تسلیم کرے۔ پس یہ نام خود ہی اس حقیقت کا پتہ دے رہا ہے کہ اللہ تعالی اور اس رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانا جائے اور اس کے آگے بغیر کسی چوں وچراں کے سر جھکا دیا جائے۔ مسلمان کا کام یہ نہیں ہے کہ ہر معاملے میں صرف اپنی عقل کی پیروی کرے اور نہ ہی یہ ہے کہ احکام الٰہی میں سے جو کچھ اس کے مفادات، اغراض اور خواہشات کے مطابق ہو اس کو مانے اور جو مفادات، اغراض اور خواہشات کے خلاف ہو اس کو رد کردے۔

دین اسلام کو اسلام اس لئے کہا جاتا ہے کہ روئے زمین پر جتنے بھی مختلف دین ہیں ان کے نام یا تو کسی خاص شخصیت کی نسبت سے ہیں یا پھر کسی مخصوص امت کی نسبت سے۔ مثلاً: نصرانی نصاری سے لیا گیا، زرتشتیہ اس لئے معروف اور مشہور ہوا کہ اس کا بانی زرتشت تھا۔ اسی طرح یہودیہ یہودا قبیلہ کے درمیان ظاہر ہوا تو اسے یہودیہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ جبکہ اسلام نہ تو کسی شخصیت کی طرف منسوب ہے اور نہ ہی کسی مخصوص امت اور قوم کی طرف بلکہ اس کا نام ایک خاص صفت کا حامل ہے جو کہ کلمہ اسلام اپنے اندر سموئے اور ضمن میں لئے ہوئے ہے۔

اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں ہے کہ اس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی مسلمان پیدا ہونے کے بعد اس کو کچھ کرنا نہ پڑے۔ اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقے پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقے پر چلے وہی مسلمان ہے۔

اسلام کی غرض وغایت اور مقصد

دین اسلام کی غرض وغایت اور مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بسنے والے تمام لوگ اسلام قبول کر کے سلامتی اور امن وامان میں آجائیں۔ تمام اہل زمین صرف اللہ تعالی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اپنی تمام زندگی اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے گزاریں۔ ان اسلامی صفات کا زیور جو بھی زیب تن کرے گا، چاہے وہ شہری ہو یا دیہاتی، بچہ ہو یا عورت نوجوان ہو یا بوڑھا، وہ مسلمان ہوگا۔

اسلام کی بنیادی تعلیمات کو جان کر ان کے تقاضوں کو پورا کرنا، ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب کسی معاملہ میں اللہ اور رسول کا حکم آجائے تو مسلمانوں کے لئے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی نہیں رہ جاتا۔ جو کوئی بھی اسلام کے چند احکامات کو مانتا ہے اور باقی چند احکامات کا علم رکھتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے تو اس کے لئے دنیا اور آخرت میں رسوا کن عذاب ہے۔

تاریخ اسلام

اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس کا پرچار تمام انبیاء علیہم السلام نے کیا اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی تبلیغ کے لیے مبعوث ہوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 19)

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے انسان کا رب تعالی کی بندگی کرنا اور اچھے اعمال کر کے آخرت میں سرخروئی حاصل کرنا ہے۔ اس مقصد کو احسن طریقے سے پایا تکمیل تک پہنچانے کے لئے اللہ عزوجل نے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتب وصحائف نازل فرمائے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تو حضرت شیث، نوح، ابراہیم، اسماعیل علیہم السلام سے ہوتا ہوا آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا۔ آپ وہ نبی ہیں جس کی بشارت آسمانی کتابوں میں دی گئی اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو ان کی پیروی کا حکم دیا۔

ولادت باسعادت: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول کے مبارک مہینے میں 570 عیسوی کے قریب اعلانِ نبوت سے چالیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر کثیر غیر معمولی واقعات نمودار ہوئے جن کا ذکر قدیم آسمانی کتب میں تھا۔ مثلاً آتشکدہ فارس جو ہزار سال سے زیادہ روشن تھا بجھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا اور ان سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی اس سے پہلے قریش معاشی بدحالی کا شکار تھے مگر اس سال ویران زمین سرسبز و شاداب ہوئی، سوکھے ہوئے درخت ہرے ہو گئے اور قریش خوشحال ہوگئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قریشِ عرب کے معزز ترین قبیلہ بنو ہاشم سے تھا۔ اس خاندان کی شرافت، ایمانداری اور سخاوت بہت مشہور تھی۔ یہ خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھا جسے دینِ حنیف کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی نیک سیرت اور خوبصورتی کے سبب مشہور تھے۔ والدہ کا نام حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جو قبیلہ بنی زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب کی پارسا بیٹی تھیں۔ یعنی ان کا شجرہ ان کے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ عبد مناف بن قصی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب قریش کے سردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت عدنان سے جاملتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام ابن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور مشہور ترین عربوں میں سے تھے۔ حضرت عدنان کی اولاد کو بنو عدنان کہا جاتا ہے۔

عربی زبان میں لفظ "محمد" کے معنی ہیں "جس کی تعریف کی گئی۔" یہ لفظ اپنی اصل حمد سے ماخوذ ہے جسکا مطلب ہے تعریف کرنا۔ یہ نام ان کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رکھا تھا۔ جبکہ والدہ ماجدہ نے الہامی نام احمد رکھا،

دونوں ہی نام عرب معاشرہ کے لیے نئے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رسول، مصطفی، خاتم النبیین، حضور اکرم، رحمت اللعالمین، شافع روزِ محشر جیسے القابات سے بھی پکارا جاتا ہے۔

بچپن: مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی ولادت سے چھ ماہ قبل وفات پاچکے تھے اور آپ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کچھ مدت ایک دیہاتی قبیلہ کے ساتھ بسر کی جیسا عرب کا رواج تھا۔ اس کا مقصد بچوں کو فصیح عربی زبان سکھانا اور کھلی آب و ہوا میں صحت مند طریقے سے پرورش کرنا تھا۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت حلیمہ بنت عبداللہ اور حضرت ثُویبہ نے دودھ پلایا۔ چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ اور آٹھ سال کی عمر میں آپ کے دادا بھی وصال فرما گئے۔ اس کے بعد آپ کی پرورش کی ذمہ داریاں آپ کے چچا ابو طالب نے سرانجام دیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر بھی اختیار کیا اور تجارت کے امور سے واقفیت حاصل کی۔ اس سفر کے دوران ایک بحیرا نامی عیسائی راہب نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں کچھ ایسی نشانیاں دیکھیں جو ایک آنے والے پیغمبر کے بارے میں قدیم آسمانی کتب میں لکھی تھیں۔ اس نے حضرت ابو طالب کو بتایا کہ اگر شام کے یہود یا نصاریٰ نے یہ نشانیاں پالیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے یہ سفر ملتوی کر دیا اور واپس مکہ آگئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بچپن عام بچوں کی طرح کھیل کود میں نہیں گزرا ہوگا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نبوت کی نشانیاں شروع سے موجود تھیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بدوی قبیلہ میں اپنی دایہ کے پاس تھے۔ وہاں حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بغور دیکھا اور کچھ سوالات کیے یہاں تک کہ نبوت کی نشانیاں پائیں اور پھر کہنے لگے کہ ہم اس بچے کو پکڑ کر اپنی سرزمین میں لے جائیں گے۔ اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مکہ لوٹا دیا گیا۔

شام کا دوسرا سفر اور شادی نبوت کے اظہار سے قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ اپنی سچائی، دیانت داری اور شفاف کردار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم عرب قبائل میں صادق اور امین کے القابات سے پہچانے جانے لگے تھے۔ تقریباً 25 سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے شام کا دوسرا بڑا سفر کیا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے تجارتی قافلہ کے لیے تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ایمانداری کی بنا پر اپنے آپ کو ایک اچھا تاجر ثابت کیا۔ اس سفر سے واپسی پر حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ایمانداری اور اخلاق کی کچھ باتیں بتائیں۔ انہوں نے جب یہ باتیں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو بتائیں تو ورقہ بن نوفل نے کہا کہ جو باتیں آپ نے بتائیں ہیں اگر صحیح ہیں تو یہ شخص یقیناً نبی ہے۔ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے اچھے اخلاق اور ایمانداری سے بہت متاثر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو شادی کا پیغام دیا جس کو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ابو طالب کے مشورے سے قبول کر لیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عمر 25 سال تھی۔

اعلانِ نبوت: حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم غور و فکر کے لئے مکہ سے باہر ایک غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں 610ء میں فرشتہ جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کی جانب سے جو پہلا پیغام آپ کو پہنچایا وہ یہ ہے ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔

(سورۃ العلق، سورۃ 96، آیت 1،2)

آپ نے گھر آکر حضرت خدیجہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کو تسلی دی اور کہا خدا کی قسم! اللہ تعالی آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، دوسروں کو مال و اخلاق سے نوازتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، جس نے سارا واقعہ سن کر کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔

پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسول کی حیثیت سے تبلیغ اسلام کی ابتداء کی اور لوگوں کو خالق کی وحدانیت کی دعوت دینا شروع کی۔ انہوں نے لوگوں کو روز قیامت کی فکر کرنے کی تعلیم دی کہ جب تمام مخلوق اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے خالق کے سامنے ہوگی۔ شروع ہی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپ کے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے آزاد کردہ غلام اور صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ مکہ کے باہر سے پہلے شخص حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے جو اسلام لائے۔ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریبی ساتھیوں میں تبلیغ کی پھر اسلام کے پیغام کی کھلی تبلیغ شروع کی۔ اکثر لوگوں نے مخالفت کی مگر کچھ لوگ آہستہ آہستہ اسلام کی دعوت قبول کرتے گئے۔ جیسے جیسے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی مقامی قبیلوں اور لیڈروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لئے خطرہ سمجھنا شروع کر دیا۔ ان کی دولت اور عزت کعبہ کی وجہ سے تھی۔ اگر وہ اپنے بت کعبے سے باہر پھینک کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگتے تو انہیں خوف تھا کہ تجارت کا مرکز ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قبیلے سے بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ ہی کعبے کے رکھوالے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر جو ظلم وزیادتی اور ستم ہو رہے تھے کفار قریش انھیں ہنوز ناکافی سمجھتے تھے چنانچہ متفرق کوششوں کے لیے باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی، جس کا امیر مجلس عبدالعزیٰ اور ابولہب مقرر ہوا اور مکہ کے پچیس رؤسا اور سردار اس کے ممبران منتخب ہوئے، اس کمیٹی کی مہم اور ذمہ داری یہ طے ہوئی کہ جو لوگ دور دراز کے علاقوں سے مکہ آئیں، انہیں اللہ کے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جائے تاکہ وہ ان کی باتیں نہ سنیں اور ان کی عظمت اور توحید ورسالت کے قائل نہ ہوں۔ ایک نے کہا کہ ہم کاہن بتلائیں گے، ولید بن مغیرہ بولا میں نے بہت سے کاہن دیکھے ہیں، ان کی باتوں میں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں یگانگت نہیں ہے، اس لیے عرب ہمیں جھوٹا کہیں گے، پس کچھ اور کہا جائے۔ دوسرے نے کہا دیوانہ کہیں گے، ولید نے کہا محمد کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے۔ ایک بولا ہم شاعر کہیں گے، ولید بولا ہم خوب جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے، اصنافِ سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں محمد کے کلام

کو شعر سے ذرہ بھی مشابہت نہیں۔ کسی نے کہا ہم جادو گر کہیں گے، ولید نے کہا محمد جس طہارت، نفاست اور لطافت سے رہتا ہے وہ ساحروں اور جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ سب نے عاجز و قاصر ہو کر کہا چچا آپ ہی بتائیں ہم کیا کہیں؟ ولید نے کہا کہ کہنے کے لیے بس ایک بات ہے کہ اس کے کلام میں کچھ ایسا اثر ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے، اس لیے اس کی باتوں کے سننے سے بچا جائے اور پرہیز کیا جائے، یہ تجویز منظور ہو گئی۔ اس متفقہ فیصلے کے تحت آپ کے بارے میں یہ افواہیں عام کی گئیں مگر کفار کو کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔

دوسری کمیٹی یہ بنائی گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح سے پریشان کیا جائے، بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے، تمسخر اور ایذا سے اُسے سخت تکالیف دی جائیں، چھوٹے چھوٹے بچوں کو آپ پر مامور کر دیا گیا۔ وہ طفلانہ حرکات ناشائستہ کرتے مگر حضور پاک تبلیغ ترک نہ فرماتے، یہاں تک کہ اہل مکہ نے ایک وفد ترتیب دیا جو آپ کے چچا ابو طالب کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد شروع کر دیا ہے جو ہمارے لیئے ناقابل برداشت ہے۔ اگر تم نے فوری طور پر انہیں اس دعوت سے نہ روکا تو ہمارے تمہارے درمیان ایسی جنگ چھڑ جائے گی جو سارے عرب کو تباہ کر دے گی، بہتر ہے کہ اس بات کو فوراً ٹھنڈا کر دو ورنہ اس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔ یہ وہ وقت تھا جب مکہ معظمہ میں چہار جانب حضور شہنشاہ کونین کی مخالفتیں جاری تھیں۔ سوائے ابو طالب کے ظاہری طور پر کوئی دوسرا معاون و مددگار نہ تھا۔ ابو طالب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے بیٹا اتنا بوجھ ڈالو جتنا میں اٹھا سکوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کے ان خیالات کو سماعت فرما کر پوری قوت و عزم کے ساتھ جواب دیا۔ اے چچا! خدا کی قسم اگر وہ سورج کو سیدھے ہاتھ پر رکھدیں اور چاند کو الٹے ہاتھ پر تب بھی میں فریضہ تبلیغ ترک نہ کروں گا۔ چچا بھتیجے کے عزم و ثبات کو دیکھ کر خوش ہو گئے، اب کفار کی سختیاں فزوں تر ہو گئیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مساعی تبلیغ کا سلسلہ بڑھا دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا جاننے اور ماننے والوں کو انتہائی درجہ کی تکالیف سے دوچار کیا جانے لگا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف گلے میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کو دے دیتا وہ ان کو پہاڑوں اور پتھروں میں گھسیٹتے پھرتے، مکہ کی گرم اور تپتی ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا اور گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیے جاتے،

مشکیں باندھ کر لاٹھی ڈنڈوں سے پیٹا جاتا، دھوپ میں بٹھادیا جاتا، بھوکا پیاسا رکھا جاتا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان تمام ایذاؤں پر صبر فرماتے تھے۔ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو خرید کر آزاد فرمادیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ،ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت سُمیّہ رضی اللہ عنہا کو مختلف سزائیں دی جاتی تھیں۔ابن ہشام ابو جہل نے ایک برچھی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی اندام نہانی پر مارا جس سے بیچاری انتقال کر گئیں اور اسلام میں پہلی شہادت پیش کرنے والی خاتون ہوئیں۔ حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ جن کا نام افلح تھا ان کے پاؤں میں زنجیریں باندھ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے، گردن مروڑی جاتی اور بارہا آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں اور انگاروں پر لٹایا جاتا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا علم جب ان کے چچا کو ہوا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا تھا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ نے گھر سے نکال دیا تھا جرم صرف اسلام کا قبول کرنا تھا، بعض جاں نثاروں کو قریش گائے اور اونٹ کے چمڑوں میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے اور بعض کو لوہے کی زرہیں پہنا کر پتھروں پر گرادیتے تھے،انتہا یہ ہوئی کہ گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا، کبھی اسلام کے شیدائی حبشہ کی جانب ہجرت کرتے ہیں اور کبھی مدینہ منورہ کی طرف اور شہر چھوڑنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑا ، کبھی نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کے خلاف شکایات لے کر گئے اور کبھی مدینہ پر بار بار چڑھائی کر کے مسلمانوں اور اہل اسلام کو پریشان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تمام مسلمانوں اور ہمدردانِ نبی سے قبائل نے ایک معاہدہ کے تحت مسلمانوں کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا یہاں تک کہ مسلمان تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے جس میں آپ اور آپ کے جانثار کھانے پینے سے روک دے ئے گئے، مسلمانوں نے یہ تین سال بڑی مشکل سے بھوک پیاس میں گزارے۔ یہ بائیکاٹ اس وقت ختم ہوا جب کعبہ پر لٹکے ہوئے معاہدے میں یہ دیکھا گیا کہ لفظ "اللہ" کے علاوہ تمام حروف دیمک کی وجہ سے کھائے گئے ہیں۔ 619ء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب انتقال فرما گئے۔اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن یعنی دکھ کا سال قرار دیا۔

معراج: 620ء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔ اس سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور وہاں تمام انبیائے کرام کی نماز کی امامت فرمائی، جنت و دوزخ کو ملاحظہ کیا۔ آسمانوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار کیا۔ اسی سفر میں نماز بھی فرض ہوئی۔

ہجرت مدینہ: 622ء تک مسلمانوں کے لئے مکہ میں رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ کئی دفعہ مسلمانوں اور خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکالیف دی گئیں۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ میں اپنی جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو لوگوں کی امانتوں کی واپسی کے لیے چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر ان کا انصار نے شاندار استقبال کیا اور اپنے تمام وسائل پیش کر دیئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو انصار استقبال کے لیے آئے اور خواتین چھتوں پر سے دیکھ رہی تھیں اور بچیاں دف بجا کر اشعار پڑھ رہی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے رکی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر قیام فرمایا۔ مدینہ میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ کو قیمتاً خرید کر ایک مسجد کی تعمیر شروع کی جو مسجد نبوی کہلائی۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس حصہ لیا۔ یہ مسجد درحقیقت ایک کمیونٹی سنٹر تھا جس میں سے علم و عرفان، تہذیب و تمدن، اتحاد و یگانگت، اجتماعیت، مساوات و اخوت کے جذبات پروان چڑھے اور معاشرہ روز بروز منور ہوتا چلا گیا۔ اسی مسجد کے سنگریزوں پر بیٹھ کر تمام مسائل کو قرآن کریم کی روشنی میں حل فرمایا۔

مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان عقدِ مؤاخات کیا یعنی مسلمانوں کو اس طرح بھائی بنایا کہ انصار میں سے ایک کو مہاجرین میں سے ایک کا بھائی بنایا۔ خود حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دیا۔ انصار نے مہاجرین کی مثالی مدد کی۔ آپ کے مدینہ آنے سے، اوس اور خزرج، یہاں کے دو قبائل جن نے بعد میں اسلام

قبول بھی کیا میں لڑائی جھگڑا ختم ہوا اور ان میں اتحاد اور بھائی چارہ پیدا ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہاں کچھ یہودیوں کے قبائل بھی تھے جو ہمیشہ فساد کا باعث تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بعد یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والے معاہدہ "میثاق مدینہ" نے مدینہ میں امن کی فضا پیدا کر دی۔ اسی دور میں مسلمانوں کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، اس سے پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ: مدینہ اور مشرکین مکہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ 6 ہجری 628ء میں 1400 مسلمانوں کے ہمراہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ عرب کے رواج کے مطابق غیر مسلح افراد چاہے وہ دشمن کیوں نہ ہوں کعبہ کی زیارت کر سکتے تھے جس میں رسومات بھی شامل تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان تقریباً غیر مسلح تھے۔ مگر عرب کے رواج کے خلاف مشرکین مکہ نے حضرت خالد بن ولید (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) کی قیادت میں دو سو مسلح سواروں کے ساتھ مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر مکہ کے باہر ہی روک لیا۔ اس وقت تک مسلمان انتہائی طاقتور ہو چکے تھے مگر یہ یاد رہے کہ اس وقت مسلمان جنگ کی غرض سے نہیں آئے تھے۔ اس موقع پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا، مسلمانوں میں ایسے لوگ تھے جن کو معاہدہ کی شرائط پسند نہیں تھیں۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان مکہ کے لوگوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا مگر کوئی مشرک مسلمان ہو کر اپنے بزرگوں کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کیا جائے گا۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دانشمندی سے صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ اس کی بنیادی شق یہ تھی کہ دس سال تک جنگ نہیں لڑی جائے گی اور مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے اور عمرہ کے لیے اگلے سال آئیں گے۔ چنانچہ مسلمان واپس مدینہ آئے اور پھر 629ء میں عمرہ کیا۔ اس معاہدہ سے پہلے جب مسلمانوں کے نمائندے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین نے روک لیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے اپنی بیعت بھی لی جسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ اس بیعت میں مسلمانوں نے عہد کیا کہ وہ مرتے دم تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اس معاہدہ کے بہت سود مند اثرات برآمد ہوئے۔

حکمرانوں کو خطوط: صلح حدیبیہ کے بعد محرم 7 ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف حکمرانوں کو خطوط لکھے اور اپنے سفیروں کو ان خطوط کے ساتھ بھیجا۔ ان خطوط میں اسلام کی دعوت دی گئی۔ ان میں سے ایک خط ترکی کے توپ کاپی نامی عجائب گھر میں موجود ہے۔ ان حکمرانوں میں فارس کا بادشاہ خسرو پرویز، مشرقی روم (بازنطین) کا بادشاہ ہرکولیس، حبشہ کا بادشاہ نجاشی، مصر اور اسکندریہ کا حکمران مقوقس اور یمن کا سردار شامل ہیں۔ بادشاہ پرویز نے یہ خط پھاڑ دیا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی کی تھی کہ اس کی سلطنت اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور کہا کہ ہمیں انجیل میں ان کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ مصر اور اسکندریہ کے حکمران مقوقس نے نرم جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ تحائف روانہ کیے اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو روانہ کیا جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی ولادت ہوئی۔

فتح مکہ: 630ء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جاں نثاروں نے بغیر جنگ وجدل کئے مکہ فتح کیا۔ اس عظیم الشان فتح کے موقع پر بھی آپ نے عاجزی ودرگزر کی عالی شان مثال قائم کی اور اپنے دشمنوں کو یہاں تک کہ اپنے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتل کو بھی معاف فرمادیا۔ آپ نے درج ذیل ہدایات اور احکام پر عمل کرنے اور پابندی کرنے کی تاکید فرمائی: جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے، جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے، جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے اسے قتل نہ کیا جائے، جو شخص ابوسفیان کے گھر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے، جو شخص حکیم بن حزام کے گھر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمی کو قتل نہ کیا جائے، قیدیوں، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ ہدایات اس شخص اور مظلوم کی اس ظالم قوم کے لئے ہیں جس قوم نے ظلم وستم کی انتہا کردی تھی۔ یہی ہے صفتِ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم۔ پھر خانہ کعبہ میں جاکر ہر ہر گوشہ میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں، شکرانے کی نماز ادا کی، پھر نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اللہ رب العزت کے سامنے پیشانی خاک پر رکھ دی، مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ نے کعبہ میں موجود تمام بت توڑ ڈالے اور شرک وبت پرستی کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اسی دوران وہ تمام بڑے

بڑے لوگ اور سردارانِ قریش جمع ہو گئے، جنہوں نے متعدد مسلمانوں اور اسلام کا نام لینے والوں کو شہید کیا یا کرایا تھا، سیکڑوں نبی کے جاں نثاروں کو ایذائیں اور تکالیف دے کر گھر بار چھوڑنے اور مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا، دین اسلام کو تباہ و برباد کرنے میں اور مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے میں حبشہ، شام، نجد اور یمن تک کے سفر کیے تھے، جنھوں نے مدینۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم پر بار بار حملے کئے تھے، مکہ سے ساڑھے تین سو میل دور بھی خدا کے نبی اور اس کے ماننے والوں کو چین کی سانس نہیں لینے دی تھی، حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے میں زر سے، زور سے، تدبیر سے، ہتھیار سے اور تزویر سے اپنا سارا زور صرف کر چکے تھے اور اکیس سال تک اپنی ناکام کوششوں میں برابر منہمک رہے تھے، آج رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر جھکائے رحم کی درخواست زبانِ حال و قال سے کر رہے تھے اور خدا کے وہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین کی شان کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے اس جماعت اور گروہِ قریش کی طرف نگاہِ رحمت سے دیکھ رہے تھے اور اپنی شانِ رحمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام حالات کو نظر انداز فرما کر زبانِ رحمت سے فرمایا اے سردارانِ قریش! اللہ کے رسول سے کس طریقہ کے برتاؤ کی توقع لے کر آئے ہو؟ مکہ والوں نے کہا کہ ہمیں اپنے سردار کے فرزند سے عمدہ سلوک اور اچھے برتاؤ کی امید اور توقع ہے۔ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج تمہارے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا، لہٰذا تمام لوگوں کو معاف فرما دیا۔

حِجَّةُ الوَداع: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کا آخری حج سن 10 ھ میں کیا۔ اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ آپ 25 ذی القعدہ 10 ھ (فروری 632ء) کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کے ساتھ تھیں۔ مدینہ سے 9 کلومیٹر دور ذوالحلیفہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام پہنا۔ دس دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پہنچ گئے۔ حج میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب تھی۔ اسی حج میں ایک یادگار خطبہ دیا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس خطبہ میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کا ایک نچوڑ پیش کیا اور مسلمانوں کو گواہ بنایا کہ انہوں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا ہے۔ اور یہ بھی تاکید کی کہ یہ باتیں ان لوگوں کو بھی پہنچائی جائیں جو اس حج میں شریک نہیں ہیں۔ اس خطبہ میں انہوں نے یہ فرمایا کہ شاید مسلمان انہیں

اس کے بعد نہ دیکھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مسلمان پر دوسرے مسلمان کا جان و مال حرام ہے۔ اور یہ بھی کہ نسل کی بنیاد پر کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے۔ انہوں نے اسلام کے حرام و حلال پر بھی روشنی ڈالی۔ اس حج کے تقریباً تین ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کو پیارے ہوگئے۔

وصال ظاہری: حجۃ الوداع کے فوراً بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے پھر رفتہ رفتہ بیماری کی شدت بڑھتی گئی۔ بالآخر روایات کے مطابق مئی یا جون 632ء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ روایات کے مطابق ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا تھا جس کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیمار ہوئے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر 63 برس تھی۔ حضرت علی اور چند صحابہ کرام علیہم الرضوان نے غسل و کفن دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد نبوی کے ساتھ ملحق آپ کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں ان کا وصال ہوا تھا۔ یہ اور اس کے ارد گرد کی تمام جگہ اب مسجدِ نبوی میں شامل ہے۔

ازواج مطہرات اور اولاد: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کے حکم واذن سے شادیاں کیں جس میں کثیر حکمتیں تھیں، زیادہ تر پہلے بیوہ تھیں اور عمر میں بھی زیادہ تھیں اور زیادہ شادیوں کا عرب میں عام رواج تھا۔ مؤرخین کے مطابق اکثر شادیاں مختلف قبائل سے اتحاد کے لیے یا ان خواتین کو عزت دینے یا شرعی مسائل سیکھانے کے لیے کی گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو امہات المؤمنین کہا جاتا ہے یعنی مؤمنین کی مائیں۔ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی اور ایک بیٹا حضرت ماریہ قبطیہ سے ہوا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

اپنی مختصر مدتِ تبلیغ کے دوران ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے جزیرہ نما عرب میں اسلام کو ایک مضبوط دین بنا دیا، اسلامی ریاست قائم کی اور عرب میں اتحاد پیدا کر دیا جس کے بارے میں اس سے پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے اور قرآن کے مطابق کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ ان کو اپنی جان و مال اور پسندیدہ چیزوں پر فوقیت نہ دے۔ قیامت تک کے لوگ ان کی امت میں شامل ہیں۔ اللہ عزوجل نے آپ کو کثیر معجزات عطا فرمائے جن میں بہت بڑا زندہ معجزہ قرآن پاک ہے۔

خلافت راشدہ: ویکیپیڈیا کے مطابق 610ء میں قرآن کی پہلی صدا کی بازگشت ایک صدی سے کم عرصے میں بحر اوقیانوس سے وسط ایشیا تک سنائی دینے لگی تھی اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال (632ء) کے عین سو سال بعد ہی اسلام 732ء میں فرانس کے شہر تور (tours) کی حدود تک پہنچ چکا تھا۔

632ء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب پر خلافت راشدہ کا آغاز ہوا، انہوں نے حروب الردہ (مرتدین کے خلاف جنگوں) کے بعد سلطنت ساسانیان اور سلطنت بازنطینی کی جانب پیش قدمیاں کیں۔

634ء میں حضرت ابو بکر صدیق کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساسانیوں سے عراق (بین النہرین)، ایران کے علاقے اور رومیوں سے مصر، فلسطین، سوریا اور آرمینیا کے علاقے لیکر اسلامی خلافت میں داخل کیے اور عملی طور پر دونوں بڑی سلطنتوں کا خاتمہ ہوا۔ 638ء میں مسلمان بیت المقدس میں داخل ہو چکے تھے۔ 644ء میں ابو لولو فیروز کے خنجر سے حضرت عمر فاروق کی شہادت ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان خلیفہ سوم منتخب ہوئے اور 652ء تک اسلامی خلافت، مغرب کی حدوں (جزیرۃ الاندلس) میں پہنچ گئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک باغی خارجی گروہ نے شہید کیا۔

ان کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ چہارم منتخب ہوئے (656ء تا 661ء) لوگ فتنہ مقتلِ عثمان پر نالاں تھے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شدید دباؤ تھا کہ قاتلانِ عثمان کا بدلہ لیا جائے حضرت علی المرتضیٰ بھی چاہتے تھے کہ حضرت عثمان غنی کے قاتلوں کو سزا دی جائے لیکن مناسب حالات کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی حالات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو جنگیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئیں۔ ان جنگوں کے پیچھے بھی باغی خارجیوں کا ہاتھ تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی الگ حکومت قائم کی اور آپ کی حاکمیت مصر، حجاز اور یمن کے علاقوں پر قائم رہی۔ حضرت علی المرتضیٰ 661ء میں ایک خارجی شخص عبدالرحمن بن ملجم کی تلوار سے حملے میں علی شہید ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ پنجم حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوائے 661ء۔ کچھ عرصہ بعد ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے۔ حضرت حسن کی دستبرداری پر حضرت امیر معاویہ نے 661ء میں خلافت بنوامیہ کی بنیاد ڈالی۔

پھر ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید 679ء میں برسر اقتدار آیا۔ یزید نے 680ء میں حضرت علی المرتضیٰ کے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کو کربلا میں شہید کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد یزید کی حکومت بھی ختم ہوگئی لیکن بعد میں بنوامیہ کی حکومت کافی عرصہ تک برسر اقتدار رہی۔

699ء میں فقیہی امام ابو حنیفہ کی پیدائش ہوئی۔ بنوامیہ کو 710ء میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ اور 711ء میں طارق بن زیاد کی فتح اندلس (یہی امام مالک کی پیدائش کا سال بھی ہے) کے بعد 750ء میں عباسی خلافت کے قیام نے گو ختم تو کر دیا لیکن بنوامیہ کا ایک شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل فرار ہو کر 756ء میں اندلس جا پہنچا اور وہاں خلافت قرطبہ کی بنیاد رکھی، یوں بنوامیہ کی خلافت 1031ء تک قائم رہی۔

ادھر عباسی خلافت میں کاغذ کی صنعت، بغداد کے بیت الحکمۃ (762ء) جیسے شاہکار نظر آئے تو ادھر اندلس میں بچی ہوئی خلافت امیہ میں جامع مسجد قرطبہ جیسی عمارات تعمیر ہوئیں۔ 767ء میں فقیہی امام شافعی اور 780ء امام حنبل کی پیدائش ہوئی۔ 1258ء میں شیعوں کی حمایت سے ہلاکو کے بغداد پر حملے سے آخری خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کر دیا گیا۔ یوں خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوا۔

عباسیہ عہد ہی میں اسلامی تاریخ کو کوئی 700ء سے شروع ہونے والے اسلامی عہدِ زریں کا دیکھنا نصیب ہوا اور مسلم سائنسدانوں کی متعدد عظیم کتب اسی زمانے میں تخلیق ہوئیں اور اسی زمانے میں ان کی سیاہی کو دجلہ کا پانی کالا کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔

ادھر ایران میں سامانیان (819ء تا 999ء) والے اور ایران کے متعدد حصوں سمیت ماوراء النہر و موجودہ ہندوستان کے علاقوں پر پھیلی غزنوی سلطنت (963ء تا 1187ء) والے، عباسی خلافت کو دکھاوے کے طور برائے نام ہی نمائندگی دیتے تھے۔ فاطمیون (909ء تا 1171ء)، تیونس میں عباسی خلافت کو غاصب قرار دے کر اپنی الگ خلافت (920ء) کا دعویٰ کر چکے تھے اور اسپین میں عبدالرحمن سوم، 928ء میں اپنے لیے خلیفہ کا لقب استعمال کر رہا تھا۔ یہ وہ سماں تھا کہ ایک ہی وقت میں دنیا میں کم از کم تین بڑی خلافتیں موجود تھیں، اور ہر جانب سے خلیفہ بازی اپنے زوروں پر تھی، یہ بیک وقت موجود خلافتیں: خلافت عباسیہ، خلافت فاطمیہ اور خلافت قرطبہ (اندلسی امیہ) کی تھیں۔ 1169ء میں نورالدین زنگی نے شیر کوہ کے ذریعے مصر اپنے تسلط میں لے کر فاطمیہ خلافت کا خاتمہ کیا۔ صلاح الدین ایوبی (1138ء تا 1193ء) نے 1174ء میں ایوبی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور 1187ء میں عیسائیوں کی قائم کردہ مملکت بیت المقدس سے بیت المقدس کو آزاد کروالیا۔ 1342ء میں ایوبی سلطنت کے خاتمے اور مملوک (1250ء تا 1517ء) حکومت کے قیام سے قبل اس سلطنت میں ایک خاتون سلطانہ، شجرالدر (1249ء تا 1250ء) نے بھی ساتویں صلیبی جنگوں کے دوران قیادت کی۔

1258ء میں چنگیز کے پوتے سے بچ نکلنے والے عباسیوں نے مصر میں مملوکوں کی سلطنت (1250ء تا 1517ء) میں خلفیہ کا لقب اختیار کر کے عباسی (فرار ہو جانے والی) خلافت کو مملوکوں کی عثمانیوں کے سلیم اول کے ہاتھوں شکست ہونے تک (1517ء) نام دکھاوے کی طرح قائم رکھا اور پھر سلیم اول نے آخری مصری عباسی خلیفہ، محمد المتوکل ثانی (1509ء تا 1517ء) کے بعد خلیفہ کا لقب اس سے اپنے لیے حاصل کر لیا۔ ہاشم ثانی کے بعد خلافت قرطبہ (756ء تا 1031ء) ختم ہوئی اور اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا۔ دولت مرابطین کے یوسف بن تاشفین نے 1094ء میں اسے پھر متحد کیا لیکن اس کے بعد دولت موحدون آئی اور معرکہ العقاب (1212ء) میں ان کی شکست پر دوبارہ اندلس کا شیرازہ بکھر گیا اور 1492ء میں ابو عبد اللہ اندلس کو عیسائیوں کے حوالے کر کے مراکش آگیا۔

ادھر مشرق کی جانب مملوکوں سے سلطنت غزنویہ (986ء تا 1186ء) اور سلطنت غوریہ (1148ء تا 1215ء) نے خلافت کو طوائف بنانے میں اپنا کردار ادا کیا، اس کے بعد خلجی خاندان اور تغلق خاندان آئے اور 1526ء میں سلطنت دہلی، سلطنت مغلیہ بن گئی۔ مغلیہ سلطنت کئی صدیاں چلی پھر برطانیہ نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا اور سو سال اس پر حکومت کی۔ بعد میں اس کی آزادی کے لئے کوششیں کی گئی جس کے نتیجہ میں 19947 میں پاکستان وجود میں آیا۔ (تاریخ اسلام مع اضافہ/https://ur.wikipedia.org/wiki/)

کافر کا اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ

ایک کافر جو دنیا کے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اس کے مسلمان ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے سابقہ مذہب سے بیزاری کرے، اللہ عزوجل اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ اس کے لئے عموما یہ کلمہ پڑھایا جاتا ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

مذہب اسلام کی دینی کتب

اسلام میں سب سے زیادہ مقدس کتاب قرآن ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ قرآن کے بعد سب سے زیادہ رتبہ میں صحیح بخاری ہے اس کے بعد صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، موطا امام مالک اور دیگر احادیث کی کتب ہیں۔ امت مسلمہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جس طرح قرآن پاک اللہ عزوجل نے انہیں عطا فرمایا جس میں آج تک کوئی تبدیلی نہ ہو سکی اسی طرح آج بھی حضور علیہ السلام سے صحیح اسناد کے ساتھ احادیث مروی ہے جن پر مسلمان عمل پیرا ہوتے۔ پھر کرم بالا کرم یہ ہے کہ قرآن واحادیث کی فہم کے لئے صدیوں سے علمائے کرام نے مختلف زبانوں میں تفاسیر اور شروحات لکھیں۔ اس کے علاوہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ کو مرتب کیا گیا جس میں کئی صدیوں پہلے کہ فقہائے کرام سے منقول فقہی مسائل ہیں جو قرآن وحدیث کو

سامنے رکھ کر اخذ کئے گئے ہیں۔ الغرض قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ کثیر اور بھی معتبر کتب ہیں جو دین اسلام کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔

اسلامی عقائد و نظریات

اسلامی عقائد خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ قرآن وحدیث میں واضح کئے گئے ہیں جن پر ایمان لانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اسلام میں اللہ عزوجل، انبیاء علیہم السلام، آخرت، جنت ودوزخ وغیرہ کے بارے میں عقائد و نظریات بیان کر دیئے گئے ہیں جن پر مسلمان یقین رکھتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔

ایمان کی شاخیں: ایمان کی شاخوں سے مراد وہ عقائد ہوتے ہیں جن پر کامل اعتقاد اسلام میں ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہوتا ہے، عام طور ان میں چھ اجزا کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، الہامی کتب پر ایمان، رسولوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان، تقدیر پر ایمان۔ مختصراً چند عقائد پیش کئے جاتے ہیں:

☆ **اللہ عزوجل پر ایمان:** اللہ عزوجل کے متعلق اسلامی تعلیمات یہ ہیں:

عقیدہ: اللہ عزوجل ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں، نہ صفات میں، وہی اس کا مستحق ہے کہ اُس کی عبادت و پرستش کی جائے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری اور عدم (نہ ہونا) محال ہے، وہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے، اَزَلی کے بھی یہی معنی ہیں، وہ باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اسی کو اَبَدی بھی کہتے ہیں، وہ بے پرواہ ہے بے نیاز ہے، کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اُس کا محتاج ہے، جس طرح اُس کی ذات قدیم، اَزَلی، اَبَدی ہے، صفات بھی قدیم، اَزَلی، اَبَدی ہیں۔ اُس کی ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں، وہ نہ کسی کا باپ ہے، نہ بیٹا اور نہ اُس کے لیے بیوی، جو اُسے باپ یا بیٹا بتائے یا اُس کے لیے بیوی ثابت کرے کافر ہے، وہی ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے، ملائکہ وغیر ہم سب وسیلہ ہیں، اللہ تعالیٰ جسم، جہت، مکان، شکل و

صورت اور حرکت و سکون سب سے پاک ہے، وہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے اور ہر اُس چیز سے جس میں عیب و نقصان ہے پاک ہے، مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی وغیرہا عیوب اُس پر قطعاً محال ہیں۔

(پ30، سورۃ اخلاص، آیت1 *پ8، سورۃ الأنعام، آیت163 *منح الروض الأزہر للقاری، ص14 *پ1، سورۃ البقرۃ، آیت21 *شرح الفقہ الأکبر للقاری، ص15 *المعتقد المنتقد، ص18 *پ20، سورۃ القصص، آیت88 *المسامرۃ بشرح المسایرۃ، الأصل الثانی والثالث، ص22،24 *پ30، سورۃ الإخلاص، آیت2 *منح الروض الأزہر فی شرح الفقہ الأکبر، ص14 *منح الروض الأزہر فی شرح الفقہ الأکبر، ص23 *شرح العقائد النسفیہ، ص24 *پ30، سورۃ الإخلاص، آیت3 *الشفا، فصل فی بیان ما ہو من المقالات کفر، ج2، ص283 *مجمع الأنہر، کتاب السیر والجہاد، ج2، ص504 *پ13، سورۃ الرعد، آیت16 *پ23، سورۃ الصآفات، آیت96 *شرح العقائد النسفیۃ، ص76 *پ27، سورۃ الذّٰرِیٰت، آیت58 *تفسیر البغوی، پ30، تحت الآیۃ (فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا)، ج4، ص411 *شعب الإیمان، باب فی الإیمان باللہ عزوجل، فصل فی معرفۃ أسماء اللہ وصفاتہ، ج1، ص113 *شرح المواقف، المقصد الأول، ج8، ص22 *شرح المقاصد، ج2، ص270 *المسامرۃ بشرح المسایرۃ، ص393 *الفتاوی الرضویۃ، ج15، ص320)

عقیدہ: دنیا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لئے بیداری میں چشمِ سر سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں، جو اس کا دعوی کرے وہ کافر ہے۔

(فتاوی حدیثیہ، مطلب فی رؤیۃ اللہ تعالی فی الدنیا، ص200، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عقیدہ: جمہور اہل سنت کے نزدیک معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ (الفتاوی الحدیثیۃ، مطلب فی رؤیۃ اللہ تعالی فی الدنیا، ص200، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عقیدہ: خواب میں دیدارِ باری تعالیٰ ہو سکتا ہے، اولیاء سے ثابت ہے، ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی۔ (منح الروض الازہر، ص83)

عقیدہ: جنت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ (فقہ اکبر، ص83)

☆انبیاء علیہم السلام پر ایمان:

عقیدہ: اسلامی تعلیمات کے نزدیک نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو۔

(شرح المقاصد، المبحث الأول، ج3، ص268 *المعتقد المنتقد، الباب الثانی فی النبوات، ص105)

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو لوگوں کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے جھوٹ، خیانت اور جہالت وغیرہا بری صفات سے قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں، اور اسی طرح ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروّت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمّدِ صغائر (قصداً صغیرہ گناہ کرنے) سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے اُنھوں نے وہ سب پہنچا دیے، جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، کافر ہے۔ احکامِ تبلیغیہ میں انبیاء سے سہو و نسیان محال ہے، اُن کے جسم کا برص و جذام وغیرہ ایسے امراض سے جن سے تنفّر ہوتا ہے، پاک ہونا ضروری ہے۔ اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی، مگر یہ علمِ غیب کہ ان کو ہے اللہ عزوجل کے دیے سے ہے، لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا۔ انبیائے کرام، تمام مخلوق یہاں تک کہ رُسُلِ ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے۔ نبی کی تعظیم فرضِ عین بلکہ اصلِ تمام فرائض ہے، کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب، کفر ہے۔ تمام انبیاء اللہ عزوجل کے حضور عظیم وجاہت و عزت والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ چوہڑے چمار کی مثل کہنا کھلی گستاخی اور کلمہ کفر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔

(روح البیان، ج8، ص47* الحدیقة الندیة علی الطریقة المحمدیة، ج1، ص288* منح الروض الأزھر للقاری، الأنبیاء منزھون عن الصغائر والکبائر، ص56,57* الفقه الأکبر، ص61* پ6، سورة المائدة، آیت67* الجامع لأحکام القرآن للقرطبي، ج3، الجزء الثاني، ص145* المعتقد المنتقد، ص113,114* الیواقیت والجواھر، ص252* المسامرة بشرح المسایرة، شروط النبوة، الکلام علی العصمة، ص234,235* پ26، سورة الفتح، آیت9* جواھر البحار، ج3، ص260* تفسیر روح البیان، ج3، ص394* پ22، الأحزاب، آیت69* تفسیر ابن کثیر، ج6، ص430، تحت الآیة (وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِیْهًا)* المسایرة، شروط النبوة، ص226* شرح المقاصد، المبحث السادس، ج3، ص317)

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اُسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ

ہو گئے، اُن کی حیات، حیاتِ شہدا سے بہت ارفع واعلیٰ ہے فلہذا شہید کا ترکہ تقسیم ہو گا، اُس کی بیوی بعدِ عدت نکاح کر سکتی ہے بخلاف انبیاء کے، کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، ذکر وفاتہ ودفنہ، الحدیث1637، ج2، ص291*مسند أبي یعلی، الحدیث3412، ج3، ص216*فیوض الحرمین للشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوي، ص28*روح المعاني، ج11، ص52,53*تکمیل الإیمان، ص122*الحاوي للفتاوي، کتاب البعث، أنباء الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء، ج2، ص179,180)

عقیدہ: وحی نبوت، انبیاء کے لیے خاص ہے، جو اسے کسی غیرِ نبی کے لیے مانے کافر ہے۔ ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقا ہوتی ہے، اُس کو الہام کہتے ہیں، اور وحی شیطانی کہ اِلقا من جانبِ شیطان ہو، یہ کاہن، ساحر اور دیگر کفّار وفسّاق کے لیے ہوتی ہے۔

(المعتقد المنتقد، ص105*الشفا، فصل في بیان ما ھو من المقالات کفر، الجزء2، ص285*المرقاۃ، کتاب العلم، ج1، ص445*پ7، سورۃ الأنعام، آیت112)

عقیدہ: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور فرشتے کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی وبد دینی ہے۔

(منح الروض الأزھر، ص56*المعتقد المنتقد، ص110*الشفا، فصل في القول في عصمۃ الملائکۃ، ج2، ص174,175)

عقیدہ: عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمہ واکابر اولیا، کہ اللہ عزوجل اُنھیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ (نسیم الریاض في شرح الشفاء، الباب الأول، فصل في عصمۃ الأنبیاء، ج4، ص144,193)

عقیدہ: حضور، خاتم النبیّین ہیں یعنی اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوّت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ختم کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا، جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت ملنا مانے یا جائز جانے، کافر ہے۔

(پ22، سورۃ الأحزاب، آیت40*صحیح البخاري، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث3535، ج2، ص487*سنن الترمذي، کتاب الفتن، باب ما جاء لاتقوم الساعۃ إلخ، الحدیث2226، ج4، ص93*المعتقد المنتقد، تکمیل الباب، ص119,120*الفتاوی الرضویۃ، ج15، ص578)

عقیدہ: محال (ناممکن) ہے کہ کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ہو، جو کسی صفتِ خاصّہ میں کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل بتائے، گمراہ ہے یا کافر۔

(المعتقد المنتقد، ص126 * الشفا، ج2، ص239 * شرح الشفا للملا علی القاری، ج2، ص240 * نسیم الریاض، ج6، ص232)

☆آسمانی کتابوں پر ایمان:

عقیدہ: بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں:

(1) تورات، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

(2) زبور، حضرت داؤد علیہ السلام پر۔

(3) اِنجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

(4) قرآنِ عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُر نور احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ (تکمیل الایمان، ص63)

عقیدہ: سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں، اُن میں جو کچھ ارشاد ہوا سب پر ایمان ضروری ہے۔ مگر اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اُمّت کے سپرد کی تھی، اُن سے اُس کا حفظ نہ ہو سکا، کلامِ الٰہی جیسا اُترا تھا اُن کے ہاتھوں میں ویسا باقی نہ رہا، بلکہ اُن کے شریروں نے تو یہ کیا کہ اُن میں تحریفیں کر دیں، یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا۔ (تفسیر الخازن، ج1، ص225 * پ14، سورۃ الحجر، آیت9 * تفسیر الخازن، ج3، ص95)

لہٰذا جب کوئی بات اُن کتابوں کی ہمارے سامنے پیش ہو تو اگر وہ ہماری کتاب کے مطابق ہے، ہم اُس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہے تو یقین جانیں گے کہ یہ اُن کی تحریفات سے ہے اور اگر موافقت، مخالفت کچھ معلوم نہیں تو حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ تکذیب، بلکہ یوں کہیں کہ "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ" ترجمہ: اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔

(پ21، سورۃ العنکبوت، آیت46 * تفسیر ابن کثیر، ج6، ص256)

عقیدہ: چونکہ یہ دین اسلام ہمیشہ رہنے والا ہے، لہٰذا قرآنِ عظیم کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذِمہ رکھی، فرماتا ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن اُتارا اور بے شک ہم اُس کے ضرور نگہبان ہیں۔ (سورۃ الحجر، سورۃ 15، آیت 9)

لہٰذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے، اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے تو جو یہ کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا، یا بڑھا دیا، یا بدل دیا، قطعاً کافر ہے، کہ اس نے اُس آیت کا انکار کیا جو ہم نے ابھی لکھی۔ (منح الروض الأزہر، فصل فی القراءۃ والصلاۃ، ص167)

☆فرشتوں پر ایمان:

عقیدہ: فرشتے اجسامِ نوری ہیں، یہ نہ مرد ہیں، نہ عورت، اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ وہی کرتے ہیں جو حکمِ الٰہی ہے، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطأً، وہ اللہ عزوجل کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔

(صحیح المسلم، کتاب الزہد، باب فی أحادیث متفرقۃ، الحدیث2996، ص1597*شرح المقاصد، المبحث الثالث، ج2، ص500*منح الروض الأزہر، ص12*صحیح البخاری، کتاب التفسیر، کتاب فضائل القرآن، الحدیث4980، ص432*فتح الباری، ج9، ص5*المعجم الکبیر للطبرانی، ج1، ص261، الحدیث758*الحبائک فی أخبار الملائک للسیوطی، ص4*پ14، سورۃ النحل، آیت50*پ28، سورۃ التحریم، آیت6*تفسیر الکبیر، ج1، ص389)

عقیدہ: ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں: (1) بعض کے ذمہ حضراتِ انبیائے کرام کی خدمت میں وحی لانا (2) کسی کے متعلق پانی برسانا (3) کسی کے متعلق ہوا چلانا (4) کسی کے متعلق روزی پہنچانا (5) کسی کے ذمہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا (6) کسی کے متعلق بدنِ انسان کے اندر تصرّف کرنا (7) کسی کے متعلق انسان کی دشمنوں سے حفاظت کرنا (8) کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کر کے اُس میں حاضر ہونا (9) کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا (10) بہتوں کا دربارِ رسالت میں حاضر ہونا (11) کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی صلاۃ و

سلام پہنچانا(12)بعضوں کے متعلق مردوں سے سوال کرنا(13)کسی کے ذمہ قبض روح کرنا(14)بعضوں کے ذمہ عذاب کرنا(15)کسی کے متعلق صُور پھونکنا اوران کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔

(پ30،سورۃ النّٰزعٰت، آیت5*تفسیر البغوی، ج4، ص411*شعب الإیمان، الحدیث158، ج1، ص177*التفسیر الکبیر، ج11، ص29*کنز العمال، ج4، ص13*صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ الخلق الآدمی إلخ، الحدیث2645، ص1422)

عقیدہ: چار فرشتے سب فرشتوں سے افضل ہیں،ان کے نام یہ ہیں: جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام۔ (التفسیر الکبیر، ج1، ص386)

عقیدہ: کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔

(تمہید لأبي شکور سالمی، ص122*الفتاوی الہندیۃ، الباب التاسع، ج2، ص266)

عقیدہ: فرشتوں کے وجود کا انکار، یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں، یہ دونوں باتیں کُفر ہیں۔ (شرح الشفا للقاری، فی حکم من سب اللہ تعالیٰ وملائکتہ إلی آخرہ، ج2، ص522)

☆جنات کا بیان

عقیدہ: یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (پ14، سورۃ الحجر، آیت27)

عقیدہ: اِن میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔

(شرح المقاصد، المبحث الثالث، ج2، ص500)

عقیدہ: اِن کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔

(الحیاۃ الحیوان الکبری، ج1، ص298*صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ج2، الجزء الرابع، ص357)

عقیدہ: اِن کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں، یہ سب انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح واجسام والے ہیں، اِن میں توالد وتناسل (اولاد ہونے اور نسل چلنے کا سلسلہ) ہوتا ہے، کھاتے، پیتے، جیتے، مرتے ہیں۔

(التفسیر الکبیر، ج1، ص79,85*الفتاوی الحدیثیۃ، ص90)

عقیدہ: اِن میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، مگر اِن کے کفّار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں، اور اِن میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سُنّی بھی ہیں، بدمذہب بھی، اور اِن میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔

(پ29، سورۃ الجن، آیت11 *تفسیر الجلالین، ص476، تحت الآیۃ (كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا) *الجامع لأحکام القرآن، تحت الآیۃ (كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا)، ج10، ص12 *تفسیر روح البیان، ج10، ص194)

عقیدہ: اِن کے وجود کا انکار کرنا کفر ہے۔ (الفتاوی الحدیثیۃ، ص167)

لہٰذا یہ کہنا بھی کفر ہے کہ بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان ہے (یعنی ان کا وجود نہیں بلکہ بدی کی قوت ہی کو کہتے ہیں)۔

☆عالمِ برزخ اور موت کا بیان

عقیدہ: دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں، مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام اِنس وجن کو حسبِ مراتب اُس میں رہنا ہوتا ہے، اور یہ عالم اِس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو، برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف۔

(پ18، سورۃ المؤمنون، آیت100 *تفسیر الطبری، ج9، ص244 *الجامع لأحکام القرآن، ج6، ص113 *الفتوحات المکیۃ، الباب الثالث والستون فی معرفۃ بقاء الناس إلخ، ج1، ص686 *ملفوظات، حصہ4، ص155 *الفتاوی الرضویۃ، ج9، ص707 *سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدیث أکثروا من ذکر ہادم اللذات، الحدیث2468، ج4، ص209)

عقیدہ: ہر شخص کی جتنی زندگی مقرّر ہے اُس میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی، جب زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے، اُس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کر لیتے ہیں، اسے موت کہتے ہیں۔

(پ14، سورۃ النحل، آیت61 *پ21، سورۃ السجدہ، آیت11)

عقیدہ: موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہیں، نہ یہ کہ روح مر جاتی ہو، جو روح کو فنا مانے، بدمذہب ہے۔ (شرح الصدور، باب فضل الموت، ص12)

عقیدہ: مرنے والے کو دائیں بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے فرشتے دکھائی دیتے ہیں، مسلمان کے آس پاس رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور کافر کے دائیں بائیں عذاب کے۔

(المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحديث 18559، ج6، ص 413,414)

عقیدہ: اُس وقت ہر شخص پر اسلام کی حقّانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے، مگر اُس وقت کا ایمان معتبر نہیں، اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا، بلکہ یہ چیزیں مشاہد ہو گئیں۔

(پ24، سورۃ المؤمن، آیت 84,85 * تفسير الطبري، ج11، ص83)

عقیدہ: مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جُدا ہو گئی، مگر بدن پر جو گزرے گی رُوح ضرور اُس سے آگاہ و متاثر ہو گی، جس طرح حیاتِ دنیا میں ہوتی ہے، بلکہ اُس سے زائد۔ (منح الروض الأزهر، ص 100,101)

عقیدہ: مرنے کے بعد مسلمانوں کی روحیں حسبِ مرتبہ مختلف مقاموں میں رہتی ہے، بعض کی قبر پر، بعض کی زمزم شریف کے کنویں میں، بعض کی آسمان و زمین کے درمیان، بعض کی پہلے، دوسرے، ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند، اور بعض کی روحیں زیرِ عرش قندیلوں میں، اور بعض کی اعلیٰ علّیین (جنت کے بلند بالا مکانات) میں، مگر جہاں کہیں ہوں، اپنے جسم سے اُن کو تعلق بدستور رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اُسے دیکھتے، پہچانتے، اُس کی بات سنتے ہیں، بلکہ روح کا دیکھنا قُربِ قبر ہی سے مخصوص نہیں، اِس کی مثال حدیث میں یہ فرمائی ہے کہ ایک طائر پہلے قفس (پنجرے) میں بند تھا اور اب آزاد کر دیا گیا۔

(شرح الصدور، ص 13,231,235,236,237,249,262,263 * سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في فضل الشهادة، الحديث 2520، ج3، ص22 * شرح مسلم للنووي ج2، ص286 * الفتاوى الحديثية، مطلب أرواح الأنبياء في أعلى عليين وأرواح الشهداء الخ، ص 14,15)

عقیدہ: کافروں کی خبیث روحیں بعض کی اُن کے مرگھٹ (ہندوؤں کے مردے جلانے کی جگہ)، یا قبر پر رہتی ہیں، بعض کی چاہِ برہُوت میں کہ یمن میں ایک نالہ ہے، بعض کی پہلی، دوسری، ساتویں زمین تک، بعض کی اُس کے بھی نیچے سجّین (جہنم کی وادی) میں، اور وہ کہیں بھی ہو، جو اُس کی قبر یا مرگھٹ پر گزرے اُسے دیکھتے، پہچانتے، بات سُنتے ہیں، مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں، کہ قید ہیں۔ (شرح الصدور، ص 232,234,236,237)

عقیدہ: یہ عقیدہ کہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا اسے تناسخ اور آواگون کہتے ہیں، یہ محض باطل ہے اور اُس کا ماننا کفر ہے۔ (النبراس، باب البعث حق، ص213)

عقیدہ: جب مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اُس وقت مردے کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اُس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچّے کو زور سے چپٹا لیتی ہے۔ اور اگر کافر ہے تو اُس کو اس زور سے دباتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں۔

(شرح الصدور، ذکر تخفیف ضمة القبر علی المؤمن، ص345* المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث12273، ج4، ص253)

عقیدہ: جب دفن کرنے والے دفن کر کے وہاں سے چلتے ہیں تو مردہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اُس وقت اُس کے پاس دو فرشتے اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اُن کی شکلیں نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک ہوتی ہیں، اُن کے بدن کا رنگ سیاہ، آنکھیں سیاہ اور نیلی، اور دیگ کی برابر اور شعلہ زن ہوتی ہیں، اُن کے مُہیب بال سر سے پاؤں تک، اور اُن کے دانت کئی ہاتھ کے، جن سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اُن میں ایک کو منکر، دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، مردے کو جھنجھوڑتے اور جھڑک کر اُٹھاتے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، الحدیث1374، ج1، ص463* شرح الصدور، ص122* إثبات عذاب القبر للبیہقی، الحدیث86، ج1، ص99* الإحیاء، ج1، ص127* سنن الترمذی، باب ما جاء فی عذاب القبر، ج2، ص337، الحدیث1073* المعجم الأوسط للطبرانی، الحدیث4629، ج3، ص292)

عقیدہ: سوال: منکر نکیر قبر میں مردے سے پہلا سوال کرتے ہیں: مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ دوسرا سوال: مَادِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیسرا سوال: مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا: رَبِّيَ اللهُ۔ میرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اور دوسرے کا جواب دے گا: دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ۔ میرا دین اسلام ہے۔ تیسرے سوال کا جواب دے گا: هُوَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (سنن أبی داود، کتاب السنة، باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، ج4، ص266)

سوال کا جواب پا کر کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تُو یہی کہے گا، اُس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ، اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک

دروازہ کھول دو۔ جنت کی نسیم اور خوشبو اُس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پھیلے گی، وہاں تک اُس کی قبر کشادہ کردی جائے گی اور اُس سے کہا جائے گا کہ تو سو جا جیسے دُولہا سوتا ہے۔ یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام میں اُن کے لیے جن کو وہ چاہے، ورنہ وسعتِ قبر حسبِ مراتب مختلف ہے، بعض کیلئے ستّر ستّر ہاتھ لمبی چوڑی، بعض کے لیے جتنی وہ چاہے زیادہ، حتّٰی کہ جہاں تک نگاہ پہنچے۔

(سنن الترمذی، باب ما جاء فی عذاب القبر، ج2، ص337، الحدیث1073* المسندللإمام أحمد بن حنبل، الحدیث18559، ج6، ص413,414* النبراس، ص208)

اگر مردہ منافق یا کافر ہے تو سب سوالوں کے جواب میں یہ کہے گا "هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِی" افسوس! مجھے تو کچھ معلوم نہیں "كُنْتُ أَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْأً فَأَقُوْلُ" میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا، خود بھی کہتا تھا۔ اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا: کہ یہ جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ اس کی گرمی اور لپٹ اس کو پہنچے گی اور اس پر عذاب دینے کے لیے دو فرشتے مقرر ہوں گے، جو اندھے اور بہرے ہوں گے، ان کے ساتھ لوہے کا گرز ہوگا کہ پہاڑ پر اگر مارا جائے تو خاک ہو جائے، اُس ہتھوڑے سے اُس کو مارتے رہیں گے۔ نیز سانپ اور بچھو اسے عذاب پہنچاتے رہیں گے، نیز اعمال اپنے مناسب شکل پر متشکل ہو کر کتّا یا بھیڑیا یا اور شکل کے بن کر اُس کو ایذا پہنچائیں گے۔

(سنن الترمذی، باب ما جاء فی عذاب القبر، ج2، ص338، الحدیث1073)

عقیدہ: مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا، غرض کہیں ہو اُس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اُسے پہنچے گا، یہاں تک کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوالات ہوں گے اور ثواب وعذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔ (الحدیقۃ الندیۃ، ج1، ص266,267)

عقیدہ: عذابِ قبر جسم وروح دونوں پر ہوگا۔ (تفسیر روح البیان، ج8، ص191)

عقیدہ: جسم اگرچہ گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ موردِ عذاب وثواب ہوں گے اور اُنھیں پر روزِ قیامت دوبارہ ترکیبِ جسم فرمائی جائے گی، وہ کچھ ایسے باریک اجزا ہیں ریڑھ کی ہڈی میں جس کو "عَجْبُ الذَّنَب" کہتے ہیں، کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں، نہ آگ اُنھیں جلا

سکتی ہے، نہ زمین اُنھیں گلا سکتی ہے، وہی کچھ جسم ہیں۔ ولہٰذا روزِ قیامت روحوں کا اِعادہ اُسی جسم میں ہوگا، نہ جسمِ دیگر میں، بالائی زائد اجزا کا گھٹنا، بڑھنا، جسم کو نہیں بدلتا، جیسا کہ بچہ کتنا چھوٹا پیدا ہوتا ہے، پھر کتنا بڑا ہو جاتا ہے، قوی ہیکل جوان بیماری میں گھل کر کتنا حقیر رہ جاتا ہے، پھر نیا گوشت پوست آ کر مثلِ سابق ہو جاتا ہے، اِن تبدیلیوں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شخص بدل گیا۔ یوہیں روزِ قیامت کا عَود ہے، وہی گوشت اور ہڈیاں کہ خاک یا راکھ ہو گئے ہوں، اُن کے ذرّے کہیں بھی منتشر ہو گئے ہوں، رب عزوجل انھیں جمع فرما کر اُس پہلی ہیئت پر لا کر اُنھیں پہلے اجزائے اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں، ترکیب دے گا اور ہر روح کو اُسی جسمِ سابق میں بھیجے گا، اِس کا نام حشر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ونفخ فی الصور،الخ، الحدیث 4814، ج 3، ص 316 *فتح الباری، کتاب التفسیر، ج 8، ص 475,476)

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام، علمائے دین، شہداء، حافظانِ قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں، وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں، وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

(پ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 154 *پ 4، سورہ آل عمران، آیت 169 *سنن ابن ماجہ، أبواب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ، الحدیث 1637، ج 2291، ص *پ 26، سورہ ق، آیت 4 *تفسیر روح البیان، ج 9، ص 104)

عقیدہ: جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ مر کے مٹی میں مل گئے، گمراہ، بد دین، خبیث، مرتکب توہین ہے۔

☆حشر کا بیان

عقیدہ: قیامت بیشک قائم ہوگی، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

(منح الروض الأزہر للقاری، فصل فی المرض والموت والقیامۃ، ص 195)

عقیدہ: حشر صرف رُوح کا نہیں، بلکہ روح و جسم دونوں کا ہوگا، جو کہے صرف روحیں اٹھیں گی جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ بھی کافر ہے۔ (المعتقد المنتقد، ھل الروح أیضاً جسم فلا حشر إلّا جسمانی؟، ص 181)

عقیدہ: قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، ناختنہ شدہ اٹھیں گے، کوئی پیدل، کوئی سوار اور ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر دس ہوں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، الحدیث3349، ج2، ص420 *صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا وأھلھا، باب فناء الدنیا... إلخ، الحدیث2869، ص1529)

کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدانِ حشر کو جائے گا، کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ کسی کو آگ جمع کرے گی۔ (صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین وأحکامھم، یحشر الکافر علی وجھہ، الحدیث2806، ص1508 *سنن النسائی، کتاب الجنائز، البعث، الحدیث2083، ص350)

عقیدہ: میدانِ حشر کی زمین ایسی ہموار ہو گی کہ اِس کنارہ پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے۔ اُس دن زمین تانبے کی ہو گی۔ اور آفتاب ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ اب چار ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر ہے اور اس طرف آفتاب کی پیٹھ ہے۔ اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستّر گز زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر جو پسینہ زمین نہ پی سکے گی وہ اوپر چڑھے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہو گا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کمر، کسی کے سینہ، کسی کے گلے تک، اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثلِ لگام کے جکڑ جائے گا، جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہو گی محتاجِ بیان نہیں، زبانیں سُوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی، بعضوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی، دل اُبل کر گلے کو آ جائیں گے، ہر مبتلا بقدرِ گناہ تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا، جس نے چاندی سونے کی زکوۃ نہ دی ہو گی اُس مال کو خوب گرم کر کے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ پر داغ کریں گے، جس نے جانوروں کی زکوۃ نہ دی ہو گی اس کے جانور قیامت کے دن خوب تیار ہو کر آئیں گے اور اس شخص کو وہاں لٹائیں گے اور وہ جانور اپنے سینگوں سے مارتے اور پاؤں سے روندتے اُس پر گزریں گے، جب سب اسی طرح گزر جائیں گے پھر اُدھر سے واپس آ کر یوں ہی اُس پر گزریں گے، اسی طرح کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو وعلی ھذا القیاس۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص455 *تفسیر الطبری، ج7، ص483 *صحیح مسلم، کتاب الجنۃ... إلخ، باب فی صفۃ یوم القیامۃ... إلخ، الحدیث2864، ص1531 *المرقاۃ، ج9، ص259 *ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص454,55 *المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث22248، ج8، ص279 *صحیح البخاری، کتاب الرقاق، الحدیث6532، ج4، ص255 *صحیح البخاری، کتاب الرقاق، الحدیث6532، ج4، ص255 *المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث17444، ج6، ص146 *پ10، سورۃ التوبۃ، آیت34، 35 *صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، الحدیث: 987، ص493)

عقیدہ: باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا، بھائی سے بھائی بھاگے گا، ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے۔ بی بی بچے الگ جان چُرائیں گے، ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار، کون کس کا مددگار ہوگا! حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا، اے آدم! دوزخیوں کی جماعت الگ کر، عرض کرینگے: کتنے میں سے کتنے؟ ارشاد ہوگا: ہر ہزار سے نو سو ننانوے، یہ وہ وقت ہوگا کہ بچے مارے غم کے بوڑھے ہو جائیں گے، حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا، لوگ ایسے دکھائی دیں گے کہ نشہ میں ہیں، حالانکہ نشہ میں نہ ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے، غرض کس کس مصیبت کا بیان کیا جائے، ایک ہو، دو ہوں، سو ہوں، ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کرے، ہزار ہا مصائب اور وہ بھی ایسے شدید کہ الاماں الاماں...! اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے، دو چار دن، دو چار ماہ کی نہیں، بلکہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔

(صحیح البخاري، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قصة یاجوج وماجوج، الحدیث 3348، ج2، ص 420,419 *پ29، سورۃ المعارج، آیت 04* الدر المنثور، ج8، ص 279)

عقیدہ: قیامت کا دن آدھے کے قریب گزر چکا ہوگا تو اہلِ محشر اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈنا چاہیے کہ ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی دلائے، ابھی تک تو یہی نہیں پتا چلتا کہ آخر کدھر کو جانا ہے، یہ بات مشورے سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہم سب کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا، اُنکی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، وہ ہم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔

غرض کس کس مشکل سے اُن کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی چُنی ہوئی روح آپ میں ڈالی اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا اور جنت میں آپ کو رکھا، تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، آپ کو صفی کیا، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں...؟! آپ ہماری شفاعت کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔ فرمائیں گے: میرا یہ مرتبہ نہیں، مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے، آج رب عزوجل نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا، نہ آئندہ فرمائے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔

لوگ عرض کریں گے: آخر کس کے پاس جائیں... ؟ فرمائیں گے: نُوح کے پاس جاؤ، کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے، لوگ اُسی حالت میں حضرت نُوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن کے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے کہ آپ اپنے ربّ کے حضور ہماری شفاعت کیجیے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے، یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس لائق نہیں، مجھے اپنی پڑی ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ! عرض کریں گے، کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں... ؟ فرمائیں گے: تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ، کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ خُلت سے ممتاز فرمایا ہے، لوگ یہاں حاضر ہوں گے، وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اِس کے قابل نہیں، مجھے اپنا اندیشہ ہے۔

مختصر یہ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں بھیجیں گے، وہاں بھی وہی جواب ملے گا، پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجیں گے، وہ بھی یہی فرمائیں گے: کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں، آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے، کہ ایسا نہ کبھی فرمایا، نہ فرمائے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ، لوگ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے: تم اُن کے حضور حاضر ہو، جن کے ہاتھ پر فتح رکھی گئی، جو آج بے خوف ہیں، اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، وہ خاتم النبیین ہیں، وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے، اُنھیں کے حضور حاضر ہو، وہ یہاں تشریف فرماہیں۔

اب لوگ پھرتے پھراتے، ٹھوکریں کھاتے، روتے چلاتے، دُہائی دیتے حاضرِ بارگاہِ بے کس پناہ ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! حضور کے ہاتھ پر اللہ عزوجل نے فتح باب رکھا ہے، آج حضور مطمئن ہیں، اِن کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے: حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں ہیں! اور کس حال کو پہنچے! حضور بارگاہِ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں۔ جواب میں ارشاد فرمائیں گے: ((أَنَا لَهَا)) ترجمہ: میں اس کام کے لیے ہوں، ((أَنَا صَاحِبُكُمْ)) ترجمہ: میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے، یہ فرما کر بارگاہِ عزّت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے، ارشاد ہوگا: ((يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ

تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَه وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ)) ترجمہ: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمھاری بات سنی جائے گی اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت مقبول ہے۔ پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہو گا، اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے، یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے، اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اَب تمام انبیاء اپنی اُمّت کی شفاعت فرمائیں گے، اولیائے کرام، شہدا، علما، حُفّاظ، حُجّاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصبِ دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کریگا۔ نابالغ بچے جو مر گئے ہیں، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ علما کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے: ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا: کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا، علما اُن تک کی شفاعت کریں گے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی: (إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ...إلخ)، الحدیث3340، ج2، ص415*صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ... إلخ)، الحدیث7440، ج2، ص554)صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی(لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ)، الحدیث7410، ج4، ص542*صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیائ، باب قول اللہ تعالی(إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ...إلخ)، الحدیث3340، ج2، ص415* المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث2546، ج1، ص603*الخصائص الکبری، باب الشفاعة، ج2، ص383*المسند للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث2546، ج1، ص603*(الفتاوی الرضویة، ج30، ص223*صحیح مسلم، کتاب الإیمان، الحدیث327، ص125*المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث6117، ج6، ص248*المعجم الأوسط للطبرانی، الحدیث3044، ج2، ص209،)مجمع الزوائد، الحدیث 18529ج10، ص689*سنن ابن ماجہ، أبواب الزھد، باب ذکر الشفاعة، الحدیث4313، ج4، ص526*فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الصراط جسر جہنم، ج11، ص390*سنن أبي داود، کتاب الجہاد، باب في الشہید یشفع، الحدیث2522، ج3، ص23*شعب الإیمان، باب في طلب العلم، الحدیث1717، ج2، ص268*البحر الزخار بمسند البزار، مسند أبي موسی الأشعري، الحدیث3196، ج8، ص169*سنن الترمذي، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء في الشفاعة... إلخ، الحدیث2448، ج4، ص199)

عقیدہ: قیامت کے دن ہر شخص کو اُس کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ نیکوں کے دہنے ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں، کافر کا سینہ توڑ کر اُس کا بایاں ہاتھ اس سے پس پشت نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔

عقیدہ: حوضِ کوثر کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا، حق ہے۔ اِس حوض کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے۔ اس کے کناروں پر موتی کے قُبے ہیں، چاروں گوشے برابر یعنی زاویے قائمہ ہیں، اس کی مٹی نہایت

خوشبودار مشک کی ہے، اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ اور اس پر برتن گنتی میں ستاروں سے بھی زیادہ جو اس کا پانی پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا، اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے ہیں، ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا۔

عقیدہ: میزان حق ہے۔ اس پر لوگوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے، نیکی کا پلہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے، دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔

عقیدہ: پُل صراط حق ہے۔ یہ ایک پُل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے، سب سے پہلے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیاء و مرسلین، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اختلافِ اعمال پُل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرندا اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سُرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پُل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے اللہ عزوجل ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے، لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اُسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرادیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔

عقیدہ: قیامت کا دن بعضوں کے لئے ہلکا بھی ہوگا۔ مولیٰ عزوجل کے جو خاص بندے ہیں ان کے لیے اتنا ہلکا کر دیا جائے گا، کہ معلوم ہوگا اس میں اتنا وقت صرف ہوا جتنا ایک وقت کی نمازِ فرض میں صرف ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعضوں کے لیے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔

☆ جنت کا بیان:

عقیدہ: جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ اگر جنت

کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان وزمین اُس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹادے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹادیتا ہے۔

عقیدہ: وہاں کی کوئی حور اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اُس کا دوپٹا دنیا ومافیہا (دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے) سے بہتر۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حُور اپنی ہتھیلی زمین وآسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اسکی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ۔

عقیدہ: جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانیں، اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے، اس کا اندازہ "جامع ترمذی" کی ایک روایت سے لگائیں جس میں ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔

جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو(100) برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی سترّ برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ مونڈھا چھلتا ہوگا، بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچرانے لگے گا۔

عقیدہ: جنت میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف وشفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہیں۔ ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زبرجد سبز کی اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی۔ جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل۔

عقیدہ: جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر ان سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جاری ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں، بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں، نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی۔

عقیدہ: وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبُو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں، آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، وہ پاک شراب اِن سب باتوں سے پاک و منزّہ ہے۔

عقیدہ: جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً ان کے سامنے موجود ہوگا۔ اگر کسی پرندے کو دیکھ کر اس کا گوشت کھانے کو جی ہو تو اُسی وقت بُھنا ہوا اُن کے پاس آجائے گا۔ اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے خود ہاتھ میں آجائیں گے، ان میں ٹھیک اندازے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ ہر شخص کو سو (100) آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔

عقیدہ: سوال: کھانا ہضم ہونے کے لئے ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی، خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، سب کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔

عقیدہ: سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سُرمگیں آنکھیں، تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔

عقیدہ: اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی)، خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی۔

عقیدہ: جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔

عقیدہ: بعدِ دخولِ جنت دنیا کی ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرشِ الٰہی ظاہر ہوگا اور رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا اور ان

جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر اور اُن میں کا ادنیٰ مشک وکافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور اُن میں ادنیٰ کوئی نہیں، اپنے گمان میں کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلّی فرمائے گا، ان میں سے کسی کو فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے، جس دن تُو نے ایسا ایسا کیا تھا؟! دنیا کے بعض مَعاصی یاد دلائے گا، بندہ عرض کریگا: تو اے رب! کیا تُو نے مجھے بخش نہ دیا؟ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تُو اِس مرتبہ کو پہنچا، وہ سب اسی حالت میں ہونگے کہ ابر چھائے گا اور اُن پر خوشبو برسائے گا، کہ اُس کی سی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی اور اللہ عزوجل فرمائے گا کہ جاؤ اُس کی طرف جو میں نے تمہارے لیے عزت تیار کر رکھی ہے، جو چاہو لو، پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں، اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے، اُن کے ساتھ کردی جائے گی اور خرید وفروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے، چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا، اس کا لباس پسند کرلے، ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کرے گا، میرا لباس اُس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ اُن کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارکباد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے، جواب دیں گے کہ پروردگار جبّار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔

عقیدہ: جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔

عقیدہ: جنت ودوزخ حق ہیں، ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

عقیدہ: جنت ودوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب موجود ہیں، یہ نہیں کہ اس وقت تک مخلوق نہ ہوئیں، قیامت کے دن بنائی جائیں گی۔

☆دوزخ کابیان:

عقیدہ: دوزخ ایک مکان ہے کہ اُس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اُس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ اُس کی بے شمار نعمتوں سے ایک ذرہ ہے، اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف واذیت کہ تصور کی جائے، اس کے بے انتہا عذاب کا ایک ادنی حصہ ہے۔

عقیدہ: جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا، اسے آگ کی جوتیاں پہنادی جائیں گی، جس سے اُس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے، وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اسی پر ہو رہا ہے، حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے۔ جس پر سب سے ہلکے درجہ کا عذاب ہوگا، اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا: کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیہ میں دیدے گا؟ عرض کرے گا: ہاں! فرمائے گا: کہ جب تُو پُشتِ آدم میں تھا تو ہم نے اِس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا۔

عقیدہ: یہ جو دنیا کی آگ ہے اُس آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی، یہاں تک کہ سُرخ ہوگئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، تو اب وہ نِری سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے قسم کھا کر نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اور قسم کھا کر کہا کہ اگر جہنم کا کوئی داروغہ اہلِ دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے سب کے سب اس کی ہیبت سے مر جائیں اور بقسم بیان کیا کہ اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انہیں قرار نہ ہو، یہاں تک کہ نیچے کی زمین تک دھنس جائیں۔

عقیدہ: دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے، حدیث میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے گی، اور اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا، حالانکہ یہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔

عقیدہ: جہنم میں طرح طرح کے عذاب ہوں گے، لوہے کے ایسے بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن وانس جمع ہو کر اُس کو اُٹھا نہیں سکتے۔ بُختی اونٹ کی گردن برابر بچھو اور اللہ عزوجل جانے کس قدر بڑے سانپ کہ اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش، درد، بے چینی ہزار برس تک رہے۔ تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کھولتا پانی پینے کو دیا جائے گا، کہ منہ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی۔ سر پر گرم پانی بہایا جائے گا۔ جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی، خاردار تھوہڑ کھانے کو دیا جائے گا۔ وہ ایسا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آئے تو اس کی سوزش و بدبُو تمام اہلِ دنیا کی معیشت برباد کردے۔ اور وہ گلے میں جا کر پھندا ڈالے گا۔ اس کے اتارنے کے لیے پانی مانگیں گے، اُن کو وہ کھولتا پانی دیا جائے گا کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی، اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی۔ پیاس اس بلا کی ہوگی کہ اس پانی پر ایسے گریں گے جیسے تونس (یعنی نہ بجھنے والی پیاس) کے مارے ہوئے اونٹ۔

عقیدہ: پھر کفار جان سے عاجز آکر باہم مشورہ کر کے مالک علیہ الصلاۃ والسلام داروغہ جہنم کو پکاریں گے کہ اے مالک علیہ الصلاۃ والسلام! تیرا رب ہمارا قصہ تمام کردے، مالک علیہ الصلاۃ والسلام ہزار برس تک جواب نہ دیں گے، ہزار برس کے بعد فرمائیں گے مجھ سے کیا کہتے ہو اُس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے!۔ ہزار برس تک رب العزت کو اُس کی رحمت کے ناموں سے پکاریں گے، وہ ہزار برس تک جواب نہ دے گا، اس کے بعد فرمائے گا تو یہ فرمائے گا: دُور ہو جاؤ! جہنم میں پڑے رہو! مجھ سے بات نہ کرو! اُس وقت کفار ہر قسم کی خیر سے نااُمید ہو جائیں گے۔ اور گدھے کی آواز کی طرح چلا کر روئیں گے۔ ابتداء آنسو نکلیں گے، جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون روئیں گے، روتے روتے گالوں میں خندقوں کی مثل گڑھے پڑ جائیں گے، رونے کا خون اور پیپ اس قدر ہوگا کہ اگر اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں۔

عقیدہ: جہنمیوں کی شکلیں ایسی بری ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبُو کی وجہ سے مر جائیں۔ اور جسم ان کا ایسا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانہ سے دوسرے تک تیز

سوار کے لیے تین دن کی راہ ہے۔ ایک ایک داڑھ اُحد کے پہاڑ برابر ہو گی، کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہو گی، زبان ایک کوس دو کوس تک منہ سے باہر گھسٹتی ہو گی کہ لوگ اس کو روندیں گے، بیٹھنے کی جگہ اتنی ہو گی جیسے مکہ سے مدینہ تک اور وہ جہنم میں منہ سکوڑے ہوں گے کہ اوپر کا ہونٹ سمٹ کر بیچ سر کو پہنچ جائے گا اور نیچے کا لٹک کر ناف کو آ لگے گا۔

عقیدہ: آخر میں کفّار کے لیے یہ ہو گا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اسے بند کریں گے، پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قُفل (تالا) لگایا جائے گا، پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں بھی آگ کا قفل لگایا جائے گا، پھر اسی طرح اُس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر اور آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا، اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اس کے لیے عذاب ہے۔

عقیدہ: جب سب جنتی جنت میں داخل ہو لیں گے اور جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے، اس وقت جنت و دوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لا کر کھڑا کریں گے، پھر مُنادی جنت والوں کو پکارے گا، وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو، پھر جہنمیوں کو پکارے گا، وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید اس مصیبت سے رہائی ہو جائے، پھر ان سب سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے، وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا: اے اہلِ جنت! ہمیشگی ہے، اب مرنا نہیں اور اے اہلِ نار! ہمیشگی ہے، اب موت نہیں، اس وقت اُن کے لیے خوشی پر خوشی ہے اور اِن کے لیے غم بالائے غم۔ (ماخوذ از، فیضانِ فرض علوم (حصہ اول)، صفحہ 49۔۔۔ مکتبہ امام اہل سنت، لاہور)

☆ کفریہ کلمات کا بیان:

اسلام میں داخلہ کا ایک دروازہ کلمہ شہادت ہے۔ اس کلمہ شہادت کے ضمن میں ان تمام عقائد پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث میں بالکل واضح ہے۔ اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک عقیدہ

کا بھی انکار کرے یا اللہ عزوجل اور اس کے نبیوں کی ادنی سی گستاخی کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چند کفریہ عقائد کی نشاندہی پیش کی جاتی ہے:

کلمات: اللہ تعالی کو عاجز کہنا کفر ہے، لہذا ایسے کلمات کفریہ ہوں گے جن سے اللہ تعالی کا عاجز ہونا معلوم ہو، جیسے کسی زبان دراز آدمی سے یہ کہنا کہ خدا تمہاری زبان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا میں کس طرح کروں یہ کفر ہے۔ یونہی ایک نے دوسرے سے کہا اپنی عورت کو قابو میں نہیں رکھتا، اس نے کہا عورتوں پر خدا کو تو قدرت ہے نہیں، مجھ کو کہاں سے ہوگی۔ خدا کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے کہ وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے نیچے تم یہ کلمہ کفر ہے۔ اللہ تعالی کے عذاب کو ہلکا جاننا کفر ہے، لہذا کسی سے کہا گناہ نہ کر، ورنہ خدا تجھے جہنم میں ڈالے گا اس نے کہا میں جہنم سے نہیں ڈرتا یا کہا خدا کے عذاب کی کچھ پروا نہیں۔ یا ایک نے دوسرے سے کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا اس نے غصہ میں کہا نہیں یا کہا خدا کیا کر سکتا ہے اس کے سوا کیا کر سکتا ہے کہ دوزخ میں ڈال دے یہ سب کفر کے کلمات ہیں۔ اللہ تعالی پر اعتراض بھی کفر ہے، لہذا کسی مسکین نے اپنی محتاجی کو دیکھ کر یہ کہا اے خدا! فلاں بھی تیرا بندہ ہے اس کو تو نے کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ ہوں مجھے کس قدر رنج و تکلیف دیتا ہے آخر یہ کیا انصاف ہے ایسا کہنا کفر ہے۔ یوہیں مصائب میں مبتلا ہو کر کہنے لگا تو نے میرا مال لیا اور اولاد لے لی اور یہ لیا وہ لیا اب کیا کرے گا اور کیا باقی ہے جو تو نے نہ کیا اس طرح بکنا کفر ہے۔

کلمات: انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین کرنا، ان کی جناب میں گستاخی کرنا یا ان کو فواحش و بے حیائی کی طرف منسوب کرنا کفر ہے، مثلاً معاذاللہ یوسف علیہ السلام کو زنا کی طرف نسبت کرنا۔ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام انبیا میں آخر نبی نہ جانے یا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی کسی چیز کی توہین کرے یا عیب لگائے، آپ کے موئے مبارک (بال مبارک) کو تحقیر سے یاد کرے، آپ کے لباس مبارک کو گندہ اور میلا بتائے، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ناخن بڑے بڑے کہے یہ سب کفر ہے۔ یوہیں کسی نے یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد تین بار انگشت ہائے مبارک چاٹ لیا کرتے تھے، اس پر کسی نے کہا یہ

ادب کے خلاف ہے یا کسی سنت کی تحقیر کرے، مثلاً داڑھی بڑھانا، مونچھیں کم کرنا، عمامہ باندھنا یا شملہ لٹکانا، ان کی اہانت کفر ہے جبکہ سنت کی توہین مقصود ہو۔

کلمات: جبرئیل یا میکائیل یا کسی فرشتہ کو جو شخص عیب لگائے یا توہین کرے کافر ہے۔ دشمن ومبغوض کو دیکھ کر یہ کہنا کہ ملک الموت آگئے یا کہا اسے ویسا ہی دشمن جانتا ہوں جیسا ملک الموت کو، اس میں اگر ملک الموت کو برا کہنا ہے تو کفر ہے اور موت کی ناپسندیدگی کی بنا پر ہے تو کفر نہیں۔

کلمات: قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ مسخرہ پن کرنا کفر ہے مثلاً داڑھی مونڈانے سے منع کرنے پر بعض داڑھی منڈے کہہ دیتے ہیں ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ جس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کلا صاف کرو یہ قرآن مجید کی تحریف وتبدیل بھی ہے اور اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی بھی اور یہ دونوں باتیں کفر، اسی طرح اکثر باتوں میں قرآن مجید کی آیتیں بے موقع پڑھ دیا کرتے ہیں اور مقصود ہنسی کرنا ہوتا ہے جیسے کسی کو نماز جماعت کے لیے بلایا، وہ کہنے لگا میں جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھوں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى﴾۔

کلمات: اس قسم کی بات کرنا جس سے نماز کی فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو کفر ہے، مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہا اس نے جواب دیا نماز پڑھتا تو ہوں مگر اس کا کچھ نتیجہ نہیں یا کہا تم نے نماز پڑھی کیا فائدہ ہوا یا کہا نماز پڑھ کے کیا کروں کس کے لیے پڑھوں ماں باپ تو مر گئے یا کہا بہت پڑھ لی اب دل گھبرا گیا یا کہا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔ یونہی کوئی شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے بعد میں نہیں پڑھتا اور کہتا یہ ہے کہ یہی بہت ہے یا جتنی پڑھی یہی زیادہ ہے کیونکہ رمضان میں ایک نماز ستر نماز کے برابر ہے ایسا کہنا کفر ہے، اس لیے کہ اس سے نماز کی فرضیت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔

کلمات: اس قسم کی باتیں جن سے روزہ کی ہتک وتحقیر ہو کہنا کفر ہے، مثلاً روزہ رمضان نہیں رکھتا اور کہتا یہ ہے کہ روزہ وہ رکھے جسے کھانا نہ ملے یا کہتا ہے جب خدا نے کھانے کو دیا ہے تو بھوکے کیوں مریں۔

کلمات: علم دین اور علما کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علم دِین ہے کفر ہے۔یوہیں عالم دین کی نقل کرنا مثلاً کسی کو منبر وغیرہ کسی اونچی جگہ پر بٹھائیں اور اس سے مسائل بطور استہزا دریافت کریں پھر اسے تکیہ وغیرہ سے ماریں اور مذاق بنائیں یہ کفر ہے۔

کلمات: شرع کی توہین کرنا کفر ہے مثلاً کہے میں شرع ورع نہیں جانتا یا عالم دِین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا میں فتویٰ نہیں مانتا یا فتویٰ کو زمین پر پٹک دیا۔کسی شخص کو شریعت کا حکم بتایا کہ اس معاملہ میں یہ حکم ہے اس نے کہا ہم شریعت پر عمل نہیں کرینگے ہم تو رسم کی پابندی کرینگے ایسا کہنا بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔

شرک کرنا: مسلمان ہونے کے بعد اگر کوئی مسلمان شرک کرے تو کافر ہو جائے گا۔قرآن و سنت کی روشنی میں شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا۔شرک کی تعریف کرتے ہوئے حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں"الاشراك هو اثبات الشريك فی الالوهية بمعنی وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام"ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اشراک الوہیت یعنی واجب الوجود ہونے میں کسی کو شریک کرنا جیسے مجوسی کرتے ہیں یا عبادت کا مستحق ہونے میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا جیسے بتوں کے پجاری کرتے ہیں۔ (شرح عقائد نسفی، صفحہ 101، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

توحید کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اس کی ذات اور صفات میں شریک سے پاک ماننا، یعنی جیسا اللہ ہے ویسا ہم کسی کو اللہ نہ مانیں۔اگر کوئی اللہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو الٰہ تصور کرتا ہے تو وہ ذات میں شرک کرتا ہے۔علم، دیکھنا، سننا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اگر ان صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایں تو شرک ہوگا، مثلا اگر کوئی کہے جتنا اللہ عزوجل کو علم ہے اتنا مجھے یا فلاں کو ہے تو یہ صفات میں شرک ہے، جس طرح اللہ عزوجل عطا کرنے والا ہے اسی طرح فلاں دینے والا ہے۔وغیرہ۔یہ سب صفات باری تعالیٰ میں شرک ہے۔

احادیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ مجھے اپنی امت سے شرک کا خوف نہیں۔

اسلامی عبادات

اسلام میں صرف اللہ عزوجل کی عبادت کی جاتی ہے۔ عبادت کے کئی طریقے ہیں۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں جس پر عمل پیرا ہونا سب سے بڑی عبادت ہے۔ وہ پانچ ارکان یہ ہیں: توحید، نماز، روزہ، حج، زکوۃ۔

نماز: اسلام میں توحید کے بعد سب سے بڑا درجہ نماز کو دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان عاقل بالغ پر دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ ان پانچ نمازوں کے ساتھ ساتھ نفلی نمازوں کی بھی فضیلت موجود ہے۔

روزہ: اسلام میں روزہ بھی ایک عبادت ہے۔ ایک بالغ مسلمان پر رمضان المبارک کے مہینے کے روزے رکھنا فرض ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے کے علاوہ بھی نفلی روزوں کی ترغیب دی گئی ہے۔

زکوۃ: نماز اور روزہ کی طرح زکوۃ بھی ایک رکن ہے، اسلام نے صاحبِ ثروت پر زکوۃ فرض کی کہ وہ اپنے مال سے غریبوں کی مدد کرے۔ زکوۃ صاحب نصاب (نصاب سے مراد ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر مالیت) پر ڈھائی فیصد فرض ہے۔ اس کے علاوہ نفلی صدقات دینے کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

حج: جو مسلمان حج پر جانے کی استطاعت رکھتا ہے یعنی تندرستی اور اتنا مال ہے کہ وہ حج پر جانے کا خرچہ اٹھا سکے اور پیچھے گھر والوں کا نفقہ بھی دے سکے تو اس پر حج فرض ہے۔

ان فرائض کے علاوہ قرآن پاک کی تلاوت، ذکر اللہ، درود شریف، نعت خوانی کو بھی عبادت میں شمار کیا ہے۔ مزید مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا، حسن اخلاق سے پیش آنے پر کثیر نیکیاں ملنے کی بشارتیں دی گئی ہیں۔

رسم ورواج

اسلام میں رسم ورواج کے جائز وناجائز ہونے کا اصول یہ ہے کہ جو رسم ورواج قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہیں وہ ناجائز ہیں اور جو اسکے خلاف نہیں وہ جائز ہیں اور جس کی اصل شرع سے ثابت ہے وہ مستحب ہیں۔ جیسے بسنت مال کا ضیاع ہونے کی وجہ سے، ویلنٹائن ڈے (کہ لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کو پھول دیتے ہیں) بے حیائی کی وجہ سے ناجائز ہے کہ یہ سب قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ جسے نظر لگی ہو اس کے سر سے سات بار مرچیں گھما کر جلانا، شادی میں سہرا باندھنا، قرآن وسنت کے خلاف نہیں اس لئے اس کا کرنا جائز ہے۔ ذکر اذکار اصلا باعث ثواب ہے اور یہ قل خوانی، میلاد شریف میں کرنا مستحب ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے کفار کے طور طریقے بالخصوص دینی رسومات سے سختی سے بچنے کا حکم ہے جیسے کرسمس، دیوالی وغیرہ جیسی رسومات کو منانا اور اس میں شرکت کرنا جائز نہیں۔

چند اسلامی رسومات کا ذکر کیا جاتا ہے:

☆ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دینا اسلامی تعلیمات میں سے ہے۔

☆ **عقیقہ:** پیدائش کے بعد ساتویں دن سر منڈوانا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا، عقیقہ کرنا (یعنی لڑکی کی طرف سے ایک سال کا بکرا اور لڑکے کی طرف سے ایک ایک سال کے دو بکرے ذبح کر کے ان کا گوشت قربانی کے گوشت کی طرح تقسیم کرنا) بچے کا نام رکھنا۔ یہ سب مستحب ہے۔

☆ **ختنے کروانا:** لڑکے کے ختنے کروانا اسلامی تعلیمات میں سے ہے اور اس ختنے کروانے پر بعض خاندان والے دعوت کا بھی اہتمام کرتے ہیں جس کی شرع میں ممانعت نہیں جبکہ گانے باجے اور دیگر غیر شرعی افعال سے احتراز کیا جائے۔

☆ **شادی بیاہ کی رسومات:** اسلام شادی کے متعلق بھی مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ شادی بیاہ کی کئی رسمیں اسلامی شرع میں ناجائز ہیں جیسے ناچنا، گانا، پیسے لے کر نکاح کروانا، جہیز کا مطالبہ کرنا، مرد و عورت کا اختلاط وغیرہ۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ مستحب ہے کہ نکاح مسجد میں منعقد ہو، نکاح میں فضول خرچی اور دکھلاوے سے بچا

جائے، سادگی سے نکاح ہو، لڑکی والے اپنی حیثیت کے مطابق اپنی مرضی سے جتنا جہیز دینا چاہیں دیں، شب زفاف کے بعد شوہر اپنی استطاعت کے مطابق ولیمہ کرے جو کہ سنت ہے۔

☆**فوتگی کی رسومات:** اسلامی تعلیمات ہیں کہ ایک مسلمان جب مر جائے تو اسے اچھا کفن دیا جائے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، مسلمانوں کے قبرستان میں کسی نیک شخص کے قریب دفن کیا جائے، مرنے والے کے عزیزو اقارب سے تعزیت کی جائے، مرنے والے کے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا جائے۔ تین دن سے زیادہ سوگ نہ کیا جائے البتہ بیوی پر چار ماہ دس دن سوگ ہے وہ اس مدت میں زیب وزینت اور آگے نکاح نہیں کر سکتی۔

دینی تہوار

☆**عید میلادالنبی:** اسلامی مہینے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مسلمان حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری والے دن کو بہت خوشی سے مناتے ہیں۔ اپنے گھر بازار اور مساجد کو سجاتے ہیں۔ نعتوں اور حضور علیہ السلام کی شان وعظمت کو بیان کیا جاتا ہے، نعتوں اور جھنڈوں کے ساتھ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ ولادت کا دن منانا حضور علیہ السلام نے اپنے طریقے سے روزہ رکھ کر منایا ہے اس کے بعد صدیوں سے علمائے کرام نے اس دن کو منانا مستحب فرمایا ہے۔ لوگ اس دن کھانے پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

اس دن منانے کے فضائل وبرکات میں یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کے چچا ابو لہب جو کہ اسلام کے دشمن تھے اور کافر تھے لیکن آپ کی ولادت کی خوشی پر لونڈی آزاد کرنے پر ان کی عذاب میں ہر پیر کو تخفیف کر دی جاتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق ودیگر کتب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب حضرت ثویبہ جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو لہب کو سنائی اس وقت ابو لہب نے خوش ہو کر ثویبہ کو آزاد کر دیا پھر کئی دن تک حضرت ثویبہ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ پھر ابو لہب کو اس کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے تیرا؟ بولا "ما وجدت بعدکم راحة غیر أنی سقیت فی ھذہ منی وأشار إلی النقرة التی تحت إبھامه فی عتقی ثویبة" ترجمہ: تم سے جدا ہونے کے بعد میں نے

راحت نہ پائی، البتہ جس انگلی سے ثویبہ کو (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی میں) آزاد کیا تھا اس انگلی سے چوستا ہوں تو کچھ راحت ملتی ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس نے کہا: آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات تخفیف ہوتی ہے۔ اور دو انگلیوں سے پانی چوستا ہوں، جن کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ یہ قصہ اکثر معتبرین سے سنا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ اور علامہ جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ میلاد شریف میں اس کو لکھا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے "اذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القران بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحد من امتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی آخرہ" ترجمہ: جب یہ حال ابولہب جیسے کافر کا ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی منانے کی وجہ سے اس کو بھی قبر میں بدلہ دیا گیا تو آپ کے موحد ومسلمان امتی کا کیا حال ہوگا؟ (المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، صفحہ 89، المکتبۃ التوفیقیۃ)

☆ **عید الفطر:** رمضان ختم ہونے کے بعد مسلمان یکم شوال کو عید مناتے ہیں۔ یہ دن مسلمانوں کی رمضان میں کی گئی عبادتوں اور رکھے گئے روزوں پر انعام کا دن ہے۔ اس دن مسلمان صبح سورج طلوع ہونے کے بعد نماز عید پڑھتے ہیں پھر ایک دوسرے سے گلے مل کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے بالخصوص بچوں کو پیسے دیتے ہیں جسے عیدی کہا جاتا ہے۔ کھانوں بالخصوص میٹھے کا خوب انتظام کیا جاتا ہے۔ رشتہ دار باہم ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں، نئے کپڑے پہن کر اس دن کو منایا جاتا ہے۔

☆ **عید الاضحیٰ:** اسلامی مہینوں میں سب سے آخر والا مہینہ ذوالحجہ کا ہے اس مہینے کی دس تاریخ کو عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ اس دن صاحب ثروت لوگ اللہ عزوجل کی راہ میں جانور قربان کرتے ہیں اور ان کا گوشت خود بھی کھاتے ہیں، رشتہ داروں میں بھی تقسیم کرتے ہیں اور غرباء کو بھی دیتے ہیں۔ یہ قربانی کے دن تین ہوتے ہیں۔ اکثریت پہلے دن قربانی کرتی ہے بعض دوسرے اور تیسرے دن بھی کرتے ہیں۔

مبارک ایام و شب

☆**جمعہ:** اسلام میں جمعہ کے دن کو تمام دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ مسلمانوں پر (خاص شرائط کے ساتھ) جمعہ کے دن ظہر کی جگہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔

☆**پیر:** پیر کا دن اس حوالے سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر والے دن پیدا ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے۔ اسلئے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس دن کو روزہ رکھتی ہے۔

☆**دس محرم:** دس محرم کو کئی نسبتیں حاصل ہیں۔ احادیث میں اس دن روزہ رکھنے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس دن حضور علیہ السلام کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفقاء کے ساتھ بھوکے پیاسے بے دردی سے یزید نے شہید کروایا۔ مسلمان اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں ان کو ایصال ثواب پیش کرنے کے لئے خوب کھانے اور مشروبات تقسیم کرتے ہیں۔

☆**عرفہ کا دن:** عید الاضحی سے ایک دن پہلے عرفہ کا دن خاص اہمیت کا حامل ہے جس میں غیر حاجی کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

☆**ستائیس رجب:** اسلامی مہینے رجب کی ستائیس تاریخ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج جیسی عظیم نعمت اللہ عزوجل نے عطا فرمائی۔ حضور علیہ السلام کو فرشتے جنتی جانور براق پر سوار کر کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے کر آئے، یہاں آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کروائی۔ پھر یہاں سے آسمانوں کی سیر کی، جنت و دوزخ کو دیکھا۔ پھر اللہ عزوجل کا سر کی آنکھوں سے دیدار کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نبی کو نہیں ہوا۔ مسلمان اس رات کو مساجد میں محافل کا انتظام کرتے ہیں جس میں واقعہ معراج بیان کیا جاتا ہے۔ پھر دن کو روزہ رکھا جاتا ہے۔

☆**شب براءت:** اسلامی مہینے شعبان کی پندرہ تاریخ کو شب براءت آتی ہے۔اس رات پورے سال میں ہونے والے معاملات کو طے کیا جاتا ہے۔جو کچھ اس سال واقعات ہوں گے وہ فرشتوں کے سپرد کردیئے جاتے ہیں۔جس نے اس سال مرنا ہے، شادی کرنی ہے، رزق ملنا ہے سب اس رات طے ہوتا ہے۔اس رات عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ترغیب دی ہے۔ مسلمان اس رات کو مساجد میں گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆**لیلۃ القدر:** حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی عمریں دیگر انبیاء علیہم السلام کی امت کی عمروں سے کم ہیں۔اللہ عزوجل نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس طرح تمام نبیوں کا سردار بنایا اسی طرح ان کی امت کو کو پچھلی تمام امتوں سے افضل کیا ہے۔اب چونکہ کم عمریں ہونے کی وجہ سے ان کے نیک اعمال پچھلی امتوں سے کم ہونے تھے اس لئے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو چند مبارک راتیں عطا فرمادیں کہ جو ان راتوں میں عبادت کرے اسے کئی سالوں کی عبادت کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ان راتوں میں سب سے افضل رات لیلۃ القدر کی رات ہے۔یہ کس تاریخ کو ہے اس کے بارے میں یقینی طور پر کچھ پتہ نہیں ہے ہاں کچھ اس طرح اشارے ہیں کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں سے اکیس، تیس، پچیس، ستائیس اور انیتس راتوں میں اسے تلاش کیا جائے بالخصوص ستائیسویں رات کو۔ مسلمان ان راتوں بالخصوص ستائیسویں رات کو عبادت کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔

فرقے

اسلام کے مشہور تین فرقے ہیں: (1) اہل سنت (2) اہل تشیع (3) خوارج۔سب سے زیادہ اہل سنت فرقہ ہے۔عالم اسلام میں دس فیصد شیعہ ہیں اور خوارج ان دس فیصد سے بھی کم ہیں۔ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اور کئی فرقے ہیں جو آئے اور ختم ہوگئے اور موجودہ دور میں بھی کچھ ہیں۔

فرقہ واریت ہر مذہب میں جیسا کہ قارئین آگے ملاحظہ کریں گے۔ہر مذہب میں فرقہ واریت ہے لیکن کسی بھی مذہب کے بانی نے یہ نہیں کہا کہ میرے ماننے والوں میں اتنے فرقے ہوں گے اور فلاں فرقہ حق پر ہوگا۔ لیکن

اسلام کو جس طرح دیگر باتوں میں سب مذاہب سے فوقیت حاصل ہے اسی طرح اس مسئلہ میں بھی برتری حاصل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جب اسلام میں کوئی فرقہ واریت نہ تھی غیبی خبر دے دی تھی کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے ایک جنتی ہوگا بقیہ دوزخی چنانچہ ترمذی کی حدیث پاک میں ہے "إِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" ترجمہ: بے شک بنی اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک ملت کے سب دوزخی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(ترمذی، کتاب الایمان، ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، جلد 4، صفحہ 323، حدیث 2641، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط تہتر فرقوں کی پیشین گوئی کر کے امت کو یونہی نہیں چھوڑا بلکہ جنتی فرقے کی نشانیاں بتلائیں اور ہر مسلمان کو اس کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کی۔ جیسے اوپر پیش کی گئی حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی فرقہ کے بارے میں فرمایا وہ میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں گے۔ ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کی کے وہ فرقہ اہل سنت وجماعت ہے چنانچہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی (المتوفی 548ھ) رحمۃ اللہ علیہ "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں "أخبر النبي عليه السلام: ستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة، الناجية منها واحدة، والباقون هلكى. قيل: ومن الناجية؟ قال: أهل السنة والجماعة. قيل: وما السنة والجماعة. قال: ما أنا عليه اليوم وأصحابي" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت تہتر 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی جہنمی۔ کہا گیا کون سا فرقہ جنتی ہے؟ فرمایا اہل سنت وجماعت۔ کہا گیا اہل سنت وجماعت کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (الملل والنحل، جلد 1، صفحہ 11، مؤسسۃ الحلبی)

☆(1) **اہل سنت وجماعت:** درحقیقت اہل سنت کوئی ایجاد شدہ نیا فرقہ نہیں ہے بلکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے چلا آرہا ہے۔ ہر مسلمان پیدائشی طور پر سنی ہی ہوتا ہے، اس کے بعد وہ اپنے والدین یا

ماحول کے سبب دیگر فرقوں میں سے کسی فرقہ میں چلا جاتا ہے۔ صحابہ کرام وتابعین، مجددین، صوفیائے کرام و بڑے بڑے علمائے کرام سب کے سب اہل سنت وجماعت میں سے تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے "وَهَذِهِ الْأُمَّةُ أَيْضًا اخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ عَلَى نِحَلٍ كُلُّهَا ضَلَالَةٌ إِلَّا وَاحِدَةً وَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، الْمُتَمَسِّكُونَ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي قَدِيمِ الدَّهْرِ وَحَدِيثِهِ، كَمَا رواه الحاكم في مستدركه أنه سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ مِنْهُمْ فَقَالَ «مَا أَنَا عليه وأصحابي» "ترجمہ: یہ امت بھی ان (یہود ونصاری) کی طرح دین کے معاملے میں اختلاف کرے گی تمام کے تمام فرقے گمراہ ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے وہ اہل سنت وجماعت ہوگا، جو کتاب اللہ اور سنت رسول کو تھامے ہوگا اور انہی عقائد پر ہوں گے جن پر صدر اول کے لوگ صحابہ کرام، تابعین رضی اللہ تعالی عنہم اور ائمہ مسلمین رحمہم اللہ چلے آرہے ہیں۔ حدیث جسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجات والے فرقے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، فی التفسیر، سورۃ الروم، آیت30، جلد6، صفحہ285، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جنتی فرقہ کی ایک نشانی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ وہ تعداد میں زیادہ ہوگا "إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ "ترجمہ بے شک میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی جب تم ان میں اختلاف دیکھو تو بڑے گروہ کی پیروی کرو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، جلد2، صفحہ1303، حدیث3950، دار احیاء الکتب العربیۃ، الحلبی)

آج بھی پوری دنیا میں مسلمانوں میں سب سے بڑا گروہ اہل سنت وجماعت ہے۔ تصدیق کے لئے اس کتاب کے مقدمہ میں جو مسلم ممالک میں موجود فرقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں وکیپیڈیا کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ اہل سنت وجماعت ہیں۔

اسلام فرقہ واریت کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ جو اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب میں جائے وہ مرتد ہے اور جو عقائد اہل سنت چھوڑ کر کوئی اور عقیدہ بنائے وہ گمراہ ہے۔ گمراہ شخص جتنی مرضی عبادت کرے وہ نامقبول ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے "عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا، وَلَا

صَلَاةً، وَلَا صَدَقَةً، وَلَا حَجًّا، وَلَا عُمْرَةً، وَلَا جِهَادًا، وَلَا صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ" ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل بدعتی (بدعت اعتقادی والے یعنی گمراہ) کا نہ روزہ قبول فرماتا ہے، نہ نماز، نہ زکوۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، ایسا شخص دین سے ایسے نقل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال۔

(سنن ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل، جلد 1، صفحہ 19، دار إحياء الكتب العربية، الحلبي)

اہل سنت وجماعت کے وہی عقائد ہیں جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور اوپر ان کو بیان کر دیا گیا ہے۔

☆(2) **اہل تشیع**: اہل تشیع اسلام کا ایک بہت پرانا فرقہ ہے۔ صحابہ کرام وتابعین کے دور میں اس کا وجود ہو چکا تھا، پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کے نئے سے نئے عقیدے بنتے گئے۔ پھر اہل تشیع میں بھی کئی فرقے بن گئے۔ شیعوں کے فرقوں کے چند عقائد مختصرا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تحفۂ اثناء عشریہ" اور حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "غنیۃ الطالبین" اور مولانا طفیل رضوی صاحب کی کتاب "ساتھ زہریلے سانپ" سے پیش خدمت ہیں:

عقیدہ: شیعوں کا فرقہ میمونہ کہتا ہے کہ عمل ظاہر کتاب وسنت پر حرام ہے۔

عقیدہ: فرقہ خلفیہ کہتا ہے کہ جو کچھ قرآن اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ لغوی معنی ہیں نہ کہ دوسرے (یعنی مسلمان جو صلوۃ کا مطلب رکوع وسجود لیتے ہیں ان کا یہ عمل غلط ہے۔) قیامت اور بہشت ودوزخ کچھ نہیں ہے۔

عقیدہ: فرقہ خمسیہ پنجتن پاک (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہم) کو "الہ" کہتے ہیں۔

عقیدہ: فرقہ نصیریہ کہتے ہیں کہ خدا نے علی اور ان کی اولاد میں حلول کیا ہے۔

عقیدہ: فرقہ اسحاقیہ کہتے ہیں کہ دنیا کبھی پیغمبر سے خالی نہیں رہتی اور حلول باری تعالی کے حضرت علی اور اماموں میں قائل ہیں۔

عقیدہ: فرقہ ذمیہ کہتے ہیں کہ علی "الٰہ" ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واسطے بھیجا تھا کہ لوگوں کو میری دعوت کریں سو محمد نے برخلاف اس کے اپنی طرف دعوت کی۔

عقیدہ: فرقہ اثنینیہ کہتے ہیں کہ محمد اور علی دونوں "الٰہ" (اللہ) ہیں۔

عقیدہ: فرقہ خطابیہ کہتا ہے کہ امام نبی اور امین ہے۔ ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں، ایک ناطق (بولنے والا) اور ایک خاموش۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر ناطق تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش پیغمبر تھے۔

عقیدہ: فرقہ بذیعیہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر رحمۃاللہ علیہ "اللہ" ہیں۔ اللہ اسی شکل وصورت میں دکھائی دیتا ہے۔

عقیدہ: زیدیہ فرقہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ برحق مانتے ہیں البتہ ان کا موقف یہ تھا کہ امام کے لئے قریشی ہونا نہیں بلکہ فاطمی ہونا شرط ہے۔ یہ فرقہ اہل سنت کے بہت قریب تھا لیکن بعد میں فرقہ زیدیہ تحریف میں چلا گیا اور اس کے عقائد بھی دیگر شیعوں جیسے ہوگئے۔

عقیدہ: فرقہ شریعیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہستیوں میں حلول کیا تھا، نبی علیہ السلام، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

عقیدہ: فرقہ مفوضیہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے سپرد فرمادیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز تخلیق اور اس کے انتظام کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمادی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ان کا یہی خیال ہے۔ ان میں سے بعض لوگ جب ابر کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

عقیدہ: شیعوں کا ایک فرقہ اسماعیلی ہے جسے آغاخانی کہا جاتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارے مذہب میں پانچ وقت نماز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روزہ اصل میں کان، آنکھ اور زبان کا ہوتا ہے، کھانے پینے سے روزہ نہیں جاتا بلکہ

روزہ باقی رہتا ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حج ادا کرنے کی بجائے ہمارے امام کا دیدار کافی ہے۔ حج ہمارے لئے فرض نہیں اسلئے کہ زمین پر خدا کا روپ صرف حاضر امام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زکوۃ کی بجائے ہم اپنی آمدنی میں دو آنہ فی روپیہ کے حساب سے فرض سمجھ کر جماعت خانوں میں دیتے ہیں جس سے زکوۃ ہو جاتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کی معافی امام کی طاقت میں ہے۔ آغاخانیوں کا سلام یا علی مدد ہے اور اس کا جواب مولا علی مدد ہے۔

☆**(3) خارجی فرقہ:** صحابی رسول حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہما کے دور مبارک میں یہ فرقہ رونما ہوا۔ اس فرقے کی نشاندہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی احادیث میں ارشاد فرمائی ہے۔ اس فرقہ کی سب سے بنیادی نشانی یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہہ کر اس پر جہاد کرتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ جیسے جلیل القدر صحابی کو معاذ اللہ مشرک کہا اور ان سے لڑائی کی۔ تاریخ میں کئی جنگیں انہی خارجیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کی ہیں۔ آج بھی پوری دنیا میں اسلام کو نقصان پہنچانے میں اسی فرقے کا ہاتھ ہے۔ ان کی اس قتل وغارت سے ایک طرف تو اسلام پر کفار طعن کرتے ہیں تو دوسری طرف صحیح مجاہدین اسلام بھی دہشت گرد ثابت ہو جاتے ہیں۔ آج کالعدم تنظیموں میں انہی عقائد کے لوگ شامل ہیں۔ خارجیوں میں بھی کئی فرقے ہیں۔ خارجیوں کے چند عقائد پیش خدمت ہیں:

عقیدہ: کلمہ گو جو ان جیسے عقائد نہیں رکھتا وہ مشرک اور واجب القتل ہے۔

عقیدہ: ابراہیم خارجی کا عقیدہ تھا کہ دیگر تمام مسلمان کافر ہیں اور ہم کو اُن کے ساتھ سلام وُدعا کرنا اور نکاح و رشتہ داری جائز نہیں اور نہ ہی میراث میں اُن کا حصہ بانٹ کر دینا درست ہے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے بچے اور عورتوں کا قتل بھی جائز تھا کیونکہ اللہ تعالی نے یتیم کا مال کھانے پر آتش جہنم کی وعید سنائی ہے لیکن اگر کوئی شخص یتیم کو قتل کر دے یا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے یا اس کا پیٹ پھاڑ ڈالے تو جہنم واجب نہیں۔

عقیدہ: نافع بن الازرق خارجی اور اس کے ساتھی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک ہم شرک کے ملک میں ہیں تب تک مشرک ہیں اور جب ملک شرک سے نکل جائیں گے تو مومن ہوں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ جس کسی سے گناہ

کبیرہ سرزد ہو وہ مشرک ہے اور جو ہمارے اس عقیدے کا مخالف ہو وہ بھی مشرک ہے، جو لڑائی میں ہمارے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے۔

عقیدہ: خارجی فرقہ اباضیہ کا بانی عبداللہ بن اباض کا قول تھا کہ جو ہمارے قول کے مطابق ہو وہ مومن ہے اور جو ہم سے پھرے وہ منافق۔

عقیدہ: خارجی فرقہ ثعلبیہ کا بانی ثعلبہ بن مشکان کا اعتقاد یہ تھا کہ اللہ تعالی نے نہ کچھ جاری کیا اور نہ تقدیر میں مقدر کیا۔

عقیدہ: خارجی فرقہ فرقہ خلفیہ جس کا بانی خلف خارجی تھا اس کا قول تھا کہ جس کسی نے جہاد چھوڑا وہ کافر ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔

عقیدہ: خارجی فرقہ اخنسیہ کے قول کے مطابق مرنے کے بعد میت کو کوئی بھلائی یا برائی لاحق نہیں ہوتی یعنی یہ لوگ قبر میں عذاب یا ثواب کے منکر ہیں۔

عقیدہ: خارجی فرقہ محکیہ کہتے ہیں کہ جو کوئی کسی مخلوق سے فیصلہ کا خواہش مند ہو یعنی اس کو ثالث یا حکم بنائے تو وہ کافر ہے۔

عصر حاضر کے خارجیوں میں بھی مختلف عقائد پائے جاتے ہیں جیسے توحید کی آڑ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی شان میں بے ادبیاں کرنا، ان کی شان و عظمت کا منکر ہونا، جائز بلکہ نیک اعمال کو شرک و بدعت قرار دینا وغیرہ۔

★... فصل دوم: مذہب اسلام کی خصوصیات ...★

اسلام میں کئی ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر ادیان میں بالکل نہیں۔ چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

اسلام ایک مکمل دین ہے

اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں زندگی موت، قبر و حشر، جنت و دوزخ وغیرہ کے ہر موضوع پر راہنمائی موجود ہے۔ زندگی کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس کے متعلق شرعی احکام ہماری موجود نہ ہوں، پھر شرعی مسائل بھی ایسے نہیں جو خود ساختہ ہوں بلکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس دیگر ادیان میں ان کی بنیادی کتابیں ہی تحریف سے محفوظ نہیں ہیں، تحریف کے بعد بھی جو موجود ہیں ان میں معلومات بہت سرسری سی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق معلومات موجودہ عیسائی کتب میں انتہائی قلیل ہیں جسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی زندگی کے پچاس دنوں تک گمان کیا ہے۔

اللہ عزوجل کے متعلق واضح عقائد

تمام ادیان میں صرف اسلام ایسا دین ہے جس میں اللہ عزوجل کے متعلق واضح عقائد بیان کئے ہیں اور یہ عقائد قرآن وحدیث جیسی مستند کتب میں موجود ہیں۔ اس کے برعکس دیگر ادیان میں اللہ عزوجل کے متعلق نہ صرف غیر واضح عقائد ہیں بلکہ بکثرت تضادات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں دہریت بڑھنا شروع ہوگئی ہے جیسے عیسائیت اور بدھ مت میں اللہ عزوجل کے بارے میں عجیب وغریب عقائد بیان کئے گئے ہیں جسے ایک عام عقل سلیم رکھنا والا شخص سمجھ جاتا ہے کہ یہ عقائد انسانوں ہی کے مرتب کردہ ہیں۔ جبکہ اسلام میں دہریت نہ ہونے کے برابر ہے کہ مسلم علماء نے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اللہ عزوجل کے وجود کو نہ صرف ثابت کیا بلکہ سیکولر لوگوں کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات بھی دیئے ہیں۔

قرآن جیسی عظیم کتاب

قرآن جیسی عظیم الشان آسمانی کتاب ہونا اسلام کے حق ہونے کی ایک زندہ مثال ہے جس کی مثل آج تک کوئی بھی نہ لا سکا۔ اللہ عزوجل نے قرآن جیسی ایک سورت لانے کا چیلنج کیا جسے آج تک کوئی قبول نہ کر سکا۔ قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت، سینوں میں حفظ ہونے اور زبان پڑھ پڑھ کر نہ تھکنے کے کمالات آج بھی غیر مسلم قوم دیکھ کر حیران زدہ ہے۔ قرآن پاک وہ کتاب ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور دیگر باتوں میں ایک رتی برابر بھی تعارض نہیں جبکہ موجود انجیلوں میں کئی تضادات ہیں۔

آج سے پہلے بھی اور اب بھی کئی بڑے بڑے کفار قرآن پاک کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ان میں سے چند مستشرقین کے خیالات بااختصار درج کئے جاتے ہیں:

ڈاکٹر موریس جو فرانس کے مشہور ماہر علوم عربیہ ہیں جنھوں نے بحکم گورنمنٹ فرانس قرآن کریم کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا تھا، اپنے ایک مضمون میں جو لاہادل فرانسیسی زبان میں شائع ہوا تھا، ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن موسیو سالان ریناش کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مقاصد کی خوبی اور اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت کے آگے سارے جہاں کے بڑے بڑے انشاء پرداز وشاعر سر جھکا دیتے ہیں۔

پروفیسر اڈوائز مونتے اپنی تالیف اشاعت "مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان" صفحہ 71، پیرس (1890ء) میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا مذہب تمام کے تمام ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو معقولیت کے امور مسلمہ پر مبنی ہے اور یہ وہ (قرآن) کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی او جلال جبروت کی کمال تیقن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسلام کے سوا اس کی مثال کسی اور مذہب میں مشکل سے ملے گی۔

ریورنڈ آر یکسو کل کنگ اپنی تقریر دین اسلام میں جو 17 جنوری 1915ء کو قدیم طور پر لیباٹرین چرچ نیو نارڈز میں کی گئی کہتے ہیں کہ اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے۔ اس میں نہ صرف مذہب اسلام کے اصول و قوانین درج ہیں بلکہ اخلاق کی تعلیم روزمرہ کے متعلق ہدایات اور قانون ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) کی تصنیف سب توریت وانجیل سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے اگر الہامی دنیا میں الہام کوئی شے ہے اور الہام کا وجود مکمل ہے تو قرآن شریف ضروری الہامی کتاب ہے۔ بلحاظ اصول اسلام مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے۔

موسیو اوجین کلاقل نامور فرانسیسی مستشرق ہیں جنھوں نے مسلمانوں اور یہودیوں عیسائیوں کے مذہب کی تحقیق میں عمر صرف کردی۔ 1901ء کے فرانسیسی اخبارات میں مضمون شائع کرتے ہیں کہ قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام پیش کرتا ہے۔

کونٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب ''اسلام'' جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے 1898ء میں شائع کیا لکھتے ہیں کہ عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکہ ادا ہوا جو بالکل امی تھے۔ تمام مشرق نے اقرار کیا کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظا و مظاہر لحاظ سے نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے جو تاحال ایک ایسا متہم بالشان راز چلا آتا ہے کہ اس طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

انگلستان کا نامور مورخ ڈاکٹر گبن اپنی تصنیف ''انحطاط وزوال سلطنت روما'' کی جلد 5 ، باب 50 میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی نسبت بحر اطلانتک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی کے سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

مسٹر ماماڈیوک پکھتال نے ''اسلام اینڈ ماڈرنزم'' لندن پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ قوانین جو قرآن میں درج ہیں اور جو پیغمبر علیہ السلام نے سکھائے، وہی اخلاقی قوانین کا کام دے سکتے ہیں اور اس کتاب کی سی کوئی اور کتاب صفحہ عالم پر موجود نہیں ہے۔

الکس لولزون فرانسیسی فلاسفر اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' میں لکھتے ہیں کہ محمد علیہ السلام نے جو بلاغت و فصاحت شریعت کا دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کیا یہ وہ مقدس کتاب قران کریم ہے۔ جو اس وقت دنیا کے تمام ایک بٹا چھ حصے میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے۔ جدید علمی انکشافات میں جن کو ہم نے بزور علم حل کیا ہے یا ہنوز وہ زیر تحقیق ہیں وہ تمام علوم اسلام و قرآن میں سب کچھ پہلے ہی سے پوری طرح موجود ہیں۔

موسیو سید لو فرانسیسی خلاصہ تاریخ عرب صفحہ 59۔ 63۔ 64۔ میں لکھتے ہیں کہ اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں، ان کو تاریک ضمیر بتلاتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ ہم بزور دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں تمام آداب واصول حکمت فلسفہ موجود ہیں۔

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" صفحہ 379۔ 381 میں لکھتے ہیں: "مدارس میں قرآن کی تعلیم دی جائے تو کچھ کم ترقی کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ افریقہ کو ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ بجائے اپنی رائے سے حکومت کرنے کے انتظام سلطنت کے لئے ایک ضابطہ اور دستور العمل مل گیا۔ مسلمانوں کی تاثیر اور طرز اسلام سے افریقہ کے ملک میں اتنے بڑے بڑے شہر قائم ہو گئے کہ یورپ کو اولاان باتوں کا یقین نہ آیا۔"

مسٹر ای ڈی ماریل نے 1912 میں رائل سوکا آف آرٹس میں ایک لیکچر شمالی نائجیریا پر دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن نے نظام تہذیب و تمدن پیدا کیا۔ شائستگی کی روح پھونکی۔ سیول گورنمنٹ کا نظام اور حدود عدالت کے قیام میں اسلام بڑا معاون ثابت ہوا ہے۔ جہاں ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی۔ لوگوں کے فائدہ کے یہ بہت ضروری ہے کہ حکومت برطانیہ اس کو اسلام قائم رکھ کر اس کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی کوشش کرے۔

جان جاک ویک مشہور فلاسفر جرمن نے مقامات حریری تاریخ ابو الفدا اور معلقہ طرفہ عربی تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ کیا ہے اور ان پر حواشی لکھے ہیں، لکھتا ہے کہ تھوڑی عربی جاننے والے قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر وہ خوش نصیبی سے کبھی آپ علیہ السلام کی معجز نما قوت بیان سے تشریح سنتے تو یقیناً یہ شخص بے ساختہ سجدے میں گر پڑتے اور سب سے پہلی آواز ان کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیارے نبی علیہ السلام ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے۔ اور ہمیں اپنے پیروں میں شامل کر کے عزت و شرف دینے میں دریغ نہ فرمایئے۔

لندن کا مشہور ہفتہ وار اخبار "نیرسٹ" 13 اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ قرآن کی حسن و خوبی سے جس کو انکار ہے وہ عقل و دانش سے بیگانہ ہے۔

مشہور مسیحی پادری ڈین وسینٹلی نے مشرقی کلیسا کے صفحہ 279 میں لکھا ہے کہ قرآن کا قانون بلاشبہ بائبل کے قانون سے زیادہ موثر ثابت ہوا ہے۔

مسٹر رچرڈسن نے قانون ازالہ غلامی انڈیا میں پیش کرتے وقت 1810ء میں کہا کہ غلامی کی مکروہ رسم اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندو شاستر قرآن سے بدل دیا جائے۔

مہاتما گاندھی اپنے مضمون میں جو (خدا ایک ہے) کے موضوع سے اخبار ''ینگ انڈیا'' میں شائع ہوا کہتے ہیں کہ مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں زرہ برابر بھی تعامل نہیں ہے۔ ہندو مسلم اتحاد اور موپلوں کے بلوے پر گاندھی جی نے ایک مضمون اپنے اخبار میں لکھا کہ پیغمبر اسلام کی تمام زندگی کے واقعات مذہب میں کسی سختی کو روا رکھنے کی مخالفت سے لبریز ہیں۔ جہاں تک مجھ کو علم ہے کسی مسلمان نے آج تک کسی کو زبردستی مسلمان بنانا پسند نہیں کیا۔ اسلام اگر اپنی اشاعت کے لئے قوت اور زبردستی استعمال کرے گا تو تمام دنیا کا مذہب باقی نہ رہ جائے گا۔

(/http://www.urdufatwa.com/index.php?/Knowledgebase/Article/View/3679/35)

قیامت تک جدید سے جدید مسئلہ کا قرآن و حدیث سے حل

اسلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں ایسے اصول بیان کئے گئے ہیں جن کی روشنی میں جدید سے جدید درپیش مسئلہ کا شرعی حل نکالا جاسکتا ہے۔ مجتہدین و فقہائے کرام نے ہزاروں مسائل قرآن و حدیث سے ایسے نکالے ہیں جو ابھی تک مسلمانوں کو درپیش نہیں ہوئے لیکن فقہائے کرام نے فرضی طور پر کتب فقہ میں مذکور کردیئے ہیں کہ اگر کسی دور میں وہ مسائل یا ان سے ملتے جلتے مسائل درپیش ہوں تو ان کا جواب پہلے سے موجود ہو۔

قرآن و حدیث کا کوئی بھی حکم ایسا نہیں جس پر عمل ناممکن ہو

اسلام کی حقانیت کی ایک بڑی دلیل و خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کیونکہ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ دین ہے اس لئے قرآن و حدیث میں صدیوں سے لے کر اب تک کوئی بھی ایسا حکم نہیں ہے جس پر عمل ناممکن ہو گیا اور پوری امت مسلمہ اس کے کرنے سے عاجز ہو جائے۔ اس کے برعکس دیگر مذاہب چونکہ لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان کے مذہب کے کئی احکام لوگ پورا کرنے سے عاجز آگئے ہیں جیسے ہندوؤں کے پرانے مذہب کے مطابق عورت کو شوہر کی وفات پر زندہ شوہر کے ساتھ جلانے کا حکم تھا۔ پہلے تو اس پر عمل ہوتا رہا بعد میں لوگ اس سے

عاجز آگئے تو پھر پنڈتوں نے یہ حکم دیا کہ عورتوں کو جلایا تو نہ جائے لیکن عورت کا سر منڈوا دیا جائے۔ کچھ عرصہ ایسا بھی ہوا بعد میں پھر لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر یہ حکم دیا گیا کہ بیوہ عورتیں ہمیشہ سفید لباس پہنے اور آگے نکاح نہیں کر سکتی۔ اب موجودہ دور کے ہندو اس سے بھی عاجز آگئے اور اس حکم کو توڑنا شروع ہوگئے۔

یونہی عیسائی اور ہندومت کے اصل مذہب میں عورت کو طلاق دینے کا کوئی نظریہ نہیں ہے لیکن اب اسلام سے متاثر ہوکر ان مذاہب میں بھی عورت کو طلاق دینے کا عمل وجود میں آچکا ہے کہ مظلوم عورت شوہر سے طلاق لے کر کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام سنتیں فطرت کے عین مطابق ہیں۔ عیسائیوں میں رہبانیت سنتِ عیسیٰ علیہ السلام کے طور پر اپنائی اور بعد میں یہ زنا کی صورت اختیار کر گئی۔ عیسائیت میں مذہبی پیشواؤں کا شادی نہ کرنا، اپنی شہوتِ نفس پر بے انتہا ضبط بہت کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام اس قسم کے غیر فطری ضبط کا انتہائی مخالف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے جنسی اسکینڈل بہت گھناؤنے ہوتے ہیں۔

بائبل کے ناقابل عمل احکام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے: "شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"

(متی 5:39تا41)

بتائیں کونسے عیسائی اس حکم پر عمل پیرا ہیں ان عیسائیوں کا یہ عالم ہے کہ ایک عیسائی مر جائے تو ہزاروں مسلمانوں کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے۔ اس کی زندہ مثال ورلڈ ٹریڈ سنٹر ہے جسے یہودیوں نے گرایا اور الزام مسلمانوں پر لگا کر ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔

ایک دوسرا قول ہے: "اگر تیری دہنی آنکھ ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے اور اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔"

(متی 8:18-9)

آج تک کوئی ایسا عیسائی نہیں آیا جس نے آنکھ سے بدنگاہی کی ہو اور پھر بعد میں آنکھ ہی نکال دی ہو، ہاتھ کاٹ دیا ہو۔ بے حیائی اور زنا کا عام ہونا عیسائیوں کی ہی ایجاد ہے۔ یہ عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی صحیح معنوں میں محبت نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایسی فلمیں بناتے ہیں جو صریح غیر اخلاقی اور بدنگاہی و بے حیائی پر مشتمل ہوتی ہیں۔

بائبل میں ہے کہ اگر کئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جا کر اسے اپنی بیوی بنالے اور اس عورت کو جو پہلا بچہ ہو وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے۔ اور اگر وہ آدمی اپنی بھاوج سے بیاہ کرنا نہ چاہے تو شہر کے بزرگ اس آدمی کو بلوا کر اسے سمجھائیں اور اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے تو اس کی بھاوج بزرگوں کے سامنے جا کر اس کے پاؤں سے جوتی اتارے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور یہ کہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کا گھر آباد نہ کرے اس سے ایسا ہی کیا جائے گا۔ (استثنا25:9-5)

عیسائیت کا یہ شرعی حکم عجیب و غریب ہے اور ناقابل عمل ہے۔ اس قانون کے مطابق ایک شخص کی بھابھی چاہے جیسی بھی ہو انتہائی نافرمان ہو جب وہ بیوہ ہو جائے تو اس بھائی پر لازم ہے کہ وہ ایسی نافرمان ظالمہ عورت سے نکاح کرے۔

ایک اور شرمناک بدوی اور ناقابل عمل حکم یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد اس پر کنوارا نہ ہونے کا جھوٹا الزام لگائے تو اس لڑکی کا باپ اور ماں اس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھاٹک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں اور اس لڑکی کا باپ بزرگوں سے کہے کہ میری بیٹی کے کنوارے پن کے نشان یہ موجود ہیں۔ پھر وہاں چادر کو شہر کے بزرگوں کے آگے پھیلا دیں۔ (استثنا22:17-13)

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جو شوہر لڑکی کو بدنام کرنے کے لئے اس پر غلط الزام لگا رہا ہے وہ ثبوت والی چادر کیونکر لڑکی کے والدین کے ہاتھ لگنے دے گا؟ پھر والدین کا بچی کے نشانات لوگوں کو دکھانا حیا کے منافی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم شخصیت

اسلام کی خصوصیات میں سے بہت بڑی خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا کیا، پوری کائنات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیدا کیا، تمام انبیاء کا سردار بنایا، پچھلے نبیوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کے لئے عہد لیا، پوری کائنات کے لئے رحمۃ اللعالمین بنایا، ان کو کثیر علم غیب عطا فرمایا، اختیارات عطا فرمائے اور حسن وجمال عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ چند خصوصیات وہ بھی ہیں جن کو ایک غیر مسلم بھی عقلی طور پر دیکھے تو یہ ماننے پر مجبور ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام واقعی تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ وہ چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

☆ حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی بھی نبی کی قبر دنیا میں یقینی طور پر موجود نہیں ہے۔

☆ قرآن کی طرح حضور علیہ السلام کے ارشادات آج بھی محفوظ ہیں۔ ہزاروں احادیث راویوں سمیت آج بھی مستند کتب میں موجود ہیں۔

☆ حضور علیہ السلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جو پیشین گوئیاں فرمائی تھیں ان کی تصدیق آج ہو رہی ہے اور آئندہ مزید ہو گی۔

☆ حضور علیہ السلام نے جن باتوں کی دعا فرمائی ہے آج ہم ان دعاؤں کی قبولیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جیسے آپ نے دعا فرمائی کہ میری ساری امت پر عذاب نہ آئے، کوئی ظالم اسے ہلاک نہ کر دے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی کفار ممالک نے اتحاد کر کے مسلمانوں پر ظلم وستم کئے اور ان کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری قبر نہ پوجی جائے چنانچہ آج تک مسلمانوں میں کوئی ایسا فرقہ نہ آیا جو حضور علیہ السلام کی قبر کی عبادت کرتا ہوں۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام خاص قوم کی طرف بھیجے گئے۔ عیسائیت کی عالم گیر دعوت اور اشاعت

بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ ان کی بعثت خاص بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے: ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوااور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' (انجیل متی 24:15)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ نقیب مقرر فرمائے اوران کی مختلف علاقوں کی طرف دعوت وتبلیغ کے لیے روانہ فرمایاتو بطور خاص ان کی تلقین فرمائی ''غیر قوموں کی طرف نہ جانااور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونابلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔'' (انجیل متی 10-5:6)

☆ **غیر مسلموں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ صفات کا اقرار کرنا:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے مسلمان تو قائل ہیں ہی لیکن کفار بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام غیر معمولی خصوصیات کے حامل تھے۔ چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

سر ولیم میور (Sir William Muir) لکھتا ہے:

A patriarchal simplicity pervaded his life. His custom was to do everything for himself. He disliked to say no. If unable to answer a petition in the affirmative, he preferred silence. He was not known ever to refuse an invitation to the house even of the meanest, nor to decline a proffered present, however small.. ..He shared his food, even in times of adversity with others, and was sedulously solicitous for the personal comfort of every one about him A kindly and. benevolent disposition pervades all these illustrations of his character.

(Sir William Muir, The Life of Mohammed, p.512,Edinburge;john Grant 31 George iv. Bridge 1923)

ترجمہ: ایک بزرگانہ سادگی ان کی زندگی پر چھائی ہوئی تھی۔ ہر کام کو اپنے ہاتھ سے کرنا ان کا معمول تھا۔ کسی سوالی کو نہ کا جواب دینا انہیں ناپسند تھا۔ اگر کسی کی فریاد کا جواب اثبات میں نہ دے پاتے تو خاموشی کو ترجیح دیتے۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی نے ان کو گھر آنے کی دعوت دی ہو اور انہوں نے انکار کیا ہو، خواہ دعوت دینے والا کتنا ہی کم حیثیت اور ادنی درجے کا ہوتا۔ اسی طرح وہ کسی کا تحفہ قبول کرنے سے انکار نہ کرتے خواہ وہ کتنا ادنی کیوں نہ ہوتا۔ مصیبت اور مشکل کے وقت بھی وہ اپنے دستر خوان پر کھانے کے لئے دوسروں کو بلا لیتے۔ وہ انہیں ہم نشینوں میں ہر ایک کے ذاتی آرام کا اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر خیال رکھتے۔ ان کی سیرت و کردار کے ہر گوشے میں ایک کریمانہ خوش مزاجی سایہ فگن تھی۔

معروف مغربی مفکر ایڈورڈ گبنEdward Gibbonاپنی تصنیف زوالِ سلطنتِ رومہ میں لکھتا ہے:

The good sense of Mohammad despised the pomp of royalty; the apostle of God submitted to the menial offices of the family; he kindled the fire, swept the floor, milked the ewes, and mended with his own hands his shoes and his woolen garment. Disdaining the penance and merit of a hermit, he observed without effect or vanity, the abstemious diet of an Arab soldier. On solemn occasions he feasted his companions with rustic and hospitable plenty. But in his domestic life many weeks would elapse without a fire being kindled on the hearth of the Prophet. The interdiction of wine was confirmed by his example; his hunger was appeased with a sparing allowance of

barley bread, he delighted in the taste of milk and honey, but his ordinary food consisted of dates and water.

(Edward Gibbon: The Decline and Fall of the Roman Empire, vol.9, p. 40, New York Defau& Company Publishers)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اچھی افتادِ طبع شاہانہ شان و شوکت کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ خدا کے رسول کو روز مرہ گھریلو کام کرنے میں کوئی عار نہ تھی۔ وہ آگ جلالیتے، فرش کی صفائی ستھرائی کر کے بکریوں کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے ہاتھ سے جوتوں کی مرمت کرتے اور اونی کپڑوں کو پیوند لگا لیتے۔ راہبانہ طرز زندگی کو مسترد کرتے ہوئے بغیر کسی لگی لپٹی اور دکھلاوے کے وہ ایک عرب سپاہی کی طرح سادہ غذا پر گزر بسر کرتے۔ سنجیدہ مواقع پر وہ اپنے ساتھیوں کی تواضع اور مہمان نوازی دیہاتی وافر کھانوں کی ضیافت کے ساتھ کرتے۔ لیکن گھریلو زندگی میں کئی کئی ہفتے گزر جاتے اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر چولہے میں آگ نہ جلائی جاتی۔ انہوں نے اپنے ذاتی عمل سے امتناعِ شراب کی تصدیق کی۔ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے اور اپنی بھوک جو کی روٹی سے مٹاتے، شہد اور دودھ سے لطف اندوز ہوتے لیکن ان کی معمول کی خوراک کھجور اور پانی پر مشتمل تھی۔

عیسائی پادری ولسن کیش (W. Wilson Cash) اپنی تصنیف The Expansion of Islam میں لکھتا ہے:

His life was very simple and primitive. He never assumed the garb of an eastern potentate. He was always accessible to his followers. (W. Wilson Cash: The Expansion of Islam, p. 14, London)

ترجمہ: ان کی زندگی انتہائی سادہ اور بے تصنع تھی۔ وہ کبھی بھی مشرقی حاکم اعلیٰ کا لباس زیب تن نہ کرتے۔ ان تک ہمیشہ ان کے پیروکاروں کی رسائی رہتی تھی۔

دیگر مذاہب کی کتب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر خیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان قرآن وحدیث میں تو واضح ہے ہی لیکن دیگر مذاہب کی بنیادی مذہبی کتب میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت اور آپ کی تشریف کا ذکر موجود ہے جو اللہ تعالی نے ان مذاہب کے پیروکاروں کی تحریف سے محفوظ رکھی ہیں۔ دور حاضر کے چند اہم مذاہب، یہودیت، نصرانیت، ہندوازم، بدھ مت اور زرتشت کی کتب میں مذکوران مقامات کا جائزہ لیا ہے، جن کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ فقط دیگر مذاہب پر اتمام حجت کے لیے ہے ورنہ اسلامی نظریات کی روشنی میں ہندوازم، بدھ مذہب دین سماوی نہیں ہیں لہذا ان کے مذاہب میں اگر کوئی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید میں ملنا شرعا یہ ثابت نہیں کرتا کہ ان پر کوئی آسمانی کتب نازل ہوئی تھیں جن میں حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہو۔ لیکن چونکہ وکیپیڈیا اور دیگر کتب میں اس موضوع پر لکھا جاتا ہے اس لیے یہاں انجیل، وکیپیڈیا اور دیگر جگہوں سے مختصر اکلام پیش کیا جاتا ہے:

☆**تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر:** حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کا نام یہود ہے۔ ان کی مذہبی کتاب، جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے وہ تورات یا عہد نامہ قدیم ہے۔ تورات میں متعدد مقامات پر نہایت واضح الفاظ میں ایک آنے والے نبی کا ذکر موجود ہے چنانچہ مذکور ہے: ''میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور وہ انھیں وہ سب کچھ بتائے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔ اگر کوئی شخص میرا کلام جسے وہ میرے نام سے کہے گا، نہ سنے گا تو میں خود اس سے حساب لوں گا۔'' (استثناء18: 18)

عیسائی یہ دعویٰ کرتے ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام کی طرح تھے کیونکہ حضرت موسی بھی اسرائیلی تھے اور حضرت عیسی بھی اسرائیلی تھے۔ حضرت موسی بھی پیغمبر تھے اور حضرت عیسی بھی پیغمبر تھے۔

عیسائیوں کا یہ استدلال غلط ہے۔ اگر اس پیشین گوئی کو پورا کرنے کیلئے یہی دو اصول ہیں تو پھر بائبل میں ذکر کیے گئے تمام پیغمبر جو موسیٰ کے بعد آئے مثلاً سلیمان، حزقیل، دانیال، یحیٰ وغیرہ سب اسرائیلی بھی تھے اور پیغمبر بھی ۔ در حقیقت یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔ کیونکہ دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت محمد علیہما السلام کے ماں باپ تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزانہ طور پر مرد کے مداخلت کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ دونوں نے شادیاں کی اور ان کے بچے بھی تھے جبکہ بائبل ہی کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی اور نہ ہی اُن کے بچے تھے۔ دونوں کا فطرتی طور پر وصال ہوا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اُٹھالیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام، عرب اسماعیل کے اولاد میں سے ہے اور یہودی اسحاق کے اولاد میں سے ہیں، یوں اس اعتبار سے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نسبت بنتی ہے۔

☆ **انجیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر:** انجیل عیسائی مذہب کی مقدس کتاب ہے۔ اسے عہد نامہ جدید بھی کہتے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ کتاب اپنی اصل حالت میں نہیں لیکن تحریف شدہ انجیل میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک خصوصی طور پر، اناجیل میں جو نام مبارک "فارقلیط" استعمال ہوا ہے اس کے معنی احمد یا محمد کے ہیں۔ انجیل یوحنا، باب 14 میں ایک آنے والے کی بشارت ان الفاظ میں ہے: اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمہیں دوسرا "فارقلیط" بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ (انجیل یوحنا14:16)

اس سے آگے اس طرح ہے: لیکن وہ "فارقلیط" جو روح القدس ہے، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا۔ (انجیل یوحنا14:26)

فارقلیط لفظ عبرانی یا سریانی ہے، جس کے لفظی معنی ٹھیک محمد اور احمد کے ہیں۔ یونانی کے قدیم تراجم میں اس کا ترجمہ پری کلائیٹس (Periclytos) کے معنی ہے۔ یوحنّا کی کتاب آیت میں یونانی لفظ پری کلیٹاس (Peraclytos) کا انگریزی میں ترجمہ (comforter) کم فرٹر یعنی مددگار لفظ سے کیا گیا ہے۔ حالانکہ

(Peraclytos) کے معنی ہے وکیل یا ایک مہربان دوست۔ اسکا مطلب مددگار نہیں ہے۔ عیسائی اور مسلمان علماء کے درمیان اس لفظ کی تحقیق پر سینکڑوں برس سے مناظرہ قائم ہے اور مسلمان علماء نے خود قدیم عیسائی علماء کی تحریروں سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح لفظ "پری کلائٹس" ہے۔ سب سے زیادہ سیدھی بات یہ ہے کہ یہ فقرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے تھے، ان کی زبان سریانی آمیز عبرانی تھی، یونانی نہ تھی، اس لیے جو لفظ ان کی زبان سے نکلا ہوگا وہ عبرانی یا سریانی ہوگا، اس لیے یہ بالکل صاف ہے کہ انہوں نے فارقلیط کا لفظ کہا ہوگا، جو احمد یا محمد کا مترادف ہے۔

بعض عیسائی یہ کہتے ہے کہ لفظ مددگار (Comforter) جس کا ذکر ان پیشین گوئیوں میں کیا گیا ہے، یہ روح القدس یا روحِ مقدس (Holy spirit) کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ لیکن یہ اس بات کو سمجھنے میں ناکام ہو گئے ہے کیونکہ پیشین گوئی میں یہ صاف ذکر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا سے چلا جائے گا تب مددگار (Comforter) آئے گا۔ حالانکہ بائبل (Bible) یہ بتاتی ہے کہ روح القدس تو پہلے سے زمین پر موجود تھا عیسیٰ کے زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی۔ وہ الیزبت (Elizabeth) کے رحم میں موجود تھا اور دوبارہ جب حضرت عیسیٰ کی بپتسمہ یا اصطباغ (Baptism) کی جارہی تھی، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح یہ پیشین گوئی صرف اور صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے اور صرف اسی کا ذکر کرتی ہے۔

انجیل برناباس جس مقدس فرد کے نام سے منسوب ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری یوسف برناباس ہیں۔ اس کتاب میں کئی ایسی باتیں تھیں جس سے اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نبی ہونا ثابت تھا۔ انجیل برناباس کی صحت وصداقت پر عیسائی حلقے معترض ہیں، جن کا اسلامی سکالرز نے رد کیا ہے۔

ایک حقیقی واقعہ پیش کیا جارہا ہے جس میں ایک پادری "فارقلیط" نام مبارک کی تحقیق وتصدیق کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ کتاب "دعوت اسلام" ٹی ڈبلیو آرنلڈ، جو کہ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے پروفیسر بھی رہے، نے لکھی ہے، آرنلڈ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور آخر تک عیسائی ہی رہے۔ یہ اردو ترجمہ ان کی کتاب

The preaching of Islam

کا ہے، ملاحظہ فرمائیں: جن لوگوں نے مبلغین کی کوشش کے بغیر خود بخود اسلام اختیار کیا ان میں سب سے زیادہ عجیب وغریب اور مفصل حال ایک پادری کا ہے جو ایک مناظرے کی کتاب "**تحفة الاریب فی الرد علی اہل الصلیب**" میں مذکور ہے۔ اس کتاب کو اس پادری نے مسلمان ہونے کے بعد عبداللہ بن عبداللہ کے نام سے 1440ء میں مسیحی مذہب کی تردید اور اسلام کی حمایت میں لکھا تھا۔ کتاب کے دیباچہ میں اس نے اپنی زندگی کے حالات لکھے ہیں جس میں مذکور ہے کہ وہ ایک بہت بڑے پادری کی صحبت میں رہا۔ ایک دن طالب علم آپس میں بیٹھے مختلف علمی مسائل پر بحث کرنے لگے یہاں تک کہ مباحثے کے دوران میں خدا کے اس کلام کا ذکر آیا جو اس کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوا تھا کہ "میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام فارقلیط (جس کا عربی ترجمہ احمد ہے) ہوگا" اس کلام پر دیر تک گرما گرم بحث ہوتی رہی، مگر کوئی بات فیصلہ نہ ہو سکا اور آخر کار مجلس برخاست ہوگئی۔ جب اس نے استاد سے اس مسئلہ کی بات کی تو یہ سن کر بوڑھا پادری رونے لگا اور کہا: اے فرزند! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ "فارقلیط" پیغمبر اسلام (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ہے اور یہ وہی پیغمبر (پاک) ہیں جن پر وہ چوتھی کتاب نازل ہوئی جس کا اعلان دانیال نبی کی زبان سے ہوا تھا۔ پیغمبرِ اسلام کا دین یقیناً سچا دین ہے اور اس کا مذہب وہی شان دار اور پرنور مذہب ہے جس کا ذکر انجیل میں آیا ہے۔

☆**ہندو مذہب کی کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر:** ہندو مذہب اگرچہ، مختلف النوع بتوں، دیویوں اور دیوتاؤں پر مشتمل بت پرستی کے عقائد باطلہ سے بھرپور ہے، لیکن اس کی مذہبی کتب ویدوں میں کئی مقامات پر ایسی حکیمانہ باتیں اور آخری زمانے میں آنے والی ایک ایسی شخصیت کا ذکر موجود ہے، جس کی علامتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر پوری نہیں اترتی ہیں۔ آپ علیہ السلام کا ذکر ان کی مقدس کتب بھگود گیتا، وید اور اُپنشد وغیرہ میں کیا گیا ہیں۔ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر رگ وید میں کیا گیا ہے، اور آپ کا نام سوشارما بتایا گیا ہے۔ اور سوشارما سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہے، تعریف کیا گیا (شخص)۔ اور عربی میں اس کا مطلب بنتا ہے، محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وید کی 4 اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں: 1 رگ وید، 2 یجر وید، 3 سام وید، 4 اتھر وید۔ ان ویدوں کا انداز یہ ہے کہ وہ کسی شخصیت (عموماً دیوتا اور کبھی کبھی انسان) کو منتخب کر کے اسے ایک یا چند ایک بار مخاطب یاذکر کرتی ہے، اس کے اوصاف اور خوبیاں بیان کرتی ہے اور کبھی کبھی مصائب و مشکلات کے دفعیہ کے لئے اسے پکارتی ہے۔ ایک ایسا لفظ جو ایک شخصیت کے متعلق چاروں ویدوں میں اور بالخصوص اتھر وید میں سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے وہ ہے نراشنس (نراشنس سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو در حقیقت دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ایک لفظ "نر" جس کا معنی انسان۔ دوسرا لفظ "اشنس" جس کا مطلب ہے جس کی کثرت سے تعریف کی جائے۔ دونوں کو ملا کر پڑھیں تو مطلب بنتا ہے وہ انسان جس کی تعریف کی گئی ہو اور یہی مطلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

اسی اتھر وید میں 14 منتر ہیں جو کانڈ 20، سوکت 127، منتر 1 تا 14 پر مشتمل ہیں آیئے ان میں سے صرف 3 منتروں کو دیکھتے ہیں۔ ایک منتر کے بعد اس کا مطلب واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی:

1۔ لوگو! احترام سے سنو! نراشنس کی تعریف کی جائے گی۔ ہم اس مہاجر۔۔۔ یا امن کے علمبردار کو ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھیں گے۔

تشریح: احترام سے سننے کی جو تاکید یہاں ہے وہ ویدوں میں کم ہی پائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ متعلقہ شخصیت عظیم ہے۔ نراشنس کا مطلب آپ پہلے ہی جان چکے ہیں یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ اس منتر کے دوسرے مصرع میں مہاجر اور امن کے علمبردار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی جو انبیاء کرام کی تاریخ کا سب سے مشہور واقعہ ہے۔ اوس و خزرج کے درمیان سو سال سے رہ رہ کر جاری جنگ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہی ختم ہوئی تھی اور ان میں بھائی چارے کی فضاء قائم ہوئی تھی۔ جو صرف اور صرف امن کا علمبردار ہی کر سکتا ہے۔ آخری مصرع میں دشمنوں کی تعداد کا ذکر ہے ۔ محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وقت کے دشمنوں کی تعداد کا اندازہ لگائیں تو وہ اس تعداد کے عین مطابق ہے

-

2۔اس کی سواری اونٹ ہو گا اور اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔اس کا درجہ اتنا بلند اور سواری اتنی تیز ہو گی کہ وہ آسمان کو چھوئے گی، پھر اتر آئے گی۔

تشریح: آپ علیہ السلام کی سواری اونٹ تھا اور آپ کی بیویوں کی تعداد بعض روایتوں کے مطابق بارہ تھی۔دوسرے مصرع میں آسمان پر جانے اور آنے کا ذکر موجود ہے تو معراج کا واقعہ اس پر کتنا پورا آتا ہے اور وہ سواری براق تھی۔

3۔ وہ دنیا کا سردار جو دیوتا ہے، سب سے افضل انسان ہے۔سارے لوگوں کا راہنما اور سب قوموں میں معروف ہے۔اس کی اعلیٰ ترین تعریف و ثناء گاؤ۔

تشریح: اس منتر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی صفات کا احاطہ کیا گیا ہے۔حدیث میں آپ کو سید ولد آدم یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار کہا گیا ہے۔آپ اس قدر پاکیزہ اخلاق و کردار کے مالک تھے کہ بدترین دشمن بھی آپ کو صادق اور امین جیسے القابات سے یاد کرتے تھے۔ سارے لوگوں کا راہنما سے مراد آپ علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ انبیاء ورسل خاص قوموں کی طرف اللہ عزوجل نے بھیجے جبکہ آپ کو تمام اولاد آدم کی طرف بھیجا گیا۔آپ کو تمام قوموں میں معروف بتایا گیا ہے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے متعلق پیشن گوئیاں ہر مذہب میں ہوں گی۔یہ بات صرف اور صرف محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری اترتی ہے۔ آخری بات اس کی بہترین تعریف گاؤ۔لفظاً حکم ہے لیکن حقیقتاً خبر ہے۔محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی مدح و ثناء کی گئی ہے مسلم قوم کے علاوہ دوسری قوموں نے اپنے انبیاء کی بھی اس قدر مدح و ثناء نہیں کی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی آپ علیہ السلام کی مدح کرنا اور تب سے لے کر آج تک آپ علیہ السلام کی شان میں نعتیں لکھنا اور پڑھنا سعادت سمجھا جاتا ہے اور اس پر آپ کو مسلم وغیر مسلم شاعروں کے دیوانوں پر دیوان مل سکتے ہیں۔

ہندو مذہب کی کتب میں ایک لفظ "کالکی اوتار" کا ذکر ہے جس میں ایک شخص کے آنے کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔حال ہی میں ایک ہندو نے کتاب لکھی جس میں اس نے کالکی اوتار سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ذات لی ہے اور اسے ہندوؤں کی کتابوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی اخبارات و انٹرنیٹ پر کئی آرٹیکل لکھے گئے۔ ایک آرٹیکل ملاحظہ ہو:

بھارت میں شائع ہونے والی کتاب

"Muhammad.. In The Hindu Scriptures"

(جس کا اردو ترجمہ "کالکی اوتار" کے نام سے شائع کیا گیا) نے دنیا بھر میں ہلچل مچادی ہے۔ اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جس "کالکی اوتار" یعنی آخری اوتار کا تذکرہ ہے وہ آخری رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ ہیں۔

اس کتاب کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو شاید وہ اب تک جیل میں ہوتا اور اس کتاب پر پابندی لگ چکی ہوتی، مگر اس کے مصنف "پنڈت وید پرکاش" برہمن ہندو ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔ وہ سنسکرت کے معروف محقق اور اسکالر ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تحقیق کو ملک کے آٹھ مشہور معروف محققین پنڈتوں کے سامنے پیش کیا، جو اپنے شعبے میں مستند گردانے جاتے ہیں۔ ان پنڈتوں نے کتاب کے بغور مطالعے اور تحقیق کے بعد یہ تسلیم کیا ہے کہ کتاب میں پیش کیے گئے حوالہ جات مستند اور درست ہیں۔

انہوں نے اپنی تحقیق کا نام "کالکی اوتار" یعنی تمام کائنات کا راہنما رکھا ہے۔ ہندوؤں کی اہم مذہبی کتب میں ایک عظیم راہنما کا ذکر ہے جسے "کالکی اوتار" کا نام دیا گیا ہے۔ اس سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ تمام ہندو جہاں کہیں بھی ہوں ان کو کسی کالکی اوتار کا مزید انتظار نہیں کرنا، بلکہ محض "اسلام قبول کرنا ہے" اور آخری رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نقش قدم پر چلنا ہے جو بہت پہلے اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔

اپنے اس دعوے کی دلیل میں پنڈت وید پرکاش نے ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب "وید" سے مندرجہ ذیل حوالے دلیل کے ساتھ پیش کیے ہیں:

1: ''وید'' کتاب میں لکھا ہے کہ ''کالکی اوتار'' بھگوان کا آخری اوتار ہوگا جو پوری دنیا کو راستہ دکھائے گا۔ ان کلمات کا حوالہ دینے کے بعد پنڈت وید پرکاش یہ کہتے ہیں کہ یہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملے میں درست ہو سکتا ہے۔

2: ''وید'' کی پیش گوئی کے مطابق ''کالکی اوتار'' ایک جزیرے میں پیدا ہوں گے اور یہ عرب علاقہ ہے جسے جزیرۃالعرب کہا جاتا ہے۔

3: مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ ''کالکی اوتار'' کے والد کا نام ''وشنو بھگت'' اور والدہ کا نام ''سومانب'' ہوگا۔ سنسکرت زبان میں ''وشنو'' اللہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ''بھگت'' کے معنی غلام اور بندے کے ہیں چنانچہ عربی زبان میں ''وشنو بھگت'' کا مطلب اللہ کا بندہ یعنی ''عبداللہ'' ہے۔ اور ''سومانب'' کا مطلب امن ہے جو کہ عربی زبان میں ''آمنہ'' ہوگا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہے۔

4: وید کتاب میں لکھا ہے کہ ''کالکی اوتار'' زیتون اور کھجور استعمال کرے گا۔ یہ دونوں پھل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھے۔

5: وہ اپنے قول میں سچا اور دیانت دار ہوگا.. مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے صادق اور امین کے لقب استعمال کیے جاتے تھے۔

6: ''وید'' کے مطابق ''کالکی اوتار'' اپنی سرزمین کے معزز خاندان میں سے ہوگا اور یہ بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں سچ ثابت ہوتا ہے کہ آپ قریش کے معزز قبیلے میں سے تھے جس کی مکہ میں بے حد عزت تھی۔

7: ہماری کتاب کہتی ہے کہ بھگوان ''کالکی اوتار'' کو اپنے خصوصی قاصد کے ذریعے ایک غار میں پڑھائے گا۔ اس معاملے میں یہ بھی درست ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ کی وہ واحد شخصیت تھے جنہیں اللہ تعالی نے غارِ حرا میں اپنے خاص فرشتے جبرائیل کے ذریعے تعلیم دی۔

8: ہمارے بنیادی عقیدے کے مطابق بھگوان "کالکی اوتار" کو ایک تیز ترین گھوڑا عطا فرمائے گا جس پر سوار ہو کر وہ زمین اور سات آسمانوں کی سیر کر آئے گا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "براق پر معراج کا سفر" کیا یہ ثابت نہیں کرتا؟

9: ہمیں یقین ہے کہ بھگوان "کالکی اوتار" کی بہت مدد کرے گا اور اسے بہت قوت عطا فرمائے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ جنگ بدر میں اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرشتوں سے مدد فرمائی۔

10: ہماری ساری مذہبی کتابوں کے مطابق "کالکی اوتار" گھڑ سواری، تیر اندازی اور تلوار زنی میں ماہر ہو گا۔ پنڈت وید پرکاش نے اس پر جو تبصرہ کیا ہے وہ اہم اور قابل غور ہے! وہ لکھتے ہیں کہ گھوڑوں، تلواروں اور نیزوں کا زمانہ بہت پہلے گزر چکا ہے۔ اب ٹینک، توپ اور مزائل جیسے ہتھیار استعمال میں ہیں لہذا یہ عقل مندی نہیں ہے کہ ہم تلواروں، تیروں اور برچھیوں سے مسلح "کالکی اوتار" کا انتظار کرتے رہیں، حقیقت یہ ہے کہ مقدس کتابوں میں "کالکی اوتار" کے واضح اشارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ہیں جو ان تمام حربی فنون میں کامل تھے۔

(http://www.hamariweb.com/articles/article.aspx?id=7805)

نوٹ: اسلام میں ہرگز اوتار کا تصور موجود نہیں کیونکہ ہندو مذہب کے مطابق اوتار لفظ "اوترنا" سے ہے جس کے معنی خدا کا ظہور یا اس کی طرف سے تنزل ہے۔ اس عقیدے کے مطابق خدا نیک لوگوں کی مدد، دھرم کی قیام اور برائی کے خاتمہ و بیخ کنی کے لئے اکثر لباس بشری و حیوانی میں دنیا میں آتا ہے۔ اس کے لئے خدا کوئی بھی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ جبکہ اسلام میں یہ نظریہ بالکل باطل بلکہ کفر ہے۔ لہذا پنڈت وید پرکاش کی تصنیف کو ہندو مذہب کے باطل ہونے پر تو پیش کیا جا سکتا لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اسے دلیل بنانا درست نہیں۔

☆**بدھ مت کی تعلیمات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر:** جس طرح باقی مذاہب میں ایک آنے والی عظیم الشان ہستی کے بارے میں پیش گوئیاں موجود ہیں، جو آخری زمانے میں آئے گی، اسی طرح بدھ مت کی تعلیمات میں بھی ایسی شخصیت کے بارے میں بتایا گیا ہے جس کی علامات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر پوری نہیں اترتیں۔ لفظ بدھ، بدھی سے ہے جس کا معنیٰ عقل و دانش ہے۔

چکاوتی سنہنا دستانا میں پیش گوئی: دنیا میں ایک بدھا مائتریا (سخی) کے نام سے ظاہر ہو گا، ایک مقدس (انسان)، ایک عالی شان (انسان)، ایک روشن فکر، حکمت سے نوازہ ہوا انسان، مبارک (انسان) جو کائنات کو سمجھے گا۔
(چکاوتی سنہنا دستانا 3 : 76)

انجیل بدھا، کارس کے تصنیف کردہ کے صفحہ 218۔217 کے مطابق (جو سری لنکا کے منابع سے لیا گیا ہے۔) انندا نے مبارک انسان سے فرمایا، آپ کے جانے کے بعد کون ہمیں تعلیم دے گا؟ مبارک انسان نے جواب دیا، میں پہلا بدھا نہیں ہوں جو روئے زمین پر آیا اور مناسب وقت میں ایک اور بدھا روئے زمین میں ابھرے گا، ایک مقدس (انسان)، ایک روشن فکر (انسان)، چال چلن میں حکمت سے نوازہ ہوا (انسان)، مبارک (انسان)، کائنات کو جاننے والا، انسانوں کا بے نظیر راہنما، فانی (مخلوق) اور فرشتوں کا آقا۔ وہ آپ کے سامنے وہی ابدی حق آشکارہ کرے گا، جس کی میں نے آپ کو تعلیم دی ہے۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا، جو اپنے ابتداء میں بھی عالی شان ہو گی، اپنے عروج میں بھی عالی شان ہو گی، اپنے مقصد میں بھی عالی شان ہو گی۔ وہ ایک مذہبی زندگی کی تشہیر کرے گا، جو خالص اور کامل ہو گی جیسا کہ میں (اپنے مذہب) کی تشہیر کرتا ہوں۔ اس کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہو گی جبکہ میرے (شاگردوں کی تعداد) سینکڑوں میں ہیں۔ انندا نے کہا کہ ہم اس کو کس طرح پہنچانے گے؟ مبارک انسان نے جواب دیا، وہ مائتریا کے نام سے جانا جائے گا۔ (انجیل بدھا، تصنیف: کارس، صفحات 218۔217)

سنسکرت زبان کے لفظ مائتریا کا معنی ہے: پیار کرنے والا، رحمدل، نرم دل اور سخی (انسان)۔ اس کے اور معنی بھی ہیں مثلاً رحم کرنا اور دوستی، ہمدردی وغیرہ۔ عربی زبان کا ایک لفظ جو ان سارے لفظوں کے برابر ہے، وہ ہے لفظ رحمت۔ قران مجید کے سورہ الانبیا میں ہے۔ ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

☆ **حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زرتشت کی تعلیمات میں:** قدیم ترین ایرانی مذہب مجوسیت، جس کے بانی زرتشت (یا زردشت) ہیں اور ان کی مقدس کتاب کا نام "اوستا" ہے۔ اس کتاب میں بھی ایک آنے والی ہستی کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ زند اوستا میں ہے: "جس کا نام فاتح سوی شنت ہو گا اور جس کا نام استوت ایریتا ہو گا۔ وہ سوی شنت (رحم کرنے والا) ہو گا کیونکہ وہ ساری مادی مخلوقات کے لیے رحمت ہو گا۔ وہ استوت۔ ایریتا

(وہ جو عوام اور مادی مخلوقات کو سرخرو کرے گا) ہو گا۔ کیونکہ خود مثل مادی مخلوقات اور زندہ انسان کے وہ مادی مخلوقات کی تباہی کے خلاف کھڑا ہو گا اور دو پائے مخلوق (یعنی انسان) کے نشے کے خلاف کھڑا ہو گا۔ اور ایمان داروں (بت پرست اور اس جیسے لوگ، اور مجوسوں کے غلطیوں) گناہوں کے خلاف کھڑا ہو گا۔"

(زند اوستا، فرور دین یاشت، 28: 129، مشرق کی کتب مقدسہ، جلد 23، زند اوستا، حصہ دوم، صفحہ 220)

یہ پیش گوئی جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے کسی اور پر راست نہیں آتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف فتح مکہ (کے روز) فاتح تھے بلکہ رحیم بھی تھے جبکہ آپ نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا، آج آپ سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔ سوی شنت کے معنی ہے، تعریف کیا گیا۔ بحوالہ حیسٹنگ انسائی کلوپیڈیا، جس کا عربی میں ترجمہ بنتا ہے، محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔

استوت ایریٹا لفظ استو سے اخذ کیا گیا ہے جس کا سنسکرت اور زندی زبانوں میں معنی ہے تعریف کرنا۔ اور موجودہ فارسی زبان میں فعل ستودن تعریف کرنے کو کہتے ہے۔ اس کو فارسی کے لفظ ایستادن سے بھی اخذ کیا جا سکتا ہے جس کے معنی ہے، کھڑا ہونا۔ اس لیے استوت ایریٹا کے معنی ہے، وہ جس کی تعریف کی گئی ہو۔ جو ہو بہو عربی لغت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے۔ (لہذا) یہ پیش گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ناموں محمد اور احمد کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ پیش گوئی مزید یہ کہتی ہے کہ وہ مادی دنیا کے لیے رحمت ہو گا۔ اور قرآن اس بات کی گواہی دیتا ہے سورۃ الانبیاء سورۃ نمبر 21 آیت 107: ہم نے آپ کو پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا تقدس: زند اوستا کے زمیاد یاشت میں درج ہے: "اور اس کے دوست (صحابہ) سامنے آئیں گے، استوت ایریٹا کے دوست، جو شیطان کو ہرانے والے، اچھی سوچ رکھنے والے، اچھا بولنے والے، اچھے اعمال والے، اور اچھی قانون کی پابندی کرنے والے اور جنکی زبانیں باطل وجھوٹ کا ایک حرف بھی بولنے کے لیے کبھی بھی نہیں کھلیں۔"

(مشرق کی کتب مقدسہ، جلد 23، زند اوستا، حصہ دوم، صفحہ 308، زند اوستا، زمیاد یاشت، 16: 95)

یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استوت ایریتا کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کا ذکر مثل ہم نواؤوں کے کیا گیا ہیں جو باطل کے خلاف لڑیں گے۔ جو بہت نیک اور مقدس بندے ہونگے جو اچھے اخلاق رکھتے ہونگے اور ہمیشہ سچ بولیں گے۔ یہ صحابہ کے لیے ایک واضح حوالہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔

دساتیر میں ذکر کی گئی پیش گوئی کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ زرتشتی لوگ اپنے مذہب کو ترک کر دیں گے اور بدکار ہو جائینگے تو (سرزمین) عرب میں ایک شخص نمودار ہوگا، جنکے پیروکار فارس کو فتح کرلیں گے اور جاہل فارسی لوگوں کو مغلوب کر دینگے۔ اپنے عبادت خانوں میں وہ آگ کی پرتش کی بجائے کعبہ ابراھیم کی طرف منہ کر کے عبادت کرینگے۔ جو سارے بتوں سے پاک کیا جائے گا۔ یہ (پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ) ساری دنیا کے لیے رحمت ہوں گے۔ یہ فارس، مدین، توس، بلخ، زرتشتی قوم کے مقدس مقامات اور آس پاس کے علاقوں کے آقا بنیں گے۔ ان کا پیغمبر ایک بلیغ انسان ہوگا جو معجزاتی باتیں کریگا۔ یہ پیش گوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی دوسرے کی طرف اشارہ نہیں کرتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہونگے اسکا ذکر بنداحش کی کتاب میں کیا گیا ہے کہ سوی شنت آخری پیغمبر ہوگا۔ (بنداحش، 30:27_6)

جس کا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہوگا۔ قرآن، سورۃ احزاب میں اسکی تصدیق کرتی ہیں: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

(محمد کا ذکر بڑے مذاہب کی کتابوں میں/https://ur.wikipedia.org/wiki)

ضابطہ حیات

دین اسلام ہر زمان ومکان کے ہر جن وانس کے لیے مکمل دستور حیات ہے جو زندگی کے تمام معاملات میں انسان کو اچھائی اور برائی، نیکی و بدی اور حقوق فرائض کا شعور بخشتے ہوئے امن و سلامتی اور انسانی ترقی کی ضمانت فراہم

کرتا اور ظاہری و باطنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے۔ توحید خالص اسکی بنیاد اور اخلاق حسنہ اس کی پہچان۔ یہ رنگ نسل، ذات برادری، طاقت و دولت حسب ونسب اور شاہ و ایاز کی بنیاد پر برتری کا قائل نہیں، اس میں افضیلت کا مدار تقوی ہے۔ یہ انسان کی فطری نشو نما اور اللہ تعالی سے عبد و معبود کے خالص تعلق کو قائم و مضبوط کرتا ہے۔ اسلام ہمیں تقوی ،وفاشعاری، امانت دیانت، مروت، حیاو شرافت پاکیزگی اور اچھے اخلاق کا درس دیتا ہے۔

دیگر مذاہب کی تعلیمات بہت محدود ہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل، قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ کے متعلق عقائد بھی واضح نہیں۔ بائبل یا انجیل عیسائیوں کی مقدس کتاب ہے جسے وہ الہامی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بیشتر تحریفات اور ذاتی خواہشات پر مبنی تحریریں ہیں۔ لفظ بائبل خود بائبل کی کتابوں میں بھی کبھی نہیں آیا ہے۔ جبکہ قرآن کا لفظ خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ جدید عہد نامے کی چار انجیلیں دراصل عیسائیوں کی اصل انجیلیں ہیں جنہیں وہ شناخت کی خاطر گوسپلز کہتے ہیں۔ یہ انجیلیں انسانی زندگی کے ہر شعبے سے مجموعی طور پر بحث نہیں کرتی ہیں۔ گوسپلز میں اہم مضامین مثلاً معیشت، طبیعات، خاندان اور معاشرے، توالد و تناسل، نباتات، ارضیات اور کائنات وغیرہ کے بارے میں بہت سرسری سا بیان ہے جس میں بذات خود بہت سی جگہوں پر باہمی تصادم ہے۔

گوسپلز اپنے موضوعات کے اعتبار سے بہت محدود کتابیں ہیں جن کی بنیاد پر آج کوئی دنیاوی و دینی لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔ جبکہ اسلام ہمیں پیدائش سے لے کر موت اور مرنے کے بعد کے احکام کی واضح تعلیم دیتا ہے اور یہ تعلیمات مسلمانوں کی خود ساختہ نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ اسلام نے انسان کی اخلاقی ترقی کے ساتھ معاشرتی فلاح کی تعلیمات دیں۔ عقائد و نظریات، حلال و حرام کے احکامات بتلانے کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کے طریقے یہاں تک کہ قضائے حاجت کا بھی طریقہ بتایا۔ مسلم شریف اور مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: «قَالَ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ، وَهُوَ يَسْتَهْزِئُ: إِنِّي لَأَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتَّى الْخِرَاءَةَ. قُلْتُ: (أَجَلْ أَمَرَنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ، وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِيَ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ وَلَا عَظْمٌ)» "ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں بعض مشرکوں نے مذاقاً کہا کہ ہم تمہارے صاحب (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھتے ہیں کہ تم کو پاخانہ کرنا تک سکھاتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں (ہمیں

حضور علیہ السلام نے اس کے بارے میں بھی تعلیمات ارشاد فرمادی ہیں) ہمیں حضور علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ قبلہ کو منہ نہ کریں اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کریں اور تین پتھروں سے کم پر کفایت نہ کریں اور نہ ہی گوبر اور ہڈی سے استنجاء کریں۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ،باب الاستطابۃ،جلد 1،صفحہ 224،حدیث 262،دار إحیاء التراث العربی ،بیروت*مسند الإمام أحمد بن حنبل،تتمۃ مسند الانصار،حدیث سلمان الفارسی،جلد 39،صفحہ 108،حدیث 23703، مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت)

مشرک نے مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہا تھا لیکن صحابی رسول حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ نے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے اس طنزیہ مذاق کو قابل فخر ثابت کرتے ہوئے مشرک کو لاجواب کرتے ہوئے کہا کہ ہاں ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ہمیں رب تعالی کی بندگی کرنا سکھایا، اخلاق و معاشرہ کی تربیت کرکے ہمارے باطن کو پاک کیا وہاں ظاہری پاکی کا طریقہ بھی بتایا اور ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات دے دیا۔

★... فصل سوئم: محاسن اسلام ...★

اسلام جس طرح اپنی خصوصیات کے سبب دیگر مذاہب پر فائق ہے یونہی دین اسلام میں ایسے کئی محاسن پائے جاتے ہیں جس کے سبب یہ دیگر ادیان سے ممتاز ہے۔دیگر مذاہب میں یہ محاسن یا تو ہے ہی نہیں اگر کسی حد تک ہیں تو اسلام کی طرح کامل نہیں۔چند محاسن اسلام پیش خدمت ہیں:

دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا دین

گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق اس وقت پوری دنیا میں لوگوں کے قبولِ اسلام کرنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز عرب کی سرزمین پر ہی ہوا تھا لیکن 2002ء کے اعداد و شمار کے مطابق پوری دنیا کے 80 فیصد سے زائد مسلمانوں کا تعلق غیر عربی ممالک سے تھا۔1990ء تا 2002ء کے درمیانی عرصہ میں قریبا 2.5 ملین لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ 1990ء میں پوری دنیا میں 935 ملین لوگ مسلمان تھے اور 2000ء میں یہ تعداد 1.2 بلین تک پہنچ گئی۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت پوری دنیا میں ہر پانچ میں سے ایک فرد مسلمان تھا۔2009ء کی ایک امریکی رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں قریبا 1.57 بلین مسلمان موجود ہیں۔جن میں سے 60 فیصد کا تعلق ایشیا سے ہے۔یہ رپورٹ پیو فورم ریسرچ سنٹر کی جانب سے شائع کی گئی جس میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ 2010ء میں پوری دنیا کے 62.1 فیصد مسلمانوں کا تعلق ایشیا سے ہوگا۔2 فروری 1984ء میں شائع ہونے والے ایک میگزین کرسچن پلین ٹرتھ میگزین میں شائع ہونے والے ایک بیان کے مطابق 1934ء تا 1984ء کے درمیانی عرصہ میں اسلام 235 فیصد تک پھیلا۔

نائن الیون کے بعد صرف برطانیہ میں ایک لاکھ لوگ اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ ویلز یونیورسٹی کے محقق کیون بروس کے مطابق ہر سال 5200 افراد دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ قابل ذکر وقت گزارا اور ان سے متاثر ہوئے۔

برطانیہ میں نسلی امتیاز اور اخلاقی اقدار کے فقدان کی وجہ سے لوگ اسلام جیسے امن پسند مذہب کی جانب راغب ہو رہے ہیں۔ انگلینڈ میں تقریباً ساڑھے 7 ملین، فرانس میں 5 ملین اور جرمنی میں چار ملین سے زائد مسلمان موجود ہیں، ان بڑے ممالک کے علاوہ اسپین، اٹلی، ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، یونان وغیرہ میں بھی مسلمان موجود ہیں، جن میں سے اکثر پاکستان، بھارت، بنگلادیش سے تعلق رکھتے ہیں۔

لندن (قدرت نیوز) کے مطابق آئندہ 20 سالوں میں اسلام یورپ کا سب سے بڑا مذہب ہوگا اور مساجد کی تعداد گرجا گھروں سے تجاوز کر جائے گی۔ بین الاقوامی سروے کے مطابق یورپ میں 52 ملین مسلمان آباد ہیں جن کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور یہ تعداد 104 ملین تک پہنچنے کا امکان ہے، پی ای ڈبلیو کے مطابق 2030ء تک مسلمانوں کی تعداد 2 ارب 20 کروڑ تک جا پہنچے گی، 2020ء تک برطانیہ کا نمایاں مذہب اسلام ہوگا۔

جرمنی کی حکومت نے پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جرمنی میں مقامی آبادی کی گرتی ہوئی شرح پیدائش اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی شرح پیدائش کو روکنا ممکن نہیں لیکن اگر صورتحال یہی رہی تو 2050ء تک جرمنی مسلم اکثریت کا ملک بن جائے گا۔ یورپ میں مقامی آبادی کا تناسب کم ہونے کی ایک وجہ وہاں کے لوگوں کا شادی نہ کرنا اور بچوں کی ذمہ داری نہ لینا ہے جبکہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 2050ء تک یورپ کے کئی ممالک میں 60 سال سے زائد عمر کے مقامی افراد مجموعی آبادی کا 75 فیصد تک ہو جائیں گے اور اس طرح بچوں اور نوجوان نسل کا تناسب کم رہ جائے گا جبکہ مسلمانوں کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا جن میں اکثریت نوجوانوں کی ہوگی۔ رپورٹ کے مطابق کینیڈا میں اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے، اعداد و شمار کے مطابق 2001ء سے 2006ء تک کینیڈا کی آبادی میں 6.1 ملین افراد کا اضافہ ہو چکا ہے جن میں سے 2.1 ملین مسلمان ہیں۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے اور آئندہ 30 سالوں میں 5 کروڑ مسلمان امریکی ہوں گے۔ پی ای ڈبلیو کے مطابق دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی آبادی میں نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مسلمان انڈونیشیا میں آباد ہیں مگر 20 سالوں میں یہ اعزاز پاکستان کو حاصل ہو جائے گا جبکہ بھارت مسلم آبادی کے اعتبار سے دنیا کا تیسرا بڑا ملک بن جائے گا۔

حقیقت یہی ہے کہ اسلام امن وسلامتی اور انسانیت کی بھلائی کا درس دیتا ہے، اسی عالمگیر سچائی کی جانچ پڑتال کے بعد یورپ میں اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لینے والوں کی اکثریت مشہور و معروف اور پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل ہے۔یورپ میں گزشتہ سال اسلام کے دائرے میں داخل ہونے والے صرف چند معروف نام ذکر کیے جاتے ہیں:

☆عرب ٹیلنٹ ایوارڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کرنے والی امریکی پاپ گلوکارہ 23سالہ جنیفر گراوٹ ☆بین الاقوامی شہرت رکھنے والے فلپائن کے شہرہ آفاق گلوکار فریڈی اگولر☆ جرمنی کی طرف سے تھائی لینڈ میں بطور سفیر کام کرنے والی یاسمین ☆فرانس کی معروف گلوکارہ میلینئی جارجیادیس المعروف دیام☆ فتنہ فلم کے پروڈیوسر ارناوڈ فانڈورن۔

ان سب کے مطابق اسلام کے مکمل مطالعہ کے بعد ہم نے اسلام قبول کیا۔ان کے علاوہ بے شمار ایسے نام بھی ہیں جو منظر عام پر نہ آسکے۔ باکسر محمد علی، ایوان ریڈلی مریم، محمد یوسف مبلغ یورپ، سمیرا نامی معروف عیسائی راہنما، ماہر تعلیم پروفیسر کارل مارکس، ڈاکٹر ولیمز، برطانوی ماڈل کارلے واٹس اور معروف پاپ سنگر مائیکل جیکسن کے ایک بھائی اور بہن سمیت سینکڑوں ایسے معروف افراد تھے جنہوں نے مختلف ادوار میں اسلام کی ابدی صداقت اور حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ معروف پاپ سنگر مائیکل جیکسن اور شہزادی ڈیانا کے بارے میں بھی ان کے نہایت قریبی حلقوں کی طرف سے بارہا کہا جاتا رہا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔

یورپ میں اچھی خاصی تعداد ان نومسلموں کی بھی ہے، جو مسلمان تو ہو چکے ہیں، مگر انگریزی رسم ورواج کی وجہ سے انھوں نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے، کیونکہ انگریزی سماج آج بھی اسلام قبول کرنے والوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ گیرارڈ بیٹن جیسے لوگوں کی سرپرستی میں میڈیا بلاوجہ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتا نہیں تھکتا۔ مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کا تعصب برتا جاتا ہے، لیکن ان تمام سختیوں اور پروپیگنڈے کے باوجود اسلام یورپ میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔اس بڑھتی ہوئی آبادی اور اسلام کی مقبولیت سے امریکا و برطانیہ سمیت پورا یورپ خاصا پریشان دکھائی دیتا ہے، اسی لیے آئے دن گیرارڈ بیٹن اور ٹیری جونز جیسے متعصب لوگ یورپ میں

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خوفزدہ ہو کر اسلام کی توہین پر اتر آتے ہیں۔ کبھی نعوذ باللہ دنیا کی مقدس ترین کتاب قرآن مجید کو آگ لگا کر اپنے بغض کا اظہار کیا جاتا ہے اور کبھی خانہ کعبہ و مدینہ منورہ پر حملے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں اور کبھی مساجد کے مینار گرانے، مساجد کو مسمار کرنے اور مساجد کی تعمیر پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور کبھی حجاب پر پابندی لگا کر مسلمانوں کو ستایا جاتا ہے۔

قیامِ امن کے لئے اسلام کے رہنما اصول

اسلام امن وامان قائم کرنے کے لیے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر شر پسند عناصر معاشرہ کے امن وسکون کو پراگندہ کرنے پر آمادہ ہوں، ڈاکہ زنی، قتل وغارت گری یا دہشت گردی کے ذریعہ بدامنی پھیلا رہے ہوں، جن کی وجہ سے لوگوں کی عزت وآبرو محفوظ نہ ہو، لوگوں کی جانیں ضائع ہو رہی ہوں، ایسے سماج دشمن عناصر کی سزا قتل یا سولی یا جلاوطنی ہے، تاکہ سماج کے دوسرے ایسے عناصر دوبارہ ایسی حرکتوں کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں، اللہ تعالی کا حکم ہے ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا اُن کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا عذاب۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 33)

اسلام نے جرائم کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے جو سزائیں تجویز کی ہیں، بظاہر وہ سنگین اور حقوق انسانی کے خلاف نظر آتی ہیں، لیکن جرائم کی کثرت اور ان کی سنگین نوعیت نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کے سدِ باب کے لیے ہمارے بنائے ہوئے قوانین اور ہماری عدالتوں کے فیصلے کسی کام کے نہیں ہیں، اگر ہم ایمانداری کے ساتھ، زناکاری، بدعنوانی اور قتل وغارت گری کو ہمیشہ کے لیے معاشرے سے ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام کے بتائے ہوئے اس اصول کو اپنانا ہوگا کہ سزا کی نوعیت جرم کے اعتبار سے اتنی موثر اور بر سر عام ہونی چاہئے کہ دیکھنے والا ہمیشہ

کے لیے جرم سے توبہ کرلے۔ مثال کے طور پر اگر ناحق قتل کرنے والے شخص کو سرعام قتل کیا جائے تو یقیناً بہت ساری جانیں قتل ہونے سے بچ جائیں گی، اگر شادی شدہ زناکار مرد و عورت کو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے اور غیر شادی شدہ زناکاروں کو سرعام کوڑے لگائے جائیں تو اس برائی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے اور لوگ اپنی عزت و آبرو کے لیے فکر مند ہونا چھوڑ دیں۔

جرائم کے سد باب کے لیے اسلام نے ایسی سزاؤں کے ساتھ امن و امان کے قیام کے لیے کچھ رہنما اصول بھی بنایا ہے۔ دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان اصولوں پر عمل کر کے انسانیت کئی بار امن و امان کا ایسا مظاہرہ کر چکی ہے جس کی مثال نہیں ملتی:

1: اسلام یہ بتاتا ہے کہ اگر دنیا میں امن و سکون چاہتے ہو تو ایک اللہ پر ایمان لے آؤ، اپنی اصلاح کرلو اور اچھے کام کرو، قرآن مجید میں اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ﴿فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو جو ایمان لائے اور سنورے ان کو نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم۔

(سورۃ الانعام، سورۃ 6، آیت 48)

2: قیام امن کا دوسرا اسلامی اصول یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ کی ہونی چاہیے۔ بت پرستی سے پاک عبادت کے نتیجہ میں امن و امان قائم ہوگا، اللہ کا فرمان ہے ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

(سورۃ الانعام، سورۃ 6، آیت 82)

3: امن و امان کے قیام کے لیے اسلام نے تیسرا اصول یہ بتایا کہ انسانی سماج میں اخوت و ہمدردی اور بھائی چارہ کو فروغ دیا جائے، ہر شخص دوسرے کا خیر خواہ ہو، اس کی عزت و آبرو کا محافظ ہو، اللہ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ، حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، جلد 1، صفحہ 12، حدیث 13، دار طوق النجاۃ، مصر)

اس اصول کی روشنی میں جب معاشرے کا ہر فرد اپنے پڑوسی، اپنے شہری اور اپنے ملکی بھائی کے لیے خیر اور بھلائی کا جذبہ رکھے گا، تو فتنہ و فساد، خانہ جنگی اور دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی اور پورا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔

تعلیماتِ اسلام

اسلام کے محاسن میں دین اسلام کی وہ خوبصورت تعلیمات ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ میں ایک مسلمان کی راہنمائی کرتی ہیں۔ چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

☆مسلمان صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے، اس اللہ تعالی کے اچھے اچھے اسماء اور بلند صفات ہیں، تو مسلمان کا نظریہ اور قصد متحد ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہے جو اس کا خالق ومالک ہے وہ اسی اللہ تعالی پر توکل کرتا اور اسی سے مدد و تعاون اور نصرت تائید طلب کرتا، اس کا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ عزوجل توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحیم مہربان ہے۔ تو بندہ جب بھی کوئی گناہ کرتا اور اپنے رب کی عبادت میں کوئی کمی و کوتاہی کر بیٹھے تو اسی کی طرف توبہ کرتا ہے۔ وہ اللہ علم رکھنے والا اور بڑا خبر دار اور شہید ہے جس کے علم سے کوئی چیز غیب نہیں جو نیتوں اور سب رازوں اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے اس سے واقف ہے، تو بندہ اپنے آپ پر یا پھر مخلوق پر ظلم کے ساتھ گناہ کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہے اس لیے کہ اس کا رب اس پر مطلع ہے اور دیکھ رہا ہے۔

☆توحید کے بعد نماز اسلام کا اہم رکن ہے۔ نماز مسلمان اور اس کے رب کے درمیان رابطہ ہے جب مسلم نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتا ہے تو اسے سکون واطمنان اور راحت کا احساس ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالی کی طرف رجوع کیا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا کرتے تھے: اے بلال (رضی اللہ تعالی عنہ) ہمیں نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ۔ اگر بعض نفسیاتی امور کے طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کلام میں راحت اور تخفیف ہے تو پھر اللہ تعالی کی عبادت کا کیا کہنا جو اس نفسیاتی مرضوں کے ڈاکٹر اور طبیب کا بھی خالق ہے۔

☆جب ہم زکاۃ جو کہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے کی طرف دیکھتے ہیں تو اسے نفسی بخل اور کنجوسی کی تطہیر پاتے ہیں جو کرم وسخاوت اور فقراء اور محتاجوں کی مدد و تعاون کا عادی بناتی ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی دوسری عبادات کی طرح روز قیامت نفع وکامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

یہ زکاۃ مسلمان پر دوسرے بشری ٹیکسوں کی طرح کوئی بوجھ و مشقت اور ظلم نہیں، بلکہ ہر ایک ہزار میں صرف پچیس ہیں جو کہ سچا اور صدق اسلام رکھنے والا مسلمان دلی طور پر ادا کرتا ہے اور اس کی ادائیگی سے نہ تو گھبراتا اور نہ ہی بھاگتا ہے حتی کہ اگر اس کے پاس لینے والا کوئی بھی نہ جائے تو وہ پھر بھی زکوۃ کے حقدار کو ڈھونڈ کر اسے دیتا ہے۔

☆روزے میں مسلمان اللہ تعالی کی عبادت کے لیے ایک وقت مقررہ کے لیے کھانے پینے اور جماع سے رک جاتا ہے، جس سے اس کے اندر بھوکے اور کھانے سے محروم لوگوں کی ضرورت کے متعلق بھی شعور پیدا ہوتا ہے اور اس میں اس کے لیے خالق کی مخلوق پر نعمت کی یاددہانی اور اجر عظیم ہے۔

☆اس بیت اللہ کا حج جسے ابراہیم علیہ السلام نے بنایا، جس میں اللہ تعالی کے احکامات کی پابندی اور دعا کی قبولیت اور زمین کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمانوں سے تعارف ہوتا ہے یہ بھی ایک عبادت اور رکن اسلام ہے۔حج ایک ہی طرح کے لباس میں سب مسلمانوں کو اکٹھا کرکے انسانی تکبر کو ختم کرکے برابری و عاجزی کی تعلیم دیتا اور محشر کی یاددلاتا ہے۔

☆اسلام تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔قرآن ہمیشہ تحمل کو بنیادی اصول کے طور پر لیتا آیا ہے یہاں تک کہ عبادالرحمن (رحمن کے بندوں) کا تعارف قرآن میں اس طرح کرایا گیا ہے﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔ (سورۃ الفرقان،سورۃ25آیت63)

جب اللہ عزوجل نے موسی علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو اس شخص کے پاس بھیجا جس نے خدائی کا دعوی کیا تھا یعنی فرعون تو اللہ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ جب اس سے بات کرنا تو نرمی سے کرنا۔

☆عفو ودر گزر کی اسلام میں کثیر اعلیٰ امثلہ قائم ہیں۔آپ علیہ السلام کی حیات طیبہ بھی عفوو در گزر اور برداشت میں گزری۔ حتی کہ آپ نے ابو سفیان کے ساتھ بھی نرمی والا معاملہ کیا، حالانکہ اس نے ساری زندگی آپ پر طعن و تشنیع کی تھی۔ فتح مکہ کے دوران آپ نے اعلان کروایا کہ جو ابو سفیان کے گھر پناہ لے لے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔قرآن کریم بڑی شدت سے عفوودر گزر اور تحمل پر زور دیتا ہے۔ایک آیت میں نیک لوگوں کی صفت یوں بیان کی گئی ہے﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے در گزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (آل عمران، سورۃ3، آیت134)

☆اسلام عالمی بھائی چارے کا مذہب ہے۔زندگی خدا تعالی کی طرف سے سب سے بڑی اور نمایاں رحمت ہے اور سچی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت ہے۔چونکہ ہم یہ زندگی خدا کو خوش کر کے گزار سکتے ہیں اس لئے انسانیت پر رحم کرتے ہوئے اس نے پیغمبر بھیجے اور کتاب ہدایت نازل فرمائی۔بھائی چارے کی اعلیٰ مثال انصارِ مدینہ کا کردار ہے جنہوں نے مہاجرین کو نہ صرف اپنے گھروں میں جگہ دی بلکہ اپنی کاروبار میں بھی ان کو شریک کیا تاکہ ان کا گزر بسر ہوتا رہے۔

☆اسلام بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ خصوصاً مہربان تھے۔جب کبھی وہ کسی بچے کو روتا دیکھتے تو اسکے ساتھ بیٹھ جاتے اور اس کے احساسات سنتے۔ان کو بچوں کی ماؤں سے زیادہ ان کا درد ہوتا تھا ایک دفعہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں اور اسے لمبی کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کسی بچے کی رونے کی آواز آتی ہے، جس کی وجہ سے نماز مختصر کرتا ہوں تاکہ اسکی ماں کی پریشانی کم ہو۔

☆اسلام غلاموں، بیواؤں، یتیموں اور غرباء کے ساتھ ہمدردی کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔قبیلہ مقرن کے ایک شخص نے ایک مرتبہ اپنی لونڈی کو مارا۔اس لونڈی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔آپ نے مالک کو بلایا اور فرمایا: تم نے ناحق اس کو مارا، اس کو آزاد کر دو۔ایک لونڈی کو آزاد کرنا آسان تھا، بہ نسبت اس کے کہ برائی کا بدلہ کل قیامت کو ملے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ بیواؤں، یتیموں، غریبوں اور معذوروں کی اعلان نبوت سے قبل بھی حفاظت اور مدد کی۔جب آپ غار حرا سے پہلی وحی کے بعد اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے امید ہے آپ اس قوم کے نبی ہوں گے اس لئے کہ آپ نے ہمیشہ سچ بولا، وعدے کو پورا کیا، اپنے اقربا کی مدد کی، غریبوں اور کمزوروں کی امداد کی اور مہمانوں کو کھانا کھلایا۔

☆انسانوں کے علاوہ اسلام جانوروں کے حقوق بھی بیان کرتا ہے اور جانورں کو بھوکا پیاسا رکھنے پر عذاب کی وعید بتاتا ہے۔ آپ علیہ السلام کی محبت جانوروں اور پرندوں کے لئے بھی عام تھی چنانچہ مروی ہے کہ ایک فاحشہ عورت کو خدا نے ہدایت عطا کی اور وہ صرف اس وجہ سے جنت میں داخل ہوگئی کہ اس نے ایک کتے کو کنویں کے پاس پیاس کی حالت مین پانی پلایا تھا۔ ایک عورت کو دوزخ میں اس لئے ڈال دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو قید کرکے بھوکا مار دیا تھا۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ سے لوٹتے ہوئے چند صحابہ نے گھونسلے سے پرندے کے بچوں کو نکال لیا۔ پرندوں کی ماں آئی اور بچوں کو گھونسلے میں نہ پاکر ادھر ادھر پھڑ پھڑانے لگی۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے حکم دیا کہ پرندوں کو واپس ان کے گھونسلوں میں چھوڑ دیا جائے۔

☆اسلام میں رنگ و نسل کے امتیاز کو ختم کرکے سب انسانوں کو برابر رکھا اور عظمت و بلندی کا دارومدار تقویٰ پر رکھا۔ آپ علیہ السلام نے رنگ اور نسل کی بنیاد پر قائم ہر طرح کے تضادات ختم کئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ذر، حضرت بلال سے ناراض ہوئے اور انکی بے عزتی کردی اور "کالی عورت کے لڑکے" کہا۔ حضرت بلال حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روتے ہوئے واقعہ سنایا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت ابوذر کو بلاکر تنبیہ کی اور فرمایا: کیا ابھی بھی تمہارے اندر جاہلیت کی نشانی موجود ہے؟ اس پر اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے حضرت ابوذر زمین پر لیٹ گئے اور فرمانے لگے "میں یہاں سے اپنا سر اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک حضرت بلال اپنا پاؤں اس پر نہیں رکھ دیتے" حضرت بلال نے ان کو معاف کردیا اور اس طرح دونوں کی صلح ہوگئی۔ یہ وہ تعلق اور رشتہ تھا جو اسلام نے ان لوگوں میں پیدا کیا تھا جو کبھی وحشی ہوا کرتے تھے۔

☆اسلام نے اچھے آداب اور اخلاق حسنہ کا حکم دیا ہے مثلاً: صدق و حق گوئی، حلم و بردباری، رقت و نرمی، عاجزی و انکساری، تواضع، شرم و حیاء، عہد و وفاداری، وقار و حلم، بہادری و شجاعت، صبر و تحمل، محبت و الفت، عدل و

انصاف، رحم و مہربانی، رضامندی و قناعت، عفت و عصمت، احسان، درگزر و معافی، امانت و دیانت، نیکی کا شکریہ ادا کرنا، اور غیض و غضب کو پی جانا۔

☆اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ والدین سے حسن سلوک کیا جائے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی جائے، بے کس کی مدد و تعاون کیا جائے اور پڑوسی سے احسان کیا جائے۔ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ یتیم اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے اور چھوٹے بچوں پر رحم اور بڑوں کی عزت و توقیر اور احترام کیا جائے۔

☆اسلام کہتا ہے کہ مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی جائے اور مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ تنگ دست مقروض کو اور وقت دیا جائے، ایک دوسرے پر ایثار کیا جائے، غم خواری اور تعزیت کی جائے، لوگوں سے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ ملا جائے، مریض کی عیادت و بیمار پرسی کی جائے، اپنے دوست واحباب کو تحفے تحائف دیے جائیں، مہمان کی عزت واحترام اور مہمان نوازی کی جائے، میاں بیوی آپس میں اچھے طریقے سے زندگی گزاریں اور خاوند اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرے ان کی ضروریات پوری کرے، سلام عام کریں، گھروں میں داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کریں تاکہ گھر والوں کی بے پردگی نہ ہو۔

☆اسلام حقوق عامہ کا لحاظ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ ہر وہ عمل اگرچہ وہ نیک ہو لیکن اس سے دوسرے کا حقوق تلف ہوتے ہوں اسلام اس عمل سے منع کرتا ہے۔ اسلام میں یہ منع ہے کہ تلاوت قرآن میں آواز اونچی کر کے دوسرے سوئے ہوئے لوگوں کو تکلیف دی جائے۔

☆اسلام دوسروں کو ضرر دینے سے منع کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جادو کرنا بھی حرام ہے جس سے دو شخصوں کے درمیان جدائی ڈالی جاتی ہے، اسلام نے ستاروں اور برجوں کے بارے میں موثر حقیقی کا اعتقاد رکھنے کو کفر قرار دیا ہے۔

☆اسلام نے یہ منع کیا ہے کہ سود خوری کی جائے اور تمام ایسی خرید وفروخت جس میں دھوکہ فراڈ اور جہالت ہو منع ہیں، خون، شراب، اور خنزیر کی خرید وفروخت اور بت فروشی منع ہے۔ سامان فروخت کرتے وقت اس کے عیب چھپانا بھی منع ہیں، وہ چیز فروخت کرنی بھی منع ہے جس کا وہ ابھی مالک ہی نہیں بنا، چیز کو اپنے قبضہ میں

کرنے سے قبل فروخت کرنا بھی منع ہے، کسی بھائی کی فروخت پر اپنی چیز فروخت کرنی بھی منع ہے، ماپ تول میں کمی کرنا، ذخیرہ اندوزی کرنا بھی منع ہے۔

☆اسلام اخلاقیات کی تعلیم دیتا ہے، ہر وہ بُری عادت جو انسانی شخصیت یا معاشرے میں بگاڑ کا سبب ہو اسلام اس سے منع کرتا ہے جیسے گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، جوا کھیلنا، لوگوں کا مال و دولت غصب کرنا، رشوت لینا، باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانا۔

☆اسلام نکاح وطلاق جیسے اہم مسئلہ کے بارے میں تفصیلی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں شادی نہ کرنا اور دنیا سے بالکل کٹ جانا جائز نہیں اور اسی طرح اپنے آپ کو خصی کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اسلام میں یہ منع ہے کہ ایک ہی عورت سے ایک شخص کی منگنی پر دوسرا شخص بھی منگنی کرلے، دوسرے کو اس وقت کرنی چاہیے جب پہلا اسے ترک کردے یا پھر اسے اجازت دے دے۔ اسلام نے ایک ہی نکاح میں دو بہنوں کو اکٹھا کرنا منع کیا ہے اور یہ بھی منع ہے کہ ایک ہی نکاح میں بیوی اور اس کی پھوپھی، اور بیوی اور اس کی خالہ کو جمع کیا جائے، اس منع کی وجہ یہ ہے کہ دو بہنوں کو جمع کرنے یا پھوپھی کے ساتھ اس کی بھتیجی جمع کرنے سے قطع تعلقی ہوتی ہے اور اسلام صلہ رحمی کا حکم اور قطع تعلقی سے باز رکھتا ہے۔ اسلام نے بیوی سے حالت حیض میں مجامعت کرنے سے منع کیا ہے اور بیوی سے دبر (پاخانہ والی جگہ) میں مجامعت کرنی حرام ہے۔ اسی طرح طلاق کو کھیل بنانا بھی منع ہے اور عورت کے لیے منع قرار دیا گیا ہے کہ وہ بلا وجہ شوہر سے طلاق مانگے یا خاوند سے دوسری بیوی کی طلاق طلب کرے۔

☆اسلام میں منع ہے کہ خاوند سفر سے اچانک رات کو اپنی بیوی کے گھر جائے، لیکن اگر اس نے آنے کی اطلاع دے دی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

☆عورتوں کو بے پردگی سے منع کیا گیا ہے، بیوی خاوند کے گھر میں کسی کو بھی خاوند کی اجازت کے بغیر داخل نہیں کرسکتی۔ اسی طرح میاں اور بیوی کو اپنے درمیان زوجگی کے تعلقات کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

☆اسلام نے ہر اس جانور کا گوشت منع کیا جس کے گوشت کا انسان کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہو جیسے درندوں کا گوشت، خنزیر کا گوشت۔ یونہی مردار کھانے سے منع کیا گیا ہے چاہے وہ پانی میں ڈوب کر مرے یا گردن گھٹنے یا پھر گرنے سے اس کی موت واقع ہو، اسی طرح خون بھی حرام ہے اور وہ جانور بھی حرام ہے جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا ہو۔

☆اسلام میں کسی کو ناحق قتل کرنا حرام ہے، اسلام نے فقر و غربت کے سبب سے اولاد کو قتل کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، اور خود کشی بھی حرام ہے، اسلام زناکاری اور لواطت، اور شراب نوشی کرنے شراب کشید کرنے اور اس کی خرید و فروخت بھی منع کرتا ہے۔

☆اسلام اس سے بھی منع کرتا ہے کہ اللہ تعالی کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کیا جائے، اور والدین کو برا کہنے اور انہیں ڈانٹنے سے منع کیا ہے، اسلام اس سے منع کرتا ہے کہ اولاد اپنے والد کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت نہ کرے۔

☆اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ کسی کو آگ کا عذاب نہ دو اور نہ ہی کسی زندہ یا مردہ کو آگ میں جلاؤ، اسلام مثلہ کرنے سے بھی منع کرتا ہے، (مثلہ یہ ہے کہ جسم میں تراش خراش کی جائے یا قتل کرنے کے بعد کسی کافر کے بھی مختلف اعضاء کاٹ کر اس کی شکل بگاڑی جائے۔)

☆اسلام باطل اور گناہ و معصیت و دشمنی میں تعاون کرنے سے منع کرتا ہے، اللہ تعالی کی معصیت میں کسی ایک کی بھی اطاعت بھی منع ہے، اسی طرح جھوٹی قسم سے بھی منع کیا گیا ہے۔

☆اسلام اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ کس کی بھی کوئی بات اس کی اجازت کے بغیر سنی جائے اور ان کی بے پردگی کی جائے، اسلام اسے بھی جائز نہیں کرتا کہ کسی چیز کی ملکیت کا جھوٹا دعوی کیا جائے۔

☆اسلام فضول خرچی اور اسراف سے منع کرتا ہے، صالح مرد اور عورتوں کے بارہ میں تجسس اور ان کے بارہ میں سوء ظن کرنا بھی منع ہے، اسلام نے آپس میں ایک دوسرے سے حسد و بغض اور حقد و کینہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

☆اسلام باطل پر اکڑنے سے منع کرتا ہے اور تکبر، فخر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا بھی منع ہے، خوشی میں آ کر اکڑنا بھی منع ہے، اسلام نے مسلمان کو صدقہ کرنے کے بعد اسے واپس لینے سے منع کیا ہے۔

☆اسلام اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ مزدور سے مزدوری کروا کر اس کی اجرت ادا نہ کی جائے، اسلام نے اولاد کو عطیہ دینے میں عدل کرنے کا حکم دیا ہے اس میں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دینا منع ہے۔

☆اسلام یہ بھی اجازت نہیں دیتا کہ اپنے سارے مال کی وصیت کر دی جائے اور اپنے وارثوں کو فقیر چھوڑ دیا جائے، اور اگر کوئی ایسا کر بھی دے تو اس کی یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی بلکہ صرف وصیت میں تیسرا حصہ دیا جائے گا اور باقی وارثوں کا حق ہے۔

☆اسلام نے وراثت کی ایسی خوبصورت تقسیم کی ہے کہ ہر مستحق کو اس کا اتنا حصہ دیا ہے جس کی اسے ضرورت ہے۔ اسلام میں اپنی مرضی کے ساتھ دولت تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ حکم دیا کہ اگر باپ زندگی میں اپنے جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو سب اولاد چاہے لڑکا ہو یا لڑکی سب کو ایک جتنا دی کسی کو کم یا زیادہ نہ دے۔ وارث کے وصیت کرنا منع کیا ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے وارث کو اس کا حق دیا ہے۔

☆اسلام کی بہترین تعلیمات میں زندوں کے ساتھ ساتھ فوت شدگان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا ہے۔ اسلام میں میت کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا کہا گیا غسل دینے والے کو کہا گیا کہ مردے کے جسم کی ہڈی نہ توڑو۔ مردے کو نہ جلانے کا کہا گیا نہ چیل کوے کی خوراک بنائی گئی بلکہ قبر میں دفن کرنے کا کہا گیا جو ہر اعتبار سے ایک بہترین عمل ہے۔ مردے کو دفن کرنا اگرچہ عیسائی مذہب میں بھی ہے لیکن اسلام میں مردوں کے متعلق تمام احکام عیسائیوں کی طرح خود ساختہ نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں آپ علیہ السلام نے میت کو غسل دینے، جنازے کو کندھا دینے، نماز جنازہ پڑھنے، اس کو دفن کرنے، اس کی قبر کی زیارت کرنے، اس کی قبر پہ پاؤں یا ٹیک نہ لگانے کے متعلق مکمل احکام ارشاد فرمائے ہیں۔

اسلام کے برعکس دیگر مذاہب میں مردوں کے ساتھ ہونے والے افعال ظالمانہ ہیں۔ روزنامہ ایکسپریس کا ایک آرٹیکل اس پہ ملاحظہ ہو:

مختلف مذاہب میں آخری رسومات ادا کرنے کے دلچسپ مگر ظالمانہ طریقے

موت کا مزہ ہر ذی روح کو چکھنا ہے لیکن مرنے کے بعد انسان کی آخری رسومات کس طرح ادا کی جائے اس کا تصور مختلف مذاہب میں مختلف ہے اور لوگ اسے اپنی مذہبی، ثقافتی اور روایتی انداز سے ادا کرتے ہیں اور بہت سے انداز سے تو عام طور پر لوگ واقف ہی ہیں لیکن کچھ طریقے ایسے دلچسپ اور ظالمانہ ہیں کہ جنہیں جان کر آپ نہ صرف حیران بلکہ کچھ پریشان بھی ہو جائیں گے۔

☆**مردہ کو ممیز میں تبدیل کرنا:** آج سے ہزاروں سال قبل قدیم مصر میں امرا اور بادشاہوں کی لاشوں کو محفوظ کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ اس طریقے میں دل اور دماغ سمیت لاش کے مختلف حصوں کو الگ کر دیا جاتا تھا جس کے بعد خالی جسم کو کیمیکل لگے لکڑی کے برادے سے بھر دیا جاتا تھا اور پھر پورے جسم کو سوتی کپڑے سے لپیٹ کر محفوظ کر دیا جاتا تھا۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اس طرح مرنے والی کی روح اگلے سفر تک محفوظ رہتی ہے۔

☆**کریانوکس:** قدیم زمانے میں لوگ مردہ انسان یا جانور کو انتہائی کم درجہ حرارت پر یعنی برف میں دبا کر کافی عرصے تک رکھ دیتے تھے کیونکہ ان کا ماننا تھا کہ ہو سکتا ہے مستقبل کوئی ایسی دوائی مل جائے جس کا استعمال کر کے اپنے پیاروں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے۔

☆**خلیوں کو پلاسٹک میٹریل سے تبدیل کر کے:** زمانہ قدیم میں دنیا کے ان علاقوں میں جہاں سائنس کی ترقی اپنے عروج پر تھی وہاں مردہ انسان کے جسم سے خلیوں کے مرکزہ میں موجود سیال مائع اور چکنائیوں کو نکال کر اس کی جگہ پر پلاسٹک اور سیلی کون کے مصنوعی اعضا لگا دیئے جاتے تھے جس سے لاش ایک طویل عرصے تک محفوظ رہتی اور اس میں کسی قسم کی بدبو بھی نہیں آتی تھی۔

☆**بحری جہاز پر آخری رسومات:** دسویں صدی میں یورپی ساحلوں پر راج کرنے والے بحری قزاقوں کے سرداروں کی لاشوں کو ایک بحری جہاز پر رکھ کر اس کے ساتھ سونا، کھانا، اور کبھی کبھار غلاموں کو بٹھا کر سمندر کے بیچ پہنچا کر آگ لگا دی جاتی تھی۔ ان کا ماننا تھا کہ اس طرح مرنے والی کی روح پر سکون رہتی ہے۔

☆**درختوں پر رکھ کر:** آسٹریلیا، برطانیہ، کولمبیا اور سربیا میں بھی کچھ قبائل لاش کو درخت کی جڑوں اور شاخوں سے باندھ کر چھوڑ دیتے تھے۔

☆**خاموشی کا مینار:** زمانہ قدیم میں آتش پرست لاش کو اونچے پہاڑ پر بنے خاموشی کے مینار (ٹاور آف سائیلنس) پر لا کر چھوڑ دیتے اور جب کچھ عرصے بعد اس کی ہڈیاں رہ جاتیں تو انہیں جمع کر کے چونے میں ڈال کر گلا دیتے۔ ان کا ماننا تھا کہ اس طرح مرنے والے نے جس جس چیز کو چھو کر گندہ کیا ہوتا ہے وہ اس عمل سے پاک ہو جاتی ہے۔

☆**مردے کے ساتھ اپنی انگلیاں کاٹ کر رکھنا:** مغربی پاپوا گنی کے دانی قبیلے لوگ مرنے والے کے ساتھ اپنے دکھ کے اظہار کے لیے ایک عجیب رسم ادا کرتے ہیں اور اس رسم میں مرنے والے کی رشتہ دار خاتون اپنی انگلیاں کاٹ کر مردے کے ساتھ دفن کر دیتی ہیں جس سے وہ اپنے دکھ اور غم کا اظہار کرتی ہیں۔

☆**اسپرٹ آفرنگ:** ایشیا کے کچھ قبائل مردے کو آبادی سے دور کھیتوں میں دفنا دیتے ہیں اس کے لیے وہ ایک بڑے پتھر کو بیچ میں رکھ کر اوپر جانور کا چارا رکھ دیتے ہیں۔ ویتنام کے لوگ لاش کے ساتھ کچھ رقم بھی رکھ دیتے ہیں کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ مرنے والا اپنی ضرورت کے مطابق آئندہ زندگی کے لیے جو چاہے خرید لے۔

☆**ایکوامیشن:** امریکا میں عام طور پر یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جس میں لاش کو ایک اسٹیل کی مشین میں رکھ کر اسے ایک خاص درجہ حرارت پر چلایا جاتا ہے جس سے جسم مائع میں تبدیل ہو جاتا ہے جبکہ ہڈیاں محفوظ رہتی ہیں تاہم اسے ہاتھوں سے راکھ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس راکھ کو متعلقہ رشتے دار کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو اسے پانی میں بہا دیتا ہے۔

☆**خلا میں:** 20 ویں صدی میں شروع ہونے والے اس طریقہ میں مرنے والے کی خواہش کے مطابق اس کے جسم کے جلائے ہوئے اجزا کو خلائی کیپسول میں رکھ کر راکٹ کی مدد سے فضا میں فائر کر دیا جاتا ہے، اس طریقے سے اب تک 150 افراد کو آخری رسومات ادا کی گئیں ہیں۔

☆**آسمانی رسومات:** ہزاروں سال کے رائج اس رسم میں تبت کے رہنے والے بدھ بھکشو اپنے مردے کی لاش کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے پرندوں کے سامنے ڈال دیتے ہیں، جب کہ اب بھی 80 فیصد بدھ بھکشو یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

☆ **ٹیکسی ڈرمی:** اس طریقہ میں مرنے والے جانور کو کھال کو کیمیکل لگے بھوسہ بھر کر اس کو دوبارہ زندگی والی شکل دی جاتی ہے۔ لیکن اب کچھ لوگ مرنے کے بعد اپنی ٹیکسی ڈرمی کرنے کی وصیت بھی کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں۔ (روزنامہ ایکسپریس، 23 فروری 2015ء)

★... فصل چہارم: اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈہ کا سرسری جائزہ...★

ماضی کی طرح عصر حاضر میں بھی مختلف کفار اقوام ملت واحد بن کر اسلام کے خلاف کمربستہ ہیں۔ خود نام نہاد مجاہد تیار کر کے ان سے جہاد کے نام پر مسلم ممالک میں قتل و غارت کرواتے ہیں، پھر ان ممالک کو بچانے کے بہانے قبضہ کر رہے ہیں۔ مسلمان خود دہشت گردی کا شکار ہے لیکن بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کی جارہی ہے۔ اسلامی سزاؤں اور احکام کو اخلاقیات کے منافی ثابت کرنے کے لئے سیکولر لوگوں کا استعمال کیا جارہا ہے۔ میڈیا کو اپنے ماتحت کر کے کبھی اسلام کی خلاف فلمیں بنائی جارہی ہیں تو کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبیاں کر کے لوگوں کو جذبات کو مجروح کیا جارہا ہے۔ عوام کو دینی طبقہ سے بدظن کر کے انہیں نہ صرف دین سے دور کیا جارہا ہے بلکہ دینی طبقہ کے خلاف زبان درازی کرنے والا بنایا جارہا ہے۔

اسلام کے خلاف سازش کرنے والے گروہ

اسلام اور اسلامی احکام اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں کرنے والے درج ذیل قسم کے گروہ ہیں:

☆ **کفار:** جو کسی صورت اسلام کی ترقی اور اسلام کے ایک مضبوط دین کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ شروع سے ہی اس کے خلاف رہے ہیں یہود و نصاری کے علاوہ ہندو بھی اسلام کے دشمن رہے ہیں۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں کفار کے متعلق فرمایا﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 51)

☆ **مفاد پرست:** بعض مفاد پرست لوگ ایسے ہیں جن میں کفار کے ساتھ ساتھ بعض نام نہاد مسلمان بھی ہیں جو مذہب کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ان کا مقصد اپنے مذہب کے لئے کوشش کرنا نہیں ہوتا بلکہ

شہرت حاصل کرنے، پیسہ کمانے یا کوئی منصب حاصل کرنے کے لئے ہر وہ فعل کرنا ہوتا ہے جس سے ان کا یہ مقصد پورا ہو جائے۔ ان مفاد پرستوں میں اول نمبر پر این جی اوز ہوتی ہیں جن کا کام غیر ملکیوں سے پیسے بٹورنے کے لئے اسلام، اسلامی سزاؤں اور دینی راہنماؤں کے خلاف کاروائیاں کرنا ہوتا ہے۔

این جی اوز کے بعد صلح کلی افراد ہیں جن میں اکثریت ان نام نہاد دینی شخصیات کی ہے جو دنیا کے حصول کے لئے مذہب کا سہارا لیتے ہیں۔ شرعی احکام کو توڑ موڑ کر کفار کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ اسلام کفار سے محبت کرنے کا درس دیتا ہے، اقلیتوں کا اس حد تک اسلام تحفظ کرتا ہے کہ اگر مسلم ممالک میں رہتے ہوئے اگر کوئی کافر اسلام اور نبی کے خلاف زبان درازی کرتے تو اس پر اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

☆ **مغرب سے مرغوب جاہل عوام:** اسلام کے خلاف ہونے والے منصوبوں میں عام عوام کو استعمال کیا جاتا ہے جو عوام دین سے دور ہوتی ہے اور مغربی معاشی اور سائنسی صورت حال سے مرعوب ومرغوب ہو کر جسمانی غلامی کے ساتھ ساتھ فکری غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے ہوئے مغربی وابستگی کو اپنے لیے سرمایہ افتخار اور ان کے لٹریچر کو علمی ورثہ متصور کرتی ہے۔ یہ عوام یا تو کسی وجہ سے دینی راہنماؤں سے خود بدظن ہوتی ہے یا میڈیا کے ذریعے ان کو اسلام اور علماء سے دور کیا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ ان کو سیکولر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ گروہ ڈائریکٹ اسلام کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ نادانستہ طور پر اسلامی سزاؤں اور بعض احکام کے خلاف باتیں کرتا رہتا ہے اور اپنی خواہشات کو دینی احکام پر فوقیت دیتے ہوئے نفس کا تابع ہوتا ہے۔

☆ **مستشرقین:** ایک ایسا گروہ بھی ہے جو ہوتا تو کفار کا ہے لیکن وہ اسلام کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے پہلے اچھی طرح اسلام کو پڑھتا ہے اس پر عبور حاصل کرتا ہے پھر ایک علمی انداز میں اسلام پر اعتراضات کرکے مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ گروہ بہت پرانا اور خطرناک ہے۔ اس گروہ کو مستشرقین کہا جاتا ہے۔ مستشرقین کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

مستشرقین کا تحقیقی جائزہ: تاریخ شاہد ہے کہ بعض کفار نے اسلام کا مطالعہ کرکے اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ اب سے نہیں ہے کئی صدیوں سے ہے۔ ایسے لوگوں کو مستشرقین کہا جاتا

ہے۔ مستشرقین کا تعلق صرف ایک مذہب سے نہیں بلکہ بعض مستشرقین یہودی تھے اور بعض عیسائی جس طرح گولڈ زیہر اور جوزف شاخت یہودی تھے اور فلپ ۔ ہٹی ، ایچ ۔ مائیکل ۔ہارٹ ، مجید خدوری وغیرہ عیسائی تھے۔ مستشرقین کا تعلق کسی خاص ملک یا علاقہ سے نہیں بلکہ پوری دنیا میں مستشرقین موجود ہیں جس طرح: میکڈونلڈ امریکی، ویلیم جونز برطانوی، ریجی بلاشیر اور ہنری لامنس فرانسیسی، روسی، اطالوی، آرتھر جیفری اور اے۔ جے آربری انگریزی مستشرق ہیں۔

اشتراق کا اصطلاحی معنی: جدید اصطلاح کے مطابق مستشرق ایسے شخص کو کہا جائے گا جو مغرب سے تعلق رکھتا ہو اور مشرقی علوم و تہذیب حاصل کرے، نظریہ اسلام کا مخالف ہو اور اسلامی تعلیمات کا فہم حاصل کر کے اپنے مذہبی و دنیاوی اور دیگر مقاصد حاصل کرے۔

حضور علیہ السلام کے دور مبارک ہی میں یہود و نصاریٰ نے آپ کی نبوت کا انکار کر کے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے شروع کر دیے تھے۔ آپ کے بعد عہد خلفائے راشدین، بنوامیہ، بنوعباس اور ترک حکومت کے دور میں اپنی پوری کوشش کے ساتھ اسلام اور ناموس رسالت پر حملے کیے لیکن مسلمانوں نے ہر دور میں ان کے فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور علمائے اسلام نے اسلام و ناموس پر ہونے والے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے۔

یہود و نصاریٰ نے اسلام دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ راہ اختیار کی کہ باقاعدہ اسلامی علوم حاصل کیے اور عربی زبان کو بھی سیکھا، جن میں اہم نام یوحنا کا ہے جس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کئی کتابیں لکھیں اور یہی کتاب دیگر کتب کے لکھنے کا سبب بنی۔

فریڈرک اور ریمنڈ نے عربی اور علوم اسلامیہ کے حصول میں خوب عرق ریزی کر کے عربی اور علوم اسلامیہ حاصل کیے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی کتابوں سے توڑ موڑ کر اسلام کے خلاف، رسالت علیہ السلام کے خلاف لٹریچر عام کیا جائے۔ چودھویں صدی عیسوی میں مستشرقین کی طرف سے باقاعدہ مشرقی لغات سیکھنے کے لیے پانچ ادارے تشکیل دیے گئے ۔۔ پاریس ۔ آکسفورڈ ۔ جامعہ بابویہ ۔ بولونیا ۔ سلمنکا ۔ سولہویں صدی عیسوی میں مستشرقین نے کالج دی فرانس (College the France) میں عربی شعبہ قائم کیا۔ سترہویں صدی عیسوی

میں کالج آف پروپیگنڈا (College of Propaganda) قائم کیا گیا۔ نیز سترہویں صدی عیسوی میں دائرہ معارف اسلامیہ (Encyclopedia of Islam) بھی مرتب کیا گیا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے مشہور مستشرقین: ایڈورڈ گبن، جارج سیل، ریسکی، ہمفرے پریدو۔ اور انیسویں صدی عیسوی میں مستشرقین کی طرف سے اسلام پر بہت زیادہ کام کیا گیا جس کو آج بھی ان کی اسلام میں علمی خدمات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے مشہور مستشرقین: تھامس کارلائل، اسپر نگر، دوزی۔

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مستشرقین کی اسلامی مخالفت بھی عروج پر رہی، احادیث اور تاریخ اسلام کو توڑ موڑ پر بیان کیا گیا اس کام میں اہم کردار گولڈ زیہر کا رہا ہے جس کو تحریک استشراق میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور جوزف شاخت جیسے مستشرقین اس کی اتباع کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالے رہے۔

بیسویں صدی عیسوی کے مشہور مستشرقین: ولیم میور، گولڈ زیہر، ونسنک، جوزف شاخت، آربری، رودی پارٹ، نکلسن، ہنری لامنس، مارگولیوتھ۔ ان میں بالخصوص ولیم میور، گولڈ زیہر، جوزف شاخت کی اسلام سے مخالفت کسی سے پوشیدہ نہیں انہوں نے قرآن کریم کے خلاف وہ ہرزا سرائیاں کیں کہ جن کو ایک مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ایسے وسائل وذرائع جو مستشرقین اسلام کی مخالفت کے لیے استعمال کر رہے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں: مختلف موضوعات پر کتب، رسائل و جرائد، مختلف مقالہ جات، مذہبی ادارے، اداروں میں مختلف موضوعات پر لیکچرز، اسلامی مواد میں حصہ، موسوعہ جات (انسائیکلوپیڈیا) وغیرہ۔ اب موجودہ دور میں میڈیا ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے پوری دنیا کا اکثر میڈیا یہودیوں کے کنٹرول میں ہے۔ اس وقت میڈیا کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔

المختصر یہ کہ مختلف گروہ اپنے اپنے طور پر اسلام کے خلاف پوری کوشش کر رہے ہیں بالخصوص نائن الیون کے بعد تو اسلام دشمن قوتیں نہ صرف اسلامی ممالک پر قابض ہو رہی ہیں بلکہ مسلمانوں کا قتل عام کرنا، اسلام کے خلاف انٹرنیشنل سطح پر میڈیا کے ذریعے پروپگینڈہ کرنا تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ لیکن ان شاء اللہ دشمنوں کی فریبانہ

چالیں ہمیشہ ناکامی سے وابستہ و پیوستہ رہیں گی، اسلام کی سرسبز و شاداب کھیتی میں مغربی بیج بونے نہیں دیا جائے گا ۔کیونکہ باطل، حق کے مقابلہ میں ہمیشہ شکست خوردہ رہا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے۔ (سورۃ الانبیاء، سورۃ 21، آیت 18)

★... فصل پنجم: اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات...★

☆**اعتراض:** یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام کو امن کا مذہب قرار دیا جائے، کیونکہ یہ تو تلوار (جنگ وجدال) کے زور سے پھیلا ہے؟

جواب: یہ وہ اعتراض ہے جس کی وجہ سے کفار کو اسلام سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ یہ تاریخی جھوٹ ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نیک حکمران کے علاوہ کوئی فاسق حکمران بھی ایسا نہیں آیا جس نے زبردستی کسی قوم کو تلوار کے زور پر مسلمان کیا ہو۔ اسلام درحقیقت اپنے ایک کامل مذہب ہونے کی وجہ سے پھیلا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ علاقے جن میں اسلامی فوجیں کبھی داخل بھی نہیں ہوئی آج وہاں لاکھوں میں مسلمان آباد ہیں۔ اس وقت امریکہ میں سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔ اسی طرح یورپ میں بھی تیز ترین رفتار انداز سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہی ہے۔ کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ وہ کون سی تلوار ہے جو مغرب کے لوگوں کو اتنی تیزی سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کررہی ہے؟

مسلمانوں کے برعکس کفار نے زبردستی مسلمانوں کو کافر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہندوستان میں ایسی تحریکیں چلائی گئیں اور حال ہی میں پھر زبردستی مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوشش کی گئی۔ مسلمانوں نے اسپین پر کئی سالوں تک حکومت کی، اسپین میں مسلمانوں نے لوگوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے (مسلمان بنانے) کے لیے کبھی تلوار کا استعمال نہیں کیا۔ بعدازاں عیسائیوں نے اسپین پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کو زبردستی و مجبورا عیسائی بنانا شروع کردیا۔ حد تو یہ ہے کہ پورے اسپین میں کسی ایک مسلمان کو بھی یہ اجازت نہ تھی کہ وہ آزادی سے اذان ہی دے سکتا بلکہ گھر میں قرآن رکھنے کی ممانعت تھی۔

مسلمان پچھلے چودہ سو سال سے مجموعی طور پر مسلمان سرزمین عرب پر چودہ سو سال سے حکمران ہیں۔ اس کے باوجود، آج بھی وہاں ہزاروں عرب ایسے ہیں جو عیسائی ہیں، یعنی وہ عیسائی جو وہاں نسل در نسل آباد چلے آرہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے تلوار استعمال کی ہوتی تو اس خطے میں کوئی ایک عربی بھی ایسا نہ ہوتا جو عیسائی رہ پاتا۔

ہندوستان پر بھی مسلمانوں نے لگ بھگ ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ اگر وہ چاہتے تو ان کے پاس اتنی طاقت تھی کہ وہ ہندوستان میں بسنے والے ایک ایک غیر مسلم کو (تلوار کے زور پر) اسلام قبول کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ آج ہندوستان کی اکثر آبادی غیر مسلموں پر مشتمل ہے۔ ہندوستان میں غیر مسلموں کی اتنی بڑی اکثریت خود اپنی زبان سے یہ گواہی دے رہی ہے کہ برصغیر میں بھی اسلام طاقت کے زور سے ہرگز نہیں پھیلا۔

آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا، دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ ملائشیا میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ کون سے فوج تھی جو مسلح ہو کر انڈونیشیا اور ملائشیا پر حملہ آور ہوئی تھی؟

اسی طرح براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ بھی اسلام بہت تیزی سے پھیلا ہے۔ ایک بار پھر، یہی سوال سامنے آتا ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو کون سے مسلمان ملک کی فوج ان علاقوں کو فتح کرنے اور لوگوں کو مسلمان کرنے وہاں گئی تھی؟

چین پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی مگر لاکھوں مسلمان وہاں کہاں سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلم سلاطین کے تخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہا مگر آج وہاں لاکھوں مسلمان کس طرح پیدا ہو گئے؟ تھائی لینڈ، فلپائن اور مشرق اقصیٰ کے دوسرے ملکوں اور جزیروں میں جہاں کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہیں پہنچا اسلام کا قدم وہاں کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمان پر تلوار چلائی تھی ان پر تلوار کس نے چلائی ان کو مسلمان کس نے بنایا؟ یہ ایسی یقینی سچائیاں ہیں جن کا انکار یا جن کو نظر انداز کوئی اندھا اور کور چشم ہی کر سکتا ہے۔ اسلام دین رحمت ہے یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں جسے دلیل کی ضرورت پڑے یہ ایک ایسا بدیہی وجود رکھتا ہے جس کیلئے شواہد اور دلائل کی قطعی حاجت نہیں ہے۔

باقی مسلمانوں کا صحابہ سے لے کر بعد تک جہاد سے فتوحات کرنا کفار کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں۔ کبھی کبھار امن برقرار رکھنے کے لیے طاقت استعمال کرنا پڑتی ہے۔ اس دنیا کا ہر فرد امن اور ہم آہنگی قائم رکھنے کے حق میں نہیں۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے ظاہری یا پوشیدہ مفادات کے لیے امن وامان میں خلل ڈالتے رہتے ہیں۔ لہٰذا، بعض مواقع پر امن قائم رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک میں پولیس کا محکمہ ہوتا ہے جو مجرموں اور معاشرے کے شرپسند عناصر کے خلاف طاقت استعمال کرتا ہے تاکہ ملک میں امن وامان

برقرار رکھا جاسکے۔ اسلام امن کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اسلام ہمیں یہ ترغیب بھی دیتا ہے کہ ناانصافی کے خلاف لڑیں۔ لہٰذا، بعض مواقع پر ناانصافی اور شرپسندی کے خلاف لڑائی میں طاقت کا استعمال بھی کرنا پڑتا ہے۔

دیگر مذاہب کی طرف نظر کی جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کئی مذاہب نے طاقت کے زور پر لوگوں کو اپنا مذہب اپنانے کی کوشش کی ہے۔ بارہویں اور تیرہویں صدی میں جنوبی فرانس کے ایلبی جینزی فرقہ کے لوگ مسیح کی تصلیب اور مرکزی اٹھنے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ پوپ انوسنٹ سوم نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد مارے گئے اور ان کی بستیوں کی بستیاں تباہ و برباد کردی گئیں۔ بعض جگہ رومن کیتھولک عقیدہ کے عیسائیوں نے دوسرے فرقوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کیا اور بعض جگہ انہوں نے اپنے بھائی رومن کیتھولک عیسائیوں سمیت بستی کے سب باشندوں کو یہ کہہ کر بے دریغ تہ تیغ کیا کہ فی الحال سب قتل کردو، ان میں سے جو خدا کو صحیح طور پر ماننے والے ہیں انہیں وہ خود ہی پہچان لے گا۔

انگلستان میں عیسائی فرقوں کی بے شمار باہمی زیادتیوں میں ملکہ میری ٹیوڈر کے عہد میں اہم پروٹسٹنٹ شخصیتوں کو زندہ جلانے کے واقعات اور ملکہ الزبتھ اول کے زمانہ میں کیتھولک عیسائیوں پر زیادتیاں نمایاں ہیں۔ سترہویں صدی میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک عیسائیوں کے درمیان وسطی یورپ میں ہونے والی تین سالہ جنگ (1648تا1618 عیسوی) نمایاں ہیں جس میں لاکھوں افراد مارے گئے۔

فرانس ہی میں جب 1572ء میں قدیس برتلمائی کا دن منایا جارہا تھا، رات کی تاریکی میں شاہی فوجیں اور کیتھولک عوام پروٹسٹنٹ شہریوں پر ٹوٹ پڑے اور بے شمار افراد ہلاک کردیئے۔

غیرانسانی ظلم و تشدد کی انتہا یہ تھی کہ:

Babies were thrown out of windows and tossed into the river. (Colin Wilson: A Criminal History of Mankind Page 337, London 1985)

ترجمہ: بچوں کو کھڑکیوں سے باہر اچھال کر دریا میں پھینک دیا گیا۔

غیرانسانی تشدد میں عیسائیوں کے درج ذیل طریقے تھے:

(1) زندہ انسانوں کے گوشت کو چمٹیوں سے نوچنا اور آگ میں تپائے ہوئے لوہے سے داغنا یا لوہے کی تپائی ہوئی پلیٹ پر زبردستی بٹھانا۔

(2) آدھ جلے انسان کو آگ سے نکال کر سسک سسک کر مرنے کے لئے چھوڑ دینا۔

(3) عورتوں اور مردوں کو ان کے بالوں کے سہارے چمنی میں لٹکا دینا اور نیچے انگیٹھی میں آگ جلا دینا تاکہ وہ دھوئیں سے دم گھٹ کر مر جائیں۔

(4) آہستہ اور نرم آگ میں زندہ جلانا تاکہ اذیت میں اضافہ ہو۔

(5) عریاں کرکے سر سے پاؤں تک پورے جسم پر سوئیاں اور پن چبھونا۔

(6) لوگوں کو ننگا کرکے ان کے جسموں پر شہد مل کر انہیں باندھ دینا یا لٹکا دینا تاکہ کیڑے مکوڑے ان کے سارے جسم سے چمٹ جائیں اور انہیں کاٹ کاٹ کر موت سے ہمکنار کریں۔

(7) عورتوں اور مردوں کے پیٹوں میں دھونکنیوں سے ہوا بھرنا یہاں تک کہ ان کے پیٹ پھٹ جائیں۔

(8) دودھ پلانے والی ماؤں کو باندھ کر ان کے شیر خوار بچے ان کے سامنے پھینک دینا یہاں تک کہ وہ سسک سسک کر مر جائیں۔

(9) عورتوں کو عریاں کرکے پاؤں یا بازوؤں کے سہارے سب کے سامنے لٹا دینا۔

(10) عورتوں، بالخصوص کنواریوں یعنی راہبات کی چھاتیاں کاٹنا۔

(11) مردوں کے اعضائے تناسل کاٹ دینا اور انہیں مجبور کرنا کہ وہ ان کٹے ہوئے اعضا کو ہاتھوں میں اٹھا کر گلیوں اور بازاروں میں گھومیں۔

(12) قید خانوں میں عورتوں اور مردوں کو اکٹھا قید کرنا اور بعض قیدیوں کو ایسی بیڑیاں اور زنجیریں برسوں تک پہنا رکھنا جو کسی حالت میں اور کسی بھی ضرورت کے لئے کھولی نہ جاتی تھیں۔

(13) رسوں سے باندھ کر کنوؤں میں بار بار ڈبکیاں دینا۔

(14) ایسے ڈنڈوں سے مارنا جن میں لوہے کے کانٹے لگے ہوئے تھے۔

(15) ناک، کان، چہرہ اور جسم کے دوسرے اعضاء ایک ایک کر کے اور کئی دنوں کے وقفوں سے کاٹنا۔

محققین یہ کہنے پر مجبور ہیں:

Chrstianity has the distinction among the historic religions of having inflicted torture and death upon those who rejected it, in incomparably greater volume than any other.

(Joseph McCabe: Retionalist Encyclopaedia, Page 411, London)

ترجمہ: عیسائیت کو تاریخی مذاہب میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے اپنے مسترد کرنے والوں کو اتنے زیادہ تشدد اور موت کا نشانہ بنایا ہے کہ کوئی اور مذہب اس کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتا۔

☆**اعتراض:** مسلمان جہاد کے نام پر قتل و غارت کرتے ہیں۔

جواب: یہ اعتراض جہاد کو نا سمجھنے کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ مختصرا عرض یہ ہے کہ اسلام میں جہاد دو وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے: (1) جب کفار مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ (2) اسلام کے نفاذ کے لیے۔ پہلی صورت میں تو جہاد پر اعتراض کرنا بے وقوفی ہے کہ اگر حملہ آور قوم سے اپنی جان بچانے کے لیے جنگ نہ کی جائے تو یہ اپنے ہاتھوں خود کو اپنے اہل و عیال اور اپنی قوم کو ہلاک کرنا ہے۔ جہاد کی دوسری صورت کو بھی اگر عقلی طور پر دیکھا جائے تو یہ ظلم نہیں بلکہ مخلوق کی خیر خواہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب دیگر ادیان تحریف شدہ اور خود ساختہ احکامات پر مشتمل ہیں جس میں انسانی حقوق کی پامالی ہے، غریبوں کے لیے اور قانون اور امیروں کے لیے اور حکم ہے۔ ان خود ساختہ قوانین پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے فرد و معاشرہ ترقی کی طرف نہیں بلکہ تنزلی کی طرف جائے گا اور فساد بھرپا ہوگا تو ان سب مفسدات کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے ان پر اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ اسلامی احکامات کو نافذ کر کے ہر فرد کو اپنے اخلاق اچھے کرنے کا موقع اور معاشرہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا جائے۔ جہاد کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کافروں پر جہاد کر کے ان کو زبردستی مسلمان کیا جائے، ایسا کوئی بھی تاریخ سے ثابت نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں نے جہاد کر کے کفار کو زبردستی اسلام میں داخل کیا ہو۔ تاریخ بھری پڑی ہے ایسے واقعات سے جن میں ہر قوم کو ان کی مرضی پر

چھوڑا گیا کہ اگر کوئی اپنی مرضی سے مسلمان ہونا چاہے تو خوش آمدید کہا اور جو اپنے کفر پر برقرار رہ کر ذمی بننا چاہے تو اسلام نے اس کے حقوق بیان کیے کہ کسی یہودی یا نصرانی پر زیادتی کرنا بھی ظلم ہے یعنی جبراً اس کا مال لے لینا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا میں قیامت کے دن اس کا مقابل ہوں گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اہل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارۃ، جلد3، صفحہ170، حدیث3052، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

فقہ کی کتاب ”جواہر الاخلاطی“ میں ہے“لم غصب المسلم من ذمی اوسرق منه یعاقب المسلم ویخاصمه الذمی یوم القیٰمة فظلامة الکافر اشد من ظلامة المسلم لان الکافر من اهل النار ابدا ویقع له التخفیف بالظلامات التی قبل الناس فلایرجی منه ان یترکها والمسلم یرجی منه العفو“ترجمہ: اگر مسلمان نے ذمی سے کچھ غصب کیا یا اس کی چوری کی تو مسلمان کو سزا دی جائے گی اور ذمی قیامت کے روز اس سے خصومت کرے گا لہذا کافر پر ظلم مسلمان پر ظلم سے سخت تر ہے کیونکہ کافر دائمی جہنمی ہے اور لوگوں کی اس پر جو زیادتیاں ہیں ان کے سبب سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو گی لہذا اس سے یہ امید نہیں کہ وہ ان زیادتیوں کو معاف کرے گا، البتہ مسلمان سے معافی کی توقع جا سکتی ہے۔ (جواہر الاخلاطی، فصل فیما یکرہ لبسہ وفیما لایکرہ، صفحہ297،238، قلمی نسخہ)

اسلام میں موجود جہاد کی کچھ شرائط اور احکامات ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ کفار کے بچوں، عورتوں بوڑھوں، راہبوں (جوگیوں) وغیرہم کو قتل نہ کیا جائے صرف ان سے لڑنا ہے جو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے مقابلہ میں آئیں۔ دیگر مذاہب میں بھی اپنے مذہب کے مخالف قوموں سے لڑنے کا ذکر ان کی اپنی دینی کتب میں موجود ہے جس پر ہر مذہب عمل پیرا ہوتا ہے لیکن کسی بھی مذہب میں لڑائی کے وہ اصولی حکامات موجود نہیں جو اسلام میں ہیں۔

تشدد اور سختی کا سلوک کرنے کا درس دیتے ہوئے بائبل میں ہے: جب خداوند تیرا ان (تیرے دشمنوں کو) تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مارے تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔ اور تو ان سب قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر دے گا نابود کر ڈالنا۔ تو ان پر ترس نہ کھانا۔

(استثنا7:16:2)

ایک جگہ ہے: یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں۔ (متی10:37-34)

یہودیوں کی مذہبی کتاب "تالمود" میں ہے: کسی غیر یہودی کی سلامتی یا بہتری کے لئے کوئی تمنا اپنے دل میں نہ آنے دو۔ اگر کوئی آبادی تمہارے قبضہ میں آجائے تو وہاں کے تمام لوگوں کو قتل کردو اور تمہیں قطعاً اجازت نہیں کہ کوئی قیدی اپنے پاس رکھو لہٰذا عورتیں بوڑھے، بچے سب قتل کردیئے جائیں۔ جس زمین پر یہودیوں کا قبضہ نہیں وہ نجس ناپاک ہے کیونکہ پاک صرف یہودی ہی ہیں اور وہ زمین صرف پاک ہوتی ہے جس پر یہودیوں کا قبضہ ہو۔ (تالمود)

ہندوؤں کی مذہبی کتب میں ہے:

☆ دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلادو۔ (اتھروید ادھیاء، ستیارتھ پرکاش)

☆ دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ دیعنی گائے بیل بکری اور لوگوں کو بھوکا مار کر ہلاک کرو۔

(اتھروید ادھیاء، ستیارتھ پرکاش)

☆ جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اسی طرح ان کو تڑپا تڑپا کر مارو۔ (اتھروید)

تاریخ شاہد ہے کہ دیگر مذاہب بھی اپنے مذہبی احکام کو دوسری اقوام و ملک پر نافذ کرنے کے لیے لڑتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اس کو ہر مذہب کے پیشوا عبادت قرار دیتے ہیں۔ صلیبی جنگیں پادریوں کے کہنے پر لڑی گئیں جس میں مسلمان مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں اور بچوں کا بھی قتل عام کیا گیا۔ پوپ اربن دوم نے کلیر مونٹ کی کونسل میں یہ اعلان کیا تھا کہ کروسیڈ مذہبی جنگ ہے۔ سی پی ایس کلیرک اپنی تاریخ کلیسا میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے اربن نے یہ عام اعلان کردیا کہ جو شخص بھی اس جنگ میں حصہ لے گا اس کی مغفرت یقینی ہے۔

(C.P.S Clarke: Chrurch History, Page 204, The Morehouse Publishing Co, London)

تاریخ سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کا بدلا یہودیوں کا قتل عام کر کے لیا ہے چنانچہ ہربرٹ ملر لکھتا ہے عیسائیت کے غلبہ کے بعد بنی اسرائیل کو مسیح کی تکالیف کا کئی لاکھ گنا بدلہ چکانا پڑا۔ مشہور پوپ ہلڈر برینڈ نے کہا تھا: جو اپنی تلوار کو ان لوگوں کا خون کرنے سے روک رکھے وہ لعنتی ہے۔

مزید اگر دیکھا جائے تو جو تاریخی قتل وغارت ہوئی ہے وہ کفار کے ہاتھوں ہی ہوئی ہے مثلاً:

☆دوسری جنگ عظیم کے بعد 1941 سے لیکر 1948 تک یہودیوں نے 259 سے زائد دہشت گرد کاروائیاں کیں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ یہودی سب کچھ ہو سکتے ہیں مسلمان تو بالکل نہیں ہو سکتے۔

☆ہٹلر نے 60 لاکھ یہودیوں کو قتل کیا، فلسطینی مسلمانوں نے ان کو پناہ دی جس کا صلہ یہ ملا کہ یہودیوں نے فلسطینیوں کو ان کی اپنی سرزمین سے نکال باہر کیا اور اب جب وہی فلسطینی اپنا ہی گھر واپس مانگتے ہیں تو وہ دہشت گرد اور شدت پسند ہیں۔

☆جوزف اسٹالن نے 2 کروڑ افراد کو قتل کیا جن میں سے ڈیڑھ کروڑ کو بھوکا رکھ کر مارا گیا، یہ مسلمان نہیں تھا۔

☆ چینی ماؤزے تنگ نے ڈیڑھ سے دو کروڑ افراد کا قتل کیا وہ بھی مسلمان نہیں تھا۔

☆اٹلی کے بنیتو مسولینی نے 4 لاکھ افراد کو قتل کیا۔

☆فرانسیسی انقلاب کے دوران 2 لاکھ افراد کو ایک ایسے انسان نے قتل کیا جو مسلمان نہیں تھا۔

☆اشوکا، جسے ہندو بہت مانتے ہیں، اس نے ایک لاکھ افراد کو قتل کیا وہ مسلمان نہیں تھا۔

☆ عراق کا سابقہ صدر صدام حسین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے لاکھوں افراد کو قتل کیا جبکہ امریکہ کے جارج بش نے اس کے خلاف کاروائی میں 5 لاکھ بچوں کو قتل کر ڈالا کیا جارج بش مسلمان تھا؟

☆ایک اسامہ بن لادن کو بنیاد بنا کر لاکھوں افراد کو افغانستان میں قتل کیا گیا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ کیا امریکی، برطانوی اور نیٹو افواج مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں؟

☆ برما میں بدھ مت نام نہاد مجاہدے کرنے والوں نے لاکھوں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا۔

☆لیبیا، مصر، شام عراق میں کتنے بے گناہ افراد کا قتل کیا گیا؟ پاکستان میں آئے دن کتنے ڈرون حملے ہوتے ہیں کیا امریکی حکومت اس بات کی یقین دہانی کرواسکتی ہے کہ مرنے والے چھوٹے بچے دہشت گرد تھے؟

اس طرح کے کثیر واقعات میں کہیں مسلمانوں کا نام نہیں، ان میں کثیر واقعات وہ ہیں جو نائن الیون سے پہلے پیش آئے، اس کے بعد اسلام کو بدنام کرنے کی سازش شروع کی گئی۔ اس وقت پوری دنیا میں کئی مقامات پر کفار مذہب کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں، مسلم ممالک پر حملے کر کے مسلمان مردوں سمیت چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بے دردی سے قتل کیا جارہا ہے، زندہ جلایا جارہا ہے۔ جس کو تمام دنیا جانتی ہے لیکن گونگے بہرے بن کر تماشہ دیکھ رہی ہے۔ خود نیٹو کے سکریٹری جنرل ینس اسٹولنبرگ نے اس امر پر تشویش ظاہر کر چکے ہیں کہ مسلمان دہشت گردی کا سب سے زیادہ نشانہ بن رہے ہیں جبکہ ہمیں کسی مذہب اور قوم کو دہشت گردی کا ذمہ دار قرار نہیں دینا چاہئے اور مسلمانوں کے ساتھ مشترکہ طور پر اس مسئلہ کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

اس کے باوجود اسلام سے بغض رکھنے والے یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ اسلام جہاد کے نام پر قتل و غارت کر رہا ہے۔ مسلمان جب اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں تو ان کو دہشت گرد اور شدت پسند کہا جاتا ہے۔ میڈیا جو کفار کا زر خرید بن چکا ہے وہ مسلمانوں کے حق میں صرف اتنا کہتا ہے کہ سارے مسلمان دہشت گرد نہیں لیکن یہ باور کروا رہا ہے سارے دہشت گرد ضرور مسلمان ہیں۔

☆**اعتراض:** اس پر کیا دلیل ہے کہ قرآن اللہ عزوجل کی کتاب ہے کسی انسان یعنی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نہیں ہے؟

جواب: قرآن پاک اللہ عزوجل کے کلام ہونے پر ویسے تو کئی دلائل دیئے جاسکتے ہیں صرف ایک ہی دلیل کافی ہے کہ جو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے اس جیسی کوئی سورت لاکر دکھاؤ، اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو چودہ سو سال سے لے کر آج تک کوئی انسان کیوں نہیں قرآن جیسی ایک سورت لا پایا۔ بعض عیسائیوں نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ایک عجیب حماقت کا مظاہرہ کیا کہ قرآن پاک میں چند الفاظ میں تحریف کر کے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام شامل کر کے ایک کتاب مرتب کی۔ جس پر علمائے اسلام نے عیسائیوں کی غلطیوں کا احسن طریقے سے تعاقب

کیا۔ عیسائیوں کی اس کتاب کا کوئی حافظ نہ بن سکا جس طرح قرآن پاک کے حافظ ملتے ہیں، پھر فصاحت و بلاغت میں کئی کمزوریاں تھیں۔ درحقیقت قرآن جیسی ایک سورت لانے اور قرآن کی کسی سورت میں چند الفاظوں کی تحریف کرکے ایک سورت بنانے میں بہت فرق ہے۔

اس اعتراض کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے ہر لحاظ سے انسانی استطاعت سے بہت بلند تر مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے جو شخص بھی انصاف پسندی اور غیر جانبداری سے اس کا بغور مطالعہ کرتا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کا سرچشمہ خدا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا مثلاً:

☆ قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ کے اسلوب میں واضح فرق موجود ہے، یہی وجہ تھی کہ جب اہل عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو اپنے عام انداز گفتگو کے مطابق پاتے تو قرآن کریم کے معجزانہ اسلوب پر حیرت کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

☆ احادیث نبویہ کا مطالعہ کرنے والے کو واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے شخص کی گفتگو اور نتیجہ فکر ہے، جس کا دل خوفِ خدا سے لبریز ہے، لیکن اس کے برعکس قرآن کریم کے اسلوب میں جاہ و جلال، دبدبہ اور عظمت جھلکتی ہے۔ ایک ہی شخص کے اندازِ گفتگو میں اس قدر تفاوت ناممکن اور ناقابل فہم ہے۔

☆ ایک ایسی ہستی جس نے نہ کبھی مدرسہ میں پڑھا اور نہ کوئی کتاب پڑھی، اس کی جانب سے ہر عیب و نقص سے پاک ایسے جامع نظام کا پیش کیا جانا، جس کی ہمہ گیری میں فرد، خاندان، معاشرہ، معاشیات اور قانون سب داخل ہوں نہ صرف ناممکن ہے، بلکہ عقل و فکر اور کامن سینس کے بھی خلاف ہے، خصوصاً جبکہ وہ نظام نہ صرف زمانہ دراز تک مختلف اقوام کے ہاں قابل عمل رہا ہو، بلکہ آج بھی قابل عمل ہو اور اس کی تر و تازگی برقرار ہو۔

☆ قرآنِ کریم میں زندگی، کائنات اور ان سے متعلقہ موضوعات، عبادات، قوانین اور معاشیات وغیرہ میں اس قدر حیرت انگیز توازن پایا جاتا ہے کہ اگر اس کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جائے تو اسے مافوق الفطرت ہستی تسلیم کرنا پڑے گا، کیونکہ اوپر ذکر کردہ مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ زمانے کی حدود سے ماوراء اور اعلیٰ ترین عبقری صلاحیتوں کے حامل انسان کی استطاعت سے بھی خارج ہے، لہٰذا ایسے سینکڑوں مسائل جن میں سے ایک مسئلہ بھی

بڑے بڑے عبقری انسانوں کے لیے پیش کرنا ممکن نہیں، لہٰذا قرآن پاک کو ایسی ہستی کی طرف منسوب کرنا جنہوں نے کبھی مدرسہ میں نہ پڑھا اور نہ کسی استاد سے تعلیم حاصل کی ہو، بے بنیاد خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

☆ قرآنِ کریم کی ایک خارق العادت خصوصیت یہ ہے کہ یہ ماضی اور مستقبل کے بارے میں غیب کی خبروں پر مشتمل ہے، لہٰذا اسے انسانی کلام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قرآن کریم نے صدیوں پیشتر ماضی کی قوموں کی طرز زندگی، معیشت اور اچھے یا برے انجام کے بارے میں جو معلومات فراہم کی تھیں، دورِ حاضر کی تازہ ترین تحقیقات سے ان کی صداقت ثابت ہو چکی ہے۔ حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی قوموں کے حالاتِ زندگی اور ان کی نشان عبرت بننے والی رہائش گاہیں سب کے سامنے موجود ہیں۔

☆ قرآنِ کریم نے ماضی کی اقوام کے حالات کی طرح مستقبل کے واقعات کے بارے میں بھی معجزانہ انداز میں پیش گوئیاں کی ہیں، مثلاً قرآنِ کریم نے فتح مکہ کے بارے میں پہلے ہی بتادیا تھا، نیز یہ بھی بتادیا تھا کہ مسلمان فتح مکہ سے کچھ مدت پہلے اطمینان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے۔ قرآنِ کریم کی ایک پیش گوئی یہ بھی تھی کہ رومیوں پر غالب آنے والے ساسانیوں کو کچھ سالوں کے بعد شکست ہو جائے گی چنانچہ وقت مقررہ پر قرآنِ کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔

☆ مزید برآں قرآنِ کریم نے سارے جن وانس کو چیلنج کیا ہے ﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ ترجمہ کنزلایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔ (سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ 17، آیت 88)

یہ چیلنج مکہ معظمہ میں اس آیت کے نزول سے لے کر آج تک قائم ہے۔ سوائے دو ایک بے معنی کوششوں کے کسی نے اس چیلنج کو قبول کرنے یا قرآن کریم کے مشابہ کلام پیش کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ قرآن کریم کی صداقت اور اعجاز کی روشن ترین دلیل ہے۔

☆قرآن مجید کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ پورے قرآن میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا، اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے درج ذیل مطالب پر توجہ فرمائیں:

انسانی خواہشات میں ہمیشہ تبدیلی آتی رہتی ہے، کامل اور ترقی کا قانون عام حالات میں انسان کی فکر و نظر سے متاثر رہتا ہے اور زمانہ کی رفتار کے ساتھ اس میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ایک مؤلف کی تحریر ایک جیسی نہیں ہوتی، بلکہ کتاب کے شروع اور آخر میں فرق ہوتا ہے، خصوصاً اگر کوئی شخص ایسے مختلف حوادث سے گزرا ہو، جو ایک فکری، اجتماعی اور اعتقادی انقلاب کے باعث ہوں، تو ایسے شخص کے کلام میں یکسوئی اور وحدت کا پایا جانا مشکل ہے، خصوصاً اگر اس نے تعلیم بھی حاصل نہ کی ہو، اور اس نے ایک پسماندہ علاقہ میں پرورش پائی ہو۔

لیکن قرآن کریم سال کی مدت میں اس وقت کے لوگوں کی تربیتی ضرورت کے مطابق نازل ہوا ہے، جبکہ اس وقت کے حالات مختلف تھے، لیکن یہ کتاب موضوعات کے بارے میں متنوع گفتگو کرتی ہے اور معمولی کتابوں کی طرح صرف ایک اجتماعی یا سیاسی یا فلسفی یا حقوقی یا تاریخی بحث نہیں کرتی، بلکہ کبھی توحید اور اسرار خلقت سے بحث کرتی ہے اور کبھی احکام و قوانین اور آداب و رسوم کی بحث کرتی ہے اور کبھی گزشتہ امتوں اور ان کے ہلا دینے والے واقعات کو بیان کرتی ہے، ایک موقع پر وعظ و نصیحت، عبادت اور انسان کے خدا سے رابطہ کے بارے میں گفتگو کرتی ہے۔

☆قرآنِ کریم میں علم فلکیات سے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ اگر ان سب کو یکجا کر کے ان کا تفصیلی تجزیہ کیا جاتا تو بہت خوب ہوتا، لیکن اس مقصد کے لیے کئی جلدوں پر مشتمل کتاب درکار ہو گی۔ ذیل میں صرف ایک دو آیات مبارکہ کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کروں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر اِستوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخّر کیا ہر ایک ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ تک چلتا ہے اللہ کام کی تدبیر فرماتا اور مفصّل نشانیاں بتاتا ہے کہیں تم اپنے رب کا ملنا یقین کرو۔ (سورۃ الرعد، سورۃ 13، آیت 2)

یہ آیت مبارکہ آسمانوں کی رفعت و وسعت کا تذکرہ کرنے کے بعد کائنات میں کارفرما انتہائی منظم نظام کو پیش کرتی ہے۔

☆قرآن کریم نے روئے زمین پر زندگی کے آغاز سے لے کر نباتات میں عمل بار آوری، ان کی بہتات، حیوانات کی مختلف اقسام کی تخلیق، ان کے پر اسرار نظامہائے زندگی، شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں کی عجیب وغریب دنیاؤں، پرندوں کی اڑان، حیوانات میں دودھ کی تیاری اور رحم مادر میں جنین کے مختلف مراحل جیسے بہت سے سائنسی موضوعات پر اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کی ہے۔ قرآن کا اسلوب مختصر، ٹھوس، بلیغ اور مضبوط ہے۔ اگر انسانی تشریحات کو علیحدہ کر دیا جائے تو ان آیات کی تروتازگی اور شباب ہمیشہ برقرار رہے گا اور وہ ہمیشہ سائنس کے لیے آخری ہدف سمجھی جاتی رہیں گی۔

☆قرآنِ کریم ایک ایسا ہدف مقرر کر کے موضوع کو ٹھوس انداز میں پیش کرتا ہے کہ جس تک ہزاروں انسان صدیوں کی جدوجہد کے باوجود بھی نہیں پہنچ سکے۔ ایسی کتاب چودہ صدیاں پہلے کے کسی انسان کی تصنیف نہیں ہوسکتی، کیونکہ آج سینکڑوں ماہرین اور ہزاروں عبقری انسان مل کر بھی قرآن جیسے مضامین، فصاحت وبلاغت اور معجزانہ اور دلکش الہامی اسلوب کی حامل کتاب لکھنا چاہیں تو نہیں لکھ سکتے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دور میں کس سے جانوروں میں دودھ کی تیاری کی کیفیات سیکھیں کہ جب مدارس کے قیام اور لکھنے پڑھنے کا رواج ہی نہیں تھا؟ انہیں ہواؤں کے ذریعے بادلوں اور نباتات کے بار آور ہونے کا کیسے علم ہوا؟ وہ بارش اور برف باری کی کیفیت کا کیسے آشنا ہوئے؟ انہوں نے کون سی رصد گاہ اور دوربین کے ذریعے کون ومکان کی وسعت پذیری کا مشاہدہ کیا؟ ان کو کرہ ارض کی شکل کے بیضوی ہونے کے بارے میں کس نے بتایا؟ کون سی تجربہ گاہ میں انہیں فضا کے عناصر کا علم ہوا؟ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ کرہ فضائی کے اوپر والے حصے میں آکسیجن کم ہوتی ہے؟ انہوں نے کیسے اور کون سی ایکس ریز مشین کے ذریعے رحم مادر میں جنین کے مراحل کا مشاہدہ کیا؟ اور کیسے انہوں نے ان تمام معلومات کو ان علوم کے ماہر کی حیثیت سے پورے اعتماد اور اطمینان کے ساتھ بغیر کسی تذبذب کے اپنے مخاطبین تک پہنچایا؟

اس موضوع پر مزید تفصیل پڑھنے کے لیے "فتح اللہ گولن" کا نیٹ پر آرٹیکل پڑھ لیں، یہ تحریر ان کے مضمون کا خلاصہ ہے۔

اعتراض: احادیث خود ساختہ باتیں ہیں جو کئی سالوں بعد لکھی گئیں اور اس میں جھوٹی احادیث بھی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث لکھنے سے منع کیا تھا۔

جواب: بعض کفار مستشرقین اور خود کو مسلمان کہلوانے والے منکرین حدیث نے کوشش کی ہے کہ حدیث کی حجیت اور اس کی استنادی حیثیت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔ مستشرقین کا اصل مقصد اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے اسلام کا خاتمہ ہے اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا۔

قارئین کے لیے مستشرقین کے چند مشہور اعتراضات بمع جوابات پیش خدمت ہیں:

1۔ احادیث کی کتابوں میں بعض موضوع روایات کے پائے جانے کی وجہ سے دوسری احادیث کی حیثیت مشکوک ہے چنانچہ آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) اپنی کتاب:

"Islam, Muhammad and his religion" میں لکھتا ہے:

After the prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran, Guidance was therefore sought in the Traditions, Hadith ,as to what the prophet had said and done, or was reported to have said and done .This vast accumulation of genuine, partly genuine, and quite spurious traditions was presently digested into the collection of Hadith.

(Islam, Muhammad and his religion, Page 12, New York: Liberal Arts Press, 1958)

ترجمہ: تاہم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی رہنمائی موجود نہیں، لہٰذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے اپنی زبان سے کہیں یا آپ ان پر عمل پیرا ہوئے یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اقوال یا افعال ہیں۔ صحیح، جزوی طور پر صحیح اور اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔

آرتھر جیفری نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ صحیح اور جزوی طور پر صحیح احادیث بھی تھیں لیکن جعلی احادیث بھی وضع کی گئیں تھیں مسلمانوں نے صحیح احادیث کے ساتھ من گھڑت احادیث کو بھی کتابوں میں درج کر دیا جس سے دوسری صحیح حدیثوں کی حیثیت مشکوک ہو گئی۔

یہ تاثر انتہائی کمزور اور سطحی درجہ کا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں موضوع احادیث کی موجودگی کوئی ایسی بات نہیں جس کے انکشاف کا سہرا مستشرقین کے سر پر ہو، بلکہ مسلمان ہر زمانے میں اس قسم کی حدیثوں سے آگاہ رہے ہیں اور علماء نے اپنے دینی بھائیوں کو ہمیشہ ایسی احادیث سے آگاہ اور خبردار کیا ہے چنانچہ ابن جوزی کی کتاب "**الموضوعات**" یہ اس فن میں قدیم ترین تصنیف ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے "**اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعة**" کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں موضوع احادیث کو جمع کیا اور اسی طرح حافظ ابو الحسن بن عراق نے "**تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة**" کتاب لکھی جس میں موضوع روایات کا ذکر ہے تاکہ مسلمان موضوع احادیث سے ہوشیار رہیں۔ جب مسلم علماء کو علم حدیث پر اس قدر عبور ہے کہ وہ موضوع اور صحیح، ضعیف اور سقیم حدیث میں تمیز کر سکتے ہیں اور انہوں نے ایسے قوانین اور اصول مرتب کیے جن کی روشنی میں احادیث صحیحہ کو پرکھا جا سکتا ہے تو موضوع روایات کے پائے جانے کی وجہ سے احادیث

ننانوے فیصد کتب احادیث میں موضوع احادیث نہیں ہیں بلکہ کئی کتب تو ایسی ہیں جس میں ایک حدیث بھی موضوع نہیں ہے۔ جن کتب میں جو چند احادیث موضوع ہیں ان کی نشاندہی مسلم علماء ہی نے کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کو ایسی احادیث کے موضوع ہونے کا علم ہی مسلمانوں کی خوشہ چینی سے ہوا ہے وگرنہ جو قوم بائبل کے ہر رطب ویابس کے کلام اللہ ہونے پر یقین رکھتی ہو اسے کیا خبر کہ صحیح حدیث کونسی ہے اور موضوع کونسی؟

2۔ سر ولیم میور اور گولڈزیہر کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں لکھنے کا کام آپ کے وصال کے نوے برس بعد شروع ہوا، اور بعد میں آنے والے مستشرقین اور منکرین حدیث نے تو ایک قدم آگے بڑھ کر کہہ دیا کہ احادیث کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی ہے اس لیے حدیث کو دین اسلام کا مصدر قرار دینا صحیح نہیں اور اس پر اعتماد بھی نہیں کیا جاسکتا؟

مستشرقین کا یہ اعتراض زبردست مغالطے پر مبنی ہے اس لیے کہ حدیث کی حفاظت کا طریقہ محض کتابت نہیں ہے بلکہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مختلف طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ عربوں کو غیر معمولی یادداشت اور قوت حافظہ عطا کی گئی تھی ان کو اپنی شاعری کے سینکڑوں اشعار یاد ہوتے تھے، وہ نہ صرف اپنے سلسلہ نسب کو یاد رکھتے تھے بلکہ اکثر لوگوں کو تو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب تک یاد ہوتے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت جعفر بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ حضرت وحشی سے ملنے "حمص" گیا، عبید اللہ نے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو حضرت وحشی نے جواب دیا کہ آج سے کئی سال پہلے ایک دن عدی بن خیار کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور میں اس بچے کو چادر میں لپیٹ کر مرضعہ کے پاس لے گیا تھا بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا میں نے صرف پاؤں دیکھے تھے، تمہارے پاؤں اس کے پاؤں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

(صحیح البخاری، باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب رضي الله عنه، کتاب المغازي، جلد5، صفحہ100، حدیث4072، دار طوق النجاۃ، مصر)

غور کرنے کی بات ہے کہ جو قوم اتنی معمولی باتوں کو اتنے وثوق سے یاد رکھتی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال یاد رکھنے کا کتنا اہتمام کرے گی جبکہ وہ انہیں اپنے لیے راہ نجات سمجھتے ہوں۔ پھر کئی صحابہ کرام کا اپنے آپ کو فقط احادیث سننے اور یاد رکھنے کے لیے خاص کر لینا بھی ثابت ہے چنانچہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممتاز صحابی ہیں اور پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) احادیث کے راوی ہیں وہ

فرماتے ہیں: میں نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے ایک تہائی رات میں نماز پڑھتا ہوں، ایک تہائی میں سوتا ہوں، اور باقی ایک تہائی رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث یاد کرتا ہوں۔

چونکہ اصحاب رسول کی نظروں میں علم حدیث کی بہت اہمیت تھی اس لیے ان کا مشغلہ یہی تھا کہ جب کبھی وہ باہم یکجا ہوتے تو آپ علیہ السلام کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ان مسلسل اور متواتر مذاکروں نے سنت کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا اور جو احادیث مبارکہ چند افراد تک محدود تھیں وہ دوسروں تک پہنچ گئیں۔

یہ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے پیارے نبی علیہ السلام کی سنتوں کے دیوانے تھے۔ اب حضور علیہ السلام کی سنتوں کا علم سوائے احادیث کی تشہیر کے اور کسی طریقہ سے نہیں ہو سکتا۔

3۔ منکرین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کتابت حدیث سے منع کیا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا ''قَالَ لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ'' ترجمہ: تم مجھ سے کوئی بات نہ لکھو اور جس آدمی نے قرآن مجید کے علاوہ مجھ سے کچھ سن کر لکھا ہے تو وہ اس مٹا دے۔

(صحيح مسلم، كتاب الزهد، والرقائق باب التثبت في الحديث۔ جلد 4، صفحہ 2298، حدیث 3004، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ احادیث حجت نہیں، تو پھر حدیثوں کی کیا اہمیت اور ان پر اعتماد کیسا؟

منکرین کی خدمت میں گزارش ہے کہ جب ان کا دعویٰ یہ ہے کہ احادیث قابل اعتماد اور لائق حجت نہیں تو پھر اپنے موقف کی تائید میں حدیث کو پیش کر کے استدلال کرنا کیسے صحیح ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین اسلام کی دشمنی میں اس قدر سچائی اور حق سے دور جاچکے ہیں کہ اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے ایک بات پر نکتہ اعتراض اٹھا رہے ہوتے ہیں تو دوسرے مقام پر اسی رد کی ہوئی بات سے دلیل پکڑ رہے ہوتے ہیں قطع نظر اس بات سے اس عمل سے ان کے اپنے اقوال میں تضاد واقع ہو رہا ہے۔

کتابت حدیث کی ممانعت اس زمانے کی بات ہے جب تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدون نہیں ہوا تھا بلکہ متفرق طور پر صحابہ کے پاس لکھا ہوا تھا دوسری طرف صحابہ کرام بھی ابھی تک اسلوب قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں پہلی نظر تمیز کر سکیں، ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جائیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں، اس خطرہ کے پیش نظر آپ علیہ السلام نے کتابت حدیث سے ممانعت فرما دی۔ لیکن

جب صحابہ کرام اسلوب قرآن سے اچھی طرح واقف ہوگئے تو آپ علیہ السلام نے کتابت حدیث کی اجازت دیدی جس کے متعدد واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں۔ تقیید العلم للخطیب البغدادی میں حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ''أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْمَعُ مِنْكَ أَحَادِيثَ لَا نَحْفَظُهَا، أَفَلَا نَكْتُبُهَا؟ قَالَ: «بَلَى فَاكْتُبُوهَا»'' ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ سے احادیث سنتے ہیں، ہمیں یاد نہیں رہتیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، لکھ لیا کرو۔ (تقیید العلم للخطیب البغدادی، صفحہ 74، إحياء السنة النبوية، بیروت)

ایک حدیث پاک میں ہے ''عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْتُبُ مَا أَسْمَعُ مِنْكَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: «فَإِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا»'' ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کیا میں آپ سے جو سنوں لکھ لیا کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کی آپ کی حالتِ رضا و غضب میں بھی لکھ لیا کرو؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں رضا اور غصے میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (تقیید العلم للخطیب البغدادی، صفحہ 74، إحياء السنة النبوية، بیروت)

الجامع میں معمر بن ابی عمرو (المتوفی 153ھ)، **المدخل إلى السنن الكبرى** میں احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی 458ھ)، **جامع بیان العلم و فضلہ** میں ابو عمر یوسف القرطبی (المتوفی 463ھ)، **شرح السنة** میں محیی السنہ ابو محمد الحسین البغوی الشافعی (المتوفی 516ھ) رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں ''عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: لَمْ يَكُنْ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا مِنِّي إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، فَإِنَّهُ كَتَبَ وَلَمْ أَكْتُبْ'' ترجمہ: حضرت ہمام بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو مجھ سے زیادہ احادیث والا نہیں تھا مگر عبد اللہ بن عمرو کہ وہ احادیث لکھ لیتا تھا اور میں لکھتا نہیں تھا۔

(شرح السنة، باب كتبة العلم، جلد 1، صفحہ 293، المكتب الإسلامي، بيروت)

مسند الشامیین میں سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانی (المتوفی 360ھ) اور المدخل إلى السنن الکبری میں احمد بن الحسین ابو بکر البیہقی (المتوفی 458ھ) رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَنَسٌ إِذَا حَدَّثَ فَكَثُرَ النَّاسُ، عَلَيْهِ الْحَدِيثَ جَاءَ بِمَجَالٍّ لَهُ فَأَلْقَاهَا إِلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ: «هَذِهِ أَحَادِيثُ سَمِعْتُهَا وَكَتَبْتُهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَرَضْتُهَا عَلَيْهِ»" ترجمہ: حضرت انس حدیث لکھوایا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو وہ کتابوں کا صحیفہ لے کر آئے اور لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور آپ کو پڑھ کر سنا بھی دی ہیں۔

(المدخل إلى السنن الكبرى، باب من رخص في كتابة العلم۔۔۔، صفحہ 415، دار الخلفاء للكتاب الإسلامي، الكويت)

پتہ چلا کہ احادیث کا لکھنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور سے شروع ہوچکا تھا، البتہ زیادہ تر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو احادیث حرف بحرف زبانی یاد ہوتی تھیں، چونکہ اہل عرب کے حافظے بہت قوی تھی، احادیث کا یہ علم سینہ بہ سینہ چلتا رہا بعد میں یہ کتابت کی صورت میں آیا۔ لہٰذا یہ کہہ کر احادیث کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ احادیث بہت بعد میں مرتب ہوئی تھیں۔ اللہ عزوجل نے جس طرح اپنے حبیب کو حیات بخشی ہے اسی طرح اس کے کلام کو بھی حیات عطا فرمائی ہے۔

4۔ منٹگمری واٹ احادیث طیبہ کی اسناد کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمان اپنی بات کو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف منسوب کرنے کے لیے اسناد کو گھڑا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of Ash Shafi-I, who was roughly a contemporary of al-Waqidi. Once it became fashionable to give complete isnads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhmmad.Even when thus added to the chains, however, their additions may have been

sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of chains as on the later ones. (Muhammad at madina, Page 338, oxford At The Clarendon Press 1956)

ترجمہ: احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے جو تقریباً الواقدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی یہ خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ تک پہنچائیں۔ خواہ انہیں اپنی اسناد میں اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ غالباً وہ عام طور پر جانتے تھے کہ ان کے پیش رووں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑیوں پر اعتبار کر سکتے ہیں اس طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔

منگمری واٹ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ مسلمان احادیث کی سند کو گھڑا کرتے تھے بظاہر وہ یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ احادیث کو گھڑا کرتے تھے اس لیے کہ جب اسناد مشکوک ہو جائیں گی تو احادیث طیبہ خود بخود اپنا اعتماد واعتبار کھو بیٹھیں گی۔

منگمری واٹ کا یہ اعتراض یا تو مسلمانوں کے اصول حدیث کے فن سے اس کی کلیۃ جہالت کا نتیجہ ہے یا پھر احادیث طیبہ کے قصر رفیع کی بنیادوں پر عمداً کلہاڑا چلانے کی بہت بڑی سازش ہے۔ روایت حدیث میں کڑی احتیاط کی خاطر محدثین کرام نے سند کی پابندی اپنے اوپر لگائی جو اسی امت کی خصوصیت ہے تاکہ کسی دشمن اسلام کو دخل اندازی کا موقعہ نہ مل سکے۔ محدثین "اسناد" کی جانچ پڑتال کرتے تھے نہ کہ گھڑتے تھے۔

سند کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی کوئی حدیث بیان کرے، پہلے وہ یہ بتائے کہ اس کو یہ حدیث کس نے سنائی ہے؟ اور اس سنانے والے نے کس سے سنی ہے؟ اسی طرح جتنے راویوں کا واسطہ اس حدیث کی روایت میں آیا ہے، ان سب کے نام بہ ترتیب بیان کر کے اس صحابی کا نام بتائے جس نے یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے خود سن کر روایت کی ہے۔ چنانچہ آج حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو عظیم الشان مجموعے مشہور و معروف کتب حدیث کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ اور پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں ہر ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند بھی محفوظ چلی آرہی ہے، جس کی بدولت آج ہر حدیث کے بارے میں نام بہ نام یہ بتایا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک یہ حدیث کن کن اشخاص کے واسطے سے پہنچی ہے۔

کسی حدیث کی سند میں اگر درمیان کے کسی راوی کا نام چھوڑ دیا جائے تو محدثین ایسی سند کو "منقطع" کہہ کر ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں، اور اگر نام تو سب راویوں کے بیان کردیے جائیں، مگر ان میں کوئی راوی ایسا آجائے جو ثقہ، اور متقی و پرہیزگار نہ ہو، یا اس کا حافظہ کمزور ہو یا وہ ایسا غیر معروف شخص ہو جس کے تقویٰ اور حافظے کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو، تو ایسی تمام صورتوں میں محدثین، اس سند پر اعتماد نہیں کرتے، اور جب تک وہ حدیث کسی اور قابل اعتماد سند سے ثابت نہ ہو جائے اسے قابل استدلال نہیں سمجھتے۔ اور یہ ساری تفاصیل جاننے کے لیے "اسماء الرجال" کا فن ایجاد کیا گیا جس میں راوی کے تمام ضروری حالات مثلاً، پیدائش وفات، تعلیم کب اور کس سے حاصل کی، شاگرد کون تھے، ناقدین کی کیا رائے تھی وغیرہ ذالک سب اس میں موجود ہیں۔

فن اسماء الرجال کے بارے میں ڈاکٹر اسپرنگر جیسے متعصب یورپین کو یہ لکھنا پڑا کہ "کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہو۔"

5۔ گولڈ زیہر اور شاخت نے متن حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ محدثین نے اسناد کے پرکھنے میں جس قدر محنت کی، اس قدر محنت "متن" کی جانچ پڑتال میں نہیں کی کہ آیا وہ بات جس کو حدیث بیان کررہی ہے وہ اس معاشرے اور واقعہ پر بھی منطبق ہوتی ہے؟

مستشرقین کا یہ کہنا کہ "متن" کی جانچ پڑتال نہیں کی گئی یہ حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔ محدثین نے جس طرح احادیث کی "اسناد" کو پرکھا اسی طرح "متون حدیث" کو بھی پرکھا اور اس سلسلے میں اصول و قواعد مرتب کیے، شاذ و معلل کی اصطلاحات مقرر کیں جس طریقے سے سند میں شذوذ پایا جاسکتا ہے اسی طرح متن میں بھی، جس

طریقے سے کوئی علت خفیہ قادحہ سند میں ہو سکتی ہے متن میں بھی پائی جاسکتی ہے، جس طرح سند "منکر، مضطرب، مصحف، مقلوب" ہو سکتی ہے اسی طرح بعینہ متن میں بھی یہ صورت حال ہو سکتی ہے۔

لہذا جب محدثین کرام نے سند اور متن دونوں کے پرکھنے کے اصول وضع کیے ہیں تو پھر کہاں اس بات کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے محدثین نے "متن حدیث" کو نہیں پرکھا۔

احادیث کے "متون" کی جانچ پڑتال تو صحابہ کرام کے زمانے میں بھی ہوتی تھی جس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ باوجود "سند" کے صحیح ہونے کے، "متن" کو رد کر دیا گیا۔ جیسا کہ فاطمہ بنت قیس کا مشہور واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب ان کی حدیث کو سنا کہ جب ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے رہائش اور خرچہ مقرر نہیں کیا (یعنی یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مطلقہ ثلاث کو سکنی ونفقہ نہیں ملے گا) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا "مَا كُنَّا لِنَدَعَ كِتَابَ رَبِّنَا، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ ذَلِكَ أَمْ لَا" ترجمہ: حضرت عمر فاروق نے فرمایا: ہم ایک عورت کے بیان پر اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک نہیں کریں گے پتہ نہیں اس کو ٹھیک سے یاد بھی رہا یا نہیں (ایسی عورت کو خرچہ وغیرہ ملے گا)۔

(سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب من أنكر ذلك على فاطمة بنت قيس، جلد2، صفحہ288، حدیث 2291، المكتبة العصرية، بيروت)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جب حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو سنا "إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ" میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ تو فرمایا "لَا، وَاللهِ مَا قَالَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ «إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَحَدٍ» وَلَكِنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْكَافِرَ يَزِيدُهُ اللهُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَذَابًا، وَإِنَّ اللهَ لَهُوَ ﴿أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾، ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾" نہیں اللہ کی قسم رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردہ کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کافر پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب اور زیادہ ہو جاتا ہے اور اللہ ہی ہنساتا اور رلاتا ہے اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

راوی حدیث حضرت ایوب کہتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث پہنچی تو فرمایا" إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونِّي عَنْ غَيْرِ كَاذِبَيْنِ، وَلَا مُكَذَّبَيْنِ، وَلَكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ "تم مجھے ایسے آدمیوں کی روایت بیان کرتے ہو جو نہ جھوٹے ہیں اور نہ تکذیب کی جا سکتی ہے البتہ کبھی سننے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه، جلد2، صفحہ 641، حدیث929، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

اعتراض: اسلام میں سائنسی تحقیقات کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام سائنس کے مخالف ہے۔ پھر جو تھوڑا بہت اسلام میں سائنس کا ثبوت ہے اس میں بھی تضاد ہے۔

جواب: سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جاننا کے ہیں۔ مشاہدے اور تجربے سے دریافت ہونے والے علمی حقائق کو جب مرتب اور منظم کر لیا جاتا ہے تو اسے ہم سائنس کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالی انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں، زمین، پہاڑوں، ستاروں، پودوں، بیجوں، جانوروں، رات اور دن کے ادل بدل، تخلیق انسانی، بارشوں اور بہت سی دیگر مخلوقات پر غور و فکر اور تحقیق کریں تاکہ وہ اپنے گردوپیش میں پھیلے ہوئے کمال ہنر مندی کے گوناگوں نمونے دیکھ کر اس احسن الخالقین کو پہچان سکیں جو اس ساری کائنات اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا۔

ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

(سورۃ یوسف، سورۃ12، آیت105)

اسلام مطالعہ اور سائنس کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ اس امر کی بھی اجازت دیتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے تحقیقی کام کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے دین کے بیان کردہ حقائق سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ اس سے ٹھوس نتائج برآمد ہونے کے ساتھ ساتھ منزل بھی جلد قریب آجائے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دین وہ واحد ذریعہ ہے جو زندگی اور کائنات کے ظہور میں آنے سے متعلق سوالات کا صحیح اور متعین جواب فراہم کرتا ہے۔ اگر تحقیق صحیح

بنیادوں پر استوار ہو تو وہ کائنات کی ابتداء، مقصد زندگی اور نظام زندگی کے بارے میں مختصر ترین وقت میں کم سے کم قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے بڑے حقائق تک پہنچادے گی۔

یہ تصور کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں، یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر ممالک میں بھی اسی طرح پھیلا ہوا ہے جیسا کہ اسلامی دنیا میں ہے، خصوصیت سے سائنسی حلقوں میں اگر اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی جائے تو طویل مباحث کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ مذہب اور سائنس کے مابین تعلق کسی ایک جگہ یا ایک وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہا ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ توحید پرست مذہب میں کوئی ایسی تحریر نہیں ہے جو سائنس کو رد کرتی ہو۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں چرچ کے حکم کے مطابق سائنسی علوم کا حصول اور اس کی جستجو گناہ قرار پائی تھی۔ پادریوں نے عہد نامہ قدیم سے ایسی شہادتیں حاصل کیں جن میں لکھا ہوا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت جس سے حضرت آدم نے پھل کھایا تھا وہ شجر علم تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔ سائنسی علوم چرچ کے حکم سے مسترد کر دیے گئے اور ان کا حصول جرم قرار پایا۔ زندہ جلا دیئے جانے کے ڈر سے بہت سے سائنس دان جلاوطنی پر مجبور ہو گئے یہاں تک کہ انہیں توبہ کرنا، اپنے رویہ کو تبدیل کرنا اور معافی کا خواستگار ہونا پڑا۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اسلام کی انتہائی ترقی کے زمانہ میں جو آٹھویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان کا زمانہ ہے یعنی وہ زمانہ جب سائنسی ترقی پر عیسائی دنیا میں پابندیاں عائد تھیں اسلامی جامعات میں مطالعہ اور تحقیقات کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا۔ یہی وہ جامعات تھے جنہوں نے عظیم مسلمان سائنس دانوں کو جنم دیا۔ اس دور کے مسلم سائنس دانوں نے فلکیات، ریاضی، علم ہندسہ (جیومیٹری) اور طب وغیرہ کے شعبوں میں قابل قدر کارنامے انجام دیے۔ مسلمانوں نے یورپ میں بھی سائنسی علوم کی منتقلی میں اہم کردار ادا کیا اور اپنے ہاں بھی سائنس دانوں کی معقول تعداد پیدا کی۔ اندلس (سپین) میں سائنسی علوم نے اتنی ترقی کی کہ اس ملک کو سائنسی ترقی اور انقلابی دریافتوں کی کٹھالی کہا جانے لگا بالخصوص میڈیسن کے شعبے میں اس نے بے پناہ شہرت حاصل کرلی۔

مسلمان طبیبوں نے کسی ایک شعبے میں تخصیص(Specialization) پر زور دینے کی بجائے متعدد شعبوں بشمول علم دواسازی، علم جراحت، علم امراض، چشم علم، امراض نسواں، علم عضویات، علم جرثومیات اور علم حفظان صحت میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ اندلس کے حکیم ابن جلجول(992ء) کو جڑی بوٹیوں اور طبی ادویہ اور تاریخ طب پر تصانیف کے باعث عالمی شہرت ملی۔ اس دور کا ایک اور ممتاز طبیب جعفر ابن الجذر (1009ء) جو تیونس کا رہنے والا تھا اس نے خصوصی علاماتِ امراض پر تیس سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ عبداللطیف البغدادی (1162-1231ء) کو علم تشریح الاعضاء (ANATOMY) پر دسترس کی وجہ سے شہرت ملی۔ اس نے انسانی ہڈیوں کے بارے میں مروجہ کتب میں پائی گئی غلطیوں کی بھی اصلاح کی۔ یہ غلطیاں زیادہ تر جبڑے اور چھاتی کی ہڈیوں کے متعلق تھیں۔ بغدادی کی کتاب الافادہ والاعتبار 1788ء میں دوبارہ زیور طباعت سے مزین ہوئی اور اس کے لاطینی جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں تراجم کرائے گئے۔ اس کی کتاب مقالات فی الحواس پانچوں حواس کی کارکردگی کے بارے میں تھی۔

مسلم ماہرین تشریح الاعضاء نے انسانی کھوپڑی میں موجود ہڈیوں کو بالکل صحیح شمار کیا اور کان میں تین چھوٹی چھوٹی ہڈیوں (میلس، انکس اور سٹیپز) کی موجودگی کی نشاندہی کی۔ تشریح الاعضا کے شعبے میں تحقیق کرنے والے مسلمان سائنس دانوں میں سے ابن سینا (980-1037ء) کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی جسے مغرب میں ایویسینا (AVICENNA) کہا جاتا ہے۔ اسے ابتدائی عمر میں ہی ادب ریاضی علم ہندسہ (جیومیٹری) طبیعیات فلسفہ اور منطق میں شہرت مل گئی تھی۔ نہ صرف مشرق بلکہ مغرب میں بھی ان علوم میں اس کی شہرت پہنچ گئی تھی۔ اس کی تصنیف القانون فی الطب کو خصوصی شہرت ملی۔ (اسے مغرب میں کینن CANON کہا جاتا ہے)۔ یہ عربی میں لکھی گئی تھی۔ 12 ویں صدی میں اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا اور 17 ویں صدی تک یورپ کے سکولوں میں بطور نصابی کتاب پڑھائی جاتی رہی۔ یہ امراض اور دواؤں کے بارے میں ایک جامع تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ اس نے 100 سے زیادہ کتابیں فلسفے اور نیچرل سائنسز پر لکھیں۔ اس کے علم کا بیشتر حصہ بشمول القانون فی الطب طبی معلومات پر مشتمل ہے جسے آج بھی ایک مسلمہ حیثیت حاصل ہے۔

زکریا قزوینی نے دل اور دماغ کے بارے میں ان گمراہ کن نظریات کو غلط ثابت کر دیا جو ارسطو کے زمانے سے مروّج چلے آرہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جسم کے ان دو اہم ترین اعضا کے بارے میں ایسے ٹھوس حقائق بیان کر دیئے جو ان کے بارے میں آج کی معلومات سے نہایت قریب ہیں۔

زکریا قزوینی حمد اللہ المستوفی القزوینی (1350-1281ء) اور ابن النفیس نے جدید طب کی بنیاد رکھی۔ ان سائنس دانوں نے 13 ویں اور 14 ویں صدیوں میں دل اور پھیپھڑوں کے درمیان گہرے تعلق کی نشاندہی کر دی تھی۔ وہ یوں کہ شریانیں آکسیجن ملا خون لے جاتی ہیں اور وریدیں بغیر آکسیجن خون کو لے جاتی ہیں اور یہ کہ خون میں آکسیجن کی آمیزش کا عمل پھیپھڑوں کے اندر انجام پاتا ہے اور یہ بھی کہ دل کی طرف واپس آنے والا آکسیجن ملا خون شریان کبیر (AORTA) کے ذریعہ دماغ اور دیگر اعضائے بدن کو پہنچتا ہے۔

علی بن عیسیٰ (1038ء) نے امراض چشم پر تین جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کی پہلی جلد میں آنکھ کی اندرونی ساخت کی مکمل تشریح اور وضاحت کی گئی ہے۔ ان تینوں جلدوں کا لاطینی اور جرمن زبانوں میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ محمد بن زکریا الرازی (925-865) برہان الدین نفیس (م438ء) اسماعیل جرجانی (م136ء) قطب الدین الشیرازی (1310-1236ء) منصور ابن محمد اور ابوالقاسم الزہراوی (ALBUCASIS) مسلمان سائنس دانوں میں سے وہ اہم شخصیات ہیں جنہیں طب اور تشریح الاعضا کے علوم میں دسترس کی وجہ سے شہرت ملی۔

مسلم سائنس دانوں نے طب اور تشریح الاعضا کے علاوہ بھی کئی شعبوں میں شاندار کارنامے انجام دیئے۔ مثال کے طور پر علی کوشوع (ALI KUSHCHU) پندرہویں صدی کا پہلا سائنس دان تھا جس نے چاند کا نقشہ بنایا اور چاند کے ایک خطے کو اسی کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ 9 ویں صدی کے ریاضی دان ثابت بن قرہ (THEBIT) نے نیوٹن سے کئی صدیاں پہلے احصائے تفرقی (DIFFERENTIAL CALCULUS) ایجاد کرلی تھی۔ بطانی 10 ویں صدی کا سائنس دان تھا جو علم مثلثات (TIRGNOMETERY) کو ترقی دینے والا پہلا شخص تھا۔ ابو الوفا محمد البوزنجانی نے احصائے

تفرقی (حساب کتاب کا ایک خاص طریقہ) میں پہلی بار مماس و مماس التمام (TANGENT /COTANGENT) اور خط قاطع و قاطع التمام (SECANT COSEANT) متعارف کرائے۔

الخوارزمی نے 9 ویں صدی میں الجبرا پر پہلی کتاب لکھی۔ المغربی نے فرانسیسی ریاضی دان پاسکل کے نام سے مشہور مساوات مثلث پاسکلاس سے 600 سال پہلے ایجاد کرلی تھی۔ ابن الہیثم (ALHAZEN) جو 11 ویں صدی میں گزرا ہے علم بصریات کا ماہر تھا۔ راجر بیکن اور کیپلر نے اس کے کام سے بہت استفادہ کیا جب کہ گلیلیو نے اپنی دوربین انہی کے حوالے سے بنائی۔

الکندی (ALKINDUS) نے علاقی طبیعیات اور نظریہ اضافت آئن سٹائن سے 1100 سال پہلے متعارف کرادیا تھا۔ شمس الدین نے پاسچر سے 400 سال پہلے جراثیم دریافت کرلیے تھے۔ علی ابن العباس نے جو 10 ویں صدی میں گزرا تھا کینسر کی پہلی سرجری کی تھی۔ ابن الجسر نے جذام کے اسباب معلوم کیے اور اس کے علاج کے طریقے بھی دریافت کیے۔ یہاں چند ایک ہی مسلمان سائنس دانوں کا ذکر کیا جاسکا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے سائنس کے مختلف شعبوں میں اتنے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ انہیں بجاطور پر سائنس کے بانی کہا جاسکتا ہے۔

مغرب میں سائنسی انقلاب کا زمانہ: جب ہم مغربی تہذیب پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جدید سائنس خدا پر ایمان کے ساتھ آئی تھی۔ 17 ویں صدی جسے ہم سائنسی انقلاب کا زمانہ کہتے ہیں اس میں خدا پر ایمان رکھنے والے سائنس دانوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ان کا اولین مقصد خدا کی پیدا کردہ کائنات اور اس کی فطرت دریافت کرنا تھا۔ مختلف ممالک مثلاً برطانیہ اور فرانس وغیرہ میں قائم سائنسی اداروں نے کائنات کے پوشیدہ اسرار دریافت کرکے اس کے خالق کے قریب تر پہنچنے کے عزم کا اعلان کر رکھا تھا۔ یہ رجحان 18 ویں صدی میں بھی برقرار رہا۔ شاندار سائنسی کارنامے انجام دینے والے بعض سائنس دانوں کو قرب الٰہی کے حصول کے اعلانیہ عزم کے حوالے سے پہچانا جاتا تھا۔ نیوٹن، کیپلر، کوپرنیکس، بیکن، گلیلیو، پاسکل، بوائل، پالے اور کوویئر اسی قبیل کے سائنس دانوں

میں سے تھے۔اس کا ثبوت ولیم پالے کی فطری علم معرفت کے نام سے 1802ء میں چھپنے والی کتاب تھی جس کا اہتمام برج واٹر ٹریٹیز نے کیا تھا اس کتاب کا پورا نام تھا:

(NATURAL THEOLOGY:EVIDENCES OF THE EXISTENCE AND ATTRIBUTES OF THE DEITY , COLLECTED FROM APPEARANCES OF NATURE)

اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ بندہ مظاہرِ فطرت پر غور وفکر کر کے ان کے خالق کو پہچان سکتا ہے۔پالے نے زندہ اجسام کے اعضاء میں ہم آہنگی کو بہترین انداز میں قلم بند کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک خالق کی موجودگی کا اقرار کیے بغیر اس طرح کی غیر معمولی ڈیزائننگ کا پایا جانا ناممکن ہے۔ بالفاظ دیگر اعضاء کی یہ غیر معمولی ڈیزائننگ اوران کے افعال،ایک خالق ومدبر کے وجود کا ناقابل تردید ثبوت پیش کرتے ہیں۔

پالے کے تحقیقی کام کو بطور ماڈل سامنے رکھ کر رائل سوسائٹی آف لندن کے نامزد ارکان کے نام ایک خط لکھا گیا جس میں انہیں ذیل کے موضوعات پر ایک ہزار کتابیں لکھنے اور چھپوانے کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی گئی۔ خدا کی قدرت وحکمت اوراس کی صفاتِ خیر جن کا اظہار اس کی تخلیقات سے ہوتا ہے اس پر قابل فہم دلائل وبراہین یکجا کرنا۔ مثلاً خدا کی مخلوقات میں پایا جانے والا تنوع نباتات اور معدنیات کی دنیا زندہ اجسام کا نظام ہاضمہ اور پھر اس خوراک کو اپنا جزوبدن بنالینا انسان کے ہاتھ کی ساخت اور اس کی دیگر صلاحیتوں کی وجہ سے تخلیقاتِ خداوندی کے دلائل سامنے لانا اس کے علاوہ آرٹس اور سائنس کے شعبوں میں قدیم اور جدید دریافتوں اور پورے ماڈرن لٹریچر کا ان حوالوں سے جائزہ لینا۔

وجود خداوندی کے نشانات کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرنے کی اس دعوت کا بہت سے سائنس دانوں نے جواب دیا۔اس طرح بڑی گراں قدر تصانیف وجود میں آئیں۔یہ سلسلہ مطبوعات، مذہب اور سائنس کے اتصال وہم آہنگی کی صرف ایک مثال ہے۔اس سے پہلے اور بعد کے بے شمار سائنسی مطالعات اور تحقیقات کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ خدا کی پیدا کردہ کائنات کو سمجھا جائے اوراس کے ذریعہ اس کے خالق کی لامحدود قوتوں کا ادراک کیا جائے۔

سائنس دان برادری کا اس ابتدائی راستے سے انحراف 19ویں صدی کے مغربی کلچر کے مادہ پرستانہ فلسفے کے غلبے کا نتیجہ تھا۔یہ صورت حال بعض سماجی اور سیاسی عوامل کی وجہ سے پیدا ہوئی جس کا بہت بڑا سبب ڈارون کا نظریہ

ارتقا تھا۔ یہ نظریہ ابتدائی نقطہ نظر کے بالکل منافی تھا اور نئی صورت حال یہ بنی کہ مذہب اور سائنس کے لیے حصول علم کے دو ایسے ماخذ سامنے آگئے جو ایک دوسرے سے متصادم تھے۔ اس صورت حال کے بارے میں برطانیہ کے تین محققین مائیکل بیجینٹ (MICHAEL BAIGENT)، رچرڈ لی RICHARD LEIGH)) اور ہنری لنکن (LINCOLN HENRY) کا یہ تبصرہ تھا:

ڈارون سے ڈیڑھ صدی پہلے آئزک نیوٹن کے لیے سائنس مذہب سے الگ نہیں تھی۔ بلکہ اس سے بالکل برعکس یہ مذہب کا ایک پہلو تھی اور بالآخر اس کے تابع تھی لیکن ڈارون کے زمانے کی سائنس نے خود کو مذہب سے نہ صرف الگ کر لیا بلکہ اس کی حریف بن گئی۔ اس طرح مذہب اور سائنس کے درمیان ہم آہنگی ختم ہو گئی اور وہ دو مخالف سمتوں میں چلنے لگے جس کی وجہ سے انسانیت مجبور ہو گئی کہ وہ دو میں سے کسی ایک کو منتخب کرے۔

سائنس کے ثابت کردہ حقائق کو اپنے مدمقابل پا کر مادیت پرست عناصر اپنے مخصوص ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ سائنس دان کو اپنے شعبے میں ترقی پانے ایم ڈی یا پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے یا سائنسی مجلے میں اپنے مضامین چھپوانے کے لیے چند شرائط پوری کرنی پڑتی تھیں۔ ان میں ایک شرط یہ تھی کہ وہ نظریہ ارتقا کو غیر مشروط طور پر قبول کرتا ہو۔ اس لیے بعض سائنس دان ڈارون کے مفروضوں کا پرچم اٹھانے پر مجبور ہو گئے حالانکہ دلی طور پر وہ ان کو مسترد کرتے تھے۔ تخلیق خداوندی کی نشانیوں کے انکار پر ان کی طبیعت مائل نہیں تھی۔ امریکی مجلہ سائنٹی فک امریکن کے ستمبر 1999ء کے شمارے میں ایک مضمون امریکہ کے سائنس دان اور مذہب کے عنوان سے شائع ہوا۔ مضمون نگار روڈنی سٹارک (RODNEY STARK) نے جو یونیورسٹی آف واشنگٹن میں سوشیالوجی پڑھاتے ہیں سائنس دانوں پر ڈالے جانے والے دباؤ کا انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سائنس سے متعلقہ افراد کی مارکیٹنگ کا سلسلہ 200 سال سے جاری ہے۔ سائنس دان کہلانے کے لیے تمہیں اپنا منہ بند رکھنا اور مذہب کی جکڑ بندیوں سے خود کو آزاد رکھنا ہو گا۔ ریسرچ یونیورسٹیوں میں مذہبی لوگ اپنے منہ بند رکھتے ہیں اور غیر مذہبی لوگ الگ تھلگ رہتے ہیں۔ انہیں خصوصی سلوک کا مستحق گردانا جاتا ہے اور انہیں اعلیٰ مناصب پر پہنچنے کے مواقع دیے جاتے ہیں۔

آج حالات بدل چکے ہیں۔ مذہب اور سائنس کے درمیان مصنوعی فرق کو سائنسی دریافتوں نے حقائق کے منافی قرار دے دیا ہے۔ مذہب کا دعویٰ ہے کہ کائنات کو عدم سے وجود میں لایا گیا ہے اور سائنس نے اس حقیقت کے کئی ثبوت دریافت کر لیے ہیں۔ مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ زندہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے اور سائنس نے زندہ اجسام کے ڈیزائن میں اس حقیقت کے شواہد دریافت کر لیے ہیں۔ مادہ پرست لوگ جو سائنس اور مذہب کو ایک دوسرے کا دشمن قرار دینا چاہتے ہیں نہ صرف کیتھولک کلیسا کی بے جا سخت گیری کو بطور مثال پیش کرتے ہیں بلکہ تورات یا انجیل کے بعض حصوں کا حوالہ دے کر یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ یہ تعلیمات کس قدر سائنسی دریافتوں سے متصادم ہیں۔ تاہم ایک سچائی جسے وہ نظر انداز کرتے ہیں یا اس سے ناواقفیت کا بہانہ کرتے ہیں، یہ ہے کہ انجیل اور تورات کے متن تحریف شدہ ہیں۔ ان دونوں آسمانی کتابوں میں انسانوں نے بہت سے توہمات اپنی طرف سے شامل کر دیے ہیں۔ اس لیے ان کتابوں کو مذہب کے بنیادی مآخذ کے طور پر پیش کرنا غلط ہو گا۔

ان کے برعکس قرآن پورے کا پورا وحی الٰہی پر مشتمل ہے اس میں رتی بھر تحریف نہیں ہوئی اور نہ ہی ایک لفظ کی کوئی کمی بیشی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں کوئی تضاد یا کوئی غلطی نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام میں سائنسی مشاہدات نہیں ہیں اگر تھوڑے بہت ہیں تو وہ متضاد ہیں یہ جھوٹا دعوی ہے جسے آج تک کوئی ثابت نہیں کر پایا۔ قرآن کے کسی فرمان کو سائنس غلط ثابت نہیں پائی۔ قرآن میں بیان کردہ حقائق سائنسی دریافتوں سے بے حد مطابقت رکھتے ہیں۔ مزید برآں متعدد سائنسی حقیقتیں جو آج منظر عام پر آ سکی ہیں، قرآن نے 1400 سال پہلے ان کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ قرآن کا ایک اہم معجزہ ہے جو اس کے کلام اللہ ہونے کے متعدد قطعی شواہد میں سے ایک ہے۔

(ماخوذ از آرٹیکل ''کیا اسلام اور سائنس میں تضاد ہے؟'')

اعتراض: اسلام اگر حق مذہب ہے تو اس میں فرقہ واریت کیوں ہے؟

جواب: حق مذہب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس میں فرقہ واریت نہ ہو ورنہ دنیا کا کون سا ایسا مذہب ہے جو حق ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن اس میں فرقہ واریت موجود نہیں ہے۔ فرقہ واریت درحقیقت اسلام کی کمزوری نہیں ہے بلکہ لوگوں کی دین سے دوری، ذاتی مفاد اور خود پسندی کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے تو یہ دعویٰ کیا ہی

نہیں کہ اسلام میں کوئی فرقہ واریت نہ ہوگی۔ قرآن وحدیث میں کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ فرقہ واریت نہ ہوگی بلکہ قرآن نے لوگوں کو پہلے ہی تنبیہ کردی تھی کہ تفرقہ میں نہ پڑنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق پیشین گوئی کردی تھی کہ یہ قرآن کی مخالفت کرتے ہوئے ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ پھر آپ نے اس حق فرقے (اہل سنت وجماعت) کی نشاندہی بھی فرمائی اور لوگوں کو اس کے ساتھ وابستہ رہنے کی ترغیب بھی دی۔

اعتراض: دیگر فرقوں کو چھوڑیں اسلام میں جو بڑا اہل سنت کا فرقہ ہے اس میں بھی مزید اعمال میں بہت اختلاف ہے کوئی حنفی ہے کوئی شافعی، کوئی مالکی اور کوئی حنبلی۔ اسی طرح قادری، چشتی سلسلے ہیں۔

جواب: یہ بیان کئے گئے مسالک ہر گز فرقہ واریت نہیں ہے بلکہ یہ تمام اہل سنت ہی کی فروعات ہیں۔ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عمل مختلف طریقوں سے کیا، جس میں حکمت یہ تھی کہ ایک ہی عمل مسلسل کرنے سے کہیں میری امت پر اللہ عزوجل فرض یا واجب نہ کردے۔ یونہی بعض دفعہ ایک عمل کا حکم ہوتا بعد میں منسوخ کردیا جاتا ہے۔ اب جس صحابی نے جو طریقہ دیکھا اسی پر عمل کیا اور اپنے بعد کے آنے والوں کو وہی بتایا یوں چار مسالک حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وجود میں آئے۔ یہ عقائد کے اعتبار سے متفق ہیں البتہ اعمال کے اعتبار سے بعض معاملات میں ان کے طریقے مختلف ہیں لیکن سب کے پاس اپنے اپنے طریقہ پر دلائل ہیں یوں سمجھ لیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کی ہر ہر ادا کو کسی نہ کسی مسلک میں زندہ رکھا اور یہ اختلاف ہر گز مذموم اختلاف نہیں بلکہ رحمت ہے۔

قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی یہ طریقت کے چار سلسلہ ہیں یہ بھی عقائد کے اعتبار سے اہل سنت ہیں، فقط اللہ عزوجل کی معرفت پانے کے لئے وظائف ومجاہدات کچھ الگ ہیں یہ عمل بھی اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں ہے۔

اعتراض: اسلام دنیا کا شاید وہ واحد مذہب ہے جس نے آکر انسانی غلامی اور تجارت کو شرعی حیثیت دی اور انسان کو قانونی طور پر آزاد اور غلام میں تقسیم کردیا۔

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، حدیث نمبر 3891

میں ہے کہ جب نبی اسلام نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لئے منتخب کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ یا تو امہات المومنین میں سے ہے یا باندیوں میں سے تو اگر انہوں نے اسے پردہ کرایا تو یہ امہات المومنین میں سے ہوگی اور اگر نہیں کرایا تو کنیز اور باندی ہوگی۔ پھر جب نبی اسلام نے اسے پردہ کرایا تو مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ یہ ام المومنین ہے۔ یعنی نبی اسلام خود نہ صرف باندیاں رکھتے تھے بلکہ انہیں پردہ بھی نہیں کرواتے تھے۔ عمر بن خطاب لونڈیوں کو برہنہ کرتے اور انہیں پردہ نہیں کرنے دیتے تھے۔ یعنی اسلام کی نظر میں باندی یا کنیز کی حیثیت محض "مال" کی سی ہوتی تھی۔ ان لوگوں کے لئے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو اسلام میں عورت کے مقام کا راگ الاپتے نہیں تھکتے؟

تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی میں فرمایا گیا ہے کہ شافعی، ابی حنیفہ اور جمہور علماء نے آزاد اور غلام عورت کے ستر میں تفریق کی ہے اور غلام عورت کا ستر ناف سے گھٹنے تک قرار دیا ہے۔

ابن تیمیہ کی کتاب الفتاوی میں امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جمہور شافعیوں اور مالکیوں اور بیشتر حنابلہ کے نزدیک کنیز کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔ اس میں احناف نے صرف اتنا اضافہ کیا ہے کہ اس میں پیٹ اور کمر بھی شامل کر دی ہے یعنی سینہ بھلے نظر آتا رہے۔ تاہم جمہور علماء اور ائمہ اسلام کے نزدیک کنیز یا باندی کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہی ہے۔ یہ ہے وہ انسانیت، عزت، شرافت اور مساوات سے بھرپور خوبصورت اسلام۔۔۔!؟ اسلام تو جو کچھ ہے سو ہے، حیرت تو ان لوگوں پر ہوتی ہے جو ایسی گھٹیا آئیڈیالوجی کا دفاع کرتے ہیں۔

جواب: معترض کے دعویٰ اور دلیل میں زمین آسمان کا فرق ہے، دعویٰ یہ ہے کہ اسلام نے غلام و باندی کے نظام کو شرعی حیثیت دی اور دلیل میں آزاد اور باندی کے پردے کے احکام پیش کئے ہیں، یہ تو اس کی علمی حالت ہے اور زبان درازی اسلام جیسے عظیم مذہب پر کر رہا ہے۔ پھر تاریخ سے جہالت یا اسلام سے بغض کی وجہ سے معترض نے اصل حقائق کو چھپاتے ہوئے یہ اعتراض کیا کہ اسلام نے غلامی اور اس کی تجارت کو شرعی حیثیت دی ہے۔ دراصل غلام باندیوں کا نظام اور بے پردگی اسلام سے پہلے دیگر مذاہب و اہل عرب میں جاری تھا، قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے جیسا کہ روایتوں سے ثابت ہے۔ اسلام نے عورت کو عزت دیتے

ہوئے پردے کو رائج کیا اور غلام و باندیوں کے حقوق مقرر فرمائے اور انہیں آزاد کرنے پر نہ صرف اجر عظیم کی بشارت دی بلکہ شرعی احکام کے تحت بطور کفارہ وغیرہ انہیں آزاد کرنے کو لازم قرار دیا۔

باندی کا پردہ آزاد عورت کی مثل نہ کرنے میں باندی کا ہی فائدہ تھا تاکہ لوگ اسے پہچان سکیں اور جس نے اسے آزاد کرنا ہو وہ خرید کر آزاد کر سکے یا خرید کر نکاح کر سکے۔ اگر باندیوں پر آزاد عورت کی طرح پردہ لازم کر دیا جاتا تو یہ ان پر بہت بڑا حرج تھا کہ آقا کے سامنے پردہ کرتے ہوئے گھر کا کام کاج کرنا، مالک کی خدمت کرنا بہت مشکل ہے۔ موجودہ دور میں گھروں میں کام کرنے والی خادماؤں کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ یہ سب آزاد ہیں ان پر پردہ لازم ہے کہ لیکن نوے فیصد نوکرانیاں شرعی پردہ نہیں کرتیں اور گناہ گار ہوتی ہیں۔

اگر مزدور و غلام کو بھی سیٹھ جیسا لباس پہننے کو کہا جائے گا تو اس میں اس کا فائدہ نہیں نقصان ہے جیسے آج بھی مزدور اپنے خاص لباس اور اوزار ہاتھ میں لئے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ لوگ اسے پہچان کر ان سے کام کاج کروائیں اور ان کا گزر بسر ہوتا رہے۔ اگر حکومت مزدوروں پر رحم کھاتے ہوئے کہہ دے کہ تم سب نے پینٹ کوٹ پہن کر کھڑا ہونا ہے تو اس میں مزدوروں کا فائدہ نہیں نقصان ہے۔

معترض نے لونڈی کے بارے میں پردے کے متعلق چند حوالے دے کر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ اسلام نے لونڈی کو برہنہ رہنے کی ترغیب دی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے اسلام سے پہلے آزاد اور لونڈی دونوں کے متعلق پردے کا کوئی نظام نہ تھا اسلام نے ان دونوں کے پردے کے احکام بتائے، لونڈی پر احسان کرتے ہوئے کہ اس نے کام کاج کرنا ہوتا ہے اس لئے اس کا پردہ آزاد عورت کی بہ نسبت کم رکھا لیکن یہ نہیں حکم دیا کہ چھاتیاں ننگی کر کے پھرتی رہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ معاذ اللہ لونڈیوں کو برہنہ نہیں کرتے تھے بلکہ فقط سر سے دوپٹہ اتارتے تھے تاکہ آزاد اور لونڈی کا امتیاز باقی رہے۔ پھر غلام و لونڈی کا یہ فرق فقط دنیاوی اعتبار سے ہے دینی اعتبار سے نیک غلام کی حیثیت فاسق بادشاہ سے بہتر ہے۔

اس مختصر جواب کے بعد اب معترض کے اس دعویٰ پر کہ "اسلام نے غلامانہ نظام کو شرعی حیثیت دی" اس پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے اور دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے ہی غلامانہ نظام دیگر مذاہب میں رائج تھا۔ اسلام نے تو اس نظام کو کم کیا ہے:

دورِ غلامی آسمانی وغیر آسمانی مذاہب میں: دور غلامی قدیم زمانے سے رائج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ تحریف شدہ توریت وانجیل میں بھی ان کی صراحت ملتی ہے۔ اللہ عزوجل نے غلاموں پر رحم وکرم اور احسان فرمانے کی ترغیب قرآن پاک کی طرح پچھلی کتب میں بھی دی ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے، بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔ (سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 36)

تورات میں کنیز کے متعلق یوں ذکر ہے: "اگر کوئی آدمی کسی ایسی کنیز سے جنسی تعلقات پیدا کرلے جو کسی اور کی منگیتر ہو لیکن نہ تو اس کا فدیہ دیا گیا ہو اور نہ ہی وہ آزاد کی گئی ہو تو کوئی مناسب سزا دینا ضروری ہے تاہم انہیں جان سے نہ مارا جائے کیونکہ وہ عورت آزاد نہیں کی گئی تھی۔" (احبار 19، 20)

اگر کوئی آقا اپنی کنیز کے طرز عمل سے خوش نہ ہو تو وہ اسے آزاد کردے چنانچہ لکھا ہے: "اگر وہ (کنیز) آقا کو جس نے اسے اپنے لئے منتخب کیا تھا خوش نہ کرے تو وہ اس کی قیمت واپس لے کر اسے اپنے گھر جانے دے۔ اسے اس کنیز کو کسی اجنبی قوم کو بیچنے کا اختیار نہیں کیونکہ وہ اس کنیز کو لانے کے بعد اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرسکا۔" (خروج 21، 8)

غلام پر تشدد کے متعلق لکھا ہے: "اگر کوئی شخص اپنے غلام یا کنیز کو لاٹھی سے ایسا مارے کہ وہ فوراً مر جائے تو اسے لازماً سزا دی جائے۔" (خروج 21، 20)

انجیل لوقا میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غلاموں کو آزادی کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''خداوند کا روح مجھ پر ہے۔اس نے مجھے مسح کیا ہے، تاکہ میں غریبوں کو خوشخبری سناؤں، اس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی کی خبر دوں، کچلے ہوؤں کو آزادی بخشوں اور خداوند کے سال مقبول کا اعلان کروں۔'' (لوقا4:19-18)

ان آسمانی مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی غلاموں کا وجود ثابت ہے۔ چین اور کنفیوشس ممالک میں بھی دور قدیم میں غلامی موجود رہی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے الفاظ میں: ''چین میں غلامی شانگ خاندان (اٹھارھویں سے بارہویں صدی قبل مسیح) کے دور سے موجود رہی ہے۔

تفصیلی تحقیق کے مطابق ہان خاندان (CE 206BC220) کے دور میں چین کی کم و بیش پانچ فیصد آبادی غلاموں پر مشتمل تھی۔ غلامی بیسویں صدی عیسوی تک چینی معاشرے کا حصہ رہی ہے۔ زیادہ تر عرصے میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں بھی غلام انہی طریقوں سے بنائے جاتے تھے جن طریقوں سے دنیا کے دوسرے حصوں میں غلام بنائے جاتے تھے۔ ان میں جنگی قیدی، آبادی پر حملہ کر کے انہیں غلام بنانا اور مقروض لوگوں کو غلام بنانا شامل ہے۔ اس کے علاوہ چین میں قرضوں کی ادائیگی یا خوراک کی کمی کے باعث اپنے آپ کو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بیچ ڈالنے کا رواج بھی رہا ہے۔ جرائم میں ملوث مجرموں کے قریبی رشتہ داروں کو بھی غلام بنالیا جاتا۔ بعض ادوار میں اغوا کر کے غلام بنانے کا سلسلہ بھی رائج رہا ہے۔''

(http://www.britannica.com/eb/article-24156/slavery)

کنفیوشس کے فلسفے اور اخلاقیات پر یقین رکھنے والے دیگر ممالک جیسے مشرقی چین، جاپان اور کوریا میں بھی غلامی موجود رہی ہے۔

دنیا بھر کے مختلف معاشروں کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو غلام بنائے جانے کے یہ طریقے معلوم ہوتے ہیں: بچوں کو اغوا کر کے غلام بنالیا جائے۔ اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ یا لاوارث شخص ملے تو وہ اسے غلام بنالے۔ کسی آبادی پر حملہ کر کے اس کے تمام شہریوں کو غلام بنالیا جائے۔ کسی شخص کو اس کے کسی جرم کی پاداش میں حکومت غلام بنادے۔ جنگ جیتنے کی صورت میں فاتحین جنگی قیدیوں کو غلام بنادیں۔ قرض کی ادائیگی نہ کر سکنے کی صورت میں

مقروض کو غلام بنا دیا جائے۔ پہلے سے موجود غلاموں کی اولاد کو بھی غلام ہی قرار دے دیا جائے۔ غربت کے باعث کوئی شخص خود کو یا اپنے بیوی بچوں کو فروخت کر دے۔

فاتح علاقوں سے حاصل ہونے والے غلام: مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کو غلام و باندی بنانا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رائج تھا۔ یہودیوں نے توریت میں تحریف کر کے تمام انسانی حقوق کو یہودیوں کے ساتھ خاص کر لیا اور دیگر اقوام کو Gentiles قرار دے کر ان کے استحصال کی اجازت دے دی۔ موجودہ بائبل میں عورتوں کو لونڈیاں بنانے کے متعلق ہے: "جب تم اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے نکلو اور خداوند تمہارا خدا انہیں تمہارے ہاتھ میں کر دے اور تم انہیں اسیر کر کے لاؤ اور ان اسیروں میں سے کوئی حسین عورت دیکھ کر تم اس پر فریفتہ ہو جاؤ تو تم اس سے بیاہ کر لینا۔۔۔ جب وہ تمہارے گھر میں رہ کر ایک ماہ تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کر چکے تب تم اس کے پاس جانا اور تب تم اس کے خاوند ہو گے اور وہ تمہاری بیوی ہو گی۔ اور اگر وہ تمہیں نہ بھائے تو جہاں وہ جانا چاہے، اسے جانے دینا۔ تم اس کا سودا نہ کرنا، نہ اس کے ساتھ لونڈی کا سا سلوک روا رکھنا کیونکہ تم نے اسے بے حرمت کیا ہے (یعنی اس سے ازدواجی تعلقات قائم کیے ہیں۔)" (استثنا، 21:14-10)

اسلام اور دیگر مذاہب میں غلامانہ نظام میں فرق: اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں غلامانہ نظام میں بہت فرق ہے۔ دیگر مذاہب میں غلام بنانے کے کئی عجیب و غریب اور غیر اخلاقی طریقے رائج تھے اور ان کے ساتھ ذلت آمیز سلوک رکھنا روا رکھا گیا۔ اس کے برعکس حضور علیہ السلام اور ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ خود کو بطور نمونہ پیش کیا۔ مصر میں چوری جیسے جرائم کی سزا کے طور پر غلام بنانے کے رواج کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں ہوا ہے۔ مصر میں غربت کے باعث لوگوں میں خود کو فروخت کر دینے کا رجحان بھی موجود تھا۔ مصر کی تاریخ میں سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام وہ پہلے ایڈمنسٹریٹر تھے جنہوں نے اس رواج کو ختم کرتے ہوئے کثیر تعداد میں غلاموں کو آزادی عطا کی۔ حافظ ابن کثیر اہل کتاب کے علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں "وَعِندَ أَهْلِ الْكِتَابِ: أَنَّ يُوسُفَ بَاعَ أَهْلَ مِصْرَ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الطَّعَامِ الَّذِي كَانَ تَحْتَ يَدِهِ، بِأَمْوَالِهِمْ كُلِّهَا: مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَالْعَقَارِ وَالْأَثَاثِ، وَمَا يَمْلِكُونَهُ كُلِّهِ، حَتَّى بَاعَهُمْ بِأَنْفُسِهِمْ فَصَارُوا أَرِقَّاءَ. ثُمَّ

أَطْلَقَ لَهُمْ أَرْضَهُمْ وَأَعْتَقَ رِقَابَهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا، وَيَكُونُ خُمُسُ مَا يستغلون من زروعهم وثمارهم لِلْمَلِكِ فَصَارَتْ سُنَّةَ أَهْلِ مِصْرَ بَعْدَهُ" ترجمہ: اہل کتاب کے علم کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام نے اہل مصر اور دیگر لوگوں کو سونا، چاندی، زمین اور دیگر اثاثوں کے بدلے کھانے پینے کی اشیاء فروخت کیں۔ جب ان کے پاس کچھ نہ رہا تو انہوں نے خود کو ہی بیچ دیا اور غلام بن گئے۔ اس کے بعد آپ نے انہیں ان کی زمینیں واپس کر دیں اور ان تمام غلاموں کو آزاد کر دیا اور شرط یہ رکھی کہ وہ کام کریں گے اور فصلوں اور پھلوں کا پانچواں حصہ حکومت کو دیں گے۔ اس کے بعد مصر میں یہی قانون جاری ہو گیا۔

(قصص الانبیاء، ذکر ما وقع من الأمور العجيبة في حياة إسرائيل، صفحہ 355، مطبعة دار التأليف، القاہرۃ)

اہل عرب میں بھی اسلام سے پہلے غلام اور لونڈی کا نظام رائج تھا۔ اکثر مالکان غلاموں کے ساتھ نہایت ہی برا سلوک کیا کرتے تھے۔ غلاموں سے زیادہ مشقت والا کام لیتے تھے۔ آقا اپنی لونڈیوں سے عصمت فروشی کروایا کرتے تھے اور ان کی آمدنی خود وصول کیا کرتے تھے۔ ایسی لونڈیوں کو جنس مخالف کو لبھانے کے لئے مکمل تربیت فراہم کی جاتی تھی۔ شب بسری کے لئے کسی دوست کو لونڈی عطا کر دینے کا رواج بھی ان کے ہاں پایا جاتا تھا۔

اسلام نے تمام مذاہب سے زیادہ آزادی کے طریق کو فروغ دیا، آزاد شخص کے غلام بننے کے کئے طریقے ختم فرمائے جیسے مقروض و چور کو غلام بنانا وغیرہ، کسی آزاد شخص کو غلام بنانے کو ناجائز و حرام ٹھہرایا، جگہ جگہ غلام آزاد کرنے کا ذہن دیا۔ قرآن پاک میں اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے (یعنی غلام آزاد کرنے) میں۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ 2، آیت 177)

اللہ عزوجل نے غلام و باندیوں کے نکاح کرنے کا اور انہیں رقم لے کر آزاد کرنے کا ذہن دیا اور ان سے بدکاری کروانے سے منع کیا چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ

۔۔۔۔۔وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْھُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا وَّاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اٰتٰکُمْ وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔اور تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو اور اس پر ان کی مدد کرو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو۔ (سورۃ النور، سورۃ 24، آیت 32,33)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں غلام آزاد کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا''أَیُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، اِسْتَنْقَذَ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ''ترجمہ: جو شخص بھی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے، اللہ تعالی اس (غلام) کے ہر ہر عضو کے بدلے (آزاد کرنے والے کے) ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب العتق، باب فی العتق وفضلہ، جلد 3، صفحہ 144، حدیث 2517، دار طوق النجاۃ، مصر)

کئی احکام میں ایک طرح بہانوں سے کفارہ غلام آزاد کرنا مقرر فرمایا جیسے قتل، قسم کا کفارہ وغیرہ۔غلام آزاد کرنے میں صرف مسلمان کی قید نہ لگائی بلکہ کئی مسائل میں غیر مسلم غلام کو بھی آزاد کروانے کی اجازت دی چنانچہ قرآن پاک میں ظہار کے مسئلہ میں ہے﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

(سورۃ المجادلہ، سورۃ 58، آیت 3)

یہاں مسلمان غلام آزاد کرنا ضروری نہیں بلکہ کافر غلام آزاد کرنا بھی درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں صراحت ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ اس دور میں لونڈیوں کی اخلاقی حالت اچھی نہ تھی۔ نوجوان لونڈیوں کو عصمت فروشی کی تربیت دے کر انہیں تیار کیا جاتا۔یہی وجہ ہے کہ ان سے کوئی شریف آدمی شادی کرنے کو تیار نہ ہوتا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لونڈیوں کی اخلاقی تربیت کرکے انہیں آزاد کرنے کی ترغیب دلائی چنانچہ آپ

نے فرمایا "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ، آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالعَبْدُ المَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ" ترجمہ: تین قسم کے افراد کے لئے دوگنا اجر ہے: اہل کتاب میں سے کوئی شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور اس کے بعد محمد پر بھی ایمان لایا۔ ایسا غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے مالکان کی تفویض کردہ ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ ایسا شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اسے بہترین اخلاقی تربیت دے، اسے اچھی تعلیم دلوائے، اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأہله، جلد 1، صفحہ 31، حدیث 97، دار طوق النجاۃ، مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کی مثال قائم فرمائی۔ آپ نے سیدہ صفیہ اور ریحانہ رضی اللہ عنہما کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ اسی طرح آپ نے اپنی لونڈی سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان کی شادی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کی۔ آپ نے اپنی ایک لونڈی سلمی رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان کی شادی ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو غلاموں کی آزادی سے ذاتی طور پر دلچسپی تھی۔ اوپر بیان کردہ عمومی احکامات کے علاوہ آپ بہت سے مواقع پر خصوصی طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ بہت سی جنگوں جیسے غزوہ بدر، بنو عبد المصطلق اور حنین میں فتح کے بعد آپ نے جنگی قیدیوں کو غلام نہ بنانے کے لئے عملی اقدامات کئے اور انہیں آزاد کروا کر ہی دم لیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ مختلف غلاموں کے بارے میں ان کے مالکوں سے انہیں آزاد کرنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غلاموں کو آزاد کرنے کی محض ترغیب ہی نہ دی بلکہ ایسا کرنے کی بذات خود مثال قائم فرمائی۔ آپ جب یہ محسوس فرماتے کہ آپ کا کوئی غلام آزادانہ طور پر زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے تو اسے آزاد فرما دیتے۔ یہ سلسلہ آپ کی پوری زندگی میں جاری رہا حتی کہ آپ کے وصالِ ظاہری کے وقت آپ کے پاس کوئی غلام نہ تھا۔ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ خَتَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الحَارِثِ، قَالَ: «مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلاَ دِينَارًا وَلاَ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً وَلاَ شَيْئًا، إِلَّا بَغْلَتَهُ البَيْضَاءَ، وَسِلاَحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً»

"ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے برادر نسبتی عمرو بن حارث جو ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت درہم، دینار، غلام، لونڈی اور کوئی چیز نہ چھوڑی تھی۔ ہاں ایک سفید خچر، کچھ اسلحہ (تلواریں وغیرہ) اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ صدقہ کر گئے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، جلد4، صفحہ2، حدیث 2739، دار طوق النجاۃ، مصر)

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جن غلاموں اور لونڈیوں کو آزادی عطا فرمائی، ان میں زید بن حارثہ، ثوبان، رافع، سلمان فارسی، ماریہ، ام ایمن، ریحانہ رضی اللہ عنہم مشہور ہوئے۔ ابن جوزی نے تلقیح الفہوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جن آزاد کردہ غلاموں کے نام گنوائے ہیں ان کی تعداد 41 ہے جبکہ انہوں نے آپ کی 12 آزاد کردہ لونڈیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

غلامی کے بارے میں اسلام کا یہ نظریہ اتنا واضح ہے کہ اس کا اعتراف انصاف پسند مستشرقین بھی کرتے ہیں:

For, far from being passive submission to Allah's inscrutable will, Islam gives each individual the chance to contribute actively towards his own salvation. For instance, in the Koran slavery was taken for granted, in accordance with prevailing practice; but freeing of slaves was encouraged as meritorious. Thus, the Koran, in the seventh century A.D., does not consider slavery an immutable, God-given state for certain groups of human beings, but an unfortunate accident. It was within the reach of man to ameliorate this misfortune.

(Ilse Lichtenstadter: Islam & the Modern World, Page 86,87, Bookman Associates New York)

ترجمہ: اسلام محض اللہ کی رضا کے سامنے سر جھکا دینے کا نام نہیں ہے۔ اسلام ہر شخص کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی نجات کے لئے خود متحرک ہو کر کام کرے۔ مثال کے طور پر قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ غلامی دنیا میں متواتر عمل کے طور پر موجود ہے لیکن غلام آزاد کرنے کو ایک بڑی نیکی قرار دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ ساتویں صدی کے قرآن نے غلامی کو ناقابل تبدیلی قرار نہیں دیا کہ یہ ایک ایسی حالت ہے جو خدا نے چند انسانی گروہوں پر مسلط کر دی ہے، بلکہ (قرآن کے نزدیک) یہ ایک منحوس حادثہ ہے جس کا ازالہ کرنا انسان کے اختیار میں ہے۔

اگر معترض یہ کہے کہ اسلام نے غلامی کو بیک وقت ختم کرنے کی بجائے تدریجی طریقہ کیوں اختیار کیا؟ کیا ایسا ممکن نہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام غلاموں کو بیک وقت آزاد کر دیتے اور دنیا سے غلامی کا خاتمہ ہو جاتا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انقلابی تبدیلیوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جہاں ایک برائی کو ختم کرتی ہیں وہاں دسیوں نئی برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے برائیوں کے خاتمے کے لئے بالعموم انقلاب (Revolution) کی بجائے تدریجی اصلاح (Evolution) کا طریقہ اختیار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غلاموں کی حیثیت بالکل آج کے زمانے کے ملازمین کی تھی جن پر پوری معیشت کا دارومدار تھا۔ غلامی کے خاتمے کی حکمت عملی کو سمجھنے کے لئے اگر درج ذیل مثال پر غور کیا جائے تو بات کو سمجھنا بہت آسان ہو گا:

موجودہ دور میں بہت سے مالک (Employers) اپنے ملازمین (Employees) کا استحصال کرتے ہیں۔ ان سے طویل اوقات تک بلا معاوضہ کام کرواتے ہیں، کم سے کم تنخواہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، بسا اوقات ان کی تنخواہیں روک لیتے ہیں، خواتین ملازموں کو بہت مرتبہ جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں آپ ایک مصلح ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ دنیا سے ملازمت کا خاتمہ ہو جائے اور تمام لوگ آزادانہ اپنا کاروبار کرنے کے قابل (Self Employed) ہو جائیں۔ آپ نہ صرف ایک مصلح ہیں بلکہ آپ کے پاس دنیا کے وسیع و عریض خطے کا اقتدار بھی موجود ہے اور آپ اپنے مقصد کے حصول کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

ان حالات میں آپ کا پہلا قدم کیا ہوگا؟ کیا آپ یہ قانون بنادیں گے کہ آج سے تمام ملازمین فارغ ہیں اور آج کے بعد کسی کے لیے دوسرے کو ملازم رکھنا ایک قابل تعزیر جرم ہے؟ اگر آپ ایسا قانون بنائیں گے تو اس کے نتیجے میں کروڑوں بے روزگار وجود پذیر ہوں گے۔ یہ بے روزگار یقیناً روٹی، کپڑے اور مکان کے حصول کے لئے چوری، ڈاکہ زنی، بھیک اور جسم فروشی کا راستہ اختیار کریں گے۔ جس کے نتیجے میں پورے معاشرے کا نظام تباہ ہو جائے گا اور ایک برائی کو ختم کرنے کی انقلابی کوشش کے نتیجے میں ایک ہزار برائیاں پیدا ہو جائیں گی۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ملازمت کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے تدریجی اصلاح کا طریقہ ہی کارآمد ہے۔ اس طریقے کے مطابق مالک و ملازم کے تعلق کی بجائے کوئی نیا تعلق پیدا کیا جائے گا۔ لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے گا وہ اپنے کاروبار کو ترجیح دیں۔

عین ممکن ہے کہ اس سارے عمل میں صدیاں لگ جائیں۔ ایک ہزار سال کے بعد، جب دنیا اس مسئلے کو حل کرچکی ہو تو ان میں سے بہت سے لوگ اس مصلح پر تنقید کریں اور یہ کہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا، ویسا کیوں کیا مگر اس دور کے انصاف پسند یہ ضرور کہیں گے کہ اس عظیم مصلح نے اس مسئلے کے حل کے لئے ابتدائی اقدامات ضرور کیے تھے۔

اب اسی مثال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر منطبق کیجیے۔ اسلام غلامی کا آغاز کرنے والا نہیں تھا۔ غلامی اسے ورثے میں ملی تھی۔ اسلام کو اس مسئلے سے نمٹنا تھا۔ عرب میں بلا مبالغہ ہزاروں غلام موجود تھے۔ جب فتوحات کے نتیجے میں ایران، شام اور مصر کی مملکتیں مسلمانوں کے پاس آئیں تو ان غلاموں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ اگر ان سب غلاموں کو ایک ہی دن میں آزاد کر دیا جاتا تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ نکلتا کہ لاکھوں کی تعداد میں طوائفیں، ڈاکو، چور، بھکاری وجود میں آتے جنہیں سنبھالنا شاید کسی کے بس کی بات نہ ہوتی۔

اعتراض: اگر اسلام بہترین مذہب ہے تو بہت سے مسلمان بے ایمان کیوں ہیں اور دھوکے بازی، رشوت اور منشیات فروشی میں کیوں ملوث ہیں؟

جواب: اسلام بلاشبہ بہترین مذہب ہے لیکن میڈیا مغرب کے ہاتھ میں ہے جو اسلام سے خوفزدہ ہے۔ میڈیا مسلسل اسلام کے خلاف خبریں نشر کرتا ہے اور غلط معلومات پہنچاتا ہے، وہ اسلام کے بارے میں غلط تاثر پیش کرتا ہے، غلط حوالے دیتا ہے اور واقعات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ جب کسی جگہ کوئی بم پھٹتا ہے تو بغیر کسی ثبوت کے سب سے پہلے مسلمانوں پر الزام لگا دیا جاتا ہے، وہ الزام خبروں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں جب یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذمہ دار غیر مسلم تھے تو یہ ایک غیر اہم اور غیر نمایاں خبر بن کر رہ جاتی ہے، اسی طرح اگر کوئی پچاس برس کا مسلمان کسی پندرہ سالہ لڑکی سے اس کی اجازت سے شادی کرتا ہے تو مغربی اخبارات میں وہ پہلے صفحے کی خبر بنتی ہے۔ لیکن جب کوئی پچاس سالہ غیر مسلم لڑکی کی عصمت دری کرتا ہے تو یہ سانحہ اندر کے صفحات میں ایک معمولی سی خبر کے طور پر شائع ہوتا ہے۔ امریکہ میں روزانہ عصمت دری کے 2713 واقعات پیش آتے ہیں لیکن یہ خبروں میں جگہ نہیں پاتے کیونکہ یہ امریکیوں کی طرز زندگی کا ایک حصہ ہے۔ جس نام نہاد مسلمان یا عورت کو کفار نے دین اسلام کے خلاف استعمال کرنا ہوتا ہے اسے پوری سیکورٹی فراہم کرکے، مال و دولت دے کر اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے اور ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ یہ عورت یا مرد عظیم ہیں اور یورپ نے ان کی جان بچا کر ان کو اپنے ملک میں پناہ دے کر انسانیت کی بہت خدمت کی ہے۔ دوسری طرف مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک میں ہزاروں مسلمان بے دردی سے شہید کیے جا رہے ہیں یورپ اور میڈیا ان کی مظلومیت میں ایک ہمدردی کا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں سمجھتا مدد تو بڑی دور کی بات ہے۔

ہم اس بات سے باخبر ہیں کہ ایسے مسلمان یقیناً موجود ہیں جو دیانتدار نہیں اور دھوکے بازی اور دوسری مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ لیکن میڈیا یہ ثابت کرتا ہے کہ صرف مسلمان ہی ان کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ ایسے افراد اور جرائم دنیا کے ہر ملک اور ہر معاشرے میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان معاشرے میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں مگر مجموعی طور پر مسلمانوں کا معاشرہ دنیا کا بہترین معاشرہ ہے، ہمارا معاشرہ دنیا کا وہ سب سے بڑا معاشرہ ہے

جو شراب نوشی کے خلاف ہے، ہمارے ہاں عام مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مجموعی طور پر ہمارا ہی معاشرہ ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ خیرات کرتا ہے۔ مسلمانوں میں جو بد اعمالیاں پائی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ اسلامی سزاؤں کا نفاذ نہ ہونا ہے، اگر آج بھی مسلم حکمران اسلامی سزاؤں کو قانون کا حصہ بنادیں اور چور کے ہاتھ کاٹیں، زانی کو کوڑے ماریں، ڈاکہ زنی کرنے والوں کو عبرتناک سزادیں، رشوت خور افسروں، کرپٹ سیاستدانوں کو معزول کریں تو جرائم اسلامی ممالک سے ختم ہو جائیں اور ملک خوب ترقی کرے۔

جہاں تک حیا، انسانی اقدار اور اخلاقیات کا تعلق ہے دنیا کا کوئی معاشرہ ان کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ بوسنیا، عراق اور افغانستان میں مسلمان قیدیوں سے عیسائیوں کا سلوک اور برطانوی صحافی کے ساتھ افغانی برتاؤ میں واضح فرق صاف ظاہر ہوتا ہے۔

سب سے آخر میں ایک انتہائی اہم بات پیش خدمت ہے کہ کسی دین کے حق ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے تمام پیروکار سو فیصد مذہب کی تعلیمات کے مطابق اعمال کرتے ہوں، اگر یہ معیار بنایا جائے تو پوری دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں کہ جس کے پیروکار اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ کسی دین کے حق ہونے کے لئے اس کی تعلیمات، اس کی مقدس کتب اور ضابطہ حیات کو دیکھا جاتا ہے کہ کیا یہ مذہب زندگی کے تمام شعبہ کے متعلق راہنمائی کرتا ہے، ان کی مقدس کتب تحریفات سے پاک ہیں یا نہیں۔ جب یہ معیار بنایا جائے گا تو واضح ہو جائے گا کہ دین اسلام ہی میں یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ اسلام کتنا اچھا دین ہے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے رکھ کر دیکھیں۔ مسلمانوں کے علاوہ بہت سے دیانتدار اور غیر متعصب غیر مسلم مورخوں نے اعلانیہ کہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین انسان تھے۔ مائیکل ایچ ہارٹ نے تاریخ پر اثر انداز ہونے والے سو انسان کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں سر فہرست پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔ غیر مسلموں کی اور بہت سی مثالیں ہیں جن میں انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ تعریف کی ہے، مثلاً تھامس کارلائل، لامارٹن وغیرہ۔ پھر حضور علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام، تابعین، صوفیائے کرام، علماء و محدثین وفقہاء کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں

نے اپنے بہترین کردار سے غیر مسلموں کو متاثر کر کے مسلمان کیا۔ اسلام سے زیادہ کسی مذہب میں اتنی باکردار تاریخی شخصیات پیدا نہیں ہوئیں۔

اعتراض: اسلام میں ذبح کرنے کا طریقہ ظالمانہ ہے، مسلمان جانوروں کو ظالمانہ طریقے سے دھیرے دھیرے کیوں ذبح کرتے ہیں؟

جواب: جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ نہ صرف دینی اعتبار سے رحملانہ ہے بلکہ سائنسی اعتبار سے بھی فائدہ مند ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ جانور کو اچھی طرح کھلا پلا کر تیز چھری کے ساتھ جلدی سے ذبح کرو تاکہ اسے اذیت کم ہو۔ رگیں کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ ان رگوں کے کاٹنے سے دماغ کے عصب (Nerve) کی طرف خون کا بہاؤ رک جاتا ہے جو احساس درد کا ذمہ دار ہے۔ اس طریقہ سے جانور کو درد محسوس نہیں ہوتا۔ جانور جب مرتے وقت تڑپتا ہے یا ٹانگیں ہلاتا اور مارتا ہے تو یہ درد کی وجہ سے نہیں بلکہ خون کی کمی کے باعث عضلات کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور خون کی کمی کا سبب خون کا جسم سے باہر کی طرف بہاؤ ہوتا ہے۔

اسلامی طریقہ کے برعکس کفار کے جو طریقے ذبح کرنے کے ہیں اس میں جانور کو بے حد تکلیف ہوتی ہے۔ کئی جگہ ایک جھٹکا میں جانور کی گردن تن سے جدا کر دی جاتی ہے اور جانور تڑپ کے رہ جاتا ہے۔ کئی جگہ پر جانور کے سر میں پہلے گولی ماری جاتی ہے اس کے بعد اسے ذبح کیا جاتا ہے یہ اس کے لئے دوہرا درد ہے۔

سائنسی اعتبار سے بھی اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کرنا فائدہ مند ہے کہ رگوں کے کٹنے کے بعد جو خون نکلتا ہے اور جانور جو ٹانگیں مار کر جسم سے خون نکالتا ہے یہ وہ خون ہوتا ہے جو انسانی جسم کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے، اب جب ذبح کے وقت یہ نقصان دہ خون نکل گیا تو اب جانور کا گوشت بغیر ضرر کے ہو گیا۔ اب یہ گوشت زیادہ دیر تک تازہ رہتا ہے۔

خون کی بیشتر مقدار نکالنے کی وجہ یہ ہے کہ خون میں جراثیم نشو و نما پا سکتے ہیں۔ حرام مغز کو نہیں کاٹنا چاہیے کیونکہ دل کو جانے والے اعصاب کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور یوں دل کی دھڑکن رک جانے کی وجہ سے خون مختلف نالیوں میں منجمد ہو جاتا ہے۔ خون مختلف قسم کے جراثیم، بیکٹیریا اور زہروں (Toxins) کی منتقلی کا ذریعہ ہے، اس

لیے مسلمانوں کے ذبح کرنے کا طریقہ زیادہ صحت مند اور محفوظ ہے کیونکہ خون میں تمام قسم کے جراثیم ہوتے ہیں جو مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں، لہٰذا زیادہ سے زیادہ خون جسم سے نکل جانے دینا چاہیے۔

اعتراض: قربانی پر پیسے ضائع کرنے کے بجائے یہی اگر کسی غریب کو دے دیے جائیں تو کئی لوگوں کا بھلا ہو جائے۔

جواب: یہ اعتراض نیا سال مناتے وقت کسی کو نہیں آتا۔ اللہ عزوجل کے نام پر جانور قربان کرنا ایک عبادت ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی جانوروں کی قربانی رائج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کا اعتراض سیکولر قسم کے لوگ ہی کرتے ہیں۔ یہ لوگ رنگ رلیاں مناتے وقت لاکھوں روپے کی ہونے والی آتش بازی پر کبھی نہیں بولیں گے کہ یہ فضول خرچی ہے، شراب نوشی اور دیگر عیاشی کے طریقوں پر اعتراض نہیں۔ ان کو اعتراض ہوتا ہے تو صرف اسلامی شعار پر اور اعتراض بھی کوئی علمی بنیادوں پر نہیں ہوتا بلکہ فضول قسم کا ہوتا ہے جس میں مقصد لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کی مذموم کوشش ہے۔

اعتراض کرنے والے صرف قربانی ہی پر اعتراض کیوں کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ جانوروں کے گوشت کھانے پر اعتراض کریں کیونکہ یہ خود جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اور یہ ظاہری بات ہے جس جانور کا گوشت کھایا جائے گا وہ ذبح ہو کر کھانے کے قابل ہو گا۔

اسلامی طور پر ہونے والے ذبیحہ میں ایک تو اللہ عزوجل کی راہ میں قربانی کرنے کا ثواب ملتا ہے دوسرا مسلمان اس گوشت کو اہل خانہ، رشتہ داروں اور غریبوں میں تقسیم کرکے سب کو ایک مہنگی اور لذیذ چیز کھانے کو دیتے ہیں۔

دوسری طرف اس قربانی کے جانور سے حاصل ہونے والی کھالوں سے چمڑا بنتا ہے جس سے روزگار کے مواقع بھی ملتے ہیں اور لوگوں کو پہننے کے لئے لیدر کی اشیاء بھی مل جاتی ہیں۔ غربت کا علاج پیسے بانٹنا نہیں بلکہ غریب طبقے کیلئے معاشی ایکٹیویٹی کا پہیہ چلانا ہوتا ہے اور قربانی کا عمل اس کا بہترین ذریعہ ہے۔ جو لوگ علم معاشیات میں کینز کے ملٹی پلائیر کے تصور سے واقف ہیں کم از کم وہ تو عید قربان پر معاشی نقطہ نگاہ سے لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتے۔

اس جدید ذہن کی حالت یہ ہے کہ اسے غریبوں کا خیال صرف عید قربان پر خرچ ہونے والی رقم کے وقت ہی آتا ہے جو

کہ ہر لحاظ سے غریب دوست رسم ہے۔ البتہ اسے ان کھربوں روپے کا ضیاع دکھائی نہیں دیتا جو ہر روز امیر لوگ پیزوں اور برگروں پر اڑادیتے ہیں۔

اعتراض: اسلامی سزائیں بہت ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں۔

جواب: اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ وہی کہے گا جس نے تاریخ کے دریچہ میں جھانک کر یہ نہ دیکھا ہو کہ جب اسلامی سزاؤں کا نفاذ تھا اس وقت جرائم نہ ہونے کے برابر تھے اور جب سے اسلامی سزاؤں کو معاشرے میں معطل کر دیا گیا تب سے دن بدن جرائم کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ یورپین ممالک میں زبردستی زنا ہونا تمام ممالک سے سر فہرست ہے۔ انٹرنیٹ کی مشہور ویب سائیٹ ویکیپیڈیا میں 2003 سے لے کر 2010 تک ہونے والے زبردستی زنا Rape کی رپورٹ موجود ہے اس میں سے چند مشہور ممالک کا حال پیش خدمت ہے۔ قارئین خود اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں ہونے والے زبردستی زنا کی لسٹ ملاحظہ کریں حالانکہ اسلامی ممالک میں بھی شرعی سزائیں نافذ نہیں اس کے باوجود کفار یورپ ممالک کی بہ نسبت انتہائی کم تعداد ہے جن بعض اسلامی ممالک جیسے ترکی اور کویت میں کچھ تعداد جو زیادہ ہے وہ انہی کفار کے اثر رسوخ کی وجہ سے ہے۔

Rape at the national level, number of police-recorded offenses

	Total count							
Country/ Territory	2003	2004	2005	2006	2007	2008	2009	2010
Kenya		1440	1365	1291	876	735	847	
Uganda	0	549	732	750	599	1536	619	709
Zimbabwe	3858	4997	4790	4967	4762	3186		
Mexico		13650	13550	13894	14199	14078	14850	14993
Argentina			3154	3264	3276	3367		
Chile	1658	1845	1974	2034	1980	2233		
Colombia		1188	2627	3347	3379	3380	3540	3149
Canada	531	587	565	570	528	490	471	576
United States of	93883	95089	94347	94472	92999	90750	89241	84767

Rape at the national level, number of police-recorded offenses								
	Total count							
Country/ Territory	2003	2004	2005	2006	2007	2008	2009	2010
America								
Japan	2472	2176	2076	1948	1766	1582	1402	1289
Republic of Korea	5899	6321						
Philippines	3084	2918	2962	2584	2409	2585	5813	
Thailand			5071	5308	5152	4641	4676	4636
India		18233	18359	19348	20737	21467	21397	22172
Sri Lanka	1378	1432						
Bahrain	19	27	25	17	21	36		
Israel		1319	1223	1291	1270	1243		
Jordan			78	110				
Kuwait		98	108	125	137	120	119	
Palestinian Territory	85	98	105					
Oman					132	183		
Qatar	11	13						
Syrian Arab Republic	131	97	135	112	125	156		
Turkey	1604	1638	1694	1783	1148	1071		
United Arab Emirates	44	52	62	72				
Yemen			95	95	125	158	176	
Poland	2322	2176	1987	2001	1827	1611	1530	1567
Republic of Moldova	272	297	280	268	281	306	264	368
Romania	983	953	1013	1116	1047	1016	1007	
Russian Federation	8185	8848	9222	8871	7038	6208	5398	4907
Denmark	472	562	475	527	492	396	400	
Ireland	370	409	451	371	357	348	377	479
Norway	706	739	798	840	945	944	998	938

Rape at the national level, number of police-recorded offenses								
	Total count							
Country/ Territory	2003	2004	2005	2006	2007	2008	2009	2010
Sweden	2235	2261	3787	4208	4749	5446	5937	5960
United Kingdom (Scotland)	794	900	975	922	908	821	884	
Italy	2744	3734	4020	4513				
Spain			2140	2102	2530	2437	2051	1578
Austria		687	678	700	710	693	779	875
Belgium	2850	2944	3029	3194	3232	3126	2953	2991
France	10408	10506	9993	9784	10132	10277	10108	
Germany	8766	8831	8133	8118	7511	7292	7314	7724
Netherland	1700	1800	2485	2385	2095	1920	1850	1530
Switzerland	547	573	646	639	648	612	666	543*
Australia						6382	6343	6378
New Zealand			994	1183	1143	1130	1128	1129
South Africa		69117	68076	65201	63818	70514	68332	66196

یہ یورپین ممالک کا حال ہے۔ یہ رپورٹ فقط زبردستی زنا کی ہے، اگر دونوں راضی ہوں تو یہ ان کے نزدیک زنا ہی نہیں۔ زنا و ریپ میں سرفہرست امریکہ ہے۔ امریکہ کے واشنگٹن، ڈی۔ سی کی اگست 2012 کی رپورٹ ہے کہ جنوری سے لے کر اگست تک دس سے پندرہ ہزار زبردستی زنا سے ہونے والے حمل ضائع کئے گئے ہیں۔

اسلامی سزائیں معاشرے کے امن کو برقرار رکھنے کے لئے نافذ کی گئی ہیں اور ان کو نافذ کرنے والا کوئی انسانی ذہن نہیں ہے بلکہ اللہ عزوجل کی ذات باری تعالیٰ ہے جو عالم الغیب ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور جانتا ہے کہ مخلوق کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قانون آئے دن تبدیل ہوتے ہیں اور تبدیل ہونے کی وجہ ان قوانین میں کمزوریاں سامنے آنا ہے جبکہ آج تک کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ فلاں اسلامی سزا میں یہ خرابی ہے، اس سزا سے معاشرے کا امن خراب ہو رہا ہے۔ اسلامی سزائیں جرم کے اعتبار سے ایک معتدل طریقہ

کار پر ہیں۔ زنا کو دیکھیں کہ بظاہر زنا جو بھی کرے اس کی سزا دیگر قوانین میں ایک جیسی ہے لیکن اسلامی قانون میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا میں فرق رکھا اور شادی شدہ کی سزا زیادہ سخت رکھی کیونکہ شادی کے ذریعے اس کی نفسانی خواہشات پوری ہو جاتی ہے اب ایک شادی شدہ کا زنا میں مبتلا ہونا عقلا بھی زیادہ قابل گرفت ہے، اسلئے اس کی سزا رجم رکھی گئی۔

اسلام نے جرائم کو جڑ سے اکھاڑ ڈالنے کے لیے جو منصوبہ پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

1. سب سے پہلے وہ انسان کو خدائے تعالی اور آخرت پر ایمان لانے اور کی دعوت دیتا ہے اور نفس کی پاکیزگی کا ایک نظام پیش کرتا ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان کے دل اور دماغ سے جرم اور گناہ کا تصور بھی نہیں پیدا ہوتا۔

2. اس کے بعد وہ ایک ایسا سماج قائم کرتا ہے جس میں رہ کر انسان اپنی بنیادی ضرورتیں اور خواہشات جائز ذرائع سے پوری کر سکتا ہے اور اسے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ناجائز اور مجرمانہ وسائل اختیار نہیں کرنے پڑتے۔

3. جب پہلے دو طریقوں سے ارتکاب جرائم کو روکنا ممکن نہیں ہو سکتا تو پھر انہیں روکنے کے لیے حکومت کی مشینری کو حرکت دینے کی ہدایت کرتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جرائم کی سخت سزائیں نافذ کرنے سے پہلے اسلام، اسلامی ریاست کے ارباب اختیار کو عوام کے رنگ و نسل سے بے نیاز ہو کر ان کے لیے ایسے وسائل بہم پہنچانے کا حکم دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ خوراک، لباس، گھر اور تعلیم حاصل کر سکیں تا کہ وہ جائز ضرورتوں کے پورا ہونے کے بعد ناجائز وسائل نہ اختیار کر سکیں۔ اس کے علاوہ اسلام حکومت کو اس بات کا بھی ذمہ دار قرار دیتا ہے کہ دولت سمٹ کر چند افراد ہی کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے۔

دنیا کی تمام مہذب حکومتوں اور سوسائٹیوں میں جرم اور گناہ کو روکنے کے ضوابط موجود ہیں لیکن ان میں اور اسلام کے نظام جرم و سزا میں جو زبردست فرق موجود ہے وہ اس بات سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ متحدہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں آج سے چند سال پہلے صرف ایک سال کے اندر محض بڑی نوعیت کے تقریباً پانچ لاکھ جرائم کا

ارتکاب کیا گیا تھا، کیا جرائم کی اس تعداد کے پیش نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ امریکہ میں جرائم کو روکنے اور مجرموں کو سزا دینے کے لیے کوئی قانون موجود نہیں ہے؟

پھر اسلامی سزاؤں کے مقابلے میں نام نہاد انسانی حقوق کی پرواہ کرتے ہوئے جو قوانین لائے گئے ہیں ان میں یہ سقم ہے کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کی نظر میں ایک کھیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اس لئے وہ جیل خانہ میں بیٹھے ہوئے بھی آئندہ اس جرم کو خوبصورتی سے کرنے کے پروگرام بناتے رہتے ہیں۔ جن اسلامی ممالک میں جرائم پر حدود نافذ ہیں ان کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہاں نہ بہت سے افراد ہاتھ کٹے نظر آتے ہیں نہ برسہا برس تک سنگساری کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے اسلامی سزاؤں کا مسلمانوں کے قلوب پر اس قدر رعب اور دبدبہ ہے کہ وہاں چوری ڈاکہ اور بے حیائی کا نام نظر نہیں آتا اس کی ایک مثال عرب ممالک کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ وہاں اتنی لوٹ مار نہیں۔

جہاں تک رحمت و شفقت کا معاملہ ہے وہ شریعت اسلام سے زیادہ کوئی نہیں سکھا سکتا جس نے عین میدان جنگ میں اپنے قاتل دشمنوں کا حق پہچانا اور حکم دیا کہ عورت اگر سامنے آجائے تو ہاتھ روک لو، اسی طرح بچہ سامنے آجائے تو بھی ہاتھ روک لیا جائے، بوڑھا سامنے آجائے تب بھی یہی حکم ہے، اسی طرح مذہبی عالم جو تمہارے مقابلہ پر قتل میں شریک نہ ہو بلکہ اپنے طرز کی عبادت میں مشغول ہو اس کو قتل نہ کرو۔

اعتراض: اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے جو کہ عورتوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ مسلمانوں کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو چار سے بھی زائد شادیاں کی تھیں۔

جواب: اسلام دشمن چار شادیوں پر اعتراض تو کرتے ہیں لیکن ان شادیوں کے ناجائز ہونے کی ان کے پاس کوئی عقلی و نقلی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ شادیاں کرنا ہرگز عورتوں کے ساتھ ناانصافی نہیں بلکہ عورتوں کے لیے تحفظ ہے۔ چار شادیوں کی اجازت اس خدا کی طرف سے ہے جو عالم الغیب ہے قیامت تک جو کچھ ہونا اس کا علم رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل نے جو مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی اس میں ایک حکمت یہ تھی کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ

ہو گی۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں قرب قیامت کی یہ نشانی بیان کی ہے کہ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتی کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہو گا۔

اس حدیث کی کافی حد تک تصدیق عصر حاضر میں ہو رہی ہے اور مزید آئندہ ہو گی کی پوری دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور کنواری نوجوان عورتوں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کی شادیاں نہیں ہو پارہیں۔ ظاہری بات ہے جب ایک اچھے کھاتے پیتے مرد کے لیے دوسری شادی کرنا اگر منع ہو گا تو وہ شادی نہ کر کے دیگر عورتوں کی کفالت نہ کر سکے گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ زنا عام ہو گا جیسا کہ فی زمانہ ہو رہا ہے۔

اسلام سے بیشتر دنیا کے ہر ملک اور ہر خطہ میں کثرت ازدواج کی رسم خوب زور شور سے رائج تھی اور بعض اوقات ایک ایک شخص سو عمر تک عورتوں سے شادیاں کر لیتا تھا اسلام آیا اور اس نے اصل تعداد کو جائز قرار دیا مگر اس کی ایک حد مقرر کر دی اسلام نے تعدد ازدواج کو واجب اور لازم قرار نہیں دیا بلکہ بشرط عدل وانصاف اس کی اجازت دی کہ تم کو چار بیویوں کی حد تک نکاح کی اجازت ہے اور اس چار کی حد سے تجاوز کی اجازت نہیں اس لیے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد ایک عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا شریعت اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا کہ نہ تو جاہلیت کی طرح غیر محدود کثرت ازدواج کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھل جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک عورت سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی تاکہ نکاح کی غرض وغایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور تحصین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہو سکے اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے۔

شرعی نقطہ نظر کے علاوہ اگر عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو ایک سے زائد شادیاں ایک مرد اور بہتر معاشرے کے لیے فائدہ مند ہیں۔ چند نکات پیش خدمت ہیں:

☆ بعض قوی اور توانا اور تندرست اور فارغ البال اور خوش حال لوگوں کو ایک بیوی سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بوجہ قوت اور توانائی اور اوپر سے فارغ البال اور خوش حالی کی وجہ سے چار بیویوں کے بلا تکلف حقوق

زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ایسے مرد اپنے خاندان کی چار غریب عورتوں سے اس لیے نکاح کریں کہ ان کی تنگ دستی دور ہو اور غربت کے گھرانہ سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھر میں داخل ہوں اور اللہ کی نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح کئی خرابیوں کو ختم کرنے والا ہو گا۔

☆ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے یا حمل اور تولد النسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے منتفع ہو سکے تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلا اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔

☆ بسا اوقات عورت امراض کی وجہ سے بانجھ ہونے کی وجہ سے بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقاء نسل کی طرف فطری رغبت ہے ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کر علیحدہ کرنا یا اس پر کوئی الزام لگا کر طلاق دے دینا جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے یہ صورت بہتر ہے یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور اس کے حقوق کو محفوظ رکھ کر دوسرے نکاح کی اجازت دے دیں بتلاؤ کون سی صورت بہتر ہے؟ اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو یا عام طور پر بنی نوع کی افزائش نسل مد نظر ہو تو سب سے بہتر یہی تدبیر ہو سکتی ہے کہ ایک مرد کئی شادیاں کرے تاکہ بہت سی اولاد پیدا ہو۔

☆ عورتوں کو ہر ماہ مخصوص ایام آتے ہیں جو کئی دنوں تک جاری رہتے ہیں یونہی بچہ پیدا ہونے کے بعد عموی طور پر ایک ماہ سے بھی زائد تک ناپاکی کے ایام آتے ہیں جن میں شوہر کو بیوی سے صحبت کرنا حرام ہوتی ہے۔ اب ان دنوں میں شوہر کے جذبات واحساسات وہی ہوتے ہیں جو پہلے تھے، فطرتی طور پر وہ صحبت کا متمنی ہوتی ہے مرد کے اسی احساسات کو برقرار رکھنے کے لیے اسے دیگر شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔

☆ نیز عورتوں کی تعداد قدرتا اور عادۃ مردوں سے زیادہ ہے مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب جاتے ہیں اور ہزاروں کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلندیوں سے گر کر مر جاتے ہیں اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بے کار رہیں کون ان کی معاش کا

کفیل اور ذمہ دار بنے اور کس طرح عورتیں اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں پس تعدد ازدواج کا حکم بے بس کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانا دیا اور لوگوں کی تہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کر دیا دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو اس وقت ہمدرداں قوم کی نگاہیں اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں ابھی تیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعدادازدواج جائز نہیں عورتوں کی بے کسی کو دیکھ کر اندر ہی اندر تعدادازدواج کے جواز کا فتویٰ تیار کر رہے تھے۔ جو لوگ تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو ان کی فطری اور طبعی جذبات اور ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ کے پاس کیا حل ہے اور آپ نے ان بے کس عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے کیا قانون بنایا ہے افسوس اور صد افسوس کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز تعدد پر عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کے لا تعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں زنا جو کہ تمام انبیاء اور مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکماء کی حکمتوں میں قبیح رہا مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبح نظر نہیں آتا اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور حکماء اور عقلاء کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے۔ ان مہذب قوموں کے نزدیک تعدد ازدواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری جرم نہیں۔

مزید یہ کہ ایک سے زائد شادیاں صحیح طرح کامیاب نہ ہونے کا نظریہ برصغیر پاک وہند ہی میں زیادہ ہے ورنہ اہل عرب میں آج بھی ایک مرد نے چار چار شادیاں کی ہیں اور عورتوں میں وہ مسائل نہیں ہوتے جو یہاں کی سوکنوں میں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب میں زنا کی تعداد بقیہ اسلامی ممالک سے کم ہے حالانکہ عربی مرد مکمل طور پر اپنی ازواج کے حقوق ادا نہیں کرتے۔

جہاں تک حضور علیہ السلام کی متعدد شادیاں کرنے کا تعلق ہے تو ایک سے زائد شادیاں کرنے دیگر انبیاء علیہم السلام سے بھی ثابت ہے اور ان شادیوں میں کئی حکمتیں تھیں جن پر علمائے کرام نے تفصیلی کلام کیا ہے۔

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا حتی کہ حضرات انبیاء بھی اس دستور سے مستثنی نہ تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی بیبیاں تھیں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیسوں بیویاں تھیں اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت وانجیل و دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازواج کا ذکر ہے اور کہیں اس کی ممانعت کا ادنی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے نبی گزرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں کی ان کے فعل کو اگر استدلال میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی ممنوع ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور نزول کے بعد شادی فرمائیں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی۔ غرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاری کو مذہبی حیثیت سے تعدد ازواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم کسی مذہب اور ملت میں نہیں نہ ہندوں کے شاستروں میں نہ توریت میں اور نہ انجیل میں صرف یورپ کا رواج ہے نہ معلوم کس بنا پر یہ رواج رائج ہوا اور جب سے یورپ میں یہ رواج چلا اس وقت مغربی قوموں میں زناکاری کی اس درجہ کثرت ہوئی کہ پچاس فیصد آبادی غیر ثابت النسب ہے اور جن قوموں نے تعدد ازدواج کو برا سمجھا ہے وہی قومیں اکثر زناکاری میں مبتلا ہیں۔

عیسائیوں کی کتاب "بائبل" میں انبیاء علیہم السلام سے متعدد شادیوں کا ثبوت پیش خدمت ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین شادیاں فرمائیں، آپ کی پہلی بیوی کے بارے بائبل میں ہے: "اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ (سلاطین 3:11)

آپ علیہ السلام کی دوسری بیوی سے اولاد کے بارے بائبل میں ہے: "موسم بہار میں معین وقت پر میں

تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہو گا۔" (پیدائش 18:14)

آپ کی تیسری بیوی اور ان سے ہونے والی اولاد کے بارے بائبل میں ہے: "اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔"

(پیدائش 25:1)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے چار شادیاں فرمائی تھیں، آپ کی پہلی زوجہ کے بارے بائبل میں ہے: "تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا۔" (پیدائش 29:22)

دوسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے: "اور لابن نے اپنی لونڈی زِلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔" (پیدائش 29:24)

تیسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے: "یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا، تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی۔" (پیدائش 29:28)

چوتھی زوجہ بلہاہ کے بارے بائبل میں ہے: "اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کو دی کہ اس کی لونڈی ہو۔" (پیدائش 29:29)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے بائبل میں ہے: "اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ (سلاطین 11:3)

استادِ محترم مفتی قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ تفسیر قرآن صراط الجنان میں فرماتے ہیں: "یاد رہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا مَعَاذَاللہ تسکینِ نفس کے لئے ہرگز نہیں تھا کیونکہ اگر آپ کی شخصیت میں اس کا ادنی سا شائبہ بھی موجود ہوتا تو آپ کے دشمنوں کو اس سے بہتر اور کوئی حربہ ہاتھ نہیں آ سکتا تھا جس کے ذریعے وہ آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے، آپ کے دشمن جادوگر، شاعر، مجنون وغیرہ الزامات تو آپ پر لگاتے رہے، لیکن کسی سخت سے سخت دشمن کو بھی ایسا حرف زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی جس کا تعلق جذباتی بے راہ روی سے ہو۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے ابتدائی 25 سال انتہائی عفت اور پاکبازی کے

ساتھ گزارے اور پچیس سال کے بعد جب نکاح فرمایا تو ہم عمر خاتون سے نکاح میں دشواری نہ ہونے کے باوجود ایک ایسی خاتون کو شرفِ زوجیت سے سرفراز فرمایا جو عمر میں آپ سے 15 سال بڑی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی تھیں، اولاد والی بھی تھیں اور نکاح کا پیغام بھی اس خاتون نے خود بھیجا تھا، پھر نکاح کے بعد پچاس سال کی عمر تک انہی کے ساتھ رہنے پر اکتفا کیا اور اس دوران کسی اور رفیقۂ حیات کی خواہش تک نہ فرمائی اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے نکاح فرمایا تو کسی نوجوان خاتون سے نہیں بلکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا جو عمر کے لحاظ سے بوڑھی تھیں۔ یونہی اعلانِ نبوت کے بعد جب کفار کی طرف سے حسین ترین عورتوں سے شادی کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا، نیز آپ نے جتنی خواتین کو زوجیت کا شرف عطا فرمایا ان میں صرف ایک خاتون اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنواری تھیں بقیہ بیوہ یا طلاق یافتہ تھیں، یہ تمام شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا تسکینِ نفس کے لئے ہرگز ہرگز نہ تھا، بلکہ آپ کے اس طرزِ عمل پر انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو ہر انصاف پسند آدمی پر یہ واضح ہو جائے گا کہ کثیر شادیوں کے پیچھے بے شمار ایسی حکمتیں اور مقاصد پوشیدہ تھے جن کا متعدد شادیوں کے بغیر پورا ہونا مشکل ترین تھا، یہاں اس کا ایک مقصد ملاحظہ ہو۔

خواتین اس امت کا نصف حصہ ہیں اور انسانی زندگی کے ان گنت مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ہے اور فطرتی طور پر عورت اپنی نسوانی زندگی سے متعلق مسائل پر غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی ہے، اسی طرح شرم و حیا کی وجہ سے عورتیں ازدواجی زندگی، حیض، نفاس اور جنابت وغیرہ سے متعلق مسائل کھل کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش نہ کر سکتی تھیں اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا حال یہ تھا کہ آپ کنواری عورت سے بھی زیادہ شرم و حیا فرمایا کرتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین، فطین، دیانت دار اور متقی ہوں تاکہ عورتوں کے مسائل سے متعلق جو احکامات اور تعلیمات لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تھے انہیں ان کے ذریعے امت کی عورتوں تک پہنچایا جائے، وہ مسائل عورتوں کو سمجھائے جائیں اور ان مسائل پر عمل کر

کے دکھایا جائے اور یہ کام صرف وہی خواتین کر سکتی تھیں جو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہوں اور ہجرت کے بعد چونکہ مسلمانوں کی تعداد میں اس تیزی کے ساتھ اضافہ ہونا شروع ہوا کہ کچھ ہی عرصے میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی، اس لئے ایک زوجہ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ تنہا ان ذمہ داریوں کو سرانجام دے سکیں گی۔'' (صراط الجنان، جلد8، صفحہ43،44، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعتراض: کفار یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کم سنی میں نکاح کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ اس کم سنی کی شادی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موزوں اور مناسب نہیں تھی۔

جواب: اگر عصر حاضر کی عورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نو سال کی بچی کی شادی کو دیکھا جائے تو یہ لگتا ہے کہ یہ شادی کے قابل نہیں لیکن اگر اہل عرب کی اس دور کی عورتوں کے متعلق تاریخی طور پر دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں نو سال کی لڑکی قد و جسامت کے لحاظ سے شادی کے قابل ہوتی تھی۔ مستند ذرائع سے ثابت ہے کہ عرب میں بعض لڑکیاں 9 برس میں ماں اور اٹھارہ برس کی عمر میں نانی بن گئی ہیں۔ سنن دار قطنی میں ہے ''عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ، قَالَ: «أَدْرَكْتُ فِينَا يَعْنِي الْمَهَالِبَةَ امْرَأَةً صَارَتْ جَدَّةً وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً، وَلَدَتْ لِتِسْعِ سِنِينَ ابْنَةً، فَوَلَدَتِ ابْنَتُهَا لِتِسْعِ سِنِينَ، فَصَارَتْ هِيَ جَدَّةً وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً»'' ترجمہ: عباد بن عباد مہلبی فرماتے ہیں: میں نے اپنوں یعنی مہالبہ میں ایک عورت کو پایا جو کہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن چکی تھی۔ نو سال کی عمر میں اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ تو اسکی بیٹی بھی نو سال کی عمر میں ماں بن گئی۔ اس طرح وہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن گئی۔ (سنن الدارقطني، كتاب النكاح، باب المهر، جلد4، صفحہ502، حدیث3881، مؤسسة الرسالة، بیروت)

استعیاب وغیرہ کتب تراجم میں مذکور ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا، نکاح کے وقت حضرت ام کلثوم کی عمر تقریبا گیارہ سال تھی۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ فاطمہ بنت منذر کی شادی ہشام بن عروہ بن زبیر سے نو سال کی عمر میں ہوئی۔ تاریخ دمشق میں ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی نو سالہ بیٹی ہند کا نکاح عبد اللہ بن عامر بن کریز

سے کیا۔ الکامل لابن عدی میں ہے عبد اللہ بن صالح فرماتے ہیں کہ ایک عورت ان کے پڑوس میں حاملہ ہوئی جس کی عمر نو سال تھی۔

ہندوستان میں وکٹوریہ ہسپتال دہلی میں ایک سات سال سے کم عمر کی لڑکی نے ایک بچہ جنا ہے۔

(اخبار "مدینہ" بجنور، مجریہ یکم جولائی 1934ء)

جب ہندوستان جیسے معتدل اور متوسط ماحول و آب و ہوا والے ملک میں سات برس کی لڑکی میں یہ استعداد پیدا ہو سکتی ہے تو عرب کے گرم آب و ہوا والے ملک میں ۹ سال کی لڑکی میں اس صلاحیت کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بلکہ آپ آج سے تیس سال پیچھے چلیں جائیں تو آپ کو یاد آئے گا کہ مرد و عورتوں کے قد اور جسامت چھوٹی عمر میں بھی ٹھیک ٹھاک ہوتی تھی۔ راقم کو یاد ہے کہ دسویں کلاس کے لڑکے اتنے قد آور جوان ہوتے تھے کہ آج کے دور کے ایم۔ اے میں پڑھنے والے بھی اتنے جوان نہ ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہے کہ ان کے جسمانی قوی بہت بہتر تھے اور ان میں قوت نشو و نما بہت زیادہ تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب و ہوا میں عورتوں کے غیر معمولی نشو و نما کی صلاحیت ہے۔ حضرت عائشہ کے طبعی حالات تو ایسے تھے ہی، ان کی والدہ محترمہ نے ان کے لیے ایسی باتوں کا بھی خاص اہتمام کیا تھا جو ان کے لیے جسمانی نشو و نما پانے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان کتب حدیث میں مذکور ہے کہ میری والدہ نے میری جسمانی ترقی کے لیے بہت تدبیریں کیں۔ آخر ایک تدبیر سے خاطر خواہ فائدہ ہوا، اور میرے جسمانی حالات میں بہترین انقلاب پیدا ہو گیا۔

اس کے ساتھ اس نکتہ کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود ان کی والدہ نے بدون اس کے کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے رخصتی کا تقاضا کیا گیا ہو، خدمتِ نبوی میں بھیجا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ کوئی ماں اپنی بیٹی کی دشمن نہیں ہوتی؛ بلکہ لڑکی سب سے زیادہ اپنی ماں ہی کی عزیز اور محبوب ہوتی ہے۔ اس لیے ناممکن اور محال ہے کہ انھوں نے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی صلاحیت و اہلیت سے پہلے ان کی رخصتی کر دی ہو۔

باقی یہ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کس وجہ سے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر نکاح میں حکمتیں تھیں جن کو علمائے کرام نے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالی کے ساتھ ان کی چھوٹی عمر میں نکاح کرنے میں یہ ایک حکمت یہ تھی کہ جس طرح بڑی عمر والی عورت سے نکاح جائز ہے اسی طرح اپنے سے چھوٹی عمر والی کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ آپ کی غمگسار بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا جب انتقال ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے چار سال بعد یہ ضروری سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں کوئی ایسی چھوٹی عمر کی خاتون داخل ہوں جنہوں نے اپنی آنکھ اسلامی ماحول میں ہی میں کھولی ہو اور جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے میں آکر پروان چڑھیں، تاکہ ان کی تعلیم و تربیت ہر لحاظ سے مکمل اور مثالی طریقہ پر ہو اور وہ مسلمان عورتوں اور مردوں میں اسلامی تعلیمات پھیلانے کا موثر ترین ذریعہ بن سکیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے مشیت الٰہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو منتخب فرمایا۔ نکاح سے پہلے آپ کو فرشتوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شکل دکھائی جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے اور فرشتوں کا دکھانا اس طرف اشارہ تھا کہ آپ ان سے نکاح کریں۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہوا اس وقت اُن کی عمر چھ سال تھی اور تین سال بعد جب وہ نو سال کی ہو چکی تھیں اور اُن کی والدہ محترمہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالی عنہا نے آثار و قرائن سے یہ اطمینان حاصل کر لیا تھا کہ وہ اب اس عمر کو پہنچ چکی ہیں کہ رخصتی کی جا سکتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روانہ فرمایا اور اس طرح رخصتی کا عمل انجام پایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے والدین کا گھر تو پہلے ہی نور اسلام سے منور تھا، عالم طفولیت ہی میں انہیں کاشانۂ نبوت تک پہنچا دیا گیا تاکہ ان کی سادہ لوح دل پر اسلامی تعلیم کا گہرا نقش ہو جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنی اس نو عمری میں کتاب و سنت کے علوم میں گہری بصیرت حاصل کی۔ اسوہ حسنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال و ارشادات کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھا اور درس و تدریس اور نقل و روایت کے ذریعہ سے اُسے پوری امت کے حوالہ کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے اقوال و آثار کے علاوہ اُن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) مرفوع احادیث مروی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت عائشہ کے ماسواء جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن بیوہ، مطلقہ یا شوہر دیدہ تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کم سنی میں ہی اس لئے نکاح کرلیا گیا تا کہ وہ آپ علیہ السلام سے زیادہ عرصہ تک اکتسابِ علوم کرسکیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے لوگوں کو دین و شریعت کے زیادہ سے زیادہ علوم حاصل ہوسکیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (48) اڑتالیس سال زندہ رہیں، زرقانی کی روایت کے مطابق ۶۶ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

اعتراض: مسلمانوں میں طلاق کا مسئلہ ایک عجیب مسئلہ ہے جس میں عورت کو مظلوم بنادیا گیا ہے کہ شوہر جب چاہے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے پھر اسلامی احکام میں ایک حکم حلالہ کا ہے جس میں اگر ایک عورت کو تین طلاقیں ہوجائیں تو وہ تب تک دوبارہ اپنے شوہر سے رجوع نہیں کرسکتی جب تک وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ نکاح کے بعد شوہر صحبت کرے اور پھر طلاق یا وفات ہوجانے کے بعد عورت پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ عورت پر ظلم ہے کیونکہ عورت کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

جواب: یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے قانونِ طلاق کو موجودہ دور کے جملہ قوانین طلاق پر برتری حاصل ہے۔ اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اسلام کا نظام طلاق وحی پر مبنی ہے جس میں کوئی تبدیلی اور تغیر ممکن نہیں، اور اسی کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اس جہان آب و گل کی ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے طبعی وظائف انجام دے رہی ہے۔ اللہ عزوجل کے بنائے گئے قوانین میں حد درجہ توافق و سازگاری ہے، کہیں معمولی قسم کا بھی کوئی اختلاف و نزاع نہیں۔ تمام موجودات کی جبین نیاز اس حاکم مطلق کے آگے خم ہے۔ اس کے برخلاف دوسرا قانون وہ ہے جس کا ماخذ انسان کا ذہن ہے جو اپنے تمام حیرت انگیز کمالات کے باوجود بہر حال نقص و تغیر کے عیب سے خالی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ارتقائی ذہن و مزاج کا حامل ہے، یعنی نقص سے گزر کر کمال تک پہنچتا ہے اور یہ کمال بھی اضافی ہے، مستقل اور قائم بالذات نہیں ہے۔ ایک خاص وقت اور زمانے میں جو چیز اکمل و کامل سمجھی جاتی ہے وہ آگے چل کر حالات کے تغیر کے ساتھ ناقص بن جاتی ہے۔ اس کا اطلاق انسان کے وضع کردہ قوانین پر بھی ہوتا ہے خواہ وہ کسی دور میں بنایا گیا ہو اور اس کے بنانے والے کتنے ہی جلیل القدر ماہرین قانون ہوں۔

اب آیئے اس تناظر میں اسلام اور دیگر مذاہب کے قانونِ طلاق کا ایک تقابلی جائزہ لیں؛ جس سے واضح طور پر اسلامی قوانین کی حقانیت کھل کر سامنے آجائے۔

قانون طلاق یہودیت میں: یہودیت میں طلاق کے تعلق سے بہت نرمی اور ڈھیل پائی جاتی ہے یعنی شوہر اگر چاہے کہ موجودہ بیوی سے نکاح ختم کر کے اس سے زیادہ زیادہ خوب صورت لڑکی کو بیاہ کر لائے تو اس کو طلاق کی اجازت حاصل ہے، اسی طرح اس مذہب میں عورت کے معمولی معمولی عیوب ونقائص بھی طلاق کی وجہ بن سکتے ہیں، مثلاً دونوں آنکھیں برابر نہ ہوں، عورت لنگڑی یا کبڑی ہو، سخت مزاج اور لالچی ہو، گندہ دہن اور بسیار خور ہو، ان سب صورتوں میں مرد کو طلاق کے وسیع اختیارات حاصل ہیں، مگر عورت کے ساتھ اس درجہ ظلم کہ وہ مرد کے ہزاروں عیوب کے باوجود تفریق کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

قانون طلاق عیسائیت میں: عیسائی مذہب میں پہلے سرے سے یہ جائز ہی نہ تھا کہ کسی بھی وجہ سے عورت کو طلاق دی جائے، رشتہ نکاح دوامی سمجھا جاتا تھا، موت کے سواء جدائی کی کوئی اور وجہ ممکن نہ تھی، یہ ساری سختی حضرت مسیح کے اس قول سے اخذ کی گئی تھی: جسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے۔ (متی 6:19)

صدیوں تک مسیحی دنیا میں یہی قانون لاگو رہا۔ بعد میں مشرقی کلیسا نے کچھ صورتیں تفریق بین الزوجین کی نکالیں، پاپائے روم پوپ فرانسس نے اپنے معتقدین وکیتھولک چرچ کے باباؤں ومذہبی راہنماؤں کو ایک فرمان جاری کیا کہ عیسائی عائلی قوانین میں اصلاحات کی گئی ہیں اس کے تحت قانون طلاق کو آسان بنایا گیا ہے۔ اب کیتھولک عیسائیوں کو طلاق کے لئے طویل قانونی لڑائی نہیں لڑنی پڑے گی۔

ان سب کے باوجود عیسائی مذہب میں ان سخت قوانین طلاق کی وجہ سے سماج افراتفری کا شکار ہے، خاندانی نظام بکھر رہا ہے، کروڑوں عیسائی جوڑے ازدواجی زندگی کے حدود وقیود، اصول وآداب سے برگشتہ ہو کر مفسدانہ زندگی بسر کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر شادی سے فرار اختیار کیا جارہا ہے۔

قانون طلاق ہندومت میں: اپنے قدیم تمدن پر نازاں ہندوستان کے ہندومت مذہب میں تو طلاق اور خلع کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، بلکہ شوہر کے مرنے سے بھی طلاق نہیں ہوتی، کیوں کہ ہندوؤں کا نظریہ ہے کہ خاوند کی حیثیت پرمیشور یعنی خدا کی سی ہے اور پرمیشور ایک ہی ہے، لہٰذا شوہر بھی ایک ہونا چاہیے۔

(تحفة الہند، صفحہ 194، مکی دار الکتب، لاہور)

شوہر کی لاش کے ساتھ بیوی کو ستی (زندہ جلانے) کا عمل اسی نظریہ کی پیداوار ہے، شوہر مالک ہے، عورت مملوک ہے لہٰذا مالک کے ساتھ مملوک کا فنا ہو جانا وفا کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس انسانیت سوز ظلم کے خلاف کئی تحریکیں اٹھیں اور کامیاب بھی ہوئیں، لیکن عورت کو طلاق ملنے کا حق نہیں ملا۔ البتہ جمہوری نظام حکومت نے ہندو مذہب کو معاشرتی اور عائلی قوانین سے بے دخل کر کے مذہبی رسموں تک محدود کر دیا ہے۔ اسمبلیوں میں طلاق کے جواز پر بل پاس ہو چکے ہیں۔

1955 میں ہندو میرج ایکٹ بنایا گیا جس میں طلاق کی قانونی منظوری کے ساتھ ساتھ دوسری ذاتوں میں شادی کو بھی تسلیم کیا گیا جبکہ ایک سے زیادہ شادی کو غیر قانونی قرار دیدیا گیا۔ ہندوؤں کے لیے بنائے گئے قانون کے دائرے میں سکھوں، بدھ مت اور جین مت کے پیروکاروں کو بھی لایا گیا۔

قانون طلاق اسلام میں: انسانی زندگی کو صحیح طور پر چلانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جن چیزوں کو زندگی میں اختیار کیا جائے، ضرورتِ شدیدہ کے موقعے پر ان سے خلاصی و نجات کی بھی گنجائش ہو، ایسا نہ ہونے کی صورت میں انسان بعض دفعہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جس سے کوئی دانا ناواقف نہیں۔ اسی طرح اس ضرورت کو ضرورت کی حد تک ہی محدود رکھا جائے، اس کے بارے میں کھلی چھوٹ اور آزادی یا اس کا من مانی استعمال بھی فتنہ وفساد کا ایک دروازہ کھل سکتا ہے۔

غور کیا جائے تو اسلام کا نظام طلاق نہایت معتدل اور فطرت سے مکمل طور پر ہم آہنگ نظر آتا ہے؛ جس میں نہ یہودیت کی طرح طلاق کی کھلی آزادی ہے نہ ہی عیسائیت کی طرح بالکل جکڑ بندی، بلکہ دونوں کے بین بین ضرورت شدیدہ کے وقت اس کے استعمال کی مشروط اجازت ہے۔

صحیح طریقہ طلاق: میاں بیوی کے درمیان جب تنازعات شدت اختیار کر جائیں اور اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی چلی جائے تو بہ تدریج اس قرآنی اصول پر عمل پیرا ہوا جائے، چونکہ عورتوں کے احساسات و جذبات بڑے نازک ہوتے ہیں، وہ نازک آبگینہ کی مانند ہیں کہ ذرا سی ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا۔ عورتوں کی اس فطری کمزوری کی وجہ سے قرآن مجید میں مردوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ اگر عورتیں نافرمانی کریں تو مشتعل نہ ہوں اور رد عمل میں کوئی عاجلانہ فیصلہ نہ کر بیٹھیں، بلکہ صبر سے کام لیں۔ مردوں کی دانائی اس میں ہے کہ وہ ان کے ساتھ دل داری کا معاملہ کریں اور محبت سے سمجھائیں۔ اگر اس کے باوجود وہ نافرمانی سے باز نہ آئیں تو ان کو خواب گاہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ یہ تدبیر بھی ناکام ہو جائے اور وہ عدم تعاون کی روش نہ چھوڑیں تو پھر بادل نخواستہ ان کی ہلکی سی سرزنش کی جائے۔

(سورۃ النسا، سورۃ 4، آیت 34)

اگر ان میں سے کوئی تدبیر بھی کار گر نہ ہو تو دونوں خاندان کے کچھ افراد جمع ہوں اور مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں، ان مراحل کے بعد بھی اگر مسائل حل نہ ہوں تو آگے حکم ہے کہ دونوں طرف کے ذی ہوش اور معاملہ فہم افراد جمع ہوں اور میاں بیوی کی باتیں سن کر جو مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(سورۃ النسا، سورۃ 4، آیت 35)

اگر بات اس سے بھی نہ نبھ پائے تو پھر سوائے طلاق کے کوئی چارہ نہیں۔ طلاق میں بھی اکٹھی تین طلاقیں دینے کا نہیں فرمایا گیا بلکہ پہلے ایک طلاق دے کر چھوڑ دے پھر عدت تک سوچ کہ اس کے بغیر رہ سکتا ہے یا نہیں۔ مزید اگر طلاقیں دینی ہوں تو ہر ماہ ایک دے۔ بہتر یہی ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے عورت عدت کے بعد ایک طلاق سے ہی نکاح سے نکل جائے گی اور آگے کسی اور سے بھی نکاح کر سکتی ہے اور دوبارہ پہلے والے سے بھی نکاح کر سکے گی کہ پہلے شوہر نے ایک طلاق دی ہے تین نہیں۔

جہاں تک تین طلاقوں کے بعد حلالہ کے حکم کا تعلق ہے تو حلالہ ہرگز عورت پر ظلم نہیں اور نہ ہی یہ کوئی ظالمانہ حکم ہے بلکہ یہ مقدس رشتہ کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ حکم نہ ہو تو لوگ طلاق کو مذاق بنالیں، جب چاہا طلاق دے دی جب چاہا رجوع کر لیا۔ حلالہ میں عورت پر کوئی جبر نہیں ہے، اس کی مرضی ہے وہ دوسرے سے نکاح کرے

اور دوسرے سے طلاق لینے کے بعد پہلے والے سے کرے یا کسی تیسرے شخص سے کرلے۔ حلالہ کا عمل جس طرح عورت کے لیے گراں ہے اسی طرح ایک غیرت مند مرد کے لیے بھی اس کی غلطی کی سزا ہے، لیکن یہ وہی سمجھ سکتا ہے جسے اسلام نے حیا عطا فرمائی، وہ کفار جن میں بے حیائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور بچہ شادی سے پہلے ہی پیدا ہوکر اپنے والدین کی شادی میں شریک ہوتا ہے وہ مذہب اور معاشرہ اسلامی احکام کو سمجھنے سے قاصر ہے بلکہ وہ ان اسلامی حیا پر مبنی احکام کو تنگ نظری ہی سمجھتا ہے۔

اعتراض: وہ عورت جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوڑا پھینکتی تھی اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گستاخی کی سزا کیوں نہیں دی؟ جب عملی گستاخ کو سزا نہیں۔ تو پھر قولی گستاخ کو سزا کیسے دی جاسکتی ہے۔ شاتم کیلئے کوئی سزا خاص کر قتل کرنا ہے ہی نہیں۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کے قتل کی اجازت نہیں دی جبکہ خود اس کے فرزند اور عمر فاروق نے اسکی اجازت طلب بھی کی۔ اسی طرح ابو لہب اور اسکی عورت ہندہ کا حال ہے۔ بلکہ سارے اہل مکہ تو اعلانیہ شاتم تھے کسی کو سزا نہ دی گئی۔ اہل طائف کیلئے تو جبرائیل سزاء کی پیشگی اجازت لیکر آئے تھے۔ مگر آپ نے نہ صرف منع کیا بلکہ ان کے لئے دعا بھی کی۔ لیکن آج مسلمان گستاخِ رسول کو قتل کرنا اسلام سمجھتے ہیں۔

جواب: حضور علیہ السلام کا گستاخوں کو قتل کروانا ثابت ہے۔ درحقیقت اسلام ایک تدریجی دین ہے جب تک اسلامی ریاست قائم نہ ہوئی تھی اور کفار آپ علیہ السلام سمیت دیگر مسلمانوں کو تکالیف دیتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر نبیوں کی طرح صبر کرتے تھے اور کفار کے لئے دعائیں کرتے تھے کہ اللہ عزوجل ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ یہ آپ کا اعلیٰ اخلاق تھا جو مسلمانوں کے لئے صبر و تحمل کے اعتبار سے ایک بہت بڑا نمونہ ہے۔ اگر حضور علیہ السلام دورانِ تبلیغ ہی ہر گستاخ و نافرمان سے لڑتے تو یہ تبلیغی طریقہ کار کے مطابق نہ ہوتا۔

پھر جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوگی تو تب بھی آپ نے سب کو کچھ جاننے کے باوجود کئی منافقین کو قتل نہیں کروایا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کلمہ گو ساتھیوں کو قتل کرواتے ہیں۔ کئی گستاخوں کو اس وجہ سے معاف کردیا کہ ان کا ہدایت پانا ممکن تھا۔ لیکن وہ پکے کافر وگستاخ جن کی قسمت میں ہدایت نہ تھی حضور علیہ السلام نے ان کو گستاخی کے سبب خود قتل کروایا۔ ان گستاخوں کا قتل کروانا ایک معاشرے کے امن اور

ریاست کے استحکام کے لئے بہت ضروری ہے۔ آج پوری دنیا کے قوانین میں ہر شہری کی عزت کی حفاظت کا قانون ہے یہی وجہ ہے کہ ایک شہری کی اگر بے عزتی کی جائے تو وہ ہتک عزت کا کیس کر سکتا ہے۔ اب کیا انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص آخری نبی علیہ السلام کی ناموس ایک عام شہری سے بھی کم ہو گئی؟

چند حوالہ جات جس میں آپ علیہ السلام نے جن گستاخوں کو جن وجوہ پر قتل کروایا وہ درج ذیل ہیں:

☆ کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بکواس کرتا تھا اور اپنے شعروں میں قریش کے کافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ملے جلے لوگ تھے۔ ان میں وہ مسلمان بھی تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نے جمع کر دیا تھا اور ان میں مشرکین بھی تھے جو بت پوجتے تھے اور اُن میں یہودی بھی تھے جو ہتھیاروں اور قلعوں کے مالک تھے اور وہ اوس و خزرج قبائل کے حلیف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب مدینہ تشریف آوری ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں کی اصلاح کا ارادہ فرمایا۔ ایک آدمی مسلمان ہوتا تو اس کا باپ مشرک ہوتا۔ کوئی دوسرا مسلمان ہوتا تو اس کا بھائی مشرک ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک پر مشرکین اور یہودانِ مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کرام کو شدید قسم کی اذیت سے دوچار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو اس پر صبر و تحمل اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا۔

جب کعب بن اشرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کو حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے لشکر روانہ کرو۔

☆ حضرت عمیر بن اُمیہ کی ایک بہن تھی، حضرت عمیر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نکلتے تو وہ اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے اذیت دیتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں بکتی اور وہ مشرکہ تھی۔ اُنہوں نے ایک دن تلوار اُٹھائی پھر اس بہن کے پاس آئے، اسے تلوار کا وار کر کے قتل کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا تو اُنہوں نے کہا: ہم نے سنا اور مان لیا۔

اسلامی شریعت میں نبی کی گستاخی اتنا سنگین جرم ہے کہ اسکی مرتکب عورت بھی قابل معافی نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن خطل کی مذکورہ دو لونڈیوں کے علاوہ دو اور عورتوں کے بارے میں بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بدزبانی کی مرتکب تھیں، قتل کا حکم جاری کیا تھا۔

☆ اس طرح مدینہ میں ایک نابینا صحابی کی ایک چہیتی اور خدمت گزار لونڈی جس سے انکے بقول انکے موتیوں جیسے دو بیٹے بھی تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کا ارتکاب کیا کرتی تھی۔ یہ نابینا صحابی اسے منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک شب وہ بدزبانی کر رہی تھی کہ انہوں نے اسکا پیٹ چاک کر دیا۔ جب یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو! گواہ رہو اس خون کا کوئی تاوان یا بدلہ نہیں ہے۔

☆ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو شہر نور میں ایک بوڑھا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور نام اس کا ابو عفک تھا۔ اس نے انتہائی دشمنی کا اظہار کیا۔ لوگوں کو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑکاتا، نظمیں لکھتا جن میں اپنی بدباطنی کا اظہار کرتا۔ جب حارث بن سوید کو موت کی سزا سنائی گئی تو اس ملعون نے ایک نظم لکھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں بکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس کی گستاخیاں سنیں تو فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس غلیظ اور بدکردار آدمی کو ختم کر دے۔ حضرت سالم بن عمیر نے اپنی خدمات پیش کیں۔ وہ ابو عفک کے پاس گئے دراں حالیکہ وہ سو رہا تھا، حضرت سالم نے اس کے جگر میں تلوار زور سے دبا دی۔ ابو عفک چیخا اور آنجہانی ہو گیا۔

دوسری بات اصول یہ ہے کہ وہ شخصیت جس کی شان میں گستاخی کی جائے اسے یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے گستاخ کی خود معاف کر دے لیکن بطور امتی ناموس رسالت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے اور اس ذمے داری کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش ہم پر فرض ہے۔ چونکہ اللہ کے رسول کے دور میں اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ظاہری حکم کے پابند تھے اسلئے انہوں نے کبھی از خود کاروائی نہ کی لیکن اللہ عزوجل کے رسول علیہ السلام کی

منشاء یہی رہی کہ گستاخوں کو معاف نہ کیا جائے۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے ادوار میں کبھی بھی گستاخان رسول کو معاف نہیں کیا گیا۔

لہذا یہ کہنا کہ اسلام میں گستاخ رسول کے لئے کوئی سزا نہیں ہے یہ بالکل غلط ہے اور یہ کہنا کہ گستاخ رسول کو معاف کر دینا چاہئے یہ سراسر بے غیرتی ہے جو وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو اپنی عزت کی کوئی پرواہ نہیں ہو گی۔

اعتراض: اگر دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو سکتے ہیں تو ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل کیوں نہیں کر سکتا؟ اگر کسی یہودی اور عیسائی کے مسلمان ہونے پر قتل کی سزا لاگو نہیں ہوتی تو ایک مسلمان کے یہودیت یا عیسائیت قبول کرنے پر اسے کیوں واجب القتل قرار دیا جاتا ہے؟

جواب: دیگر مذاہب والے اپنے ماننے والوں کو دوسرا مذہب اختیار کرنے پر کوئی سزا نہیں دیتے یہ ان کا مسئلہ ہے۔ لیکن دیگر مذاہب والے اپنے پیروکاروں کے مسلمان ہونے پر خوش بھی نہیں ہوتے تاریخ میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ انہوں نے مسلمان ہونے پر ان پر ظلم و ستم کئے اور قتل و غارت بھی کی۔

اسلام میں مرتد جو مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہو جائے اس کی سزا اس وجہ سے قتل رکھی کہ یہ ایک کامل اور پچھلے ادیان کو منسوخ کرنے والے دین کی تذلیل ہے اور ایسا شخص باغی ہے اور باغی کو دنیا کے ہر مذہب میں پر امن معاشرے کا فتنہ کہا جاتا ہے۔

اسلام نے پچھلے ادیان کو منسوخ کر کے نجات کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان پر محصور کر دیا ہے۔ اب اس دین کو چھوڑ کر پچھلے یا دیگر ادیان پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی جدید قانون کو چھوڑ کر پرانے قانون پر کاربند رہنا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک کے قانون میں ترمیم کر دی جائے یا اس کو سرے سے منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا جدید آئین و قانون نافذ کر دیا جائے، اب اگر کوئی زیادہ سیانہ بنتے ہوئے اس نئے آئین و قانون کی بجائے منسوخ شدہ دستور و قانون پر عمل کرتے ہوئے نئے قانون کی مخالفت کرے تو اسے قانون شکن کہا جائے گا یا قانون کا محافظ و پاسبان؟ اگر کسی ملک کا سربراہ ایسے عقل مند کو رائج و نافذ جدید آئین و

قانون کی مخالفت اور اس سے بغاوت کی پاداش میں باغی قرار دے کر اُسے بغاوت کی سزا دے تو اس کا یہ فعل ظلم و تعدی ہوگا یا عدل وانصاف؟

اعتراض: اسلام نے عورت کو بے کار شے قرار دے کر اس پر پردہ کو لازم کر کے اسے چار دیواری میں قید کر دیا ہے۔ دنیا کی ترقی میں اسے پیچھے کیا جاتا ہے، اسے نوکری کرنے سے روکا جاتا ہے۔

جواب: اسلام نے عورت کو ہرگز بیکار شے قرار نہیں دیا بلکہ بقیہ مذاہب کی بہ نسبت عورت کو عزت دی ہے۔ عورت کو گھر کی زینت، باپ کی بہ نسبت خدمت میں ماں کا درجہ زیادہ رکھا، طلاق ہونے کی صورت میں چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق مرد کی بہ نسبت ماں کا حق مقدم رکھا۔

اسلام نے مرد پر واجب کیا کہ عورت کا نفقہ اٹھائے، عورت کو والدین کی جائیداد میں حصہ دار بنایا اور شوہر کی جائیداد میں بھی حصہ دار بنایا، مرد کی بہ نسبت عورت کو بالغہ ہونے کے باجود اس کا نفقہ والد پر لازم قرار دیا گیا، طلاق کی عدت کا خرچہ شوہر پر لازم قرار دیا۔

تصور کریں اس عورت کے بارے میں جسکا خاوند، باپ، بھائی یا بیٹا (یا کوئی دوسرا قریبی رشتہ دار) اسکی معاشی کفالت کا پورا ذمہ اٹھائے ہوئے ہے، گھر سے باہر آتے جاتے وقت اسکے تحفظ کی خاطر اسکے ساتھ ہونے کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے، اسکی ضرورت کی ہر شے اسے گھر کی دلہیز پر مہیا کرتا ہے، اپنی عمر بھر کی کمائی ہنسی خوشی اس پر خرچ کر دیتا ہے، اسے اچھا کھلاتا اور پہناتا ہے، اسکی عزت کی حفاظت کیلئے اپنی جان تک قربان کر دینے کیلئے تیار رہتا ہے۔ اس عورت کو ترقی کے نام پر روزگار کے لئے تاجروں کے ماتحت کر دینا کوئی عقل مندی نہیں بلکہ بیو قوفی ہے جس کا انجام ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ زنا عام ہو رہا ہے، عورتوں کو دفاتر میں ہراساں کیا جاتا ہے۔

اسلام میں عورت کے لئے پردہ اور چار دیواری اس لئے لازم قرار دی کہ اس میں عورت کا فائدہ ہے۔ اگر اسلام کے احکامات کو پس پشت ڈال کر سیکولر ذہن کو اپنا یا جائے کہ مرد گھر بیٹھے عورت خود کمانے کے لئے باہر جائے، پھر جب کما کر لائے تو خود پکائے، پھر حالتِ حمل میں سڑکوں اور بسوں میں ذلیل و خوار ہو، دوران ڈیوٹی حمل

کے آخری ایام میں سڑیاں اترتی چڑھتی رہے، اگر ان تمام امور کو آزادی کا کہا جاتا ہے تو یہ آزادی نہیں بلکہ عورت ذات پر ظلم ہے۔

اسلام نے عورت کو اسی طرح کے ظلم سے نکالا تھا لیکن آج کی نام نہاد روشن اور ماڈرن جاہلیت میں عورتوں کو آزادی کے نام سے دوبارہ اسی ظلم، بے وقعی، بے قدری، ذلت اور رسوائی کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں یورپ وامریکہ اور دوسرے صنعتی ممالک میں عورت ایک ایسی گری پڑی مخلوق ہے جو صرف اور صرف تجارتی اشیاء کی خرید وفروخت کے لیے استعمال ہوتی ہے، وہ اشتہاری کمپنیوں کا جزء لاینفک ہے، بلکہ حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اس کے کپڑے تک اتروادیئے گئے ہیں اور اس کے جسم کو تجارتی اشیاء کے لیے جائز کر لیا گیا ہے، اور مردوں نے اپنے بنائے ہوئے قانون سے اسے اپنے لئے ہر جگہ پر اس کے ساتھ کھیلنا ہی مقصد بنالیا ہے۔

عورت نے اس نعرے کے فریب میں آکر جب گھر سے نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا شروع کیا تو اسے ہوٹلوں میں ریسیپشن پر، ہسپتالوں میں بطور نرس، ہوائی جہازوں میں بحیثیت ایئر ہوسٹس، تھیٹروں میں بحیثیت اداکارہ یا گلوکارہ، مختلف ذرائع ابلاغ میں بحیثیت اناؤنسر بٹھادیا گیا، جہاں وہ اپنی خوبروئی، دلفریب ادا اور شیریں آواز سے لوگوں کی ہوس نگاہ کا مرکز بن گئی۔

فحش رسائل واخبارات میں ان کی ہیجان انگیز عریاں تصویر چسپاں کر کے مارکیٹنگ کا وسیلہ بنایا گیا تو تاجروں اور صنعتی کمپنیوں نے اسی نوعیت کی فحش تصاویر اپنے سامان تجارت اور مصنوعات میں آویزاں کر کے انہیں فروغ دینے کا ذریعہ بنالیا۔

یہی نہیں بلکہ جس کی نظر آج کی فحاشی وعریانیت پر ہے وہ اچھی طرح واقف ہے کہ مس ورلڈ، مس یونیورس اور مس ارتھ کے انتخابی مراحل میں عورت کے ساتھ کیا کھلواڑ نہیں ہوتا، نیز فلموں میں اداکاری کے نام پر اور انٹرنیٹ کے مخصوص سائٹ پر اس کی عریانیت کے کون سے رسوا کن مناظر ہیں جو پیش نہیں کئے جاتے۔ اگر یہی عورت کی آزادی اور اس کی عزت وتکریم اور اس کے حقوق پانے کی علامت ہے تو انسانیت کو اپنے پیمانہ عزت وآبرو پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

یادرہے کہ یہ سب معاملہ عورت کے ساتھ اس وقت تک رکھا جاتا ہے جب تک اس میں مردوں کی کشش، ابھرتی جوانی کی بہار، دل ربا دوشیزگی کا جوبن اور شباب وکباب کی رونق رہتی ہے، لیکن جب اس کے جوبن میں پژ مردگی آجاتی ہے، اس کی کشش میں گھن لگ جاتا ہے، بازاروں میں اس کی قیمت لگنا بند ہو جاتا ہے، اس کے ڈیمانڈ کو دیمک چاٹ جاتی ہے اور اس کی ساری مادی چمک دمک ماند پڑ جاتی ہے تو یہ ظالم معاشرہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے، وہ ادارے جہاں اس نے جوہر کمال دکھائے تھے اس کو چھوڑ دینے میں عافیت سمجھتے ہیں اور وہ اکیلی یا تو اپنے گھر میں کسمپرسی کی زندگی گزارتی ہے یا پھر پاگل خانوں میں۔

اسلام عورت کی نوکری کے خلاف نہیں ہے بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ عورت سے وہ نوکری کروائی جائے جو عورت کی شان اور ہمت کے لائق ہے۔ یہ نہیں کہ جہاں مردوں کی ضرورت ہو وہاں عورت ہو اور جہاں عورتوں کی ضرورت ہو وہاں مرد ہو جیسے یورپ کے دیکھا دیکھی مسلم ممالک کا حال ہو رہا ہے کہ حاجیوں کے جہاز میں بے پردہ ایئر ہوسٹ ہوتی ہے اور عورتوں کی ڈلیوری میں مرد موجود ہوتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو بلا وجہ گھر سے باہر نکلنا اس لئے منع کر دیا کہ عورت کو پورا گھر سنبھالنے، بچوں کی اچھی پرورش کرنے کا کام سونپا گیا اور مرد سے کہا گیا کہ تو رزق حلال کما کر عورت کو کھلا۔ اب جب عورت کو گھر بیٹھے رزق مل رہا ہے تو آزادی و ترقی کے نام پر اسے روڈ پر لانا کئی خرابیوں کا موجب ہے جیسے بچوں کی صحیح پرورش نہیں ہو پاتی، مالکان اپنی آنکھوں کو عورت کے حسن سے داغدار کرنے کے لئے مردوں کی بہ نسبت عورتوں کو نوکری پر ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ سے پڑھے لکھے لوگ بیروزگاری کا شکار ہوتے ہیں، جو عورت خود کمانے والی ہو وہ شوہر کی مرہونِ منت نہ ہونے کی وجہ سے عدم برداشت والی ہوتی ہے ذرا سی بات پر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ شوہر طلاق بھی دے دے گا تو کوئی فرق نہیں پڑتا میں خود کمانے والی ہوں۔

عورتوں کو آزادی اور ترقی کا جھانسا دے کر گھروں سے باہر نکالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نہیں خود معاشرے کی ترقی میں آج تک کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ این جی اوز کو چلانے اور باہر کے ممالک سے عورتوں پر ہونے والے ظلم و ستم کا رونا رو کر چندہ اکٹھا کر کے کھانا مقصد ہے۔

حیرانگی ہوتی ہے کہ یورپ ماحول کے دلدادہ اور آزادی کا نعرہ لگانے والے، پردہ اور داڑھی پر خوب اعتراض کرتے ہیں۔ ان کو اتنی عقل نہیں کہ جب عورتوں کو بے حیائی کرنے پر کہتے ہو کہ کوئی بات نہیں آزادی ہونی چاہیے تو عورت کے پردہ کرنے اور مرد کے داڑھی رکھنے پر کیوں اعتراض کرتے ہو؟ کیا یہاں آزادی نہیں ہے؟ ایک عورت پردہ کو پسند کرتی ہے اور ایک کامل مسلمان داڑھی کو اپنی خوشی سے رکھتا ہے تو تم لوگوں کو کیا تکلیف ہے جو اس پر اعتراض کرتے ہوں؟ فرانس، جرمنی، ناروے، کینڈا، ہالینڈ، مشرقی مغربی یورپ میں بل دھونس بندوق کی نوک پہ حجاب پہ پابندی کے بل کرائے گئے، راہ چلتی مسلم خواتین کو عبائیوں سے پکڑ کر سڑکوں پہ گھسیٹا گیا جرمانے عائد کیے گئے جیلوں میں ڈالا گیا، فقط اپنی مرضی کے کپڑے زیب تن کرنے پر؟ تف کہوں عقل پہ کیا زمانے اتنی ترقی کرلی کہ اب اپنی مرضی سے کوئی عورت کپڑے بھی نہیں پہن سکتی؟؟؟ کیا یہ آزادی اظہار ہے؟؟؟ پتہ چلا کہ آزادی کا نعرہ فقط ایک جھانسا ہے اصل مقصد اپنا کاروبار چلانا ہے۔

اب ایک نظر مختلف معاشروں میں جو عورتوں کی موجودہ اور تاریخ میں جو حیثیت رہی ہے اس پر موجود ایک مقالے کا مختصر خلاصہ پیش خدمت ہے:

قبل از اسلام عرب میں عورت کی حیثیت: دنیا کے مختلف معاشروں میں بنیادی خرابی اس امر سے پیدا ہوئی کہ عورت اور مرد کے درمیان تخلیقی طور پر امتیاز رکھا گیا اور عورت کو ہمیشہ کم تر اور کم اہم سمجھا گیا جبکہ مرد برتر اور اہم حیثیت کا حامل رہا۔ یہی وجہ تھی کہ قبل از اسلام عورت کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا، یہ صنف بھیڑ بکریوں کی طرح بکتی تھی، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کردیا جاتا تھا، کیونکہ اس کی پیدائش نہ صرف منحوس تصور کی جاتی تھی، بلکہ باعث ذلت سمجھی جاتی تھی۔ دارمی کی ایک روایت ہے جس میں ایک شخص نے بتایا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کس طرح اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ روایت ملاحظہ ہو "عَنِ الْوَضِينِ:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ وَعِبَادَةِ أَوْثَانٍ، فَكُنَّا نَقْتُلُ الْأَوْلَادَ، وَكَانَتْ عِنْدِي ابْنَةٌ لِي فَلَمَّا أَجَابَتْ، وَكَانَتْ مَسْرُورَةً بِدُعَائِي إِذَا دَعَوْتُهَا، فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا، فَاتَّبَعَتْنِي فَمَرَرْتُ حَتَّى أَتَيْتُ بِئْرًا مِنْ أَهْلِي غَيْرَ بَعِيدٍ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَرَدَّيْتُ بِهَا فِي الْبِئْرِ، وَكَانَ آخِرَ عَهْدِي بِهَا أَنْ تَقُولَ: يَا أَبَتَاهُ يَا أَبَتَاهُ فَبَكَى

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى وَكَفَ دَمْعُ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحْزَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: «كُفَّ فَإِنَّهُ يَسْأَلُ عَمَّا أَهَمَّهُ» ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَعِدْ عَلَيَّ حَدِيثَكَ فَأَعَادَهُ، فَبَكَى حَتَّى وَكَفَ الدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ عَلَى لِحْيَتِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ وَضَعَ عَنِ الْجَاهِلِيَّةِ مَا عَمِلُوا، فَاسْتَأْنِفْ عَمَلَكَ» ''ترجمہ: وضین فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ایک شخص عرض گزار ہوا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاہلیت میں ہمارے دینی مشاغل بتوں کی پوجا اور اولاد کو اپنے ہاتھوں قتل کرنا ہماری قومی وجاہت تھی۔ میری اپنی یہ کہانی ہے کہ میری ایک بیٹی تھی، جب میں اس کو بُلاتا تو وہ خوش خوش دوڑی آتی، ایک دن وہ میرے بلانے پر آئی تو میں آگے بڑھا اور وہ میرے پیچھے چلی آئی، میں آگے بڑھتا چلا گیا، جب میں ایک کنویں کے پاس پہنچا جو میرے گھر سے زیادہ دور نہ تھا، اور لڑکی اس کے قریب پہنچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا، وہ مجھے ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی اور یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی۔ رسول اللہ اس پُر درد افسانے کو سن کر آنسو ضبط نہ کر سکے، ایک صحابی نے اس شخص کو ملامت کی کہ تم نے حضور علیہ السلام کو غمگین کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو کہ جو مصیبت اس پر پڑی ہے وہ اس کا علاج پوچھنے آیا ہے۔ پھر اس شخص سے فرمایا اپنا قصہ پھر سناؤ، اس نے دوبارہ پھر بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت ہوئی کہ روتے روتے داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا جاؤ کہ جاہلیت کے گناہ اسلام کے بعد معاف ہو گئے اب نئے سرے سے اپنا عمل شروع کرو۔

(سنن الدارمي، المقدمة، باب ما كان عليه الناس قبل مبعث النبي صلى الله عليه وسلم من الجهل والضلالة، جلد 1، صفحہ 153، حدیث 2، دار المغني، السعودية)

قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے بھی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا اپنا واقعہ سنایا۔ تفسیر طبری میں ہے ''عن قتادة، قال: جاء قيس بن عاصم التميمي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني وأدت ثماني بنات في الجاهلية، قال: فَأَعْتِقْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ بَدَنَةً'' ترجمہ: حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں کہ قیس بن عاصم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ زمانہ جاہلیت میں اپنے ہاتھ سے اپنی آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ قربانی کرو۔

(جامع البیان فی تأویل القرآن، جلد24، صفحہ248، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

عربوں میں مرد کے لیے عورتوں کی کوئی قید نہ تھی، بھیڑ بکریوں کی طرح جتنی چاہتا، عورتوں کو شادی کے بندھن میں باندھ لیتا تھا۔ کتب احادیث میں ان اشخاص کا ذکر موجود ہے جو قبول اسلام سے پہلے چار سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ یونہی عربوں میں عورتوں اور بچوں کو میراث سے ویسے ہی محروم رکھا جاتا تھا اور لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ میراث کا حق صرف ان مردوں کو پہنچتا ہے جو لڑنے اور کنبے کی حفاظت کرنے کے قابل ہوں، اس کے علاوہ مرنے والوں کے وارثوں میں جو زیادہ طاقت ور اور باأثر ہوتا تھا وہ بلا تأمل ساری میراث سمیٹ لیتا تھا۔

عرب میں عورت کو ذلیل کرنے اور اُسے تنگ کرنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو گھر سے نکالنا چاہتا تو ایسے نکالتا کہ نہ اُسے طلاق یعنی آزادی دیتا اور نہ ہی گھر میں بحیثیت بیوی کے اپنے پاس رکھتا۔ قرآن عظیم کی درج آیت ایسے ہی موقع کے بارے میں اتری ہے ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔

(سورۃ النساء، سورۃ4، آیت129)

عرب معاشرے میں بلاشبہ بعض اوقات عورت کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہو جاتا تھا لیکن مجموعی طور پر وہ کبھی بھی حاکم یا مالکہ نہ بن سکتی تھی بلکہ اپنی زندگی کے سفر کا فیصلہ بھی خود نہ کر سکتی تھی۔ مملکت سبا، جو عرب کا ہی ایک حصہ اور ریاست تھی وہاں بھی عورتوں کی حیثیت ناگفتہ بہ تھی، ایک عورت کئی مردوں کے ساتھ شادی کرتی تھی اور اہل خانہ میں باہمی فسق و فجور کا بازار گرم رہتا تھا اور اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ بدکاری کرنے کا عام رواج تھا۔ ان کی جاہلانہ رسوم میں سے ایک رسم ایسی بھی تھی جس سے عورت کی بے بسی کے ساتھ ساتھ اُس پر بداعتمادی کا کھلا اظہار ہوتا ہے، وہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص سفر پر جاتا تو ایک دھاگا کسی درخت کی ٹہنی کے ساتھ باندھ دیتا یا اُس کے تنے کے ارد گرد لپیٹ دیتا، جب سفر سے واپس آتا تو اس دھاگے کو دیکھتا، اگر وہ صحیح سلامت ہوتا تو وہ سمجھتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر وہ اسے ٹوٹا ہوا یا کھلا ہوا پاتا تو خیال کرتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں بدکاری کا ارتکاب کیا ہے، اس دھاگے کو الرتم کہا جاتا۔

یونان میں عورت: یونان ایک قدیم تہذیبی مذہب ہے، انہوں نے دنیا میں انصاف اور انسانی حقوق کے دعوے کئے اور علوم و فنون میں ترقی کی مگر اس ترقی اور دعووں کے باوجود عورت کا مقام کوئی عزت افزا نہیں تھا، ان کی نگاہ میں عورت ایک ادنیٰ درجہ کی مخلوق تھی اور عزت کا مقام صرف مرد کے لیے مخصوص تھا، سقراط جو اس دور کا فلسفی تھا اس کے الفاظ میں: ''عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز دنیا میں کوئی نہیں وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بہت خوب صورت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر چڑیا اس کو کھالیتی ہے تو وہ مرجاتی ہے۔'' (روزنامہ دنیا، 03-07-2015)

یونانی فلاسفروں نے مرد و عورت کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ محض زبانی تعلیم تھی۔ اخلاقی بنیادوں پر عورت کی حیثیت بے بس غلام کی تھی اور مرد کو اس معاشرے میں ہر اعتبار سے فوقیت حاصل تھی۔ عام طور پر یونانیوں کے نزدیک عورت گھر اور گھر کے اسباب کی حفاظت کے لیے ایک غلام کی حیثیت رکھتی تھی اس میں اور اس کے شوہر کے غلاموں میں بہت کم فرق تھا وہ اپنی مرضی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی تھی، بلکہ اس کے مشورے کے بغیر لوگ اس کا نکاح کر دیتے تھے، وہ خود بمشکل طلاق لے سکتی تھی، لیکن اگر اس سے اولاد نہ ہو یا شوہر کی نگاہوں میں غیر پسندیدہ ہو تو اس کو طلاق دے سکتا تھا۔ مرد اپنی زندگی میں جس دوست کو چاہتا، وصیت میں اپنی عورت نذر کر سکتا تھا، اور عورت کو اس کی وصیت کی تعمیل مکمل طور پر کرنا پڑتی تھی، عورت کو خود کسی چیز کے فروخت کرنے کا اختیار نہ تھا غرض وہاں عورت کو شیطان سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا، لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی پیدائش پر غم کیا جاتا تھا۔ (روزنامہ دنیا، 03-07-2015)

افلاطون کے مطابق: جتنے ذلیل و ظالم مرد ہوتے ہیں وہ سب نتائج کے عالم میں عورت ہو جاتے ہیں (یعنی مردوں کے ظلم کی سزا یہ ہے کہ ان کو بطور سزا عورت بنا دیا جائے)۔

(عورت اسلام کی نظر میں، صفحہ 38، آئینہ ادب انارکلی، لاہور)

اہل یونان دیوتاؤں کے مندروں میں بڑے قیمتی نذرانے پیش کرتے تھے اور منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں ان کے نام وقف کی جاتی تھیں، خاص مشکل کے حل کے لیے انسانی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جاتا، ایگامیمنون ٹرائے کی جنگ میں یونانیوں کا سپہ سالار تھا وہ چاہتا تھا کہ دیوی آرٹومس اس پر مہربان ہو جائے جس نے غلط سمت میں ہوائیں

چلا کر ٹرائے کے خلاف اس کی مہم میں رکاوٹ پیدا کر رکھی تھی، چنانچہ اس نے اس دیوی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جواں سال بیٹی اپنی گنیا کو اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔

روم میں عورت کی حیثیت وحالت: یونانیوں کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا، وہ اہل روم تھے۔ رومی معاشرے کو تہذیب وتمدن کا گہوارہ تصور کیا جاتا ہے، لیکن اس معاشرے میں بھی عورت کو اس کی حیثیت اور حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ ولادت سے لے کر وفات تک بیچاری کی حیثیت محض ایک قیدی کی سی رہی، یونانیوں اور ہندوستانیوں کی طرح رومیوں کے دل بھی عورت کے معاملے میں رحم ومروّت سے قطعی محروم تھے، سنگدلی اور شقاوت قلبی کا عالم یہ تھا کہ عورت کو اپنی عصمت وعفت اور ناموس وحیا کے تحفظ کے لیے کوئی حقوق حاصل نہ تھے، مرد کو اپنی بیوی کے چال چلن کے متعلق اگر رائی بھر شبہ ہوتا تو وہ اسے قانونی طور پر موت کے گھاٹ اُتار دینے کا حق رکھتا تھا۔ اس کی موت کے لیے وہ کیا آلہ یا ذریعہ اختیار کرے، اس بارے میں بھی مرد کو اپنی خواہش پر مکمل اختیار تھا۔

رومانی مردوں نے اپنی عورتوں پر گوشت کھانا، ہنسنا بولنا اور بات چیت کرنا بھی حرام قرار دے دیا، یہاں تک کہ ان کے منہ پر موزسیر نامی ایک مستحکم قفل لگا دیا، تاکہ وہ کہنے ہی نہ پائے۔ یہ حالت صرف عام عورتوں کی نہیں تھی بلکہ رئیس وامیر، کمینے اور شریف، عالم وجاہل سب کی عورتوں پر یہی آفت طاری ہوئی۔ رومیوں کے ہاں عورت کو ہر قسم کے مذہبی، قانونی واخلاقی حقوق سے محروم رکھا گیا تھا، وہ جنس کی طرح کی چیز تھی جو کسی کی ملکیت ہوتی ہے، جائیداد کی طرح اُسے بھی خرید وفروخت اور لین دین کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

اہل روم کا تہذیبی ارتقاء بذاتِ خود افراط وتفریط کا ایک انتہائی نمونہ پیش کرتا رہا تھا ایک وہ وقت تھا کہ جب ایک مرتبہ رومی سینٹ کے ایک ممبر نے اپنی بیٹی کے سامنے اپنی بیوی کا بوسہ لیا تو اس کی قومی اخلاق کی سخت توہین سمجھا گیا، اور سینٹ میں اس پر ملامت کا ووٹ پاس کیا گیا۔ اور پھر نام نہاد تہذیب وترقی کا وہ دور بھی آیا کہ جب ازدواجی تعلق کی ذمہ داری بھی نہایت ہلکی تصور کی جانے لگی، قانون نے عورت کو باپ اور شوہر کے اقتدار سے بالکل آزاد کر دیا۔ اس دور میں عورت یک بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کرتی جاتی تھی مارشل (43تا104ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی، جو دنیل (60تا130ء) ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال

میں آٹھ شوہر بدلے، سینٹ جروم (340ء تا 420ء) ان سب سے زیادہ ایک عورت کا حال لکھتا ہے جس نے آخری بار تیسواں شوہر کیا تھا اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسوی بیوی تھی۔

ایران میں عورت: عورت کو انسانیت کے مرتبے سے گرا کر قعرِ مذلت میں رومی اور یونانی تہذیب ہی نے نہیں دھکیلا بلکہ اہل ایران بھی اس میں پیش پیش رہے۔ انکی اخلاقی حالت انتہائی شرمناک تھی، ان کی کتاب اخلاق میں باپ، بیٹی اور بہن کی کوئی تمیز نہ تھی۔ وہ خون کے قریب تر رشتوں میں شادی کر سکتا تھا اور جتنی بیویوں کو چاہتا طلاق دے سکتا تھا، ایران میں زمانہ قدیم سے یہ دستور تھا کہ عورتوں کی حفاظت کے لیے مردوں کو ملازم رکھا جاتا، نیز یونان کی طرح یہاں بھی خواصوں اور داشتہ عورتوں کو رکھنے کا طریقہ عام تھا اسے نہ صرف مذہباً جائز قرار دیا گیا تھا بلکہ یہ ایرانیوں کی سماجی زندگی کا خاصہ بن گیا تھا۔

ایرانی معاشرے میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی اور اگر کسی درجے پر اُسے اہمیت بھی دی جاتی تو ایک غلام کی سی اہمیت مل پاتی۔ شوہر مجاز تھا کہ اپنی بیوی یا بیویوں میں سے ایک کو خواہ وہ بیاہتا بیوی ہی کیوں نہ ہو، کسی دوسرے شخص کو جو انقلاب روزگار سے محتاج ہو گیا ہو، اس غرض کے لیے دے دے کہ وہ اس کسب معاش کے کام میں مدد لے، اس میں عورت کی رضا مندی نہ لی جاتی عورت کو شوہر کے مال واسباب پر تصرف کا حق نہیں ہوتا تھا، اور اس عارضی ازدواج میں جو اولاد ہوتی تھی، وہ پہلے شوہر کی سمجھی جاتی تھی، یہ مفاہمت ایک باضابطہ قانونی اقرار نامے کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ قانون میں بیوی اور غلام کی حالت ایک دوسرے سے مشابہ تھی۔

ایران میں بھی عرب کی طرح لڑکوں کی پیدائش پر انتہائی خوشی جبکہ بیٹی کی پیدائش پر مایوسی کا اظہار کیا جاتا تھا، جب بیٹا پیدا ہوتا تو شکر خدا کے اظہار کے لیے بہت سی مذہبی رسوم ہوتی تھیں جنہیں خوشی اور دھوم دھام سے ادا کی جاتا تھا، صدقے دیے جاتے تھے، لیکن جب بچی پیدا ہوتی تو ویسی دھوم دھام نہ ہوتی جس طرح بچے کی پیدائش پر ہوتی۔ بقول آرتھر کرسٹن سین: بچہ پیدا ہونے پر باپ کے لیے لازمی تھا کہ شکرِ خدا کے اظہار کے لیے خاص مذہبی رسوم ادا کرے اور صدقہ دے، لیکن لڑکی کے پیدا ہونے پر ان رسموں میں اس قدر دھوم دھوم نہیں ہوتی تھی، جتنی کہ لڑکے کے پیدا ہونے پر۔

ایرانیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ عورت ناپاک ہے اور اس کی نظر بد کا اثر ہوتا ہے، اور خاص طور پر اگر کسی بچے پر اس کی نظر بد پڑ گئی تو اس بات کا خوف رہتا تھا کہ بچے پر کوئی نہ کوئی بد بختی ضروری آئے گی اس لیے بچے کو نظر بد سے بچانا نہایت ضروری سمجھا جاتا تھا، بالخصوص اس بات کی احتیاط کی جاتی تھی کہ کوئی عورت اس کے پاس نہ آئے تاکہ اس کی شیطانی ناپاکی بچے کے لیے بد بختی کا باعث نہ ہو۔

یہودیت اور عورت: ہنود و یہود کی تاریخ ہو کہ عیسائیت کی مہذب و متمدن دنیا، قبل از اسلام مذاہب عالم کے مصلحین نے عورت کی عظمت و رفعت اور قدر و منزلت سے ہمیشہ انکار کیا، اور ایک اکثریت عورت کو بے زبان و پالتو جانور ہی سمجھتی رہی۔

یہودیت نے عورت کو جو حیثیت دی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مکمل طور پر مرد کی غلام ہے اور اس کی محکوم ہے، وہ مرد کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی، حقوق ملنے کی بات تو ایک طرف رہی، اُسے تمام گناہوں کی جڑ قرار دیا گیا۔

بائبل کے مطابق واقعہ آدم اور حوّا علیہ السلام کو مجرم قرار دیا گیا، اس لیے حوّا کی بیٹیاں ہمیشہ محکوم رہیں گی۔

یہودی شریعت میں مرد کا اقتدار و تصرف اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ: اگر کوئی عورت خداوند کی منت مانے اور اپنی نوجوانی کے دنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اس کا باپ جس دن یہ سُنے، اسی دن اُسے منع کر دے تو اس کی کوئی منت یا کوئی فرض، جو اُس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے، قائم نہیں رہے گا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا۔

یہودیت میں عورت کو جو حیثیت دی گئی ہے وہ کسی غلام و محکوم سے بڑھ کر نہیں، عورت مکمل طور پر مرد کی دست نگر ہے۔ وہ مرد کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی، مرد جب چاہے اُسے گھر سے نکال دے طلاق دے دے، مگر عورت کبھی بھی مرد سے طلاق طلب نہ کرے یہاں تک کہ مرد میں بے پناہ ہی عیوب کیوں نہ ہوں۔

یہود کے قانون شریعت کے مطابق عورت کو مرد کے مساوی حقوق دینا تو ایک طرف رہا بلکہ مرد کو کھلی چھٹی دی کہ وہ اپنی بیوی پر ہر لحاظ سے بے جا برتری کا دعویدار ہو، عورت مہر کے علاوہ کسی چیز کی حقدار نہیں، معصیت اول

چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوتی تھی اس لیے اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم ہے، شوہر اُس کا آقا اور مالک ہے اور وہ اس کی مملوکہ ہے۔

یہود کے قانون وراثت میں بیٹی کا درجہ پوتوں کے بعد آتا ہے، اگر کسی میت کا لڑکا نہ وہ تو وراثت پوتے کے لیے ہے، اور اگر پوتا بھی نہ ہو تو اس صورت میں وراثت لڑکی کی ہے۔

یہودیت کے عائلی نظام میں ایک قانون یہ بھی تھا کہ ہر شخص کا نام اسرائیل میں باقی رہنا چاہیے، اس لئے اگر کوئی مرد بے اولاد مرتا تو اس کا پورا ایک ضابطہ تھا تا کہ اُس کا نام باقی رہے، عہد نامہ قدیم میں اس بارے میں درج ہے کہ: اگر کئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں اور ایک اُن میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اُس کے شوہر کا بھائی اُس کے پاس جا کر اُسے اپنی بیوی بنالے، اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے، وہ اس کے ساتھ ادا کرے، اور اس عورت کے جو پہلا بچہ ہو، وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کہلائے، تا کہ اُس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے، اور اگر وہ آدمی اپنی بھاوج سے بیاہ نہ کرنا چاہے، تو اس کی بھاوج پھاٹک پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے مریا دیور، اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کرتا ہے، اور میرے ساتھ دیور کا حق ادا کرنا نہیں چاہتا، تب اُس کے شہر کے بزرگ اُس آدمی کو بلا کر اُسے سمجھائیں، اور اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے اور کہے کہ مجھ کو اس سے بیاہ کرنا منظور نہیں، تو اس کی بھاوج بزرگوں کے سامنے اُس کے پاس جا کر، اُس کے پاؤں سے جوتی اتارے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور یہ کہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کا گھر آباد نہ کرے، اُس سے ایسا ہی کیا جائے گا۔

(استثناء 25،10-5)

عیسائیت میں عورت: عورت کے بارے میں عیسائیت کا بھی وہی تصور ہے جو یہودی نظریات میں ملتا ہے۔ عیسائیت بھی عورت کے بارے میں کوئی بھرپور اخلاقی عقیدہ نہ اپنا سکی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عورت کے ساتھ عیسائیت کی روش اور بھی زیادہ ناپسندیدہ تھی تو بے جا نہ ہوگا۔

عیسائیت کے مطابق مرد حاکم اور عورت محکوم ہے، کیونکہ عورت و حقیقت مرد کے لیے بنائی گئی ہے، سو اس کی خدمت اور اطاعت اُس کا فرض ہوگا، جبکہ مرد چونکہ عورت کے لیے نہیں تخلیق ہوا، اس لیے اُسے عورت کی محکومی میں رہنے کی ضرورت نہیں۔

عیسائیت میں عورت کی حالت میں ہے: عورت سراپا فتنہ و شر سمجھی جاتی تھی، عابد و زاہد اُس کے سایے سے بھاگتے تھے، بڑے بڑے راہب اپنی ماں تک سے ملنا، اور اس کے چہرہ پر نظر ڈالنا معصیت سمجھتے تھے۔ رہبانیت کی تاریخ عورت سے نفرت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

ہندومت میں عورت کی حالت وحیثیت: اپنے قدیم تمدن پر نازاں ہندوستان، کے مذہب ہندومت نے بھی عورت کی حیثیت پامال کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ ہندو ایک طرف تو وحدۃ الازواج (صرف ایک بیوی ہونے) کے قائل ہیں لیکن جب بیوی سے کوئی بیٹا نہ ہو رہا ہو تو مذکورہ بالا قانون کو توڑتے ہوئے کئی کئی شادیاں کرتے ہیں تاکہ بیٹا پیدا ہو، یہ سلسلہ آج کل کا نہیں بلکہ آریاؤں سے چلا آتا رہا ہے۔

ہندومت میں اگر شوہر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تو وہ اپنی بیوی کو کسی اور مرد سے تعلقات پیدا کرنے کا کہہ سکتا ہے تاکہ وہ اولاد بنا سکے، یہ عورت دوسرے شخص سے ازدواجی تعلقات پیدا کرے گی حتی کہ اولاد بھی جنے گی مگر بیوی اسی پہلے شوہر کی رہے گی، اور بیوی رہے گی بھی اُسی پہلے شوہر کے گھر میں، اور جو اولاد دوسرے مرد سے پیدا ہو گی وہ پہلے شوہر کی اولاد کہلائے گی، اس طریقے کو نیوگ کہا جاتا ہے۔

ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت یہ تھی کہ اس کی کسی بات کو معتبر نہیں سمجھا جاتا تھا، جھوٹ اور عورت کو ایک ہی سکے کے دورخ کی طرح قرار دیا گیا تھا۔ عورت کا بچپن ہو، جوانی ہو یا کہ بڑھاپا، وہ محکومی اور غلامی کی زندگی ہی گزارے گی۔ کبھی بھائی کے احکام کی پابند، کبھی باپ کی حکمرانی اور کبھی شوہر کی غلامی ہی اس کی زندگی کا مقدر ہو گا۔

ہندو مذہب کے مطابق شوہر والی عورت کے ذمہ کوئی عبادت نہیں وہ شوہر کی خدمت اور سیوا کرے یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ عورت کو جب اُس کا شوہر مر جائے، بیاہ کرنے کا حق نہیں ہے اور اس کو دو حال میں سے ایک اختیار کرنا ہو گا، یا زندگی بھر بیوہ رہے یا جل کر ہلاک ہو جائے اور دونوں صورتوں میں سے یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہ مدت العمر عذاب میں رہے گی۔ ہندوؤں کا دستور یہ ہے کہ وہ راجاؤں کی بیویوں کو جلا دیتے تھے، خواہ وہ جلنا چاہیں یا اس سے انکار کریں، تاکہ وہ ایسی لغزش سے جن کا ان سے خوف ہے محفوظ رہیں۔ راجہ کی بیویوں میں

صرف بوڑھی عورتیں اور صاحب اولاد، جن کے بیٹے ماں کو بچائے رکھنے کی اور حفاظت کی ذمہ داری کریں، چھوڑ دی جاتی تھیں۔

ہندوؤں میں مختلف مقامات پر مختلف خواتین اور ذاتوں کے لحاظ سے تقسیم جائیداد کے مختلف طریقے اور اصول ہیں، جن میں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ عورت کو جائیداد سے یا تو سرے سے محروم کیا گیا یا پھر مرد سے کم تر حصہ دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو ہندو معاشرے میں ہمیشہ سے کم تر درجہ دیا گیا ہے، اس کو ہر صورت میں محکوم رکھنا پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

مغرب میں عورت کی حیثیت و حالت: عورت گھر کے مخصوص دائرے اور ذمہ داریوں سے نکل کر بیرونی دنیا کے وسیع دائرے میں مرد کی طرح محنت و مزدوری اور کسب معاش کے لیے نکلی اور اس نے نہ صرف معاشرے کی سیاسی، معاشی، تعلیمی اور سائنسی شعبہ جات میں اپنی ذمہ داریاں نبھائی بلکہ اُن مختلف شعبہ ہائے زندگی میں بھی اپنا کردار ادا کیا جہاں صرف اور صرف مردوں کی حکمرانی تھی۔ در حقیقت ملین سے زیادہ نوجوان خواتین اس وقت (امریکہ میں) کام پر لگی ہیں، وہ اس وقت ہمارے کام کی طاقت کا 40% ہیں۔

مغربی دنیا میں روس ایک ایسا ملک تھا، جہاں محنت کش عورتوں کا تناسب دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں سب سے زیادہ رہا ہے۔ روس مغربی ممالک میں عورتوں کو ملازمتیں دے یا اُن سے کام کروانے والا سب سے بڑا ملک ہے، وہاں اب عورت دوہرے مسائل کا شکار ہے، پہلے صرف گھر کی ذمہ داری اس کے سپرد تھی اب کسب معاش بھی اس کے کھاتہ میں آگئی۔

ایک بڑا مسئلہ جس سے روسی عورتیں دوچار ہیں، وہ ان پر دُہرا بوجھ ہے، جو کہ ملازمت میں سارا وقت صرف کرنا اور گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانا ہے، عورتوں کے دن کا آغاز ایک مخصوص طریقے سے ہوتا ہے، صبح کو دفتر کے لیے بس پکڑنا اور ساتھ ہی روزمرہ ضروریات کے لیے دوپہر کے کھانے کے وقت لمبی قطار میں ٹھہرنا، کام کے اختتام پر مزید خرید و فروخت کرنا، پھر رات کا کھانا تیار کرنا، بچوں کو سلانا، گھر کی صفائی کرنا ہے، چند خاوند ان چیزوں میں ہاتھ

بتادیتے ہیں، روسی حکومت کی حالیہ رپورٹ یہ ظاہر کرتی ہے کہ بیوی ہفتے میں چونیتس (۳۴) گھنٹے کام کرتی ہے جبکہ خاوند صرف چھ (۶) گھنٹے کام کرتا ہے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ خواتین کی دوہری ذمہ داریوں اور مردوں کے کام میں ہاتھ بٹانے کے باوجود، انہیں معاشی طور پر ایک ہی قسم کے کام پر معاوضہ مردوں سے نسبتاً کم ملتا ہے، یعنی ایک ہی ملازمت یا عہدہ پر مامور ایک مرد اور عورت کی تنخواہوں میں فرق ہوتا ہے۔

آج بھی ایک اوسط امریکی بیوی گھر کے کام کاج پر اتنا ہی وقت صرف کرتی ہے جتنا کہ اس کی دادی کیا کرتی تھی اسے عام طور پر ہفتہ میں گھریلو کام کاج پر 53 گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہیں اور یہ سوچنے کی ٹھوس بنیاد موجود ہے کہ دوسرے ملکوں میں بھی صورت حال اس سے کچھ مختلف نہیں ہے، علاوہ ازیں اس پُر زور مطالبے کے باوجود کہ مردوں کو بھی گھریلو ذمہ داریوں کے بوجھ کو سنبھالنے میں عورتوں سے تعاون کرنا چاہیے، عملی طور پر ایسا نہیں ہو رہا، مرد گھریلو کام کاج سے آج بھی پہلے کی طرح دور ہے، یہی نہیں بلکہ روزی کمانے والی وہ عورتیں جن کے اپنے بچے نہیں ہیں، خرید وفروخت، کپڑوں کی دھلائی، گھر کی صفائی اور اسی قسم کے دوسرے کام بھی خود ہی کر رہی ہیں۔

بے حیائی اور بدکاری ایسے ناسور ہیں، جو جب بھی کسی معاشرے میں سرایت کرتے ہیں تو اس معاشرے کو بے حیائی اور عدم احترام کے زنگ سے بھر دیتے ہیں، مغرب اور خاص طور پر امریکہ جو اس وقت دنیا میں ممتاز ملک مانا جاتا ہے بے حیائی اور زناکاری میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ کے تقریباً سارے مرد اور پچاس فیصد عورتیں شادی سے پہلے ہی حرام کاری کر چکی ہوتے ہیں، ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہر نفسیات ڈاکٹر گراہم کا اندازہ یہ ہے کہ پچھلے پندرہ برس میں کالجوں کے طلبہ میں حرام کاری پچاس سے ساٹھ فیصد تک اور طالبات میں چالیس سے پچاس فیصد تک بڑھ چکی ہے۔ سوشیالوجی کے ایک عالم پروڈو کا تخمینہ یہ ہے کہ شادی کے وقت ہر چھ لڑکیوں میں سے ایک حاملہ ہوتی ہے۔ آج اس لڑکے سے نفرت کی جاتی ہے جس کے کسی لڑکی سے ناجائز تعلقات نہ ہوں، بعض لڑکیاں چھیڑ چھاڑ کو زیادہ پسند نہیں کرتیں اور وہ لڑکوں سے بلاجھجک کہہ دیتی ہیں کہ ہماری آگ کو زیادہ نہ بھڑکاؤ آؤ اور اپنا کام کرلو۔ امریکہ میں کنواری لڑکی کا حاملہ

ہو جانا قطعاً معیوب نہیں، حتی کہ ایک صاحب نے ایک مضمون میں لکھا کہ شادی سے پہلے جس لڑکی کے ناجائز تعلقات صرف دو تین مردوں سے رہے ہوں، اسے کنواری ہی سمجھو بعض گھروں میں مائیں اور بہنیں بیٹوں اور بھائیوں سے یارانہ گانٹھ لیتی ہیں۔ ہنری ملر کا قول ہے یہ امر سمجھ میں نہیں آتا کہ ماں سے یاری کرنے میں کیا حرج ہے۔

(مغرب میں) اسقاط حمل جائز قرار پانے کے باوجود ناجائز اور غیر قانونی بچوں کی کثرت ہو رہی ہے، مغربی بچوں کی کم از کم 30% تعداد غیر قانونی بچوں کی ہے اور یہ بچے تنہا عورت یعنی کنواری ماں کا درد سر ہیں، یہی صورت حال فرانس میں ہے کہ اس کا ہر پانچواں بچہ ناجائز ہے، جبکہ برطانیہ میں ہر چوتھا بچہ غیر قانونی ہے، اب ناجائز اور جائز بچوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا، بلکہ ایسے قوانین بنا دیے گئے ہیں کہ کنواری ماؤں کو پورا تحفظ حاصل ہو۔

قبل از ازدواج جنسی اباحیت (Premarital Sexual Permissiveness) کا خاص مرکز امریکہ ہے وہاں اس سلسلے میں کیا صورت حال پائی جاتی ہے اس کا اندازہ ہمیں جان گیگنان کی رپورٹ سے ملتا ہے، جس کے مطابق غالباً 50% عورتیں اور تقریباً 97% مرد ایسے ہیں جن کا کچھ نہ کچھ مباشرتی تجربہ ہے، جبکہ 20% مرد اور 15% عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے پوری فراخی کے ساتھ صنف مقابل کے ساتھ جنسی رشتوں اور شادی سے قبل مباشرت کا تجربہ کیا ہے۔

لندن کے ڈاکٹروں کو ہدایات کی گئی ہیں کہ وہ کم عمر کی ایسی لڑکیوں کے بارے میں معلومات خفیہ رکھیں جو ان سے مانع حمل اشیاء لیتی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کم عمر لڑکیوں کو بالغ حمل چیزیں دینے کے لیے والدین کی رضا مندی ضروری نہیں، ڈاکٹروں سے کہا گیا ہے کہ اگر انہوں نے لڑکیوں کی خواہشات کا احترام نہ کیا اور اس کی اطلاع والدین کو دی تو ان کے خلاف ضابطہ کی کاروائی کی جائے گی، بتایا گیا ہے کہ پندرہ سال سے کم عمر کم از کم ہزار لڑکیاں جنسی طور پر سرگرم تھیں، ان میں سے ہزار نے فیملی کلینک اور باقی نے اپنے ڈاکٹروں سے رجوع کیا۔

اتنی روشن خیالی اور آزادی کے بعد شادی و نکاح جیسے ادارے بے فائدہ اور غیر ضروری محسوس ہوتے ہیں کیونکہ جو معاشرہ مرد و عورت کے ملاپ کو بقائے نسل انسانی کے بجائے لذت و عیاشی کا موجب سمجھے وہاں یقیناً نکاح وغیرہ جیسے معاہدات کمزور دھاگے کی مانند ہوتے ہیں جنہیں جب چاہے توڑ دیا جائے۔ اس کی تائید درج ذیل اعداد و شمار سے

ہوتی ہے جو The Stateman year look, 1991-1993 نے دیے ہیں ان کے سروے کے مطابق میں امریکہ میں ایک لاکھ باسٹھ ہزار (16200) شادیاں ہوئیں جبکہ گیارہ لاکھ سترہ ہزار (111700) طلاقیں ہوئیں۔ ڈنمارک میں تیس ہزار آٹھ سو چورانوے (300894) شادیاں ہوئیں جبکہ پندرہ ہزار ایک سو باون (15152) طلاقیں، سوئٹزرلینڈ میں شادیاں اور طلاقیں ہوئی۔

امریکہ جیسے ملک کی افواج میں اگرچہ 14% عورتیں خدمت سرانجام دیتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ بھی عیاشی اور جسمانی لذت کے ذریعہ کے طور پر وہاں موجود ہیں، کولمبیا یونیورسٹی میں شعبہ صحافت کی پروفیسر ہلین بنیڈکٹ اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں:

فوج کی ایک سپاہی میکیلا مونٹویا (Mickicla Montoya) جو عراق میں امریکی افواج کے ساتھ خدمات انجام دیتی رہی، وہ اس منظر نامے کو اس انداز سے بیان کرتی ہے کہ اگر تم ایک عورت ہو تو ایک فوجی کی نگاہ میں تمہاری تین حیثیتیں ہیں۔۔ جنسی آوارہ۔۔ نمائشی چیز۔۔ ہانپی بہانے کی جگہ، ایک اہم منصب فوجی نے مجھے یہ بتایا کہ میں سوچتا ہوں کہ مسلح افواج میں عورتوں کا وجود مردوں کو سمجھ دار بنانے کے لیے ایک فرحت انگیز شیرینی سے زیادہ کچھ نہیں۔ مزید لکھتی ہیں کہ ہماری عام شہری زندگی میں بھی ریپ کا جرم ناپسندیدہ حد تک پایا جاتا ہے، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف جسٹس کی رپورٹ کے مطابق ہر چھے میں ایک عورت زندگی میں ایک اس جرم کا نشانہ بنتی ہے، لیکن اصل حقائق تو اور بھی زیادہ خراب صورت پیش کرتے ہیں، یوں لگتا ہے کہ معاشرہ ایک وبائی مرض کی طرح فعل بد میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے، فوج میں معاملہ اس سے بھی زیادہ بدتر ہے، شہری زندگی کے مقابلے میں فوجی زندگی میں یہ جرم دوگنا زیادہ ہوتا ہے۔

ویت نام کی جنگ اور اس کے بعد لڑی جانے والی جنگوں میں عسکری خدمات سرانجام دینے والے سابق فوجیوں کی ایک نفسیاتی معالج ڈاکٹر ماورین مرڈوخ اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتی ہیں کہ مسلح افواج میں خدمات انجام دینے والی 71% عورتوں نے بتایا ہے کہ ملازمت کے دوران ان کو زنا بالجبر کا شکار کیا گیا یا پھر جنسی طور پر نشانہ بنایا گیا۔

عورت کے متعلق مختلف مذاہب و معاشرہ میں ظالمانہ اور حیا سوز تاریخ پڑھنے کے بعد اب آئیں مختصر انداز میں آپ کو اسلام نے جو عورت کو مقام و مرتبہ دیا اس کا تعارف کرواتے ہیں۔ یہ مختصر تعارف ہر اس معترض پر حجت ہے جو اسلام پر طعن کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو عزت و تحفظ نہیں دیا۔ راقم چیلنج کرتا ہے کہ کوئی بھی غیر مسلم اپنے مذہب کی بنیادی کتابوں سے عورت کا یہ مقام و مرتبہ پیش نہیں کر سکتا ہے جو یہاں چند قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔

عورت بحیثیت ماں: اسلام نے عورت کو ماں کی صورت میں وہ عالیشان رتبہ دیا کہ باپ سے بڑھ کر اس کا حق رکھا اور یہ رتبہ کسی اور نے نہیں بلکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔

(سورۃ الاحقاف، سورۃ46، آیت15)

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے شمار کیا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ (سورۃ لقمان، سورۃ31، آیت14)

اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ شعب الایمان میں صحابی رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا "يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ" ترجمہ: یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیری ماں۔ میں نے عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ میں نے کہا پھر کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ میں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ۔ پھر جو جتنا قریبی رشتہ دار ہے۔

(شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد10، صفحہ254، حدیث7456، مکتبۃ الرشد، الریاض)

ماں کی طرف پیار بھری نظر کو مقبول حج کا ثواب ٹھہرایا۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَانَ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ، قَالُوا: وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، اللهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بیٹا والدہ کی طرف پیار بھری نظر کرے تو ہر نظر پر اسے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی اگرچہ وہ دن میں سو مرتبہ نظر کرے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اللہ عزوجل بڑا اور پاک ہے۔ (یعنی اس کے ہاں اجر کی کمی نہیں ہے۔ سو مرتبہ دیکھے گا تو سو حج کا ثواب ملے گا۔) (شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد10، صفحہ266، حدیث7475، مکتبۃ الرشد، الریاض)

والدہ کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا جہنم کی آگ سے حفاظت قرار دیا۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی والدہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لئے جہنم کی آڑ بن جائے گا۔

(شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد10، صفحہ267، حدیث7477، مکتبۃ الرشد، الریاض)

جنت کو ماں کے پاؤں کے نیچے قرار دیا یعنی ماں کی خدمت پر جنت کی بشارت ہے چنانچہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی "إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فَجِئْتُكَ أَسْتَشِيرُكَ، فَقَالَ: أَلَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اذْهَبْ فَالْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا" ترجمہ: میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور آپ سے اجازت لینے آیا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: چلا جا اور اس کی خدمت کر بے شک جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔

(شعب الإيمان، بر الوالدين، جلد10، صفحہ249، حدیث7450، مكتبة الرشد، الرياض)

عورت بحیثیت بیوی: اسلام نے جس طرح بیوی پر شوہر کے حقوق لازم کیے اسی طرح شوہر پر بیوی کے حقوق بھی مقرر کیے۔ ابو داؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟، قَالَ «أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»" ترجمہ: حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم پر بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسے وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، جو پہنتے ہو اسے پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے قبیحہ نہ کہو، اسے نہ چھوڑو مگر گھر میں۔

(سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، جلد2، صفحہ244، المكتبة العصرية، بيروت)

بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہیں۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِلنِّسَاءِ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہے۔ (المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ191، دار الكتب العلمية، بيروت)

اسلام نے جہاں عورتوں کے تحفظ کے لیے چار شادیاں جائز قرار دیں وہاں شوہر پر بیویوں کے درمیان عدل کو بھی لازم قرار دیا۔ سنن ابی داؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ»" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت والے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ فالج زدہ ہوگا۔

(سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في القسم بين النساء، جلد2، صفحہ242، المكتبة العصرية، بيروت)

بیوی پر ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا۔ بخاری اور مسلم میں ہے "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ" ترجمہ: عبداللہ بن زمعہ رضی

اللہ تعالی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی عورت کو نہ مارے جیسے غلام کو مارتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے مجامعت کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، جلد7، صفحہ32، دار طوق النجاۃ، مصر)

عورت بحیثیت بہن: اسلام نے بھائی کا اپنی بہن کی پرورش کرنا اور اس کا نکاح کر دینا باعث فضیلت قرار دیا۔ صحیح ابن حبان میں ہے "عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوِ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ" ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی دیکھ بھال کرے اور ان کے متعلق رب تعالی سے ڈرے وہ جنت میں جائے گا۔ (صحیح ابن حبان، صلة الرحم و قطعها، ذکر إیجاب الجنة لمن اتقی اللہ فی الأخوات وأحسن صحبتهن، جلد2، صفحہ190، مؤسسة الرسالة، بیروت)

عورت بحیثیت بیٹی: بیٹی کی ولادت جو دیگر مذاہب و معاشرہ میں باعثِ افسردگی سمجھی جاتی رہی ہے۔ اسلام نے اس تنگ نظر نظریہ کو ختم کیا اور بیٹی سے بیٹے جیسا سلوک کرنے پر جنت کی بشارت عطا فرمائی چنانچہ حدیث پاک میں ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وُلِدَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ يَعْنِي الذَّكَرَ عَلَيْهَا، أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں دو بیٹیاں ہوئیں اور اس نے انہیں زندہ دفن نہ کیا (جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے) اور نہ ہی ان کی وجہ سے خود ذلت محسوس کی (جس طرح زمانہ جاہلیت میں جس کے ہاں لڑکی ہوتی تو وہ اپنی بے عزتی تصور کرتا اور لوگوں سے چھپتا پھرتا) اور نہ ہی اس نے اپنے بیٹے کو بیٹی پر فضیلت دی تو اس کو اللہ عزوجل ایسا کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ196، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ان کی اچھی پرورش کرنے پر جنت کا وعدہ ہے۔ المستدرک علی الصحیحین میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ

بِرَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ»، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: وَاثْنَتَانِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «وَإِنِ اثْنَتَانِ» قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَوَاحِدَةٌ؟ قَالَ: «وَوَاحِدَةٌ» ''ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے پرورش میں آنے والی مشکلات و تنگی پر صبر کرے اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دو بھی ہوں (تو پرورش پر یہی فضیلت ملے گی)۔ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ایک بیٹی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ایک بیٹی پر بھی۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد4، صفحہ195، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اسلام نے بیٹیوں کو سکون اور گھر کی زینت قرار دیا چنانچہ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے ''سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُكْرِهُوا الْبَنَاتَ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْمُجَمِّلَاتُ'' ترجمہ: اپنی بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو کیونکہ بیٹیاں باعث سکون قلب اور گھر کو زینت بخشنے والیاں ہوتی ہیں۔

(شعب الإیمان، حقوق الاولاد والاھلین، جلد 11، صفحہ154، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اعتراض: اسلام میں مولویوں کا موجودہ کردار ساری دنیا کے سامنے عیاں ہے مذہب کے نام پر لڑوانا، خود بے عمل وجاہل ہونا ہر زبان پر عام ہے۔

جواب: دنیا میں کوئی بھی مذہب ایسا نہیں جس کے مذہبی راہنما سو فیصد باعمل ہوں، عیسائی پادریوں کی تاریخ دیکھیں تو رہبانیت کے نام پر تاریخی زنا انہوں نے کیا ہے، گرجوں میں عورتوں کی عزتیں لوٹ کر دفن کرنے کا ثبوت حال ہی میں منظر عام پر آیا تھا۔ عیسائیت میں پادریوں کی بدکرداری کے متعلق لی (Lea) نے ساتویں اور آٹھویں صدی کے عام پادریوں اور کلیسائی عہدیداروں کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے:

....the crowd of turbulent and worldly ecclesiastics whose only aim was the justification of the senses or success of criminal ambition .

(Henry.C.Lea: An Historical Sketch of Sacredotal Celibacy in the Christian Church ,Page 129,Philadelphia:J.B.Lippincott &Co,1867)

ترجمہ: یہ دنیادار اور آمادہ فساد پادریوں کا ہجوم تھا، جس کا واحد مقصد جسمانی حسیات کی تسکین اور مجرمانہ خواہشات کی تکمیل تھا۔

پادریوں کی بکثرت ناجائز اولاد کا یہ عالم تھا کہ قدیم جرمن زبان میں حرامی بچے کے لئے مستعمل لفظ Pfaffenkina کا لغوی مطلب ہی پادری کا بیٹا ہے۔

اہل کلیسا کی جاری کردہ اعتراف گناہ (Confession) کی بدعت نے بھی فحاشی پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ رسم یہ تھی (کیتھولک عیسائیوں میں اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے) کہ پادری کے سامنے آکر سال، مہینہ یا ہفتہ میں ایک بار اپنے گناہوں کی تفصیل بیان کرو اور اس سے برکت حاصل کرلو، گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس رواج نے ایک طرف عوام کو گناہوں پر آمادہ اور دلیر کیا تو دوسری طرف پادریوں کی جیبیں اور کلیسا کے خزانے بھرے (بعض گناہوں کی معافی کے لئے مقررہ فیس لی جاتی تھی۔) اور تیسری طرف پادریوں کو معترفین خصوصاً عورتوں کی عزتوں سے کھیلنے کے وسیع مواقع دیئے۔ کلیساؤں میں اعتراف کے لئے الگ تھلگ جگہیں (Confessionals) بنی ہوئی تھیں، جن میں صرف پادری اور معترف موجود ہوتے تھے۔ ان جگہوں نے بے شمار گناہوں اور برائیوں کو جنم دیا جو کم از کم انیسویں صدی تک جاری رہیں۔

پادریوں کو وسیع پیمانے پر بدکار بنانے میں ان پر عائد شادی کی پابندیوں کا بڑا دخل تھا۔ ایک طرف ان غیر فطری پابندیوں اور دوسری طرف کفارہ اور اعتراف کے نظریات نے انہیں گناہ کی وادیوں کا مسافر بنا دیا۔

رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پادری لوگوں سے بچانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ بہت سے علاقوں میں لوگ اس بات پر اصرار کرتے تھے کہ اگر پادری صاحب کو کلیسا کی طرف سے باقاعدہ شادی کی اجازت نہیں تو وہ کوئی داشتہ یا داشتائیں (یعنی لونڈی یا لونڈیاں) رکھ لیں تاکہ ان کے حلقہ کی عورتیں ان سے محفوظ رہیں۔ پادریوں نے اس مشورہ کو باخوشی تسلیم کیا۔ دو دو داشتائیں تو عام پادریوں کی تھیں۔ بعض نے دو سے بھی زائد رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے باوجود لوگوں کی بہن بیٹیوں کی عزت پادریوں کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی۔

عیسائیوں نے ایک خود ساختہ رسم رہبانیت ایجاد کی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر چلنے کا عہد لے کر ساری عمر غیر شادی شدہ رہتے تھے۔ بعد میں یہ مرد عورت زنا کا شکار ہوئے۔ راہبات زنا کے اڈے بن گئے جس میں ہزاروں عورتوں اور ناجائز حرامی بچوں کو قتل کیا گیا۔

قرون وسطی کے مصنفین کے بیانات راہبات کے ان مراکز کے تذکروں سے بھرے پڑے ہیں جو قحبہ خانوں کی مانند تھے۔ انہوں نے ان مراکز کی چار دیواری میں وسیع تعداد میں قتل ہونے والے نومولود بچوں کا بکثرت ذکر پادریوں نے جعلی مذہبی تبرکات کی فروخت کی حوصلہ افزائی کی۔ مسیح کی جعلی خون کے قطرے ان کی مزعومہ صلیب کی لکڑی اور کیل، ان کے جعلی دودھ کے دانت، ان کے کپڑے، حضرت مریم کے کپڑے اور بال وغیرہ تبرکات سے نذرانے وصول کئے۔ گھر بیٹھے مغفرت چاہنے کے لئے پادریوں کی جیبیں گرم کرنے کی نظریات عام کئے۔

یونہی مذہبی کتابوں میں تحریفات کرنا یہود و نصاریٰ کا وتیرہ رہا ہے۔ ہندو پنڈتوں کا حال بھی آئے دن اخبارات کی سرخی بنتا ہے جس میں عورتوں سے زیادتی اور مذہب کے نام پر پیسے بٹورنا ثابت ہو رہا ہوتا ہے۔

اسلام کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ سارا دین دار طبقہ ہی بے عمل و بے دین ہو جائے بلکہ حضور علیہ السلام نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ایک گروہ علماء کا ہر دور میں آتا رہے گا جو دین میں غلو اور تحریفات کو دور کر کے صحیح دین امت کے سامنے رکھے گا۔ السنن الکبریٰ للبیہقی کی حدیث پاک ہے "عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعُذْرِيِّ ،قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرِثُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ ، يَنْفُونَ عَنْهُ تَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ، وَتَحْرِيفَ الْغَالِينَ" ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن عذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے۔ جو غلو والوں کی تبدیلیاں، جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے۔ (السنن الکبری، کتاب الشھادات، باب الرجل من أہل الفقہ۔۔۔، جلد 10، صفحہ 353، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

... باب دوم: بڑے مذاہب ...

عیسائیت

ہندو مت

بدھ مت

★... عیسائیت ...★

تعارف

عیسائیت ابراہیمی مذاہب کی ایک شاخ ہے جس کا محور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ مذہب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان کی زندگی اور عیسائی عقیدہ کے مطابق انہیں صلیب پر چڑھانے اور ان کا دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق ہے۔ عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کئی نام ہیں جن میں عیسائیوں کا عقیدہ موجود ہے جیسے عبرانی زبان میں یسوع ہے جس کا مطلب مبارک اور نجات دہندہ ہے، لاطینی زبان میں اسے Jesus کہتے ہیں۔ ایک لقب آپ کا مسیح ہے جس کے معنی کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے بُرا اثر دور کرنا ہے، انگریزی میں اس کو Christ کہتے ہیں۔ آپ کو یسوع ناصری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کی رہائش فلسطین کے شہر ناصرہ (Nazareth) میں تھی۔ عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک نام عمانوئیل (Emmanuel) ہے جس کے معنی ہیں: خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آپ کی کنیت ابن مریم ہے۔

مسیحیت مذہب پہلی صدی عیسوی میں وجود میں آیا۔ مسیح جن کو اسلامی دنیا عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے پکارتی ہے، ان کو تثلیث کا ایک جزو یعنی خدا ماننے والے مسیحی کہلاتے ہیں۔ لیکن کئی فرقے مسیح کو خدا نہیں مانتے۔ مسیحیت میں تین خداؤں کا عقیدہ بہت عام ہے جسے تثلیث بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا میں اس کے لگ بھگ دو ارب پیروکار ہیں۔

عیسائیت کی تاریخ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کی طرف رسول مبعوث کیے گئے۔ان کی آمد سے قبل یہود دین موسوی میں تحریف کر چکے تھے، یہ لوگ کئی فرقوں میں بٹ چکے تھے،ذاتی مفاد کے لئے شرعی احکام میں تبدیلی کر دیتے تھے۔بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔آپ فلسطین کے شمال میں واقع جھیل گلیلی(Galilee)کے قریب ایک قصبے ناصرہ(Nazareth)سے تعلق رکھتے تھے،البتہ آپ کی پیدائش وسطی فلسطین کے شہر بیت لحم میں ہوئی۔آپ کی ولادت کنواری حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہوئی۔اسی بناپر عیسائیوں نے آپ کو خدا کا بیٹا کہا اور بعض عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسی خود مطلقاً خدا ہیں جو انسان کے روپ میں زمین پر آئے۔

عیسائیت کی مقدس کتاب انجیل متی کے ابتدائی حصے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی تفصیل یوں ہے کہ ان کی والدہ مریم کی منگنی یوسف نامی شخص سے ہوئی،توان کے اکٹھے ہونے سے پہلے ہی وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہوگئی،یوسف نے انہیں بدنام نہیں کرنا چاہا اس لئے انہیں چپکے سے چھوڑ دیا۔اسلامی نقطہ نظر سے حضرت مریم کی منگنی یوسف نامی شخص سے ہونا ثابت نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن،جوانی کیسے گزری اس کے متعلق عیسائی مذہب بالخصوص انجیلوں میں بہت کم بیان ہوا ہے۔اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کی اصلاح اور یہودیوں نے جو دین میں تحریف کردی تھی اس کی اصلاح کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔آپ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں بارہ افراد آپ کے خاص شاگردوں میں شامل ہوئے جنہیں حواری(Apostle)کہا جاتا ہے۔آپ نے یہودیوں کی بداخلاقیوں،بے دینیوں کی تردید کی،جس کی وجہ سے یہودی آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ پر الزامات لگا کر آپ کو شہید کرنا چاہا۔عیسائی عقیدہ کے مطابق یہودیوں کے علماء نے آپ پر کفر کا حکم لگا کر آپ کو صلیب پر چڑھایا،آپ صلیب پر چڑھنے کے بعد تیسرے روز دوبارہ زندہ ہوگئے اور آسمان پر اٹھا لئے گئے۔عیسائیوں کے نزدیک یہ عظیم قربانی انہوں نے نسل انسانی کے اولین گناہ سے پاک کرنے کے لئے دی تھی جو حضرت آدم وحوا سے سرزد ہوا تھا اور ہر انسان اس کا بوجھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی نجات دہندہ(Savior)بھی کہا جاتا ہے۔

صلیب کی کہانی انجیل برناباس کی زبانی: جوڈاس ایسکارئیٹ ایک یہودی فرد تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے تھا۔ تاہم دل سے یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا تھا اور ان کی صحبت میں رہنے کے باوجود بہت خود غرض اور لالچی تھا۔ یہودی ربیوں اور فریسیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف تعذیب کی مہم تیز کی اور شبہ کیا جانے لگا کہ عنقریب وہ انہیں گرفتار کر کے سزا دلوا دیں گے تو جوڈاس نے ان ربیوں کے اجلاس میں جا کر دریافت کیا کہ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے حوالے کر دے، تو وہ اسے اس کی کیا قیمت ادا کریں گے؟ انہوں نے کچھ دیر کے مکالمے کے بعد اسے سونے کی تیس ٹکیاں دینے کا وعدہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک معتقد نیکوڈیمس نے جب آپ کے خلاف سازشیں پروان چڑھتی دیکھیں تو آپ کو یروشلم سے نکل جانے اور سیٹرون ندی کے کنارے اپنے گھر میں قیام کی دعوت دی جو آپ علیہ السلام نے قبول کر لی۔ یہ منتقلی چونکہ انتہائی خفیہ طور پر ہوئی تھی، اس لئے فریسیوں اور ربیوں نے اس پر خوب واویلا کیا اور کہا کہ اپنی جادوگری کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو ساری دنیا سے چھپا لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ خود کو تمام بنی اسرائیل کا بادشاہ بنانا چاہتا ہے اور وہ ہمارے خدا اور پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف نعوذ باللہ بہتان تراشیاں کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ رومی بادشاہ ہیروڈ کے پاس حضرت عیسیٰ کی شکایت لے کر گئے۔ (اس دور میں فلسطین سلطنت روم کا ایک حصہ تھا) جہاں سے آپ علیہ السلام کے خلاف یہ سرکاری حکم لے کر واپس آئے کہ آئندہ سے کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر کہہ کر نہیں پکارے گا۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

ادھر جو چند اصحاب نیکوڈیمس کے گھر میں آپ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے، آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے واضح کیا کہ اب دنیا سے میری روانگی کا وقت قریب آگیا ہے۔ پھر انہوں نے جوڈاس منافق سے مخاطب ہو کر کہا کہ دوست اب جاؤ اور جو کام تمہیں کرنا ہے وہ کر لو۔ بعد ازاں آپ علیہ السلام نے اپنے مصاحبین سے کہا کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا ہے، اسے سمندر کا پانی بھی پاک نہیں کر سکتا۔ دیکھو تم میں سے ایک شخص مجھ سے غداری کرے گا اور مجھے ایک بھیڑ کی مانند فروخت کر دے گا۔ لیکن آپ علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کا مقولہ یاد دلایا کہ جو شخص دوسروں کے لئے گڑھا کھودے گا، وہ خود بھی اس میں جا گرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محفل سے نکل کر جوڈاس سیدھا بڑے ربی کے پاس پہنچا اور اسے سونے کی ٹکیوں کا وعدہ یاد دلایا۔ اس نے وہاں انکشاف کیا کہ وہ آج رات کو مطلوبہ شخص اس کے حوالے کر سکتا ہے۔ بڑے ربی نے یہ سن کر بادشاہ ہیروڈ کو مطلع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا آج اچھا موقع ہے۔ چنانچہ اس نے بادشاہ سے چند مسلح سپاہی حاصل کر لئے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر سے باہر عبادت میں مشغول تھے۔ انہیں جب آدمیوں کی آہٹ سنائی دی تو فوراً گھر کے اندر چلے گئے۔ ٹھیک اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ زمین میں جا کر عیسیٰ علیہ السلام کو بحفاظت اوپر اٹھا لائیں۔ چنانچہ فرشتوں نے کمرے کے اندر آ کر انہیں ایک کھڑکی کے ذریعے باہر نکال لیا۔

ادھر جوڈاس بڑی بے تابی سے اس کمرے میں داخل ہوا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیام کیا کرتے تھے۔ لیکن جیسے ہی وہ داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس غدار کا چہرہ اور آواز ہو بہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند کر دی۔

یہ مشابہت اتنی حیرت ناک تھی کہ کسی کو بھی اسکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونے پر شک نہ ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف رومی سپاہی جیسے ہی اندر کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے جوڈاس کو حضرت عیسیٰ سمجھتے ہوئے فوراً دبوچ لیا۔ یہ دیکھ کر جوڈاس کے ہوش اڑ گئے اور اس نے چیخنا اور چلانا شروع کر دیا کہ اے احمق سپاہیو! کیا تم جوڈاس ایسکارئیٹ کو نہیں پہچانتے کہ تم نے خود مجھ ہی کو گرفتار کر لیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو حوارین وہاں موجود تھے سپاہیوں کو دیکھ کر باہر نکل گئے۔

بعد میں یہودیوں نے جوڈاس کو رسیوں سے باندھ دیا اور اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے ہوئے طنزاً کہا کہ عالی مقام، آپ ہرگز پریشان نہ ہوں ہم آپ کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنانے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ ہم نے آپ کو رسیوں سے اس لئے باندھا ہے کہ آپ باشاہ بننے سے ہمیشہ انکار کرتے ہیں۔ اس نے جھنجلا کر کہا کیا تم ہوش و حواس سے بھی گزر گئے ہو؟ تم تو عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے آئے تھے، اس کے برعکس تم الٹا مجھ ہی کو گرفتار کر کے لے جا رہے ہو؟ یہ سن کر سپاہیوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے اس پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ عدالت نے جب اس (جوڈاس) کو موت کی سزا سنائی تو جوڈاس ایسکارئیٹ غصے سے پاگل ہو گیا حتیٰ کہ لوگ اس کی اول جلول حرکتوں کے باعث ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ لوگ اس کے ساتھ بہت حقارت سے پیش آنے لگے جب کہ کئی افراد

نے اس کے چہرے پر غصے سے تھوک بھی دیا۔ ربیوں اور فریسیوں نے جوڈاس کو (حضرت عیسیٰ سمجھ کے) مخاطب کر کے کہا۔ اے وہ دھوکہ باز شخص کہ جس نے اپنے جادو اور دعووں سے سارے بنی اسرائیل کو دھوکہ دیا۔ آج خود کو پاگل بنا کر تو چاہتا ہے کہ موت کی سزا سے بچ جائے؟ ہم تجھے ہر گز بچنے نہیں دیں گے۔ اور اس کے بعد وہ سب مل کر اس پر لاتوں اور گھونسوں کے ساتھ پھر پل پڑے۔

علاقے کا گورنر اندر ہی اندر حضرت عیسیٰ سے عقیدت رکھتا تھا، اس لئے جوڈاس کی یہ اچھل کود اور درگت بنتی دیکھ کر اس نے اسے اندر اپنے کمرے میں بلایا اور اصل واقعہ دریافت کیا۔ جوڈاس نے کہا کہ یہ فریسی اور سپاہی دھوکہ کھا گئے ہیں اور اسے (جوڈاس کو) عیسیٰ سمجھ رہے ہیں۔ تب گورنر نے ربیوں سے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ وہ عیسیٰ نہیں ہے۔ اس لئے اگر اس شخص کو موت کی سزا دی گئی تو ہم ایک غلط فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اگر یہ شخص فی الحقیقت پاگل ہو گیا ہے تو اس صورت میں بھی کسی معصوم کو پھانسی دینا درست نہ ہو گا۔ یہودی ربی اور فریسی اس فیصلے سے ناراض ہوئے اور معاملہ عدالت تک لے گئے جس نے لالچ میں آ کر ان سے مزید رقم طلب کی اور جوڈاس کے لئے موت کی سزا کا اعلان کیا۔ ربیوں نے اس لئے کانٹوں کا تاج تیار کیا اور انہیں یہ کہہ کر پیش کیا کہ لے اسے پہن کیونکہ ہم تجھے اسرائیل کا بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ پھر وہ اسے کلوری پہاڑ پر لے گئے جہاں باغیوں کو عموماً پھانسی پر لٹکایا جاتا تھا۔ یہی وہ موقعہ تھا جب اس نے وہ مشہور الفاظ کہے تھے کہ "ایلی ایلی لما سبقتنی؟" (یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) واضح رہے کہ اس شکوے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ پیغمبر کسی بھی حال میں خدا سے اپنی تقدیر کا شکوہ نہیں کرتا ہے۔

دوسرے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضرت مریم کے ساتھ کلوری پہاڑ پر گئے اور گورنر سے درخواست کر کے جوڈاس (حضرت عیسیٰ سمجھ کر) کی لاش وصول کر لی جسے انہوں نے ایک قبر میں دفنا دیا۔ تاہم ان میں سے بعض نے آخر کار ان کی لاش غائب کر دی اور مشہور کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے ہیں۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے اور آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی افواہ حقیقت بن کر گردش کرنے لگی۔

جب یہ اطلاع حضرت مریم رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو وہ خوش ہو کر واپس یروشلم آئیں تاکہ کسی طرح ان کی اپنے بیٹے سے ملاقات ہو جائے۔ اس وقت جو فرشتے حضرت مریم علیہ السلام کی حفاظت کر رہے تھے، انہوں نے تیسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جا کر ان کی والدہ کی آمد کا قصہ بیان کیا۔ حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالی سے اپنی والدہ سے ملنے کی درخواست کی جسے اللہ تعالی نے منظور کر لیا۔ تب فرشتے انہیں اپنے ساتھ لے کر زمین پر آئے اور انہیں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس اتارا جہاں تین دن تک وہ فرشتوں اور اپنے بیٹے کو دیکھتی رہیں۔ حضرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے معانقہ کیا اور یقین دلایا کہ انہیں پھانسی نہیں ہوئی ہے۔ ان کی اس بات کی تائید وہاں موجود چاروں فرشتوں نے بھی کی۔ اس وقت ان کی والدہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانثار صحابی حضرت برناباس بھی موجود تھے جنہیں آپ نے بطور خاص ہدایت کی کہ وہ ان کی زندگی پر گزرے ہوئے تمام واقعات لکھ کر ساری دنیا کے سامنے پیش کریں۔ انہوں نے حضرت برناباس سے کہا کہ اگرچہ گمراہی کے طور پر بیشتر دنیا انہیں خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتی رہے گی اور اس بات کا عقیدہ رکھے گی کہ مجھے صلیب پر چڑھایا گیا ہے، تاہم یہ سلسلہ اس وقت رک جائے گا جب اللہ کے ایک اور رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں تشریف لائیں گے۔ وہی آکر دنیا کو میری اور میری مصلوبیت کی اصل حقیقت سے آگاہ کریں گے۔ پھر اس کے بعد چاروں فرشتے حضرت مریم اور برناباس کی نظروں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر دوبارہ آسمان کی طرف لے گئے۔

برناباس کی انجیل نے اپنے باب 206 تا 222 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روپوشی، جوڈاس اسکاریٹ کی بغاوت اور اس کے صلیب پر چڑھائے جانے کے تمام واقعات جزئی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں جس سے قرآن پاک کے بیان کی بڑی حد تک تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن عام عیسائی انجیل برناباس کا انکار کرتے ہیں اور یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔

دینی کتب

عیسائی مذہب کی دینی کتاب انجیل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، وہ دنیا سے مفقود ہو چکی ہے۔ اس وقت جو کتابیں انجیل کے نام سے مشہور ہیں، ان سے مراد حضرت عیسیٰ کی سوانح حیات ہے جسے مختلف لوگوں نے قلمبند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مختلف شاگردوں اور حواریوں نے اس قسم کی

انجیلیں لکھی تھیں جو بعد میں تحریفات وتضادات کا شکار ہوئیں۔ لیکن عیسائیوں نے ان بہت سے انجیلوں میں سے صرف چار انجیلوں کو معتبر جانا ہے جو علی الترتیب متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی طرف منسوب ہیں۔ باقی انجیلیں یا تو گم ہو چکی ہیں یا موجود ہیں مگر انہیں عیسائی تسلیم نہیں کرتے۔

مسیحی کتاب بائبل کے دو بڑے حصے ہیں۔ پہلے کو پرانا عہد نامہ، عہد نامہ قدیم یا عہد عتیق کہا جاتا ہے۔ دوسرے کو نیا عہد نامہ یا عہد جدید۔ پرانا عہد نامہ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کے نزدیک مقدس اور الہامی کتاب ہے (عام طور پر اسے تورات بھی کہہ دیا جاتا ہے۔) جبکہ نیا عہد نامہ یا انجیل خالصتاً عیسائیوں کی مقدس کتاب ہے۔

عہد نامہ قدیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ عہد نامہ جدید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال پر مشتمل ہے۔

عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کو ملا کر پوری بائبل 73 کتب پر مشتمل ہیں۔ تاہم پروٹسٹنٹ بائبل جو کہ کنگ جیمز ورشن کہلاتا ہے، ان کے نزدیک 66 کتب پر مشتمل ہیں۔ کیوں کہ یہ 7 کتابوں کو مشکوک سمجھتے ہیں اور اس کی سند پر شک کرتے ہیں۔

چار انجیلوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆**انجیل متّی:** اس انجیل کا مولف عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد متی حواری ہے۔ اس انجیل کی تاریخ تدوین کے بارہ میں خود عیسائیوں میں اختلاف ہے۔ بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ 41ء کی تالیف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ شہنشاہ قلودیوس کے دور میں لکھی گئی۔ لیکن وہ سن تالیف کی تعیین نہیں کرتے اور یہ بات معلوم ہے کہ قلودیوس نے چودہ سال حکمرانی کی۔ ہورن کہتا ہے کہ یہ 37ء یا 38ء یا 41 یا 43، یا 48 یا 64،63،62،61 میں لکھی گئی۔

یہ انجیل کس زبان وشہر میں لکھی گئی اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عبرانی میں لکھی گئی، بعض کا خیال ہے کہ سریانی میں لکھی گئی۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ یروشلم میں لکھی گئی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یونانی زبان میں لکھی گئی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ یونانی زبان میں مشہور ہوئی لیکن یونانی میں اس کے مترجم کے بارہ میں پھر اختلاف ہے۔

☆**انجیل مرقس:** اس انجیل کا مؤلف اصلا یہودی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت اس کا خاندان یروشلم ہی میں مقیم تھا لیکن وہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے نہیں تھا بلکہ آپ کے بڑے حواری پطرس کا شاگرد تھا۔ اسی طرح اس نے اپنے ماموں برناباس کی شاگردی بھی اختیار کی۔ مرقس نے یہ انجیل یونانی زبان میں شہنشاہ نیرون کے دور میں اہل روم کے مطالبہ پر لکھی۔ مرقص اور ان کا استاد پطرس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الوہیت کا منکر تھا۔

☆**انجیل لوقا:** اس انجیل کا مؤلف نہ تو حواریین میں سے ہے اور نہ ان کے شاگردوں میں سے بلکہ صرف پولس کا شاگرد تھا۔ عیسائیت کے مؤرخین نے اس انجیل کی تاریخ تدوین میں بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض نے کہا ہے یہ 53ء یا 63 یا 68 یا 84 میں لکھی گئی جبکہ بعض نے کچھ اور بتایا ہے۔

☆**انجیل یوحنا:** اس انجیل کا مؤلف عیسائیوں کے ہاں بہت زیادہ مختلف فیہ ہے۔ بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک حواری یوحنا بن زیدی صیاد ہے اور بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اور یوحنا ہے جس کا پہلے یوحنا حواری سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بعض نصاریٰ کہتے ہیں کہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے طلباء میں سے ایک طالب علم کی تصنیف ہے جیسا کہ برطانیہ کے انسائیکلوپیڈیا میں ذکر ہے جس کی تالیف میں پانچ سو علماء نصاریٰ شریک ہوئے تھے۔

یہ انجیل 90ء یا 97ء اور بعض کا خیال ہے کہ یہ 68 یا 70 یا 89 میں لکھی گئی۔ عام عیسائی مؤرخین ثابت کرتے ہیں کہ انجیل یوحنا ہی وہ اکیلی انجیل ہے جو الوہیت مسیح کو صراحت سے بیان کرتی ہے۔

عقائد و نظریات

مذہب عیسائیت کے بنیادی عقائد درج ذیل ہیں:

☆ نظریہ تثلیث یعنی خدا کو خالق ماننے کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس کو خدا ماننا۔

☆ نظریہ تجسم یعنی یہ عقیدہ کہ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روپ دھار کر انسانی اور زمینی زندگی گزاری۔

☆ نظریہ ابنیت یعنی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ماننا۔

☆ نظریہ کفارہ یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھانسی کے ذریعہ مزعومہ موت اور پھر جی اٹھنے سے انسان کی نجات کی صورت پیدا ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام سے جو غلطی سرزرد ہوئی تھی اس کا ازالہ ہو گیا۔

☆ نظریہ آمد ثانی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد پر یقین۔

☆ نظریہ کتاب یعنی موجودہ انجیل کو خدا کا کلام ماننا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی صفتِ کلام (یعنی بیٹے کا اقنوم) انسانوں کی فلاح کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے انسانی وجود میں حلول کر گئی تھی۔ جب تک حضرت مسیح دنیا میں رہے یہ خدائی اقنوم ان کے جسم میں حلول کئے رہا۔ یہاں تک کہ یہودیوں نے آپ کو سولی پر چڑھادیا۔ اس وقت یہ خدائی اقنوم ان کے جسم سے الگ ہو گیا۔ پھر تین دن کے بعد آپ پھر دوبارہ زندہ ہو کر حواریوں کو دکھائی دیئے اور انہیں کچھ ہدایتیں دے کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے آپ کو سولی پر چڑھایا اس سے تمام عیسائی مذہب پر ایمان رکھنے والوں کا وہ گناہ معاف ہو گیا، جو حضرت آدم کی غلطی سے ان کی سرشت میں داخل ہو گیا تھا۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنی خدائی صفات کو ترک کئے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں ظاہر ہو گیا۔ عیسائیوں کا کہنا ہے کہ یسوع مسیح تیس برس کی عمر تک تو ایک بشر تھے بعد ازیں انہیں خدائی حیثیت حاصل ہو گئی اور انہیں خالق کا رتبہ دیا گیا۔ چنانچہ بعض عیسائی حضرت عیسیٰ کو تمام کائنات کا خالق تصور کرتے ہیں۔

بعض عیسائی حضرت عیسیٰ کو ابن خدا تصور کرتے ہیں۔ بعض عیسائی انہیں خدا کا بیٹا ماننے کے ساتھ ساتھ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ خدا بھی تھے اور بشر بھی۔ ان کا کہنا ہے کہ یسوع مسیح اس لحاظ سے خدا ہے کہ وہ ابن اللہ ہے اور وہ چونکہ حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ بشر بھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے یہودی اس صلیب پر چڑھا کر صرف اس کی بشریت کو ہلاک کر سکتے تھے لیکن اس کی خدائی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سے گناہ کرنے سرزرد ہونے کے سبب ان کی آزاد قوتِ ارادی ختم ہو گئی تھی، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نیکی کے لئے آزاد نہ تھے مگر گناہ کے لئے آزاد تھے۔ اس لئے ان کی سرشت میں گناہ کا عنصر شامل ہو گیا۔ دوسرے الفاظ میں ان کا گناہ ان کی فطرت اور طبیعت بن گیا۔ اس گناہ کو

اصطلاح میں اصلی گناہ (Original Sin) کہا جاتا ہے۔ ان دونوں سے جتنے انسان پیدا ہوئے وہ سب چونکہ انہی کی صلب اور پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ اصلی گناہ تمام انسانوں میں منتقل ہوا۔ گویا اب دنیا میں جو انسان بھی پیدا ہوتا وہ ماں کے پیٹ سے ہی گنہگار پیدا ہوتا۔ چونکہ تمام بنی آدم اصلی گناہ میں ملوث ہو گئے تھے اور اصلی گناہ ہی تمام دوسرے گناہوں کی جڑ ہے، اس لئے اپنے ماں باپ کی طرح یہ انسان بھی آزاد قوت ارادی سے محروم ہو گئے اور ایک کے بعد دوسرے گناہ میں ملوث ہوتے گئے یہاں تک کہ ان پر اصلی گناہ کے سوا دوسرے گناہوں کا بھی ایک ڈھیر لگ گیا جو اصلی گناہ کے سبب انہوں نے خود کئے تھے۔

مذکورہ بالا گناہوں کی وجہ سے تمام بنی آدم اپنے ماں باپ کی طرح ایک طرف دائمی عذاب کے مستحق تھے، دوسری طرف اپنی آزاد قوتِ ارادی سے بھی محروم ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی نجات اور مغفرت پانے کا کوئی راستہ نہ تھا، کیونکہ ان گناہوں سے نجات نیک کام کرنے سے ہو سکتی تھی، مگر آزاد قوتِ ارادی کے فقدان کے سبب وہ ان نیک کاموں پر بھی قادر نہ رہے تھے جو انہیں عذاب سے نجات دلا سکتے۔ انسان کی اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی ایک سبیل یہ ہو سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کر کے انہیں معاف کر دے لیکن یہ صورت بھی ممکن نہ تھی اس لئے کہ خدا عادل اور منصف ہے وہ اپنے اٹل قوانین کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ کتاب پیدائش میں مذکور ہے کہ اصلی گناہ کی سزا اس نے موت مقرر کر رکھی تھی۔ اب اگر وہ موت کی سزا دیئے بغیر انسانوں کو معاف کرے تو یہ اس کے قانونِ عدل کے منافی تھا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے، وہ اپنے بندوں کو اس حالتِ زار پر بھی چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ایک ایسی تدبیر اختیار کی جس سے بندوں پر بھی رحم ہو جائے اور قانونِ عدل کو بھی ٹھیس نہ لگے۔ بندوں کی قانونی رہائی کی شکل صرف یہ تھی کہ وہ ایک مرتبہ سزا کے طور پر مریں اور پھر دوبارہ زندہ ہوں تاکہ مرنے سے پہلے اصلی گناہ کی وجہ سے ان کی جو آزاد قوتِ ارادی ختم ہو گئی تھی وہ دوسری زندگی میں انہیں دوبارہ حاصل ہو جائے اور وہ اصلی گناہ کے بوجھ سے خلاصی حاصل کر کے آزادی کے ساتھ نیکیاں کر سکیں۔ لیکن تمام انسانوں کو دنیا میں ایک مرتبہ موت دے کر دوبارہ زندہ کرنا بھی قانونِ فطرت کے منافی تھا۔ اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسا شخص تمام انسانوں کے گناہوں کے اس بوجھ کو اٹھا لے جو خود اصلی گناہ سے معصوم ہو، خدا اسے ایک مرتبہ موت کی سزا دے کر دوبارہ زندہ کر دے اور یہ سزا تمام انسانوں کے لئے کافی ہو جائے اور اس کے بعد تمام انسان آزاد ہو جائیں۔

اس عظیم مقصد کے لئے خدا نے خود اپنے بیٹے کو چنا اور اس کو انسانی جسم میں دنیا کے اندر بھیجا، اس نے یہ قربانی پیش کی کہ خود سولی پر چڑھ کر وصال پا گئے اور ان کی موت تمام انسانوں کی طرف سے کفارہ ہو گئی۔ اس کی وجہ سے تمام انسانوں کا نہ صرف اصلی گناہ معاف ہو گیا بلکہ انہوں نے اصلی گناہ کے سبب جتنے گناہ کئے تھے وہ بھی معاف ہو گئے۔ پھر یہی بیٹا تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا اور اس سے تمام انسانوں کو نئی زندگی مل گئی۔ اس نئی زندگی میں وہ آزاد قوتِ ارادی کے مالک ہیں، اگر اپنی قوت ارادی کو نیکیوں میں استعمال کریں گے تو اجر پائیں گے اور اگر بدی میں استعمال کریں گے تو بدی کی کیفیت کے لحاظ سے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

لیکن یسوع مسیح کی یہ قربانی صرف اس شخص کے لئے ہے جو یسوع مسیح پر ایمان رکھے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرے اور اس ایمان کی علامت۔ تبسمہ کی رسم ادا کرنا ہے۔ تبسمہ لینے کا مطلب بھی یہی ہے۔ تبسمہ لینے والا یسوع مسیح کے کفارے پر ایمان رکھتا ہے۔ اس لئے یسوع مسیح کے واسطہ سے اس کا تبسمہ لینا اس کی موت اور دوسری زندگی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص تبسمہ لے گا اس کا اصلی گناہ معاف ہو گا اور اسے نئی قوتِ ارادی عطا کی جائے گی اور جو شخص تبسمہ نہ لے اس کا اصلی گناہ برقرار ہے جس کی وجہ سے وہ دائمی عذاب کا مستحق ہو گا۔ جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے انتقال پا گئے ان میں بھی یہ دیکھا جائے گا کہ وہ یسوع مسیح پر ایمان رکھتے تھے یا نہیں؟ اگر ایمان رکھتے ہوں گے تو یسوع مسیح کی موت ان کے لئے بھی کفارہ ہو گی اور وہ بھی نجات پائیں گے ورنہ نہیں۔ (ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، دی سٹی آف گاڈ، The Enchiridion وغیرہ)

☆ **عقیدہ تری مورتی:** عیسائی مذہب میں خدا تین اقانیم سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ عقیدہ تثلیث کہلاتا ہے۔ ان کے نزدیک باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے لیکن یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں بنتے بلکہ ایک ہی چیز یعنی خدا کا مجموعہ ہیں۔ اس عقیدہ کی تشریح میں عیسائی علماء کا اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک باپ، بیٹے اور روح القدس کے مجموعہ کا نام خدا ہے اور بعضوں کے نزدیک باپ، بیٹے اور کنواری مریم کو تین اقنوم قرار دیتے ہیں اور ان کے مجموعہ کو خدا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تفصیل یوں ہے:

باپ(Father): عیسائیوں کے نزدیک باپ سے مراد خدا ہے۔ سینٹ تھامس کا کہنا ہے کہ باپ کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے کسی کو جنا ہے اور کوئی ایسا وقت گزرا ہے جس میں باپ تھا اور بیٹا نہیں تھا بلکہ یہ ایک خدائی

اصطلاح ہے جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ باپ بیٹے کی اصل ہے، جس طرح ذات صفت کے لئے اصل ہوتی ہے۔ ورنہ جب سے باپ موجود ہے اس وقت سے بیٹا موجود ہے اور ان میں سے کسی کو کسی پر کوئی اولیت حاصل نہیں ہے۔

بعض عیسائیوں کا کہنا ہے کہ چونکہ خدا اپنے بندوں پر شفیق اور مہربان ہے اس لئے اسے علامتی طور پر باپ کہا جاتا ہے۔

بیٹا(The Son): عقیدہ تثلیث کی رو سے بیٹے سے مراد خدا کی صفت کلام ہے۔ بعض کے نزدیک خدا نے براہ راست تخلیق عالم کا کام انجام نہیں دیا بلکہ پہلے کلمہ تخلیق کیا گیا اور پھر اس کی وساطت سے اشیاء کی تخلیق ظہور میں آئی۔ وہ انسان بن کر آیا، مبتلائے بلا ہوا اور تیسرے دن اٹھ کھڑا ہوا اور آسمان پر چڑھ گیا اور اب زندوں اور مردوں کا حساب کرنے پھر آئے گا۔

روح القدس: روح القدس سے مراد پاک روح۔ عیسائی عقیدہ کی رو سے روح القدس سے مراد باپ اور بیٹے کی صف حیات اور صفت محبت ہے۔ اس صفت کے ذریعہ خدا کی ذات (باپ) اپنی صفت علم (بیٹے) سے محبت کرتی ہے اور باپ بیٹے سے محبت کرتا ہے۔ یہ صفت جوہری وجود رکھتی ہے اور باپ بیٹے کی طرح قدیم ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ جب حضرت یسوع مسیح کا پتسمہ دیا جارہ تھا تو آسمان کھل گیا اور روح القدس ایک کبوتر کے جسم میں حلول کر کے حضرت مسیح پر نازل ہوئی اور آسمان سے ندا آئی: یہ میرا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔ بعض حضرات کے نزدیک وہ روح جو کنواری مریم پھونکی گئی تھی جس سے ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے وہی روح القدس ہے۔

☆ **جنت و جہنم کا تصور**: عیسائیوں میں جنت اور جہنم کا تصور موجود ہے۔ اسی طرح اعمال اور نجات کا تصور بھی موجود ہے۔ بائبل کے مطابق ہمیں اپنی نجات کے لئے اچھے اعمال پر یقین نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اچھے اعمال خداوند کے شکر کے لئے کرنے چاہئے۔ بائبل میں پولس کے قول کے مطابق ہمیں نجات اعمال سے نہیں ایمان سے ملتی ہے۔ یہی بات ہمیں بائبل کی کتاب رومیوں میں انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق بھی ملتی ہے کہ وہ راستباز حقیقت میں اپنے اعمال نہیں بلکہ ایمان کے بل بوتے پر ٹھہرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیسائیوں کے ہاں نیک اعمال کو

ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ان کا تصور یہ ہے کہ اگر انسان کی زندگی میں اچھے اعمال نہیں ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ انسان یسوع مسیح پر حقیقی ایمان نہیں رکھتا۔

عبادات

عیسائی مذہب میں عبادت کے بہت سے طریقے ہیں لیکن زیادہ مشہور عبادت کا طریقہ حمد خوانی ہے۔اس عبادت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے مسٹر ایف، سی برکٹ لکھتا ہے: ہر روز صبح شام لوگ کلیسا میں جمع ہوتے ہیں اور ان میں ایک شخص بائبل کا کوئی حصہ پڑھتا ہے یہ حصہ عام طور سے زبور کا کوئی ٹکڑا ہوتا ہے، زبور خوانی کے دوران تمام حاضرین کھڑے رہتے ہیں، زبور کے ہر نغمے کے اختتام پر گھٹنے جھکا کر دعا کی جاتی ہے اور اس دعا کے موقع پر گناہوں کے اعتراف کے طور پر آنسو بہانا بھی ایک پسندیدہ فعل ہے۔یہ طریقہ تیسری صدی عیسوی سے مسلسل چلا آرہا ہے۔

(The Christian Religion V.3, Page 152.153, Cambridge 1930)

مسیحی طریق عبادت کی دو اہم ترین رسمیں جن کی ادائیگی پر کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا اتفاق ہے۔ بپتسمہ اور عشائے ربانی کی رسوم ہیں۔یہ دونوں رسمیں دراصل کفارہ ہی کے نظریہ وعقیدہ پر مبنی ہیں۔

☆**بپتسمہ (Baptism)**: بپتسمہ پانی میں ڈبکی دیکر یا پانی وغیرہ چھڑک کر کسی کو عیسائیت اور اس کی برکات میں باقاعدہ داخل کرنے کی رسم ہے جو عیسائی عقیدہ کے مطابق گناہ سے پاک کرتی ہے۔اس رسم کے ادا کئے بغیر کوئی عیسائی مذہب میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ تپسمہ لینے سے انسان یسوع مسیح کے واسطے سے ایک بار مر کر دوبارہ زندہ ہوتا ہے۔موت کے ذریعہ اسے اصلی گناہ کی سزا ملتی ہے اور نئی زندگی سے اسے آزاد قوت ارادی حاصل ہوتی ہے۔تپسمہ کے عمل کے لئے کلیسا میں ایک مخصوص کمرہ ہوتا ہے اور اس عمل کے لئے مخصوص آدمی معین ہوتے ہیں۔اس کمرہ میں عیسائی ہونے والے کو اس طرح لٹا دیا جاتا ہے کہ اس کا رخ مغرب کی طرف ہو، پھر امیدوار اپنے ہاتھ مغرب کی طرف پھیلا کر کہتا ہے کہ اے شیطان میں تجھ سے اور تیرے ہر عمل سے دستبردار ہوں۔پھر وہ مشرق کی طرف رخ کرکے زبان سے عیسائی عقائد کا اعلان کرتا ہے۔اس کے بعد اسے ایک اندرونی کمرے میں لے جایا جاتا ہے جہاں اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں اور سر سے پاؤں تک ایک دم کئے ہوئے تیل سے اس کی مالش کی جاتی ہے،اس کے بعد اسے تپسمہ کے حوض میں ڈال دیا جاتا ہے،اس موقع پر تپسمہ دینے والے

اس سے تین سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ باپ، بیٹے اور روح القدس پر مقررہ تفصیلات کے ساتھ ایمان رکھتا ہے؟ ہر سوال کے جواب میں امیدوار کہتا ہے کہ ہاں میں ایمان رکھتا ہوں۔ اس سوال کے جواب کے بعد اسے حوض سے نکال لیا جاتا ہے اور اس کی پیشانی، کان، ناک اور سینے پر دم کئے تیل سے دوبارہ مالش کی جاتی ہے اور پھر اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے جاتے ہیں، جو اس بات کو علامت ہوتی ہے. بپتسمہ کے ذریعے یہ شخص سابقہ تمام گناہوں سے پاک صاف ہو چکا ہے۔

☆**کنفرمیشن(Confirmation Sacrament of)**: کیتھولک عیسائیوں کے ہاں یہ رسم بپتسمہ لیتے ہوئے ادا کی جاتی ہے جس سے بپتسمہ کی ادائیگی مکمل ہو جاتی ہے۔ عام طور پر یہ رسم بالغ ہونے والے نوجوانوں کے لئے کی جاتی ہے جس میں بپتسمہ لینے والے فرد سے کچھ عہد و پیماں لینے کے بعد چرچ کا بشپ فرد کے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے، اس کے بعد بشپ انگوٹھے سے اس کے سر پر زیتون کا تیل لگاتا ہے اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اب مقدس روح اس کے ساتھ ہے۔

☆**عشائے ربانی(Eucharist)**: اس کے بعد بپتسمہ پانے والوں کا جلوس ایک ساتھ کلیسا میں داخل ہوتا ہے اور پہلی بار عشائے ربانی کی رسم میں شریک ہوتا ہے۔ عشائے ربانی میں جسے رسم تشکر اور اجتماعی عبادت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ رسم حضرت عیسیٰ کے شاگردوں کے ساتھ آخری کھانے کی یاد منائی جاتی ہے۔ اجتماعی عبادت و دعا وغیرہ کے بعد روٹی اور شراب پر مشتمل تبرک کھاتے ہوئے فرض کیا جاتا ہے کہ یہ تبرک دراصل مسیح کے کفارہ میں قربان کئے ہوئے بدن اور خون پر مشتمل ہے اور اس کے کھانے پینے سے مسیحی ایماندار مسیح کی مزعومہ قربانی کے فوائد میں شریک ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں کا مشہور عالم جسٹن مارٹر اس رسم (جو اس کے دور میں ہوتی تھی اس) کے متعلق لکھتا ہے: ہر اتوار کو کلیسا میں ایک اجتماع ہوتا ہے، شروع میں کچھ دعائیں اور نغمے پڑھے جاتے ہیں، اسکے بعد حاضرین ایک دوسرے کا بوسہ لے کر مبارک باد دیتے ہیں۔ پھر روٹی اور شراب لائی جاتی ہے اور صدر مجلس اس کو لے کر باپ بیٹے اور روح القدس سے برکت کی دعا کرتا ہے، جس پر تمام حاضرین آمین کہتے ہیں۔ پھر کلیسا کے خدام (Deacons) روٹی اور شراب کو تمام حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس عمل سے فوراً روٹی مسیح کا بدن بن جاتی ہے اور شراب مسیح کا خون اور تمام حاضرین اسے کھا پی کر اپنے عقیدہ کفارہ کو تازہ کرتے ہیں۔

(The Christian Religion,VIII,Page149,https://www.wordonfire.org/resources/blog/st-justin-martyr-on-the-eucharist-and-the-ancient-mass/4780)

اس رسم کے بجالانے کے طریقوں اور استعمال کئے جانے والے الفاظ میں کافی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں لیکن یہ عقیدہ کہ یہ روٹی اور شراب مسیح کا بدن اور خون بن جاتی ہے یہ قائم رہا۔ لیکن یہ بات عرصہ دراز تک بحث کا موضوع بنی رہی کہ روٹی اور شراب دیکھتے ہی دیکھتے کس طرح بدن اور خون میں تبدیل ہو جاتی ہے؟ یہاں تک کہ سولہویں صدی عیسوی میں جب پروٹسٹنٹ فرقہ نمودار ہوا تو اس نے اس عقیدے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے نزدیک یہ رسم محض حضرت مسیح کی قربانی کی یادگار ہے۔

بہت سے رومن کیتھولک کلیساؤں میں اب روٹی اور شراب کی جگہ بسکٹوں یا ویفرز وغیرہ نے لے لی ہے اور بعض پروٹسٹنٹ کلیساؤں میں شراب کی جگہ انگور کا شیرہ جیسا کوئی مشروب دیا جاتا ہے۔

عیسائیوں کے تہوار

عیسائیت میں مذہبی تہوار بھی ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆**اتوار کا دن:** عیسائیوں میں اتوار کا دن ایک مذہبی دن ہے جیسے جمعہ مسلمانوں میں ہے۔ انگریزی میں اتوار کو سن ڈے (Sunday) کہتے ہیں۔ سن کا مطلب ہے سورج اور ڈے کا معنی ہے دن۔ یوں سن ڈے کا مطلب ہوا سورج کا دن۔ اصل میں یونانی مشرکوں کے یہاں یہ دن سورج کی پوجا کے لئے مقرر تھا یوں یہ دن عیسائیوں میں مقدس سمجھا جانے لگا۔

☆**کرسمس:** عیسائی تہواروں میں یہ دن بہت زیادہ خصوصیت کا حامل ہے کہ ان کے مذہب کے مطابق پچیس (25) دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور یہ ان کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں جسے کرسمس کہا جاتا ہے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ 25 دسمبر یہودیوں کا دن تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا نہیں۔

☆**ایسٹر:** عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر چڑھا دیا گیا تو وہ تین دن بعد دوبارہ زندہ ہو گئے تھے اور چونکہ یہ 21 مارچ کی تاریخ تھی اس لئے اس خوشی میں عیسائی اس دن خوشی مناتے ہیں۔

☆3 مئی: عیسائی مذہب کے مطابق چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔اس لئے ان کے نزدیک صلیب کے نشان کو مذہبی طور پر بہت اہمیت حاصل ہے۔ عیسائی اپنے ہر کام میں ان نشان کو بناتے ہیں۔ اکثر عیسائیوں کے گلے میں صلیب پہنے ہوتے ہیں۔ صلیب کو جھنڈے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ صلیب کے نشان کو چوتھی صدی عیسوی تک کوئی اجتماعی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ شاہ قسطنطین کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ 312ء میں اس نے اپنے ایک حریف سے جنگ کے دوران (غالباخواب میں) آسمان پر صلیب کا نشان بنا ہوا دیکھا۔ پھر مئی 326ء میں اس کی والدہ سینٹ ہلینا کو کہیں سے ایک صلیب ملی، جس کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ وہی صلیب ہے جس پر حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی۔ اس قصے کی یاد میں عیسائی ہر سال 3 مئی کو ایک جشن مناتے ہیں جس کا نام دریافت صلیب رکھا ہے۔اس واقعہ کے بعد صلیب کا نشان عیسائیت کا شعار بن گیا۔

رسم ورواج

عیسائیوں کے ہاں مقدس رسمیں بھی رائج ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

☆رہبانیت (Asceticism): رہبانیت وہ نظریہ ہے جس کے مطابق انسانی جسم شر کا منبع اور روح پاک و مقدس ہے۔ اس نظریے کی رو سے انسان اپنی جسمانی ضروریات اور خواہشات کو زیادہ سے زیادہ کچل کر روحانیت کے اعلیٰ مراتب طے کر سکتا ہے۔اس رسم کو ادا کرنے کے لئے عیسائی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاتے ہیں۔ رہبانیت کی ابتداء حضور علیہ السلام کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے۔ ابتداء میں تو عیسائیوں نے اس رسم کو ادا کرنے کے لئے کافی مجاہدے کئے۔ پھر رفتہ رفتہ جب عیسائی مردوں اور عورتوں کی تعداد بڑھتی رہی تو یہی راہب فطرت سے دور رہتے رہتے تھک گئے اور باہم زنا میں مبتلا ہو گئے۔ قرآن پاک میں رہبانیت کا ذکر موجود ہے۔

☆اعتراف، توبہ اور کفارہ (Penance,Reconciliation,Confession):

کیتھولک چرچ کے مطابق سال میں کم از کم ایک مرتبہ اقرار گناہ و توبہ کرنا ضروری ہے۔اس عمل میں عیسائی شخص چرچ میں پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔اس دوران دونوں کے درمیان پردہ یا کسی بھی قسم کی آڑ حائل ہوتی ہے۔ اعتراف کے بعد پادری آئندہ کے لئے گناہوں کے معترف شخص کی راہنمائی کرتا ہے۔اس عمل میں نہ صرف گناہوں کا اعتراف کیا جاتا ہے بلکہ دل کی سبھی باتیں چرچ کے پادری (فادر) سے شیئر

کی جاتی ہیں۔ آخر میں پادری اسے دعائیں دیتا ہے اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اب وہ شخص بیان کردہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہے۔

☆ **بیماروں کا مسح (Anointing of Sick)**: کیتھولک عیسائیوں کے ہاں یہ رسم بیماروں کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ بائبل سے مقدس کلمات پڑھتے ہوئے سر اور ہاتھوں پر زیتون کا تیل لگایا جاتا ہے اور مریض کی شفایابی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ اگر مریض نے گناہوں کا اعتراف نہ کیا ہو تو اسے خاص تیل اور دعاؤں کی بنا پر گناہوں سے پاک سمجھا جاتا ہے۔

☆ **شادی**: کیتھولک چرچ میں شادی ایک فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ تاہم ان کے مطابق شادی ایک ایسا رشتہ ہے جس سے کسی بھی صورت خلاصی ممکن نہیں ہے یعنی ایک مرتبہ شادی کے بعد طلاق نہیں ہو سکتی۔

☆ **دینی احکام**: کیتھولک چرچ کے ہاں یہ رسم کسی عیسائی شخص کو چرچ کا بشپ بنانے کے لئے ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم میں استاد یا چرچ کا بشپ فرد کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنی دینی کتاب سے کچھ آیات پڑھتا ہے اور انہیں کچھ دینی احکام سناتا ہے۔

مذہب عیسائیت میں فرقے

عیسائیت میں کئی فرقے ہیں، جن میں تین بڑے فرقے ہیں کیتھولک، آرتھوڈکس، پروٹسٹنٹ۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ **کیتھولک فرقہ**: کیتھولک کا معنی ہے عام۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ باقی عیسائیوں کی ماں اور ان کی استانی ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ یہ اکیلا فرقہ دنیا میں عیسائیت پھیلا رہا ہے۔ اس کا نام غربی گرجا یا لاطینی گرجا بھی ہے کیونکہ یہ لاطینی مغرب پر پوری طرح چھا گیا چنانچہ فرانس، اٹلی، بلجیم، ہسپانیہ اور پرتگال کے علاوہ دیگر کئی ممالک بھی اس کے ماتحت ہیں۔

اس کا نام پطرس یا رسولی گرجا بھی ہے کیونکہ اسے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد رکھنے والا پہلا آدمی حواریین میں سے بڑا شخص پطرس ایلچی تھا۔

کیتھولک گرجوں کا بڑا رئیس پاپائے روم ہے۔ یہ فرقہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یقیناً روح القدس ایک ہی وقت میں خدا باپ اور خدا بیٹے سے پیدا ہوا، اسی طرح وہ خدا باپ اور خدا بیٹے میں مکمل مساوات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیتھولک لوگوں نے گلا گھٹ کر مر جانے والا حیوان حلال کر لیا اور انہوں نے راہبوں کے لئے خنزیر کی چربی کھانا بھی جائز قرار دے دیا۔

☆**آرتھوڈیکس فرقہ**: ان کے گرجا کا نام آرتھوڈیکس یا مشرقی یا یونانی گرجا رکھا جاتا ہے کیونکہ اس کے ماننے والے اکثر عیسائی مشرقی رومیوں اور مشرقی ملکوں جیسے روس، بلقان اور یونان سے تعلق رکھتے ہیں، اس کا اصل مرکز قسطنطنیہ ہے۔ یہ فرقہ پہلے کیتھولک گرجا کے تابع تھا، پھر عالم قسطنطنیہ میخائیل کارولاریوس کے عہد 1054ء میں اس سے جدا ہو گیا۔

اس فرقہ کے ماننے والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح القدس صرف خدا باپ سے پیدا ہوئے اور خدا بیٹے سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس طرح ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ معبود باپ معبود بیٹے سے افضل ہے۔ آرتھوڈیکس گرجوں کا کوئی بڑا رئیس نہیں ہوتا بلکہ ہر گرجا دوسرے سے علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

☆**پروٹسٹنٹ فرقہ**: یہ لوگ مارٹن لوتھر کے پیروکار ہیں جو سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں ظاہر ہوا۔ پروٹسٹنٹ کا معنی ہے حجت بنانے اور دلیل پکڑنے والے، یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ صرف انجیل کی اتباع کرتے ہیں کسی اور کی نہیں اور وہ پاپاؤں کی طرف کسی حاجت و مراجعت کے بغیر خود ہی اسے سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اہل گرجا کو گناہوں کی بخشش کا کوئی حق حاصل نہیں اور نہ ہی یہ راہب بننے کی ضرورت کے قائل ہیں۔ انہوں نے دین داروں کے لئے نکاح جائز قرار دیا ہے اور وہ گرجوں میں سجدہ کرنے کے لئے تصویریں اور مورتیاں رکھنے کے بھی قائل نہیں۔ ان کے گرجا کا نام انجیلی گرجا رکھا جاتا ہے۔ اس فرقہ کے گرجوں کا کوئی رئیس اعلیٰ نہیں ہے۔ یہ فرقہ جرمنی، انگلینڈ، ہالینڈ، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، ناروے اور شمالی امریکہ میں پھیلا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں رہنے والے بھی اکثر عیسائی پروٹسٹنٹ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسلام اور عیسائیت کا تقابلی جائزہ

اسلام اور عیسائیت کا باہم تقابل کیا جائے تو اسلام ہر اعتبار سے عیسائیت پر ترجیح رکھتا ہے۔

☆اسلام ایک توحیدی دین ہے جبکہ عیسائیت غیر توحیدی دین ہے۔ انجیل ان کی آسمانی کتاب ہے، ان کے عقائد بھی کفر و شرک پر مبنی ہیں، مثلاً عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں کہ الوہیت کے تین جزء اور عناصر ہیں، باپ: خود ذات باری تعالیٰ، بیٹا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اور روح القدس وہ پھونک جو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ماری گئی۔

☆عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر لٹکائے جانے کے قائل ہیں، اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شجرِ ممنوعہ سے دانہ کھایا تو وہ اور ان کی ذریت فناء کی مستحق ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کھایا، اپنے کلمہ اور ازلی بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم ظاہری عطا فرما کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا، چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس کلمہ کو جنا تو وہ الٰہ کی ماں بن گئیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بے گناہ ہونے کے باوجود سولی پر چڑھنا گوارا کر لیا تاکہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطاء کا کفارہ بن سکیں۔

جبکہ اسلام کلی طور پر ان نظریات کی تردید کرتا ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کو اللہ عزوجل نے معاف کر دیا تھا۔ اللہ عزوجل غفور رحیم ہے اس کی یہ شان نہیں ہے کہ اپنے بندوں بالخصوص نبی علیہ السلام کی خطا کو معاف نہ کرے۔ اس کے علاوہ خطا کسی اور کی اور کفارہ کوئی اور ادا کرے یہ عقلی و نقلی اصول کے منافی ہے۔ اسلام کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی نہیں دیئے گئے اور آسمانوں پر زندہ اٹھا لئے گئے یہ بات عیسائیوں کی انجیل برناباس سے بھی ثابت ہے۔ اسلام کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیہ کا پرچار کر کے عیسائیت سمیت پوری دنیا کو مسلمان بنائیں گے۔

☆مذہب اسلام کی بنیادی کتاب قرآن ہر قسم کے تضاد و تحریف سے پاک ہے۔ جہاں تک حقیقی تورات اور انجیل کا تعلق ہے تو وہ سچی آسمانی کتابیں تھیں، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، لیکن یہ آسمانی کتابیں تبدیل کر دی گئیں۔

☆عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور بے شمار دوسرے مسیحوں، درویشوں اور راہبوں کے بت اور تصاویر بناکر کھلم کھلا ان کی پرستش کی۔ اسلام اس کے برعکس بت تو بت تصویر کے خاکے کو بھی برداشت نہیں کرتا۔

☆تحریف شدہ عیسائیت میں شریعتِ الٰہی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ کچھ عرصہ تک عیسائیت کے پیرو موسوی شریعت کو اپنائے رہے پھر مختلف ممالک میں لوگوں نے اپنی اپنی عقل کے مطابق قانون وضع کئے۔ جب اسلامی قانون کا چرچا ہوا تو عیسائی ممالک نے اس کے بنیادی اصولوں کو راہِ ہدایت بنا کر اپنے اپنے قوانین مرتب کرلئے اس کے برعکس اسلام کے پاس ایک فقید المثال اور جامع قانون شروع سے موجود ہے جو الہامی ہدایت میں نازل ہوا۔

☆عیسائیت نے روحانیت سے یہودی مادہ پرستی کا توڑ تو ضرور کیا مگر انتہا پسندی میں انسان کی مادی ضروریات کو نظر انداز کردیا۔ اسلام نے روحانیت کو مادیت پر سوار کرکے اور مادیت کو روحانیت میں مدغم کرکے ایک تسکین آمیز اعتدال پیدا کیا اور مادیت کا وہ پَر جو عیسائیت نے یکسر اُڑادیا تھا اسلام نے اسے پاک صاف کرکے روحانیت کے پَر کے مقابلے میں جوڑ کر اس پرندے کو پرواز کے قابل بنادیا۔ عیسائیت کے پاس روحانی عقیدوں کے سوا کوئی نظام حیات کا لائحہ عمل نہ تھا اسلام نے ایک مکمل اور مفصل قابل تقلید نظام حیات ایک مضبوط لائحہ عمل پیش کیا۔

☆عیسائیت رہبانیت پر مبنی تھی۔ اسلام نے رہبانیت پر یکسر قلم کھینچ کر اُسے کلیۃً ممنوع قرار دے کر ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کی جس کے اندر رہ کر انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہے۔ اسلام نے ترکِ دنیا کی نہیں بلکہ دنیا میں رہ کر حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دے کر ایک باعمل اور ایک مفید معاشرہ پیدا کیا۔ عیسائیت معدودے چند آدمیوں کے لئے کماحقہٗ ممکن العمل تو تھی لیکن اکثریت ترک دنیا نہ کرسکنے کے سبب اس مذہب پر عمل پیرا ہونے سے قاصر تھی۔ اسلام نے ایک ایسا مذہب پیش کیا جو ہر فردِ واحد کے لئے ممکن العمل تھا اور جس میں ہر فردِ واحد جوابدہ ٹھہرا۔

☆اسلام ایسا مذہب ہے جو پوری زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور قرآن وحدیث سے زندگی گزارنے کے بنیادی اصول ثابت ہیں۔ کوئی بھی ایسا قانون نہیں ہے جس پر عمل ناممکن ہو۔ اس کے برعکس عیسائیت میں بنیادی عقائد واعمال پر مستند حوالے موجود نہیں بلکہ خود اناجیل میں تضاد ہے۔ عیسائیت میں شادی کا بندھن لائنگ ہے، ابدی ہے،

اٹل ہے اگر نبھ سکے تو قابل صد ستائش لیکن نہ نبھے تو ایک ابدی عذاب۔ اسلام بھی شادی کے بندھن کی سخت تلقین کرتا ہے اور مفارقت اور طلاق کو سخت ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہے لیکن اگر نبھا طاقت سے باہر ہو اور وجوہ معقول ہوں تو بادلِ نخواستہ مفارقت کی اجازت دیتا ہے۔ عیسائیت کا حقِ طلاق سے کلی انکار بعض بڑی خرابیوں کا موجب بن جاتا ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان راستے الفت کے استوار نہ ہو سکیں بلکہ باہمی نفرت و حقارت کے طوفان اُٹھ کھڑے ہوں تو حقِ مفارقت کی تمام راہیں مسدود ہونے کے سبب میاں بیوی ادھر اُدھر کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں اُن کو قلبی یا ذہنی سکون مہیا ہو سکتا ہو اس طرح سے ایک گھر ہی تباہ نہیں ہوتا بلکہ آوارگی اور فحاشی کو فروغ ملتا ہے۔

☆ عورت بحیثیت ماں، بہن، بیوی نانی، پھوپی، دادی غرضیکہ ہر صورت وراثت میں شریک ہے۔ عیسائیت میں عورت کو ازدواجی زندگی میں ازروئے قانون کوئی تحفظ نہیں اس کے برعکس اسلام میں ہر لحاظ سے عورت کی ازدواجی زندگی کا قانونی تحفظ موجود ہے۔ اس کا حق مہر مقرر ہوتا ہے۔ نان ونفقہ کی مستحق ہوتی ہے وراثت میں دعویٰ دار ہے۔

نوٹ: نصاریٰ اہل کتاب ہیں اور اپنے عقیدہ تثلیث، الوہیتِ مسیح علیہ السلام اور انکارِ نبوتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر شرکیہ و کفریہ عقائد کی بناء پر کافر اور مشرک ہیں۔ جو شخص انہیں یا یہود کو صحیح مذہب والا، اہل ایمان، مسلمان سمجھتا ہے یا ان کے بارے میں جنتی ہونے کا یا جہنمی نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن نے یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب ضرور کہا ہے لیکن ان کو اہل ایمان نہیں کہا۔

مذہب عیسائیت کا تنقیدی جائزہ

موجودہ عیسائی مذہب کا موجد

مذہب عیسائیت کی اصل بنیاد پولس (سینٹ پال) نامی یہودی نے رکھی تھی۔ عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسری اہم شخصیت سینٹ پال کی ہے جس کا نام کئی مسلمانوں نے بھی سنا ہوگا۔ اس شخصیت کے نام سے بیشتر مسیحی ادارے اس وقت دنیا میں کام کررہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو محض عقیدت کے لئے نظریاتی طور پر باقی رہ گئے ہیں ورنہ عملی طور پر تو سارا مذہب سینٹ پال کے گرد گھوم رہا ہے۔

سینٹ پال کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ جب تک آپ علیہ السلام دنیا میں موجود رہے، وہ ان کا کٹر مخالف رہا، حتیٰ کہ ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے چودہ سال بعد تک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت مخالفت کرتا رہا۔ یہ ایک کٹر یہودی فرد تھا، (حضرت عیسیٰ سے قبل دنیا میں یہودیت ہی کا راج تھا) جو رومی بادشاہت کے ایک علاقے قبرص میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں ان کے پیروکاروں پر سخت تشدد کیا تھا اور بعض کو شہید بھی کر دیا تھا۔ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ میں کبھی حضرت عیسیٰ کے خلاف بدزبان، ظالم اور تشدد پسند شخص تھا۔

یہودی ہونے کی حیثیت سے وہ پابندی سے اپنی عبادت گاہ (Synagogue) میں جایا کرتا تھا جہاں اس کی شناسائی چیف ربّی کی ایک بیٹی سے ہوئی، جس سے وہ شادی کا خواہش مند ہوگیا، لیکن ربّی نے اسے سختی کے ساتھ جھڑک دیا۔ اس کے بعد وہ دلبرداشتہ ہوگیا حتیٰ کہ اسے اپنی زندگی سے بھی دلچسپی باقی نہ رہی۔ آہستہ آہستہ اس نے عبادت گاہ (Synagogue) میں بھی جانا ترک کردیا۔ اس مایوسی کو دور کرنے کے لئے اس نے دوسرے لوگوں کو بے وقوف بنانے کا ارادہ کیا۔ اس نے عیسائی پیروکاروں کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چودہ سالوں بعد ایک دن مسیح علیہ السلام اس کے خواب میں آئے اور اس سے اپنے ماننے والوں پر تشدد ترک کردینے کا مطالبہ کیا۔ پال نے کہا کہ اس کے بعد اس کی دنیا ہی بدل گئی اور اس نے اپنے تمام ظلم وستم سے توبہ کرلی۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک سچا پیروکار بن گیا۔ چنانچہ اس حربے سے آخرکار وہ عیسائیوں کے دلوں میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

مختلف علاقوں میں سفر کے دوران اس کا واسطہ ایسی قوموں سے پڑتا رہا تھا جو منکرین خدا تھے یا سورج اور چاند کی پوجا کرتے تھے۔ ان قوموں میں کسی اور انداز سے تثلیث کا عقیدہ بھی پہلے سے کام کر رہا تھا۔ پال چونکہ ایک چالاک اور شاطر آدمی تھا اور عیسائی پیروکاروں میں اپنا مقام بنانا چاہ رہا تھا، اس لئے اس نے ان عقائد کو عیسائی افراد میں پھیلانے کا منصوبہ بنایا۔ وہ تحریر و تقریر کا ماہر تھا۔ لہٰذا اس صلاحیت سے جلد ہی اس نے عیسائیت میں اپنا مقام بنالیا۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ ایک فرشتہ اس کے خواب میں آتا ہے جو چاہتا ہے کہ عیسائی تعلیمات میں مزید بہتری آئے۔ اس طرح اس نے عیسائیت میں بھی تبدیلی شروع کردی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات سے بالکل مختلف تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی قوم دو فرقوں میں بٹ گئی اور تنازع پیدا ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل ماننے والے نہ صرف ایک خدا کے قائل تھے بلکہ روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ پال نے مخالفت کے باوجود اپنی مہم جاری رکھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں عیسائیوں کو ایک نیا خدا دے دیا۔ تثلیث کا نظریہ جو بت پرستوں اور یونانیوں میں کسی اور شکل میں موجود تھا، پال نے اسے خدائی تثلیث کی شکل میں تبدیل کر دیا، یعنی خدا، خدا کا بیٹا اور روح۔ یہ ایک بالکل غیر عقلی عقیدہ تھا جس کے بارے میں ایک عیسائی مفکر ریئڈ ولف راس خود کہتا ہے کہ تثلیث پر ایمان رکھنا ایسا ہی ہے جیسے آپ یہ تسلیم کریں کہ دائرہ چوکور بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بعض مقامات پر خود کہا ہے کہ وہ خدا کے بندے، پیغمبر، طالب علم ہیں، انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ وہ نعوذ باللہ خدا کے بیٹے ہیں۔ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے جب یہودیوں نے حسب عادت آپ کو نہ مانا اور آپ کو شہید کرنے کے درپے ہوئے اور اللہ عزوجل نے آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا تو آپ کے بعد بھی کوئی نیا مذہب عیسائی وجود میں نہیں آیا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک آپ کے حواری یہودیوں کے مطابق عبادت کرتے تھے چنانچہ رینان (Renan) جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور ترین سوانح نگاروں میں سے ایک ہے وہ لکھتا ہے:

The faithful of Jesus observed all the Jewish customs, praying at the appointed hours, and observing all the precepts of

the Law. They were Jews, only differing from others in their belief that the Messiah had already come.

(Ernest Renan: Life of Jesus (English Translation), London, 1875)

ترجمہ: یسوع کے مخلص پیروکار سارے یہودی رسوم ورواج کے پابند تھے۔ وہ (یہودیوں کے) مقررہ اوقات پر عبادت کرتے اور انہی کی شریعت کے سب احکام کی پیروی کرتے۔ وہ مکمل طور پر یہودی تھے دوسرے یہودیوں سے صرف اس فرق کے ساتھ کہ ان کا ایمان تھا کہ مسیح آچکا ہے۔

دین عیسیٰ میں اس تحریف کے باعث سینٹ پال کی شدید مخالفت ہوئی یہودیوں نے بھی کی اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد برناباس نے اس کی شدید مزاحمت کی۔ لیکن شریعت کی قید سے آزادی کا جو راستہ اس نے کھولا تھا، وہ بہر حال تیزی سے آگے بڑھتا رہا اور مزاحمت کرنے والے ناکام رہے۔ وجہ یہ تھی کہ پولس سلطنت روم کے شہری حقوق کا حامل معزز آدمی اور پڑھا لکھا یہودی تھا۔ وہ ایک تسلیم شدہ یہودی راہنما تھا اور عیسائیوں کی ایذا دہی میں پیش پیش رہا تھا۔ پھر جب اس نے مکاشفات کا دعویٰ کیا اور عیسائیوں کا پرجوش مبلغ بنا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے برعکس پطرس اور یوحنا وغیرہ حواری ان پڑھ ماہی گیر تھے۔ پولس کی اس تیزی اور چالاکی نے عیسائیت پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا اور پولس نے اپنے پاس سے عقائد گھڑ لئے۔ عیسائی مذہب تاریخ کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد انہیں چھوڑ کر بھاگ گئے تو ان شاگردوں کے خیال میں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی ہے۔ اس پر ان کی پریشانی یہ تھی کہ انہیں تورات کی تعلیم کے مطابق پھانسی کی سزا پانے والے کو غلط ماننا پڑتا تھا۔ پولس نے انہیں سمجھایا کہ حضرت عیسیٰ سزا کے طور پر بُری موت نہیں فوت ہوئے بلکہ گناہ کے کفارہ کے طور پر انسانیت پر قربان ہو گئے ہیں۔ اس وضاحت نے لوگوں کا نفسیاتی مسئلہ حل کر دیا اور پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور عقیدت مندوں کے لئے قابل قبول بنتا گیا۔

یہ عقیدہ بھی سینٹ پال کا تصنیف کردہ تھا کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے کیونکہ اس کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تھا، تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ صلیب پر جان دے کر ہر انسان کی جانب سے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ باپ نے بیٹے کو انسانی باپ کے ذریعے پیدا نہیں کیا تاکہ آدم

کا گناہ اسمیں داخل ہی نہ ہو سکے۔ اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ پیدا ہونے والا ہر بچہ مسلمان اور نیک ہوتا ہے۔ آگے جا کر ماں باپ اور ماحول اسے عیسائی اور یہودی بنا دیتے ہیں۔

عیسائیت میں پہلے اتوار کا دن ایک مقدس دن نہیں ہوتا تھا کیونکہ عیسائی بھی بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرئیلیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ہفتے کا دن (سبت) محترم قرار پایا تھا۔ اس لحاظ سے عیسائیوں کو بھی سبت کے دن ہی کو محترم ماننا چاہیے، مگر چونکہ سورج پرست قومیں اتوار کو خدا کا دن قرار دیتی تھیں اس لئے سینٹ پال نے بھی عیسائیوں کے لئے اتوار (Sunday) کو مقدس دن قرار دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے لئے 25 دسمبر کا دن بھی اس نے سورج پرست قوموں سے حاصل کیا جو وہاں مقدس دن کے طور پہلے سے مقرر تھا۔

آج کے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے پیروکار نہیں بلکہ وہ سینٹ پال کی تعلیمات کے ماننے والے ہیں، لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود وہ خود کو پالی کہلانے کے بجائے عیسائی کہلواتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ تو شفقت، رحم، ایثار اور قربانی کی تعلیم دیتے تھے، جبکہ ان کے ماننے والے آج کی دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔ انسانوں کو سسکا سسکا کر مارنے والے ہر قسم کے مہلک ہتھیار ان کے پاس موجود ہیں جنہیں وہ انسانیت بالخصوص مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا کے اسلامی ممالک کو جو توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور خود دہشت گردوں کو پال کر ان نام نہاد مجاہدوں کو مسلمان ظاہر کر کے کئی ممالک میں دہشت گردی کروائی جا رہی ہے ان سب کے پیچھے امریکہ اور برطانیہ کے عیسائی لوگوں کا ہاتھ ہے جو کہ کسی ذی شعور سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

ایسٹر کا تہوار بھی پال کے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کے عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تدفین کے تین دنوں بعد قبر سے نکل آئے تھے اور پھر انہیں آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ گویا وہ دوبارہ زندہ ہوئے تھے، ایسٹر کا تہوار دراصل حضرت عیسیٰ کے دوبارہ جنم کی خوشی میں منایا جاتا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مصلوب ہی نہیں ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ مسلمانوں کی طرح عیسائی بھی آسمان سے حضرت عیسیٰ کی دوبارہ واپسی کے قائل ہیں جسے

وہ مسیح کی دوبارہ واپسی The Second Coming of Jesus کہتے ہیں۔ گویا عیسائیوں کے دونوں بڑے تہوار کرسمس اور ایسٹر بالکل لغو اور بے بنیاد ہیں۔

سینٹ پال نے زندگی بھر شادی نہیں کی اس لئے اس کی زندگی کا پاک صاف رہنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔ اس نے خود اقرار کیا ہے کہ میرے اندر کوئی نیکی نہیں ہے اور میری طبیعت گناہوں پر مائل رہتی ہے اور یہ کہ میرے لئے ہر چیز جائز ہے۔

61ء اور 68ء عیسوی کے دوران نامعلوم وجوہ کی بنیاد پر سینٹ جان پال کا سر قلم کر دیا گیا۔ کل فتنے باز یہودی نژاد شخص آج عیسائیوں کا سب سے زیادہ قابل احترام مذہبی رہنما بنا ہوا ہے۔

اسی پال نے ختنے کا طریقہ مسترد کیا۔ ختنہ کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے۔ تورات میں ہے: اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔۔۔ اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے، کیوں کہ اس نے میرا عہد توڑا۔ (پیدائش 17: 7تا14)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے: آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے۔

(احبار 12: 3)

خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ ہوا تھا جس کی تصریح انجیل لوقا میں موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی ارشاد منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ختنہ کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ لیکن پولس گلیتوں کے نام خط میں لکھتا ہے: دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (گلیتوں 5:2)

اسی طرح ایک سے زائد شادیوں پر پابندی لگائی۔ اسی طرح اس نے حلال و حرام کی بنیاد ختم کر کے سوئر اور شراب کو جائز قرار دیا اور واضح طور پر کہا کہ عیسائیت شریعت کی قید سے آزاد ہے۔ ظاہر ہے کہ ان عقائد میں غیر یہودی لوگوں کے لئے بڑی کشش تھی۔ اس لئے ہر قسم کے فاسق و فاجر اور بدکار اس مذہب میں جوق در جوق داخل ہونے

لگے حتیٰ آج یہ تعداد میں دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن گیا ہے۔ اس کی وسعت کی ایک اور وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی کرشماتی شخصیت بھی ہے جس میں تمام تر رحمت و شفقت، معافی اور انسانیت کے لئے ہمدردی کے جذبات ہیں۔

بعد میں پال کو ایک مذہبی تقدس والی شخصیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محض عقیدت مندی کے لئے باقی رہ گئے جبکہ پال عملی مذہب کا نمائندہ بن گیا۔ اسی وجہ سے عیسائیوں نے بعد میں اسے ولی اللہ یعنی سینٹ کا خطاب دیا۔ اسی طرح کل کا گمنام و بے نام پال آج کا سینٹ پال بن گیا۔ اس سارے عمل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت دب گئی اور سینٹ پال کی شخصیت ابھر کر سامنے آگئی۔

نئے مذہب کی خاطر پال نے کئی غلط اقوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کئے اور کہیں اپنے کشف و الہام کو بنیاد بنایا۔ حالانکہ اصل پیغمبرانہ تعلیمات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ابتدائی تین سو سالوں تک مخلص عیسائیوں نے پالی عقائد کی سخت مزاحمت کی لیکن چونکہ یہ مخلصین دن بدن اقلیت میں ہوتے جا رہے تھے اس لئے پال کے عقائد کے آگے وہ بے بس نظر آتے تھے۔ کئی مواقع پر مخلص عیسائیوں اور پالی عیسائیوں کی درمیان مذہب کی بنیاد پر جھگڑے اور مار پیٹ بھی ہوئی۔ چوتھی صدی کے ابتدائی دو عشروں تک خالص مذہبی عقائد کے لوگ موجود تھے لیکن آخر کار انہیں ان کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ یہ بات بھی خاصی دلچسپی کا باعث ہے کہ ابتداً کسی علیحدہ عبادت گاہ (چرچ) کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ مخلص عیسائی یہودیوں کی عبادت گاہوں (Synagogues) ہی میں جا کر عبادت کرتے تھے، نیز مذہبی حیثیت سے عیسائیت الگ سے اپنا کوئی وجود نہ رکھتی تھی۔ (عیسائی بھی فی الاصل بنی اسرائیل ہیں) لیکن سینٹ پال نے آخر کار نئی عبادت گاہ (چرچ) کے تصور کو جنم دیا اور خود کو حضرت عیسیٰ (Christ) سے منسوب کر کے کرسچن کہلانا شروع کر دیا۔

325 عیسوی میں روم کے لادین بادشاہ کونسٹنٹائن (جس کے نام پر آج قسطنطنیہ کا شہر موجود ہے) نے عیسائیوں کے درمیان بڑھتے ہوئے جھگڑوں کو روکنے کیلئے نیقیہ (Nicea) میں ایک کانفرنس بلائی جس میں دونوں طرف کے لوگوں کو بلایا تاکہ وہ کوئی متفقہ فیصلہ کر کے اٹھیں۔ تاہم بہت سارے الزامات اور جوابی الزامات کے بعد پالی عقیدہ ہی حاوی رہا، جس کے بعد شاہ کونسٹنٹائن نے خود بھی اپنا وزن پال کے حامیوں کے پلڑے میں ڈال دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پال والی عیسائیت، مملکت روم (بے حد وسیع و عریض) کا سرکاری مذہب قرار پائی۔ شاہ کونسٹنٹائن

نے خود بھی عیسائیت قبول کرلی اور یوں سلطنت روم پوری کی پوری عیسائیت میں تبدیل ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد سینٹ پال کے عقائد کے خلاف جتنی بائبلیں اور مقدس کتابیں تھیں شہنشاہ نے ان سب کو جلادینے کا حکم دیا۔

اناجیل میں باہم تضاد

موجودہ اناجیل میں باہم تضادے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

☆انجیل متی ثابت کررہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلیمان بن دواؤد کی اولاد سے تھے اور انجیل لوقا ثابت کررہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناثان بن داؤد کی اولاد سے تھے۔

☆انجیل متی ثابت کررہی ہے کہ حضرت داؤد سے حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک چھبیس (26) نسلیں تھی، جبکہ انجیل لوقا ثابت کررہی ہے حضرت داؤد سے حضرت عیسیٰ تک اکتالیس (41) نسلیں تھیں۔

☆پہلی تین اناجیل کے مطابق صلیب کو صلیب گاہ تک شمعون کرینی نامی شخص لے کر گیا جبکہ انجیل یوحنا کے مطابق خود مسیح کو اپنی صلیب اٹھانا پڑی۔

☆بقول اناجیل جو دو مجرا ور بدکار مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے ان میں سے مسیح پر لوقا کے مطابق ایک نے طعنہ زنی کی حتی کہ مسیح نے دوسرے کو فردوس میں اپنے ساتھ ہونے کی خوش خبری بھی سنادی جس سے اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ وہ دوسرا طعنہ زنی کا مرتکب نہ تھا۔ مگر مرقس کے مطابق دونوں بدکار مسیح کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے رہے۔

☆تینوں اناجیل یہ کہتی ہیں کہ تصلیب کے بعد تمام ملک پر اندھیرا چھا گیا تھا جبکہ یوحنا اس کا ذکر نہیں کرتا۔

☆ایک طرف تو متی کا حوالہ ظاہر کرتا ہے کہ عام یہودیوں کو بھی مسیح کی اس مزعومہ و مبینہ پیشین گوئی کا علم تھا کہ وہ مر کر جی اٹھیں گے اور دوسری طرف انجیل یوحنا کے مطابق ان کے قریب ترین حواریوں کو بھی اس کا علم نہ تھا۔

☆اناجیل کے بیان کے مطابق مسیح کو اس جرم میں صلیب دی گئی کہ وہ اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے تھے۔ مگر یوحنا نے مسیح کی زبانی اس کی تردید کی ہے۔

☆عیسائی عقیدہ میں حضرت مسیح کا وفات پانا اور جی اٹھنا دونوں آپس میں مربوط ہیں۔ اگر جی اٹھنا بغیر شک و شبہ کے ثابت ہو جائے تو وفات پانا خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ مگر وفات کی طرح جی اٹھنے کی شہادتیں بھی ناقص متضاد اور ناقابل اعتبار ہیں۔ صلیب پا کر وفات کی طرح جی اٹھنا بھی کسی شاگرد یا معتبر شخص نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ بلکہ وفات کا منظر تو اناجیل کے بقول بعض عورتوں نے دور سے دیکھا مگر جہاں تک جی اٹھنے کا تعلق ہے اس مزعومہ واقعہ کو تو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ عقیدت مند عورتوں نے زیادہ سے زیادہ جو دیکھا وہ خالی قبر تھی اور عقل سلیم کا مالک جانتا ہے کہ قبر خالی ہونے کا لازمی طلب جی اٹھنا نہیں ہوتا بلکہ اس میں کئی اور احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی نے قبر کی جگہ خالی دیکھی تو ممکن ہے اس میں موجود جسم کو بعض اپنے یا پرائے چرا کر لے گئے ہوں۔ خود بائبل نے اس امکان کا ذکر اس طرح کیا ہے: ''سردار کاہنوں ـــــ نے بزرگوں کے ساتھ جمع ہو کر مشورہ کیا اور (قبر کی نگرانی کرنے والے) سپاہیوں کو بہت سا روپیہ دے کر کہا یہ کہہ دینا کہ رات کو جب ہم سو رہے تھے، اس کے شاگرد آکر چرا لے گئے ـــــ اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے۔'' (متی28: 11تا15)

غرض یہ کہ خالی قبر کو کسی تاریخی حقیقت یا اہم عقیدہ کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا جبکہ اصل جی اٹھنے کے واقعہ کو کسی نے نہیں دیکھا جیسا کہ محققین نے اعتراف کیا ہے:

An event.....which, however, no eye saw.

(Adolf Harnack: History of Dogma ,vol 1, Page 85, London 1961)

ترجمہ: البتہ جی اٹھنے کا یہ واقعہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

☆پھر اس امر میں بھی کئی اختلافات و تضادات ہیں کہ قبر کے خالی نظر آنے والے واقعہ کا شاہد کون ہے اور اس نے وہاں کیا دیکھا: مثلاً لوقا نے دیکھنے والوں میں گلیل کی عورتوں کو شمار کیا ہے۔ باقی دو اناجیل متی اور مرقس نے بھی ایک سے زیادہ نام گنوائے ہیں۔ مگر یوحنا کے مطابق مریم مگدلینی اکیلی گئی اور اس نے قبر کو خالی پایا۔

☆لوقا کے مطابق دو شخص براق پوشاک پہنے ان (عورتوں) کے پاس آکھڑے ہوئے وہ ان سے باتیں کرتے ہیں اور مسیح کی مصلوب ہونے کی پیش گوئی یاد دلاتے ہیں مگر حواریوں کے لئے کوئی پیغام نہیں دیتے۔ اس کے

برعکس مرقس کے مطابق وہ ایک جوان کو سفید جامہ پہنے دیکھتی ہیں اور وہ انہیں کہتا ہے کہ شاگردوں کو بتادیں کہ تم اسے گلیل میں دیکھو گے۔

☆ مرقس کے بیان کے مطابق انہوں (عورتوں) نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ کیونکہ وہ ڈرتی تھیں جبکہ لوقا کے مطابق قبر سے لوٹ کر انہوں نے ان گیارہ (حواریوں) اور باقی سب لوگوں کو ان سب باتوں کی خبر دی۔

☆ مرقس اور لوقا کے مطابق انہوں نے قبر والی چٹان میں داخلہ سے پہلے چٹان کے منہ پر رکھے ہوئے بھاری پتھر کو لڑھکا ہوا پایا۔ مگر متی کے مطابق جب وہ قبر کو دیکھنے آئیں ایک بڑا بھونچال آیا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اترا اور پاس آکر پتھر کو لڑھکا دیا اور اس پر بیٹھ گیا۔

☆ متی اور یوحنا کے مطابق وہ خوشی سے شاگردوں کو خبر دینے دوڑیں۔ مگر مرقس کے مطابق انہوں نے ہیبت اور ڈر کے مارے کسی سے کچھ نہ کہا۔

ان چند متضاد باتوں سے یہ ثابت ہوا کہ عیسائیوں کا اتنا اہم عقیدہ ہی مستند و متفق طور پر ثابت نہیں ہے۔ اناجیل کی ساری تحریفات کے باوجود ان میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ شاگردوں حتی کہ پولس پر ظاہر ہونے کے مختلف واقعات میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زبان سے کہا ہو کہ وہ مصلوب ہونے یا وفات کے بعد جی اٹھے ہیں۔ قرآن نے واضح فرمادیا ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ○ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شبیہ کا ایک بنادیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کررہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی۔ اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورۃ النساء، سورۃ4، آیت158،157)

بائبل میں موجود واقعات واحکام میں تضاد

پھر بائبل میں دہرے واقعات کثیر ہیں یعنی ایک ہی واقعہ یا قصہ مختلف جگہوں پر مختلف افراد میں چسپاں کی گیا ہے جیسے بائبل میں بادشاہ کے سامنے اپنی بیوی کو بہن ظاہر کرنے کا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی چسپاں کیا گیا ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام پر بھی۔

☆حضرت مائی ہاجرہ کا گھر سے نکالا جانا ایک دفعہ حاملہ ہونے کے بعد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے مذکور ہے اور دوسری مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام دونوں کی پیدائش کے بعد ہے۔ ناموں اور اعداد میں اختلاف کا یہ عالم ہے کہ ایک موقع پر دو جگہ مختلف عمریں لکھی جس کے حساب سے بیٹا باپ سے بھی بڑا ثابت ہو رہا ہے۔

☆اسی طرح قوانین میں اختلاف ہے کتاب استثناء میں عید خیام سات دن تک منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر کتاب احبار کے حکم کے مطابق یہ عید آٹھ دن تک منایا جانا چاہیے۔

☆کتاب خروج میں عبرانی غلام کے بارے میں حکم ہے کہ چھ برس تک خدمت لینے کے بعد اسے آزاد کر دیا جائے، مگر اس کی اولاد والی بیوی کو نہ چھوڑا جائے۔ لیکن کتاب استثناء میں کسی بھی عبرانی مرد یا عورت کو ساتویں برس آزاد کر دینے کا حکم ہے۔ بنی اسرائیل کو ایک جگہ دو قربانیوں کا حکم دیا گیا ہے اور ایک جگہ ایک قربانی کا حکم ہے۔

☆اس طرح کی واضح تضاد بیانی کے ساتھ ساتھ تحریفات کے بھی ثبوت موجود ہیں جیسے بائبل کی کتاب "قضاۃ" کے پرانے نسخوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پوتے سے بت پرستی اور ارتداد منسوب کیا گیا تھا۔ بعد میں اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کی توہین سمجھا گیا، اس لئے ایک عرصہ دراز تک چھپنے والے بائبل کے نسخوں میں تحریف کر کے اسے حضرت موسیٰ کی بجائے منسی نامی نسبتاً غیر معروف شخص کا پوتا بنا لیا گیا۔ تاہم مسلمان علماء اور خود عیسائی محققین کی گرفت کے نتیجہ میں اب پھر منسی کی جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام کو بحال کر دیا گیا ہے۔

☆مرقس کی انجیل حالیہ نسخوں کے مطابق اس طرح شروع ہوتی ہے: یسوع مسیح ابن خدا کی خوشخبری کا شروع۔ لیکن بعض قدیم اور قابل اعتماد سمجھے جانے والے نسخوں میں الفاظ صرف اتنے ہیں: یسوع مسیح کی انجیل کا شروع۔ ظاہر ہے ابن خدا کے الفاظ محرف اور بعد کا اضافہ ہیں۔

عیسائیوں کی اسی بائبل میں تضاد بیانی ہونے کے سبب ان میں کثرت سے لادینیت پھیل رہی ہے۔

پولس کے گڑھے ہوئے عقائد و نظریات

المختصر یہ کہ پولس (سینٹ پال) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کے بیٹے اور خدا ہونے کا عقیدہ گھڑا اور پھر عیسائیوں کے گناہوں کے کفارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پانے کے عقیدے کو عام کر دیا۔ پولس نے مسیح کی شخصیت کے بارے میں جو مذکورہ عقائد وضع کئے ان کی اصل یونانی فلسفہ کے علاوہ اس زمانہ کے بعض توہم پسند مشرکانہ مذاہب تھے۔ یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تعلیم جو خالص توحید پر مبنی تھی وہ شرک کے نظر ہو گئی اور عیسائی پولس کے اس خود ساختہ باطل نظریات کی لپیٹ میں آگئے اور پوری عیسائیت اس باطل عقائد پر کھڑی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون Church History (کلیسا کی تاریخ) میں صاف لکھا ہے کہ پولس کے ہاتھوں عیسائیت ایک نیا مذہب بن گئی۔

پولس کے جھوٹے ہونے میں اس کا اپنا قول ہی کافی ہے وہ رومیوں کے نام خط میں لکھتا ہے: "اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی، تو پھر کیوں گناہ گار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے؟ اور ہم کیوں برائی نہ کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو۔" (پولس کا رومیوں کے نام خط 3:7،8)

اناجیل اربعہ خود مغربی لوگوں کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے کسی کی تصنیف نہیں بس ان کے ناموں سے منسوب ہیں اور وہ سب پولس کے خطوط کے بعد کی لکھی ہوئی ہیں۔ عیسائی محققین نے یہ لکھا ہے کہ پولس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال و افعال اور احکام کو یکسر نظر انداز کیا چنانچہ جون زیسلر (John Ziesler) لکھتا ہے:

Whether by design or accident, the teaching and deeds of Jesus of Nazareth are virtually ignored.

(John Ziesler: Pauline Christianity, Page 23, Oxford Press, New York, 1983)

ترجمہ: خواہ عمداً یا اتفاقاً یسوع ناصری کی تعلیم اور افعال کو عملاً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

آرنلڈ میئر (Meyer Arnold) اپنی کتاب یسوع یا پولس؟ (Jesus or Paul?) میں لکھتا ہے:

If by Christianity we understand faith in Christ as the heavenly son of God who did not belong to earthly humanity, but who lived in the divine likeness and glory ,who came down from heaven to earth, who entered into humanity and took upon himself a human form that he might make propitiation for men's sin by his own blood upon the cross, who was then awakened from death and raised to the right hand of God as the lord of his own people, who now intercedes for those who believe in him, hears their prayers, guards and leads them, who, moreover, dwells and works personally in each of those who believe in him, who will come again with the clouds of heaven to judge the world, who will cast down all the foes of God, but will bring his own people with him into the home of heavenly light so that they may become like unto his glorified body- if this is Christianity, then such Christianity was founded principally by St. Paul and not by our Lord.

(Arnold Meyer: Jesus or Paul? ,Page 122,123,London And New York Harper & Brothers 45 Albemarle Street, 1909)

ترجمہ: اگر ہم عیسائیت کا مطلب مسیح پر (اس طرح) ایمان سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کا آسمانی بیٹا ہے جو زمینی انسانوں میں سے نہ تھا بلکہ خدائی صورت اور شان میں رہتا تھا، پھر وہ آسمان سے زمین پر اتر آیا اور انسانی شکل اختیار کی تاکہ وہ صلیب پر اپنے خون کے ذریعہ لوگوں کے گناہ کا کفارہ ادا کرے، جسے پھر موت سے جگا کر اوپر اٹھایا گیا اور ماننے والوں کے خداوند کے طور پر خدا کے دائیں ہاتھ بٹھایا گیا، جو اب خود پر ایمان رکھنے والوں کو شفاعت کرتا ہے، ان کی دعائیں سنتا ہے، ان کی حفاظت اور راہنمائی کرتا ہے، علاوہ بریں اپنے آپ پر یقین کرنے والوں میں سے ہر ایک کے اندر ذاتی طور پر رہتا اور کام کرتا ہے، جو دنیا کا انصاف کرنے کے لئے آسمان کے بادلوں کے ساتھ دوبارہ آئے گا، جو خدا کے سب دشمنوں کو گرائے گا مگر اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ آسمانی نور کے گھر لے جائے گا تاکہ وہ اس کے معظم بدن کی طرح بن جائیں۔ اگر یہ عیسائیت ہے تو ایسی عیسائیت کی بنیاد زیادہ تر مقدس پولس نے رکھی تھی نہ کہ ہمارے خدا نے۔

انجیل برناباس

انہی کتابوں میں ایک برناباس کی انجیل بھی تھی۔ برناباس وہ شخص تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گنے چنے حواریوں میں شامل تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے براہ راست فیض پایا تھا، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی یادداشتوں کو جمع کر کے ایک کتاب ترتیب دی تھی جسے گوسپل آف برناباس کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں نے چار انجیلوں کے علاوہ بقیہ انجیلوں کو مستند تسلیم نہ کیا۔ تقریباً ڈھائی سو سال پہلے انجیل برناباس کا پرانا نسخہ ملا جس نے عیسائی مذہب کو ہلا کر رکھ دیا۔ عیسائیوں میں اس کے متعلق بحث ومباحثہ شروع ہو گیا۔ اس کتاب میں کئی ایسی باتیں تھیں جس سے اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نبی ہونا ثابت تھا اس لئے عیسائیوں نے اسے غیر مستند انجیل قرار دے دیا بلکہ یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ کسی مسلمان نے لکھی ہے۔ جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص حواری تھے اور ان کی لکھی ہوئی انجیل ان کے اپنے ہی پادریوں سے دریافت ہوئی ہے اور عیسائیوں کے قدیم ماخذ میں برناباس کی انجیل کا تذکرہ ملتا ہے۔ جس کی تمام تفصیل موجود ہے۔ دراصل برناباس نے پہلے پولس کے عیسائیت میں متعارف کروایا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ پولس کی تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی تعلیمات کے برعکس ہیں تو ان میں باہم اختلاف ہو گیا اور یہ بعید نہیں کہ برناباس نے ایسی کتاب لکھی ہو جو پولس کے نظریات کی تردید کرتی ہے۔ عیسائیوں کا اس انجیل کو نظر انداز کرنا اسی وجہ سے ہے کہ برناباس کی انجیل پولس سے جو نظریات عیسائیوں تک پہنچے ہیں ان کے برخلاف ہے۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ یہ کتاب کسی مسلمان نے لکھی ہے یہ بھی باطل ہے کہ کیونکہ اس میں کئی باتیں اسلامی عقائد کے صریح خلاف ہیں۔ مسلمانوں کا تو یہ نظریہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی بھی حواری سے یہ متصور نہیں کہ وہ کوئی انجیل یا دوسری کتاب لکھیں جس میں عیسائیوں کی مذکورہ کفریہ عقائد و نظریات ہوں۔

بہر حال یہ کتاب اصلی ہے یا جعلی ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں اس کی بعض عبارتوں سے اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے دلائل ہیں اس لئے ہم عیسائیوں پر ان عبارتوں کو پیش کر کے ان کے دین کو باطل ثابت کریں گے عیسائیت میں اگر دم ہے تو انجیل برناباس کو جعلی ثابت کر کے دکھائیں جو ابھی تک ان سے ہو نہیں سکی۔

انجیل برناباس میں موجود مواد کا مختصر تعارف یوں ہے کہ برناباس کی انجیل بڑی حد تک توحیدی عقائد پر مشتمل ہے۔ اس انجیل میں حضرت مسیح نے اپنے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے سے صاف انکار کر دیا ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے" العالم سیدعوني الها و علی ان اقدم لاجل هذا حسابا لعمر الله الذی نفی واقفة فی حضرته انی رجل "

ترجمہ: دنیا مجھ کو معبود سمجھے گی اور مجھ پر لازم ہو گا کہ اس کے حضور میں حساب پیش کروں۔ اللہ کی قسم ہے وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے کہ بے شک میں بھی ایک آدمی ہوں۔

(انجیل برناباس، فصل 52، نمبر 1 تا 13)

برناباس کا بیان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ ان کی جگہ یہوداہ اسکریوتی کی صورت بدل دی گئی تھی جسے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ سمجھا اور سولی پر چڑھا دیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ حضرت اسحاق نہیں بلکہ حضرت اسماعیل تھے۔ اسی انجیل میں ختنے کا حکم بھی موجود ہے اور اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر بغیر مصلوب ہوئے تشریف لے جانے کا بھی حال بیان ہوا ہے۔

اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ان کے نام کے ساتھ کم از کم تین دفعہ آیا ہے اور استعاروں میں آپ علیہ السلام کی آمد کے لئے کم از کم 34 مقامات پر ذکر موجود ہے۔ اس انجیل کے عربی اور اردو ترجمے ہیں یہاں چند عبارتیں عیسائی مترجم ڈاکٹر خلیل سعادت کے پیش خدمت ہیں:

☆"لست اھلا ان احل رباطات جرموق او سیور حذاء رسول اللہ الذی تسمونہ میا الذی خلق قبلی و یاتی بعدی" ترجمہ: میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم میا کہتے ہو۔ وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا۔ (فصل 42، عدد 13)

☆"یا محمد لیکن اللہ معك و لیجعلنی اھلا ان احل سیر حذائك" ترجمہ: اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔ (فصل 42، عدد 30)

☆"اجاب التلامیذ یا معلم من عسی ان یکون ذلك الرجل الذی تتکلم عنہ الذی یاتی الی العالم؟ اجاب یسوع بابتھاج قلب انہ محمد رسول اللہ" ترجمہ: شاگردوں نے جواب میں کہا اے معلم وہ آدمی کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا؟ یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے۔ (فصل 163، عدد 7,8)

اسی طرح کی کئی عبارتیں عیسائیوں کی اناجیل اربعہ میں بھی مذکور ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ زندگی، ہجرت، جہاد کا ذکر ہے۔

بائبل کی حیثیت

تمام عیسائی پرانے عہد نامہ کے مشمولات پر متفق نہیں۔ پروٹسٹنٹ فرقوں کے عیسائی عہد قدیم کے انہی انتالیس صحائف و کتب کو معتبر و مقدس مانتے ہیں جو یہودیوں کے نزدیک معتبر اور الہامی ہیں۔ جبکہ رومن کیتھولک، اینگلی کان اور مشرقی کلیسا سے متعلق عیسائی کچھ مزید کتابوں کو مقدس اور پرانے عہد نامہ کا ضروری حصہ تصور کرتے ہیں۔ یہودیوں اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے نزدیک یہ زائد کتابیں غیر مستند، غیر الہامی اور متروک ہیں اور وہ انہیں اپوکریفہ (Apocrypha) یعنی عام لوگوں سے مستتر اور پوشیدہ دستاویزوں کا نام دیتے ہیں۔ بعض پروٹسٹنٹ کلیسائیں (چرچ آف انگلینڈ اور لوتھری) انہیں چال چلن کے نیک نمونے اور اخلاق کی درستی کے لئے

انفرادی طور پر پڑھنے کی اجازت تو دیتے ہیں مگر عقائد کے ثبوت کے طور پر اور عام کلیسائی محفلوں میں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔

جہاں تک عہد نامہ جدید کا تعلق ہے وہ صرف عیسائیوں کے نزدیک بائبل کا حصہ ہے اور اس میں ستائیس کتابیں ہیں۔ چار انجیلوں یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے بیان کردہ مسیح کے حالات و مواعظ کے بعد عہد نامہ جدی میں رسولوں کے اعمال کے نام سے حواریوں کے حالات اور مسیحی کلیسا کی ابتدائی تاریخ ہے۔ اس کے علاوہ مختلف کلیساؤں اور افراد کے نام پولس کے چودہ تبلیغی و مذہبی خطوط، نیز یعقوب، پطرس، یوحنا اور یہودا کے نام سے سات مزید خطوط اور یوحنا عارف کا مکاشفہ عہد نامہ جدید میں شامل ہے۔

عہد قدیم کی طرح عہد جدید میں شامل کتابوں کی تعداد بھی وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی ہے۔ یوسے بئیس (Eusebius) جسے تاریخ کلیسا کا باپ کہا جاتا ہے اور اس کے دیگر ہم عصر مستند مسیحی رہنماؤں اور مصنفین کے نزدیک یعقوب کا خط، پطرس کا دوسرا خط، یہودا کا خط اور یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط غیر الہامی اور غیر مستند تھے۔ اب بھی بائبل کے قدیم سریانی نسخہ جسے پشیتا (Peshitta) کہا جاتا ہے، موجودہ بائبل کے یہ حصے موجود نہیں ہیں۔

پھر بائبل کے مصنفین کے متعلق بھی کچھ پتہ نہیں کہ یہ کون ہیں ان کا کردار کیا ہے۔ بائبل کا کوئی ایسا نسخہ موجود نہیں جو خود مؤلف کا مرتب شدہ اور اس کے زمانہ کا ہو۔ یہودیوں میں یہ بات عام تھی کہ کوئی بھی کتاب خود لکھ کر کسی نبی کی طرف منسوب کر دیتے تھے جیسا کہ برٹین رائٹر نے اپنی کتاب بائبل کی ہسٹری میں لکھا ہے۔

عیسائیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ ان اناجیل کو مستند ثابت کرنے کے لئے کئی مرتبہ کانفرسیں کرتے رہے ہیں اور کئی عیسائیوں میں بائبل کے مختلف حصوں کے مستند اور غیر مستند ہونے پر تحقیقات ہوتی رہی ہیں۔ کئی پرانے نسخے دریافت ہوئے جو باہم مختلف ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا نے بھی کہا:

thousand of variations in the existing manuscripts and versions.

(Encyclo Brit, Vol 3, Page 578, 1973)

ترجمہ: موجودہ مسودوں اور نسخوں میں ہزاروں اختلافات ہیں۔

رائج الوقت بائبل دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ عہد نامہ قدیم کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ عہد نامہ جدید (New Testaments & Old)۔ یہ دونوں انجیلیں بھی ذیلی طور پر بہت ساری دیگر کتابوں پر مشتمل ہیں۔ مثلاً بائبل پیدائش، بائبل خروج اور بائبل گنتی وغیرہ۔ ان انجیلوں میں بے شمار تضادات ہیں جس سے کھلے ذہن کا قاری سخت الجھن کا شکار رہتا ہے۔ ایک ہی واقعے کا بیان ایک انجیل میں کسی اور طرح ہے اور دوسری انجیل میں کسی اور طرح بلکہ تیسری انجیل میں وہی واقعہ ایک بالکل مختلف انداز میں بیان ہوتا ہے۔ مثلاً سیموئیل 1:24 میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اسرائیلیوں کی گنتی کرنے کو کہا لیکن دوسری جانب کرانیکل 1:21 میں درج ہے کہ شیطان نے حضرت داؤد سے اسرائیلیوں کی گنتی کرنے کو کہا۔ اسی طرح سیموئیل 10:18 میں کہا گیا ہے کہ حضرت داؤد (علیہ السلام) نے سات سو گاڑی بانوں کو ہلاک کیا جبکہ کرانیکل 19:18 میں اس تعداد کو سات ہزار بتایا گیا ہے۔

انجیلوں میں یہ غلطیاں عام اور واضح ہیں اور عام عقیدت مند کو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بائبل کی کس بات کو درست مانے اور کس کو مسترد کرے۔ لیکن عیسائی کتاب کو محض زبانی پڑھتے ہیں اور پڑھ کر صرف سر دھنتے ہیں لیکن اس کی تفسیر اور تحقیق میں نہیں جاتے، لہٰذا اگر وہ انہیں محسوس کرتے بھی ہیں تو یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ اس بارے میں فادر زیادہ بہتر طور پر جانتے ہوں گے۔

یہی وہ کمزوریاں اور تضادات ہیں، جس کی وجہ سے عیسائی آبادی آج کل تیزی سے اسلام قبول کر رہی ہے جہاں انہیں اپنے تقریباً تمام سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عیسائیوں کو قرآن کی طرف رجوع کی دعوت دی جائے تاکہ وہ صحیح معنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار بن جائیں۔ محنت کی جائے تو عیسائیت نسبتاً آسانی سے مغلوب ہو جانے والا مذہب ہے۔

پولس کے نظریات کی مخالفت

پولس کے بعد ابتدائی دور میں جس فرقہ نے پولسی نظریات کی مخالفت جاری رکھی اسے تاریخ عیسائیت میں ابیونی (Ebonite's) کہا جاتا ہے۔ ابیونیوں نے پولس کے خطوط کو یکسر مسترد کر کے انہیں دین کی بنیاد بنانے سے

انکار کر دیا۔ پولس کی تبلیغ کے برعکس موسوی شریعت (Mosaic Law) کی پابندی پر زور دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا اس کا بیٹا کہنے کی بجائے ایک انسان اور عظیم رسول قرار دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متصل بعد کے دور میں عیسائیوں کو نصرانی یا ناصری (Nazarenes) کہا جاتا تھا اور ابیونی نظریات نصرانی نظریات کے مماثل تھے۔ اس طرح ابیونی بڑی حد تک اس عیسائیت کے امین تھے جو پولسی اثرات و تحریفات سے قبل موجود تھی۔

ایک اور فرقہ جس نے ابتدائی دور میں پولسیت پر کاری ضرب لگائی، دوسیتی یا متخیلہ (Docetists) کہلاتا ہے۔ اس کے حامیوں نے منجملہ دیگر نظریات کے حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ خدا نے معجزانہ طور پر انہیں صلیب سے بچا لیا تھا اور ان کی بجائے غدار حواری یہوداہ اسکریوتی یا عیسیٰ کا صلیب بردار شمعون کرینی (Simon of Cyrene) مصلوب ہوا۔

ان دو فرقوں کے برعکس کئی ایسے فرقے آگئے جنہوں نے پولس کے نظریات کو تقویت دی جن میں ایک فرقہ غناسطیوں (Gnostics) یا عرفانی فرقہ نے زیادہ تقویت و تائید کی۔ اس کے علاوہ جسٹن اور مارسیون نامی دو شخصوں نے پولسی نظریات کو پروان چڑھایا۔ اسی طرح مختلف فرقے اور لوگ آتے رہے جن میں باہم اختلاف بھی رہا اور رفتہ رفتہ پولسی نظریات مشہور و عام ہوتے گئے اور لوگ ان عقائد کے حامل ہوتے گئے۔ پھر جب رومی بادشاہ قسطنطین (Constantine) اور اس کے جانشین عیسائی ہو گئے تو عیسائیت کو عروج مل گیا۔

اس کے بعد عیسائی عقائد میں حکمرانوں اور پادریوں میں لے دے ہوتی رہی کبھی کسی عقیدہ کو تقویت مل جاتی کبھی کسی اور کو، الغرض عیسائی عقائد حکمرانوں اور پادریوں کی کونسلوں کے ہاتھوں میں پوری طرح کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ اس سارے عرصہ میں عیسائیوں کے کئی فرقے رونما ہوئے جن میں قبطی، مارونی، کیتھولک، پروٹسٹنٹ، اینگلی کان، مریمی، کولی ریڈین اور دیگر فرقے تھے۔ ان میں کوئی حضرت عیسیٰ کو خدائی اور انسانی دو الگ الگ ماہیتوں کی بجائے ایک ہی متحدہ ماہیت کے حامل تھے اور کوئی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ مسیح میں خدائی اور انسانی دونوں ماہتیں فطرتیں موجود تھیں وہ مکمل طور پر خدا بھی تھے اور انسان بھی، کئی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ نتیجتاً مشرقی اور مغربی کلیساؤں کا وجود ہوا اور ان کی باہم چپقلش جاری رہی۔

عقیدہ تثلیث کا تنقیدی جائزہ

عقیدہ تثلیث کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا تین اقانیم (اصل، بنیادوں) یا شخصیتوں پر مشتمل ہے۔ خدا کی ذات جسے باپ کہتے ہیں خدا کی صفتِ کلام جسے بیٹا کہتے ہیں اور خدا کی صفتِ حیات و محبت جسے روح القدس کہا جاتا ہے، ان تین میں سے ہر ایک خدا ہے۔ لیکن یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خدا ہیں۔

اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب باپ بیٹا اور روح القدس میں سے ہر ایک کو خدا مان لیا گیا تو خدا ایک کہاں رہا وہ تو لازما تین ہو گئے؟ اسی اعتراض کا جواب دیتے دیتے عیسائیوں میں کئی فرقے بن گئے۔ یوں عقیدہ تثلیث عام طور پر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں عیسائیوں کا باہم شدید اختلاف ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک بذات خود بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مجموعہ خدا۔ ایک دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ خدا تو ہیں مگر مجموعہ خدا سے کمتر ہیں اور ان میں لفظ خدا کا اطلاق ذرا وسیع معنی میں کر دیا گیا ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ تین خدا ہی نہیں خدا تو صرف ان کا مجموعہ ہے۔

ابیونی فرقے نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا مان کر ہم عقیدہ توحید کو سلامت نہیں رکھ سکتے اس لئے حضرت مسیح کو خدا نہ کہا جائے انہیں خدا کی شبیہ کہہ لیجئے۔ ابیونی فرقے کی مخالفت عیسائیوں کے دیگر فرقوں نے بہت زیادہ کی۔ پھر ابیونی فرقہ میں بھی باہم اختلاف ہو گیا اور اس فرقے کے بعض لوگوں نے کہا مسیح علیہ السلام کی خدائی کا اس طرح مطلقا انکار نہ کیا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ خدا تھے لیکن مشرک کے الزام سے بچنے کے لئے یہ کہا جائے کہ وہ بالذات خدا صرف باپ ہے۔ باپ نے خدائی کی یہ صفت بیٹے اور روح القدس کو بھی عطا کر دی تھی۔

پیٹری پشین فرقہ نے نیا فلسفہ چھوڑا اس نے کہا کہ باپ اور بیٹا دو الگ الگ شخصیتیں نہیں بلکہ صرف ایک ہی شخصیت کے مختلف روپ ہیں، جن کے الگ الگ نام رکھ دیئے گئے ہیں۔ باپ انسانی روپ دھار کر دنیا میں آیا تھا۔

پولسی (Paulicians) فرقہ جو پانچویں صدی عیسوی میں نمودار ہوا اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہا کہ وہ خدا نہیں تھے بلکہ فرشتہ تھے۔ انہیں خدا نے دنیا میں بھیجا تھا تاکہ وہ دنیا کی اصلاح کریں چنانچہ وہ مریم

کے پیٹ سے ایک انسان کی شکل اختیار کر کے پیدا ہوئے۔ چونکہ خدا نے انہیں اپنا مخصوص جلال عطا کیا تھا اس لئے وہ خدا کے بیٹے کہلائے۔

پانچویں صدی کے وسط میں نسطوری فرقہ نکلا اس نے کہا کہ عقیدہ حلول کی تمام تر مشکلات اس مفروضے کی بنا پر ہیں کہ حضرت مسیح کو ایک شخصیت قرار دے کر ان کے لئے دو حقیقتیں ثابت کی گئی ہیں: ایک انسانی اور ایک خدائی۔ نسطوری فرقہ نے کہا حضرت مسیح کا خدا ہونا بھی بجا ہے اور انسان ہونا بھی برحق ہے۔ لیکن یہ تسلیم نہیں کہ وہ ایک شخصیت تھے جن میں یہ دونوں حقیقتیں جمع ہو گئی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح کی ذات دو شخصیتوں کی حامل تھی ایک بیٹا اور ایک مسیح۔ ایک ابن اللہ اور ایک ابن آدم۔ بیٹا خالص خدا ہے اور مسیح خالص انسان۔

چھٹی صدی عیسوی میں یعقوبی فرقہ پیدا ہوا۔ یعقوبی فرقے کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح نہ صرف یہ کہ ایک شخصیت تھے بلکہ ان میں حقیقت بھی صرف ایک پائی جاتی تھی اور وہ تھی خدائی۔ وہ صرف خدا تھے۔ گو ہمیں انسان کی شکل میں نظر آتے ہوں۔

الغرض عقیدہ تثلیث کا حل آج تک عیسائی پادریوں سے نہ ہو سکا اور مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے عیسائیوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ مسئلہ تشابہات میں سے ہے۔ یعنی عیسائیوں نے کہا کہ جس طرح قرآن میں الم، حمٓ، استوی علی العرش وغیرہ جیسے بعض مسائل تشابہات میں سے ہیں اسی طرح یہ عقیدہ تثلیث بھی ہے۔ حالانکہ عیسائیوں کا یہ جواب بالکل جاہلانہ ہے۔ عقیدہ تثلیث عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ ہے جب ان کو اپنے بنیادی عقیدہ ہی کی سمجھ نہیں تو انہوں نے کس دلیل سے اس پر اعتقاد رکھا ہے۔ قرآن میں موجود تشابہات کا تعلق ایک تو بنیادی عقائد کے ساتھ نہیں ہے دوسرا وہ عقل میں آتا ہے لیکن اس کا صحیح مفہوم معلوم نہیں ہوتا۔ جبکہ عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ عقل ہی میں نہیں آتا، جب عقل ہی میں نہیں آتا تو اس کا مفہوم خاک سمجھ آئے گا۔ لہٰذا عقیدہ تثلیث کی تشابہات کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متعدد مرتبہ خود کو آدم کا بیٹا (The son of Man) کہا ہے جس سے مراد غالباً حضرت آدم علیہ السلام کی نسل ہے، اس کے باوجود عیسائی پادری انہیں مسلسل خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں لکھا ہے:

A part from the Birth stories at opening of Matthew and Luke....there is nothing in these three Gospels to suggest that their writers thought of Jesus as other than human.

(Encyclo.Brit.Vol 13,page 16, 14 edition 1929)

ترجمہ: متی اور لوقا کے شروع میں مسیح کی (بن باپ) پیدائش کی کہانیوں سے قطع نظر پہلی تینوں اناجیل میں کوئی ایسی بات نہیں جو ظاہر کرے کہ ان کے مصنفین یسوع کو انسان کے علاوہ کچھ اور سمجھتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو خدا یا ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ لغات ہیسٹنگز میں ہے:

Whether Jesus used it fo Himself is doubtful.

ترجمہ: یہ امر مشکوک ہے کہ یسوع نے اس لقب کو اپنے لئے استعمال کیا۔

مزید لکھا ہے:

In the Synoptic Gospels the expression Son of God really a Messianic designation, is rather used of Jesus than by Him of Himself.

ترجمہ: اناجیل متوافقہ میں خدا کا بیٹا کی اصطلاح جو در حقیقت بحیثیت (سیاسی) مسیح ان کا لقب تھا، یسوع کے متعلق (دوسروں نے) استعمال کی ہے نہ کہ یسوع نے اپنے بارے میں کی ہے۔

نیز:

in his teaching Jesus does not describe himself as God, and speaks of God as another. (J.Hastings: op.cit,page143,338)

ترجمہ: یسوع نے اپنی تعلیمات میں خود کو خدا نہیں کہا بلکہ وہ خدا کا ذکر ایک الگ اور دوسری ہستی کے طور پر کرتے ہیں۔

اناجیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا ثابت نہیں لیکن عہد نامہ جدید میں متعدد جگہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے آپ کا شکر ادا کر رہے تھے اور خود اپنے آپ سے دعا مانگ رہے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت متضاد اور ناقابل فہم باتوں کا مجموعہ ہے۔

گناہوں کے کفارہ کا عقیدہ

کفارہ کے من گھڑت قصہ بھی عیسائیوں میں عجیب و غریب ہے یہ نظریہ ان مفروضات پر مبنی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو خطا سرزرد ہوئی اس کی وجہ سے ان کی ساری اولاد گناہ گار اور ناپاک ٹھہری، اس کی پاکیزگی صرف فدیہ سے حاصل ہو سکتی ہے، فدیہ وہی دے سکتا تھا جو خود گناہ سے مبرا و پاک ہو اور مسیح کے سوا ایسا کوئی نہیں تھا۔ جبکہ یہ نظریہ شرعاً اور عقلاً غلط ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کیا قبول نہ ہوئی تھی؟ کیا حضرت آدم علیہ السلام نے معاذ اللہ اتنی بڑی نافرمانی کر دی تھی کہ ان کی ساری اولاد بھی گناہ گار ہو گئی؟ کیا انبیاء علیہم السلام پیدائشی طور پر ہی گناہ گار تھے معاذ اللہ عزوجل؟ ایک طرف تو عیسائی حضرت آدم علیہ السلام کی چھوٹی سے لغزش کو اتنا بڑا گناہ قرار دیتے ہیں کہ ان کی اولاد کو بھی پیدائشی گناہ گار قرار دیتے ہیں اور اسے اللہ عزوجل کا عدل قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے گناہ سولی پر چڑھانے کو رب تعالیٰ کا کرم سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ تو کوئی عدل نہیں ہے۔

اگر بالفرض محال فلسفہ کفارہ مان بھی لیا جائے تو کیا یہ انجیل سے ثابت ہے؟ حال یہ ہے کہ یہ من گھڑت فلسفہ تحریف شدہ انجیل میں بھی موجود نہیں؟ اگر یہ بات سچ ہوتی تو اس پر کثیر مستند روایتیں موجود ہوتیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اس پر قرآن اور کثیر احادیث موجود ہیں، انبیاء علیہم السلام کی بشارتیں پچھلی کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنے بڑے مقصد کے لئے دنیا میں آتے تو اس کی دیگر آسمانی کتب میں بشارتیں دی ہوتیں کیونکہ یہ وہ کام تھا جو پچھلے انبیاء علیہم السلام سے بھی رب تعالیٰ نے نہ لیا تھا۔ جبکہ حال یہ ہے کہ خود ساختہ فلسفہ عیسائیوں کی معتبر کتب میں نہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہ نظریہ عیسائیوں کے عام پادریوں نے گڑھا جس میں کثیر اختلاف ہے۔

اس کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب خدا کی غالب صفات رحیم و کریم، غفور ہے تو کیا وہ ایک شخص کی خطا کو اس کی ساری اولاد پر ڈالے گا۔جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ رب تعالیٰ نے قبول فرمائی اب کیسے ہوسکتا ہے کہ اس بعد از توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو گناہ گار ٹھہرا دے۔ پھر گناہ کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو اس کی سزا اسی کو ملنی چاہئے جس نے اس کا ارتکاب کیا نہ کی اس کی اولاد کو۔ یہ تصور نہ صرف عقل سلیم بلکہ بائبل کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ بائبل میں ہے: ''بیٹوں کے بدلے باپ دادا نہ مارے جائیں اور نہ باپ دادا کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ بلکہ ہر آدمی اپنے ہی گناہ کے لئے مارا جائے۔'' (دوم تواریخ 4:25)

بائبل میں تصورِ خدا

عیسائی اللہ عزوجل کو معبود تو مانتے ہیں لیکن عقائد میں تثلیث اور مشرکانہ عقائد شامل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کے متعلق وہ نظریات گڑھے جو اس کی شایانِ شان نہیں جیسے:

☆ کہیں بائبل میں اللہ عزوجل کے لئے تخلیق کے بعد آرام کرنے کے لکھا ہے جبکہ اللہ عزوجل تھکن و آرام سے پاک ہے۔

☆ کہیں اللہ عزوجل کے لئے ٹھنڈے وقت باغ کی سیر کرنے کا لکھا ہے، کہیں لکھا ہے کہ: خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا۔

☆ایک جگہ تو حد ہی کر دی گئی اور اللہ عزوجل کی انسان سے (معاذ اللہ) کشتی تک ثابت کی گئی چنانچہ بائبل میں پیدائش کے باب میں ہے: خدا نے ایک رات انسانی روپ میں یعقوب سے کشتی لڑی اور ان پر غالب آنے سے عاجز ہوا۔ حتی کہ اسے اقرار کرنا پڑا کہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ وہ یعقوب کی خوشامد کرتا رہا کہ مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی۔ مگر یعقوب نے کہا: جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ اس طرح اس نے زبردستی خدا سے برکت حاصل کی۔

☆ایک جگہ خدا کو عاجز کر دیا کہ وہ کوہ وادی کے باشندے اس وجہ سے نہیں نکال سکا کہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔ اللہ عزوجل کی طرف دغا بازی کی نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے: تب میں نے کہا افسوس خداوند خدا تو نے ان لوگوں اور یروشلم کو یہ کہہ کر دغا دی کہ تم سلامت رہو گے حالانکہ تلوار جان تک پہنچ گئی۔ (یرمیاہ 10:4)

☆ کہیں خدا کا نبیوں کے ذریعے دھوکا دینا ثابت کیا ہے اور کہیں صراحۃً خدا کو معاذ اللہ بے وقوف اور کمزور کہا ہے چنانچہ بائبل میں ہے: کیونکہ خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے۔ (کرنتھیوں 1:25)

بائبل میں انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں

جب اللہ عزوجل کے متعلق بائبل میں ایسے باطل نظریات موجود ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق کیا ہوں گے یہ ہر عقل سلیم رکھنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ بائبل میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی انتہائی نازیبا حرکات کو منسوب کر کے ان کی شان میں بے ادبی کی گئی ہے اور یہ وہ انبیاء ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی نبی ہیں۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف معاذ اللہ شراب پینے کی نسبت کرتے ہوئے بائبل کے باب پیدائش میں ہے: اس نے۔۔۔۔ مے (شراب) پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔ حتی کہ ان کے بیٹے حام نے انہیں اس حالت میں دیکھا۔ (پیدائش 9:21،22)

☆ بائبل کے بیان کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کی دو سگی بیٹیاں نے انہیں شراب پلائی اور پھر باری باری ان سے ہم آغوش ہوئیں (نعوذ باللہ) حتی کہ لوط کی یہ دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور ان سے ایک ایک بیٹا پیدا ہوا جن میں سے ایک موآبیوں کا باپ اور دوسرا بنی عمون کا باپ تھا۔ (پیدائش 19:30،38،37)

☆ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف انتہائی گناؤنا حیا سوز واقعہ منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے: داؤد نے اپنے محل کی چھت سے ایک عورت بت سبع کو نہاتے دیکھا جو نہایت خوبصورت تھی، انہوں نے اس بلا کر اس سے صحبت کی اور وہ حاملہ ہو گئی۔ اس کا شوہر اوریا محاذ جنگ پر تھا۔ داؤد نے حمل پر پردہ ڈالنے کے لئے اسے بلا بھیجا۔ مگر اوریا جذبہ جہاد سے اتنا سرشار تھا کہ اس نے جنگ کے دنوں میں جبکہ اس کے ساتھ کھلے میدان میں ڈیرے ڈالے تھے گھر جا کر سونا پسند نہ کیا، بلکہ داؤد کے گھر کے آستانہ پر رات بسر کی۔ دوسرے دن داؤد نے پھر کوشش کی کہ وہ گھر جائے حتی کہ اسے کھلا پلا کر متوالا بھی کیا، مگر وہ اپنے گھر نہ گیا۔ بالآخر داؤد نے اس کے سالار کے نام اسی کے ہاتھ خط بھیجا کہ اوریا کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے۔ اس طرح دھوکے سے اوریا کو

مروا کر داؤد نے نہ صرف ناجائز حمل پر پردہ ڈالا بلکہ اس کی بیوی کو اپنی بیوی بنا لیا۔ بائبل اسی بت سبع کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ماں بھی قرار دیتی ہے۔ (دوم سموئیل 11:1تا26)

☆ بائبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر شرک الزام لگایا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے: سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سے اجنبی عورتوں سے محبت کرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں، اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔ سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی ، جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔ (سلاطین 11:1-6)

جب بائبل میں اللہ عزوجل اور نبیوں کے متعلق ایسے فحش باتیں مذکور ہیں تو اس کے علاوہ کئی فحش باتیں لکھی ہونا بھی لازم ہے۔ چنانچہ بائبل میں کہیں عورتوں کے پستان کا عجیب وغریب فحش انداز میں ذکر ہے، کہیں رخسار اور منہ چومنے کا ذکر ہے، کہیں رانوں، ناف، پیٹ اور چھاتیوں کی خوبصورتی کا تذکرہ ہے۔

بائبل میں توحید اور پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

آج کی تحریف شدہ انجیلوں میں بھی توحید اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اشارتاً مل جاتا ہے۔ ذیل میں ہم انجیلی صحیفوں سے توحید کی تعلیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت تلاش کرتے ہیں:

☆ **توحید:** پس اے بنی اسرائیل! سنو کہ آقا ہمارا خدا ایک ہی آقا ہے۔ (استثناء 4:6)

☆ تمہیں یہ دکھایا گیا تھا کہ تم جان لو کہ آقا (Lord) ہی خدا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، پس آج کے روز تم جان لو اور اپنے دل میں یقین کر لو کہ وہ آقا خدا اوپر آسمانوں میں ہے، اور نیچے زمین میں ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ (استثناء 26:33)

☆ تو دیکھ کہ میں ایک ہی ہوں۔ میرے ساتھ اور کوئی خدا نہیں ہے۔ میں ہی مارتا اور زندہ کرتا ہوں۔ میں ہی زخم دیتا ہوں اور ٹھیک کرتا ہوں۔ میرے علاوہ دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ (استثناء 39:32)

☆ اور اس (سلیمان علیہ السلام) نے کہا اے خدائے اسرائیل! تیری مانند کوئی اور خدا نہیں ہے نہ تو آسمان کے اوپر اور نہ زمین کے نیچے، جو ان لوگوں پر رحم کرتا اور ان سے اپنے عہد کو وفا کرتا ہے جو تیرے سامنے اپنے

(عاجزانہ) قلب کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں۔ (سلاطین8: 22،23)

☆اے ہمارے آقا! جو کچھ ہم نے اب تک اپنے کانوں سے سنا ہے، اس کے مطابق تجھ جیسا کوئی نہیں ہے اور نہ تیرے سوا کوئی دوسرا خدا ہے۔ (اول تواریخ17: 20)

☆اور یسوع نے جواب دیا اے اسرائیلیو (یہودیو) سنو! پہلا حکم تو یہی ہے کہ ہمارا مالک اور آقا ایک ہی خدا ہے، اور تم اس سے اپنے پورے دل کے ساتھ اور اپنی پوری روح کے ساتھ اور اپنے دماغ کے ساتھ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اس سے محبت کرو۔ تو پس یہی پہلا حکم ہے۔ اور یہودیوں نے اس (یسوع) سے کہا بہت خوب اے آقا تو نے سچ کہا، بے شک خدا ایک ہی ہے اور سوائے اس کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ (مرقس12: 29تا32)

خود بائبل نے بھی صرف ایک خدا کی تعلیم دی ہے لیکن سینٹ پال کے تغیر و تبدل کے نتیجے میں عیسائیوں میں تثلیث کا نظریہ داخل ہو گیا جس سے وہ اب تک چھٹکارا نہیں پا سکے ہیں۔ واضح رہے کہ اوپر کے اقتباسات عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں قسم کی انجیلوں سے لئے گئے ہیں۔

☆**نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم:** بائبل کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اس موقع پر بائبل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوڑا سا تذکرہ نقل کیا جاتا ہے:

☆خدا نے ہاجرہ سے کہا میں تیری نسل کو بہت نشو ونما دوں گا اور اس کی تعداد اربوں میں ہو گی اور پھر خدا کے فرشتے نے اس (ہاجرہ) سے کہا دیکھ تو بچے کے ساتھ ہے (یعنی حمل سے ہے) اور تجھے ایک بیٹا پیدا ہو گا اور اس کا نام اسماعیل ہو گا کیونکہ تیرے مالک نے تیری دعا سن لی ہے۔ (پیدائش16: 10،11)

☆خدا نے ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کی بابت فرمایا اور اسماعیل کے لئے ہم نے تیری فریاد سن لی، دیکھ! میں نے اسے برکت دی ہے، اور اسے ثمر دار (پھل دار) بنایا ہے اور میں اسے بہت کثرت سے پھیلاؤں گا اور وہ بارہ شہزادے جنم دے گا اور میں اسے ایک قوم بناؤں گا۔ (پیدائش17: 20)

☆وکیل (تسکین دینے والا)۔ پارقلیط (Proclytes) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (یوحنا14: 17)

تسکین دینے والے الفاظ کے باعث ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت اللعالمین اور وکیل کے باعث ہم انہیں شفیع المذنبین یعنی گناہ گاروں کے وکیل بھی کہہ سکتے ہیں۔

☆اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکم پر عمل کرو۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے کہ ہمیشہ تک تمہارے ساتھ رہے۔ (یوحنا14:14تا16)

☆اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ بھی نہیں ہے۔ (یوحنا14:30)

☆لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا16:8،7)

☆میں (اللہ) انہی کے بھائیوں میں سے تیری (موسیٰ علیہ السلام کی) طرح ایک پیغمبر اٹھاؤں گا اور اس کے منہ میں اپنے الفاظ ڈالوں گا اور پھر وہ سب کچھ کہے گا جو میں اسے حکم دوں گا۔ (استثناء18:18)

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک پیغمبر اٹھانے کا ذکر کیا ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ لیکن عیسائی (گمراہی کے باعث) اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے اقتباسات انجیل کے جدید و قدیم دونوں عہد ناموں سے لئے گئے ہیں۔ اب ہم صرف دو اقتباس انجیل برنا باس سے دیتے ہیں:

☆اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح سکنیت سے بھر گئی یہ کہتے ہوئے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تمہارے ساتھ ہو اور وہ مجھے تمہاری جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنادے۔

(انجیل برنا باس، فصل 44، نمبر30)

☆یسوع نے فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صبر کر اس لیے کہ میں تیرے ہی لیے جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بڑی بھاری بھیڑ جس کو کہ تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، یہاں تک کہ جو تجھے برکت دے گا، وہ مبارک ہوگا اور جو تجھ کو بُرا کہے گا وہ معلون ہوگا۔ جس وقت میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا تجھے نجات کے لیے اپنا رسول بناؤں گا اور تیرا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ آسمان اور زمین دونوں ختم ہو جائیں مگر تیرا دین نہیں مٹے گا۔ (انجیل برنا باس، فصل 97، نمبر 15،16)

انجیل مقدس کے 1500 سال پرانے نسخہ میں حضور اکرم کے بارے میں خوشخبری: اسلام آباد (آن لائن+نیٹ نیوز) ترکی میں موجود انجیل مقدس کے 1500 سال پرانے نسخہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور اکرم کی آمد کی خوشخبری دی گئی تھی۔ اس رپورٹ پر دنیا بھر میں ہلچل مچ گئی ہے اور دنیا بھر کے لاکھوں مسیحی ترک کے عجائب گھر میں کھال پر سونے کے پانی سے لکھی گئی انجیل برناباس کے قدیمی نسخے کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں ہاتھ سے لکھے گئے سونے کے پانی کے 14 ملین حروف ہیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق 1500 سال پرانے نسخے میں پیغمبر اسلام کے بارے میں واضح ذکر موجود ہونے پر دنیا میں ہلچل مچ گئی ہے۔ دنیا بھر میں لاکھوں مسیحی اپنے مذہبی پیشواؤں سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ اگر انجیل مقدس میں یہ واضح علامات موجود ہیں تو انہیں کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ برطانوی جریدے ڈیلی میل میں انجیل برناباس کے بارے میں شائع ہونے والی رپورٹ کے بعد جس میں لکھا گیا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے آخری پیغمبر ہوں گے یہ آپ کی آمد کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھی۔ آمد کی واضح نشانیاں بیان کی تھیں۔ اخبارات کے مطابق مطابق انجیل میں جگہ جگہ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو دین حق کہا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ترک جریدے حرمت ڈیلی کے مطابق انجیل برناباس کھال پر سونے کے پانی سے لکھی گئی ہے یہ ترکی کے شہر استنبول کے انتھونوگرافی میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ رپورٹ ترک جریدے میں شائع ہوئی تو کلیسائے روم اور ویٹی کن سٹی کے روحانی پیشواؤں پوپ بینڈیکٹ نے درخواست کی کہ انہیں نادر نسخہ کو دیکھنے کا موقع دیا جائے، بعد میں اس نسخے کی کاپیاں جریدے ٹوڈے نے شائع کیں۔ رپورٹس کے مطابق کلیسائے روم اور پاپائے اعظم کی کابینہ نے بائبل کے اس قدیم نسخے کو دیکھا اور حیرت میں ڈوب گئے، پورے ویٹی کن سٹی پر سناٹا چھا گیا تھا، اس کے بعد سے ویٹی کن سٹی تذبذب میں مبتلا ہے۔ اس قدیم نسخہ کی حقیقت پوری عیسائی عوام کے سامنے مختلف اخبارات کے ذریعے پہنچ رہی ہے۔ پوپ اور ان کی کابینہ کے پاس اس کی تصدیق کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے مسیحی دنیا اپنے مذہبی پیشواؤں سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ اس حقیقت کو اب تک ان سے کیوں چھپایا گیا تھا اگر انجیل کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں تو پھر اسے قبول کیوں نہیں کیا گیا ان رپورٹس کے مطابق آج لاکھوں عیسائی اپنے قدیم نسخے کی بنیاد پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تعلیمات کو پڑھ رہے ہیں جوان کیلئے سوالیہ نشان بھی ہے۔ واضح رہے ڈیلی میل نے اس حوالے سے خبر گزشتہ سال شائع کی تھی۔

(نوائے وقت، 26دسمبر 2016ء)

خلاصے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انجیلوں میں خدائے واحد کی بھی واضح تعلیم دی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی، لیکن برا ہو عیسائیوں کا کہ انہوں نے سب کچھ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات

اعتراض: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے میں کیا چیز مانع ہے جب اسلام بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے؟

جواب: یہی سوال ایک مرتبہ چند عیسائیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تھا۔ وہ واقعہ ملاحظہ ہو: نصاریٰ نجران کا ایک وفد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور وہ لوگ حضور سے کہنے لگے آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے کلمے جو کنواری بتول کی طرف القاء کئے گئے۔ نصاریٰ یہ سن کر بہت غصہ میں آئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: عیسیٰ کی کہاوت اللہ کی نزدیک آدم کی طرح ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت59)

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بغیر باپ ہی کے ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کئے گئے تو جب انہیں اللہ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی مخلوق و بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے۔

اعتراض: حضرت عیسیٰ اللہ عزوجل کا جزء کیوں نہیں ہو سکتے جب اسلام میں حضور علیہ السلام اللہ عزوجل کے نور ہیں اور قرآن کلام اللہ ہے۔

جواب: قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے اور کلام صفت ہے نہ کہ ذات مبارک کا جز۔ حضور علیہ السلام نور ہیں لیکن اللہ عزوجل کا معاذ اللہ جزء نہیں ہیں۔ دیکھیں قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا﴿وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ﴾ ترجمہ: اور تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں۔ تمام اس سے ہیں۔ (سورۃ الجاثیہ، سورۃ 45، آیت 13)

یہاں جمیعا منہ کا مطلب کیا یہ بنے گا کہ سب چیزیں اللہ عزوجل کا جزو ہیں۔ علماء اسلام نے اس کا معنی ''حکم'' بیان کیا کہ اللہ عزوجل کے حکم سے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ تمہارے لیے کام میں لگایا۔ اس کے برعکس عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں، کبھی کہتے ہیں خدا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روپ میں آیا، کبھی کہتے ہیں خدا باپ، بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے۔ ان شرکیہ عقائد کو قرآن اور حضور علیہ السلام کے نور ہونے سے ثابت کرنا عقلا و شرعا باطل ہے۔

اعتراض: قرآن کریم اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ قرآن میں اور نہ احادیث میں مردوں کے زندہ کرنے کا تذکرہ ہے؟

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مادر زاد نابیناؤں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے دیا گیا کہ اس زمانے میں طب کو بہت عروج تھا اور اللہ عزوجل کے حضور یہ طریقہ رائج ہے کہ جس زمانے میں جو چیز سب سے زائد معیار ترقی اور عروج پر ہوتی اسی نوع کا انبیاء کو معجزہ دیا جاتا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ یہ کمال طاقت بشریہ سے بالا و برتر ہے اور اس کا ظہور صرف قدرت خداوندی کی طرف سے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فن جادوگری شباب پر تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزے دیئے گئے جن کے سامنے بڑے بڑے جادوگر عاجز رہے اور اس کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔ اس چیز کو ملحوظ رکھتے ہوئے سمجھ لیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور مبارک میں طب بقیہ بیماریوں کا

علاج تو کر سکتی تھی لیکن پیدائشی نابینا، کوڑھ والے کا علاج نہ تھا، یونہی مردے زندہ کرنے سے طب عاجز تھی لہٰذا ان کو کمالات خداوندی دکھانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزات عطا کیے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت وبلاغت کا زور تھا۔ تو اس مناسبت سے آپ کو قرآن کا معجزہ دیا گیا جس کی فصاحت وبلاغت نے عرب کے مایہ ناز شعراء کو عاجز کردیا۔ نیز اگر کوئی ایک معجزہ کسی پیغمبر کو دیا گیا اور کسی دوسرے کو نہیں دیا گیا تو یہ بات اس دوسرے پیغمبر کی تنقیص کی دلیل نہیں۔

پھر حضور علیہ السلام سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت شدہ دو بیٹوں کو زندہ کرنا بھی ثابت ہے چنانچہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرتِ جابِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پُرانوار پر بھوک کے آثار دیکھے۔ گھر آکر زوجۂ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: گھر میں کچھ کھانے کے لیے بھی ہے؟ عرض کی: گھر میں ایک بکری اور تھوڑے سے جَو کے دانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ بکری ذبح کردی گئی، جَو پیس کر روٹیاں پکا کر سالن میں بھگو کر ثَرید تیار کیا گیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے وہ ثَرید کا برتن اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کردیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا: اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جاؤ لوگوں کو بلا لاؤ۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضر ہوگئے تو ارشاد ہوا: میرے پاس تھوڑے تھوڑے بھیجتے جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضر ہوتے اور کھانا تناول فرما کر چلے جاتے، جب سب کھانا کھا چکے تو میں نے دیکھا کہ برتن میں ابتداءً جتنا کھانا تھا اتنا ہی اب بھی موجود ہے " وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمْ كُلُوا وَلَا تَكْسِرُوا عَظْمًا ثُمَّ أَنَّهُ جَمَعَ الْعِظَامَ فِي وَسَطِ الْجَفْنَةِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ لَمْ أَسْمَعْهُ فَإِذَا الشَّاةُ قَدْ قَامَتْ تَنْفُضُ أُذُنَيْهَا فَقَالَ لِي خُذْ شَاتَكَ فَأَتَيْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ مَا هَذِهِ قُلْتُ هَذِهِ وَاللهِ شَاتُنَا الَّتِي ذَبَحْنَاهَا دَعَا اللهَ فَأَحْيَاهَا لَنَا قَالَتْ أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ " ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے والوں کو فرمارہے تھے کہ ہڈی مت توڑنا۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب ہڈیاں جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب ہڈیاں جمع ہوگئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ہڈیوں پر رکھ کر کچھ پڑھا۔ ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بکری کان جھاڑتی ہوئی اٹھ

کھڑی ہوئی۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنی بکری لے جاؤ۔ میں بکری لے کر جب گھر آیا تو زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: یہ بکری کہاں سے لائے؟ میں نے جواب دیا: خدا عزوجل کی قسم! یہ وُہی بکری ہے جو ہم نے ذبح کی تھی۔ ہمارے پیارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اللہ عزوجل نے اسے ہمارے لیے زندہ کر دیا ہے۔ زوجہ نے کہا میں شہادت دیتی ہوں کہ وہ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، جلد 2، صفحہ 112، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مشہور عاشقِ رسول حضرت علامہ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں: حضرتِ سیدنا جابِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بچوں کی موجودگی میں بکری ذبح کی تھی۔ جب فارِغ ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے تو وہ دونوں بچے چُھری لے کر چھت پر جا پہنچے، بڑے نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا: آؤ! میں بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی کروں جیسا کہ ہمارے والد صاحِب نے اس بکری کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچِہ بڑے نے چھوٹے کو باندھا اور حلق پر چُھری چلادی اور سر جُدا کر کے ہاتھوں میں اٹھالیا! جونہی ان کی امی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو اس کے پیچھے دوڑیں وہ ڈر کر بھاگا اور چھت سے گرا اور فوت ہو گیا۔ اس صابِرہ خاتون نے چیخ و پکار اور کسی قسم کا واویلا نہ کیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نہ ہو جائیں، نہایت صبر و استقلال سے دونوں کی ننھی لاشوں کو اندر لا کر ان پر کپڑا اڑھا دیا اور کسی کو خبر نہ دی یہاں تک کہ حضرت سیدنا جابِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہ بتایا۔ دل اگرچِہ صدمہ سے خون کے آنسو رو رہا تھا مگر چہرے کو تر و تازہ و شگفتہ رکھا اور کھانا وغیرہ پکایا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور کھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے رکھا گیا۔ اسی وقت جبرئیلِ امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جابر سے فرماؤ، اپنے فرزندوں کو لائے تاکہ وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف حاصل کرلیں۔ سرکارِ عالی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اپنے فرزندوں کو لاؤ! وہ فوراً باہر آئے اور زوجہ سے پوچھا، فرزند کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ سرکار نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ ان کو جلدی بلاؤ! غم کی ماری زوجہ رو پڑی اور بولی: اے جابِر! اب میں ان کو نہیں لا

سکتی۔ حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آخر بات کیا ہے؟ روتی کیوں ہو؟ زوجہ نے اندر لے جا کر سارا ماجرا سنایا اور کپڑا اُٹھا کر بچوں کو دکھایا، تو وہ بھی رونے لگے کیونکہ وہ ان کے حال سے بے خبر تھے۔ پس حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کی لاشوں کو لا کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا۔ اُس وقت گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ اللہ رب العٰلمین عزوجل نے جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: اے جبرئیل! میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہو، اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے پیارے حبیب! تم دُعا کرو ہم ان کو زندہ کر دیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی اور اللہ عزوجل کے حکم سے دونوں بچے اسی وقت زندہ ہو گئے۔ (مدارج النبوت، حصہ1، صفحہ199، شواہد النبوۃ، صفحہ105، مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی)

اس کے علاوہ بھی اگر غور کیا جائے تو کئی بے جان کو زندہ کرنے کے معجزات آپ علیہ السلام سے ثابت ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک درخت کو آواز دی تو وہ اکھڑ کر آپ کے سامنے آتا ہے اور یوں کلمہ شہادت پڑھتا ہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ"

اسی طرح پتھروں کا کلام کرنا، انگلیوں سے چشمے جاری ہونا، انگلی کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، احد پہاڑ کا حکم سن کر تھم جانا وغیرہ یہ تمام واقعات جو قرآن سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جو کسی طرح بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کم نہیں بلکہ بڑھ کر ہیں کیوں کہ یہ باتیں ایسے طور پر واقع ہو رہی ہیں کہ ان کی نوع میں عقلاً اس کی ذرہ بھر بھی صلاحیت نہ تھی۔ مردوں کو زندہ کرنے کے واقعات میں کوئی سن کر کوئی منکر یہ کہہ بھی سکتا ہے کہ جس مردہ کو دفن کیا تھا مرا ہی نہ تھا بلکہ اس کو سکتہ کی بیماری تھی۔ (اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا قرآن سے ثابت ہے) وہ دور ہو گئی لیکن سنگریزوں کی تسبیح، پتھروں کا سلام، انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا اور درخت کے اپنی جگہ سے اکھڑ کر روبرو حاضر ہونے کے بعد گواہی دینے کی عقلاً کیا تاویل ممکن ہے۔

اعتراض: حضرت مسیح علیہ السلام کو گود میں کتاب دی گئی جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے ﴿إِنِّي عَبْدُ اللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ﴾ مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال بعد خداوند قدوس نے کتاب دی۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو انجیل ماں کی گود میں نہیں دی گئی۔ حسن کا قول ہے کہ آپ بطنِ والدہ ہی میں تھے کہ آپ کو توریت کا الہام فرمادیا گیا تھا اور پالنے میں تھے جب آپ کو نبوّت عطا کردی گئی اور اس حالت میں آپ کا کلام فرمانا آپ کا معجزہ ہے۔ بعض مفسّرین نے آیت کے معنٰی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوّت اور کتاب ملنے کی خبر تھی جو عنقریب آپ کو ملنے والی تھی۔ (خزائن العرفان، سورۃ مریم، آیت 30)

اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ماں ہی کی گود میں کتاب و نبوت دونوں چیزیں شیر خوارگی کی حالت میں دے دی گئیں تو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وجہ سے فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ حضور علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبوت عطا کردی گئی تھی۔ آپ بعثت کے اعتبار سے آخری نبی ہیں ورنہ نبی ہونے کے اعتبار سے سب سے پہلے نبی ہیں۔ جہاں تک چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت اور قرآن پاک نازل ہونے کا تعلق ہے تو عقلی اعتبار سے کمال تو یہ ہے کہ ایک ہستی جس نے چالیس سال نہ کسی سے کوئی علم حاصل کیا اور نہ لکھنا پڑھا پھر اسی کی زباں سے علوم و ہدایت اور معارف و حقائق کے سمندر جاری ہو جائیں اور وہ کلام جو دنیا کو اپنے مقابلے کا اعلان (چیلنج) کرے اور تمام دنیا اس کے مقابلے سے عاجز رہے۔ عرب کے فصیح و بلیغ اس جیسی ایک بھی سطر پیش نہ کر سکے یقیناً یہ کلام ماں کی گود میں کلام کرنے سے بڑھ کر ہے۔

اعتراض: حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کو قرآن شریف نے صدیقہ کہا ہے اور ان کی شان میں ﴿وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ بیان کرکے بتادیا کہ ان کو تمام جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی ہے اس کے بر خلاف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں آیا؟

جواب: بیشک قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ذکر کیا اور ان کو صدیقہ کہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ذکر قرآن میں نہیں۔ لیکن اس سے مسیح علیہ السلام کی حضور علیہ السلام پر افضلیت لازم نہیں آتی، حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کے ذکر کی وجہ تو یہ ہے کہ یہود ان پر بہتان لگاتے تھے اس بنا پر ان کی عفت و پاکدامنی کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بر خلاف حضور علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں کسی دشمن

نے بھی ایک حرف بدگمانی کا نہیں لگایا تھا اسی وجہ سے ان کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ جب زوجہ رسول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر الزام لگا تو اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ان کی پاک دامنی بیان فرمائی۔ پھر احادیث میں والدین کریمین کی شان وعظمت موجود ہے۔

اوپر مذکورہ جن دلائل سے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام سے افضل ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ تمام دلائل قرآن سے ہی بزبان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک پہنچے ہیں۔ اگر قرآن ان فضائل کو بیان نہ کرتا تو دنیا کو مسیح بن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ کی فضیلت تو کیا معلوم ہوتی اہل کتاب کی محرف اور بے بنیاد باتوں اور بیہودہ خیالات کی اشاعت کی وجہ سے تو آنے والی نسلیں نہ معلوم حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کیا کیا نظریات قائم کرتیں۔

★... ہندومت ...★

تعارف

ہندومت یا ہندو دھرم ایک مذہب ہے جس کی بنیاد ہندوستان میں ہے۔ ہندومت کے پیروکار اس کو سناتن دھرما کہتے ہیں جو کہ سنسکرت کے الفاظ ہیں، جن کا مطلب ہے لازوال قانون۔ ہندومت قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔اِس کی جڑیں قدیم ہندوستان کی تاریخی ویدی مذہب سے ملتی ہیں۔ مختلف عقائد اور روایات سے بھرپور مذہب ہندومت کے کئی بانی ہیں۔اِس کے ذیلی روایات و عقائد اور فرقیات کو اگر ایک ساتھ لیا جائے تو ہندومت عیسائیت اور اسلام کے بعد دُنیا کا تیسرا بڑا مذہب ہے۔

ہندومت کے پیروکار کو ہندو کہا جاتا ہے۔ ہندومت میں بہت سے خدا ہیں جن کی تعداد کے بارے میں بعض نے کہا کہ ایک کروڑ ہے۔ بعض نے اس سے بھی زیادہ تعداد بتائی ہے۔ ہندومت بھارت کا سب سے بڑا مذہب ہے۔

ہندومت کی تاریخ

ہندو فارسی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں چودہ غلام۔ اسی وجہ سے آریا سماج کے بانی سوامی دیانند جی اور پنڈت لیکھ رام نے اس نام کے خلاف غصے کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں ہندو کی بجائے آریا کہلانا چاہیے۔ آریا کے معنی ہیں غیر ملکی اجنبی۔ چنانچہ وہ لوگ جو دوسرے ممالک سے بھارت پہنچے وہ آریا کہلائے۔ ان آریوں کے وطن کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک تحقیق کے مطابق ان کا اصل وطن ازبکستان ہے۔

ہندو مذہب کے متعلق یہ متعین کرنا بہت مشکل ہے کہ اس مذہب کی بنیاد کب اور کس نے ڈالی؟ تاریخ دان تقریبا اس پر متفق ہیں کہ ہندومت کا آغاز اس دور میں ہوا جب وسط ایشائی قوم آریا نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ حملہ کب کیا گیا۔ البتہ کہا جاتا ہے کہ ہندومت کا آغاز 1500 یا 2000 یا تقریباً 3000 سال قبل مسیح میں ہوا۔

آریاؤں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں سیاہ فام دراوڑ نسل کے لوگ آباد تھے۔ ان میں سب سے اہم تہذیب وادی سندھ کی تہذیب ہے جس میں موہن جوداڑو اور ہڑپہ شامل ہیں۔ یہ تہذیب اپنے دور کے اعتبار سے ترقی یافتہ

تھی۔ آریا اور دراوڑ دونوں قوموں میں توحید کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ مظاہر پرستی ملتی ہے۔ آریاؤں نے دراوڑ پر حملہ کر کے ان کو اپنا غلام بنا لیا اور یہ غلام قوم دراوڑ شودر کہلائی جسے ہندوستان میں آج بھی حقیر سمجھا جاتا ہے۔

آریہ قبائل جب ہندوستان میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ کچھ عقائد اور نظریات بھی لائے تھے مگر وہ ہندوستانی باشندے دراوڑ کے عقائد سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ہندوستان میں آریاؤں کی آمد سے قبل چند دیوتا دراوڑی نظریے کے مطابق موجود تھے اور کچھ آریا اپنے ساتھ لائے تھے مگر رفتہ رفتہ ہر کام اور بالآخر ہر مطلب کے لیے الگ الگ دیوتا کی پرستش کرنا ہندومت کے پیروکاروں کی مذہبی عادت بن گئی۔

آریہ سے پہلے ہندوستان میں جن دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی ان میں دو دیوتاؤں کی پوجا بہت زیادہ رواج پائی وشنو اور شیو دیوتا اس کے بعد ایک تیسرے دیوتا کو بھی ان دونوں کے ساتھ ملا دیا اور وہ ہے برہما جی اس طرح ہندوؤں میں تریموری (یعنی تین دیوتاؤں) کا تصور عام ہو گیا۔

یہ مذہب اپنے ابتدائی دور میں زیادہ تر جادو ٹونے کی رسوم پر مشتمل تھا۔ برصغیر میں آریاؤں نے اسے مربوط مذہب کی شکل دی۔ اس میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے۔ اس کی دینی کتاب وید ہے۔ رامائن، گیتا اور مہابھارت بھی مذہبی کتابیں ہیں۔ دو ہزار سال قبل مسیح ان کے لکھے جانے کا آغاز ہوا اور یہ عمل صدیوں میں جا کر مکمل ہوا۔ اس کا کوئی ایک بانی نہیں ہے بلکہ بہت سی شخصیات کا حصہ ہے۔ اہم شخصیات میں رام کا بہت مقام ہے۔ اس مذہب میں انسانی تقسیم پائی جاتی ہے سب سے اعلیٰ لوگ برہمن کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد کھشتری اور ویش ہیں جبکہ شودر سب سے گھٹیا لوگ ہوتے ہیں۔

دینی کتب

ہندو دھرم کا اصل ماخذ دھارمک کتب ہیں، بقیہ ماخذ اور بنیادیں انہی پر مبنی ہیں، دھارمک کتابوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

(1) سرتی (2) سمرتی (3) دھرم شاستر (4) دھرم سوتر (5) رزمیہ تخلیقات (6) پران (7) اپنشد (8) ویدانت، وغیرہ۔

ان میں بنیادی کتب پہلی دو ہیں، یعنی سرتی اور سمرتی، زیادہ تر اصطلاحات انہی کتاب کے تحت آجاتی ہیں۔

(1) سرتی: سرتی کے معنٰی ہیں سنی ہوئی باتیں، اس کے ذیل میں وید آتا ہے، کیونکہ ویدوں کو جاننے اور یاد کرنے کا روایتی طریقہ یہ تھا کہ انہیں استاذ سے گاتے ہوئے سنا جائے، اس لئے انہیں سرتی کتب کہا جاتا ہے۔

(2) سمرتی: سمرتی کے معنٰی ہیں یاد کیا ہوا، ویدوں کے علاوہ دیگر کتب کا شمار سمرتی میں ہوتا ہے۔ ویدوں کے علاوہ دیگر اکثر کتب مسلکی نوعیت کی ہیں اور ویدوں کے مقابلہ میں دوسرے درجہ کی اہمیت کی حامل ہیں، ان میں واقعات، کہانیاں، ضابطہ اخلاق، عبادت کی رسمیں اور فلسفیانہ مکاتب فکر کی روداد یں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔

(3) دھرم شاستر: دھرم شاستر، دھارمک قانون کو کہا جاتا ہے جو نثر میں ہوتا ہے، منظوم قانون کو دھرم سوتر کہا جاتا ہے۔

(5) رزمیہ تخلیقات: رزمیہ تخلیق میں جنگ وغیرہ کا بیان ہوتا ہے، جیسے رامائن، مہابھارت اور گیتا کا شمار رزمیہ اور فلسفیانہ دونوں قسم کی تحریروں میں ہوتا ہے۔

(6) پران: پران پرانے اور قدیم کو کہتے ہیں۔

(7) اپنشد: اپنشد کے معنٰی ہیں علمِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے استاد کے پاس جا کر بیٹھنا، اُس لفظ کو اپنشت بھی پڑھا جاتا ہے۔

(8) ویدانت: ویدانت کا مطلب ہے وید کا آخری یا اس کے بعد۔ بہت سے ہندو اہل علم ویدوں کو خدا کی طرح غیر مخلوق مانتے ہیں، لیکن اکثر ہندو علماء ان کے ازلی اور غیر مخلوق ہونے کا انکار کرتے ہیں، ان کا دورِ تخلیق 2000 سال قبلِ مسیح سے 2400، قبلِ مسیح بتلایا گیا ہے۔

ہندوٗمذہب کی مقدس کتب پر تفصیلی کلام کچھ یوں ہے:

☆**شاستر:** جن کتابوں کا تعلق ہندوٗوں کے عمومی فلسفے کے ساتھ ہو اسے "شاستر" کہا جاتا ہے۔ اس فلسفے کی مختلف شاخیں ہیں جن میں ایک شاخ کو "آستک" اور دوسری کو "ناستک" کہا جاتا ہے۔

☆**آستک:** شاستر کی اس شاخ کو غلطی سے مبرا سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مصنف "سانکھ کپِّل" کو قرار دیا گیا ہے جو کہ خدا کی ذات کا منکر اور محض عقل و فلسفہ کی بنیاد پر نجات کا حامی تھا۔

☆**ناستک:** شاستر کی اس شاخ کو خود ہندو بھی غلطی سے پاک اور مبرا اقرار نہیں دیتے جس سے اس کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے اور اس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

دوسرا شاستر یوگ: اس شاستر کی رو سے ایشور (خدا) اور آتما (روح) دو الگ الگ چیزیں ہیں، انہیں ایک قرار دینا صحیح نہیں اس فلسفے کی اہمیت یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اپنے اندر ایک ایسی قوت پیدا کر لیتا ہے جس کے ذریعے انسان ہوا میں اڑ سکتا ہے، دریا پر چل سکتا ہے اور لوگوں کے دلوں کی باتیں اور بھید معلوم کر سکتا ہے۔

تیسرا شاستر ویدانت: ویدانت کا معنی ہے ''ویدوں کا اختتام اور انتہاء'' یعنی ویدانت فلسفہ ویدوں میں موجود مذہبی تعلیم کی انتہائی چوٹی ہے، سب سے پہلے ویدانت فلسفے کی تشکیل رشی بادرائن نے کی جو تقریباً 250 قبل مسیح اور 450 قبل مسیح کے درمیان گزرا ہے اور اسی نے ویدانت سوتر نامی کتاب لکھی۔ اس شاستر کا بنیادی فلسفہ اپ نشدوں کی تعلیمات کا نچوڑ ہے جس پر ہندو تصوف کی بنیاد ہے۔ اس شاستر کی رو سے کائنات کی ہر شے برہما (خدا) ہے، انسان کا کمال یہ ہے کہ مادے کو ترک کر کے خود برہما بن جائے۔

چوتھا شاستر یمانسا: یہ شاستر ''جیمی جی'' کی تصنیف ہے جس میں قربانی سے متعلق احکام بتائے گئے ہیں اور انسان کو اپنے ارادے میں مکمل خود مختار قرار دیا گیا ہے اور اس فلسفے کے پیروکار خدا کے قائل نہیں ہیں۔

پانچواں شاستر نیایہ: یہ شاستر گوتم بدھ نے ترتیب دیا ہے جو تیسری صدی قبل مسیح میں گزرا ہے اور فلسفے کے بعض طلباء اسے ہندوستان کا ارسطو کہتے ہیں۔ اس فلسفے میں انسان کو مجبور محض قرار دیا گیا ہے اور منطق کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

چھٹا شاستر ویسے شا: اس شاستر کو ''کناد'' نامی مصنف نے ترتیب دیا ہے جس میں طبیعاتی فلسفہ اور مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس پوری کتاب کو سیکس اور جنسی خواہش کی تکمیل کے طریقوں سے بھر دیا گیا ہے اور اسی کے فلسفے کو اس میں دہرایا گیا ہے۔ کوک شاستر میں بھی جنسی خواہشات کی تکمیل کے طریقے مذکور ہیں اور کوک شاستر دراصل اسی شاستر کا ایک حصہ ہے۔

منودھرم شاستر: منودھرم شاستر وہ قانون ہے جسے ہندو دھرم میں فقہ کا درجہ حاصل ہے۔ منودھرم شاستر میں ہندو دھرم کے مختلف رسوم و رواج اور قوانین وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں ہندو دھرم کی اہم ترین کتاب منوشاستر اہم مقام رکھتی ہے، جو ہندو دھرم کا قانون ہے۔

ہندو دھرم کے علم معاشرت میں اس کتاب کا کثیر حصہ ہے۔ قوانین کے مجموعے کا درجہ رکھنے والی اس کتاب نے ہندوستانی تہذیب پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جو آج بھی ہندو معاشرے میں قائم و دائم ہیں۔ اکثر مورخین کے نزدیک اس منو سمرتی کی موجودہ صورت تقریباً دوسری صدی قبل مسیح میں وجود میں آئی۔ اس نسبت سے یہ قانون منو کے نام سے معروف ہوئے۔ لیکن اس کے مصنف کے بارے میں تاریخی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

☆**وید:** ویدوں کا شمار ہندوؤں میں سب سے قدیم اور بنیادی کتب میں ہوتا ہے۔ وید سنسکرت لفظ ''ود'' سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں علم و معرفت حاصل کرنا۔ ویدوں کے لکھنے والے شاعر رشی کہلاتے ہیں۔ رشی کے معنی ہیں منتر دیکھنے والا۔ دیکھنے سے مراد ہندوؤں کے ہاں الہام یا دل میں دیکھنا ہے۔ ہندو ویدوں کو الہامی تصور کرتے ہیں۔ جس شخص پر کوئی وید نازل ہوئی اسے رشی کہا جاتا ہے۔ رشی اس کو کہتے ہیں جو اپنے علم اور زندگی کے لحاظ سے بہت گیان اور ست دھرم کی انتہائی چوٹی پر پہنچا ہوا ہو اور قانون قدرت کی باریکیوں کو سمجھنے اور ظاہر کرنے والا ہو۔ رشی کا درجہ اسے دیا جاتا ہے جو اپنے زمانہ کے دوسرے علماء اور دھرماتماؤں سے ممتاز درجہ رکھتا ہو۔ بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ رشی خاص وقتوں میں بہبودی خلائق کے لئے پرماتما کے حکم سے دنیا میں آتے ہیں اور جو ہدایات وہاں سے لاتے ہیں اہل دنیا تک پہنچا کر واپس چلے جاتے ہیں۔

رشی منتر کا متکلم ہوتا ہے جو اپنی شاعری میں دیوتا سے کلام کرتا ہے۔ ہندو پنڈتوں کی اکثریت کا خیال ہے کہ وید مختلف زمانوں میں مختلف شاعروں نے تصنیف کی۔ ان رشیوں میں آریائی، برہمنی اور قدیم ہندوستان کے دیگر مکاتبِ فکر کے لوگ شامل ہیں۔

وید کے مطالعے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف لوگوں کی زبان سے جاری ہونے والے سنسکرت اشعار کا مجموعہ ہے۔ البتہ ہندوؤں کے بعض فرقے وید کو ہزاروں رشیوں کا کلام نہیں مانتے۔ آریا سماج کا عقیدہ ہے کہ

وید چار رشی اگنی، وایو، آدتیہ اور انگرہ کو الہام ہوئے اور رشی منتر کو تخلیق کرنے والے نہیں بلکہ اس کے معنی بیان کرنے والے ہیں۔

ویدوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے، مگر اصل وید چار ہیں، باقی شروحات ہیں۔ چار وید یہ ہیں:

(1) رگ وید۔ (2) یجر وید۔ (3) ساما وید۔ (4) اتھر وا وید۔

رگ وید Rig Veda: اس وید کے زیادہ تر حصہ ابھی تک ناقابل فہم ہے اور یہ منتر، مناجات، حمد، اشلوکوں، رسوم اور معلومات کو الگ الگ کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ ان منتروں سے ان کی ارتقائی حالت، مقاصد، سیاسی تنظیم اور دشمنوں کے تمدنی مدارج پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان میں بہت سے معبودوں کا نام لے کر دولت و شہرت طلب کی گئی ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں اپنی فتح اور کامرانی کی دعا کی گئی ہے۔ اس میں دیوی، دیوتاؤں کے حوالہ سے خدا کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ رگ وید کا غالب حصہ دیوتاؤں کی مدح و ثناء پر مشتمل ہے۔ ہندو سماج میں جن درج ذیل فلسفوں اور نظریات کو عروج و فروغ ملا: توحید، شرک، ودیت واد، نظریہ تشکیک، عمل، ثواب اور عقیدہ تناسخ، ان سب کا مأخذ رگ وید کو مانا جاتا ہے۔

تین سو تین کے قریب رشیوں نے اسّی کے قریب دیوتاؤں کی مدح و ثناء میں منتر گائے ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل دیوتا خاص طور پر قابل ذکر ہیں: اگنی، اندر، وایو، ورن، مترا، اندروانی، پرتھوی، وشنو، پوشن، آیو، سوتہا، اوشا، رودر، راکا، سوریہ، وام دیو، اپنا، پترلی، سرماپوتر، مایابھید، وشودیو اور سرسوتی وغیرہ۔ زیادہ تر منتر اگنی اور اندر دیوتا کے لئے گائے گئے ہیں۔ ہندو عقیدہ کے مطابق اگنی دیوتا آسمان اور زمین کے دیوتاؤں کے درمیان نمائندہ ہے، اس کے سہارے اور دیوتا بلائے جاتے ہیں، اندر ایک طاقتور دیوتا مانا جاتا ہے جو برق باری اور بارش وغیرہ کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

رگ وید کے دس منڈل (دائرے، حصے) ہیں۔ اس کی نظموں کی تعداد 1017 ہے۔ اگر اس میں وہ گیارہ نظمیں بھی شامل کر لی جائیں جو "وال کھیلیہ" کہلاتی ہیں جو آٹھویں منڈل کے آخر میں ملحق ہیں تو نظموں کی تعداد 1028 ہو جاتی ہے۔ اس کے الفاظ کی تعداد 1,53,826 ہے۔

بعضوں کے خیال میں رِگ وید پنجاب میں تصنیف ہوا۔ ہندوؤں کے ایک مکتبہ فکر کا خیال ہے کہ وید تخلیق کائنات کے وقت وجود میں آئے تھے اور اسی صورت میں یہ آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ ویدوں میں وقتاً فوقتاً تحریف ہوتی رہی ہے خصوصاً برہمنوں نے رگ وید میں بہت تبدیلیاں کی ہیں۔

ساما وید Sama Veda: قدامت کے لحاظ سے رگ وید کے بعد سام وید کا نام آتا ہے۔ بعضوں نے اسے تیسرا وید قرار دیا ہے۔ اس میں 1549 اشعار ہیں اور سوائے 75 اشعار کے تمام کے تمام رگ وید سے لئے گئے ہیں۔ ان منتروں میں خاص طور پر اکٹھا کیا گیا ہے کہ رسموں کی ادائیگی میں آسانی ہو۔ اس وید میں راگ اور گیت ہیں، ہندوستانی موسیقی کا ماخذ یہی وید ہے۔ اس کے تمام منتر بلند آواز میں پڑھے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے اس کا نام سام یعنی ترنم ہے۔

اس اخذ کردہ مواد میں بعض تو پوری کی پوری مناجاتیں ہیں اور بعض رگ وید کی مناجاتوں کے اقتباسات ہیں اور بعض صرف ایک آدھا شعر۔ قربانیوں کے پیش نظر ان مناجاتوں کی ترتیب بھی مخصوص ہے اور رگ وید میں ان مناجاتوں یا اشعار کی ترتیب مختلف ہے۔

یجر وید Yajur Veda: سام وید کی طرح اس کے منتر بھی رگ وید سے ماخذ ہیں۔ ضخامت میں رگ وید کا دو تہائی ہے، اس کا بیشتر حصہ نثری ہے، کچھ منظوم ہے، یہ قربانیوں کے موقع پر گایا جاتا ہے۔ اس میں منتروں کے درمیان پوجا کے لئے ہدایتیں ہیں۔ بعضوں نے اسے دوسرا درجہ قرار دیا ہے۔ اس وید کا جغرافیائی ماحول بھی رگ وید سے مختلف ہے۔ بجائے پنجاب کے دریاؤں کے اس وید میں جمنا، گنگا اور ستلج کا ذکر نمایاں ہے۔ یجر وید پجاریوں کے لئے ضابطوں کی کتاب ہے جس کی قربانیوں کے وقت شدید پیروی لازمی تھی۔ قربانی کی جگہ انتخاب، آگ جلانے کے لئے ویدی کی تعمیر اور اس کی بناوٹ، پہلے دن کے چاند اور چودھویں کے چاند پر قربانیاں وغیرہ اس وید کے خاص موضوع ہیں۔ یجر وید میں غیر ویدک دھرمیوں کو تباہ و برباد کر دینے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

اتھر وا وید Atharva Veda: تاریخی لحاظ سے اتھر وا وید ہندوؤں کی چوتھی کتاب ہے۔ اس کی تصنیف بہت بعد میں ہوئی ہے، مگر اس بعض حصے رگ وید سے بھی قدیم معلوم ہوتے ہیں۔ یہ مذکورہ بقیہ تین ویدوں

سے مختلف ہیں۔یہ وید نصف کے قریب نثر میں ہے،اس کا زیادہ حصہ جادو کے متعلق ہے، یہ وید قدیم آریوں کے تمدن کا آئینہ دار ہے۔

اس کا تقریبا چھٹا حصہ منظوم مناجاتوں پر مشتمل ہے۔ یہ مناجاتیں رگ وید کے پہلے آٹھویں اور دسویں منڈل سے ماخوذ ہیں۔ اس کا دوسرا چھٹا حصہ نثری ہے۔ اتھر وید کا موضوع مخصوص ہے۔ اس میں جادو ٹونے، ٹوٹکے، جھاڑ پھونک اور گنڈوں کے طریقے بتائے گئے ہیں۔اس حصے کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ان منتروں اور عملیات کا مقصد خیر ہے۔ علاج، معالجہ اور عافیت، بخار، مرگی، کوڑھ، یرقان، زچگی، بانجھ پن، نامردی کا علاج، اولاد نرینہ کے حصول میں کامیابی، عشق ومحبت میں کامیابی کے بارے میں خصوصی عملیات درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایسا منتر بھی درج ہے جس کے پڑھنے کا مقصد گھر والوں کو سلا دینا ہے تاکہ عاشق اپنی محبوبہ کے گھر بغیر خوف کے داخل ہوسکے۔

اس کا دوسر حصہ ''ابھیچار'' ہے جس میں دشمنوں کو برباد کرنے کے لئے منتر اور عملیات درج ہیں۔ مثلا دشمن کو نامرد بنانا، سوتن کو ہمیشہ کے لئے بانجھ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ ان منتروں میں جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔اس میں پجاری مرد وعورتوں کے اختلاط کے بارے میں گفتگو انتہائی قبیح طریقے سے کی گئی ہے۔

☆اپنشد Upnishad: ویدوں کے بعد ہندوؤں کے نزدیک اپنشد کا درجہ آتا ہے۔ بعض ہندوؤں کے نزدیک تو ان کا درجہ ''ویدوں'' سے بھی بڑھا ہوا ہے۔یہ ویدی دور کا آخری ضخیم حصہ ہے، جسے معنویت اور فلسفیانہ گہرائی کی وجہ سے بڑی اہمت حاصل ہے۔

اپنشد کا معنی ہے کسی کے قریب بیٹھنا۔ انہیں عام طور پر ویدانت Vedant کہتے ہیں، جس کے معنی وید کا تتمہ۔ بعض لوگوں نے بھاگوت گیتا اور سوتروں کو بھی ویدانت میں شمار کیا ہے۔پہلے زمانہ میں ہندوؤں کے شاگرد جب ان کے قریب جاکر بیٹھتے تو وہ ان کے سامنے زندگی کے فلسفے بیان کرتے۔ گویا یہ ان خطبات کا مجموعہ ہے جو ہندو گوشہ نشینوں نے جنگلوں میں اپنے شاگردوں کو دیئے۔ لیکن ہندوؤں کے ہاں اسے الہامی کتاب سمجھا جاتا ہے۔تاریخی لحاظ سے اپنشد میں ویدوں کی تشریح ہے۔

اپنشد کسی ایک کتاب کا نام نہیں بلکہ یہ مختلف اساتذہ (گروؤں) کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو 500 قبل مسیح سے 800 قبل مسیح تک مرتب ہوتے رہے۔ ابتدائی اپنشد کے بعد زمانہ مابعد میں پانچ سے زائد حصے اپنشد لکھے گئے جنہیں بعد میں یکجا کر دیا گیا۔ اپنشد کے استادوں (مصنفین) میں سے یحناوالکیہ (Yahnavalkya) کا نام نمایاں ہے۔ اپنشدوں کی تعلیم مجالس منعقد کر کے خطبوں کی صورت میں دی جاتی تھی۔ ان مجالس میں صرف منتخب کردہ شاگرد شامل ہوتے تھے۔ ہر شخص کو شمولیت کی اجازت نہیں تھی۔ مجلس میں گرو کے چیدہ چیدہ شاگرد اس کے گرد بیٹھ جاتے تھے اور گرو اسرار و رموز حیات و کائنات سے متعلق ان سے گفتگو کرتا تھا۔ یہ خطبات لکھے نہیں جاتے تھے بلکہ زبانی طور پر حفظ کر لیے جاتے تھے۔ گفتگو کا انداز مکالماتی ہوتا تھا یعنی شاگرد کسی مسئلہ سے متعلق سوال کرتے تھے اور استاد اس کا جواب دیتے تھے۔ وید کی طرح اپنشد کی تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان تعداد 108 بتائی جاتی ہے البتہ متفقہ اپنشد کی تعداد 12 ہے۔

اپ نشد کا پہلا سبق یہ ہے کہ انسان کا ذہن محدود ہے لیکن آتما (روح الارواح) کے ذریعے وہ حقیقت کو پاسکتا ہے۔ البتہ اس حقیقت کو پانے کے لئے "مراقبہ" ضروری ہے جسے ہندو "یوگا" کہتے ہیں اور یہ دیوتاؤں کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے۔ مراقبے کی حالت میں انسان کی روح آتما کو سمجھتی ہے کیونکہ وہ خود اس آتما کا جزو ہوتی ہے اور بالآخر انسان کی شخصیت فنا ہو جاتی ہے۔ لفظ یوگ در حقیقت "یوج" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے جوتنا، شامل کرنا، اس کا موجودہ فلسفہ "رشی" کے ذریعے ترقی پذیر ہوا جس کا دور دو سو قبل مسیح اور پانچ سو عیسوی کے درمیان تھا۔ اس کا بنیادی نعرہ "روح کی تسکین" ہے۔ اب کئی جاہل مسلمان بھی جسم ہلکا کرنے اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں علاج کے بہانے ہندوؤں سے یوگا سیکھتے ہیں۔ اس طرح کی حرکات ایمان کے لئے زہر قاتل ہیں۔

☆ **پُران Puran:** اپنشد کے بعد پران کا درجہ ہے جو تعداد میں اٹھارہ ہیں ان کے علاوہ دو اور پران ہیں، اس طرح یہ تعداد میں بیس ہو جاتے ہیں۔ پران کے معنی ہیں پرانا، قدیم، کہنہ۔ پرانوں کو ویدوں سے بھی قدیم بتایا جاتا ہے۔ ان کی قدامت ثابت کرنے کے لئے ویدوں سے ثبوت دیا جاتا ہے۔ تاہم محققین کا خیال ویدوں سے قدیم نہیں کہا جاسکتا۔ بعض محققین نے دریافت کیا ہے کہ پرانوں میں سولہویں صدی عیسوی کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں، جس

سے ظاہر ہے کہ تمام پران اتنے قدیم نہیں ہیں۔ اکثر محققین کا خیال ہے کہ پران دوسری صدی عیسوی سے لیکر دسویں صدی عیسوی تک لکھے گئے۔

پُرانوں میں تقریباً آٹھ لاکھ سے زیادہ اشعار ہیں۔ ان میں مشہور بھوشیہ پران، بھاگوت مہاتم پران، وشنو پران اور متسیہ پران ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں یہ بات عموماً تسلیم کی جاتی ہے کہ یہ خود بھگوان کا کلام ہے اور مہارشی دیاس نے اس کلام کو صرف مرتب کیا تھا۔

وید کی نسبت یہ بہت ہی مفصل اور آسانی سے سمجھ آنے والی کتاب ہے۔ پرانوں میں آریہ نسل کے ابتدائی قبائل، ہندوؤں کے قابلِ پرستش ہستیوں کے واقعات، زندگی اور حکومتی خاندانوں کی تواریخ کے علاوہ کائنات کی ابتداء، ارتقاء اور فناء کے بارے میں بھی ہندوانہ نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ تخلیق کائنات سے متعلق بتایا گیا ہے کہ برہما نے ایک انڈا دیا، پھر اس پر خود بیٹھا اور مرغی کی طرح بیٹھ کر بچہ نکالا، اس بچے کا نام کائنات ٹھہرا۔

☆**مہابھارت Bhart Maha:** یہ ہندوؤں کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے اور اسی کی مناسبت سے اس ملک کو "بھارت" کہا جاتا ہے ورنہ تقسیم سے پہلے اس پورے خطے کو ہندوستان کہا جاتا تھا۔ اس کتاب میں دولاکھ پندرہ ہزار اشعار ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک اس کا مصنف "دیاس جی" ہے۔ اگرچہ مہابھارت ویدک ادب میں شمار نہیں کی جاتی لیکن یہ ہندو متونِ مقدسہ میں سب سے طویل اور بلند مقام کتاب ہے۔ سنسکرت زبان میں دولاکھ پندرہ ہزار اشعار پر مشتمل مہابھارت دنیا کی طویل ترین نظم ہے۔ مہابھارت رامائن سے زیادہ ضخیم ہے۔ اس کے علاوہ نظموں کا ایک اور مجموعہ بھی ہے، جو چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بھی کسی ایک مضمون کے متعلق نہیں ہے، بلکہ اس میں قصے بھی، پند نصائح بھی، زرمیہ کارنامے بھی فلسفیانہ بحثیں ہیں اور یوگیانہ درس بھی ہیں۔ ان میں سب سے اہم بھاگودگیتا Bhagavad Gita ہے۔

یہ حقیقتاً نئے مذہب کی کتاب ہے، جس کے اکثر تصورات گو اپنشد سے ماخوذ ہیں، تاہم نتیجے کے لحاظ سے ان سے مختلف ہیں۔ اس میں دوسرے دیوتاؤں پر وشنو Vishnu کی عظمت قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور وشنو کو برھما مانا گیا ہے۔ نیز تناسخ کے فلسفہ پر زور دیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ خود کرشن Krishna نرائن بھی، واسدیو بھی وشنو بھی اور برہما بھی ہیں، دوسرے الفاظ میں وہی معبود اور روح کل بھی ہے۔ ہندوؤں کے

خیال میں اس میں ایک ہستی کو تسلیم کرکے واحد وجود کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس میں قدیم دیوتاؤں کو نظر انداز کر کے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی گئی ہے، جس میں کرشن کو ہی سب کچھ بتایا گیا ہے۔

اس تعلیم نے کچھ عرصہ کے بعد ایک بڑے فرقے کی صورت اختیار کرلی۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے بھاگود گیتا میں تین طریقے بتائے گئے ہیں۔ (1) جنان مارگ Jnana Marga یعنی علم کے ذریعے (2) کرما مارگ Karma Marga-یعنی عمل کے ذریعے (3) بھگتی مارگ Bhakti Marga-یعنی گیان ویوگ کے ذریعے۔ یہاں بھی اپنشد کی طرح آرواگون Arvagona سے رہائی پاجانے یا مکتی Makti یا نجات بتایا گیا ہے۔

مہابھارت بارہ سو سال قبل مسیح کے ہندوؤں کے طرز معاشرت وغیرہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ مہابھارت کی اس رزمیہ نظم میں نہ صرف دیوتاؤں کے افسانے اور مختلف شخصی کرداروں کی تصویر کشی اور دلیرانہ جذبات کی بیدار بلکہ مشتعل کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ بلکہ کورو اور پانڈؤں کے مابین لڑائی کے حالات بیان کئے گئے ہیں بلکہ ان کے طرز معاشرت، جرأت وہمت، شجاعت و بے باکی اور سیاست و مذہب کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔

یہ دراصل ہستناپور ریاست کے دو خاندانوں کورو اور پانڈؤں کے درمیان ہونے والی ایک بہت بڑی جنگ کی کہانی ہے۔ جس کا زمانہ 600 قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ اس کہانی میں جوئے کی بازے ہارے ہوئے پانچ پانڈو انتقام کے لئے ایک سو کورو اور ان کے ہزاروں ساتھیوں کے خلاف لڑتے ہیں اور ہندوؤں کے مطابق بھگوان کے اوتار شری کرشن کی مدد سے پانڈو یہ جنگ جیت جاتے ہیں۔ مختصر حالات وواقعات درج ذیل ہیں:

دہلی سے ساٹھ پینسٹھ میل دور ایک شہر ہستاپور آباد تھا۔ جہاں چندر بنسی خاندان برسر حکومت تھا۔ اس خاندان کے ایک راجا کی دو رانیاں تھیں جن میں سے ایک کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے بڑے بیٹے نے تاج چھوڑ دیا اور شادی بھی نہ کی۔ دوسری کے بطن سے دو بیٹے ہوئے ایک کا نام دھرت راشٹر اور دوسرے کا نام پانڈو تھا۔ دھرت راشٹر مادر زاد اندھا تھا، اس لئے پانڈو راج گدی پر بیٹھا۔ دھرت راشٹر کے ایک سو ایک بیٹے تھے۔ جن میں دریودھن سب سے بڑا اور بہت مغرور تھا۔

پانڈو کی دو رانیوں میں سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام ارجن تھا۔ دھرت کی اولاد کو کورو اور پانڈو کی اولاد کو پانڈو کہتے ہیں۔

پانڈو کے مرنے کے بعد اس کے نابینا بھائی دھرت راشٹر نے انتظام سلطنت سنبھال لیا۔ پانڈو کے بیٹے ابھی کمسن تھے اس لئے اس نے اپنے بھتیجوں کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ جب دھرت راشٹر بوڑھا ہو گیا تو اس نے ارادہ کیا کہ سلطنت پانڈو کے بیٹے یدھشٹر کے سپرد کر دے۔ اس کے بیٹے دریودھن کو جب اس ارادہ کا پتہ چلا تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے پانڈوؤں کو تباہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نے باپ کو مجبور کیا کہ وہ پانڈوؤں کو جلاوطن کر دے۔ دھرت نے پانڈوؤں کو جلاوطن کر دیا۔

جلاوطنی کا حکم سن کر پانچوں بھائی برہمنوں کے بھیس میں پانچال دیش (پنجاب) پہنچے، جہاں پانچال کے راجا دروپد کی بیٹی دروپدی کے سوئمبر کا جشن منایا جا رہا تھا۔ ان میں سے ارجن نے سوئمبر کی شرط جیت لی اور اس کی دروپدی سے شادی ہو گئی۔ اب راجا دروپد ان کا حامی بن چکا تھا۔

کوروؤں نے جب سنا کہ پانڈوؤں کی مدد کے لئے پانچال کا راجا دروپد بھی تیار ہے تو انہوں نے فوراً صلح کر لی اور ایک بنجر علاقہ پانڈوؤں کو دے دیا۔ پانڈوؤں نے نہایت محنت سے اس علاقہ کو سرسبز و شاداب بنایا اور یہاں اندر پرستھ نامی ایک شہر آباد کر لیا۔ اس ترقی کو دیکھ کر کورو حسد کی آگ میں جل اٹھے۔

دریودھن نے پانڈوؤں کو ہستاپور میں مدعو کیا اور ان کو جوا کھیلنے پر رضامند کر لیا۔ کوروؤں نے دھوکے اور چالبازی سے کام لیکر پانڈوؤں کی سلطنت، ان کا سارا مال و متاع اور رانی دروپدی کو بھی جیت لیا اور ان پانچوں بھائیوں کو تیرہ سال کے لئے جلاوطن کر دیا۔

جلاوطنی کا زمانہ گزارنے کے بعد پانڈوؤں نے اپنا راج طلب کیا لیکن دریودھن نے سلطنت واپس کرنے سے انکار کر دیا اور دونوں فریقین جنگ پر تل گئے۔ چنانچہ کوروکشیتر کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے شریک ہوئے۔ یہ جنگ اٹھارہ روز تک جاری رہی جس میں دریودھن اور سارے کورو مارے گئے۔

یدھشٹر شری کرشن مہاراج کی مدد سے جنگ میں کامیاب ہو کر تخت پر بیٹھا۔ تھوڑی ہی مدت میں اس نے ہندوستان کے دیگر راجاؤں کو مغلوب کر لیا اور اسے مہاراجادھیراج تسلیم کر لیا گیا۔

مہابھارت کے مطابق اس جنگ میں ہندوستان کے تمام اضلاع کے سپاہیوں نے حصہ لیا تھا۔ ایک طرح سے اس جنگ نے ہندوستانیوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا ایک حق پرست یعنی پانڈوؤں کے حمایتی اور ایک باطل پرست

یعنی کورو کے حامی تھے۔ ایک گھمسان لڑائی کے بعد بالآخر جیت پانڈؤں کی ہوئی۔ بعض ہندو پنڈت موہن داس گاندھی، سوامی پرمانند اور سوامی اڑگڑانند کے مطابق مہابھارت حقیقی جنگ کا نام نہیں بلکہ انسان جسم (میدانِ عمل) میں نفس کے خلاف ہونے والی جنگ کا بیان ہے جسے مہابھارت (بمع گیتا) میں تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اکثر مورخین کا ماننا ہے کہ مہابھارت اصل تاریخی حقائق پر مبنی ہے۔ مہابھارت نظم کو ویاس جی کی تصنیف بتایا جاتا ہے جنہوں نے اپنے شاگرد ویشم پائن کو اس کی تعلیم دی تھی۔ اس کی باقاعدہ ترتیب کا دور چھٹی صدی قبل مسیح کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ اس وقت تحریر میں نہیں لایا گیا تھا۔ مہابھارت کے بھی کئی نسخے ہیں اور مسٹر گونداس کے مطابق اس کے ہر نسخے میں بے انتہاء اختلاف پایا جاتا ہے۔

☆ **بھگوت گیتا:** لفظ بھگ وو بھگ سے ہے۔ جس کے معنی جاہ و جلال ہے اور گیتا سے مراد نظم ہے۔ یہ کتاب مہابھارت ہی کا حصہ ہے۔ یہ وہ مکالمے ہیں جو قدیم ہندو مذہبی شخصیات، ارجن اور شری کرشن کے درمیان مہابھارت میں ہوئے اور ان میں شری کرشن نے ارجن کو بہت سی اخلاقی ہدایات دیں۔ جنگ مہابھارت کے آغاز میں جب فریقین کی فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل صف بستہ تھیں ارجن نے اپنے بزرگوں کو دشمنوں کی صف میں دیکھا تو اسے خیال ہوا کہ تھوڑی دیر میں یہ بزرگ ہستیاں ہمارے ہاتھوں ناپید ہو جائیں گی تو اس کا دل جنگ سے اچاٹ ہو گیا۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ راج پاٹ چھوڑ دے اور جنگ سے منہ موڑ لے۔ ان حالات میں شری کرشن جی نے اس ایک اپدیش دیا جسے سن کر وہ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس اپدیش کو بھگوت گیتا کہتے ہیں۔

بھگوت گیتا بارہ کتابوں میں منقسم ہے جس میں دسواں حصہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس میں کرشن مہاراج کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔ گیتا کے قریباً سات سو اشعار میں کرشن اور ارجن کے مابین مکالمہ کی صورت میں فلسفہ مذہب اور اخلاقی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ ہندؤں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ ویدک عہد کے بعد تصنیف ہونے کی وجہ سے گیتا اگرچہ الہامی نہیں مانی جاتی لیکن اپنے اسلوب، تعلیم اور مذہبی اہمیت کے باعث گیتا وید سے بھی کہیں بڑھ کر مقبول ہوئی ہے۔

☆ **رامائن Ramayana:** یہ ہندؤں کی ایک مقدس تاریخی کتاب کا نام ہے لیکن ہندو اس کی تصنیف کا زمانہ متعین نہیں کر سکے۔ ہندؤں کے مطابق یہ کتاب مختلف مصنفین نے اپنے اپنے انداز میں لکھی ہے۔ یہ کتاب

مغربی بنگال او بہار کی مذہبی روایات کی آئینہ دار ہے تاہم مذہبی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت ''مہابھارت'' سے کم ہے۔ رامائن ماروالطبیفی اور فلسفیانہ بحث سے خالی ہے۔اس میں جو کچھ قابل تذکرہ ہے، وہ رام چندر اور سیتا کی سیرتیں ہیں، جن کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ بعد میں چونکہ رام چندر اور سیتا کو وشنو اور لکشمی کا اوتار مانا گیا ہے، اس لئے اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور یہ وشنو کے ماننے والوں کی سب سے اہم کتاب بن گئی ہے۔اس میں ویدی معبودوں کے ساتھ نئے دیوتاؤں کا نام بھی آتا ہے، جس سے ظاہر ہورہا تھا کہ آریائی مذہب ہندو مذہب میں تبدیل ہو رہا تھا۔ گو انہیں برتری نہیں ہوئی تھی، نیز تناسخ کا عقیدہ پختہ ہو چکا تھا اور عام انسانوں کو اوتار سمجھنے کی بدعت جاری ہو چکی تھی۔

رامائن نامی کتاب رام کالی داس اور ہیم چندنے بھی لکھی ہے لیکن ہندوؤں میں اس کی نسبت والمیکی کی رامائن زیادہ شہرت اور مقبولیت کی حامل ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ہندو اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اس میں تحریف ہو چکی ہے۔ موجودہ رامائن میں پہلے اور ساتویں باب کا اضافہ ہوا ہے اور اس کے علاوہ باقی متن میں بھی بہت زیادہ ردوبدل ہو چکا ہے۔ رامائن میں کل اڑتالیس ہزار اشعار ہیں جن میں شری رام چندجی کی ان لڑائیوں کا ذکر ہے جو انہوں نے سری لنکا کے بادشاہ راون سے اپنی بیوی سیتاجی کو چھڑانے کے لئے لڑی تھیں۔

رامائن میں رام چندرجی مہاراج کے حالات کے علاوہ دیگر ہندو نظریات بھی پیش کئے گئے۔ رام چندرجی کو شرافت، نیکی، پابندی عہد اور اطاعت والدین کا پیکر ثابت کیا گیا ہے۔اس میں میاں بیوی (رام اور سیتا) کی مثالی محبت دکھائی گئی ہے۔ رامائن کے کرداروں میں رام چندر، لچھمن، سیتا وغیرہ کو خیر کا نمائندہ ظاہر کیا گیا ہے جبکہ راون کا کردار شیطانی کردار ہے۔

اس کتاب کو تاریخی، مذہبی اور ادبی حیثیت حاصل ہے۔ رامائن کو رزمیہ نظم بھی کہا جاسکتا ہے۔ تلسی داس نے رامائن کو آسان ہندی زبان میں نظم کیا۔اس ترجمہ کو تلسی داس کی رامائن کہا جاتا ہے۔

☆ براہمن Brahmans: ویدوں کے زمانہ کے بعد برہمنوں کو مذہبی قیادت حاصل ہوگئی تو انہوں نے اپنی مذہبی قیادت کے جواز میں جو کتابیں تصنیف کیں انہیں برہمنا (برہمنیت) کہا جاتا ہے۔ یہ کتب ویدوں کے ضمیمہ یا تتمہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ برہمنا کا دور ہندومت کے احیاء کا زمانہ ہے جسے بعض مورخین نے نئی برہمنیت کا نام

دیا ہے۔ نئی برہمنیت کی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے ہندوؤں کے مراسم و عبادات اور سماجی اطوار و عادات کو باقاعدہ قوانین کی شکل میں مرتب کیا۔

یہ کل کے کل منتر ہیں، ان میں منتروں کے معانی اور موضع بتائے گئے ہیں۔ مگر زیادہ تر اساطیری واقعات خرافاتی قصوں اور قربانی کے متعلق ہدایتیں ہیں۔ یہ براہمن تعداد میں کافی لکھے گئے تھے، مگر اب صرف سات باقی بچے ہیں۔

☆**آرن یک Aranyaka:** براہمنوں کے بعد آرن یک کا نام آتا ہے، جو بطور ضمیمہ براہمنوں میں شامل ہیں، ان کو جنگلوں کی بیاض بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ ہندو مذہب کے نزدیک یہ اس قدر پاک ہیں کہ ان کو صرف جنگلوں میں ہی پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں آریاؤں کے لئے ہدایتیں درج ہیں۔ یہ براہمن کی طرح ہیں، مگر اس میں رسومات کے برخلاف معنوں سے سروکار کیا گیا ہے۔

☆**چار رسالے:** آریا اس ملک میں آنے کے بعد چند صدیوں میں اپنی زبان بھول گئے۔ اس وقت انہوں نے ویدوں کی تفسیر لکھنی شروع کیں، جو براہمی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ مگر یہ بھی ناقابل فہم ہوتی گئیں اور تشفی بخش ثابت نہیں ہوئیں تو انہوں نے ایک نیم مذہبی ادب ویدانگ Vedang کی بنیاد رکھی۔ اور کلپہ Kulpa کے زمرہ میں چار رسالے سروشہ سترہ، سلوسترہ، گریہہ سترہ اور دھرم سترہ تصنیف کیے۔

☆**دھرم سترہ Dhrma Satra:** ہندومت کی بنیاد جن کتابوں پر رکھی گئی، ان میں پہلا نام دھرم سترہ کا آتا ہے۔ اس کو ہندو قانون میں ماخذ کی حثیت حاصل ہے۔ دھرم Dhrma کے معنی مذہب، فرائض اور اعمال کے ہیں اور سترہ Satra کے معنی دھاگہ کے۔ مگر اصطلاحی معنوں میں مقدس کتابوں کی طرف رہنمائی کرنے والے کے ہیں۔ اس نوع کے متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں چار دھرم سترہ Dhrma Satra، جو گوتم Gautama، بدھا Baudhyana، دشت Vashishta اور آپس تمب Apastamaba کی طرف منسوب ہیں اور زیادہ اہم سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی تصنیف چھٹی صدی قبل مسیح کے بعد کی ہیں۔ ہندو دور کے اوائل میں یہی دھرم سترہ Dhrma Satra قانون کا ماخذ رہیں ہیں اور اجتماعی زندگی میں ان عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔

☆دھرم شاستر Dhrma Shstras: کچھ دنوں کے بعد جب ان آریوں نے جو اپنی خصوصیت کھو کر ہندو بن چکے تھے اور غیر آریائی بن چکے تھے۔ یہ محسوس کیا کہ ایک طرف بدھ مت ان کی مذہبی عالم گیریت سے متصادم ہے اور دوسری طرف شودر ان کی نسلی برتری سے نبرد آزمائی۔ انہوں نے اپنی نسلی برتری کو برقرار رکھنے کے لیے ایک نیا قدم اٹھایا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ دھرم ستر وقت کے مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتی اور ایسے پر خطر موقع پر اگر کوئی شے انہیں فنا ہونے سے بچا سکتی ہے، تو وہ معاشرہ کی نئی تشکیل ہے جو کہ ذاتوں کی تفریق کی بناء پر کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے دھرم شاشتر کی بنیاد رکھی۔

دھرم ستر جو کہ نثر میں تھیں یہ ان کے برعکس نظم میں ہیں۔ ان میں سب سے اہم منو Munu ہے۔ اس کے بعد یجن والکی Yajanavalkya، وشنو Vishnu در نارد Narada کی طرح غیر الہامی ہیں۔ اس لیے ان کو سمرتی Smarti کہا جاتا ہے اور اسی نام سے یہ کتابیں زیادہ مشہور ہوئیں۔ دھرم شاشترہ کی تصنیف غالباً پہلی صدی عیسوی میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد یہی کتابیں ہندو قانون کا ماخذ قرار پائیں اور ان کی تعلیم کے تحت پورے معاشرے کا چلانے کی کوشش کی گئی۔ عملی زندگی میں منو سمرتی کو اولیت اور فوقیت حاصل ہے۔ عدالتوں کے اندر اس کے تحت فیصلے ہوتے ہیں۔ دھرم شاشترہ کی بنیاد ذات پر رکھی گئی تھی اور مقدمہ کے طور پر اس اصول کو تسلیم کیا گیا کہ انسانی آبادی چار ذاتوں میں بٹی ہوئی ہے۔ برہمن Brahman، کشتری Kshatrya، ویش Vaisya اور شودر Shudra۔

ان میں اول الذکر تین دوج ہیں، یعنی مرنے کے بعد پھر جنم لیتے ہیں۔ لیکن شودر کا صرف ایک ہی جنم ہے۔ دوم ذاتوں میں برہمن کی ذات سب سے اعلیٰ ہے۔ کیوں کہ برہمانے اسے سر سے پیدا کیا ہے۔ برہمن بحثیت دیوتا کہ ہیں، گو وہ انسانی شکل میں ہیں۔ ان کے حقوق سب سے زیادہ ہیں، وہ علم و دھرم کا محافظ ہے۔ اس کے وسیلہ کے بغیر فلاح نہیں ہے۔ برہموں کے بعد کشتری ہے جس کو برہما کے بازو سے پیدا ہوئے ہیں شجاعت ان کا لازمی صفت ہے، اس لیے حکومت کرنے کا ان کو پیدائشی حق حاصل ہے۔ اس کے بعد ویش کی ذات ہے، برہمانے ران سے پیدا کیا ہے اور تجارت وصنعت کے لیے انہیں منتخب کیا ہے۔ شودر کا درجہ سب سے آخر ہے۔ انہیں تینوں ذاتوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا، کیوں کہ انہیں برہمانے پیر سے پیدا کیا ہے۔

ہندو عقائد

☆ **تخلیق کائنات:** کائنات کی تخلیق کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ دنیا کے کئی دور ہیں، ہر ایک دور ایک ہزار مہایگ کا ہوتا ہے۔ ہر ایک مہایگ 4,32,000 سال کا ہوتا ہے۔ گویا دنیا کا ایک دور چار ارب بتیس کروڑ سال کا ہوا۔ دنیا کے ایسے کئی دور گزر چکے ہیں۔ پھر ہر ایک مہایوگ میں چار یوگ اور چار جگ ہوتے ہیں، جن میں بنی نوع انسان درجہ بدرجہ تنزل کی طرف جاتی رہی ہے۔ کائنات کی تخلیق نو یعنی یوگ Yuga چکر کے بعد مہایوگ Maha Yuga شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے تین یوگ، ست یوگ Sata Yuga، ترتیا یوگ Yhrat Yuga اور دواپر یوگ Dwapar Yuga گزر چکے ہیں، اب آخری یوگ کالی یوگ Kaly Yuga چل رہا ہے۔ چوتھا یوگ ان کے نزدیک فتنوں کا دور ہوتا ہے جسے کلیگ کہا جاتا ہے۔

☆ **تصورِ خدا:** ہندوؤں میں خدا کو پکارنے کے لئے کئی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ بھگوان یا خدا سے مراد ہنود کے ہاں کوئی ایک متعین ہستی ہر گز نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا الگ الگ بھگوان یعنی خدا ہے۔ ہندومت میں ہر فرقے میں ان کے بھگوان کے لئے جدا جدا تصورات قائم ہیں۔ ویدوں میں ہمیں دیوتاؤں کی کثرت ملتی ہیں۔ جن میں اگنی ، سوتا، سوم، رودر، وایو اندر اور بہت سے دیگر نام شامل ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق ویدوں میں 33 دیوتا تھے لیکن موجودہ ہندومت میں وہ خدا اور دیوتا جن کی پرستش کی جاتی ہے ان کی تعداد 33 کروڑ تک بتائی جاتی ہے۔ ان میں سورج، چاند، آگ، ہوا، ہنومان (بندر دیوتا) اندر، کرما، شکتی، رام، کرشنا، کالی ماتا، سانپ، ورن مشہور ہیں۔

ہندو مذہب میں دیوی دراصل خدا کی محبوبہ یا بیوی مانی جاتی ہیں۔ ان دیویوں میں رام کی بیوی سیتا، کرشن کی محبوبہ رادھا، برہما کی بیوی سرسوتی، شیو کی بیوی پاروتی، کرشن کی ملکہ خاص رکمنی اور اس کے علاوہ قدیم تہذیبوں میں درگا، گنگا، مایہ اور دھومرتی معروف ہیں۔

مروجہ ہندومت میں جہاں ان کے بے شمار دیوتا ہیں وہاں ان کا خدا کو واحد ماننے کا بھی نظریہ ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ خدائے واحد کو تسلیم کرنے کے لئے دوسرے دیوتاؤں کا انکار کیا جائے بلکہ دوسرے دیوتاؤں کو اپنے مخصوص دیوتا کے ماتحت جاننا ہے۔ ویدوں کے مطابق اگنی، وایو، وشنو، شیو اور حقیقت ایک ہی خدا ہے

، پجاریوں نے انہیں مختلف کر دیا ہے۔ رگ وید میں ہمیں اس قسم کا بیان ملتا ہے کہ پجاری ایک ہی خدا کو بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں۔

ہندوؤں میں خدا کے متعلق درج ذیل تصورات ملتے ہیں:

ہمہ اوست: اپنشدوں میں خدا کو پہچاننے کے لئے جس تعلیم کا سہارا لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں خدا کا ظہور ہوا ہے۔ ہر شے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، مقدس اور الہامی ہے کیونکہ اس میں خدا کا ظہور ہے۔ خدا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں رکھتا بلکہ وہ سب کچھ ہے۔ وہ بیک وقت تمام کائنات میں سمایا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ہندوؤں کے ہاں کروڑوں دیوتا ہیں اور سانپ اور بندر سمیت بے شمار اشیاء کی پوجا کی جاتی ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ہر چیز میں خدا ہے۔

اپنشد کے مطابق خدا در حقیقت ہماری سوچ سے ماورا اور لا محدود ہے۔ ہم چاہیں اسے کسی نام یا صفات سے یاد کر لیں لیکن وہ الفاظ صفات اور سوچ چونکہ ہمارے ذہن کی پیداوار ہو گی اس لئے محدود ہو گی جبکہ برہمن یا آتمن ہر طرح کے الفاظ اور تصور سے پاک ہے۔ ہمیں خدا کے وجود کا علم صرف اس کی کائنات سے ہو سکتا ہے۔ خدا در اصل ابدی قوت اور کائنات کی روح ہے۔ کائنات کی تمام بڑی چھوٹی چیز اور لوگوں کے دلوں میں ہے۔

☆**عقیدہ تری مورتی:** ہندو مت میں اصلاح کی خاطر جو تبدیلیاں کی گئیں ان میں تری مورتی کا تصور نہایت اہم ہے۔ اس کی رو سے حقیقی خدا یا دیوتا تین ہیں۔ باقی تمام دیوتا انہی کے ماتحت ہیں۔ ان میں سے ایک خالق، ایک نگہبان اور ایک تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ ان تین خداؤں کا نام بالترتیب درجہ برہما، وشنو اور شیو ہے۔

برہما دیوتا عالم کا خالق اور کائنات کا نقطہ آغاز تصور کیا جاتا ہے، اس دیوتا کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے، دوسرا بڑا دیوتا وشنو ہے، یہ ویدی معبود ہے، اُسے معبود شمس ظاہر کیا گیا ہے، ہندو عقیدہ میں یہ رحم کا دیوتا ہے، اشیاء کی حفاظت اور بقاء کا ذمہ دار ہے۔ تیسرا بڑا دیوتا شیو ہے، یہ برباد کرنے والا دیوتا سمجھا جاتا ہے، ان کے علاوہ ثانوی حیثیت کے اور دوسرے بہت سے دیوتا اور دیویاں ہندو مذہب میں مانے گئے ہیں۔ انہی دیوتاؤں کی بناء پر ہندو دھرم میں بہت سی فرقہ بندیاں ہیں۔ تری مورتی کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1) برہما سے مراد خالق ہے یہ دیوتا کائنات کا نقطہ آغاز مانا جاتا ہے۔ اس کے ظہور کے متعلق منو مہاراج کے دھرم شاستر میں بیان کیا گیا ہے کہ برہما ایک قائم بالذات ہستی تھی۔ اس نے اپنے وجود سے پانی کو پیدا کیا اس میں بیج رکھا، پھر ایک سونے کا بڑا انڈہ بنایا، اس انڈے سے ایک عرصہ گزرنے کے بعد تری موری والا برہما مرد کی صورت میں ظاہر ہوا جو ساری کائنات کا باپ اور خالق بنا۔ لہٰذا اس کا درجہ بھی اونچا ہے۔ لیکن بلند مقام ہونے کے باوجود برہما کو مذہبی ماخذ بالخصوص ہنود کی مذہبی زندگی میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اجمیر میں قائم ایک قدیم آریائی مندر کے علاوہ اس دیوتا کے مندر ہندوستان میں شاذ و نادر ہیں۔ ہندو آرٹ میں پیش کردہ برہما کا مجسمہ میں اس کے چار سر اور چار ہاتھ ہیں، ایک ہاتھ میں چمچ، دوسرے میں لوٹا، تیسرے میں تسبیح اور چوتھے میں وید ہے۔ برہما کی رفیقہ حیات کا نام سرسوتی ہے۔

(2) دوسرے دیوتا کا نام وشنو ہے، جس کے معنی ہیں نگہبان یا چلانے والا۔ جیسا کہ برہما اس کائنات کا خالق تھا، اسی طرح اس کائنات کا محافظ و نگہبان وشنو دیوتا ہے۔ وشنو کا کردار رحم دل جیسا بتایا گیا ہے جو مخلوق کی حفاظت اور معاونت کے لئے وقتاً فوقتاً جزئی یا کبھی کلی طور پر بشری، انسانی اور مختلف صورتوں میں دنیا میں آتا ہے جسے اوتار کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وشنو کو عبادتوں، منتوں، قربانیوں اور دعاؤں کے ذریعے اس عالم میں نزول کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ وشنو کسی بڑے انسان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور عظیم الشان کرشمات کرتا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وشنو دیوتا کی روح نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں میں بھی حلول کر جاتی ہے۔ اب تک وشنو دیوتا نو بار مختلف اوتاروں کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے جو درج ذیل ہیں: مچھلی، کچھوا، خنزیر، شیر، بونا، پرسوارم، رام چند، کرشن مہاراج، بدھ مہاراج۔ دسویں مرتبہ کالکی (جو دنیا میں ظلم کو ختم کر کے انقلاب لانے کے لئے آئے گا۔) کی شکل میں آئے گا۔

ہندو آرٹ میں وشنو کو ایک خوبصورت نوجوان دکھایا گیا ہے، جس کے چار ہاتھ ہیں۔ ایک ہاتھ میں سنگھ، دوسرے میں گرز، تیسرے میں چکر (چرخ) اور چوتھے میں پدم (کنول کا پھول)۔ وشنو کی بیوی کا نام لکشمی ہے، اس کی پوجا سب سے زیادہ ہوتی ہے، جو مال و دولت اور خوش بختی کی دیوی ہے۔ ان کے نزدیک یہ علوم و فنون کی سرپرستی بھی کرتی ہے، صحت و تندرستی اور ترقی کے لئے بھی لکشمی کی پوجا کی جاتی ہے۔

(3) تیسرا خدا شیو ہے۔ شیو سے مراد ہے تباہ کرنے والا۔ اس کی پیشانی پر ایک تیسری آنکھ بھی ہے جسے ترلو چن کہا جاتا ہے جس سے غیظ و غضب کے شعلے نکلتے ہیں۔ ہندو دھرم میں شیو کی شکل و صورت کو ایک سادھو کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ شیو ننگ دھڑنگ جسم پر راکھ ملے ہوئے، بکھرے ہوئے بالوں والا، الجھے ہوئے لٹوں کی صورت میں دکھایا گیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ انسان اپنی خواہشات پر قابو پا کر ریاضت اور مجاہدے سے اپنے جذبات کو روحانی بالیدگی کے حصول میں مرکوز کر دے۔ اس کے علاوہ وشنو کو گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ہاڑ ڈالے ہوئے اور سانپوں کو گلے میں ڈالے ہوئے رقص کرتا دکھایا گیا ہے اور اس حرکت سے کائنات کی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

مورخین کے مطابق یہ دیوتا قدیم ہندو تہذیب کی ان باقیات میں سے ہے جو آج بھی موجود ہے۔ ہندؤں میں یہ دیوتا ایک غضبناک حیثیت رکھتا ہے جو اپنی وحشت اور جلال سے سب کو اپنے آگے جھکا دیتا ہے۔ اس کی پوجا عضو تناسل کے توسط سے کی جاتی ہے۔ شیو کے پجاریوں میں بیل نہایت مقدس سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ قوت، غصہ اور نسل کشی کا مجموعہ ہے۔ شیو کے ہر مندر کے باہر نندی بیل کی پتھر کی مورت ملتی ہے۔ ہندوستان میں لاتعداد سانڈ شیو کے نام پر آزاد گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔

کالی ماتا: شیو کی بیوی کا نام کالی دیوی ہے۔ اس کی بیوی کے بھی مختلف مقامات پر مختلف نام ہیں مثلاً کالی ماتا، پاربتی، اوما اور درگاہ وغیرہ۔ کبھی اسے خونخوار چڑیل دکھایا جاتا ہے۔ یہ نام مختلف اوصاف کی بناء پر ہیں۔

قہر و غضب کی صورت میں اسے کالی کہتے ہیں۔ پاربتی اور اوما کے روپ میں وہ ایک رحمدل اور حسین ماں کے طور پر دکھائی گئی ہے۔ اس کی مورتی میں دونوں کھلے ہوئے ہاتھ آگے بڑھے ہوئے ہیں گویا تمام مخلوق کو مدد کرنا چاہتی ہے۔ درگاہ کی صورت میں شیو کی بیوی کو ایک غضب ناک حسین عورت کی شکل میں شیر پر سوار دکھایا گیا ہے۔

☆**عقیدہ اوتار:** لفظ اوتار دو لفظوں کا مجموعہ ہے: ''او'' کا مطلب ہے نیچے اور ''تار'' کا مطلب ہے آنا یا گزرنا۔ یعنی اوتار سے مراد وہ جو نیچے اترا یا وہ جو نیچے آیا۔ بعض پنڈتوں کے مطابق اوتار لفظ اوترنا سے ہے جس کے معنی خدا کا ظہور یا اس کی طرف سے تنزل ہے۔ اس عقیدے کے مطابق خدا نیک لوگوں کی مدد، دھرم کی قیام اور برائی کے خاتمہ و بیخ کنی کے لئے اکثر لباس بشری و حیوانی میں دنیا میں آتا ہے۔ اس کے لئے خدا کوئی بھی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہندو دھرم کا یہ اہم ترین عقیدہ ویدوں میں کہیں نہیں ملتا البتہ پران اور گیتا میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

کرشن مہاراج کو ہندو وشنو کا اوتار مانتے ہیں۔ کرشن مہاراج کے بارے میں متضاد روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ ہند کے قدیم باشندوں میں سے تھے یعنی آریا نسل میں سے نہیں تھے۔ ان کا رنگ کالا تھا جس کی وجہ سے انہیں کرشن کا نام دیا گیا۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ وہ مہابھارت کی جنگ میں ارجن کے ساتھ تھے۔ ارجن جب جنگ سے بددل ہو کر جنگ ختم کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا تو انہوں نے ارجن کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ایک اپدیش دیا جس سے ارجن اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور بالآخر اس نے جنگ جیت لی۔

اوتار ہونے کے اعتبار سے ہندوؤں نے کرشن سے متعلق بے شمار افسانے تراشے ہیں اور انہیں مافوق الفطرت انسان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے بچپن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ بندرابن میں گائیں چرایا کرتے تھے اور گوپیوں (گائے چرانے والی لڑکیوں) سے کھیلا کرتے تھے۔ کئی بار جب لڑکیاں نہا رہی ہوتی تھیں تو وہ ان کے کپڑے چھپالیا کرتے تھے۔ ایک رادھا نامی گوپی سے ان کو بہت محبت تھی۔ وہ بنسری بجانے کے بہت ماہر تھے۔ گیتوں میں انہیں مرلی بجانے والے کاہن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆**ہندومت میں راہِ نجات کے متعلق عقائد:** نجات کو ہندی زبان میں مکتی کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر ہندوؤں کے نزدیک نجات کے تین طریقے ہیں۔ یہ تین راستے یوگا اور مارگ بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(1) **کرم مارگ:** کرم مارگ کے معنی راہِ عمل ہے۔ مکتی کے لئے راہِ عمل سے مراد یہی ہے کہ اپنے دھرم پر ڈٹ کر عمل کیا جائے۔ یعنی ہر ذات کے لئے اس کا مخصوص عمل ہے جس سے وہ نجات پا سکتا ہے۔ برہمن کی نجات کی راہِ عمل مذہبی ذمہ داری ادا کرنا ہے۔ کھشتری کی راہِ عمل خیرات دینے اور جنگ میں لڑنے اور ویش کی نجات زراعت و تجارت اور شودر کی نجات مندرجہ بالا ذاتوں کی خدمت کرنے میں مضمر ہے۔

(2) **گیان مارگ:** گیان ہندی زبان میں علم کو کہتے ہیں۔ ہندو فلسفیوں نے مکتی کی جو دوسری راہ بتائی وہ راہِ علم ہے۔ علم سے مراد وہ ذہنی علم نہیں جسے عام طور پر عصری علوم بھی کہا جاتا ہے بلکہ اس علم سے مراد روحانی شعور حاصل کرنا ہے۔ یہ علم اپنشدوں کے گہرے مطالعے، اپنی تخلیق پر غور اور مراقبے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کی آخری منزل خود آگاہی ہے۔ یعنی انسان خود خدا کی ذات کا حصہ ہے۔ اس کیفیت کو ہندوؤں میں موکش اور گیان کہا جاتا ہے۔

(3) **بھگتی مارگ:** بھگتی کے معنی غلامی ہے۔ عام مفہوم میں بھگتی سے مراد یہ ہے کہ دیگر دیوتاؤں کا انکار کئے بغیر کسی ایک کو خدائے واحد تسلیم کیا جائے اور دوسرے دیوتاؤں کو اپنے مخصوص دیوتا کے ماتحت جان کر محبت و یکسوئی قلب کے ساتھ اسی شخصی دیوتا کی پرستش کی جائے۔ اس کی محبت میں اس قدر محو ہو جانا کہ اور پھر کسی کا خیال نہ آسکے اور بندے کی تمام امیدیں اسی دیوتا سے وابستہ ہوں۔ گویا بندہ اس دیوتا کی محبت میں خود کو فنا کر لے۔

☆ **عقیدہ تناسخ:** یہ وہ واحد عقیدہ ہے جو تمام ہندوؤں میں مشترکہ طور پر مُسلّم ہے۔ ہندی میں اسے آواگون کہا جاتا ہے۔ جس کے مطابق اپنے پچھلے کرم یعنی گناہوں کے باعث بار بار جنم لینا ہے۔ جزا اور سزا کے اس تصور کو ہندو "کرم" کہتے ہیں۔ اعمال کی جزا و سزا کے سلسلے میں ہندوؤں کا عقیدہ اسی نظریہ کے گرد گھومتا ہے۔ جس کے مطابق حیوانات، نباتات، معذور، غریب وغیرہ سب اپنے پہلے جنم میں غموں سے آزاد انسان تھے، لیکن بُرے اعمال کے سبب ان کی روح یہ صورت اختیار کر گئی۔ تمام خوشحال انسان اپنے پچھلے جنم میں اچھے کاموں کا ثمر حاصل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور ایک شخص معذور ہے تو یہ دراصل اس کے پچھلے جنم کے برے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص طاقتور اور صحت مند ہے تو یہ اس کے اچھے اعمال کا نتیجہ ہے جو اس نے پچھلے جنم میں کئے۔ آریوں کا عقیدہ ہے کہ روحوں کی تعداد محدود ہے۔ خدا نئی روح پیدا نہیں کر سکتا ہے، اس بناء پر ہر روح کو اس کے گناہوں کی وجہ سے تناسخ کے چکر میں ڈال رکھا ہے۔ ہر گناہ کے بدلے روح ایک لاکھ چوراسّی ہزار (80,000) مرتبہ مختلف شکلوں جنم لیتی ہے، یہ بھی نظریہ ہے کہ روح اپنے گزشتہ اعمال و علم کی بناء پر حصولِ جسم کے لئے کبھی تو رحم مادر میں داخل ہوتی ہے اور بعض روحیں مقیم اشیاء پودے وغیرہ میں داخل ہوتی ہیں۔

☆ **نظریہ نیوگ:** دنیا کے ہر دھرم اور مذہب میں مرد عورت کے باہمی جنسی تعلق کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے اور تقریباً تمام مذاہب میں اس سے متعلق مختلف احکامات بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان تعلقات کے ذریعے پاکیزہ اولاد اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے لیکن ہندو مذہب میں جنسی تعلقات اور جذبات کی تسکین اور حصول اولاد کا ایک انوکھا طریقہ ہے جو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اسے نیوگ کہا جاتا ہے۔ ایک رسم کے طور پر جدید ہندو مذہب میں اسے سوامی دیانند نے متعارف کروایا جس کا مختصر تعارف یہ ہے۔

اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو اس کی بیوہ کو باقی ماندہ ساری زندگی شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ قدیم زمانے میں عورت کو ستی کر دیا جاتا تھا یعنی شوہر کی نعش کو جلانے کے ساتھ ساتھ بیوی کو بھی دلہنوں والے کپڑے پہنا کر آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ تاہم اب یہ رسم ناپید ہو گئی ہے اور اس کی جگہ نیوگ کی رسم کو جاری و ساری کیا جارہا ہے اور وہ یہ کہ بیوہ عورت دوسری شادی تو نہ کرے، ساری زندگی سفید لباس پہنے۔ البتہ اپنے جنسی جذبے اور شہوت کو تسکین دینے اور اولاد پیدا کرنے کے لئے کسی بھی غیر مرد سے ہم بستری کر سکتی ہے۔

اسی طرح نیوگ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر تو موجود ہو لیکن اس سے اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ کسی غیر مرد سے ازدواجی تعلق قائم کر کے اولاد پیدا کر سکتی ہے اور اس عورت کو یہ اجازت دس مردوں تک سے ہم بستر ہونے تک وسیع ہے۔ سوامی دیانند کے مطابق شادی یا نیوگ کے ذریعے مرد عورت کو دس بچے پیدا کرنے کی اجازت ہے۔

اگر شادی شدہ مرد دھرم کی خاطر کسی اور ملک میں چلا جائے تو عورت آٹھ سال انتظار کرے، حصول علم کے لئے سفر کی صورت میں چھ سال اور اکتساب رزق کے لئے سفر کی صورت میں تین سال تک انتظار کرنے کے بعد عورت نیوگ کے ذریعے اولاد پیدا کر سکتی ہے۔ *المختصر* یہ کہ ہندو دھرم میں نیوگ کے نام پر زناکاری کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

☆**ہندو مذہب اور گائے:** ہندو دیوتاؤں میں گائے کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہندو ویدوں سے لے کر پرانوں، سمرتیوں اور قصص تک میں گائے اور بیل کی عظمت اور پرستش کا ذکر ہے۔ قدیم ہندوستان میں دھرماتما لوگ گائے کے گوبر میں سے دانے چن چن کر کھاتے اور اس کا پانی نچوڑ کر پیتے تھے، تمام دھرم شاستروں میں گائے، بیل کے گوبر اور پیشاب کو پینا گناہوں کی معافی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں بھی کئی ہندو میڈیا پر گائے کا پیشاب پینے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کے طبی فوائد بیان کرتے ہیں۔ بطور برکت گائے کے پیشاب کے چھینٹے اپنے گھر اور دوکانوں پر مارتے ہیں۔

☆**قربانی کے متعلق عقیدہ:** ہندو رسوم میں یجنہ یا یگینہ یعنی قربانی کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ یہ آریاؤں کی رسم تھی جو ہندو عہد تک جاری رہی۔ مختلف راجاؤں کے عہد میں گھوڑے کی قربانی (اشومید) کا تذکرہ ملتا ہے۔

اوائل میں آدمی کی قربانی بھی رائج تھی۔ جانوروں کی قربانی کو اہمیت حاصل ہے، آج بھی کالی کو سینکڑوں بھنسوں چڑھائے جاتے ہیں۔

☆**طبقہ بندی(Caste System)**: ہندو عقائد میں طبقہ بندی کے متعلق بھی خاص نظریہ رکھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ابتدائی طور پر مختلف طبقے پیشے کے لحاظ سے تھے لیکن آریوں نے اپنی نسل کی حفاظت کے لئے اسے مذہبی قانون میں ڈھال دیا اور اس پر سختی سے پابند رہے۔ یہ نظام وقت کے ساتھ ساتھ مزید پروان چڑھتا گیا۔ بعد ازاں اسے منو دھرم شاستر میں مزید تقویت دی گئی اور اسے معاشرے کا لازمی جز قرار دے دیا۔

تقریباً پانچ سو سال قبل مسیح سے طبقاتی نظام ہندو آریائی معاشرہ کی نمایاں خصوصیات میں سے شمار کیا جانے لگا اور پورے ہندو معاشرہ کو چار طبقوں (ذات) میں تقسیم کر دیا گیا (1) برہمن (مذہبی پنڈت یا روحانی پیشوا)(2) کھشتری (اشراف و امراء)(3) ویش (کاروباری طبقہ)(4) شودر (خدمت گزار و نوکر)

اس طبقاتی نظام کی رو سے پہلے تینوں طبقات میں آریائی لوگ (برہمن، کھشتری اور ویش) ہی شامل تھے جو کہ سفید جلد والے لمبے قد اور اچھے نقش کے حامل تھے۔ جبکہ مقامی باشندے یعنی ہندوستان کی قدیم اقوام جن کا رنگ سیاہ تھا اور جو کہ پست قد تھے انہیں شودر قرار دے کر انہیں معاشرے کی نچلی مخلوق قرار دیا گیا۔ دور جدید میں ہندو مصلحین مثلاً آریا سماج وغیرہ ذات پات کی شدید مخالفت کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ ذات پات کا تعلق ہندو مت سے نہیں ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے افراد اصلاً معاشرہ سے خارج تصور کئے جاتے تھے اور وہ آریا (پاک و نجیب) کے مقابلہ میں پاریا (ملیچھ اور ناپاک) شمار ہوتے تھے۔ یہ ابدی طور پر ذلیل و ناپاک تھے۔

اس طبقاتی اختلاف کی جڑیں ہندو معاشرہ میں اتنی مضبوط اور گہری تھیں کہ مثال کے طور پر اگر ایک برہمن کسی قسم کے بھی جرم کا مرتکب ہوتا تو اسے پھانسی کی سزا نہیں دی جاسکتی تھی لہٰذا اگر وہ کسی سے بھی ناراض اور غصہ ہوتا تو اسے باآسانی درمیان سے ہٹا سکتا تھا، دینی و مذہبی کتب کے لکھنے پڑھنے حتیٰ کہ سننے کا حق برہمنوں سے مخصوص تھا ۔ اگر کسی پست طبقہ کا کوئی فرد ان کتابوں کو سننے کی کوشش کرتا تو سزا کے طور پر اس کے کانوں میں سیسہ بھر دیا جاتا ، پڑھا ہوتا تو زبان قطعہ کر دی جاتی۔

بعض حالات میں نچلے طبقہ کے افراد کو کسی اعلیٰ طبقہ کی فرد سے قدم اور برہمن سے ستر قدم سے زیادہ قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ شودر صرف ایک بار مہینے میں حجامت بنوائے اور اس کی غذا برہمن کا کھایا ہوا جھوٹا کھانا ہے۔

پاریا اور ملچھ (ناپاک) افراد نہایت ہی ذلت وکسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے انہیں پست ترین کام اور خدمتیں انجام دینی پڑتیں۔ منو قانون کے مطابق ان کو کتے اور سور کی حیثیت حاصل تھی۔ ہر جگہ حقیر وذلیل تصور کئے جاتے اور نہ صرف یہ کہ ان کے بدن سے مس ہونا نجاست وناپاکی کا باعث ہوتا بلکہ ان کا قریب سے گزر جانا بھی نجس ہو جانے کے لئے کافی شمار کیا جاتا تھا۔ بعض سڑکوں اور بازاروں سے ان کا گزرنا بھی ممنوع تھا۔ نہ تو وہ لوگ عمومی کنوؤں سے پانی پی سکتے تھے اور نہ ہی کسی مندر کے قریب سے گزر سکتے تھے۔

البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس غیر انسانی رسم کی طویل تاریخ میں وقتاً فوقتاً اس کے خلاف آوازیں بھی اٹھتی رہی ہیں اور نتیجہ کے طور پر اصلاحی اقدامات بھی ہوئے ہیں اور آخر کار نئے سماجی تعلقات، غیر اقوامی سے ارتباط ومعاشرت، صنعتی زندگی کے تقاضوں اور مہاتما گاندی، نیز دیگر افراد کی کوششوں سے آزاد ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی نے نجاست انسانی کے تصور کو سرکاری طور پر منسوخ کر دیا۔

عبادات

☆ **پوجا:** ہندوستان میں مجسمہ سازی کا فن قدیم تہذیب کا ورثہ تھا لیکن اس فن کو مذہبی حیثیت سب سے پہلے بدھ مذہب کے لوگوں نے دی۔ سب سے پہلے گوتم بدھ کا بدھ گندھارا تہذیب کے فنکاروں نے پہلی صدی عیسوی میں بنایا۔ ان کے یہ مجسمے دیکھ کر دیگر فرقے بہت متاثر ہوئے۔ جین مت کے لوگوں نے بھی اپنے بزرگوں کے مجسمے بنانے شروع کر دیئے۔ دوسری صدی میں مجسمہ سازی کا یہ فن متھرا تک پہنچ چکا تھا پھر بنارس، آندھرا اور امراوتی میں بھی بت بنائے جانے لگے۔ ہندو، بدھ جین سبھی نے اپنے معبودوں کو نظر آنے والی صورت میں پسند کیا اور دیوتاؤں کی مورتیاں دینی کتابوں میں بیان کردہ خدوخال کو سامنے رکھتے ہوئے بنائیں۔ مثلاً گیتا میں برہما کو وِشوتومکھ یعنی ہر طرف منہ والا کہا گیا تو اس کے پیش نظر ہندوؤں نے برہما کا بت ایسا بنایا کہ اس کے منہ چاروں طرف تھے۔ اس طرح دیگر بت بنائے گئے اور ان کی پوجا شروع ہو گئی۔

پوجا ہندؤں کے مذہب کا سب سے بڑا مظہر ہے جو مختلف مراسم کے ساتھ مختلف ادوار میں انجام دی جاتی ہے۔ پوجا کا اہتمام مندروں میں کیا جاتا ہے۔ یوتاؤں کی مورتیوں کے علاوہ مختلف حیوانات کی مورتیوں کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔ پوجا کی رسم میں مورتیوں کے سامنے گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں، پھولوں کا ہار، غذاؤں اور خوشبوؤں کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کو سجدے کئے جاتے ہیں اور ادبیات سے مناجات پڑھی جاتی ہیں اور پھر ان مورتیوں سے مرادیں بھی مانگی جاتی ہیں۔

ہندوان پتھروں کی پوجا اس نظریے سے کرتے ہیں کہ یہ مورتیاں کسی دیوتا یا اوتار کی شخصیت کو ظاہر کررہی ہوتی ہیں۔ پتھر کی ان مورتیوں کو کسی شخصیت سے منسوب کردیا جائے تو ایک ہندو کے نزدیک پھر اس پتھر کی مورتی کی تقدیس و پرستش لازم ہو جاتی ہے۔

☆ **یگیہ (قربانی)**: یگیہ کو عام معنوں میں قربانی کہا جاتا ہے۔ ہندو تہذیب میں یگیہ کی رسم قدیم غیر آریائی تہذیب سے رائج ہے۔ لیکن اس کے طریقے مختلف عہد میں تبدیل ہوتے رہے اور تبدیلی کا سفر طے کرتے ہوئے موجودہ دور میں یگیہ کی رسم میں مختلف قسم کے اناج پھلوں اور جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔ اناج اور پھلوں کی قربانی کا مفصل اور طویل ذکر ہمیں یجر وید میں ملتا ہے جس کا موضوع ہی یگیہ ہے۔ جبکہ جانوروں کی قربانی کا ذکر ہمیں قدیم صحائف یعنی برہمنا اور رگوید میں ملتا ہے۔ مذہبی طور پر جانوروں کی قربانی کرنے والوں کو ہدایت ہے کہ حتی الامکان کم تکلیف دی جائے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کا کچھ خون دیوتا کی مورتی پر گرے۔ زیادہ تر قسم کے یگیہ میں قربانی کے بعد اناج یا گوشت وغیرہ کھایا نہیں جاتا بلکہ یہ خدا کا حصہ مانا جاتا ہے۔

☆ **جاپ**: جاپ کا مطلب تسبیح اور ذکر کرنا ہے۔ ہندؤں کے ہاں دیوتاؤں کے نام اور دینی کتابوں میں مختلف منتروں کی تسبیح اور وظیفے پڑھے جاتے ہیں اور اسے داخل عبادت سمجھا جاتا ہے۔

☆ **روزہ**: ہندو مذہب میں روزے کا تصور پایا جاتا ہے جسے عرف عام میں ورت کہا جاتا ہے۔ ورت کیوں رکھا جاتا ہے اور اس کے احکام کہاں سے آئے اس بارے میں ٹھیک کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر مذہبی اور سماجی روایات چلی آرہی ہیں جن کی پابندی میں یہاں روزہ رکھا جاتا ہے۔

ہندوؤں میں ہر بکرمی مہینہ کی گیارہ بارہ تاریخوں کو اکادشی کا روزہ ہے، اس حساب سے سال میں چوبیس روزے ہوئے، ہندو جوگی اور سادھو میں بھوکے رہنے کی روایت پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے اور وہ تپسیا و گیان، دھیان کے دوران عموماً کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے ہاں روزے کی حالت میں پھل، سبزی اور دودھ و پانی وغیرہ کی ممانعت نہیں ہے، مگر بعض روزے ایسے بھی ہیں، جن میں وہ ان چیزوں کا استعمال بھی نہیں کرسکتے ہیں۔

ہندو سنیاسی بھی جب اپنے مقدس مقامات کی زیارت کیلئے جاتے ہیں تو وہ روزہ میں ہوتے ہیں۔ ہندوؤں میں نئے اور پورے چاند کے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کا رواج ہے۔ اِس کے علاوہ قریبی عزیز یا بزرگ کی وفات پر بھی روزہ رکھنے کی ریت پائی جاتی ہے۔

ہندو عورتیں اپنے شوہروں کی درازی عُمر کیلئے بھی کرواچوتھ کا روزہ رکھتی ہیں۔ یہ دن اگست کے مہینے میں پورے چاند کے تیسرے دن منایا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کے مطابق اس روز شیواجی 108 برس کے بعد پاروتی سے ملے تھے۔ لہٰذا یہ دن شوہر اور بیوی کے مِلن کا دن سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاروتی نے اپنے شوہر سے محبت اور عقیدت کے اظہار کے طور پر 108 سال کا روزہ رکھا۔ کچھ صحائف کا کہنا ہے کہ پاروتی نے 107 برس تک ہر سال نیا جنم لیا لیکن 108 ویں مرتبہ کا جنم پاروتی کے روپ میں تھا جو شیواجی کو پسند آیا۔ اس سے پاروتی کی اپنے شوہر کو اپنا بنانے کی لگن اور شوق ظاہر ہے۔

ہندوانہ رسم و رواج

☆ **شادی:** ہندوؤں میں شادی کا طریقہ یہ ہے کہ آگ جلا کر پنڈت کچھ پڑھتا ہے اور لڑکا اور لڑکی کو باہم کسی کپڑے سے گرہ لگا کر اس آگ کے گرد سات مرتبہ گھمایا جاتا ہے۔ اس کے بعد لڑکا لڑکی کو منگل سوتر (ایک ہار جو گلے میں) پہنتا ہے۔ اس کی پیشانی پر سندور لگاتا ہے۔ شادی سے پہلے میاں بیوی کی کنڈلی بھی ملائی جاتی ہے کہ یہ شادی کس وقت کرنا مناسب رہے گی۔

☆ **میت کو جلانا:** ہندو مذہب میں مردے کو جلایا جاتا ہے۔ ایک خاص قسم کی لکڑی پر مردے کو لٹادیا جاتا ہے اور وہاں بھی پنڈت موجود ہوتا ہے جو کچھ کلام پڑھتا ہے، مرنے والے کا بیٹا یا اور قریبی رشتہ دار اس میت کے گرد

چکر لگا کر پھر ایک آگ والی لکڑی سے بقیہ لکڑیوں کو جلاتا ہے۔ ہندو مذہب کے بعض لوگ اپنے مردوں کو جلاتے نہیں بلکہ دفن کرتے ہیں۔

☆ **ستی:** ہندو عقیدے کے مطابق شوہر کے مرنے پر بیوہ کا شوہر کی چتا میں جل کر مرنا ستی کہلاتا ہے۔ جو ہندو مردے کو جلانے کی بجائے دفن کرتے تھے وہ بیوہ کو بھی زندہ دفن کر کے ستی کی رسم ادا کرتے تھے۔ جب شوہر کی موت کہیں اور ہوتی تھی اور لاش موجود نہ ہوتی تھی تو ستی کی رسم ادا کرنے کے لیے بیوہ کو شوہر کی کسی استعمال شدہ چیز کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں ستی کا رواج بنگال میں زیادہ عام تھا۔ ستی ہونے والی خاتون کو ماتمی لباس کی بجائے شادی کے کپڑے پہنائے جاتے تھے اور ستی کی کافی ساری رسمیں شادی کی رسومات سے ملتی جلتی ہوتی تھیں۔ سمجھا جاتا تھا کہ ستی ہونے سے جوڑے کے تمام گناہ دھل جائیں گے انہیں نجات حاصل ہو گی اور وہ موت کے بعد بھی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ سکھ مذہب میں ستی ہونا شروع ہی سے حرام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ستی ہونا بیوہ کی اپنی مرضی ہوتی تھی مگر معاشرتی توقعات اور مذہبی دباؤ بیوہ کے فیصلوں پر یقیناً اثر انداز ہوتا تھا۔ ایسی بھی مثالیں موجود ہیں جہاں بیوہ کو چتا جلانے سے پہلے ہی چتا پر رسی سے باندھ دیا گیا تھا۔ بعض موقع پر بیوہ کو نشہ آور دوادے کر ستی کیا گیا یا بیوہ کو شعلوں سے دور بھاگنے سے روکنے کے لیے بانس استعمال کیے گئے۔

ستی کی رسم مذہب میں کیسے داخل ہوئی اسکی غالباً وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں امیر اور باثر عمر رسیدہ لوگ جوان اور خوبصورت لڑکیوں سے شادی کرنے میں تو کامیاب ہو جاتے تھے مگر انہیں ہمیشہ یہ دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ انگی جوان بیوی کا کسی ہم عمر مرد سے عشق نہ ہو جائے اور بیوی شوہر کو زہر نہ دے دے۔ ستی کی اس رسم کو مذہبی رنگ دینے سے بیوی اپنے شوہر کو کبھی بھی زہر دینے کی جرأت نہیں کرے گی تاکہ خود بھی جل مرنے سے محفوظ رہے۔

1806 میں نیپال کے راجہ کو اسکے بھائی نے قتل کر دیا اور تخت پر قبضہ کرنے کے لیے راجہ کی بیوہ مہارانی راج راجیشوری دیوی کو دس دن بعد 5 مئی 1806 کو زبردستی ستی کر دیا۔

اکبر بادشاہ نے ستی کی رسم ختم کرنے کے لیے یہ قانون بنایا تھا کہ سرکاری اجازت حاصل کیے بغیر کسی کو ستی نہیں کیا جا سکتا اور سرکاری حکام کو یہ ہدایت تھی کہ اجازت نامہ دینے میں جتنی دیر ممکن ہو کریں تاکہ بیوہ کا جذباتی فیصلہ سرد پڑ جائے۔ ہمایوں نے ستی پر پابندی لگا دی تھی مگر ہندوؤں کے دباؤ میں آکر واپس لے لی۔ شاہ جہاں نے بچوں

کی ماں کے ستی ہونے پر مکمل پابندی لگا رکھی تھی۔ اورنگزیب نے اس معاملے میں سب سے زیادہ سختی برتی۔ 1663 میں اس نے قانون بنایا کہ مغل بادشاہت کی حدود میں ستی کی اجازت کبھی نہیں دی جائے گی۔ لیکن لوگ رشوت دے کر یہ رسم ادا کرتے رہے۔ مغل بادشاہوں نے ستی سے بچانے کے لیے بیوہ کو تحفے، امداد اور پنشن بھی ادا کی۔

1515 میں پرتگالیوں نے گوا میں ستی پر پابندی لگائی۔ انگریزوں نے 1798 میں صرف کلکتہ میں ستی پر پابندی لگائی۔ 4 دسمبر 1829 کو لارڈ ولیم بنٹنک نے بنگال میں ستی پر مکمل پابندی کا اعلان کیا جسے ہندوؤں نے عدالت میں چیلنج کر دیا۔ معاملہ Privy Council انگلستان تک گیا مگر 1832 میں پابندی کی برقراری کے حق میں فیصلہ آگیا جس کے بعد یہ ہندوستان کے دیگر حصوں میں بھی نافذ العمل ہو گیا۔ کچھ ریاستوں میں ستی کی رسم پھر بھی جاری رہی۔

4 ستمبر 1987 کو ہندوستان میں راجستھان کے ضلع سکر کے دیورالا نامی گاؤں میں ایک 18 سالہ بیوہ روپ کنور نے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں خود کو ستی کر دیا۔ اس جرم میں کچھ گرفتاریاں بھی ہوئیں مگر کسی کو بھی سزا نہیں ہوئی۔

اب بھی ہندوستان کے مختلف حصوں میں اس پر عمل کیا جاتا ہے حالانکہ موجودہ ہندوستانی حکومت کی جانب سے اس کو ادا کرنے پر سخت سزائیں بھی دی جاتی ہیں۔

ستی کی رسم سے کئی ہندؤں میں بغاوت بھی جنم لی رہی تھی اس لئے اس مذہب میں اس رسم کو کسی حد تک بند کر کے بیوہ کے لئے سر منڈوانا اور ساری عمر سفید لباس پہننے اور آگے شادی نہ کرنے کی رسم نکالی گئی۔ پھر سر منڈوانا بھی بہت کم ہو گیا اور سفید لباس پہننا اور آگے شادی نہ کرنا ہی رائج رہا۔ موجودہ دور میں بیوہ کا سفید لباس ترک کرنا اور آگے شادی کرنا بھی رائج ہونا شروع ہو چکا ہے۔

☆**آگ پر چلنا:** جنوبی ہندوستان کے لوگ تھیمیتی نامی فیسٹول کو برہنہ پاؤں جلتی لکڑیوں پر چل کر مناتے ہیں، یہ آگ پر چلنا کسی ہندو دیوی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس میں حصہ لینے والے افراد کو بعد میں اپنے جلے ہوئے پیروں کا علاج کرنا پڑتا ہے اور کئی بار تو شدید یا بدترین زخموں کی وجہ سے وہ معذوری کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

☆**جسموں کو لٹکانا:** تھوکم نامی فیسٹیول میں ہندو تیز دھار ہکس یا کھونٹوں پر اپنے جسموں کے بل لٹک جاتے ہیں اور پھر انہیں رسیوں کی مدد سے زمین سے اوپر اٹھا کر فضا میں لٹکا دیا جاتا ہے، جنوبی ہندوستان میں ہونے والے اس میلے پر ہندوستانی حکومت نے انسانی حقوق کے اداروں کے دباؤ پر پابندی لگادی تھی، مگر اب بھی اس رسم کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاسکا ہے۔

☆**بچوں کو بلندی سے نیچے پھینکنا:** ہر سال دسمبر میں ریاست کرناٹک میں ایک مندر میں ایک سو سے زائد بچوں کو چھت سے نیچے اچھالا جاتا ہے۔ 200 فٹ بلندی سے نیچے پھینکے جانے والے بچوں کو پکڑنے کے لیے مردوں کا ایک گروپ کپڑوں کا جال لیے کھڑا ہوتا ہے، اس انوکھی رسم کی وجہ شادی شدہ جوڑوں کی جانب سے خوشحالی کے ساتھ مزید بچوں کی خواہش ہوتی ہے اور وہ پورے جوش وخروش سے اس میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ اس رسم سے بچے کی صحت اچھی ہوتی ہے اور خاندان کی قسمت کھل جاتی ہے۔

☆**گھومتے ہوئے زمین پر لیٹنا:** کرناٹک کے کچھ مندروں میں لوگوں کو نیچے لیٹنے اور فرش پر رول یا گھومنے کا حکم دیا جاتا ہے، ان گھومتے ہوئے جسموں کو ایسی غذا کے ڈھیر پر رول ہونا پڑتا ہے جو برہمن پھینک دیتے ہیں اور یہ برہمنوں سے نچلی ذاتوں پر فرض ہے کہ وہ یہ رسم ادا کریں کیونکہ اس سے ان کے خیال میں جلدی امراض کا علاج ہوتا ہے۔

☆اس کے علاوہ روزانہ غسل کرنا، صبح شام سورج کی پوجا کرنا، اپنے مقدس مقامات کی زیارت کرنا جسے یاترا کہا جاتا ہے، دیوتاؤں کے سامنے ناچنا گانا اہم مذہبی رسوم ہیں۔

مذہبی تہوار

☆**دیوالی:** لفظ دیوالی کے معنی دِیے کی قطار ہے۔ یہ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جو ہندی کیلنڈر کے مہینہ کاتک کی پندرہ تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اسے دیپاولی یعنی روشنیوں کی قطار اور روشنیوں کا تہوار بھی کہا جاتا ہے۔ اس تہوار میں ہندو کسی دریا یا تالاب میں نہا کر نیا لباس پہنتے ہیں اور شرادھ (نذر و نیاز) کرتے ہیں۔ دیے جلائے جاتے ہیں اور بڑے پیمانے پر آتشبازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مختلف خطوں اور عقیدے کے لوگ اپنے اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور سب مل جل کر جوا کھیلتے ہیں۔

اگرچہ یہ تہوار سال بھر میں ہندوؤں کے لئے انتہائی اہم ہوتا ہے لیکن اس کے آغاز اور اس کی بنیاد کے بارے میں ہندو علماء کے ہاں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ البتہ سب سے مقبول عقیدہ یہ ہے کہ جب شری رام چندر چودہ برس بعد راون کو مار کر واپس اپنے شہر ایودھیاء آئے تو وہاں کے لوگوں نے اس خوشی میں دیے جلائے اور بھرپور چراغاں کیا اسی کی یاد میں دیوالی منائی جاتی ہے۔

☆**ہولی:** ہولی موسم بہار میں منایا جانے والا ہندو مت کا مقدس مذہبی اور عوامی تہوار ہے۔ یہ تہوار ہندو کیلنڈر کے مطابق پھاگن مہینے میں پندرہویں تاریخ پورما کو منایا جاتا ہے۔ رنگوں کا یہ تہوار روایتی طور سے دو دن منایا جاتا ہے اور ان دنوں اہل ہنود ایک دوسرے پر رنگ پھینک کر تفریح کرتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو رنگنے اور نغمے بجانے کے بعد غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر ایک دوسرے کے گھر ملنے جاتے ہیں، گلے ملتے ہیں اور مٹھائیاں کھلاتے ہیں۔ اکثر گھروں کے آنگن کو رنگوں سے نقشین کیا جاتا ہے اور محفلوں میں بھنگ کا بھی خاص اہتمام ہوتا ہے۔

یہ تہوار ہندوستان میں جس قدر قدیم ہے اس کی تاریخ بھی اسی قدر گم ہے۔ مورخین کے مطابق قدیم تہذیب میں یہ تہوار موسم بہار کی آمد کی خوشی میں آریوں کے ہاں بھی منایا جاتا تھا۔ البتہ ہندو مت کی دینی کتابوں میں اس رسم کا واضح ذکر ہمیں پرانوں میں ملتا ہے جس میں اسے رنگ کا تہوار بتایا گیا ہے۔ لیکن اس تہوار کی وجہ کے متعلق کئی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔

عام طور پر مشہور ہے کہ ہریکشپ جو کہ ایک طاقتور اور شیطانی دیوتا تھا، اس نے دھرتی پر حکم جاری کیا کہ اب کوئی بھی خدا کا نام نہ لے اور نہ ہی خدا کی عبادت کرے۔ اس بدکار دیو کے خوف سے لوگوں نے اسے پوجنا شروع کر دیا جبکہ اس کا بیٹا جو کہ خدا کا ایک حق پرست اور جاں نثار بندہ تھا اس نے اپنے باپ کی مخالفت کی اور اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ہریکشپ اس کی اس جرأت پر سخت برہم ہوا اور اس کے لئے سخت سزا کا حکم سنایا۔ لیکن اس حق پرست بندے کو اس سزا سے کچھ فرق نہیں ہوا۔ ہولیکا جو کہ ہریکشپ کی بہن تھی اس نے ہریکشپ کے بیٹے پرلہاد کو یہ قوت تحفہ کی کہ آگ اس کے لئے بے ضرر ہو گئی۔ ہریکشپ نے دونوں کو آگ میں ڈلوایا جس کے نتیجے میں اس کی بہن مر گئی جبکہ اس کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اسی داستان کی یاد میں آج ہولی کا تہوار منایا جاتا ہے۔ اس داستان کے علاوہ ہولی کو رادھا اور کرشن کی محبت سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔

☆ **شیوراتری:** ہندو عقیدے کے مطابق شیوراتری دیوتا شیو اور پاروتی کی شادی کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ اس موقع پر 24 پہر کا برت (ہندوؤں کا روزہ) رکھا جاتا ہے اور خصوصی پوجا کی جاتی ہے۔ پنجاب کے علاقے چکوال کے قریب کٹاس راج میں ہندو دیوتا شیو کا ایک مندر اور تالاب ہندو یاتریوں کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

کٹاس راج میں موجود ہندوؤں کے مقدس تالاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شیو دیوتا کے آنسو سے معرض وجود میں آیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر منور چند کا کہنا تھا: بھولے ناتھ جی کا آنسو یہاں گرا تو اب بھی تالاب کا پانی نیم گرم سا ہے جیسے آنسو ہوتے ہیں، باہر سردی ہوتی ہے لیکن جب اس میں نہاؤ تو یہ ہلکا ہلکا گرم ہوتا ہے۔

☆ **نوراتری (Navaratri):** یہ تہوار نوراتوں تک منایا جاتا ہے۔ اس روز شکتی دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔ اسے عام طور پر درگا پوجا بھی کہا جاتا ہے۔ اس تہوار میں ہندو رقص و موسیقی کی محافل منعقد کرتے ہیں اور خاص طور پر ڈانڈیا کھیلتے ہیں۔ ہندومت کے دیگر تہواروں کی طرح اس تہوار کے متعلق بھی کئی روایات منسوب ہیں جن میں سے کسی ایک کو یقینی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

☆ **دسہرہ:** دسہرہ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جو عام طور پر بھارت اور نیپال میں منایا جاتا ہے۔ یہ بعض علاقوں میں وجیادشمی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ دسہرہ یا وجے دشمی ہندوستانی کیلنڈر کے مطابق اشون کے مہینے کے دسویں دن منایا جاتا ہے، جو جارجیائی کلینڈر کے ستمبر اور اکتوبر کے مساوی ہے۔ پہلے نو دن کو نوراتری (دیوناگری: نوراتوں) یا شاردا نوراتر (سب سے اہم نوراتوں) کے طور پر منایا جاتا ہے اور دسہرہ کے طور پر دسویں دن ختم ہوتا ہے۔

یہ اشون (کوار/جیٹھ) مہینے کے شکلا پکش کی دسویں تاریخ کو (جو گنگا کے پیدا ہونے کا دن ہے) اس کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس دن درگا جی اور رام جی کا یوم فتح منایا جاتا ہے۔

دسہرہ یا دشہرہ نام سنسکرت لفظ دش ہرہ سے نکلا۔ دش کے معانی ہیں دشنّ (دس سر والا) جو راون کا لقب ہے اور ہرہ کے معانی ہار کے ہیں۔ لغوی اعتبار سے راون کی ہار کا دن۔ ہندوؤں کی کتاب رامائن کے مطابق رام جی نے اسی دن راون کو ختم کیا تھا۔ اسے باطل پر حق کی فتح کے جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ دسہرہ کے دن رام جی نے راون کو ختم کیا اور بیس دن بعد واپس آیودھیا آئے، جس کی خوشی میں دیوالی منائی جاتی ہے۔ آج بھی روشنیوں کا تہوار دیوالی، دسہرہ کے بیس دن بعد منایا جاتا ہے۔

اس دن کو درگا دیوی کا یوم فتح بھی منایا جاتا ہے۔ اسی دن درگا دیوی نے ایک ڈشٹ راکشس مہیشاسور پر فتح پائی تھی۔ دسہرہ کے ایک معنیٰ دشرآہ بھی لیے جاتے ہیں جس کے معنے ہیں دسواں دن۔ درگا دیوی نے نورات اور دس دن تک برائیوں سے جنگ کی تھی اور دسواں دن فتح کا تھا۔ نیز یہی وجہ ہے کہ اس دشمی (دسویں دن) کو وجے دشمی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دسہرہ کے ایک معنی دس گناہوں کو لے جانے والا بھی ہے۔ دسہرہ کے تہوار کا مقصد دس قسم کے گناہوں یعنی کام (شہوت)، کرودھ (غصہ)، لوبھ (لالچ)، مد (تکبر)، موہ (کشش/لت)، متسر (حسد)، سوارتھ (خود غرضی)، انیائے (بے انصافی) امنوات (سفاکی) اور اہنکار (انا) کو ترک کرنا بتایا جاتا ہے یہ دس گناہ وہ تھے جو راون کے صفات تھے۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ قدیم زمانے میں یہ موسمی تہوار تھا کیونکہ اس روز دن اور رات برابر ہو جاتے ہیں اور موسم اعتدال پر آجاتا ہے۔ پھر اس تہوار پر مذہبی رنگ چڑھ گیا اور یہ راون کے خلاف رام چندر کی فتح کی یادگار کے طور پر منایا جانے لگا۔ ہندومت میں تین تواریخ نہایت اہم اور مبارک تصور کی جاتی ہیں جن میں سے ایک شکلا پکش (دسہرہ) ہے، دیگر دو ہیں چیتر شکلا کی اور کارتک شکلا ہیں۔

دسہرہ کے دن لوگ نیا کام شروع کرتے ہیں، شستر پوجا کی جاتی ہے، قدیم دور میں بادشاہ لوگ اس دن فتح کی دعا کر کے میدانِ جنگ کے لئے روانہ ہوتے تھے، اس دن جگہ جگہ میلے لگتے ہیں۔ رام لیلا منعقد ہوتی ہے، راون کا بھاری پتلا بنا کر اسے جلایا جاتا ہے۔ دسہرہ یا وجے دشمی چاہے رام کی فتح کے دن کے طور پر منایا جائے یا درگا پوجا کے طور پر، دونوں ہی شکلوں میں اس میں شکتی (طاقت) پوجا اور شستر (ہتھیار) پوجا کی جاتی ہے۔ یہ خوشی اور فتح کی عید ہے۔

☆**رکشابندھن**: رکشابندھن یا راکھی کا تہوار بہن بھائیوں کے پیار، ان کے خوبصورت اٹوٹ رشتے کا تہوار ہے جو دنیا بھر میں موجود ہندو برادری روایتی جوش و خروش سے مناتی ہے۔ راکھی کا تہوار یا رکھشا بندھن بھی ملنے ملانے اور گھر والوں کے ساتھ خوشیاں منانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس دن ہندو گھرانوں میں بہنیں دیا، چاول اور راکھیوں سے سجی پوجا کی تھالی تیار کرتی ہیں اور اپنے بھائیوں کی کلائی پر پیار سے راکھی باندھ کر ان کی صحت مندی، عمر درازی اور کامیابیوں کے لئے دعا کرتی ہیں۔ محبت کے اس اظہار کے جواب میں بھائی اپنی بہن سے دکھ سکھ میں

ساتھ رہنے اور اس کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور اسے تحفہ دیتا ہے۔ رکشہ بندھن یا راکھی ہندو برادری کا تہوار ہے۔

☆**مکر سنکرانتی:** ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جو بھارت، نیپال اور بنگلادیش کے بیشتر علاقوں میں متفرق ثقافتی شکلوں میں منایا جاتا ہے۔ یہ ایک فصلی تہوار ہے جو نیپالی تقویم (ہندو شمسی تقویم) کے مہینہ ماگھ میں واقع ہوتا ہے۔

مکر سنکرانتی ہمیشہ جنوری کی چودہ یا پندرہ تاریخ ہی کو پڑتا ہے کیونکہ اسی دن سورج خط قوس سے گزر کر خط جدی میں داخل ہوتا ہے، لہذا یہ تہوار اس بات کی علامت سمجھا جاتا ہے کہ سورج مکر (جدی) میں داخل ہو رہا ہے۔ نیز اس دن کو بھارت میں موسم بہار کی آمد کا دن اور نیپال میں ماگھ مہینہ کا آغاز سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اس لحاظ سے یہ ایک روایتی تقریب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

تمل ناڈو میں یہ تہوار پونگل کے نام سے مشہور ہے، جبکہ کیرالا، کرناٹک اور آندھرا پردیش میں اسے محض سنکرانتی ہی کہتے ہیں۔

☆**مہا شیوا راتری (Maha Shivaratri):** ایک ہندو تہوار ہے جسے بھگوان شو کی تعظیم میں ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆**ناگ ناتھیا:** وارانسی کا ایک ہندو تہوار ہے۔ ناگ ناتھیا تہوار تلسی گھاٹ میں منعقد کیا جاتا ہے۔ تہوار کرشنا کی ناگ کالیا پر فتح کے جشن میں منایا جاتا ہے۔

☆**گنیش چترتھی:** (جسے ونایک چترتھی بھی کہتے ہیں) ہندوؤں کا ایک مذہبی تہوار جو ان کے ایک دیوتا گنیش کی یاد میں منایا جاتا ہے جس کا سر ہاتھی جیسا تھا۔ شکلا چترتھی سے شروع ہونے والا یہ تہوار ہندو تقویم کے بھادوں مہینہ میں منایا جاتا ہے۔ تہوار کی تاریخیں عموماً اگست اور ستمبر کے مہینوں میں آتی ہیں، یہ تہوار دس دنوں تک جاری رہتا ہے اور اننت چتردشی کو اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں اس تہوار کے موقع پر جگہ جگہ شامیانے تان کر عارضی مندریں بنائی جاتی ہیں اور ان میں گنیش کی مٹی سے بنی مورتیاں اور تصاویر رکھی جاتی ہیں اور دس دنوں تک ان کی پوجا چلتی رہتی ہے۔ پھر دس دن گزر جانے کے بعد ان تمام تصاویر اور مورتیوں کو کسی تالاب، نہر یا ندی میں غرق کر دیا جاتا ہے، جبکہ بعض افراد ان

مورتیوں کو اپنے گھروں ہی میں رکھ لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ تہوار ایک عوامی تقریب کی شکل میں مراٹھا بادشاہ شیواجی (1630ء- 1680ء) کے دور حکومت سے منایا جاتا ہے، تاہم اس وقت بھارتی ریاست مہاراشٹر میں یہ تہوار جس شکل میں منایا جاتا ہے اس کو سب سے پہلے بھوصاحب لکشمن جوالے نے 1892ء میں متعارف کرایا ہے، جب بدھوار پیٹھ پونہ میں انھوں نے گنیش کی ایک عوامی مورتی یا گنپتی نصب کی۔ اس طرز پر عوامی شکل میں گنیش چترتھی منانے کے متعلق سب سے پہلی مجلس مشورہ بھوصاحب لکشمن جوالے کی صدارت میں انہی کے گھر بدھوار پیٹھ میں (جواب بھور نگاری بھون کے نام سے معروف ہے) منعقد ہوئی تھی۔ پھر سنہ 1893ء میں لوکمانیہ تلک نے کیسری اخبار میں اس منصوبہ کی تعریف کی، بعدازاں اگلے سال سنہ 1894ء میں خود انھوں نے اس تہوار کی تشہیر کے خاطر کیسری واڑا، پونہ میں گنیش کی ایک مورتی نصب کی۔

اگرچہ اس تہوار کو پورے بھارت میں ہندو مناتے ہیں، لیکن بالخصوص مہاراشٹر، کرناٹک، تلنگانہ، تامل ناڈو، کیرلا، آندھرا پردیش، گوا، اڑیسہ اور مغربی و جنوبی بھارت کے متعدد علاقوں میں انتہائی اہتمام اور بڑے پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ بھارت کے باہر، نیپال کے ترائی علاقہ نیز ریاستہائے متحدہ امریکہ کینیڈا اور موریشس میں رہنے والی ہندو برادریاں بھی انتہائی اہتمام سے اس تہوار کو مناتی ہیں۔

☆ **کرشن جنم اشٹمی:** ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جو بھادوں کی آٹھویں تاریخ کو شری کرشن مہاراج کی پیدائش کی خوشی میں، منایا جاتا ہے۔

☆ **گڑھیمائی تہوار:** ایک تہوار ہے جو بعض ہندو پانچ سال بعد گڑھیمائی مندر کے مقام پر مناتے ہیں۔ اس تہوار میں ہزاروں کے تعداد میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔ تقریباً 2 ملین لوگ اس تہوار میں شرکت کرتے ہیں جن میں تقریبا 80 فیصد لوگ بھارت سے اس تہوار میں حصہ لینے کیلئے مختلف ریاستوں جیسے بہار اور اترپردیش سے آتے ہیں۔ قربانی کرنے والے لوگوں کا ماننا ہے کہ اس قربانی سے ان کے دیوی گڑھیما خوش ہو کر ان کو برے روحوں سے بچاتی ہے اور خوشی دیتی ہے۔

اس تہوار کا آغاز نومبر کے پہلے ہفتے ہوتا ہے اور دسمبر کے پہلے ہفتے میں ختم ہوتا ہے۔اس میں مختلف جانوروں جیسے کبوتر، بطخ، سوائن، بھینس، وغیرہ کی قربانی دی جاتی ہے۔2009 میں اس رسم کے آڑ میں 20 ہزار صرف بھینسوں کو ذبح کیا گیا۔ایک اندازے کے مطابق اس رسم میں 2009 میں تقریبا 2 لاکھ 50 ہزار جانور ذبح کئے گئے۔

اس تہوار پر جانوروں کے حقوق کے تنظیموں اور نیپال کے پہاڑی علاقوں کے کئی ہندوؤں نے سخت اعتراض کرتے ہوئے کئی مرتبہ سخت احتجاج کیا ہے کہ اس قتل عام کو روکا جائے جس سے ہزاروں بے گناہ جانوروں کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے، یوں جانوروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ کئی سماجی کارکنان نے نیپالی حکومت کو خطوط بھی لکھے ہیں کہ وہ اس رسم کو روک دے۔اس کے علاوہ مسلمانوں نے بھی اس بات کی سخت مخالفت کی ہے اور کئی لوگوں نے نیپال میں 2015 میں آنے والا زلزلہ اسی فعل کا جوابی عذاب قرار دیا ہے کیونکہ اس زلزلے کے چھ مہینے پہلے گڑھیمائی رسم میں لاکھ سے زائد جانور ذبح کئے گئے۔

☆ **بیساکھی:** بہار کا میلہ جو یکم بیساکھ یعنی 13 اپریل کو منایا جاتا ہے۔اس دن پنجاب اور ہریانہ کے کسان فصل کاٹنے کے بعد نئے سال کی خوشیاں مناتے ہیں۔یہ یوم سکھ قوم کے لئے بہت معنے رکھتا ہے کیونکہ اس دن خالصہ کا استحکام ہوا تھا۔

اس کے علاوہ بھی ہندوؤں کی سینکڑوں رسمیں ہیں، جن پر کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

ہندو فرقے

دیگر مذاہب کی بہ نسبت ہندوؤں میں بہت زیادہ فرقے ہیں جو آئے دن بنتے اور ختم ہوتے رہتے ہیں چند مشہور فرقوں کا تعارف یوں ہے:

☆ **ویشناوی Vishnavas:** یہ فرقہ وشنو کو رب اعلیٰ، کائنات کا محافظ اور رزاق مانتا ہے۔وشنو کو چار بازوؤں کے ساتھ جوہرات کوس توبھ Kaustubha پہنے تخت پر بیٹھے دکھایا جاتا ہے۔یہ ایک عقاب گروڑ Garuda پر سوار ہے، جس کو بھی انسانی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔اس کی بیوی لکشمی Lakshmi ہے، جو دولت کی دیوی ہے، جو مودبانہ اس کی خدمت میں رہتی ہے۔لکشمی کی سواری مور ہے۔

وشنو کے ماننے والے لکشمی، گروڈ، مور اور ہنومان کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ وشنو سمندر کی گہرائی میں ہزار سر والے سانپ سیس Sesa پر سویا رہتا ہے۔ جب کوئی کائنات کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو پھر جاگتا ہے۔ چنانچہ کائنات کو بچانے اور برائیوں سے بچانے کے لئے مختلف مواقع پر اس نے نو بار جنم لیا ہے اور ایک بار جنم لینے والا ہے۔ نو جنم حسب ذیل ہیں:

متسیاMarsva: اس نے مچھلی کی شکل اختیار کرکے ایک سادھو مانوManu کی مدد کی تھی۔

کرمKurma: اس نے کچھوے کی شکل اختیار کرکے مندھر Mandhara پہاڑ جو سمندر میں غرق ہو رہا تھا اپنی پیٹ پر اٹھایا۔

ورہVaraha: اس نے ہیر نیکش Hiranyaksha دیو کو مارنے کے لئے سوٗر کا جنم لیا تھا۔

نرسمھNarasimha: نے نیم انسانی شیر کی شکل میں ہیر نیکسپیوHiraniakasipou دیو جس نے خدائی کا دعویٰ کرکے وشنو کی پوجا سے روک دی تھی قتل کیا۔

وامنVamana: ایک حکمران بالی Bali نے آسمان پر قبضہ کرکے دیوتاؤں کو جلاوطن کر دیا تھا۔ اس نے ایک بونے کی شکل میں جنم لے کر اسے باہر کیا۔

پرسورامParsurama: جب کھشتریوں نے برہمنوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا تو اس نے پرسورام کا جنم لیا اور 21 حملوں میں تمام کھشتریوں کو قتل کیا۔

دسرتھ رامDasrathrama: ساتویں مرتبہ اس نے رام کی صورت میں جنم لیا اور لنکا کے راجہ راون جس نے سیتا کو اغوا کر لیا تھا قتل کیا۔ یہ قصہ رامائن میں پیش کیا گیا ہے۔

کرشناKrishna : آٹھواں جنم اس نے کرشنا کی صورت میں مہابھارت کی جنگ میں حصہ لیا تھا۔

بدھBudha : نواں جنم اس نے بدھ کی شکل میں لیا تھا اور اپنے عقیدت مندوں کو جانچنے کے لئے ایسی تعلیم پیش کی جو وشنوی تعلیم سے مختلف تھی۔ جو راسخ عقیدہ تھے وہ ثابت قدم رہے، اور جن کے دلوں میں کھوٹ تھا وہ گمراہ ہو گئے۔

کالکی Kalki : وشنو کا دسواں اور آخری جنم ہے۔ جب دنیا برائیوں کے آخری کنارے تک پہنچ جائے گی، تو وہ کالکی کی شکل میں ایک گھوڑے پر سوار تباہی کی تلوار لئے آئے گا اور دنیا کو برباد کر کے ایک نئی دنیا آباد کرے گا۔

اس فرقہ کی بنیاد فقط وشنو دیوتا کی پرستش پر رکھی گئی ہے، اس فرقے کی مزید تین شاخیں ہیں جن میں رام نوج کا مکتب فکر اور دلا بھالا مشہور ہیں۔ اول الذکر فرقے میں رقص و موسیقی اور بھجن کو خاص اہمیت حاصل ہے اور دوسرا فرقہ چند خاندان کے ممتاز ہونے پر اصرار کرتا ہے جن کے علاوہ کوئی مندر تعمیر نہیں کر سکتا۔

یہ فرقہ مزید ذیلی فرقوں میں بٹا ہوا ہے، اس کی اہم کتابیں ہری ومس Harivamsa اور وشنو پران ہیں اور یہ بھگتی کو مکتی کو اہم ذریعہ سمجھتا ہے۔

☆**شیوائی:** یہ فرقہ شیو کو رب اعلیٰ مانتا ہے اور اسے تخریب و تعمیر کا دیوتا سمجھتا ہے، اسے مہایوگ اور مہادیو بھی کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غیر آریائی دیوتا ہے، جس کی پوجا وادی سندھ میں ہوتی تھی۔ یہ فرقہ اہل ہنود میں قدیم زمانے سے پایا جاتا ہے جس کے آثار ہمیں موہن جوڈرو اور ہڑپا میں بھی ملتے ہیں۔ اس فرقے کی بنیادی تعلیم شیو اور اس کی بیوی کالی ماں کی پرستش ہے جو لنگ اور یونی یعنی عضو تناسل کے ذریعے کی جاتی ہے۔ شیو کی پرستش کے لئے انسان و حیوان دونوں ہی کی مورتیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ شیو کی بیوی پاروتی Parvati ہے، جو مختلف روپ کی وجہ سے درگا Durga، کالی Kali اور اُما Uma پاروتی Parvati کے ناموں سے مشہور ہے۔ پاروتی سے شیو کے دو بیٹے پیدا ہوئے، ایک گنیش Ganesh اور دوسرا کارتیکیا KartiKeya جو جنگ کا دیوتا مانا جاتا ہے اور اس کا نام سکندہ Skanda بھی بتایا جاتا ہے۔

شیو کے پجاری شیو کے علاوہ پاروتی اور اس کے بیٹوں خاص کر گنیش جو ہاتھی کا سر رکھتا ہے، کے علاوہ نندی Nandi (شیو کی سواری کا بیل) کی پوجا کرتے ہیں۔ اس فرقہ کی اہم کتاب وایو پران Vayu puran ہے۔ یہ علم کو نجات کا ذریعہ مانتا ہے۔ یہ فرقہ بھی بہت سے ذیلی فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔

اس فرقے کی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ جسم پر راکھ مل کر رقص و موسیقی کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور بیل کی آواز نکالتے ہیں۔ البتہ یہ رسوم زیادہ تر صرف مذہبی طبقہ ہی ادا کرتا ہے، عام لوگ محض ان میں شریک

ہونے کو متبرک سمجھتے ہیں۔اس فرقے میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مردوں کو دفناتے ہیں، گوشت خوری جائز کہتے ہیں اور آزادانہ جنسی تعلقات کے حامی ہیں۔

☆ **شکتائی Shaktas:** یہ فرقہ شکتی کی پوجا کرتا ہے۔اپنی تعداد کے لحاظ سے یہ فرقہ ہندوؤں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔یہ لوگ خدا کو ماں کی شکل مانتے ہیں۔اس کا عقیدہ ہے کہ شکتی Shaktas مونث ہے اور وہ ایک عورت کی حثیت سے تشخیص کی جاسکتی ہے اور وہ نسوانی شکل رب اعلیٰ ہے اور وہ اسے درگا Durga، کالی Kali اور بھوانی Bhavani کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسے شیو کی بیوی مانتے ہیں۔ان کے عقیدے کے مطابق شیو کی بیوی بنے سے کالی یا درگاہ کے قادر مطلق ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ شکتی مذکورہ کی مختلف شکلوں میں کالی بہت مشہور ہے۔اس کو سیاہ رو ہاتھی جیسے دانت نکالے اور منہ کو خون سے سرخ کئے دیکھا جاتا ہے۔اس کا دوسرا روپ بھوانی اب ٹھگوں کی دیوی ہے۔

اس فرقے میں کوئی الگ خاص عقائد نہیں ہیں البتہ ان کے فلاسفر زروح (پرش) کو مذکر اور مادہ (پراکرتی) کو مونث مانتے ہیں۔ہندومت کے مشہور علماء شنکر آچاریہ اور سوامی ویویک آنند اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

اس کے دو بڑے فرقے ہیں، دکشن مرگ Dakshin Margis یعنی دائیں بازو کے پوجنے والے اور دام مرگ Vama Margis یعنی بائیں بازو کے پوجنے والے۔یہ ایک خفیہ فرقہ ہے جو ان کے نزدیک پانچ میں نجات کا ذریعہ ہیں، یعنی مادی Madva (شراب)، متسیا Marsva (مچھلی)، مانس Mansa (گوشت)، مدرا Mudra (اناج)، میتھون Maithuna (جنسی اختلاف)۔

ان لوگوں میں ایک مذہبی رسم ہے جسے یہ چکر پوجا Chakra Puja کہتے ہیں،اس پوجا میں اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت سے اختلاط کرنا کار ثواب سمجھا جاتا ہے اور وہ عورت ہمیشہ کے لئے اس کی روحانی بیوی بن جاتی ہے۔ اس فرقہ کی اہم کتابیں تنترا Tantras ہے۔ یہ ہری مس Harivamsa اور مارکنڈیہ پران Markandiva puran کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔

☆**گناپتی Gana Patas**: یہ فرقہ گنیش Ganesh کو رب اعلیٰ مانتا ہے اور اس کو فہم وتدبر کا دیوتا سمجھتا ہے۔ گنیش کو ہاتھی کے سر کے ساتھ دیکھایا جاتا ہے۔

☆**سورپتھی Sura Patas**: یہ سورج کو دیوتا مانتا ہے اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت اس کی پوجا کرتا ہے۔

☆**سمرتھی Smarthas**: ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد سمرتی مت سے تعلق رکھتی ہے۔ سمرتی ازم سے مراد وہ مکتب فکر ہے جو کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتے نہ ہی خود کو کسی خاص دیوتا سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ لوگ دیوتاؤں کی پرستش کے معاملے میں آزادی کے قائل ہیں۔ یعنی ایک ہندو جس کی پرستش کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ یہ فرقہ ہر دیوتا پر اعتقاد رکھتا ہے اور اپنی خواہش اور ضرورت کے تحت اس کی پوجا کرتا ہے۔

یہ مکتب فکر خود کو ایک بڑے ہندو ریفارمر آدمی شنکر سے منسوب کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندو دھرم وہ مذہب ہے جس میں خدا کو کسی بھی صورت میں پوجا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں تعلیم یافتہ ہندوؤں کی اکثریت اس سے وابستہ ہے۔ سمرتی مت سے تعلق رکھنے والے لوگ سمرتی زمرے میں آنے والی سبھی کتابوں کو انتہائی اہمیت دیتے ہیں۔

☆**آریاسماج**: ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد ہندو دھرم میں جو اصلاحی تحریکیں اٹھیں ان میں سے ایک آریاسماج ہے۔ یہ فرقہ دورِ حاضر میں سوامی دیانند سرسوتی کے ہاتھوں تشکیل پایا ہے۔ ہندوؤں میں یہ فرقہ اگرچہ بہت کم تعداد میں ہے لیکن یہ ایک بااثر فرقہ ہے۔ آریاسماج والے عقیدہ اوتار کا شدید انکار کرتے ہیں۔ ان کے مطابق شری کرشن جیسے صالح لوگوں کو خواہش ہوتی ہے کہ وہ دھرم کے قیام کے لئے دوبارہ جنم لیں چنانچہ اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں ہے وہ اس کا اظہار کریں۔ جو لوگ اوتار کے قائل ہیں وہ دراصل وید سے جاہل ہیں۔ اسی طرح وہ بت پرستی اور ذات پات کی بھی مخالفت کرتے ہوئے مساوات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ان کا نعرہ ہے کہ حقیقی ویدک دھرم کی طرف لوٹو۔ سوامی دیانند سرسوتی وید کا ترجمہ اور تفسیر (بھاشیہ) بھی لکھی ہے جس کی اکثر پنڈتوں نے مخالفت کی تاہم اب یہ مقبول ہو چکی ہے۔

☆ **برھمو سماج:** اس فرقے کے بانی رام موہن رائے تھے جو 1774 میں بمقام بردوان ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہیں انگریزی، عربی، فارسی، بنگالی اور سنسکرت کے علاوہ لاطینی، فرانسیسی، یونانی اور عبرانی زبان سے بھی واقفیت تھی۔ انہوں نے وید سمیت دیگر مذاہب عالم کی کتب کا مطالعہ کیا اور 39 سال کی عمر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا باقاعدہ آغاز کیا۔ ان کی تعلیمات کا محور کم عمری میں شادی، بت پرستی، کثرت ازدواج، الوہیت مسیح علیہ السلام، ستی کی ظالمانہ رسم اور ذات پات کے امتیاز کی مخالفت تھی۔

☆ **گاندھی تحریک:** اس تحریک کا بانی مہاتما گاندھی تھے جو ایک معروف مذہبی اور سیاسی شخصیت ہیں۔ انہوں نے رہبانیت، اہسا اور سادگی کے اصولوں پر زور دیا اور ذات پات کی مخالفت کرتے ہوئے تمام انسانوں کے برابر ہونے پر زور دیا۔ انہوں نے اچھوت طبقے کو ہریجن یعنی خدا کے بندے قرار دیا اور انہیں عزت دی۔ اس وقت ان کی تحریک کو ہندوستان میں سرکاری سرپرستی حاصل ہے اور انہیں باپائے قوم سمجھا جاتا ہے۔ گاندھی تحریک کے آثر م پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اسلام اور ہندو مت کا تقابل

اسلام اور ہندو مذہب کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اسلام ایک توحیدی دین ہے جس میں اللہ عزوجل کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت شرک ہے۔ جبکہ ہندو مذہب بت پرست دین ہے جس میں ایک نہیں کروڑوں بتوں کی پرستش کی جاتی ہے۔

مذہب اسلام میں کسی چیز یا شخصیت کی عبادت شرک ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو بھی خدا سمجھے یا خدا جیسی صفات کا حامل سمجھے وہ کافر و مشرک ہے۔ یونہی جو اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا کوئی شریک یوں ٹھہرائے کہ فلاں اللہ عزوجل کا بیٹا، والد یا بیوی وغیرہ ہے تو اسلام اسے بھی مشرک کہتا ہے۔ قرآن میں حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کو اللہ عزوجل کا بیٹا کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

(سورۃ التوبۃ، سورۃ9، آیت30)

اگر کوئی ہندوؤں کی طرح یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل معاذاللہ فلاں شخص کے روپ میں دنیا میں آیا تو یہ بھی کفر ہے۔

اسلام کے واضح نظریہ کے مطابق پوری کائنات کا خالق واحد اللہ عزوجل ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر بت پرستی کی مذمت ارشاد فرمائی۔ اللہ عزوجل نے بتوں کے باطل ہونے پر بہت خوبصورت عقلی دلیل دی کہ معبود وہ ہوتا ہے جو خالق ہو جبکہ یہ بت خود مخلوق ہے جسے لوگ اپنے ہاتھوں سے تیار کرتے ہیں چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ (سورۃ النحل، سورۃ16، آیت20)

پوری دنیا میں جو رائج بت پرستی شیطان کی طرف سے ہے۔ ہر نبی نے اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم دیا اور بت پرستی سے منع کیا۔ ان بت پرستوں کے پاس کوئی بھی مستند دلیل بت پرستی پر نہیں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَمَنْ

یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بیشک کافروں کا چھٹکارا نہیں۔ (سورۃ المؤمنون، سورۃ23، آیت117)

بت دنیا اور آخرت میں نفع دینے سے عاجز ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔

(سورۃ الاحقاف، سورۃ46، آیت5)

جو شخص مشرک ہے وہ چاہے جتنا مرضی اچھے اخلاق کا مالک ہو ویلفیئر کا کام کرنے والا ہو اسے ان سب اچھے کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جب تک مسلمان نہ ہو۔ اللہ عزوجل مشرک کو نہیں بخشے گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ اُسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ (سورۃ النساء، سورۃ4، آیت116)

ہندو مذہب میں بت پرستی کی انتہاء کا یہ عالم ہے کہ دیگر اشیاء کے ساتھ ساتھ جانوروں، چرند پرند اور نباتات کی بھی عبادت کی جاتی ہے جیسے سانپ، گائے، درخت وغیرہ۔

☆ اسلام ہر انسان کو مساوی حیثیت دیتا ہے، امیر ہو یا غریب، ادنی ہو یا اعلیٰ، عربی ہو یا عجمی اللہ عزوجل کے حضور سب برابر ہیں اور افضیلت کا مدار تقویٰ پر ہے۔ جبکہ ہندو مذہب میں ذات پات کی اونچ نیچ کا یہ حال ہے کہ شودر قوم کو مندر جانے بلکہ بھجن سننے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

☆ اسلام کے تمام احکام ایسے ہیں جو عقل کے اعتبار سے بھی درست ہیں اور اس پر عمل بھی ممکن ہے۔ کوئی ایک بھی شرعی حکم ایسا نہیں جو عقلا نادرست ہو اور عملی طور پر کرنا ناممکن ہو۔ اس کے برعکس ہندو مذہب کے کئی اعمال عقلا ہی درست نہیں ہیں جیسے ہندو مذہب میں طلاق کا کوئی نظریہ ہی نہیں ہے میاں بیوی کو ساری زندگی ایک ساتھ ہی رہنا ہے اگرچہ دونوں ایک دوسرے سے بے حد تنگ ہوں۔ اس حکم پر عمل نہ ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ موجود

وہندوؤں بھی طلاق دینا شروع ہوگئے ہیں۔یونہی مرد کے مرتے ہی بیوہ کو شوہر کے ساتھ جلادینا عقلی باطل اور ظلم شدید ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر عمل موجودہ ہندو معاشرے میں ناپید ہے۔

☆اسلامی قوانین میں کوئی ایسا حکم نہیں جو احساس کمتری پر مبنی ہو اس کے برعکس ہندو مذہب میں بعض معاملات احساس کمتری والے ہیں جیسے رکشابندھن کی رسم جس میں بہنیں اپنے بھائیوں کو کلائی پر ایک دھاگہ باندھتی ہیں۔اب جس شخص کی کوئی بہن نہیں یا کسی عورت کا کوئی بھائی نہیں وہ اس وقت افسردہ ہوں گے اور اگر کس کا بھائی یا بہن مرگئی ہوگی تو اس کا غم تازہ ہوگا۔

نوٹ:ہندوستان میں اس تہوار کو بعض مسلمان بھی منانے لگے ہیں کہ کسی ہندو عورت کو اپنی منہ بولی بہن بنا کر اس سے راکھی بندواتے ہیں جس کی شرعا اجازت نہیں۔اسلام نے اپنے پیروکاروں کے لئے کچھ اصول بنائے ہیں، ماں بہن بیٹی خالہ پھوپی دادی نانی بھانجی بھتیجی اور بیوی کے علاوہ کسی سے ہاتھ تک ملانے اور بغیر پردے کے بات چیت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔راکھی باندھ کر کسی بھی اجنبی عورت کو اپنی بہن کیسے بنایا جاسکتا ہے؟اسلام میں راکھی کا کوئی تصور نہیں ہے۔راکھی ایک ایسا کمزور دھاگا ہے جس کو پوجاپاٹ کے ذریعہ سینکڑوں خدا کی حمایت اور مدد کی یقین دہائی کرواکر باندھا جاتا ہے جس کو اسلام نے شرک اور گناہ عظیم قرار دیا۔اس طرح کی خبریں آتی ہیں کہ جس لڑکی نے راکھی باندھ کر اپنا بھائی بنایا تھا اسی بھائی نے اس لڑکی کی عزت کی دھجیاں اڑائی ہیں۔لہٰذا اس طرح کے غیر اسلامی اور غیر شرعی رسومات سے اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ہندو مذہب میں بیوہ عورت کی زندگی کا فضول ہو جانا،بیوہ کا ہر وقت سفید لباس میں رہنا،لوگوں کا اپنی رسموں میں اس کی شرکت کو منحوس سمجھنا،بیوہ عورت کے لئے مرنے سے بدتر ہے،جبکہ اسلام میں ایسی کوئی بھی ظالمانہ شرعی حکم نہیں بلکہ بیوہ کو آگے شادی کی اجازت دی ہے۔

☆اسلام میں اگرچہ فرقہ واریت ہے اور کئی فرقے حد کفر تک ہیں لیکن تمام کے تمام فرقے اللہ عزوجل کو ایک اور قرآن کو حق مانتے ہیں۔اس کے برعکس ہندوؤں فرقوں میں معبودوں کے متعلق اختلاف ہیں۔ہندوؤں کے ایسے ایسے دیوتا ہے جن کو ہر عقل سلیم رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ نری جہالت ہے،پھر کئی دیوتا کی تصاویر اور پوجا بھی اخلاقیات کے منافی ہے جیسے شیو،کالی ماتا وغیرہ۔

ہندو مذہب کا تنقیدی جائزہ

ہندو مذہب کی نہ کوئی تاریخ ہے اور نہ ہی ان کے دینی کتب کے مصنفین کے متعلق کچھ پتہ ہے۔ ان میں کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ ہندومت کسی ایک مذہب کا نام نہیں ہے، بلکہ مختلف و متضاد عقائد ورسوم، رجحانات، تصورات اور توہمات کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ کسی ایک شخص کا قائم کردہ یالایا ہوا نہیں ہے، بلکہ مختلف جماعتوں کے مختلف نظریات کا ایک ایسا مرکب ہے، جو صدیوں میں جاکر تیار ہوا ہے۔ اس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ الحاد سے لے کر عقیدہ اوتار تک بلا قباحت اس میں ضم کرلئے گئے ہیں۔ دہریت، بت پرستی، شجر پرستی، حیوان پرستی اور خدا پرستی سب اس میں شامل ہیں۔

مندر میں جانے والا بھی ہندو ہے اور وہ بھی ہندو ہے جس کے جانے سے مندر ناپاک ہو جاتا ہے۔ وید کا سننے والا بھی ہندو ہے اور وہ بھی ہندو ہے جس کے متعلق حکم ہے کہ اگر وید سن لے تو اس کے کانوں میں پگلا ہوا سیسہ ڈالا جائے۔ غرض ہندومت ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک نظام ہے۔ اسے ویدی مذہب کی تبدیل شدہ شکل بھی کہا جاسکتا ہے، کیوں کہ وہ مقام جہاں سے یہ پھیلا ہے یہ بہر حال ویدی مذہب ہی ہے۔ آریا یہاں آنے کے بعد چند صدیوں میں اپنی زبان بھول گئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی خصوصیات کھوتے چلے گئے۔ انہوں نے یہاں کی مختلف قوموں کے تمدنی اثرات، عقائد اور رسوم کو قبول کرلیا اور ان دیوتاؤں کو بھی جن کی پرستش غیر آریا کرتے تھے، اپنے دیوتاؤں میں شامل کرلیا۔

ہندو مذاہب میں بت پرستی کی ممانعت

یوں تو ہندومت میں کئی خداؤں کو ماننے جانے کا بھی تصور زیادہ ہے جسے پینتھیزم pantheism کہا جاتا ہے جس میں اللہ کی بنائی دنیاوی چیزوں کو خدا مانا جاتا ہے۔ لیکن ہندو مذاہب کے تعلیم یافتہ طبقات بت پرستی کو نہیں مانتے۔ ویسے بھی ہندو مذہبی کتابیں میں دیوی دیوتاؤں کی کثرت پر اعتقاد رکھنے والوں کو اندھا اور توہم و خرافات میں گرفتار بتایا گیا ہے۔ کثیر دیوتاؤں کے بائیکاٹ کا حکم بھی صریح اور کھلے طور پر دیا گیا ہے۔

ویدوں میں بت پرستی کی ممانعت درج ذیل انداز میں موجود ہے:

☆اسی سے آسمان میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اس کی وجہ سے روشنیوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں ٹکا ہوا ہے۔ فضا کے پیمانے بھی اسی کے لئے ہیں (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں؟ (رگ وید، منڈل 10، سوکت 121، منتر 6)

☆وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے وہی تمام انسانوں اور جانوروں کا رب ہے۔ (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے اور نذرانے چڑھاتے ہیں۔

(رگ وید، منڈل 2، سوکت 122، منتر 3)

☆اس زمین و آسمان کو جس نے تخلیق دی اور جس نے آسمان پر پانی تیار کیا ہے اس میں ایک چمکتے ہوئے سورج کو قائم کیا اس کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ (رگ وید، منڈل 2، سوکت 121، منتر 3)

☆جو لوگ باطل وجود والے دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت) کر دینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔ (یجروید، 40-9)

☆اے گروہ علماء اے میرے لوگوں بے کار چکر میں مت پڑو۔ پرماتما کو چھوڑ کر اور کسی کی استتی (تسبیح) نہ کرو تم سب مل کر اس عظمت والے پر میشور کی ہی بار بار تسبیح کرو۔ (پنڈت دیودت، اتھروید کانڈ 20، سوکت 85، منتر 1)

☆وہ پر میشور نہ دوسرا ہے نہ تیسرا اور نہ چوتھا ہی اسے کہا جاسکتا ہے وہ پانچواں چھٹا اور ساتواں بھی نہیں ہے۔ آٹھواں نواں اور دسواں بھی نہیں، وہ اکیلا ہے، وہ ان سب کو الگ الگ دیکھتا ہے، جو سانس لیتے ہیں یا نہیں لیتے، تمام طاقتیں اسی کی ہیں، وہ بڑی طاقت والا ہے، جس کے قبضہ قدرت میں پوری کائنات ہے، وہ ایک ہے اس کی طرح کا کوئی دوسرا نہیں اور یقینی طور پر وہ ایک ہی ہے۔ (اتھروید کانڈ 13، سوکت 2، منتر 16 تا 18)

اپنشد میں بت پرستی کی ممانعت پر درج ذیل دلائل ہیں:

☆اس ایشور کا کوئی پالن ہار نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔ (شویتاسواتر اپنشد ادھیائے 6، شلوک 9)

☆اس خدا کا کوئی عکس نہیں ہے کوئی اس جیسا نہیں ہے جو عظمت والا ہے۔ (شویتاسواتر اپنشد ادھیائے، 4-19)

بھگوت گیتا میں بھی بت پرستی کی ممانعت ہے:

☆ جن کی فہم مادی خواہشات نے سلب کر لی ہے۔ انہوں نے دیوتاؤں (اوتاروں) کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور پھر مرضی کے مطابق پوجا کے اصول بنا لئے ہیں۔ (بھگوت گیتا، باب 7، شلوک 8)

☆ جو لوگ دوسرے دیوتاؤں کے بھگت ہیں اور پوری عقیدت سے انکی پوجا کرتے ہیں تو وہ بہت ہی غلط راستے پر ہیں اور غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ (بھگوت گیتا ادھیائے 9، شلوک 23)

☆ صرف ایک سب سے طاقتور خدا کو اپنا مالک مانتے ہوئے خود غرضی اور گھمنڈ چھوڑ کر خلوص اور جذبہ اور سچے پیار کے ساتھ لگاتار تفکر کرنا ایسی عبادت ہے جو بدکاری سے پاک ہے۔ (تفسیر گیتا، صفحہ 326، کلیان گور کھپور)

☆ خدا نہ تو لکڑی میں ہے نہ پتھر میں، نہ مٹی (سے بنی مورتیوں) میں وہ تو احساسات میں موجود ہے، اس کا احساس ہونا ہی اس کے وجود کی دلیل ہے۔ (گروڑ پران، دھرم کانڈ، پریت کھنڈ 38-13)

☆ مٹی پتھر وغیرہ کی مورتیاں دیو نہیں ہوتیں۔ (شری مدبھاگوت مہاپران اسکندھ 249 ادھیائے 84، شلوک 11)

ہندو مذاہب میں ان کی مذہبی کتابوں میں احکامات اور مطالب کو غلط ترجموں کے ساتھ الٹ پھیر اور ردوبدل کر کے کس طرح شرک کو فروغ دیا جاتا رہا ہے۔ اس کی مثال مہ رشی۔ وید ویاس جی کے لکھے وید کے ان شلوکوں سے کیا جا سکتا ہے "تمھیم ماتا چہ پتا تمھیں - تمھیں بندھش شکھا تمھیم تمھیم ودیا در ونڈم تمھیم - تمھیم پریم تمھیم " اس شلوک کا صحیح ترجمہ یوں ہے: تو نے ہی دیا ہے مجھے ماں اور تو نے ہی مجھے پتا دیا ہے۔ تم ہی نے مجھے دریا دی ہے۔ تم ہی نے مجھے گیان دیا ہے۔ اور تم ہی نے مجھے شکشا دینے والا ایک گرو دیا ہے۔ تم بہت ہی اچھے ہو کہ مجھے اتنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہارا پریے داس ہوں۔ تو نے ہی جیون بتانے کا ایک مارگ دیا تو بڑا ہی مہان ہے۔

لیکن اس کا غلط ترجمہ لوگوں نے سامنے آج کل کے گرو کس طرح کرتے ہیں: تم ہی ماتا ہو۔ تم ہی پتا ہو۔ تم ہی رشتہ دار ہو۔ تم ہی دوست ہو تم سبھی ہو اور تم میرے پریے بھگوان بھی ہو۔

یہاں نر کبھی نارائن بنا دیا جاتا ہے۔ نر کے معنی آدمی جو ہستی کھاتی پیتی اور سانس لیتی ہے۔ لوگ غلط ترجمے کر کے انسان کو ہی بھگوان بنا بیٹھے۔

رامائن اس مشہور کتھا میں ایک سوئمنبر کانڈ کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ جب سیتا جی بیاہ کر رام کے گھر آتی ہیں اور دونوں میں کچھ کلام ہوتا ہے جسے ادھیاتم رامائین کہتے ہیں۔ جس کے چند شلوک نیچے درج کئے جاتے ہیں۔ جس میں رام خود کہتے ہیں کہ میں کوئی بھگوان نہیں ہوں بلکہ میں خود ایک ایشور کی پوجا کرتا ہوں۔

سیتا: "اتی سے بھی رام نے کہاوے تم پربے جن تکے سہاگ" ترجمہ: اے رام تم میرے پتی ہو آج سے اور تم میرے ناتھ ہو۔ (یعنی تم میرے بھگوان ہو)

رام: "نہ ھی مم پربے ناتہ کہاں ھوں اے سیتے ۔ ایشور دا ھوکتی ہے تہہ ماتھا۔ شیش نواب ھی رام ھو۔" ترجمہ: کہ اے سیتے میں ایشور نہیں ہوں۔ بلکہ میں خود اپنی مصیبت میں اپنا سر ایک ایشور کے آگے جھکا دیتا ہوں اور اسے پکارتا ہوں۔ میں کوئی بھگوان نہیں ہوں۔

رام: "اھوس آھو پرم پربے شیش نواب ھی۔ رام ھوتے ایشور ہناب" ترجمہ: اے سیتا تو مجھے ایشور مت مان بلکہ تو بھی اس ایشور کے سامنے جھک جا۔ جسکے سامنے رام بھی جھکتا ہے۔

یہ تو ہے رام جی کا حکم لیکن ان کے ماننے والوں نے ان کو ہی بھگوان بنا دیا۔

(ہندو مذہب میں بت پرستی پر ممانعت/https://babulislamsindh.wordpress.com/2015/04/16/)

مختلف ہندو فرقوں میں بت پرستی کی ممانعت

☆**کبیر پنتھ فرقہ**: اس فرقہ کے بانی کبیر داس جی ہیں جنہوں نے قدیم ذات پات کے نظام (caste system) کی اور فرقہ ورانہ اختلافات کی سختی سے مخالفت کی۔ کبیر داس جی رامانند جی کے شاگرد تھے۔ رامانند رامانج کے شاگرد تھے۔ رامانج نے توحید بھگتی پر زور دیتے ہوئے سب ذاتوں کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھا تھا۔ کبیر ہندومت کے خارجی اعمال کو ڈھکوسلہ سمجھتے تھے اور پوجا، خدمت، ورت وغیرہ کو گڑیا کا کھیل بتاتے تھے۔ وہ پنڈتوں سے پوچھتے بتاؤ یہ چھوت چھات کہاں سے آگیا۔۔۔۔۔؟

☆**داود پنتھ فرقہ**: سنتوں میں داود دیال کا نام بہت مشہور ہے ان کی پیدائش احمد آباد گجرات میں ہوئی۔ دوسرے سنتوں کی طرح داود نے بھی بت پرستی ذات پات کا بندھن تیرتھ برت اوتار وغیرہ کے تصور کی سختی سے مخالفت کی۔ توحید کی نصیحت پر زور دیا اور مورتی پوجا کی تنقید کی۔

☆**آریہ سماج:** آریہ سماج ایک ہندوؤں کی اصلاحی تحریک کی شکل میں وجود آیا تھا جس کے بانی مول شنکر تھے جو بعد میں دیانند سرسوتی کہلائے، وہ گجرات کے کاٹھاواڑ گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ ہندوؤں کے بقول وہ حق کی تلاش میں متعدد مقامات پر گئے۔ سوامی دیانند سرسوتی جو کہ ستیارتھ پرکاش کے مشہور مصنف اور دانشور ہیں انہوں نے ہندومت کے لئے نمایاں بنیاد فراہم کی ہے، اس نے غیر عقلی ہندوانہ تصورات اور دیومالائی داستانوں کا سرے سے انکار کردیا ہے اور انہوں نے بت پرستی اور اوتار واد کی سختی سے مذمت کی۔

ویدوں کو بنیاد مانتے ہوئے اسکے عقائد و اعمال پر مبنی ویدک دھرم کو موجودہ ہندومت کی اصل قرار دیا۔ ویدوں کی تعلیمات کے منافی تمام ہندو نظریات کو بے بنیاد ٹھہرایا اور موجودہ ہندومت میں پائے جانے والی مختلف ہندو فرقوں کا ابطال کیا۔ اس نے مورتی، پوجا، مندر، تیرتھ، استھان، اوتار واد اور گنگا اشنان وغیرہ کی سختی سے تردید کی۔

☆**برہم سماج:** برہم سماج کے بانی راجا رام موہن رائے تھے، انہوں نے متعدد دیوتاؤں کے بندھن سے عوام کو باہر نکالنے کو کوشش کی اور کہا ایک ہی خدا ہے، یہ شرک اور بت پرستی کے خلاف تھے۔ انہوں نے بت پرستی کے خلاف ایک کتاب "**میس تحفتہ الموحدین**" لکھی جو فارسی میں تھی۔ اس کتاب میں انہوں نے توحید کا علم بلند کیا اور بت پرستی کی سختی سے تردید کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب "**آئینہ تثلیث**" لکھی جس سے انہوں نے توحید کی مخالفت کرنے والوں کا رد کیا تھا۔

☆**نرنکاری مشن:** نرنکاری مشن سکھوں کا ایک گروہ ہے۔ جو سکھ اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ گرو آتے رہتے ہیں نرنکاری کہلائے۔ نرنکاری مشن کی شروعات بابا بوٹا سنگھ نے پشاور سے کی اور بعد میں یہ ذمہ داری بابا اوتار سنگھ کو ملی۔ آخر میں بابا ہردیو سنگھ نے گدی سنبھالی۔ اس فرقہ کی پہلی تعلیمات میں پربھو کو نراکار اور غیر مجسم مانتا ہے۔ اور اسی اصول کو مد نظر رکھ کر تمام تعلیمات دی جاتی ہیں۔

ویدوں میں تحریف

ہندو مذہب کی بنیادی کتب ویدیں ہیں جو تحریف شدہ ہیں۔ سوامی دیانند نے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا ہندی صفحہ 860 پر اور لیکھرام نے کلیات آریہ مسافر میں اور مہابھاشیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ اتھروید کا پہلا منتر اوم شنودیوی ہے جبکہ موجودہ اتھروید میں یہ منتر چھبیسویں نمبر پر آتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ وید کے منتروں کی تعداد

میں بھی اختلاف ہے۔ سائیں بھاشیہ نے 5977، سیوک لال نے 5047، ساتولیک نے 700، ویدک سدھانت نے 400 بتائے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار اختلافات ہیں۔ کوئی بھی وید تحریف اور لغو باتوں سے خالی نہیں ہے۔

ہندؤں کے بنیادی عقائد میں اختلاف

یہ بات تو واضح ہے کہ ویدیں غیر الہامی کتابیں ہیں جیسا کہ کتاب سروانو کرنی میں لکھا ہے کہ جس کا کلام ہے وہ رشی ہے۔اب رشی کون ہے؟ تو یہ واضح رہے کہ رشی کسی خدا یا رسول یا نبی کو نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ ویدوں کے شاعر رشی کہلاتے ہیں۔ لفظ رشی کے معنی ہیں منتر دیکھنے والا (یعنی توجہ سے منتر کو دیکھنے والا اور بنانے والا) جیسا کہ تیتریہ برہمن میں ہے کہ عقلمند رشی منتروں کے بنانے والے ہیں رگوید منڈل 10 سوکت 62 منتر 5 میں ہے: ''شاعر پنڈت رشیوں کی اولاد اور شاگرد رشی کہلائے۔''

نرکت 1:7 میں ہے جس دیوتا سے کوئی تمنا پوری ہونے کی آرزو کر کے رشی نے اس کی تعریف کی وہ اس منتر کا دیوتا کہلاتا ہے۔ان تمام حوالہ جات سے واضح ہوا کہ ویدیں غیر الہامی کتابیں ہیں اس کے منتر کسی خدا نبی رسول کے نہیں ہیں۔ خود ان ریشوں نے بھی کبھی اپنے نبی یا رسول یا خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

ان بنیادی کتب میں بنیادی عقائد کے متعلق شدید اختلاف ہے۔ایک نظریہ یہ ہے کہ برہماجی تمام دیوتاؤں میں سب سے پہلے ہے، وہی تمام عالم کا خالق اور رازق ہے، اس کے چار منہ تھے، ایک ایک منہ سے ایک ایک وید نکلا تو چار وید بن گئے۔ کہتے ہیں کہ: اس کے مشرقی منہ سے رگ وید، جنوبی منہ سے یجر وید، مغربی منہ سے سام وید اور شمالی منہ سے اتھر او ید نکلا ہے۔ ایک اور نظریہ یہ بھی ہے کہ وید 414 رشیوں کا کلام ہے اور ایک نظریہ کے مطابق یہ چار رشیوں کا کلام ہے۔ جس نظریے کے مطابق ویدوں کے مصنفین 414 ہیں۔ان کے نام بھی ویدوں میں مذکور ہیں۔ لیکن ان کے حالات و کردار واضح نہیں ہیں اور یہ بات بھی ٹھوس نہیں ہے کہ مصنفین وہی 414 ہی ہیں اور یہ اختلاف اپنی حقیقت کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ڈاکٹر داس گپتا کا خیال ہے کہ رگ وید کے منتر نہ تو کسی ایک شخص کے تصنیف ہیں نہ کسی ایک زمانے کی، یہ منتر غالباً مختلف زمانوں میں مختلف رشیوں نے تصنیف کئے۔

ان ویدوں میں خداؤں کی تعداد میں اختلاف ہے۔یجر وید میں لکھا ہے کہ دیوتا کی کل تعداد 23 ہے۔ 11 زمین پر 11 آسمان میں اور 11 جنت میں۔رگویہ منڈل 3 سوکت 9 منتر 9 میں ہے کہ یہ تعداد 3340 ہے۔ رگ وید کے مطابق 3331 دیوتاؤں نے مل کر آگ دیوتا کو گھی سے سینچا اور اس کے پاس گئے تو یہ ایک دیوتا کا اضافہ ہوا یوں ان کی تعداد 3340 بنی۔اس کے علاوہ ذاتی گھریلو اور گاؤں کے بھی الگ الگ دیوتا ہیں۔گائے بھی دیوتا ہے۔ الغرض ان کے بے شمار دیوتاؤں کی تعداد تقریباً 33 کروڑ بنتی ہے۔

(http://tahaffuz.com/2458/#.WBt9YC197IU)

عقیدہ اوتار کا تنقیدی جائزہ

ہندوؤں کا عقیدہ اوتار کئی اعتبار سے باطل ہے جیسے:

☆اس اوتار میں ہر کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس میں خدا کی ذات نے نزول کر لیا ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کئی لوگ دنیا میں آئے بھی ہیں۔

☆اگر اوتار کا عقیدہ صحیح ہوتا تو اس وقت ہندو پوری دنیا میں تعداد میں زیادہ ہوتے کہ معاذاللہ خدا مختلف ادوار میں مخلوق کی شکل میں آکر ہندو مذہب کی ترویج کرتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو مذہب میں مسلسل کمی آرہی ہے اور کئی دیگر مذاہب ہندو مذہب سے نکل کر بنے ہیں جن میں بدھ مت، سکھ مت وغیرہ سر فہرست ہیں۔

☆عقیدہ اوتار کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں خدا کو لاچار ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کی ہدایت خود معبود رہ کر نہیں کر سکتا نہ اپنے مخصوص بندوں کو بطور حجت مخلوق پر ہادی بنا سکتا ہے بلکہ خود اسے کسی مخلوق میں نزول کرنا ضروری ہے۔

ہندو ایک متعصب قوم ہے

ہندوؤں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک متعصب قوم ہے جو اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب بالخصوص مسلمان کو برداشت نہیں کرتی۔اسلام میں جہاد، ذمی اور حربی کے احکام میں ظلم و بربریت نہیں، کسی کافر کو اس کے مذہبی افعال سرانجام دینے پر قتل وغارت کا حکم نہیں جبکہ ہندو مذہب میں ظلم وزیادتی کی انتہا

یہ ہے کہ مسلمانوں کے قربانی کرنے پر انہیں قتل کر دیا جاتا ہے۔ نئی دہلی (خصوصی رپورٹ) میں ہے: بھارت میں انتہاپسند ہندو تنظیم آر ایس ایس کے ترجمان اخبار پنچ جنیہ کے معماروں میں سے ایک طفیل چترویدی نے کہا ہے کہ دارالحکومت دہلی سے متصل دادری میں گائے کے گوشت کی افواہ پر محمد اخلاق کا قتل ایک فعل کا ردعمل ہے۔ طفیل چترویدی نے برطانوی خبر رساں ادارے سے بات چیت میں کہا کہ ویدوں میں صاف صاف لکھا ہے کہ گائے مارنے والے پاپی کو قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ تاہم انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کس وید میں اور کہاں پر لکھا ہے۔ ہندوں کے مختلف ادوار پر مشتمل چار وید ہیں۔ بھارتی دارالحکومت دہلی سے متصل دادری کے بساہڑا گاؤں میں گائے کا گوشت کھانے کے افواہ پر ستمبر کے آخری ہفتے میں محمد اخلاق نامی ایک شخص کو مشتعل ہجوم نے پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔ اخلاق کے گھر میں فریج میں رکھے گوشت کو گائے کا گوشت کہا گیا تاہم بعد میں فورینزک جانچ کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ دراصل وہ بکرے کا گوشت تھا۔ آر ایس ایس کے مطابق مدرسے اور بھارتی مسلم قیادت بھارت کے مسلمانوں کو اپنی ہر روایت سے نفرت کرانا سکھاتا ہے۔ لیکن طفیل چترویدی اس سرکاری رپورٹ کو غلط قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے یہ یقینی طور پر غلط ہے اور یہ حکومت کا کام ہے۔ (روزنامہ خبریں، 22 اکتوبر 2016)

مساجد کو شہید کر دیا جاتا ہے اور اسے مندر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے جس کی سب سے بڑی مثال تاریخی بابری مسجد ہے جس کو فقط اس وجہ شہید کر دیا گیا کہ ہندوؤں کے نزدیک رام کی پیدائش اس جگہ ہے جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔ بابری مسجد مغل بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کے نام سے منسوب ہے۔ بابری مسجد بھارتی ریاست اتر پردیش کی بڑی مساجد میں سے ایک تھی۔

بابری مسجد مغل بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر (1531-1483) کے حکم سے دربار بابری سے منسلک ایک نامور شخص میر باقی کے ذریعہ سن 1527ء میں اتر پردیش کے مقام ایودھیا میں تعمیر کی گئی۔ یہ مسجد اسلامی مغل فن تعمیر کے اعتبار سے ایک شاہکار تھی۔ بابری مسجد کے اوپر تین گنبد تعمیر کیے گئے جن میں درمیانی گنبد بڑا اور اس کے ساتھ دو چھوٹے گنبد تھے۔ گنبد کے علاوہ مسجد کو پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا جس میں صحن بھی شامل تھا۔ صحن میں ایک کنواں بھی کھودا گیا۔ گنبد چھوٹی اینٹوں سے بنا کر اس پر چونا کا پلستر کیا گیا تھا۔ مسجد کو ٹھنڈا رکھنے کی غرض سے اس کی چھت کو بلند بنایا گیا روشنی اور ہوا کے لئے جالی دار کھڑکیاں نصب تھیں۔ اندرونی تعمیر میں ایک انتہائی خاص بات یہ

تھی کہ محراب میں کھڑے شخص کی سرگوشی کو مسجد کے کسی بھی اندرونی حصے میں آسانی سے سنا جا سکتا تھا۔ الغرض یہ اسلامی فن تعمیر کا شاہکار تھا۔

ہندوؤں نے اس قدیم تاریخی مسجد کو شہید کر کے مندر بنانے کی مذموم کوشش کی اور اس پر فتنہ پرستوں نے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز بھر دی کہ بابر نے بکرماجیت کے بنائے ہوئے رام جنم مندر کو منہدم کر کے اس جگہ مسجد تعمیر کرائی تھی، چنانچہ رام جنم مندر کے دعویداروں کے ایک ترجمان نے بے بنیاد اور من گھڑت دعوی کرتے ہوئے لکھا ہے: "1525ء میں بابر یہاں آیا، ایک سپتاہ (ہفتہ) رکا، اس نے جنم استھان مندر ڈھا کر ایک مسجد بنوائی جو اس مندر کے ملبے سے بنائی گئی۔" (ماہنامہ الفرقان روشنی، صفحہ 28، اپریل 1984ء)

جبکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ بابر نے کسی بھی مندر کو منہدم نہیں کیا جس کا ثبوت ہندوؤں کے مؤرخین سے ملتا ہے چنانچہ پروفیسر شری رام شرما اپنی مشہور تصنیف "**مغل امپائر آف انڈیا**" میں لکھتا ہے: "ہم کو کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ بابر نے کسی مندر کو منہدم کیا اور کسی ہندو کی ایذا رسانی محض اس لئے کی کہ وہ ہندو ہے۔"

(مغل امپائر آف انڈیا، صفحہ 55، ایڈیشن 1945ء)

اسی طرح ایک دوسرے ہندو مؤرخ رام پرشاد گھوسلہ جو پٹنہ یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر رہ چکے ہیں اپنی کتاب "**مغل کنگ شپ اینڈ نوبیلٹی**" میں بابر کے متعلق لکھتے ہیں: "بابر کے تذکرہ میں ہندوؤں کے کسی مندر کے انہدام کا ذکر نہیں اور نہ ثبوت ہے کہ اس نے ہندوؤں کا قتل عام ان کے مذہب کی وجہ سے کیا۔ وہ نمایاں طور پر مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے بری تھا۔" (مغل کنگ شپ اینڈ نوبلٹی، صفحہ 207)

بنگال کے باشندہ آر، کے داس گپتا اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: "رام جنم بھومی میں کسی مندر کے وجود کا آثار قدیمہ کے ریکارڈز سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، بظاہر یہ سنگھ پریوار کی تاریخ دانی کا اعجاز ہے، جو تحقیقات، ہندوستان کی قدیم تاریخ کے بارے میں ہندوستان اور غیر ملکوں میں کی گئی ہیں، ان کے مطابق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رام کی داستان ہندوستان کے دیومالائی ورثے کا ایک حصہ ہے، کیونکہ والمکی کی اس عظیم داستان کی کوئی تاریخی بنیاد نہیں ہے۔ وہ رام جس کی تخلیق سنگھ پریوار اور خصوصاً وشوا ہندو پریشد نے 1964ء میں ہندو قوم کے فروغ کے لئے کی ہے ایک سیاسی ایجاد ہے۔ تلسی داس نے رام کی وطنیت کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا کیونکہ جیسا کہ انہوں نے اپنی آودھی رام

چرت کے بالا کنڈا میں لکھا ہے: رام کوئی وجود نہیں رکھتے، وہ منفرد ہیں، تمام انکلیتوں کا خزانہ ہیں، ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ رام چرت کی تحریر 30 مارچ 1574ء میں شروع کی گئی تھی جبکہ بابری مسجد کی تعمیر ہوئے برس گزر چکے تھے، قرون وسطی کی اس ہندی کوی کار ابندر ناتھ ٹائیگور کی طرح یہی خیال ہے کہ رام والمیکی کے ذہن کی پیداوار ہے۔'' (رام کا نام سیاسی آلہ کار، روزنامہ منصف حیدرآباد 8 جولائی 2001ء)

لیکن ہندو متعصب قوم کو مذہب کے جذبات میں ابھار کر بابری مسجد کو 1992ء میں انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں شہید کر دیا گیا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے ایل کے اڈوانی کی قیادت میں سخت گیر تنظیموں وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور شیو سینا کے ساتھ رام مندر کی تعمیر کے لیے ایک تحریک چلائی تھی۔ تحریک کے دوران 6 دسمبر 1992ء کو ہزاروں ہندو کارسیوکوں نے بی جے پی اور وشو ہندو پریشد کے اعلیٰ رہنماؤں اور نیم فوجی دستوں کے سینکڑوں مسلح جوانوں کی موجودگی میں تاریخی مسجد کو منہدم کر دیا تھا۔ جس کے بعد دہلی اور ممبئی سمیت ہندستان میں تقریباً دو ہزار مسلمانوں کو ہندو مسلم فسادات میں مار دیا گیا۔ بابری مسجد کے انہدام سے پہلے ہندو مظاہرے کے منتظمین نے یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ مسجد کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس مظاہرے میں ہندستان بھر سے تقریباً ڈیڑھ سے دو لاکھ لوگوں نے شرکت کی تھی۔ بابری مسجد کا تنازعہ اس وقت بھی مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان شدید نزع کا باعث ہے اور اسکا مقدمہ بھارتی سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے۔

ہندو وہ واحد متعصب قوم ہے کہ ان ہندو لیڈروں کو ووٹ دیتے ہیں جو مسلمانوں کا دشمن ہو بلکہ مودی نام کا وزیر جس کی تاریخ مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے پر مشہور ہے وہ اسی وجہ سے ہندوستان کا وزیر اعظم بن گیا کہ وہ ہندو مذہب کو عام کرے گا، زبردستی مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے گا۔ اس کی باقاعدہ کوشش کی گئی اور مسلمانوں پر حال ہی میں اس حوالے سے ظلم و ستم بھی کئے گئے۔

ہندو متعصب کیوں ہیں؟

ہندوؤں کی مذہبی کتب ویدوں میں ظالمانہ احکام کی بھرمار ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوؤں کا تعصب اور دوسری اقوام سے مخالفت ان کی مذہبی تعلیم ہے۔ اس مذہب میں دوسری اقوام کے متعلق ظالمانہ اور غیر انسانی احکام دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہندو قوم متعصب دوسروں کو ناپاک سمجھتی ہے اور زمین کو دوسری اقوام اور

دوسرے مذاہب (خواہ وہ اسلام ہو یہودیت ہو یا عیسائیت یا کوئی اور مذہب) کے ماننے والوں سے پاک کرنا فرض اور ضروری سمجھتی ہے۔ اس رو سے ہندوؤں سے امن کی توقع رکھنا انتہائی احمقانہ فعل قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان کے مذہب کے مطابق ہندو وہی ہے جو اپنے ہندوؤں کے علاوہ دوسروں کو ناپاک اور واجب القتل سمجھے اور اس کی کوشش بھی کرے۔

ہندو مذہب کی ظالمانہ تعلیمات ملاحظہ ہوں:

☆دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلادو۔ (یجروید ادھیاء، منتر دیانند بھاش)

☆دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ و یعنی گائے بیل بکری اور لوگوں کو بھوکا مار کر ہلاک کرو۔

(یجروید ادھیاء، منتر دیانند بھاش)

☆اپنے مخالفوں کو درندوں سے بھڑوڈالو۔ ان کو سمندر میں غرق کرو۔ (یجروید)

☆جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اسی طرح ان کو تڑپا تڑپا کر مارو۔ (یجروید)

☆ان کی گردنیں کاٹ دو۔ (یجروید)

☆جائز اور ناجائز طریق سے ہلاک کردو۔ (یجروید)

☆ان کو پاؤں کے نیچے کچل دو اور ان پر رحم نہ کرو۔ (یجروید)

قارئین! ان تمام باتوں سے واضح ہوا کہ ہندو دیگر اقوام مذہب کے ماننے والوں کو زندہ کیوں جلاتے ہیں۔ ان کے گھر کھیتی اور مال مویشیوں کو کیوں جلاتے اور برباد کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس چیز سے باز بھی نہیں آئیں گے کیونکہ اس شدت پسندی کو چھوڑنا ان کے مذہب کے خلاف ہے۔

ہندو مذہب میں عورتوں کے متعلق بدترین احکام

عورتوں کے متعلق بدترین احکام ملاحظہ ہوں:

☆عورتوں کے ساتھ محبت نہیں ہوسکتی عورتوں کے دل درحقیقت بھیڑیوں کی بھٹ ہیں۔ (رگوید)

☆اندر نے خود یہ کہا کہ عورت کا دل استقلال سے خالی ہے اور یہ عقل کی رو سے ایک نہایت ہلکی چیز ہے۔

(رگوید)

☆عورت اور شودر دونوں کو نردھن (یعنی مال سے محروم) کیا گیا ہے۔ (اتھروید ادھیاء)

☆لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں۔ (اتھروید)

☆اگر کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی طرف سے جائیداد ملتی ہے تو اسے جائیداد کی بیع و فروخت کا کوئی اختیار نہیں۔ (اتھروید)

☆عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ ایک جائیداد (جو اس کو دوسرے فوت شدہ شوہر سے ملی ہے) بلاوجہ دوسرے کے قبضہ میں نہیں جا سکتی۔ (منو)

☆عورت خلع نہیں لے سکتی۔ (یعنی مرد کتنا ہی ظالم کیوں نہ ہو عورت کو اس سے علیحدہ ہونے کا کوئی حق نہیں) (منو)

☆عورت کو جوئے میں ہارنا اور فروخت کرنا جائز ہے۔ (نروکت)

☆جس لڑکیوں کے بھائی نہ ہوں ان کی شادی نہیں ہو سکتی۔ (اتھروید)

☆عورت کے لئے مذہبی تعلیم ممنوع ہے۔ (منو)

☆کسی عورت کی صرف لڑکیاں ہوں تو وہ لڑکے پیدا کرنے کے لئے نیوگ کرے۔ (یعنی اس کی بیوی کسی غیر مرد سے زنا کروائے۔) (ستیارتھ پرکاش باب مضمون نیوگ)

(http://tahaffuz.com/2458/#.WBt9YC197IU)

ہندو مت میں ذات کی تقسیم

ہندو مذہب میں ذات پات کی غیر اخلاقی تقسیم بھی ہے۔ اس فعل میں ان کی مذہبی کتب کا اہم کردار ہے۔

ہندو مذہب میں قوم کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: (1) براہمن قوم (2) کھشتری قوم (3) ویش قوم (4) شودر قوم

☆وید میں ہے کہ برہمن پرماتما کے منہ سے کشتری بازوؤں سے ویش رانوں سے شودر پاؤں سے پیدا ہوا۔

(رگ وید، باب 10، بھجن 90، صفحہ 38)

☆ وید کے لئے برہمن حکومت کے لئے کھشتری کاروبار کے لئے ویش اور دکھ اٹھانے کے لئے شودر کو پیدا کیا ہے۔ (اتھروید 30:5)

☆ برہمنوں کے لئے وید کی تعلیم اور خود اپنے اور دوسروں کے لئے دیوتاؤں کو چڑھاوے دینا اور دان (چندہ) لینے دینے کو فرض قرار دیا۔ (منوشاستر، باب اول، صفحہ 88)

☆ کھشتری کو اس نے حکم دیا کہ مخلوق کی حفاظت کرے، دان دے، چڑھاوے چڑھائے، وید پڑھے اور شہوات نفسانی میں نہ پڑے۔ (منوشاستر، باب اول، صفحہ 89)

☆ ویش کو اس نے حکم دیا کہ وہ مویشی کی سیوا کرے دان دے چڑھاوے چڑھائے تجارت لین دین اور زراعت کرے۔ (منوشاستر، باب اول، صفحہ 90)

☆ شودر کے لئے قادر مطلق نے صرف ایک ہی فرض بنایا ہے وہ ہے ان تینوں (برہمن قوم، کھشتری قوم اور ویش قوم) کی خدمت کرنا۔ (منوشاستر، باب اول، صفحہ 91)

قارئین آپ نے ملاحظہ کیا کہ ہندو ذات میں چار قسمیں کی گئی ہیں۔ پہلی قوم یعنی برہمن کو اعلیٰ اس کے بعد کھشتری اس کے بعد ویش کو رکھا گیا اور چوتھے نمبر پہ شودر قوم کو رکھا گیا اور اس قوم کا کام صرف ان مذکورہ اقوام کی خدمت کرنا ہے۔ اس طرح برہمن قوم کے ہر گناہ اور خطا کو معاف قرار دیا جیسے منوشاستری میں ہے کہ جس برہمن کو رگوید یاد ہو وہ بالکل گناہ سے پاک ہے اگرچہ وہ تینوں اقوام کو ناس کر دے یا کسی کا بھی کھانا کھالے۔

(منوشاستر، باب نہم، صفحہ 262)

سزائے موت کے عوض برہمن کا صرف سر مونڈا جائے لیکن اور ذات کے لوگوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ (منوشاستر، باب ہشتم، صفحہ 379)

شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے اس کا وہ عضو کاٹ دیا جائے۔ (منوشاستر، باب دوم، صفحہ 381)

وید سننے پر (شودر کے) دونوں کانوں میں سیسہ ڈال دو، پڑھے تو زبان کاٹ دو، یاد کرے تو دل چیر دو۔

(منوشاستر، باب چہارم، ماخوذ از http://tahaffuz.com/2458/#.Wd7o5I-Czcs)

ذات پاک کی یہ تقسیم آج تک موجود ہے۔ الحمد علی احسانہ اہل اسلام کس قدر خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمیں اسلام دیا اور ایسی غلط تقسیم سے محفوظ رکھا۔

انسانیت سوز عقائد

ہندوؤں کے ہاں جہاں اخلاقیات کا فقدان ہے وہاں بے شمار خرافات اور انسانیت سوز مظالم ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

☆**نیوگ:** اس عقیدے کا مطلب ہے کہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر چاہے تو شہوت کی تسکین کے لئے دوسرے مرد کے پاس جاسکتی ہے اور اولاد پیدا کر سکتی ہے لیکن شادی نہیں کر سکتی۔ اسی طرح عورت کے ہاں اگر صرف لڑکیاں ہوں لڑکے پیدا نہ ہوتے ہوں تو شوہر کے ہوتے ہوئے بھی وہ زیادہ سے زیادہ دس مردوں کے پاس علیحدہ علیحدہ جاسکتی ہے۔ اس طرح اگر بالکل اولاد نہ ہو تو بھی یہ حکم ہے۔

(ستیارتھ پرکاش، صفحہ 138)

☆**تناسخ:** سنسکرت والے اس کو اواگوان کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا گناہوں یا نیکیوں کا باعث بار بار جنم لینا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روحوں کی تعداد محدود ہے۔ خدا مزید روح پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے روحوں کو اواگوان کے چکر میں ڈال دیتا ہے اور ہر روح گناہ کے بدلے ایک لاکھ چوراسی ہزار مرتبہ مختلف شکلوں میں جنم لیتی ہے۔

(کٹھ اپنشد 5:7)

☆انسان کی روح گدھے، گھوڑے، بلی اور دیگر حیوانات، گاجر، مولی، مرچ وغیرہ، نباتات، جمادات میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور یہ سب حیوانات نباتات جمادات پچھلے جنم میں انسان تھے، گناہوں کی وجہ سے ان شکلوں میں ہو گئے۔ اسی طرح انسانوں کا دکھ بیماری میں مبتلا ہونا پچھلے جنم میں گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہے۔

(منڈک 1:2 ماخوذ از http://tahaffuz.com/2458/#.Wd7o5I-Czcs)

تناسخ کے عقیدے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے انسان تھا، پھر یہ انسان گناہوں کی وجہ سے پودا بن گیا، جانور بن گیا، پتھر ہو گیا وغیرہ۔ حالانکہ آج کی سائنس یہ ثابت کر چکی ہے کہ انسان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے اس دنیا میں صرف نباتات جمادات اور حیوانات ہی بستے تھے۔ نیز یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ انسان تو

حیوانات نباتات اور جمادات کا محتاج ہے ان کے بغیر اسکا گزر بسر نہیں ہو سکتا تھا تولا محالہ پہلے وہ چیزیں موجود تھیں پھر انسان کو پیدا کیا گیا۔ مزید یہ کہ کسی غریب، اپاہج، مریض کی مدد کرنا بیکار ہو گا کہ وہ اپنے پچھلے جنم کی سزا کاٹ رہا ہے۔

ہندوؤں کے اعتراضات کے جوابات

ہندو مسلمانوں کو ہندو مشرک ثابت کرتے ہوئے کچھ اعتراضات کرتے ہیں جن کے مختصر جوابات پیش خدمت ہیں:

اعتراض: ہندو اصل میں عبادت بھگوان کی کرتے ہیں مورتی کی نہیں جیسے مسلمان خدا کی عبادت کرتے وقت خانہ کعبہ جو ایک پتھر کی عمارت ہے اس کی عبادت کرتے ہیں۔

جواب: مسلمان ہرگز خانہ کعبہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اگر کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی عبادت کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ مسلمان خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے رب تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے۔ کعبہ ایک جہت کا نام ہے، زمین و آسمان میں اسی جہت کی طرف منہ کیا جائے گا۔

اعتراض: ہندو اور مسلمانوں میں کیا فرق ہے صرف اتنا ہی فرق ہے کہ ہندو بیٹھی اور کھڑی مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں اور مسلمان قبر میں لیٹے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں۔

جواب: یہ بالکل باطل ہے کہ مسلمان بزرگان دین کی پرستش کرتے ہیں۔ مسلمان فقط اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی تعظیم کرتے ہیں۔ تعظیم کو شرک کہنا جہالت ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی بھی بزرگ یا چیز کو اللہ عزوجل کی صفات کی طرح مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اعتراض: ہندو عبادت ایشور کی کرتے ہیں لیکن نیک ہستیوں کو وسیلہ بناتے ہیں جیسا کہ مسلمان وسیلے کے قائل ہیں۔

جواب: وسیلہ اور پرستش دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا معبود اور بندہ میں فرق ہے۔ مسلمان جن بزرگ ہستیوں کا وسیلہ اللہ عزوجل کے حضور پیش کرتے ہیں وہ ہرگز ان بزرگوں کی پرستش نہیں کرتے، ان بزرگوں کو حقیقی کارساز نہیں سمجھتے بلکہ عبادت کا مستحق اور حقیقی کارساز فقط رب تعالیٰ کو جانتے ہیں جبکہ ہندو اپنے مذہب کے معتبر

لوگوں کی باقاعدہ پوجا کرتے ہیں اور انہیں حقیقی کارساز سمجھتے ہیں جو کہ شرک ہے جیسا کہ پہلے زمانوں میں مشرکین کا طریقہ رہا ہے جس کی تردید اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں کی ہے۔

اعتراض: قرآن کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن کر فائدہ دیتا تھا تو کیا ہندوؤں کا سانپ یہ فائدہ نہیں دے سکتا؟

جواب: معجزات اور معبود میں بہت فرق ہے۔انبیاء علیہم السلام سے جو معجزات ہوئے وہ معبود برحق کی دلیل تھے نہ کہ خود معبود بن جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپ، صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو اللہ عزوجل نے معجزے دیئے وہ اپنے نبیوں کی تصدیق اور اپنی ذات کو واحد لاشریک ثابت کرنے کے لئے عطا فرمائے۔اس کے برعکس ہندوٗ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ انہیں حقیقی کارساز سمجھتے ہوئے ان کی عبادت کرتے ہیں اور یہ شرک ہے۔

اعتراض: خدا اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خدا کی ذات پوری دنیا میں سمائی ہوئی ہے۔ بھگوان ہر جگہ ہے۔ لیکن ہندو پاک صاف مٹی سے اس کی مورتی بناتے ہیں۔

جواب: اللہ عزوجل ہرگز پوری کائنات میں سمایا ہوا نہیں بلکہ وہ واجب الوجود ذات جہت و مکان سے پاک ہے۔اللہ عزوجل کا علم و قدرت تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہیں لیکن اس کی ذات ہر جگہ موجود کہنا کفر ہے۔اگر بقول ہندو کہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر جگہ ہے تو پھر کیا معاذ اللہ ناپاک جگہ میں بھی خدا کی ذات ہے؟ ہندو نے پاک مٹی سے مورتی بنا کر اس کی پرستش تو شروع کردی لیکن اس کے علاوہ جو نجاست والی مٹی ہے، ہزاروں چرند پرند بلکہ اربوں انسان ہیں ان کی پوجا کیوں نہیں کرتے کیا ہندوٗ عقیدہ کے مطابق ان میں خدا نہیں ہے؟

اعتراض: ہندو فقط ایک ایشور کی عبادت کرتے ہیں اور وہ ایشور دیگر معبودوں جیسے رام وغیرہ میں نزول کیا ہوا ہے جسے ہندو مذہب میں اوتار کہا جاتا ہے۔ لہٰذا عبادت صرف ایشور ہی کی کی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں بھی تو فلسفہ وحدۃ الوجود ہے۔

جواب: وحدۃ الوجود کی اصطلاح اور ہندوؤں کے اوتار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق خدا کسی بھی انسان یا جانور کی شکل میں نزول کرسکتا ہے جبکہ وحدۃ الوجود میں معاذ اللہ یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ اللہ

عزوجل مخلوق کی شکل میں جلوہ گر ہے بلکہ وحدت الوجود کا معنی ہے کہ وجود صرف ایک ہی ذات باری تعالی کے لئے ہے، موجود ایک وہی ہے اور باقی سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے۔ رب تعالی کی تجلی سے ہمیں یہ سب کچھ نظر آتا ہے، اس کی تجلی سے صرف نظر کر لیں تو پھر اس کے سوا کچھ نہیں۔ وحدۃ الوجود کے قائل اللہ عزوجل کے سوا کسی اور چیز کے قائل ہی نہیں ہیں پھر مخلوق کی بندگی کیسے کر سکتے ہیں۔ لٰہذا وحدت الوجود حق ہے قرآن عظیم واحادیث وارشادات اکابرین سے ثابت، البتہ اتحاد، کہ الہ و مخلوق میں فرق کا انکار اور ہر شخص و شے کی الوہیت کا اقرار یعنی یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا، یہ بے شک زندقہ الحاد اور اس کا قائل ضرور کافر ہے۔

★...بدھ مت...★

تعارف

بدھ مت چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں پیدا ہونے والا مذہب ہے جس کا بانی گوتم بدھ تھا۔ بدھ مت ہندو مذہب سے نکلا ہوا دین ہے۔ اس دین کی ایجاد کا سبب ہندو مذہب کی کوتاہیاں تھیں، آریا اور ہندوستان کی مقامی مذہبی روایات آپس میں مختلط ہو چکی تھیں، مذہبی رسومات پیچیدہ ہوتی جارہی تھیں اور ان پر ایک خاص طبقے برہمن کی اجارہ داری قائم ہو گئی تھی جنہوں نے خود کو تمام لوگوں سے افضل اور ممتاز قرار دے دیا تھا، مذہب میں کئی برائیوں کو داخل کر دیا گیا تھا۔ ان حالات میں عوام الناس کا ایک بڑا طبقہ ذات پات کے نظام سے بیزار ہو چکا تھا۔ ان حالات میں بدھ نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جسے بدھ مت کہا گیا۔

بدھ مت ایک فلسفیانہ مذہب ہے، اس میں انسان کو خود اپنی اصلاح کرنے کو کہا گیا ہے۔ گوتم بدھ کے بعد ان کے شاگرد آنند نے پانچ سو اہم بھکشوؤں کے ساتھ مل کر ان کی تعلیمات کو مرتب کیا۔ بدھ مت دنیا کے چوتھا بڑا مذہب ہے۔ ہندوستان کے بعد چین اور جاپان کے لوگ بدھ مت سے زیادہ متاثر ہیں۔ اب دنیا کے تمام ممالک میں یہ آباد ہیں۔

بدھ مت کی تاریخ

سنسکرت میں بدھ کے معنی عارف اور لوز کے ہیں۔ یعنی ایسا آدمی جسے معرفت الٰہی حاصل ہو گئی ہو اور وہ انسانیت کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف بلائے اسے بدھ کہتے ہیں۔ گوتم بدھ کا شمار دنیا کے بڑے مذہبی پیشواؤں میں ہوتا ہے۔

بدھ ہمالیہ کے دامن میں جنوبی نیپال میں بنارس سے سو میل کے فاصلے پر لمبنی (Lambini) میں 563 قبل از مسیح میں پیدا ہوا۔ بعض روایات میں اس کا زمانہ پیدائش 865 قبل از مسیح ہے۔ سن ولادت میں اختلاف کے ساتھ ساتھ اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ گوتم کا اصل نام کیا تھا۔ بعض لوگوں نے سدارتھ (Siddharata) پہلا نام اور گوتم قبائلی نام بتایا ہے۔ مگر جدید تحقیق کے مطابق اس کا اصل نام گوتم تھا

اور سدارتھ، ساکیہ منی، ساکھیہ سہنا، جن بھاگوا، لوک ناتھ اور دھن راج وغیرہ ان کے القاب تھے، جو ان کے متعقدین نے انہیں دیئے تھے۔

ان کے والد کا نام سدھونا تھا، ساکھیہ قوم کی چھوٹی سی راجدھانی کے راجہ تھے۔ یہ کھشتری خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ ان کے قبیلے کو ساکھیا بھی کہا جاتا ہے۔ بدھ مت کی پیدائش پر بدھ مت مذہب والے کئی کہانیاں بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کی پیدائش پر بعض جگہ زلزلے آئے، بغیر موسم کے پھل اور پھول پیدا ہوئے، دریاؤں کا کھارا پانی میٹھا ہوگیا، گوتم بدھ پیدا ہوتے ہی چلنا شروع ہوگئے۔ نجومیوں نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ بچہ بڑا راجا بنے گا بشرطیکہ وہ رہبانیت کی طرف راغب نہ ہو، ورنہ اس کو جنگلوں کی خاک چھاننا پڑے گی اور عظیم روحانی راہنما ہوگا۔

گوتم کی ماں کا نام مایا یا مہامایاMaha Maya Mayaor تھا۔ بدھ کی والدہ ان کی پیدائش کے ساتویں دن فوت ہوگئیں۔ نجومیوں کی اس پیشین گوئی کے تحت بدھ کے والد نے بڑے محل میں بچے کے لئے عیش و آرام کے تمام سامان پہنچادیئے۔

گوتم کے بچپن کے حالات مستند کتابوں میں نہیں ملتے ہیں اور جو ملتے ہیں وہ عقیدت مندوں کی عقیدت سے اس طرح متاثر ہوئے ہیں کہ تاریخی معیار پر پورے نہیں اترتے ہیں۔ بہر حال اتنا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے رواج کے مطابق علوم وفنون اور سپہ گری میں مہارت پیدا کی۔ جیسے جیسے ان کے علم میں اضافہ ہوتا گیا وہ مزید سنجیدہ اور متفکر رہنے لگے۔ وہ اپنے روز وشب کے بیشتر اوقات خلوت پسندی میں گزارتے تھے۔ وہ جوانی کے دور میں قدم رکھ چکے تھے، لیکن عام نوجوانوں کے برعکس ان میں کوئی جوش وولولہ نہ تھا، صرف ایک جنون تھا غور وفکر اور مراقبے کا، جو ان کی روح کو عارضی طور پر طمانیت فراہم کردیتا۔ ان کی اس سنجیدہ طبیعت کی وجہ سے ان کے والد بہت پریشان تھے۔ انہوں نے اپنے وزراء سے مشورہ کرکے کمسنی میں ان کی شادی یشودھراYasodhra سے کردی۔

شادی کے بعد اگرچہ راجہ کے سامنے سدھارتھ کے سنیاسی بننے کے کوئی آثار باقی نہیں رہے تھے۔ سب کچھ بظاہر ٹھیک ہورہا تھا لیکن خاموشی کے بعد بالآخر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا جس کا سبب سدھارتھ گوتم کے کچھ مشاہدات تھے۔ روایات کے مطابق ایک دن گوتم شاہی باغات میں تفریح کی غرض سے سیر کے لئے نکلا تو سڑک کے کنارے ایک نہایت ضعیف العمر شخص کو دیکھا جس کے چہرے کی جلد خشک اور جھریوں سے بھری تھی، دانت جھڑ چکے تھے،

وہ کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کی خمیدہ کمر اور کمزوری اسے اٹھنے نہیں دے رہی تھی، وہ بار بار لڑکھڑا کے گرنے لگتا اور چھڑی کے سہارے خود کو سنبھالتا۔

ایک بار ان کے سامنے بیمار شخص آیا جس کے جسم پر آبلے پڑے ہوئے تھے اور تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ایک بار انہوں نے ایک میت دیکھی جس کو لوگ شمشان کی طرف لے جا رہے تھے اور اس کے عزیز و اقارب ماتم کر رہے تھے۔

چوتھی اور آخری نشانی گوتم کی زندگی میں تبدیلی کا اہم سبب بنی تھی چنانچہ گوتم نے ایک زرد لباس میں ملبوس فقیر کو دیکھا، جس کے پاس بظاہر کچھ نہ تھا لیکن وہ بہت پرسکون اور مطمئن نظر آرہا تھا۔ اس فقیر کے چہرے پہ روحانیت، سرور اور طمانیت دیکھ کر گوتم حیران ہوا اور اس نے پختہ عزم کر لیا کہ اب وہ بھی حقیقی خوشی، سکون اور اطمینان قلب کے لئے درویش بنے گا۔ معرفت کے حصول کے لئے اپنی اسی جستجو میں اس نے ایک اہم فیصلہ کیا کہ وہ محل چھوڑ کر ریاضت کے لئے ویران جنگل میں جائے گا۔

ازدواجی زندگی کے تقریباً دس سال بعد گوتم کے ہاں ایک بچہ ہوا جس کا نام راہل رکھا گیا۔ اس رات سارے محل میں جشن منائے گئے، لیکن گوتم کے ذہن میں وہ سوالات رقص کر رہے تھے، ان میں کچھ پانے کی تشنگی بڑھتی جا رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اسی رات اپنا گھر، خوشیاں اور زندگی میں میسر تمام نعمتیں چھوڑ کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔ جاتے ہوئے انہوں نے ایک الوداعی نگاہ اپنی بیوی اور بچے پر ڈالی اور نصف شب کے اندھیرے میں گھر سے رخصت ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر 29 سال تھی۔

شہر سے دور پہنچ کر اس نے اپنا شاہی لباس اور زیورات اتار دیئے اور فقیر والا لباس پہن لیا، اپنے بالوں کو کاٹا اور ایک راز دار ملازم کے ذریعے اپنے والد کو تمام زیورات اور شاہی لباس پہنچا دیا۔ ہجرت کے اس واقعہ کو بدھی اصطلاح میں ''مہاتیاگ'' (ترک عظیم) کہا جاتا ہے۔

گیا کے محل سے ہجرت کے بعد دنیاوی مسرتیں چھوڑ کر گوتم نے ہندوستان کے مختلف فلسفیوں سے تعلیم حاصل کی مگر ان کی تشنگی باقی رہی۔ جنگل کی طرف نکل کر گوتم نے برہو استاد کی شاگردی حاصل کی لیکن شانتی حاصل نہ ہوئی۔ اُرویلا کے مقام پر پانچ برہمن ملے، گوتم بھی ان میں شامل ہو گئے۔ یہ سب مراقبے میں معروف ہو گئے۔

انہوں نے نے ایسی سخت ریاضت اور مشقتیں کیں کہ ان کا خوبصورت جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو گیا تھا۔ اس عہد میں ریاضت کے لئے جو جو تکالیف اپنے جسم کو دی جاتی تھی گوتم نے وہ سب کیا حتیٰ کہ ان کی ہڈیاں اور رگیں نمایاں ہو گئیں تھیں اور آنکھیں اندر دھنس گئیں تھیں۔ گوتم نے یہ کٹھن ریاضتیں تقریباً چھ برس تک جاری رکھیں جس میں گھاس بھونس پر گزارہ، بالوں کے کپڑوں کا پہنا، گھنٹوں کھڑے رہنا، کانٹوں میں لیٹ جانا، جسم پر خاک ملنا، سر اور ڈارھی کے بال نوچنا۔ اس طرح کے سخت مجاہدات میں مشغول رہے۔ آخر ان پر یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ جسم کی آزادی اور اس طرح کے مجاہدات سے تسکین ناممکن ہے اور یہ طریقہ مسائل حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے باقاعدہ کھانا پینا شروع کر دیا اور اپنے چیلوں سے یہ کہا کہ ریاضت کے یہ تمام طریقہ غلط ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

بقول بدھ کہ گوتم کو خدا کی طرف سے بذریعہ خواب اشارہ ملا کہ جسم کو حد سے زیادہ تکلیف پہنچانا یا ریاضت چھوڑ کر دنیاداری میں کھو جانا دونوں غلط ہے۔ صحیح راستہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ ہے۔ اس الہام کے بعد گوتم نے اعتدال میں رہ کر ریاضت کرنے کا ارادہ کیا۔ چھ سال کی طویل مدت بعد انہوں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور ایک چرواہن کی نذر کی ہوئی کھیر (یا دودھ) سے اپنی جسمانی ریاضت توڑی۔ ریاضت توڑنے کے بعد اسی شام گوتم نے ایک بار پھر مراقبے کا ارادہ کیا۔ اس دفعہ مراقبے میں ڈوبنے سے پہلے اس نے ٹھان لی کہ اب کچھ بھی ہو جائے، چاہے جسم ختم ہو جائے، ہڈیاں گل جائیں لیکن نروان حاصل کرنے تک مراقبہ ختم نہیں کرونگا۔ اس کا یہ ارادہ اس کے سابقہ مشاہدے سے متضاد نہیں تھا کیونکہ وہ اس بار اپنی جسمانی صلاحیتوں سے زیادہ خود پے بوجھ نہیں ڈال رہا تھا بلکہ وہ صرف حالت سکون میں رہ کر مراقبہ کرنا چاہتا تھا۔ اس جنون کے ساتھ وہ وہیں ایک پیپل کے پیڑ کے نیچے گھاس کی گدی بنا کر بیٹھا۔ اس نے اپنے تمام خیالات کو ایک نکتے میں مرکوز کر دیا اور غور و فکر میں ڈوب گیا۔ اس واقع کے بعد اس نے تہیہ کر لیا کہ جب تک ان پر حقائق ظاہر نہ ہوں گے وہ اسی طرح مراقب رہے گا۔ دفعتاً غروب آفتاب کے وقت اس کے ذہن میں ایک چمک پیدا ہوئی اور اس پر یہ حقائق منکشف ہوئے کہ صفائے باطن اور محبت خلق میں ہی فلاح ابدی کا راز مضمر ہے اور تکلیف سے رہائی کے یہی دو طریقہ ہیں۔ اس نے حیات کے چشمہ موت اور زندگی کا ایک لامتناہی سلسلہ دیکھا۔ ہر حیات کو موت سے اور موت کو حیات وابستہ پایا۔ ہر سکون اور ہر خوشی کو نئی خواہش نئی مایوسی اور نئے غم کے

دوش بدوش پایا۔ زندگی کو موت سے ملاقاتی ہوتے پھر اپنے کرم کے مطابق جنم لیتے دیکھا۔ اس کیفیت اور انکشاف کے بعد وہ بدھ یعنی روشن ضمیر ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ غلطی اور جہالت کے دھندلکوں سے آزاد ہو چکا ہے۔ اس کی زندگی خواہشوں اور آلائشوں سے آزاد ہو چکی ہے اور اسے تناسخ کے چکر سے نجات مل چکی ہے۔

نروان کی کیفیت کے حصول کے بعد گوتم نے اس کی تبلیغ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور بدھ تنظیم کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے اس کو وہی پانچ سادھو ملے جنہوں نے اس وقت اس کا ساتھ چھوڑا تھا جب گوتم نے ریاضت شاقہ کو ترک کر دیا تھا۔ ان سادھوؤں نے پہلے تو کوئی دھیان نہ دیا لیکن پھر بدھ کی عزت کرنے لگے۔ انہوں نے اس کو بدھ کا لقب دیا۔ گوتم بدھ نے ان پانچ درویشوں کو اپنا پہلا اپدیش (خطبہ) دیا۔ یہ خطبہ بدھ مذہب میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

سب سے پہلے کھشتری اس تنظیم میں شامل ہوئے، پھر رفتہ رفتہ برہمن بھی اس تنظیم میں شامل ہونے لگے۔ ابتداء میں بدھ صرف اپنی اجازت سے لوگوں کو اس میں شامل کرتا تھا لیکن جوں جوں اس تنظیم میں اضافہ ہوتا رہا اس نے اپنے شاگردوں کو بھی اجازت دے دی کہ وہ اس مذہب کا پرچار کریں۔

اس تنظیم کے کچھ اصول تھے: زرد کپڑا پہننا، سر منڈوانا، کشکول گدائی ساتھ رکھنا، ہر روز کچھ وقت دھیان وگیان میں گزارنا۔

اس تنظیم میں شامل ہونے والے کو تین اقرار کرنے پڑتے ہیں: میں بدھ میں پناہ لیتا ہوں، میں دھرم میں پناہ لیتا ہوں، میں تنظیم میں پناہ لیتا ہوں۔

شروع میں صرف مردوں کو شامل کیا جاتا تھا مگر بعد میں عورتیں بھی شامل ہونے لگیں۔ بدھ کی بیوی بھی اس تنظیم میں شامل ہو گئی۔ بدھ کا کہنا تھا کہ اگر عورتوں کو تنظیم میں نہ لیا جاتا تو یہ دھرم زیادہ دیر نہ چلتا۔

ان کی بزرگی و علم کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور بہت سے لوگ ان کے کرشمے دیکھ کر ان کے مذہب میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے گوتم راج گڑھ Raj Garha گیا۔ اس وقت مگدھ Madh کا راجہ بمبارا Bambara تھا۔ اس نے گوتم کا خیر مقدم کیا اور ایک باغ ان کے قیام کے لئے وقف کر دیا۔ یہاں گوتم نے کئی سال گزارے۔ وہ ہر سال گرمی اور جاڑے میں تبلیغ کے لئے نکلتا اور برسات میں واپس آ جاتا۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ بہار اور اجات سترہ Ajara Stra نے گوتم سے ملاقاتیں کیں اور انہوں نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا۔ الغرض چند سال کے اندر گوتم کا مذہب تیزی سے پھیل گیا۔ پھر کپل وستو میں باپ کے بلانے پر آئے اور گھر والوں سے ملاقاتیں کیں، مگر راج گڑھ واپس آ گئے اور تقریباً چوالیس سال تک گوتم اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا رہا اور اس سلسلے میں ہندوستان کے مختلف مقامات پر گیا۔ اس کی حیات میں اس کا مذہب تیزی سے مقبول ہو گیا اور دور دور تک اس کے مبلغین ہندوستان کے ہر حصہ میں پہنچ گئے اور لوگوں کو اس نئے مذہب سے روشناس کرایا۔

گوتم بدھ کی تبلیغی کوششوں کے بدولت کئی نامور شخصیات، بادشاہ اور ان کے باپ، بیوی اور بیٹے نے ان کا مذہب قبول کر لیا۔ گوتم بدھ نے اپنے بھکشوؤں کو بھی اس بات کی ہدایت کی کہ وہ دور دراز علاقوں میں جائیں اور اس دھرم کی تعلیمات عام کریں۔ گوتم کی تعلیمات تیزی سے پھیل رہی تھی۔ گوتم بدھ کے ماننے والے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو گوتم کی تعلیمات اور دنیاداری دونوں کو ساتھ لے کر چل رہا تھا جبکہ دوسرا گروہ وہ تھا جو دنیا سے ناطہ توڑنے والے درویشوں کا تھا۔ بدھ مت کی اصلاح میں اس دوسرے گروہ کے لوگوں کو بھکشو کہا جاتا ہے اور انہیں اجتماعی طور پر سنگھ کہتے ہیں۔ گوتم بدھ اپنی زندگی میں دونوں گروہوں کو کامیابی کے ساتھ لے کر چلتا رہا۔ اکیس سال تک اپنے مذہب کی تبلیغ میں سرگرم رہا، جس کے نتیجے میں بے شمار لوگ اس کے ہم خیال بن گے۔

بدھ مت کی وفات: بنارس کے قریب ایک گاؤں کسنارا (Kusinara) میں ان کے لئے دو درختوں کے نیچے ایک صوفہ تیار کیا گیا، جہاں وہ غمزدہ عقیدت مندوں کے درمیان لیٹا رہتا۔ گوتم نے اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی لاش کو ہندو مذہب کے مطابق جلا دیا گیا اور ان کی ہڈیوں کو دس مختلف جگہوں پر دفن کیا گیا اور وہاں بڑے گنبد بنائے گئے جنہیں سٹوپا Stupa کہا جاتا ہے۔ 1959 میں پشاور کے علاقے میں ایک سٹوپا کو کھولا گیا تو شیشے کے ایک برتن سے گوتم بدھ کی تین ہڈیاں برآمد ہوئیں۔

گوتم بدھ نے جس مذہب کی تبلیغ دی اس میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا حکم نہ تھا۔ اس سے ہندوانہ عقیدوں کی شدید مخالفت ہوئی، ہندو اس مذہب سے شدید نفرت کرتے تھے۔

بدھ مذہب برہمنوں میں پائے جانے والے نقائص کی اصلاح اور اپنشد کے صوفیانہ خیالات کا حامی تھا اس لئے کئی برہمن تارک الدنیا لوگ اس میں شامل ہوئے۔ گوتم بدھ کی وفات کے کچھ عرصے بعد ہی بدھ مت اپنی منفرد تعلیمات کی بدولت ہندوستان کے تمام بڑے شہروں تک پہنچ چکا تھا۔

گوتم کی وفات کے بعد اس مذہب کی تبلیغ کی ذمہ داری سنگھ جماعت نے نبھائی۔ چونکہ گوتم بدھ اپنی کوئی دینی کتاب چھوڑ کر نہیں گیا تھا، نہ ہی اپنے مذہب کی باقاعدہ تدوین کی تھی، لہٰذا یہ کام ان کے انتقال کے فوراً بعد سنگھ نے کیا۔

عیسائیت کی طرح بدھ میں بھی بعد میں آنے والوں نے اپنے طور پر ان کی تعلیمات کو جمع کیا۔ گوتم کے ایک پرانے اور اہم شاگرد مہاکسپ (Mahakasyapa) نے یہ تجویز دی کہ مہاتما بدھ کی دی ہوئی تعلیمات کو یکجا کرنے، ان کی تصدیق کرنے اور ان کی ضابطہ بندی کرنے کے لئے راج گڑھ میں ایک مجلس کا انعقاد کیا جائے۔ چنانچہ تمام بڑوں کی ایک کونسل بلائی گئی۔ بدھ مت کی تاریخ میں ہمیں اس قسم کی چار کونسل کا ذکر ملتا ہے۔ پہلی کونسل گوتم بدھ کے انتقال کے بعد ہوئی۔ اس مجلس میں گوتم کے خاص شاگردوں نے گوتم بدھ کی تعلیمات سنائی۔ انہی زبانی بیان کردہ تعلیمات کو ہی بعد میں بدھ مت کی دینی کتابوں کا درجہ حاصل ہوا۔

ان کونسل کے بعد بدھ مت بھکشوؤں کی سرپرستی میں ہندوستان میں دوسرے مذہبی فرقوں مثلاً جین مت، ویدانت وغیرہ کی بہ نسبت زیادہ تیزی سے پھیلنے لگا اور کئی لوگ اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کے زیر اثر آنے لگے۔ لیکن اس برق رفتار قبولیت کی وجہ سے ہر نظریہ و فکر کے لوگ اس میں شامل ہوئے اور گوتم بدھ کی تعلیمات چونکہ کسی تحریری صورت میں موجود نہیں تھی اس لئے اس سے متعلق کئی اختلافات رونما ہونے لگے۔ یہ اختلاف کچھ ویسا ہی تھا جیسا کہ عیسائیت کی تاریخ میں برناباس اور پولس میں ہوا تھا۔ بدھ مت کے ماننے والوں میں سے ایک طبقہ گوتم بدھ بیان کردہ قوانین اور لفظی پابندی کا حامی تھا جبکہ دوسرا طبقہ گوتم کی تعلیمات کی روح پر عمل کرنے کا علم بردار تھا۔

ان اختلافات کے حل کے لئے 400 یا 380 Ce کے لگ بھگ میں بہار کے شہر ویشالی میں دوسری کونسل منعقد کی گئی۔ اس کونسل میں روایت پسندوں کا زور زیادہ رہا۔ روایت پسند طبقے کی طرف سے آزاد خیال طبقے کی

تکفیر کی وجہ سے سنگھ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہ بدھ مت میں تفرقے کی پہلی بنیاد تھی۔ روایت پرستوں کی جماعت "استھاویر اوادِن" کہلائی اور آزاد خیال لوگ "مہا سنگھکا" کہلائے۔ استھاویر اوادن اور مہا سنگھکا بعد میں تھیر اواڈا اور مہایان کے نام سے مقبول ہوئے۔

بدھ مت کی ترویج: بدھ مت کی ترویج واشاعت میں اشوک بادشاہ نے اہم کردار ادا کیا۔ آج بدھ مت کو جو بین الاقوامی مذہب کی حیثیت حاصل ہے وہ اشوک کی ہی بدولت ہے۔ اشوک بادشاہ تیسری صدی قبل مسیح میں ہندوستان پر تخت نشین خاندان موریہ کا بادشاہ تھا۔ تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ اشوک ابتداء میں تشدد پسند تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کی توسیع کے لئے کئی جنگیں کیں، لیکن BC261 میں جب اس نے کلنگ (موجودہ اڑیسہ) پر حملہ کیا تو اس میں لاکھوں بے گناہ لوگ قتل ہوئے۔ اس واقعے کا اشوک کے دل پر گہرا اثر پڑا اور وہ امن پسندی کی طرف مائل ہو گیا۔ ہندوستان میں اس وقت بدھ مت (اہمسا) عدم تشدد اور اپنی پر امن تعلیمات کی بدولت خاصا مقبول ہو چکا تھا، اشوک نے بھی یہ مذہب قبول کر لیا اور اسے سرکاری مذہب قرار دے دیا۔ اس مذہب کی اشاعت کے لئے اشوک بادشاہ نے ہر ممکن اقدامات کئے۔ ملک کے طول و عرض میں مذہبی مبلغ سری لنکا، برما، جاپان، کشمیر، چین، نیپال، مصر، شام اور یونان وغیرہ میں بھیجے۔ لوگوں کو گوتم بدھ سے متاثر کرنے اور ان کی تعلیمات عام کرنے کے لئے اشوک نے کئی ستون اور کتبے بھی لگوائے جس میں گوتم بدھ کی تعلیمات درج کی گئیں۔

بدھ مت کی تاریخ میں ان کتبات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اشوک چونکہ عمارتیں بنوانے کا شوق رکھتا تھا اس لئے اس نے بدھ مت سے متعلقہ تاریخی مقامات پر عمارتیں بنوائیں، بدھ مت کی عبادت گاہ جو کہ اسٹوپا کہلاتی ہے، بھی اشوک نے ہی بنوائے، اشوک کے دور میں ہندوستان میں بدھ مت ایک عوامی مذہب بن چکا تھا۔

اشوک کی بیٹی سنگھمتا نے بدھ مت کے ماننے والی عورتوں کے لئے بھی خواتین بھکشوؤں کا ادارہ قائم کیا اور اس کے بیٹے مہندر نے سری لنکا اور جنوبی ہند میں اس مذہب کی اشاعت کی۔ ان مبلغین کی کوششوں سے دوسری صدی قبل مسیح تک سری لنکا، ہندوستان اور برما میں بدھ مت کثرت سے پھیل چکا تھا۔ لیکن بدھ مت جہاں جہاں بھی رائج ہوا وہاں کے لوگوں نے بدھ مت میں اپنے سابقہ عقائد اور روایات کو بھی نہ چھوڑا چنانچہ اپنے فروغ اور اشاعت کے ساتھ ساتھ بدھ مت نے مذہبی معاملات میں کئی تبدیلیاں بھی قبول کیں۔ ہندوستان میں برہمنی طبقے نے اگرچہ شروع

میں اسے ایک خطرہ سمجھا تھا لیکن عوام کی ایک بڑی تعداد نے اس مذہب کو قبول کر لیا تو گوتم بدھ کو بھی ہندو اوتاروں میں شامل کر لیا گیا۔

موریہ خاندان کے بادشاہ اشوک اور اس کے بعد اس کے جانشینوں کی سرپرستی میں بدھ مت نے ہندوستان میں مستحکم حیثیت اختیار کر لی تھی لیکن موریہ خاندان کے زوال کے بعد ہندوستان میں کٹر برہمنوں کی حکومت قائم ہوئی اور ان کے کچھ بادشاہوں نے بدھ مت پر کئی مظالم ڈھائے اور کئی خانقاہیں جلوا ڈالیں اور بھکشوؤں کو قتل کیا۔ اس کے باوجود کئی علاقوں میں بدھ مت پر امن تھے اور اپنے مذہب پر عمل پیرا تھے۔

عیسوی صدی کے آغاز میں بدھ مت ہندوستان میں بہت ہی زیادہ مقبول مذہب تھا اور مبلغین کی کوششوں سے افغانستان اور ایران کی سرحدوں سے گزر کر آگے جا رہا تھا۔ عیسوی دور سے قبل گوتم بدھ کی تعلیمات بدھ اساتذہ زبانی پڑھایا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ تعلیمات گوتم بدھ کی وفات سے تقریباً 300 سال تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہی۔ پہلی صدی قبل مسیح میں ہونے والی یہ کونسل اس لحاظ سے انتہائی اہم ہے کہ اس کونسل میں بدھ مت کی تعلیمات کو پہلی بار پتوں پر ضبط تحریر میں لانے کا اہتمام کیا گیا اور بدھ مت کی کتابیں مرتب ہوئیں۔

راجہ کنشک بدھ مت کا ایک خیر خواہ مانا جاتا ہے۔ اس کے دربار میں بدھ عالموں کی مجلس ہر وقت قائم رہتی تھی۔ گزشتہ کونسل کے برعکس یہ راجہ جدت پسند فرقے کا پیروکار تھا۔ کنشک کے دور میں بدھ مت کی کتابوں کی تفسیریں بھی لکھی گئیں جو تانبے کی سرخ چادروں پر کندہ کی گئی اور بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر انہیں استوپ میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد دونوں مکاتب اپنے اپنے طور پر بدھ مت کی تبلیغ کرتے رہے جس کے نتیجے میں افغانستان کا بیشتر علاقہ بدھ مت کا پیروکار بن گیا۔ یہیں سے بدھ مت آس پاس کے وسطی ایشیائی علاقوں میں بھی پہنچا۔

اگر ہم قدیم بدھ صحائف کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بدھ مت کے ابتدائی پیروکار اپنے پیشوائے دین کو محض ایک بشر اور روحانی استاد کی طرح مانتے تھے، کسی بھی خطے میں ان کی پرستش کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ لیکن بعد میں گوتم بدھ کو ایک دیوتا کی حیثیت دے دی گئی تھی۔ اس کی وجہ کے متعلق مورخین کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پائے ہیں تاہم اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ رجحان غالباً بدھ مت میں دیوتا اور خدا کے واضح تصور کی عدم موجودگی اور اس وقت کے قدیم مذاہب کے اثرات تھے۔

اگرچہ چین اب بدھ مت سے آشنا ہو چکا تھا لیکن ابھی بدھ مت کو چین کے سرحدی علاقوں کے علاوہ کہیں مستحکم حیثیت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ چین کے قدیم مذہب کنفیوشس ازم اور تاؤمت تھے جس کے علماء نے چینی حکمرانوں کی جانب سے بدھ مت کی حمایت کی بھرپور مخالفت کی ہوئی تھی۔ ہاں خاندان کے زوال کے بعد جب تیسری صدی عیسوی میں منگول حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے بدھ مت کو سرکاری مذہب قرار دے دیا۔ اس دور میں چین میں بدھ مت تیزی سے ترقی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ پانچویں صدی عیسوی تک چین کی اکثریت بدھ مت کی پیروکار بن چکی تھی۔ لیکن چینیوں نے بدھ مت کے ساتھ ہی اپنی سابقہ روایتوں کو نہیں چھوڑا تھا۔ حتیٰ کہ جس لوگ بیک وقت بدھ مت، کنفیوشس ازم اور تاؤازم کے پابند رہتے تھے۔ اس رجحان کا اثر بھی بہر حال چینی بدھ مت پر یقینا ہوا۔

چوتھی صدی کے اواخر میں بدھ مت چین سے کوریا تک پہنچا۔ کوریا چونکہ اس وقت چینی تمدن سے بہت زیادہ متاثر تھا، اس لئے اس مذہب نے کوریا میں بھی جلد ہی پھیل کر اپنا مقام بنالیا اور اکثریت کا مذہب بن گیا۔ کوریا کی حیثیت بدھ مت میں ایک ایسے ذریعے کی ہے جس سے بدھ مت جاپان تک پہنچا۔ جاپان میں بدھ مت اگرچہ ہندوستان، چین اور کوریا کے بعد پہنچا لیکن اسے بدھ مت میں اپنے علمی کام کی بدولت ایک انتہائی اہم مقام ملا ہوا ہے۔

پانچویں صدی میں کورین بادشاہ سیونگ نے کوریا میں بدھ مت سرکاری مذہب قرار دیا یہاں اس مذہب کی اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس بادشاہ نے ہندوستان سے کئی اہم کتب منگوائیں اور اپنے ملک میں کئی عبادت گاہیں بھی بنوائیں۔ بیرون ملک بدھ مت کی اشاعت میں بھی اس نے اہم کردار ادا کیا۔ اس نے جاپان میں بدھ کی تبلیغ کی اور یہاں تحفے کے طور پر بدھ تبرکات بھی بھیجے۔ یہاں کا سابقہ مذہب شنٹوازم تھا۔ اس مذہب کے ماننے والوں نے اس نئے مذہب کی مخالفت کی لیکن چھٹی صدی عیسوی میں جب ایک شہزادہ شوٹوکوڈیشو نے بدھ مت قبول کر لیا تو اس مذہب کی اشاعت کو تقویت پہنچی۔ یہاں بدھ مت میں شنٹومت کے کئی دیوتا بھی شامل ہو گئے۔ کوریا کے لوگ چینی تمدن پر عمل کرنا باعث افتخار سمجھتے تھے، لہٰذا انہوں نے دینی کتابوں کو چینی ذرائع سے حاصل کیا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ لیکن کوریا سے ہوتے ہوئے بدھ مت جب جاپان پہنچا تو یہاں کے لوگوں نے اپنی تہذیب و تمدن، فنون لطیفہ اور علمی صلاحیتوں سے بدھ مت کو بہت زرخیز کر دیا۔ انہوں نے مذہبی معاملے میں خود کو مکمل طور پر چینی ماخذ پر

منحصر کرنے کی بجائے خود مذہبی کتابوں میں غور و حوض کیا اور کئی شرحات لکھیں۔ ساتویں صدی عیسوی تک بدھ مت جاپان میں مستحکم ہو چکا تھا اور یہاں مہایان بدھ مت رائج ہوا۔

ہندوستان اور وسطی ایشیا میں بدھ مت کا زوال: بدھ مت پانچ سو سال تک برابر ترقی کرتا رہا اور رفتہ رفتہ ہندوستان کے علاوہ افغانستان، چین، برما، سیام، اور مشرقی جزائر میں پھیل گیا۔ گو ایشاء کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی ترقی رک گئی اور اس کا زوال شروع ہو گیا۔ ہندوستان میں اس کے پیروؤں کی تعداد دن بدن گھٹتی گئی، آخر نویں صدی عیسوی کے آخر تک ہندستان میں یہ بالکل ناپید ہو گیا۔ برصغیر میں بدھ مت کا زوال کا اہم سبب برہمنوں کی مخالفت تھی۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اس مذہب کی ترقی میں ان کی موت پوشیدہ ہے، اس لئے وہ اسے ہر قیمت پر مٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک طرف گوتم کو شیو کا اوتار تسلیم کر کے اس مذہب کی انفرادیت ختم کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف لوگوں کو تشدد پر اکسایا۔ کمارل بھٹ Kamarl Bhath اور شنکر اچاریہ Shankara Acharya جیسے پر جوش ہندو مبلغین نے باضابطہ بدھوں کے خلاف مہم چلائی اور اپنی تقریروں سے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت اور دشمنی کا جذبہ پیدا کیا۔ نتیجہ یہ ہوا اس کے خلاف اکثر مقامات پر بلوے ہوئے اور بڑی بے دردی سے بدھوں کا قتل عام کیا گیا۔ بلا آخر بدھ مت اس سرزمین سے ناپید کر دیا گیا۔ گوتم نے جن بنیادی عقائد پر ایک مذہب کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے اسے نظر انداز کر دیا، نہ ہی وجود باری تعالی کے بارے میں کچھ بتایا اور نہ ہی آخرت کا خوف لوگوں کے دلوں میں بٹھایا، بلکہ روح کے وجود سے انکار کر کے اخلاقی احکامات کی تمام بندشوں کو ڈھیلا کر دیا۔ اس بنیادی کمزوری کی وجہ سے یہ مذہب علمی لوگوں میں مقبول نہیں ہو سکا۔ انہوں نے اسے ایک اصلاحی تحریک سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ نیز مسائل محتاج تشریح کی رہنے کی وجہ سے اس کے متبعین میں وہ شدت پیدا نہیں ہو سکی جو ہونی چاہیے تھی۔ اس مذہب کی دوسری کمزوری یہ تھی کہ اس نے رہبانیت اور ترک دنیا پر زور دیا تھا۔ حالانکہ یہ تعلیم چند افرد کے لئے مناسب ہے، لیکن عام لوگوں کے لئے ناقابل قبول اور ناممکن عمل ہے۔ یہ نقص اس مذہب کو ہمہ گیر بنانے میں سخت حائل رہا۔

علاوہ ازیں اس سے ایک طرح بدھوں کے اندر مختلف سفینہ حیات کو ترقی دینے اور منوانے کے جذبہ کو مردہ کر دیا۔ دوسری طرف راجاؤں کی سرپرستی ان کے اخلاقی انحاد کا باعث بنی۔ راہبانہ زندگی میں راجاؤں کی قربت اور

نوازشات ان کی اخلاقی طاقتوں کے لئے صبر آزما ثابت ہوئی۔ فطری کمزوریاں انہیں آرام طلب عیش پسند اور حریص بننے سے نہیں روک سکیں اور کچھ دنوں کے اندر ان کے سنگھ برائیوں کے مرکز بن گئے۔

وسطی ایشیا میں پانچویں صدی عیسوی میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی بدھ مت کا زوال شروع ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اسلام وسطی ایشیا کے ان سبھی علاقوں تک پہنچ چکا تھا جہاں بدھ مت رائج تھا، ایک بڑی تعداد نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا لیکن بدھ مت پوری طرح زوال کا شکار نہیں ہوا تھا۔ یہاں مسلم اور بدھ مت دونوں ہی کے پیروکار موجود تھے۔ مسلم تصوف میں مراقبے، مجاہدے کا تصور بدھ مت سے بھی زیادہ اچھے طریقے سے موجود تھا۔

ہندوستان سے بدھ مت کے بے دخل ہونے کا سبب ہندو مت کا احیاء تھا۔ نیز اندرونی فرقہ بندی اور تصورِ خدا کی کمی بھی اس زوال کا اہم وجہ رہی۔ کوئی بھی مذہبی تحریک خدا اور مذہبی عقائد کے واضح نظام کے بغیر زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتی۔ ہندوستان میں بدھ مت کی اسی کمزوری کا فائدہ ہندو مت نے اٹھایا اور دیوتاؤں کو خوبصورت اور رنگین انداز میں پیش کیا جس سے بدھ مت کے پیروکار بھی فکری طور پر خاصے متاثر ہوئے۔

ہندوستان کے بادشاہ مہر کل کو بدھ مت کی تاریخ میں اسے ایک جابر حکمراں کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جس نے یہاں بدھ مت کی بیخ کنی کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس نے پر امن بدھوں پر کئی مظالم کئے۔ اسٹوپا اور خانقاہوں کو جلا کر برباد کر دیا اور کئی بھکشوؤں کا قتل بھی کیا۔ اس دور کے اہم ہندو عالم شنکر اچاریہ نے ہندو مت کی تدوین نو کی اور کئی بدھوں سے مناظرے کئے۔ انہوں نے برہمن مت کو پھیلانے کے لئے کئی اور مبلغین بھی تیار کئے جنہوں نے ایک طویل جدوجہد کے بعد بدھ مت کو ہندوستان سے نکال دیا۔ اس طویل عرصے میں اگرچہ ہندو مت اور بدھ مت ایک دوسرے کے مدمقابل رہے لیکن دونوں مذاہب پر ایک دوسرے کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ حتیٰ کہ بدھ مت خود ہندو مت میں ضم ہو گیا۔ نیز وقت کے ساتھ ساتھ بدھ مت کو بادشاہوں کی سرپرستی ملنا بھی ختم ہو گئی۔ بہت سے پیروکار ہجرت کر کے سرحدی علاقوں میں بس گئے اور بہت سے لوگ عام ہندو آبادی میں جذب ہو گئے۔ دوسری طرف اسلام کی آمد کے بعد باقی ماندہ بدھوں نے بالعموم مسلمانوں کا ساتھ دیا اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

قرون وسطی میں بدھ مذہب: بدھ مت برصغیر سے نکل کر موجودہ افغانستان، مشرقی ایران، ازبکستان، ترکی اور تاجکستان کے علاقوں تک پھیل چکا تھا اور مقامی روایات کے ساتھ زندہ تھا۔ ظہور اسلام کے بعد چھٹی صدی عیسوی میں بدھ مت کے یہ سبھی علاقے اموی سلطنت (661-750) اور اس کے بعد عباسی سلطنت (750-1258) کے زیر انتظام رہے۔ مسلم خلفاء نے بدھ مت کے پیروکاروں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی بخشی اور بحیثیت مجموعی یہ دور بدھ مت کے پیروکاروں کے لئے اچھا رہا۔ اسی زمانے میں مسلمانوں کی شان و شوکت اور اسلام کی سادہ تعلیمات کی بدولت بدھ آبادی کے ایک بڑے حصے نے اپنے آبائی مذہب کو خیر آباد کہتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔

گیارہویں صدی میں کنفیوشس ازم اور شنتوازم کے احیاء کی تحریک شروع ہوئی تو اہل چین اور جاپان کی اکثریت دوبارہ اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ گئی۔ جاپان میں اب بھی ایک بڑی تعداد بدھ مت کے پیروکاروں کی تھی لیکن 1868 میں شنتوازم کو جاپان کا قومی مذہب قرار دے دیا گیا۔ باقی اس دور میں چین میں بدھ مت کی جو ایک حیثیت قائم تھی وہ انیسوی صدی میں کمیونزم انقلاب کے نذر ہو گئی۔ عوام نے سیکولرازم کو قبول کیا اور بدھ مت یہاں زوال پذیر ہو گیا۔ انیسویں صدی تک بدھ مت تبت اور جنوب مشرقی ایشائی علاقوں کے علاوہ دیگر تمام اہم مراکز میں بتدریج زوال پذیر ہو رہا تھا۔ چین اور جاپان میں اب بدھ مت کا زور ختم ہو چکا ہے۔ اس وقت بدھ مت کے اہم مراکز تبت، تھائی لینڈ، برما، لداخ، کمبوڈیا، سری لنکا، سنگاپور اور اس خطے کے دیگر ممالک ہیں۔ دور جدید میں بدھ مذہب مغرب اور کئی ایسے ممالک میں پھیل رہا ہے جہاں کی قدیم مذہبی روایت اس سے مختلف ہیں۔ مغرب میں الحاد کے فروغ کے ساتھ ہی وہاں کے لوگوں کو بدھ مت میں دل چسپی ہوئی اور وہاں تبھی بدھ مت کی اشاعت ہوئی۔ بدھ مت میں ملحدین اور مغربی باشندوں کی دلچسپی کا سبب غالباً بدھ مت کا اخلاقی نظام اور خدا کا غیر واضح تصور ہے۔

بدھ مت اس وقت بھی ایشیاء کے متعدد ممالک میں اکثریت کا مذہب ہے۔ تاریخ میں ایک لمبا عرصہ اس مذہب کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ رہی ہے۔ اس وقت جاپان کوریا منچوریا منگولیا چینویت نام تھائی لینڈ برما تبت نیپال اور سری لنکا میں بدھ مت ایک زندہ مذہب ہے۔

دینی کتب

گوتم بدھ نے خود کوئی کتاب لکھی تھی اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا تھا کہ کوئی الہامی کتاب اسے دی گئی ہے۔ بدھ مذہب میں دینی کتب گوتم کی چند بیانات و تعلیمات ہیں۔

گوتم کے زمانے میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ اس لئے ایک عرصہ تک ان کی تعلیمات زبانی منتقل ہوتی رہیں۔ تقریباً تین سو سال کے بعد اشوک کے عہد میں پہلی مرتبہ انہیں ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی۔ گوتم کے اقوال و نصائح تین کتابوں میں جمع کر دیے گئے جن کو بدھ مت کی مقدس آئین کتاب کی حیثیت دے دی گئی۔ ان تین کتابوں کے علاوہ کچھ دوسری کتابیں گوتم بدھ کی زندگی اور تعلیمات کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک جاتکا بھی ہے جس میں گوتم بدھ کی سابقہ زندگی کے ادوار کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

یہ کتابیں تری پٹک Tripitaka یعنی تین ٹوکریوں کے نام سے منسوب ہوئیں۔ مگر حقیقت میں یہ تین سے زائد ہیں، یعنی ہر کتاب کئی کتابوں پر مشتمل ہیں۔ یہ اشوک Ashoka کے عہد میں بہار کی زبان پالی Pali میں قلمبند کی گئیں تھیں۔ مگر اصل جلدیں بہت جلد ناپید ہو گئیں۔ ان کی نقل مہند Mahend لنکا لے گیا تھا۔ وہاں ان کا ترجمہ سنگھالی Singhali زبان میں ہوا۔ وہ نقل بھی اصل کی طرح معدوم ہو گئیں۔ مگر سنگھالی Singhali زبان کا ترجمہ رہ گیا، جسے ایک گیا Gaya کے راہب گھوش Ghosha نے اصلی تسلیم کرتے ہوئے اس کا پالی میں ترجمہ کیا۔ پاک و ہند میں اب یہی تری پٹک Tripitaka سے مستند اور قدیم سمجھی جاتی ہیں۔ حافظہ کی کمزوری اور ترجمہ کے ہیر پھیر کے بعد گوتم کی تعلیمات کہاں تک پہنچی یہ بتانا مشکل ہے۔

☆ **تری پٹک:** یہ تینوں کتابیں قبل مسیح کی عوامی زبان پالی میں ہیں، جن کے مضامین درج ذیل ہیں:

1۔ پہلی پٹک (ٹوکری) کا نام ونائے پٹک یعنی ہدایات کی ٹوکری ہے۔ یہ پٹک تین ضخیم کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس کی تالیف BC360-250 کے دور کی بتائی جاتی ہے۔ اگرچہ عوام اسے بدھ مت کی تعلیمات مانتی ہے لیکن بعض علماء کے مطابق یہ گوتم بدھ کے ایک شاگرد اپالی کے خطبات کا مجموعہ ہے کیونکہ اس مجلس میں انہوں نے یہ سنائی تھی۔ اس حصے میں وہ اصول و ضوابط ہیں جو گوتم بدھ نے پروہتوں کے لئے مقرر کئے تھے۔

2۔دوسری ٹوکری ستاپٹک کہلاتی ہے، جس میں بدھ مت کے عام پیروکاروں کے لئے زندگی گزارنے کے اصول ہیں۔یہ پٹک بھی کئی ذیلی کتابوں پر مشتمل ہے۔یہ پٹک مجلس میں گوتم کے مشہور شاگرد انند نے حاضرین کو سنائی۔گوتم بدھ کی حالاتِ زندگی پر بھی یہ کتاب روشنی ڈالتی ہے۔

3۔تیسری ٹوکری کا نام ابھیدم پٹک ہے، جس میں نصف درجن سے زائد کتابیں شامل ہیں۔اس پٹک میں ہمیں بدھ مت کے فلسفہ اخلاق اور مابعد الطبیعات پر مبنی تعلیمات ملتی ہیں۔اس حصے کو مجلس میں کسپایا نے سنائی۔

☆**دھماپد (Dhammapada)**: بدھ مت میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب دھماپد اگرچہ "کھدکانکایا" کا ایک حصہ ہے لیکن چونکہ یہ کتاب مکمل طور پر گوتم بدھ منسوب اقوال پر مشتمل ہے، اس لئے اس کی اہمیت بدھ مت کی دیگر کتابوں کی نسبت زیادہ ہے اور اسی اہمیت کے پیش نظر اسے علیحدہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔یہ کتاب تقریباً تیسری صدی قبل مسیح میں مرتب کی گئی۔اس کتاب کا اردو، ہندی، انگریزی، جرمن، چینی، تھائی، تامل، بنگالی اور کئی اہم زبانوں میں ترجمہ کیا جاچکا ہے۔

بدھ مت مذہب کے عقائد و نظریات

اجمالی طور پر ہندومت اور بدھ مت کے عقائد میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ہندومت کی طرح بدھ مت میں بھی ایک خدا، متعدد دیوتا اور تناسخ اور کرما کا تصور موجود ہے اور ان سب کا ذکر ہندومت مذہب میں گزر چکا ہے۔اشوک کے کتبات میں ہمیں قیامت کا ذکر بھی ملتا ہے لیکن پالی صحائف میں اس بارے میں کوئی واضح بات نہیں ہے۔البتہ اس مذہب کی تعلیمات کا بنیادی محور یہ سب عقائد نہیں ہیں بلکہ اس کا بیشتر حصہ روحانی اور اخلاقی مباحث پر مشتمل ہے۔

دراصل بدھ مت اس دور میں ایک اخلاقی نظام کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا جس میں مذہبی عقائد کا زیادہ حصہ نہیں تھا۔اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے بدھ مت میں ہندومت اور مقامی مذاہب کے بیشتر تصورات دیوتا، تناسخ، کرم وغیرہ شامل ہوئے۔ مراقبہ، ریاضت، غور و فکر، اخلاقی قوانین کی پیروی ہی وہ چیزیں ہیں جو گوتم بدھ کے مذہب میں اہمیت کی حامل ہیں۔

☆**تصور خدا**: بدھ مت میں خدا کا کوئی واضح تصور موجود نہیں ہے۔عام طور پر مذہبی ماہرین اس مذہب کو خدا کا منکر قرار دیتے ہیں۔ بعض مقامات پر ہمیں گوتم بدھ سے منسوب ایسے بیانات ملتے ہیں جس میں انہوں نے

دیوتاؤں اور خدا کے متعلق کچھ منفی رائے دی ہیں لیکن ان کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو دھرم میں رائج تصورِ خدا کے متعلق ان کی تنقید ہے۔ ایک مذہبی رہبر کے متعلق یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ انہوں نے اپنی تمام زندگی میں خدا کے متعلق مکمل طور پر خاموشی رکھی ہو لیکن یہ حقیقت ہے ہمیں پالی صحائف میں گوتم بدھ کا خدا کے متعلق کوئی واضح بیان نہیں ملتا بلکہ محض اجمالی طور پر ملتا ہے۔ تاہم اشوک کے کتبات میں ہمیں خدا، روح، فرشتے اور قیامت وغیرہ کا ذکر زیادہ واضح نظر آتا ہے۔ مہایان فرقے میں گوتم بدھ کو کم و بیش خدا کی ہی حیثیت حاصل ہے۔ انہوں نے بدھ کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی پرستش بھی لازم قرار دی۔ اس کے برعکس تھیرواڈ فرقے نے ہستی باری تعالیٰ کے وجود کو باطل قرار دیا۔ انہوں نے گوتم بدھ کو اچاریہ منش یعنی ایک غیر معمولی صفات کا حامل انسان مانا۔

☆ **بدھی ستوا:** یہ عقیدہ بدھ مت کے مہایان فرقے کا ہے۔ اس عقیدے کے مطابق گزرے ہوئے بدھاؤں کے جانشین مخلوق کی رہنمائی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ یہ اپنے مراقبے کے ذریعے نروان حاصل کرنے کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں لیکن مخلوق سے ہمدردی اور ان کی رہبری کے لئے وہ یہ عہد کرتے ہیں کہ جب تک ساری مخلوق نروان حاصل نہ کر لے تب تک خود بھی نروان حاصل کر کے بدھ نہیں بنیں گے۔ یہ ہستیاں مہایان بدھ مت کے ہاں بدھی ستوا کے نام سے جانی جاتی ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ انہیں کائنات میں بہت سے تصرفات حاصل ہیں۔ مہایان کے ہاں ان بدھی ستواؤں کی پرستش بھی کی جاتی ہے، ان کے مجسمے بنائے جاتے ہیں اور ان سے عقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ بدھی ستوا ان کی نجات کے لئے قربانی دیتے ہیں۔

☆ **کرما:** لفظی معنی کام یا عمل کے ہیں۔ اس عقیدے کے مطابق ہر جاندار کی زندگی پر اس کے اپنے اعمال کا اثرانداز ہوتے ہیں، خصوصاً دکھ اور پریشانی کا سبب ہمیشہ انسان کے اپنے ہی برے اعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس عقیدے کے مطابق ضروری ہے کہ انسان پہلے اچھے کرم اور دکھ سے نجات پائے کیونکہ موجودہ دنیا کے دائرہ تکلیف میں رہتے ہوئے نجات (نروان) حاصل کرنا ناممکن ہے۔ گوتم بدھ کا کہنا ہے کہ دکھ سے نجات موجودہ دنیا کے دائرہ تکلیف میں حاصل کرنا ناممکن ہے۔

☆**بدھی:** اس عقیدے کے مطابق گوتم بدھ، بدھ مت کے پہلے بدھ ضرور تھے لیکن ان کے بعد بھی کئی لوگ نروان حاصل کر کے بدھ کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ اس مذہب کے پیروکار نہ صرف گوتم بدھ بلکہ اور بدھوں کے طریقے کی بھی پیروی کرتے ہیں۔

☆**اینتقیہ:** دنیا فانی ہے اسکا ثبوت اس بات میں ہے کہ وہ چیزیں جن سے ہم خوشی کی توقع کرتے ہیں مثلاً شہرت، اقتدار، بندھن اور پیسہ آخرکار دکھ کا باعث بنتے ہیں۔

☆**اودیہ:** بے حسی بنیادی طور پر انسان حقیقت سے محروم ہے اور اپنی زندگی بے حسی میں گزارتا ہے۔ اس کا نتیجہ بھی دکھ ہے اور دکھ سے نجات پانے کے لئے اور نروان حاصل کرنے کے لئے انسان کو آگاہی کی تلاش کرنا ہوگی۔

☆**ارہٹ:** وہ ذات جو دنیاوی بندھنوں کو مکمل طور سے چھوڑ کر نروان حاصل کر لیتا ہے۔

☆**راہِ نجات:** بدھ مت میں انسان کی زندگی کا مقصد نروان کا ہی حصول ہے۔ جن تذبذب اور روحانی بے چینی سے گوتم بدھ گزر رہے تھے، اس سے گوتم بدھ کو نجات نروان پا کر ہی ملی۔ بدھ مت کے صحائف کے مطابق نروان ایک ایسی حقیقت ہے جو انسان کی عقل سے ماوراء ہے اسی لئے اسے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تاہم بدھ بھکشو علماء اس بارے میں جو تفصیل بتاتے ہیں وہ یوں ہے:

نروان (جسے پالی زبان میں نبھان کہتے ہیں) کے معنی ختم ہونے کے ہیں۔ بدھ اصطلاح میں اس سے مراد ہندو مت کی ہی طرح سمسارہ یعنی بار بار جنم لینے کے چکر کو ختم کرنا یعنی اس سے نجات حاصل کرنا ہے۔ عام طور پر اس سے مراد نجات لیا جاتا ہے۔ جو شخص نروان حاصل کر لیتا ہے اسے ارہت کہتے ہیں اور ارہت مختلف مراحل سے گزر کر نروان کے بعد جس اعلیٰ ترین مقام پر پہنچتا ہے، اسے بدھی کہتے ہیں۔ عام طور پر یہ لفظ نروان کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق نروان ہی کے ذریعے انسان تمام مصائب سے نجات پا کر ابدی مسرت حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ نروان کی حقیقت کے بارے میں یہ بات مسلم سمجھی جاتی ہے کہ انسان کا ذہن اس کا ادراک نہیں کر سکتا لہذا یہ بتانے کی بجائے کہ نروان کیا ہے اس کی متضاد صورت کو واضح کیا جاتا ہے کہ نروان میں کیا کیا نہیں ہے۔ ایک جگہ نروان کی حقیقت گوتم بدھ نے یوں بیان کی ہے: بھکشوؤ! یہ ایک ایسی کیفیت ہے جہاں نہ تو خاک ہے،

نہ پانی ہے، نہ آگ ہے، نہ ہوا ہے، نہ لامکانیت ہے، نہ شعور کی لامحدودیت، وہاں نہ تو عدم شعور ہے اور نہ ہی غیر عدم شعور، وہ مقام نہ تو یہ دنیا ہے اور نہ ہی دوسری دنیا، وہاں نہ سورج ہے نہ چاند۔ اور ہاں بھکشوؤں! وہاں نہ آنا ہے، نہ جانے (کا تصور)، نہ ٹھہرنے کا اور نہ گزرنے (کا تصور)، نہ وہاں پیدا ہونا ہے۔ (وہ مقام) بغیر کسی سہارے، بغیر کسی حرکت یا بنیاد کے ہے، بے شک یہی دکھوں کا خاتمہ نروان ہے۔

☆**پُنر جنم:** دیگر ہندوستانی ادیان کی طرح بدھ مت بھی دوسرے جنم یا تناسخ کا قائل ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ فرد کا ذہنی تسلسل، اپنی جبلتوں، صلاحیتوں وغیرہ کے ساتھ گذشتہ جنموں سے آتا ہے اور اگلے جنموں میں چلا جاتا ہے۔ انسان جو کرم کرتا ہے اور اس سے جو میلانات بن کر ابھرتے ہیں ان پر اس بات کا دار و مدار ہوتا ہے کہ وہ اگلے جنم میں دوزخ میں پیدا ہو، جنت میں جنم لے، آدمی کی شکل میں آئے یا جانور کی یا پھر بھوت پریت کی شکل میں داخل کر دیا جائے۔ ہر مخلوق کو دوسرے جنم کے تجربے سے گزرنا پڑتا ہے اور اس پر ان کا کوئی قابو نہیں ہوتا اور اسے ان کے گزرے رویّوں کی طاقت متعین کرتی ہے مثلاً غصہ، حماقت، وابستگی اور لگاؤ اور اضطراری طور پر کچھ کر گزرنے کے وہ داعیے جو ان کے کرم کی وجہ سے حرکت میں آتے ہیں۔ اگر انسان ان منفی محرکات اور داعیوں پر عمل کر بیٹھے جو اس کے ذہن میں اس لیے ابھرتے ہیں کہ اس کے گزشتہ رویّوں نے انہیں اس راستہ پر ڈال دیا ہوتا ہے اور اس طرح تخریبی طرز عمل اختیار کر لیں تو نتیجے میں اسے ناخوشی، دکھ اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان تعمیری کاموں میں مصروف رہے تو اسے خوشی ملتی رہتی ہے۔ سو ہر فرد کی خوشی اور غم جزاء یا سزا کا عمل نہیں ہے بلکہ اس کے گزشتہ اعمال کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں جو رویّوں کے قوانین اسباب و علت کے پابند ہیں۔

عبادات

عام طور پر بدھ مت میں وہی عبادات اور مذہبی رسوم ادا کی جاتی ہیں جو ہندو مت میں ہیں یعنی پوجا، دیوی دیوتاؤں کی تعریفات وغیرہ۔ تاہم بعض فرقے اس سے مستثنیٰ ہیں جو خدا یا دیوی دیوتاؤں پر یقین نہیں رکھتے۔ بدھ مت میں بنیادی طور پر جس عبادت کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے وہ مراقبہ (Meditation) ہے۔

مراقبے میں کوئی انسان ماحول اور دنیاوی حیات سے ماوراء ہو کر غور و فکر کی انتہائی گہری حالت میں غرق ہو جاتا ہے اور سکون و فہم حاصل کرتا ہے۔ عام الفاظوں میں اس سے مراد آنکھیں بند کر کے، دماغ کو تمام دنیاوی

خیالات سے پاک رکھتے ہوئے اپنا دھیان کسی ایک نقطے پر مرکوز کرنا ہے۔ بدھ مت میں کئی قسم کے مراقبوں کا ذکر ہمیں کتابوں میں ملتا ہے۔

عبادات میں کئی چیزیں شامل ہیں مثلاً مطالعہ، ضرورت مندوں اور اہل روحانیت کی کھلے دل سے مدد کرنا، بدھ فلسفی کے ناموں کا جاپ (تسبیح) کرنا، مالا پر منتروں کا جاپ کرنا، اپنے مقدس مقامات کی زیارت، مقدس یادگاروں کے گرد پھیرے لگانا اور بالخصوص مراقبہ اور گیان دھیان کرنا۔

بدھ مت میں عبادت کے کوئی مقررہ اوقات نہیں ہیں۔ عوام کے لیے مذہبی مراسم کی کوئی روایت نہیں جس میں کوئی عالم ان کی پیشوائی کرے، کوئی یوم سبت نہیں۔ لوگ جب اور جہاں چاہیں عبادت اور دعا انجام دے سکتے ہیں۔ تاہم عام طور پر عبادت اور مراقبہ یا تو بدھ مت کے مندروں میں کیا جاتا ہے یا گھروں میں بنائی ہوئی عبادت گاہوں کے سامنے۔ ان گھریلو زیارتوں میں اکثر بودھاؤں کے مجسمے اور تصویریں رکھی جاتی ہیں یا ان بودھی ستواؤں کی جو دوسروں کی مدد اور خدمت کے لیے اور بودھا بننے کے لئے کلیتاً وقف ہو رہے تھے۔

نظام معاشرت

روایات کے مطابق گوتم بدھ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے پیروکاروں کو دو گروہوں میں تقسیم کر لیا تھا: ایک دنیادار اور دوسرا راہبوں کا طبقہ۔ گوتم بدھ نے معاشرے کے ان دونوں طبقات کے علیحدہ علیحدہ طرز عمل کی تعلیم دی۔

(1) راہب یا بھکشو: اس گروہ میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص کسی متعدی مرض میں مبتلا نہ ہو، کسی کا غلام یا مقروض نہ ہو، اپنی زندگی وقف کرنے کے متعلق والدین سے اجازت لی ہو۔ اس کے علاوہ اس طبقے میں شامل ہونے کے لئے سائل کو سر منڈوانا پڑتا ہے اور نارنجی رنگ کے کپڑے پہن کر گوشہ نشینی اختیار کرنی ہوتی ہے۔ بھکشو بننے کے بعد اس شخص کے لئے سوائے بھیک مانگنے کے روزی کے تمام دروازے بند ہوتے ہیں۔

اس بھیک کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں۔ ایک بھکشو کسی سے زبردستی بھیک وصول نہیں کر سکتا۔ وہ صرف لوگوں کے گھر کے دروازے پر جاکر کھڑا ہو جاتا ہے، گھر والے جھولی میں کچھ ڈال دیں تو لے لیتا ہے ورنہ آگے چلا جاتا ہے۔ جب کھانے کی اتنی مقدار مل جائے جو اس کے زندہ رہنے کے لئے کافی ہو تو پھر وہ اپنی قیام گاہ کو واپس لوٹ جاتا

ہے۔ایک بھکشو کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی تمام زندگی صبح صادق کو اٹھ کر خانقاہ میں جھاڑو دے اور پھر کچھ وقت کے لئے طہارتِ قلب کے حصول کی خاطر ذکر میں مصروف ہو جائے۔اس کی زندگی میں کسی قسم کے عیش و آرام یا سہولت پسندی کی گنجائش نہیں ہوتی۔اس کا مقصد حیات صرف علم حاصل کرنا،اسے پھیلانا اور نروان پانا ہوتا ہے۔

(2) دنیادار: ان لوگوں کو بھکشوؤں کے برعکس دنیاوی کاموں میں مشغول رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔تاہم ضروری ہے کہ وہ اپنے رزق میں سے روزانہ بھکشوؤں کے لئے کچھ حصہ نکال لیں۔یہ لوگ بھی جب چاہیں بھکشوؤں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اخلاقی اور فلسفیانہ تعلیمات

اخلاقی اور فلسفیانہ تعلیمات میں گوتم بدھ کا مذہب دوسرے مذاہب سے منفرد ہے۔اس مذہب کے مطابق انسان کے لئے نجات کی راہ صرف اخلاقی اصولوں کی پیروی اور فلسفیانہ طرزِ عمل ہے۔ان کا خیال ہے کہ نیکی کے ذریعہ نیکی اور بدی کے ذریعہ بدی ہی وجود میں آتی ہے ،یہ زندگی کا اولین قانون ہے۔اور اس سے نتیجہ نکالتے ہیں:"اگر آدمی اچھا کام کرے تو اس کی جزا بھی اچھی ملے گی اور اور جہاں کسی برائی میں ملوث ہوا اس کے برے نتائج میں گرفتار ہونا پڑے گا(اور یہی ہر کام کا قدرتی اثر ہے)ہندوؤں کا کوئی خدا اس مسئلہ میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔(لہٰذا ان خداؤں کے مجسموں کے سامنے قربانی،دعا اور حمد و ستائش فضول ہے۔)"

وہ کہتے ہیں کہ دو چیزوں سے بچنا چاہئے:(1)وہ زندگی جو لذتوں سے معمور ہو۔(2)وہ زندگی جو رنج و آلام سے پر ہو(ان کے بجائے)ایک درمیانی راہ انتخاب کرنی چاہئے(کیوں کہ)لذت کی فراوانی خود غرضی و فرومائگی کو جنم دیتی ہے اور رنج و آلام یا ضرورت سے زیادہ ریاضت،خود آزادی کا سبب ہے۔ان دونوں سے مقابلہ کرنا چاہئے اور راہ اعتدال،جو زندگی کے آٹھ اصولوں پر کاربند ہو جانے کا نام ہے ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے۔

☆**چار سچائیاں:** چار بنیادی سچائیاں بدھ مت کی بنیادی تعلیمات کی حیثیت رکھتی ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

☆زندگی کی سب سے اہم حقیقت دکھ ہے۔ہمیں زندگی میں بیماری،پریشانی،بڑھاپا اور کئی قسم کے دکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

☆زندگی میں جو کچھ بھی پریشانی،غم وغیرہ آتے ہیں ان کی ایک اہم وجہ انسان کی خواہش اور آرزو ہے۔

☆ اگر دنیا میں کوئی دکھ، مصائب اور پریشانی ہے تو اس کا سبب یقیناً خواہش اور آرزو ہے جسے ختم کر کے ہی دکھوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆ آخری سچائی یہ ہے کہ دکھوں سے نجات کے لئے خواہش نفس کو ختم کرنا اور خواہش نفس کو ختم کرنے کے لئے آٹھ پہلوؤں پر مشتمل راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

ان آٹھ پہلوؤں کی تفصیل یہ ہے:

(1) صحیح نقطہ نظر: اس سے مراد انسانی زندگی کے متعلق گوتم بدھ کے نقطہ نظر کو ماننا ہے۔ دوسرے مذاہب کے عقائد اور نجات کے طریقے اس ضمن میں صحیح نقطہ نظر نہیں مانے جاسکتے۔

(2) صحیح نیت اور خیالات: اس سے مراد انسانیت سے متعلق وہ خیالات ہیں جو نفرت، غصہ، خواہش، تشدد، خود غرضی سے پاک ہوں اور جس میں انسانی ہمدردی، محبت اور ایثار شامل ہو۔ اس سلسلے میں بدھ مت میں میترا یعنی رحم اور محبت، کرن یعنی ہمدردی اور اہمسا یعنی عدم تشدد کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ یعنی جسمانی لذتوں کے ترک کر دینے پر ایمان رکھنا یا دوسروں کے تئیں حقیقی محبت رکھنا، حیوانات کو اذیت نہ پہنچانا اور آرزوؤں سے دست بردار ہونا۔

(3) صحیح گفتگو: اس اصول کے مطابق خود کو ایسی گفتگو سے بچائے رکھنا ہے جس میں کسی بھی قسم کا شر ہو۔ جھوٹ، فضول گوئی، غیبت، چغل خوری اور فحش گوئی اخلاقی اصولوں کے خلاف ہے۔ اس کی بجائے راست گوئی، خوش اخلاقی، نرم گفتاری اور صدق بیانی وہ اصول ہیں جو صحیح گفتگو میں شامل ہے۔

(4) صحیح عمل: اس اصول کے تحت ان پانچ چیزوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے: جھوٹ، کسی جاندار کا قتل، جنسی بے راہ روی، چوری اور نشہ آور چیزوں کا استعمال۔

(5) کسب حلال: اس سے مراد حلال روزی کمانا ہے۔ ظلم، دھوکہ، فریب، چوری اور کسی کی حق تلفی سے ملنے والا رزق اس اصول کی خلاف ورزی ہے۔ اس ضمن میں پالی صحائف کے مطابق گوتم بدھ نے خود پانچ پیشوں کو ممنوع قرار دے دیا تھا (۱) اسلحہ کی خرید و فروخت سے متعلق پیشے (۲) جانوروں کی جان لینے اور ان کے گوشت یا کھال وغیرہ سے متعلق پیشے (۳) نشہ آور چیزوں کا کاروبار (۴) غلاموں کی خرید و فروخت (۵) زہر کی خرید و فروخت۔

یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ پانچ پیشے بدھ مت کے دنیاوی طبقے کے لئے منع ہے جبکہ بھکشوؤں کے لئے کسی بھی قسم کا کاروبار یا روزی کمانے کا طریقہ ممنوع ہے۔ وہ صرف بھیک مانگ کر ہی گزارا کر سکتے ہیں۔

(6) **صحیح کوشش**: اس سے مراد اپنے ذہن میں بدھ مت کے پسندیدہ جذبات وخیالات پیدا کرنے اور بُرے خیالات کو باہر نکالنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ جب تک انسان میں برائی کے خیالات نہیں جاتے تب تک یہ کوشش جاری رکھنی چاہئے۔

(7) **صحیح فکر**: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے متعلق کسی بھی لاپرواہی سے بچتے ہوئے ہر وقت اپنے خیالات، جذبات، اعمال، گفتگو وغیرہ پر متوجہ رہے۔ کوئی بھی عمل یا گفتگو بے سوچے سمجھے نہ کرے، ہر وقت جس کام میں بھی مشغول ہو اس کے متعلق مذکورہ بالا اصولوں کو مد نظر رکھے۔

(8) **مراقبہ**: یہ بدھ کی سب سے اہم عبادت ہے، جس کے بغیر نروان (نجات) حاصل کرنا کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے۔ ہشت پہلو میں جو اصول بتائے گئے ہیں ان کی حیثیت دراصل معاون اسباب کی ہے اور ان سبھی کا مقصد یہی ہے کہ انسان مراقبہ کرتے ہوئے نروان حاصل کرلے۔

☆ **خانقاہی سلسلے**: بدھ مت کی روایت کے دو حصے ہیں، راہبوں کا سلسلہ اور عام لوگوں کا سلسلہ۔ ان کے ہاں راہب اور راہبائیں ہوتی ہیں جو سینکڑوں قسم کے عہدوپیمان اور نبھاتے ہیں جس میں ہمیشہ کنوارا رہنے کا عہدوپیمان بھی شامل ہے۔ وہ اپنا سر منڈاتے ہیں، مخصوص کپڑے پہنتے ہیں اور خانقاہوں میں اجتماعی صورت میں رہتے ہیں۔ ان کی ساری زندگی مطالعے، مراقبہ، عبادت اور عام لوگوں کے استفادے کے لیے رسومات ادا کرنے کے لیے وقف ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں عام لوگ خانقاہوں کی خدمت اس طرح کرتے ہیں کہ خانقاہ والوں کو کھانے پینے کی چیزیں نذر کرتے رہتے ہیں خواہ خانقاہوں کو براہ راست پہنچا کر، خواہ ان راہبوں کو عطا کر کے جو ہر صبح ان کے گھروں پر خیرات لینے آتے ہیں۔

کھانے پینے کے آداب اور شراب نوشی سے گریز

بدھ مت میں کھانے پینے کے کوئی مقررہ قوانین نہیں ہیں۔ بدھ مت کے پیروکاروں کو ترغیب عموماً یہ دی جاتی ہے کہ شاکاہاری بننے کی کوشش کریں، غلّہ اور سبزیاں زیادہ سے زیادہ استعمال کریں تاہم اگر صرف زراعت پر

انحصار بھی کیا جائے تب بھی کیڑے مکوڑے تو بہر حال ہر طرح کی کاشتکاری میں تلف ہوتے ہی ہیں۔ سوان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ اپنی خوراک اور کھانے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو کم از کم نقصان پہنچایا جائے۔ بعض اوقات گوشت کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے مثلاً کسی طبّی ضرورت سے، اپنے میزبان کا دل رکھنے کے لیے یا جب غذا کے نام پر گوشت کے سوا کچھ اور میسر ہی نہ ہو۔ اس صورت میں کھانے والا اس جانور کے لیے اظہار تشکر کرتا ہے جس نے اس کے لیے اپنی جان دی اور اس کے اگلے جنم کے بہتر ہونے کی دعا کرتا ہے۔

بدھ فلسفی نے اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ شراب کا ایک قطرہ بھی استعمال نہ کریں۔ بدھ مت کی ساری تربیت ذہن میں رکھتے ہوئے، نظم وضبط، ضبط نفس اور تزکیہ و تنظیم سے عبارت ہے۔ شراب پی کر ان میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ لیکن بدھ مت کے سارے پیروکار بدھ فلسفی کی اس ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔

مذہبی تہوار

بدھ مذہب میں کئی تہوار رائج ہیں مگر ویساکھ، مگھا پوجا اور اسہلا پوجا کے تہوار زیادہ مشہور ہیں۔

☆**ویساکھ:** ویساکھ کا دن گوتم بدھ کی پیدائش، حصول معرفت اور ان کی وفات سے منسوب ہے۔ اس دن خاص پوجا کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ تہوار عموماً مئی کے پورے چاند کی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ ویساکھ یا بیساکھ ہندی کیلنڈر کا ایک ماہ ہے، اسی ماہ کے نام پر یہ تہوار بدھ مت میں رائج ہے۔

☆**مگھا پوجا:** یہ تہوار قمری کیلنڈر کے تیسرے مہینہ کو منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار اس واقعے کی یاد میں منایا جاتا ہے، جب گوتم بدھ کی زندگی میں ایک بار ان کے 1250 شاگرد اتفاقاً ایک ساتھ اپنے استاد کا لیکچر سننے اور ان سے ملنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ اس دن گوتم بدھ نے اپنی وفات کی پیشین گوئی بھی کی۔ اس تہوار کے موقع پر گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆**اسہلا پوجا:** یہ تہوار گوتم بدھ کے مشہور بنارس کے اپدیش کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس روز گوتم بدھ نے بنارس میں اپنے خاص پانچ درویش ساتھیوں کو خطبہ دیا تھا۔ یہ تہوار جولائی میں منایا جاتا ہے۔

بدھ مت کے فرقے

دیگر مذاہب کی طرح بدھ مت بھی اپنی ابتداء سے ہی تفرقہ کا شکار ہوا۔ بدھ مذہب میں اختلافات گوتم کی زندگی میں ہی پیدا ہوگئے تھے۔ ایک بھنگی کو سنگھ میں داخل کرنے پر اعلیٰ ذات کے ممبروں نے برہمی کا اظہار کیا تھا۔ ذات کے علاوہ اور بہت سے مسائل نزاع کا باعث بن گئے تھے۔ مگر پھر بھی گوتم کی زندگی میں انہیں ابھرنے کا موقع نہیں ملا اور گوتم کی موت کے بعد انہوں نے شدت اختیار کرلی اور بہت جلد بدھ کے متبعین اٹھارہ گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔

اشوک اور کنشک کی سرپرستی میں جو مجالس منعقد ہوئیں، ان میں اختلافات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر دور نہ ہو سکے اور بالآخر بدھ مذہب دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا۔ جو ہنیان Hinayana اور مہایان Mahayana کے نام سے موسوم ہیں۔ اول الذکر مرکب اصغر Lesser Wehicle اور ثانی الذکر مرکب اکبر Great Wehicle بھی کہتے ہیں۔ ہنیان کو تھیرواڈ بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں سے ہر ایک متعدد ذیلی فرقوں میں تقسیم ہے۔

دونوں فرقوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1) تھیرواڈ: تھیرواڈ کے معنی بزرگوں کی تعلیم ہے۔ یہ فرقہ قدامت پسند خیال کیا جاتا ہے۔ یہ فرقہ جزویات کو چھوڑ کر کلیات میں قدیم مذہب پر کاربند ہے۔ یہ گوتم کی تعلیمات کے مطابق روح اور خدائی کا قائل نہیں ہے، نیز گوتم کو ہادی مانتا ہے۔ اس فرقہ نے بدھ مت کی قدیم روایتوں کو لفظی پابندی کے ساتھ قائم رکھا ہوا تھا۔ نروان، معرفت، گیان اور دیگر بدھی روایات فلسفیانہ رجحان رکھنے والے ایک مخصوص طبقے کے لئے تو موزوں تھا جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر فقیر بن سکتے تھے۔

(2) مہایان: یہ جدت پسندوں کا فرقہ ہے۔، لیکن عام لوگ جن کے لئے یہ دنیا سے کنارہ کشی ممکن نہیں تھا، وہ قدرتی طور پر مہایان فرقے کی جانب راغب ہوئے جس میں روحانی امور کی نسبت ظاہری رسوم اور اس وقت کے عوامی خیالات کو زیادہ اہمیت دی گئی تھی۔ اس دور میں ہندوستان میں اٹھنے والی بھگتی کا رجحان اور ہندومت کا اثر بھی مہایان فرقے نے قبول کیا۔ تھیرواڈ فرقے نے گوتم کی سیرت میں موجود اخلاقی احکام کو اہمیت دے رکھی تھی، اس

کے برعکس مہایان نے گوتم بدھ کی شخصیت کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور گوتم بدھ کے وجود کو ایک دیوتا کی حیثیت سے پیش کیا جو عقیدت اور مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے ضروری تھا۔ یہ گوتم کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں کا قائل ہے اور ان کی پرستش بھی کرتا ہے۔ اس فرقے کی اشاعت کنشک کے دور میں زور شور سے ہوئی، اس لئے منگولیا، چین، جاپان اور تبت میں اسی کو غلبہ حاصل ہوا۔ مگر لنکا، برما، سیام اور مشرقی جزائر میں ہنیان نے پامردی سے مقابلہ کیا، لیکن بالآخر اسے وہاں مغلوب کر لیا گیا۔ ساتھ ہی اس دور میں یہ عقیدہ بھی بہت زیادہ واضح ہو کر سامنے آتا ہے کہ گوتم بدھ کوئی ایک شخص نہیں تھا جس نے نروان حاصل کیا بلکہ کئی بدھ پہلے بھی گزر چکے ہیں جن میں سب سے پہلے اِدھ بدھ تھا۔ یہ اِدھ بدھ آج بدھ مت میں پرستش کے لئے اہم حیثیت رکھتا ہے۔

تھیرواڈ کے نزدیک نروان اور معرفت حاصل کرنا انسان کی اپنی کوششوں پر منحصر ہے۔ یہ اصول اس فرقے میں آج تک سختی سے قائم ہے۔ دوسری طرف مہایان نے یہ تعبیر پیش کی کہ جو لوگ نروان حاصل کر چکے ہیں دنیا سے جانے کے بعد ان کی پرستش سے ان کا فیض حاصل کیا جا سکتا ہے اور انہی ہستیوں سے عقیدت کی ذریعے انسان معرفت کی اعلیٰ مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

یہ فرقہ علاقے میں اپنی اپنی روایات کے مطابق مختلف ہے۔ ہر علاقے میں مہایان کا ایک الگ مکتب فکر ہے۔ تاہم بنیادی طور پر یہ تقسیم مشرقی ایشائی مہایان اور تبتی مہایان پر کی جاتی ہے۔ جاپان میں بدھ مت کو صور تزین بھی مہایان کا ہی ایک مکتب فکر ہے۔ اس طرح تبت میں لامائی اور تانترک بدھ مت بھی اسی کی شاخ مانی جاتی ہے۔

سن عیسوی کے آغاز کے زمانے میں مہایان فرقے کے عروج کا دور تھا۔ اس دور میں بدھ مت کو جو مہایان علماء ملے انہوں نے بدھ کو ایک بالکل نئے انداز میں پیش کیا۔ اپنے مذہب کے متعلق ان کی تشریح سادہ اور اس دور کی ضروریات کے مطابق تھی۔ اس میں چین، نیپال، سری لنکا اور ہندوستان کے مقامی دیوتاؤں کو بھی جگہ دی گئی۔

فلسفی رجحانات میں مہایان فرقہ تقسیم در تقسیم ہوتا جا رہا تھا، ریاضت، بھکشوؤں، اعلیٰ اخلاقی معیار کی اہمیت بتدریج ختم ہو رہی تھی۔ تاہم بدھاؤں پر ایمان اور ان سے عقیدت کے ذریعے اس فرقے نے خود کو مستحکم کر لیا تھا۔

وجریان فرقہ: پانچویں صدی عیسوی تک پنجاب اور بنگال میں اس وقت بدھ مت اپنے عروج پر تھا۔ تاہم مدھیہ پردیش میں بدھ مت کے اثرات نہ ہونے کے برابر رہے۔ اس دور میں گپت خاندان کی رواداری کی وجہ سے

برہمنوں اور بدھ بھکشوؤں کے درمیان تعلقات بھی خوشگوار ہی تھے۔ خود سلطنت کے کئی عہدوں پر بدھ مت کے پیروکار ہوتے تھے۔ بدھی بھکشو اکثر ہندو مذہبی محفلوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ گپت عہد کے اسی آخری دور میں ہندوستان میں بدھ مت کے وجریان نامی فرقے کا ظہور ہوا۔ دراصل اس دور میں جادو سے متعلق قدیم ترین تصورات دوبارہ ابھر رہے تھے۔ ہندوستان میں موجود بدھ مت کے پیروکار اس چیز سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور بدھ مت کا ایک اور فرقہ وجریان کی ابتدا بھی انہی حالات میں ہوئی۔ عام لفظوں میں اس تانترک بدھ مت بھی کہا جاتا ہے۔ بدھ مت کی یہی صورت بعد میں تبت میں پھیل گئی۔ اس فرقے میں جھاڑ پھونک، روحانی کرشمے دکھانے اور عجیب وغریب مظاہروں کے ماہر ہوتے ہیں۔

اسلام اور بدھ مت کا تقابلی جائزہ

اجمالی طور پر اگر دیکھا جائے تو بدھ مت کے نظریات ہندو مت سے مختلف نہیں کیونکہ یہ بھی قانون جزاو سزا اور تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔ بار بار کی پیدائش اور جزاو سزا سے نجات پانے کی خاطر برائی اور بھلائی سے رکنے اور خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خیرات مانگنا بدھوؤں کی امتیازی علامت ہے۔

بدھ مت کا اگر اسلام سے تقابل کی جائے تو اسلام کو اس مذہب کے ہر پہلو سے ترجیح حاصل ہے۔ تفصیل کچھ یوں ہے:

☆**تصور خدا:** مذہب اسلام میں اللہ عزوجل کے متعلق واضح عقیدہ ہے۔اللہ عزوجل کے واجب الوجود ہونے، خالق، غفور ورحیم ہونے پر کسی کو شک وشبہ نہیں ہے جبکہ گوتم بدھ کی تعلیمات میں خدا یا براھما یا آتما کا کوئی بھی تصور موجود نہیں۔بدھ کہا کرتا تھا کہ انسان کی نجات خود اسی پر موقوف ہے نہ کہ معبود پر اور وہ سمجھتا تھا کہ انسان ہی اپنے نفس کے انجام کو بنانے والا ہے۔

بدھ مذہب کی تعلیمات کا یہاں سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس مذہب میں خدا کا کوئی واضح تصور ہی موجود نہیں اس کی بنیاد کیا ہو سکتی ہے؟

اللہ رب العزت کی ذات جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا بے شمار نعمتوں سے نوازا اتنی بڑی کائنات کا نظام چلایا اب اگر انسان اس ذات کا ہی انکار کردے یا اس کے اندر پائی جانے والی صفات کسی دوسرے کے اندر بھی تصور کرلے تو اس انسان کی نجات کیسے ممکن ہے؟ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزّت وحکمت والا ہے۔اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جِلاتا ہے اور مارتا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔وہی اوّل وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (سورۃ الحدید، سورۃ 57، آیت 1 تا 3)

☆**رہبانیت:** گوتم بدھ کی اپنی سیرت اور بدھ مت مذہب میں رہبانیت ایک بنیادی تصور ہے جس میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نروان حاصل کرنا ہے۔اس نروان کے چکر میں لوگوں کے حقوق کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔بیوی، بچے، والدین سے دور ہو جانا ایک غیر فطرتی اور غیر عقلی نظریہ ہے جس کا اسلام سختی سے رد کرتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"لَا رَہْبَانِیَّةَ فِی الْإِسْلَامِ "ترجمہ:اسلام میں ترک دنیا کا کوئی مقام نہیں۔

(شرح السنۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل القعود فی المسجد لانتظار الصلاۃ، جلد2،صفحہ371،حدیث484، المکتب الإسلامی، بیروت)

دین اسلام نے دین کے ساتھ ساتھ دنیا بہتر بنانے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ سب کو چھوڑ کر تنہا ہو جانا کوئی بڑا کمال نہیں ہے یہ تو نفس کی اتباع ہے۔اصل روحانیت تو یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر دنیا کی آزمائشوں کو برداشت کرنا اور زندگی کے مقصد کو کامیاب بنانا ہے۔

اسلام میں مراقبہ، خلوت نشینی کا اگرچہ تصور ہے لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ وابستہ لوگوں کے حقوق تلف نہ کئے جائیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں کچھ وقت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور جانے سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ضروریات کو پوار کرتے تھے۔یونہی بزرگانِ دین کچھ وقت کے لئے نفس کے خلاف مجاہدے کرتے تھے لیکن ہمیشہ رشتہ داروں،بیوی بچوں سے دور نہ رہتے تھے۔

☆**بھیک مانگنا:** گوتم بدھ کے نزدیک جتنی دیر تک آدمی بھکشو یعنی بھکاری نہ بن جائے وہ نروان حاصل نہیں کرسکتا۔مانگ کر کھانا قابل فخر اور عبادت سمجھتے ہیں۔ جبکہ دین اسلام اس چیز کی سخت مذمت کرتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْأَلُ النَّاسَ، حَتَّى یَأْتِیَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَیْسَ فِی وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ "ترجمہ:تم میں سے جو آدمی مانگتا رہے گا یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اس کے منہ پر گوشت نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراہۃ المسألۃ للناس، جلد2، صفحہ720، حدیث1040، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

☆**زندگی ایک لعنت:** بدھ مت کے نزدیک زندگی ایک لعنت ہے جس سے انسان کو بچ کر نکل جانا چاہیے جبکہ اسلام نے زندگی کو لعنت کی بجائے انسان کی آزمائش قرار دیا ہے۔یعنی دنیا کی زندگی دار العمل ہے۔یعنی دنیاوی زندگی کے اختتام پر ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔جس میں اس دنیاوی زندگی کا حساب و کتاب ہوتا ہے۔اللہ

عزوجل فرماتا ہے ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ (سورۃ الملک، سورۃ 67، آیت 2)

☆**تصور نجات:** گوتم بدھ نے نجات کا دار ومدار انسان کی ذاتی کوشش پر رکھا اور اسے اپنے اعمال کا قطعی طور پر ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ بدھ کا قول ہے: "انسان برائی کا ارتکاب خود کرتا ہے اور اس کے خراب نتیجہ کو بھگتنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ وہ خود ہی برائی سے کنارہ کش ہو سکتا ہے اور پاکیزگی اور نجاست دونوں ذاتی صفات ہیں۔ کوئی بھی دوسرے کو پاکیزہ نہیں بنا سکتا۔"

جبکہ اسلام کا تصورِ توبہ آسان ہے۔ انسان سے اگر غلطی سرزد ہو جائے وہ اللہ کے سامنے عاجزی سے معافی طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ الزمر، سورۃ 39، آیت 53)

مزید یہ کہ اسلام میں یہ تصور ہے کہ ہدایت اللہ عزوجل کی طرف سے ملتی ہے، ایسا نہیں کہ نیکی وہدایت انسان کی اپنی کاوش ہے۔

بدھ مت کا تنقیدی جائزہ

بدھ مذہب کی کتابیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ گوتم ایک بانی مذہب کی طرح نہیں بلکہ ایک فلسفی کی حیثیت سے اپنی تعلیمات کا سارا زور اخلاق واعمال پر پیش کرتا ہے اور ان بنیادی عقائد کو نظر انداز کر دیا ہے، جن پر ایک مذہب کی تعمیر ہوتی ہے۔ گوتم نے نہ تو خدا کے وجود پر کوئی بات صاف کہی ہے اور نہ کائنات کی تخلیق کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور نہ ہی روح کی وضاحت کی ہے، بلکہ اسے مادہ کا جز کہہ کر خاموشی اختیار کی ہے۔ جنت وجہنم، حشر ونشر اور آخرت وقیامت جیسے مسائل کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے اور آواگون Arvagona کے ہندو عقیدے کو اہمیت دے کر راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عالم کی چیزیں اسباب کے تحت وجود میں آتی ہیں اور ہر لمحہ غیر محسوس طریقہ سے بدلتی رہتی ہیں اور انہی اسباب کے تحت فنا ہوتی ہیں۔ گویا پوری کائنات خود بخود وجود میں آئی ہے اور اسی طور پر چل رہی ہے۔ اس میں کوئی شعور اور ارادہ کار فرما نہیں ہے۔

گوتم نے ان تمام مسائل کی وضاحت اور تشریح کے بغیر اخلاقی احکام کی تلقین کی ہے، جس کے ذریعے نروان حاصل کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں گوتم نے والدین، اولاد، استاد وشاگرد، خادم وآقا اور شوہر وبیوی کے فرائض، حقوق اور ذمہ داریاں بتائیں ہیں۔ انہوں نے والدین کو حکم دیا ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور انہیں برائی سے بچائیں، نیز ان کے لئے ترکے کی شکل میں معاش مہیا کریں۔ اولاد کو حکم دیا کہ وہ والدین کی اطاعت اور احترام کریں (لیکن خود سب کے حقوق تلف کرتے ہوئے گھر والوں کو چھوڑ کر بغیر اجازت لئے جنگلوں کی خاک چھانتے رہے۔) اس طرح دوسرے لوگوں کو شفقت، محبت، ہمدردی، احترام، وفاداری، ہنر مندی، مساوات، حسن سلوک، ادب اور تعظیم کی ہدایت کی ہے۔ گویا ایک فلسفی کی موجودات کے اجزاء ترکیبی سے بحث کی ہے۔ پھر انسان کی خصوصیات اور صفات در روپ پر ایک تفصیلی بحث کی ہے، جس سے ایک مذہب کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ہے۔ گوتم مذہب کے تمام فطری مسائل کو حل کرنے سے قاصر رہے۔ یہی وجہ ہے بدھ مذہب ان لوگوں کے درمیان تو پھیل سکا، جو بت پرست اور اوہام پرست تھے۔ مگر اہل مذہب کے مقابلے میں قطعی ناکام رہا۔

عقیدہ نروان

بدھ مت مذہب کا بنیادی عقیدہ نروان ہے اور اس بنیادی عقیدہ کی وضاحت کرنے سے گوتم بدھ اور ان کے پیروکار عاجز ہیں۔ گوتم بدھ زندگی کے مسئلہ کا جو شافی و کافی حل تلاش کر رہا تھا وہ اسے درخت کے نیچے مراقبہ کی حالت میں نروان کی صورت میں ملا۔ نروان ایک ایسی حالت ہے جو عام ذہنی سانچوں سے بالاتر ہے اور چونکہ وہ ذہن کی گرفت سے آزاد ہے۔ اس لیے اس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے۔ اس کے باوجود چونکہ گوتم بدھ کو اپنا پیغام عوام تک پہنچانا اور ان کو یہ بتانا تھا کہ نروان ہی میں انسان کو دکھوں سے مکمل چھٹکارا اور ابدی مسرت حاصل ہو سکتی ہے اور وہی انسان کا حقیقی مطلوب ہو سکتا ہے۔ اس لیے نروان کی کچھ تشریح کی گئی۔ بدھ مت میں نروان کی تشریح کے لیے جو استعارات استعمال ہوئے ہیں وہ زیادہ تر منفی نوعیت کے ہیں۔ یعنی بجائے یہ بتانے کے کہ نروان کیا ہے یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نروان کیا نہیں ہے۔ نروان کی حقیقت گوتم بدھ اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے: ''بھکشوؤ (پیروکارو) ایسی کیفیت موجود ہے جہاں نہ تو خاک ہے نہ پانی نہ آگ ہے نہ ہوا نہ لامکانیت ہے نہ شعور کی لامحدودیت نہ تو عدم شعور ہے اور نہ شعور نہ تو یہ دنیا ہے اور نہ دوسری دنیا نہ سورج ہے وہاں اور نہ چاند اور ہاں بھکشوؤ! میں کہتا ہوں وہاں نہ آنا اور نہ جانا نہ ٹھہرنا نہ گزر جانا اور نہ وہاں پیدا ہونا ہے۔ بغیر کسی سہارے کسی حرکت یا کسی بنیاد کے ہے۔ بے شک یہی دکھوں کا خاتمہ (نروان) ہے۔''

گوتم بدھ کے اس بیان سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایسی کیفیت کا نام ہے جہاں انسان دنیا سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے۔ اس کے ذہن میں کوئی دوسرا نقطہ نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے جو وہ اپنے ذہن میں لے کر سوچتا ہے۔ اسے حالت استغراق بھی کہتے ہیں۔ ہمیں زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ان کا یہ نظریہ جیسے بھی ہو اور جیسی کیفیت بھی ہو یہ اسلام کے فطری مزاج کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مجمل عقل سے وراء نظریہ ہے۔ جس نروان پر پورے مذہب کی بنیاد ہے وہی عقل میں نہ آئے تو یہ اس مذہب کا بہت بڑا نقص ہے۔

کفارہ

دنیا کے کئی مذاہب میں گناہوں سے کفارے کا کوئی نہ کوئی حل موجود ہے لیکن بدھ مت میں توبہ اور کفارہ کا سرے سے تصور ہی نہیں ہے اور نہ اس کی گنجائش ہے ان کے نزدیک اگر گناہ کیا جاسکتا ہے تو پھر اس کی سزا بھی بھگتنی ہوگی۔

بدھ مت اور خدا

بدھ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے خدا کے وجود کا انکار کیا ہے، بدھ مذہب میں عبادات اور اعتقادات کا کوئی خاص مقام نہیں اور نہ ہی نجات کا کوئی واضح عقیدہ موجود ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ گوتم بدھ خدا کے وجود کا منکر تھا۔ بدھ مت میں خدا کی ذات اور صفات کے متعلق خاص نشاندہی نہ ملتی تھی، البتہ جب مدتوں بعد بدھ مت کے پیروکاروں میں اختلاف ہوا تو کئی نظریات نے جنم لیا۔ بدھ مت دو بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک تصور تو یہ تھا کہ ہر کام اور ہر ضرورت کے لیے دیوی اور دیوتاؤں کا اپنا اپنا مخصوص دائرہ اختیار ہے یعنی کہ ہندومت کے قدیم دیوی اور دیوتاؤں کا تصور تھا۔ دوسرا تصور خدا کے بارے میں یہ تھا کہ وہ قادر مطلق ہے تمام طاقتوں اور فیوض کا سرشمہ وہی ہے وہی کائنات کا خالق بھی ہے۔ ایک دوسرے فرقہ جس نے یہ تبلیغ دی کہ خدا بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا یہ نظریہ بدھ کے تعلیمات کی منافی ہے مگر اس کے پیروکاروں نے ان تعلیمات کو فراموش کر دیا۔

بدھ مت کی سب سے بڑی کمزوری عبودیت کی ہے کیونکہ اس میں کہیں بھی خدا کی عبادت کا تصور نظر نہیں آتا اور ایک بشر کے لیے عبادتِ خداء نے بغیر تسکین حاصل کرنا ممکن نہیں۔ یہ بہت بڑی خامی تھی جو بدھ مت کے ابتدائی دور میں رہی کیونکہ اس میں نہ تو دیوی دیوتاؤں کے پوجنے کی اجازت تھی اور نہ خدا کی عبادت کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی جس کی بدولت بدھ مت کے پیروکار گوتم بدھ کا مجسمہ بنا کر اس کی پرستش میں لگ گئے تاکہ دلوں کو تسکین حاصل ہو۔

گوتم بدھ اوتار پر بالکل یقین نہیں رکھتے تھے۔ ان کی حیات تک بدھ مت میں اوتار کا کئی تصور نہ تھا۔ بدھ مت میں اوتار واد کا نظریہ کنشک کے زمانے میں شامل کیا گیا۔ بدھ مت کے دو فرقوں ہیں اور مہایانیوں نے بدھ کی

مورتی بنا کر اور اس کی پوجا شروع کر دی کہا جاتا ہے کہ گوتم بدھ کی پہلی مورتی غالباً بھارت میں بنائی گئی۔ بدھ مت کی تیز دھار کو کند کرنے کے لیے ایک طویل مدت میں برہمنوں نے گوتم بدھ کو وشنو کا اوتار کر ڈالا۔

جب مہایانیوں نے گوتم بدھ کو وشنو کا اوتار مان لیا۔ انہیں انسان سے بھگوان بنا دیا اور ان کی مورتی بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے تو مہایان فرقے بدھ مت کم اور ہندو مت زیادہ ہو گیا۔ اس مت میں نظریہ تجسیم اور مورتیوں پر یقین رکھنے کے عقائد داخل ہو گئے۔ بدھ مت میں دیوی دیوتاؤں کی ایک بڑی فوج کھڑی کر دی گئی۔

غیر فطرتی عمل

بدھ مت کا اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں کو چھوڑ چھاڑ کر چلے جانا ایک غیر فطرتی عمل ہے۔ اس غیر فطرتی عمل کو غلط سمجھتے ہوئے بدھ مت مذہب میں اب راہب گروہ میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ والدین سے اجازت لے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ بدھ مذہب میں بھکشوؤں کی زندگی ایک غیر فطرتی عمل ہے ایسے عقیدہ کا وہی حال ہوتا ہے جو عیسائیت میں رہبانیت کا ہوا تھا کہ فطرت سے دور رہتے ہوئے یہ لوگ زنا میں پڑ گئے تھے۔

بدھ مت کے مظالم کی تاریخی داستان

بدھ مت مذہب اگرچہ یہ باور کرواتا ہے کہ تشدد نہ کرنا ان کا بنیادی اصول ہے لیکن تاریخ کا مطالعہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ کئی بدھ راہبوں نے ظلم و ستم کی انتہا کی ہے اور مذہب کے نام پر بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا ہے۔

کولمبو کے نواح میں ایک چھوٹا سا مندر ہے۔ اس میں بدھا کی شبیہ کو جامنی اور سفید کنول کے درمیان رکھا گیا ہے جبکہ چھوٹے بدھا دیوار کے ساتھ کھڑے ہیں۔ لیکن اس کے اوپر والی منزل میں ایک بھاری بھرکم راہب کی حکومت ہے جو نارنجی رنگ کے کپڑے پہنے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ ہے سخت گیر بودھ تنظیم دی بودھا بالا سینا یا بدھسٹ پاور فورس (بی بی ایس) کا صدر دفتر۔ راہب گالا گوڈا آتھے گناناسارا تھیرو بدھ مت کی بات بطور ایک نسل کے کرتے ہیں۔

سری لنکا کے زیادہ تر بودھ سنہالا ہیں اور سنہالا تقریباً اس ملک کی آبادی کا تین چوتھائی ہیں۔

گناناسارا تھیرو کہتے ہیں کہ یہ ملک سنہالا کا ہے، اور سنہالا ہی ہیں جنھوں نے اس کی تہذیب، ثقافت اور آبادیوں کو تعمیر کیا ہے۔ سفید فام لوگوں نے سب مسائل کھڑے کیے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ برطانوی نو آباد کاروں نے اس ملک کو تباہ کیا تھا اور اس کے حالیہ مسائل کے ذمہ دار بھی بقول ان کے باہر والے ہی ہیں جس سے ان کا مطلب تمل اور مسلمان ہیں۔ حقیقت میں اگرچہ تمل کی ایک چھوٹی اقلیت یہاں انڈیا سے چائے کے باغات لگانے کے لیے آئی تھی، لیکن یہاں رہنے والے زیادہ تر تمل اور مسلمان اتنے ہی سری لنکن ہیں جتنے سنہالا ہیں اور ان کی جڑیں صدیوں پیچھے تک جاتی ہیں۔ بدھ بھکشو گنانا سارا اتھیرو کہتا ہے کہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ سنہالا ملک واپس سنہالا ہو جائے۔ جب تک ہم اس کو ٹھیک نہیں کرتے، ہم لڑتے رہیں گے۔

بدھ مت کا یہ پہلو کوئی پہلی مرتبہ سامنے نہیں آیا۔ بیسویں صدی کے اہم بودھ احیائے کار آناگارکا دھرماپالا غیر سنہالا لوگوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ آریائی سنہالا لوگوں نے اس جزیرے کو جنت بنایا ہے جبکہ عیسائی اور دوسرے مذاہب اس کو تباہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو بھی یہ کہہ کر نشانہ بنایا کہ وہ سود پر قرض دینے والے طریقوں سے اس مٹی میں جنم لینے والوں کا استحصال کر کے پھلے پھولے ہیں۔

1782 میں برمی بادشاہ "بودھاپایہ" نے پورے علاقے کے علماء کو سور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا، جنہوں نے انکار کیا انہیں قتل کر دیا گیا۔ اس واقع کے بعد برما میں سات دن تک سورج طلوع نہ ہوا۔ جس پر برمی بادشاہ نے اپنی کوتاہی کا اقرار کیا اور معافی مانگی۔

1958 میں ایک بودھ راہب ہی تھا جس نے وزیراعظم ایس ڈبلیو آر ڈی بندرانائیکے کو قتل کیا تھا۔ مہاویلی دریا کی طرف اشارہ بھی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ 1989 میں سری لنکا کی حکومت کے خلاف بائیں بازو کے محاذ نے ایک بغاوت کی تھی جس کے بعد ایک اندازے کے مطابق تقریباً 60,000 افراد لاپتہ ہو گئے تھے اور اسی دریا میں بہت سی لاشیں پائی گئی تھیں۔

برما کے مسلمانوں پر بدھ مت کے مظالم

بدھ کے مظالم کی ایک سیاہ داستان برما میں رہنے والے مسلمانوں ہونے والی زیادتیوں کی ہے جسے یہی نام نہاد امن پسند کے دعویدار بدھ راہب مذہب کے نام پر گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں۔

بدھ مت کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ مسلمان برما میں باہر سے آئے ہیں اور انہیں برما سے بالکل اسی طرح ختم کر دیں گے جس طرح اسپین سے عیسائیوں نے مسلمانوں کو ختم کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ برما کا ایک صوبہ اراکان وہ سرزمین ہے جہاں خلیفہ ہارون رشید کے عہدِ خلافت میں مسلم تاجروں کے ذریعہ اسلام پہنچا، اس ملک میں مسلمان بغرض تجارت آئے تھے اور اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تھی، اسلام کی فطری تعلیمات سے متاثر ہو کر وہاں کی کثیر آبادی نے اسلام قبول کر لیا اور ایسی قوت کے مالک بن بیٹھے کہ 1430ء میں سلیمان شاہ کے ہاتھوں اسلامی حکومت کی تشکیل کر لی، اس ملک پر ساڑھے تین صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی، مسجدیں بنائی گئیں، قرآنی حلقے قائم کیے گئے، مدارس و جامعات کھولے گئے، ان کی کرنسی پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ ہوتا تھا اور اس کے نیچے ابو بکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ تعالی نام درج ہوتے تھے۔ اس ملک کے پڑوس میں برما تھا جہاں بدھسٹوں کی حکومت تھی، مسلم حکمرانی بودھسٹوں کو ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے 1784ء میں اراکان پر حملہ کر دیا، بالآخر اراکان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اسے برما میں ضم کر لیا اور اس کا نام بدل کر میانمار رکھ دیا۔ 1824ء میں برما برطانیہ کی غلامی میں چلا گیا، سو سال سے زائد عرصہ غلامی کی زندگی گزارنے کے بعد 1938ء میں انگریزوں سے خود مختاری حاصل کر لی۔ 1938 میں انگریزوں سے لڑی جانے والی جنگ میں گولیوں سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو بطور ڈھال استعمال کیا گیا۔ آزادی کے بعد انہوں نے پہلی فرصت میں مسلم مٹاؤ پالیسی کے تحت اسلامی شناخت کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی، دعاۃ پر حملے کئے، مسلمانوں کو نقل مکانی پر مجبور کیا، چنانچہ پانچ لاکھ مسلمان برما چھوڑنے پر مجبور ہوئے، کتنے لوگ پڑوسی ملک بنگلادیش ہجرت کر گئے۔ اس طرح مختلف اوقات میں مسلمانوں کو نقل مکانی پر مجبور کیا گیا، جو لوگ ہجرت نہ کر سکے ان کی ناکہ بندی شروع کر دی گئی، دعوت پر پابندی ڈال دی گئی، اسلامی تبلیغ کی سرگرمیوں پر روک لگادی گئی، مسلمانوں کے اوقاف چراگاہوں میں بدل دیئے گئے، برما کی فوج نے بڑی ڈھٹائی سے ان کی مسجدوں کی بے حرمتی کی، مساجد و مدارس کی تعمیر پر قدغن لگادیا، لاؤڈ سپیکر سے اذان ممنوع قرار دی گئی، مسلم بچے سرکاری تعلیم سے محروم کیے گیے، ان پر ملازمت کے دروازے بند کر دیئے گئے، 1982 میں اراکان کے مسلمانوں کو حق شہریت سے بھی محروم کر دیا گیا، اس طرح ان کی نسبت کسی ملک سے نہ رہی، ان کی لڑکیوں کی شادی کے لیے 25 سال اور لڑکوں کی شادی کے لیے 30 سال عمر کی تحدید کی گئی، شادی کی کاروائی کے لیے بھی سرحدی سیکوریٹی فورسیز سے اجازت نامہ کا

حصول ناگزیر قرار دیا گیا، خانگی زندگی سے متعلقہ سخت سے سخت قانون بنائے گئے۔ ساٹھ سالوں سے اراکان کے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کے بچے ننگے بدن، ننگے پیر، بوسیدہ کپڑے زیب تن کئے قابل رحم حالت میں دکھائی دیتے ہیں، ان کی عورتیں مردوں کے ہمراہ کھیتوں میں زراعت کا کام کر کے گزر بسر کرتی ہیں۔ لیکن خوش آئند بات یہ ہے کہ ایسے سنگین اور روح فرسا حالات میں بھی مسلمان اپنے دینی شعائر سے جڑے ہیں اور کسی ایک کے متعلق بھی یہ رپورٹ نہ ملی کہ دنیا کی لالچ میں اپنے ایمان کا سودا کیا ہو۔ جون کے اوائل میں مسلم مبلغ 10 مسلم بستیوں میں دعوت کے لیے گھوم رہے تھے اور مسلمانوں میں تبلیغ کر رہے تھے کہ بودھسٹوں کا ایک دہشت گرد گروپ ان کے پاس آیا اور ان کے ساتھ زیادتی شروع کر دی، انہیں مارا پیٹا، درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے جسموں پر چھری مارنے لگے، ان کی زبانیں رسیوں سے باندھ کر کھینچ لیں یہاں تک کہ دسیوں تڑپ تڑپ کر مر گئے، مسلمانوں نے اپنے علما کی ایسی بے حرمتی دیکھی تو احتجاج کیا، پھر کیا تھا، انسانیت سوز درندگی کا مظاہرہ شروع ہو گیا، انسان نما درندوں نے مسلمانوں کی ایک مکمل بستی کو جلا دیا، جس میں آٹھ سو گھر تھے، پھر دوسری بستی کا رخ کیا جس میں 700 گھر تھے اسے بھی جلا کر خاکستر کر دیا، پھر تیسری بستی کا رخ کیا جہاں 1600 گھروں کو نذر آتش کر دیا اور پھر فوج اور پولیس بھی مسلمانوں کے قتل عام میں شریک ہو گئی۔ جان کے خوف سے 9 ہزار لوگوں نے جب بری اور بحری راستوں سے بنگلادیش کا رخ کیا تو بنگلادیشی حکومت نے انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے بعد سے بدھ مت کے دہشت گرد برمی فوج کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا قتل عام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

برمی مسلمانوں کے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کیا جاتا اور پابندیوں کی دلدل میں ایسا دھکیلا کہ سانس تک لینا دشوار ہو گیا۔ انہیں پختہ، مکان بنانے کی اجازت نہیں، یہ موبائل فون اور دیگر مواصلاتی ذرائع استعمال نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ پروٹین اور وٹامن والی غذائیں کھانے پر بھی پابندی ہے۔ جانور ذبحہ کرنے پر پابندی ہے۔ 2013 میں برمی مسلمانوں پر یہ پابندی لگا دی گئی کہ وہ ایک سے زیادہ بچہ پیدا نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاؤں تلے اگر ایک چیونٹی بھی مسلی جائے تو کئی ایام پریشانی و اضطراب میں گزر جاتے ہیں کہ اس خلق اللہ کو اس دوران کتنی تکلیف ہوئی ہو گی لیکن آج مسلمان اس چیونٹی سے بھی کم تر جانے جا رہے ہیں۔ بدھ مت ایک امن پسند مذھب کہلوانے والا ظلم و ستم کی تمام حدود عبور کر چکا ہے۔ اس اپنی کل آبادی کے 4 فیصد مسلمان کیوں چبھتے ہیں۔ 3 جون کو رنگون میں 11

مسلمانوں کو بس سے اتار کر شہید کر دیا گیا۔ 3 جون سے اب تک 20 ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا، اور 500 بستیاں جلا کر راکھ کر دیں۔

روئے زمین پر کوئی ایک ایسا مسلمان ملک یا مسلمانوں کی لبرل یا شدت پسند جماعت ایسی نہیں ہے کہ جس نے اپنے ملکوں میں بسنے والی اقلیتوں کے خلاف اس قسم کا منافرانہ نعرہ لگا کر ان پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے ہوں۔ مگر برما کی سرزمین کو خون مسلم سے رنگین کرنے والے بدھ مت کے مذہبی دہشت گردوں کا سرغنہ سایاداؤیو وراتھو کہ اسلام اور مسلمانوں کی نفرت جس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس خونی قاتل کو اب تک نہ امریکہ نے دہشت گرد قرار دیا ہے نہ اس کی مسلمانوں کے خلاف برپا تحریک 969 موومنٹ کے وحشی درندوں کی گرفتاری کے آرڈر جاری کیے ہیں اور نہ ہی ان پر کسی قسم کی پابندیاں لگائی ہیں۔

برما کی سرزمین پر کافی عرصہ سے ہزاروں مسلمانوں کو ذبح کرنے والا سایاداؤیو وراتھو نامی بدھ مت کا مذہبی لیڈر اگر ہزاروں مسلمانوں کے قتل عام کے باوجود امریکہ کے نزدیک دہشت گرد نہیں ہے تو پھر دنیا میں کوئی بھی دہشت گرد نہیں ہے پس برما کی صورت حال نے دنیا پر یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ امریکہ کے حکمرانوں میں منافقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے دنیا اس بات سے آگاہ ہو چکی ہے کہ دوغلا پن مکاری عیاری اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی امریکی حکمرانوں کا طرۂ امتیاز بن چکی ہے برما میں مسلمانوں کی ہونے والی نسل کشی میں اقوام متحدہ کا پورا پورا ہاتھ ہے۔

... باب سوئم: درمیانے درجے کے مذاہب ...

کنفیوشس ازم

شنتومت

سکھ مت

یہودیت

جین مت

تاؤمت

★... کنفیوشس ازم ...★

تعارف

چین کا سب سے بااثر مذہب کنفیوشس ازم جو ایک فلسفی و حکیم "کنفیوشس" سے منسوب ہے۔ اس مذہب کے بارے میں اکثر ماہرین ادیان نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا یہ واقعتاً کوئی مذہب ہے یا صرف ایک اصلاحی تحریک؟ بعض حضرات اسے مذہب شمار کرتے ہیں جبکہ بعض اسے ایک اخلاقی فلسفہ مانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں یہ کوئی باقاعدہ مذہب نہیں تھا بلکہ اخلاقیات کا ایک ضابطہ تھا جس نے رفتہ رفتہ مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ کنفیوشس نے کبھی بھی خود کو خدا کا نبی یا اوتار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ جس شخص نے کنفیوشس کی وفات کے بعد کنفیوشس مت کا پرچار کیا اس کا نام "مینگ" تھا اور جب اس نے شہرت حاصل کی تو اسے کنگ گرو کا خطاب دیا گیا جسے کنگ فونسو بھی کہا جاتا تھا۔ یہی لفظ جب لاطینی زبان میں تبدیل ہوا تو کنفیوشس میں ڈھل گیا۔

کنفیوشس چھٹی صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی تحریری تعلیمات کا نام گلدستہ تحریر کہلاتی ہیں۔ کنفیوشس چین کے ایک ایسے شاہی خاندان کے فرد تھے جو اپنی شان و شوکت کھو چکا تھا اور ان کے والدہ نے انتہائی تنگ دستی میں کنفیوشس کا اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ کنفیوشس نے اپنی ابتدائی زندگی میں ہی اپنے نظریات کا پرچار شروع کر دیا تھا۔ 34 برس کی عمر میں ان کے ماننے والوں کی تعداد چار ہزار کے قریب پہنچ گئی تھی جو چینی

معاشرے میں ایک حیرت انگیز بات تھی کیونکہ چینی معاشرے میں دانائی اور عقل کو بڑھاپے میں خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔ کنفیوشس مذہب اور سیاست کو علیحدہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ انھوں نے اپنی زندگی میں اہم حکومتی عہدوں پر کام کیا اور اسے اپنے اثرو رسوخ اور تصورات کو پھیلانے میں استعمال کیا۔ کنفیوشس انسان کے اندر کی نیکی اور بھلائی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے ان کا خیال تھا کہ اصل سچائی انسان کے دل کے اندر ہوتی ہے۔ کنفیوشس کے مطابق نیک آدمی تین طرح کے خوف میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ایک آسمانی فیصلوں کا خوف، دوسرے عظیم انسانوں کا خوف اور تیسرے روحانی لوگوں کا خوف۔ کنفیوشس کی تعلیمات کے مطابق دنیا میں واحد خدائی قانون سچ ہے اور سچ تک رسائی صرف اور صرف خدا کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

کنفیوشس ازم کی تاریخ

جس دور میں مہاویر اور گوتم بدھ ہندوستان میں اخلاقی تعلیمات عام کر رہے تھے اسی دور میں چین میں کنفیوشس (BC479-551) کا ظہور ہوا۔ کنفیوشس ایک بہت بڑے فلسفی حکیم تھے جو چین کے صوبے "لو" میں پیدا ہوئے۔ اس صوبے کا موجودہ نام شانتونگ (Shandong) ہے۔ ان کا خاندانی نام کنگ فوزے (Kung-Fu-ze) تھا۔ یہ ابھی تین برس کے ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کنفیوشس نے اس وقت کے مروجہ علوم مثلاً شاعری، تاریخ، موسیقی، شکار، تیر اندازی وغیرہ میں مہارت حاصل کرلی۔ انیس برس کی عمر میں ان کی شادی کر دی گئی جس سے ان کا ایک بیٹا بھی ہوا لیکن انہوں نے علیحدگی اختیار کرلی۔ نوجوانی میں وہ حکومتی اداروں میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک مدرسہ قائم کرلیا تھا جہاں وہ لوگوں کو مختلف موضوعات پر تعلیم دیتے تھے۔ ان کی ملاقات اس وقت کے دوسرے بڑے مذہبی رہنما اور فلسفی "لاؤزے" سے بھی ہوئی جو تاؤازم کے بانی تھے۔ کنفیوشس کے درس وتدریس کا یہ سلسلہ اس قدر مقبولیت اختیار کر گیا کہ اس وقت کے حکومتی عہدیدار بھی ان کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے۔اس طرح ان کی عمر کا ایک حصہ صوبہ "لو" میں ہی گزرا۔

اس کے بعد وہ قاضی مقرر ہو گئے۔ روایات کے مطابق انہوں نے اپنا یہ منصب اس قدر ذمہ داری سے نبھایا کہ ان کے ماتحت علاقہ انصاف اور امن وامان کے متعلق ایک مثالی معاشرہ بن گیا اور جرائم کی شرح حیرت انگیز حد تک

کم ہوگئی۔ اس دوران بھی ان کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور کئی لوگ ان کی شاگردی میں آگئے۔ لیکن حاسدین کی سازشوں میں آکر بادشاہ نے انہیں ملک بدر کردیا۔ وہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ یوں ہی پھرتے رہے اور قدیم چینی کتب کی تالیف میں مصروف رہے۔ روایات کے مطابق اسی دوران انہیں خدا کا عرفان بھی حاصل ہوا۔ ان کا انتقال 72 سال کی عمر میں ہوا اور تدفین کوفو (Qufu) میں ہوئی۔

کنفیوشس کی وفات کے بعد ان کے نظریات لوگوں میں عام ہونا شروع ہوگئے اور وہ ایک قومی اور بعدازاں مذہبی ہیرو بن گئے۔ ان کے انتقال کے بعد پورے چین میں اہتمام کے ساتھ سوگ منایا گیا اور حکمران طبقے نے بھی انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ چونکہ کنفیوشس نے مذہب کے بارے میں کوئی واضح تعلیم نہیں دی تھی لہٰذا وہ کتابیں جو مذہبی رسوم کی تاریخ پر مبنی تھیں انہیں ہی مذہبی حیثیت حاصل ہوگئی اور چین کا قدیم مشرکانہ مذہب ہی کنفیوشس ازم کی روایت بن گیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کنفیوشس ازم اپنی ابتداء میں کوئی مذہبی تحریک نہ تھی بلکہ سماج کی بھلائی کے لئے یہ ایک سیاسی و اخلاقی نظام تھا جسے مذہب کے طور پر اپنا لیا گیا۔

کنفیوشس ازم کی تاریخ میں ایک مذہبی عالم مینشیس (Mencius 371-288) خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کا اصل نام "مینگ" اور ذاتی نام "کاؤ" تھا۔ انہوں نے کنفیوشس کی تعلیمات کو نئے رجحانات کے مطابق مرتب کیا اور اخلاقی و سیاسی امور پر بہت زیادہ زور دیا۔ جس سے اس مذہب میں رسوم و رواج کا ظاہری رنگ تقریباً ختم ہوگیا۔ مینشیس نے کنفیوشس مذہب کے فروغ کے لئے پورے چین میں کئی دورے کئے جس کی وجہ سے یہ مذہب مزید ترقی کر گیا اور لوگ اس مذہب کے گرویدہ ہوگئے۔

کنفیوشس کی وفات کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد بادشاہ قین شی ہوانگ Qin Shi Huang r. (247-221 BC) نے چین پر قبضہ کرکے بہت سی ریاستوں پر تسلط جمالیا۔ یہ بادشاہ کنفیوشس ازم کے خلاف تھا اس نے کنفیوشس، مینشیس اور دیگر تمام مذہبی کتب جلوادیں اور کئی علماء کو بھی قتل کرادیا۔ تاہم اس بادشاہ کے انتقال کے بعد ان کتابوں کو از سر نو مرتب کیا گیا اور کنفیوشس ازم اہل چین کا محبوب مذہب بن گیا۔ اس کے بعد دیگر آنے والے سبھی بادشاہوں نے اس مذہب کو قبول کیا اور اس کے فروغ کے لئے کام کیا۔ لیکن ماضی قریب میں

چین الحاد اور اشتراکیت کی زد میں آیا تو اس مذہب پر بھی اثر ہوا اور اس کے پیروکاروں کی تعداد گھٹ گئی۔ موجودہ دور میں اس مذہب کے پیروکار چین، جاپان، کوریا اور ویت نام میں کثیر تعداد (اندازاچھ ملین) میں ہیں۔

دینی کتب

کنفیوشس نے خود مستقل کتابیں بہت کم لکھی ہیں، ان کی ایک کتاب جس میں تاریخ چین کا خلاصہ ہے ۔کہا جاتا ہے کہ کنفیوشس نے کئی کتابیں تدوین کیں لیکن وہ کتابیں آج موجود نہیں ہیں۔ کنفیوشس کی بنیادی کتاب لون یو ہے۔ لون یو کے علاوہ پانچ کتابیں ہیں جو کنفیوشس ازم میں اہمیت رکھتی ہیں لیکن ان کے پیروکارں کے ہاں بھی یہ کتب الہامی نہیں ہے۔ یہ سبھی کتابیں چین کی سلطنت ''سنگ'' کے بادشاہ چوہسی (Chu His 1130-1200CE) کی سرپرستی میں مرتب ہوئیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

☆ **لون یو:** موجودہ کنفیوشس ازم میں جس کتاب کو اہمیت حاصل ہے وہ لون یُو (Lunyu/Analects) ہے۔ یہ کتاب کنفیوشس اور ان کے شاگردوں کے اقوال اور حالات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب چین میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی مذہبی کتاب ہے۔ اس کتاب میں کنفیوشس اور ان کے شاگردوں کی بیان کردہ تعلیمات ہیں جو سیاست اور معاشرت سے متعلق ہیں۔

یہ کتاب کنفیوشس کی وفات کے ایک صدی بعد ان کے شاگردوں کی اولادوں نے مرتب کیں، تاہم بعد میں ہان سلطنت (BC-220CE206) کے دور میں اسے مکمل کیا گیا۔ اس کتاب میں زندگی کے ہر پہلو کے حقائق کو عام فہم کہانیوں اور تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کنفیوشس کی تعلیمات کو سمجھنے کو لئے اس کتاب کا مطالعہ کافی اہم ہے۔

☆**وُوچِنگ (Wu-Ching/Five Classics)**: ان میں چین کے قدیم لوک نغمے ،دعائیں اور مناجات، بادشاہوں کے خطبات اور دستاویزات، پیش گوئیاں، تاریخ اور مذہبی عبادات اور رسوم کی تفصیل ہے۔

☆سی شو(Si Shu/Four Books):اس میں چین کے قدیم مذہبی رسم ورواج، سیاست، معیشت اور تہذیب کی تفصیل ملتی ہے۔اس کے علاوہ اس میں کنفیوشس علم مینشیس کے مکالمات کا مجموعہ بھی شامل ہے۔

کنفیوشس ازم کی تعلیمات کا جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے مدد جاسکتی ہے:

☆علم عظیم(The Great Learning):یہ کتاب لی چی کا انتالیسواں باب ہے لیکن بعد میں اسے الگ مجموعہ میں پیش کر دیا گیا۔بعض نے کہا کہ اس کتاب کا کنفیوشس کی طرف انتساب محل نظر ہے۔

☆تعلیم آدمی(Men Dectrine of the):بعض کا خیال ہے کہ یہ کتاب لی چی سے ماخوذ ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ کنفیوشس کے پوتے تسز(Tsesze) کے نام سے منسوب ہے۔

☆شوچنگ(Shu-ching):یہ تاریخ کی کتاب ہے جس میں 250 قبل مسیح سے لیکر 600ء تک کے مختلف شاہی خاندانوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔اس میں کنفیوشس کی تقاریر بھی درج کی گئی ہیں۔

☆شی چنگ(Chih-ching):اس میں تین سو پانچ نظمیں شامل ہیں۔ابتداء میں یہ کتاب قریبا تین ہزار نظموں پر مشتمل تھی۔ان نظموں میں 1800 قبل مسیح سے لیکر چھٹی صدی عیسوی تک مختلف خاندانوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

☆لی چی(Li-Chi):اس کتاب میں ان رسوم کا ذکر کیا گیا ہے جو مذہبی وغیر مذہبی تہواروں پر منائی جاتی تھیں۔ان میں سے زیادہ تر رسومات وہ ہیں جن پر بادشاہ اور اس کے امراء عمل کیا کرتے تھے۔

☆ی چنگ(Yi-ching):یہ کتاب انقلابات ہے جس میں مختلف قسم کے واقعات وحوادث بیان کئے گئے ہیں۔یہ کنفیوشس کی پسندیدہ کتاب تھی اور اکثر اس کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔

عقائد ونظریات

کنفیوشس نے مذہبی تعلیمات کے بارے میں بہت زیادہ وضاحت نہیں کی تھی۔ان کا اہم کارنامہ سیاسی اور معاشرتی اصلاح تھا۔انہوں نے مابعد الطبیعاتی مسائل پر کوئی بحث کی بجائے ان اخلاقی تعلیمات پر زور دیا جن کا تعلق روزمرہ کی زندگی سے تھا۔تاہم وہ دینی کتابیں جو ان کی طرف منسوب ہیں اس میں ہمیں تصورات مثلاً خدا، حیات بعد

الموت بھی ملتے ہیں۔ کنفیوشس کے بارے میں بعض مغربی محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ ایک لامذہب اخلاقی مصلح تھے۔ بعض انہیں ملحد نہیں تو کم از کم لاادری (Agnostic) ضرور سمجھتے ہیں۔ لیکن دینی کتابوں میں ہمیں بعض جگہ ٹی این (Tian) یعنی ایک حقیقت اعلیٰ کا تصور ضرور ملتا ہے، اگرچہ کنفیوشس سے منسوب ان کتابوں میں خدا کے بارے میں کوئی واضح بیان نہیں ملتا لیکن ان کتابوں میں حیات بعد الموت کا تصور ضرور ملتا ہے جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کنفیوشس خدا کو مانتے تھے۔ موجودہ کنفیوشس ازم میں خدا کا معاملہ ہر ایک انسان کے ساتھ وابستہ ہے۔ خدا کا معاملہ ہر ایک انسان کے اپنے سپرد ہے۔ لہٰذا چین کی اکثر آبادی دیوتا پرستی اور بعض خدا کا انکار بھی کرتی ہے۔

فرقے

کنفیوشس ازم میں گروہ بندی اور فرقے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تاہم اس مذہب کی دو جہتیں ضرور موجود ہیں۔ سنگ سلطنت میں کنفیوشس ازم کی دینی کتابوں کو از سر نو مرتب کیا گیا اور اس مذہب کے احیاء کا کام ہوا۔ مذہب کے احیاء کا یہ کام ایک عالم زہوزی (Zhy Xi 1130-1200CE) نے کیا تھا۔ کنفیوشس ازم کا یہی احیاء دراصل اسے جدت پسندی کی طرف لے گیا جسے Neo-Confucianism کا نام دیا گیا۔ اس جدت پسند مذہب میں قدیم چینی روایات، کنفیوشس کی بیان کردہ تعلیمات کے علاوہ بدھ مت، ایک قدیم مذہب تاؤمت اور وقتِ حاضر کے تقاضوں کا بھی خاص خیال رکھا گیا۔ روایت پسند کنفیوشس ازم میں ٹین (Tian) کو حقیقت اعلیٰ (یا خدا) مانا گیا ہے اور اس میں جنت و دوزخ کا تصور واضح ہے۔ جبکہ نیو کنفیوشس ازم میں حقیقت اعلیٰ کو "تائی جی" کا نام دیا گیا ہے۔

یہ عقیدہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح اس میں ضم ہو جائے گی۔ نیز اس میں تاؤازم اور بدھ مت کے صوفیانہ خیالات بھی شامل ہیں۔ نیو کنفیوشس ازم دو مکاتب فکر میں تقسیم ہے۔

اسلام اور کنفیوشس کا تقابلی جائزہ

اسلام اور کنفیوشس کے تقابل کی بات کی جائے تو کنفیوشس مذہب اس قابل ہی نہیں کہ اسے کے مقابل لایا جائے کیونکہ کئی محققین تو کنفیوشس کو ایک مذہب ہی نہیں مانتے۔ یہ ایک نامکمل مذہب ہے جسے مختلف لوگوں نے مختلف عقائد و نظریات کو شامل کر کے ایک مذہب کا رنگ دیا۔

کنفیوشس کا تنقیدی جائزہ

اس مذہب میں اللہ عزوجل اور آخرت کے اعتبار سے غیر واضح تصورات ہیں جس کی وجہ سے یہ مذہب بت پرستی اور دہریت کا شکار ہو گیا۔ دراصل اس مذہب کا سارا دار و مدار سیاست اور اخلاقیات پر مبنی ہے جس کو لے کر ایک مذہب کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

نوٹ: کتاب میں مزید آگے بھی کئی ایسے مذاہب آئیں گے جو نامکمل ہیں جو اسلام کے مقابل آنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے اس لیے ان کا تقابلی و تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔

★... شنتو مت ...★

تعارف

شنتو مت (جسے شنٹو مت بھی پڑھا جاتا ہے) جاپان کا ایک اہم ترین مذہب ہے۔ شنتو چینی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی خدائی راستہ کے ہے۔ شنتو مت قدرتی مظاہر کی پرستش کا نام ہے۔ شنتو مذہب کا باقاعدہ آغاز تین سو سال قبل مسیح میں ہوا۔ اس کی بنیادی تعلیمات کے مطابق انسان خدا کی مرضی سے فرار حاصل نہیں کر سکتا، آباؤاجداد اور بزرگوں کی خدمت کرنا لازمی فرض ہے، حکومت اور ریاست سے وفاداری کرنا ضروری ہے، دیوتاؤں کی اچھائی پر نظر رکھو، اپنے غصے پر قابو پاؤ اور اپنی حدود کو فراموش نہ کرو، بیرونی تعلیمات کی اندھادھند تقلید مت کرو، اپنا کام دل جمی اور لگن سے کرو۔ شنتو مت میں دوسری جنگ عظیم کے بعد بہت سے تبدیلیاں ہوئی اور اس پر بیرونی مذاہب کے بھی اثرات مرتب ہوئے۔ اس مذہب میں تیرہ فرقے ہیں۔

شنتو مت کی تاریخ

شنتو ازم جاپان کا اہم ترین مذہب ہے۔ شنتو (شن تو shinto) جاپان کا وطنی (native) مذہب ہے۔
شنتو کا لفظ دو الفاظ کا مرکب ہے: شن: جو کہ دراصل خدا کے لیے استعمال ہونے والی چینی اصطلاح ہے، اسی لفظ کو جاپانی میں کامی بھی کہا جاتا ہے، یعنی دونوں ادائیگیوں کیلئے ایک ہی چینی حرف ہے جسکو اسطرح تحریر کیا جاتا ہے۔ تو: جسکا مطلب ہے راستہ یا راہ۔ یوں شنتو کے معنی دیوتاؤں کا راستہ ہے۔
ہندومت کی طرح یہ مذہب بھی کسی ایک مرکزی شخصیت سے منسوب نہیں ہے بلکہ یہ مذہب ہزاروں برس سے جاپان میں ہونے والے تہذیبی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔
شنتو ازم کے متعلق عمومی طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ اس مذہب کی روایت زمانہ قبل از تاریخ سے چلی آرہی ہے۔ روایات کے مطابق قدیم جاپان میں جو قبیلہ کا حکمران ہوتا تھا، وہ سورج کی پرستش کرتا تھا، جس کے گرد ہزاروں دیوی دیوتا بھی ہوتے تھے، اس کے علاوہ اسلاف پرستی اور مظاہر پرستی بھی اس تہذیب کا اہم عنصر تھا۔

مورخین کے مطابق موجودہ شنتوازم کی روایت قدیم جاپانی تہذیب میں نہیں تھی بلکہ یہ مذہبی روایات جنوبی کوریا سے جاپان میں آئی ہیں۔ اس روایت نے آگے چل کر شنتوازم مذہب کی صورت اختیار کرلی اور اب یہ مذہب جاپان میں قومی تمدن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اس مذہب کی تاریخ میں کئی جاپانی شہنشاہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ سورج دیوی کی اولاد ہیں، اسی وجہ سے جاپان میں شاہ پرستی کا رواج قائم ہوا۔ پانچویں صدی عیسوی میں جب بدھ مت جاپان میں آیا تو دونوں مذاہب نے آپس میں ایسی مفاہمت کرلی کہ شنتو بدھ مت کے نام سے ایک علیحدہ مذہبی فرقہ بھی بن گیا جو بیک وقت دونوں مذہب کے پیروکار ہوتے تھے۔ نیز تاؤازم اور کنفیوشس ازم نے بھی اس مذہب پر گہرے اثرات رقم کئے۔

اٹھارہویں صدی میں جاپان کے معروف سکالر موٹونوری ناگا (Motoori Norinaga 1730-1807) نے شنتوازم کو دوسرے مذاہب کے اثرات سے الگ کر کے اس کی اپنی خالص صورت میں لانے کی کوشش کی۔ یہ اس مذہب میں ایک قسم کے مذہبی احیاء کی تحریک تھی جس میں کئی ایسی اصلاحات کی گئی جس کی وجہ سے یہ مذہب دیگر مذاہب سے ممتاز ہوا۔

اس کے بعد حکومتی سطح پر اس مذہب کے فروغ کے لئے کئی کوششیں کی گئیں۔ حتیٰ کہ 1890 میں جاپان حکومت نے اس مذہب کی تاریخ اور بنیادی عقائد کو تعلیمی نصاب میں شامل کرلیا۔ بدھ مت کے احیاء کے بعد یہ مذہب زوال کی جانب بڑھا۔ اس وقت مذہب کے پیروکار اندازاً 2.7 ملین ہیں۔ لیکن ان میں اکثر بدھ مت کے پیروکار ہیں جو اس مذہب کو بھی ساتھ ساتھ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جاپان میں 86 فیصد لوگ بدھ مت اور شنتوازم دونوں کے ہی پیروکار ہیں۔

دینی کتب

اس مذہب میں کوئی دینی کتاب نہیں ہے۔ تاہم دو کتابوں کو جاپان میں قومی و ثقافتی اہمیت حاصل ہے۔ موجودہ شنتوازم کے متعلق بیشتر مواد انہی کتابوں میں موجود ہے۔

☆ایک کتاب "کوجوکی" (Kojoki) اور دوسری کتاب "شوکو نکھونگی" (Shoku Nikhongi) ہے۔

☆اس کے بعد ثانوی حیثیت کی دوسری کتابیں" نیہون شوکی"(Nihon Shoki) "فودوکی"(Fudoki)"رِکوکشی"(Rikkokushi)"کوگو شوئی" (Kogo Shui) "شوتوکی جنّو" (Shotoki Jinno) یہ کتابیں تاریخ، گیت، دیوتاؤں کے قصے اور مذہبی رسومات وغیرہ سے متعلق ہیں۔

عقائد و نظریات

☆شنتوازم میں "کامی" کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے جو جاپان میں روحانیت کی علامت ہے۔ کامی (Kami) ہی وہ اہم علامت ہے جس کی وجہ سے شنتوازم اور بدھ مت میں امتیاز واقع ہوتا ہے۔ کامی کو بعض اوقات خدا کے مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن اس مذہب کے مطابق سے یہ وہ روح ہے جو مظاہر فطرت میں موجود ہے۔ نیز یہ روح جسم کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہے۔ اس طرح یہ تصور بیک وقت اوتار کے مترادف ہو جاتا ہے۔ نیز شنتوازم میں اسی کامی تصور کے تحت کئی دیوتاؤں کی پرستش بھی کی جاتی ہے۔ یہ دیوتا اپنی حرکات و سکنات مثلاً سوچنا، کھانا، پینا وغیرہ میں انسانوں کی ہی طرح سمجھے جاتے ہیں۔ دراصل ہندو مت کی طرح یہ مذہب بھی مظاہر فطرت سے محبت اور ان کی پرستش کی تعلیم دیتا ہے۔ روایات کے مطابق کامیوں کی کئی صورتیں ہیں، جن کی تعداد اسی لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر تمام کامیوں کو (Yaoyorozu) کہا جاتا ہے۔

☆ان تمام کامیوں کی نمائندہ علامت ایماتیراسو (Amaterasu) ہے جو سورج کی دیوی کہلاتی ہے۔ جاپان میں اکثر شہنشاہ یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ وہ ایماتیراسو کی اولاد میں سے ہیں۔

☆حیات بعد الموت کے متعلق اس مذہب میں کوئی واضح تصور نہیں ہے، اکثر پیروکار صرف اسی زندگی پر یقین رکھتے ہیں، جبکہ ایک تعداد کا ماننا ہے کہ ہر نیک شخص مرنے کے بعد کامی بن جاتا ہے جبکہ بدکار شخص مرنے کے بعد جن بھوت بن جاتا ہے۔

☆شاہ پرستی: جاپانی اپنے بادشاہ کو سورج دیوی کی اولاد سمجھتے ہیں اور انہیں دیوتا کی طرح سمجھتے ہیں۔ شاہ پرستی اس مذہب میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

☆**مظاہر پرستی:** شنتوازم کی دوسری بات مظاہر پرستی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، سمندر، زمین، آگ، جانور پودے سبھی کی پرستش کی جاتی ہے اور ان کی حمد گائی جاتی ہے۔

☆**آباء پرستی:** آباؤاجداد کی پرستش کرنا بھی شنتوازم کی ایک اہم روایت ہے۔

عبادات

☆اس مذہب کے ماننے والے مذہبی رسوم میں انہی روایات کی پیروی کرتے ہیں جو قدیم دور سے جاپان اور چین میں چلی آرہی ہے۔ عام طور پر کامی کی عبادت کے لئے خانقاہ یا عبادت گاہ میں پاک صاف ہونے کے بعد جاکر کھڑے ہو کر نقارہ بجایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عبادت گاہ کے پروہت بھی موسیقی شروع کردیتے ہیں۔ باقی لوگ فرش پر بیٹھ جاتے ہیں اور بعض موسیقی پر رقص کرتے ہیں۔ عبادت کے بعد چاول، ساگ اور روٹی تقسیم کی جاتی ہے۔

☆شنتوازم میں مذہبی موسیقی کو "گاگاکو"(Gagaku) کہا جاتا ہے۔ جاپانی میں اس کا مطلب خدا کی تفریح ہے۔ یہ رسم دو قسم کی ہوتی ہے: ایک مائی کا گورا کہلاتی ہے جس میں بادشاہ کے دربار میں موسیقی کا اہتمام ہوتا ہے جبکہ دوسری ساتو کا گورا عام خانقاہوں میں چلتی ہے اس موسیقی میں سبھی قسم کے آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔

☆شنتو میں ارواحیت (animism) کا خاصہ عمل دخل ہے۔ اسمیں کامی کی عبادت کی جاتی ہے، کامی کو عام طور پر لفظ خدا کا ترجمہ سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے لیکن بعض مقامات شنتو میں ایسے بھی ہیں کہ جہاں لفظ کامی کا ترجمہ خدا کرنا غلط ہو جاتا ہے۔ شنتو میں روحوں کو بہت اہمیت حاصل ہے اور بطور خاص آباءواجداد کی خاندانی ارواح کو۔ اسکے علاوہ جاپانی فطرت کو بھی انتہائی مقدس اور قابل عبادت مانتے ہیں اور قدرتی طور پر موجود ہر شے (دریا، پہاڑ، بارش وغیرہ) میں روح کا تصور رکھتے ہیں جو کہ ان کے نزدیک مقدس اور قابل عبادت ہے۔ لہذا شنتو مذہب میں ہر جاندار و بے جان مقدس چیز کامی کا درجہ پاجاتی ہے۔

تہوار

شنتوازم میں مذہبی تہوار کثیر ہیں جنہیں تین درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

☆**تائی سائی (عظیم تہوار):** موسم بہار کا تہوار ہے اور فصلوں کی کٹائی کے موقع پر منایا جاتا ہے۔ اس روز اچھی فصل کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔

☆**چو سائی(درمیانہ تہوار)**: جاپان کی آزادی اور نئے سال کے شروع ہونے کی خوشی میں جو تہوار منائے جاتے ہیں انہیں چو سائی کہا جاتا ہے۔

☆**زاسائی(چھوٹے تہوار)**: دیگر تہوار جو علاقائی سطح پر منائے جاتے ہیں یہ زاسائی کہلاتے ہیں۔

شنتومت کا تنقیدی جائزہ

شنتو مذہب ایک بت پرستی والا مذہب ہے۔اس مذہب کی نہ کوئی مستند کتب ہیں اور نہ ہی واضح عقائد و نظریات۔آخرت کے حوالے سے یہ مذہب مکمل طور پر خاموش ہے۔

اس مذہب کی مقبولیت کی صرف ایک وجہ ہے یہ ہے کہ یہ سرکاری مذہب رہا ہے۔کسی مذہب یا فرقہ کو اگر سرکاری سرپرستی مل جائے تو وہ مقبول ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں ایک بھی خوبی نہ ہو۔

★... سکھ مت ...★

تعارف

سکھ کے معنی شاگرد یا مرید کے ہیں۔ ہر وہ شخص سکھ کہلاتا ہے جو اپنے آپ کو دس گروؤں کا شاگرد مانے اور ان کی تعلیمات اور ملفوظات پر ایمان رکھے اور اس پر عمل کرے۔

سکھ مذہب ایک غیر سامی، آریائی اور غیر ویدک مذہب ہے۔ اگرچہ یہ دنیا کے بڑے مذاہب میں تو شامل نہیں ہوتا مگر یہ مذہب ہندومت سے نکلنے والی ایک شاخ ہے۔ جس کا آغاز پندرھویں صدی کے آخر میں ہوا۔ اس کا مسکن پاکستان اور شمالی بھارت کا وہ علاقہ ہے جس کو پنجاب بھی کہا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے پانچ دریاؤں کی سرزمین۔

سکھ مت ہندوستان میں ہمیشہ اقلیت کی حیثیت سے رہا ہے۔ موجودہ دور میں اس کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ سکھوں کے مذہبی مقام کو گردوارہ کہتے ہیں۔

یہ بنیادی طور پر دو مذہب کا مجموعہ ہے۔ کچھ لوگ اسے الگ سے ایک مذہب نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک یہ مذہب کی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ اس میں نہ عقائد کی تفصیل ہے اور نہ معاملات کی تشریح۔ اس لیے وہ اسے کوئی باقاعدہ مستقل مذہب شمار نہیں کرتے بلکہ وہ اسے ہندومت کی ایک اصلاحی تحریک قرار دیتے ہیں۔ جو ہندومت میں اصلاح چاہتی ہے۔

سکھ مت کے بانی بابا گرونانک پنجاب (پاکستان) کے شہر ننکانہ صاحب میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے جبکہ تعلیم مسلمان استاد سے حاصل کی۔ سکھ مت میں ہندومت کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیمات بھی ملتی ہیں۔ ان کی دینی کتاب گرنتھ صاحب ہے جس میں زیادہ تر مسلمان صوفی شاعر بابا فرید اور دیگر مسلمان صوفی شعرا کی کافیاں بھی شامل ہیں۔ سکھ مت میں مسلمان صوفیا کے اشعار ہونے اور گرونانک کے شاعری کلام میں اسلامی شعار کی شان وعظمت بیان ہونے کے باوجود سکھ ازم ایک مخصوص کفریہ عقائد کا حامل ایک مذہب ہے جس کے عقائد قطعاً مسلمانوں جیسے نہیں ہیں۔

سکھ مت کی تاریخ

برصغیر پاک وہند ہمیشہ سے مختلف مذاہب کی آماجگاہ رہا ہے۔ لیکن بارھویں صدی میں مذہب اسلام کے آنے سے یہاں کا مذہبی ماحول بدل گیا۔ اب تک کی تاریخ بتاتی تھی کہ جو بھی یہاں آیا یہاں کے رنگ میں رنگا گیا۔ لیکن جب دین اسلام نے برصغیر پاک وہند میں قدم رکھا تو اسلام نے یہاں کا رنگ قبول نہیں کیا بلکہ اپنا رنگ جمایا۔

ہندوستان میں اسلام کا نور پھیلتا گیا یہاں تک ہندوستان کے گوشے گوشے میں صوفیاء کرام کے سلسلے بھی پھیل گئے جو اپنے، اپنے مسلک میں ذاتی مشاہدے اور باطنی تجربے پر زور دیتے تھے۔ ہندوستان میں مذہبی زندگی کا ایک مخصوص مذہبی ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ ایسے ہی مذہبی ماحول میں سکھ مت کے بانی گرونانک صاحب نے آنکھیں کھولیں۔

گرونانک کا تعارف: بابا گرونانک کی پیدائش 15 اپریل 1469ء ہے۔ بابا گرونانک کی جائے پیدائش لاہور کے جنوب مغرب میں 125 میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تلونڈی میں ہوئی۔ جس کا موجودہ نام ننکانہ صاحب ہے۔

والد کا نام کلیان چند عرف کالو تھا، جو کہ متوسط درجے کے پڑھے لکھے تھے۔ ان کے والد کلیان چند داس بید یجو کالو مٹھا کے نام سے مشہور تھے، علاقے کے ایک مسلمان جاگیردار رائے بلوار بھٹی کے ہاں پٹواری تھے۔ ایک اور قول کے مطابق بابا گرونانک کے والد دوکاندار تھے، اس کے علاوہ گاؤں کے پٹواری بھی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ترپتا تھا۔ بابا گرونانک کا تعلق ہندو مذہب کے کھشتری خاندان سے تھا۔

سکھ روایات کے مطابق پانچ سال کی عمر سے ہی بابا جی مذہبی کہانیوں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ گرونانک کو تعلیم دلوانے کا انتظام خود ان کے والد نے کیا اور انہیں ایک مسلمان معلم سید حسن کے ہاں بٹھایا۔ سید حسن کو قطب الدین اور رکن الدین کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ سید حسن نے نانک کو ہونہار دیکھ کر ان کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ چنانچہ بچپن ہی سے گورونانک اسلامی عقائد سے واقف ہوگئے۔ صوفیاء کرام کا کلام پڑھنے لگے اور اس کا پنجابی میں ترجمہ کرنے لگے۔ اس کے علاوہ بابا گرونانک نے سنسکرت زبان بھی سیکھی اور ہندو مذہب کی دینی کتب کا علم بھی حاصل کیا۔

نو سال کی عمر میں جب پروہت نے ایک مذہبی تقریب میں جانو نامی دھاگا پہنانا چاہا تو انہوں نے اس رسم کو ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کے بڑھتے ہوئے روحانی رجحان کو دیکھتے ہوئے آپ کے والد کالو بہت پریشان رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ پندرہ سال کے تھے کہ انہوں نے آپ کو کچھ رقم (40 روپے) دیے تاکہ بازار سے تجارت کی غرض سے سودا سلف خرید کر لائیں اور اپنا کاروبار شروع کر لیں۔ راستے میں جنگل میں آپ کی ملاقات چند سادھوؤں سے ہوئی جو کئی دن سے فاقے تھے، آپ نے وہ تمام رقم ان کے کھانے پینے پر خرچ کر دی۔ گھر پہنچے تو آپ کے والد نے آپ کو پیٹا اور بعد ازاں اسے جالندھر کے ضلع میں سلطان پور کی ریاست میں بہن نانکی کے پاس بھیج دیا۔

ان کی بہن ان سے پانچ سال بڑی تھیں۔ 1475ء میں ان کی شادی ہوئی اور وہ سلطان پور چلی گئیں۔ نانک کو اپنی بہن سے بہت لگاؤ تھا چنانچہ وہ بھی اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ رہنے کے لیے سلطان پور جا پہنچے۔ گرونانک کی بہن اولین خاتون تھیں جنہوں نے گرونانک کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کیا گویا سکھ مذہب کی پہلی پیروکار یہی خاتون تھیں۔ بابا کے بہنوئی لاہور میں گورنر کے ہاں ناظم جائداد کی حیثیت سے ملازم تھے، سرکاری امور کی ادائیگی میں بابا جی اپنے بہنوئی کا ہاتھ بھی بٹاتے تھے۔

یہاں سلطان پور میں نواب صاحب کے پاس قیام کے دوران آپ کے بہنوئی اور بہن نانکی کی کوششوں سے گرونانک کی شادی موضع لکھنو، تحصیل بٹالہ، ضلع گورداس پور کے ایک کھشتری خاندان میں سلاخانی نامی خاتون سے ہو گئی۔ جس سے آپ کے بیٹے پری چند اور لکشمی داس پیدا ہوئے۔ پری چند اور لکشمی داس کی اولاد اب بھی پنجاب کے مختلف علاقوں میں آباد ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ کی شادی 12 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

اپنی تعلیمی قابلیت، ذاتی صلاحیت، خاندانی شرافت اور نواب صاحب کے دربار میں تعلقات کی وجہ سے آپ کو نواب صاحب کی انتظامیہ میں سرکاری گودام کا نگران مقرر کر دیا گیا۔ گرونانک صاحب نے یہ ملازمت آٹھ یا نو سال تک کی۔ لیکن پھر کچھ حاسدوں نے نواب صاحب سے ان کے کام کی شکایت کی۔ نواب صاحب نے جب خیرات گھر کا معائنہ کیا تو معاملات کو درست پایا، لیکن بابا گرونانک نے ان حاسدوں کے رویے سے دل برداشتہ ہو گئے اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

بابا گرونانک میں شاعری کا ذوق تھا، اس لیے بابا گرونانک اشعار مرتب کرتے تھے۔ بابا گرونانک کا معمول تھا کہ اپنے بچپن کے ساتھی مردانہ کے ساتھ شہر سلطان پور کے پاس ایک ندی کے کنارے پر جا کر ندی کے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے بعد وہیں پر بیٹھ کر اپنی شاعری موسیقی کے ساتھ ترنم میں پڑھتے تھے، جبکہ آپکا دوست موسیقی کے ساتھ ان کا ساتھ دیتا۔ شام کو بھی اپنے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسی طرح محفل سجاتے۔ جس میں بابا گرونانک کے چند عقیدت مند بھی حاضر ہوتے اس طرح ایک مدت گزر گئی۔

سلطان پور میں گرونانک صاحب نے بھگتی رجحانات کے زیر اثر خدائے واحد کی پرستش اختیار کرر کھی تھی۔ کہا جاتا ہے باباجی روزانہ سورج نکلنے سے پہلے ندی کے ٹھنڈے پانی میں نہاتے تھے اور خدا کی حمد بیان کیا کرتے تھے۔ سکھ روایات کے مطابق 1499ء میں جب بابا تیس سال کی عمر کے تھے ایک بار جب گاؤں کی کالی بین نامی ندی میں نہانے گئے تو کافی دیر تک باہر نہ آئے، لوگوں نے کنارے پر موجود ان کے کپڑوں سے ان کی گم شدگی کا اندازہ لگایا، ان کے دوست نے بہت دفعہ انہیں آواز بھی دی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ گاؤں کے لوگ پریشان ہوئے اور دولت خان نامی غوطہ خور نے ندی کا وہ حصہ چھان مارا لیکن باباجی کا کچھ پتہ نہ چلا۔ گاؤں والوں کو یقین ہو چلا کہ وہ ڈوب گئے ہیں۔ تین روز کے بعد وہ برآمد ہوئے اور ایک دن مکمل خاموش رہے۔ اگلے دن خاموشی توڑی اور یوں گویا ہوئے کہا: "نہ کوئی مسلمان ہے اور نہ ہی کوئی ہندو ہے، تو پھر میں کس کے راستے پر چلوں؟؟؟ میں تو بس خدا کے راستے پر چلوں گا جو نہ مسلمان ہے نہ ہندو ہے۔" بابا نے بتایا کہ ان تین دنوں میں انہیں خدا کے دربار میں لے جایا گیا جہاں انہیں امرت سے بھرا ایک پیالہ دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ خدا کی محبت کا جام ہے اسے پیو اور میں (خدا) تمہارے ساتھ ہوں، میں تم پر اپنی رحمتیں کروں گا اور تمہیں بالادستی عطا کروں گا اور جو تمہارا ساتھ دے گا اسے بھی میری حمایت حاصل ہو گی پس اب جاؤ میرا نام لیتے رہو، دوسروں کو بھی یہی کچھ کرنے کا کہتے رہو۔ یہیں سے سکھ مذہب کا آغاز ہوتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد بابا گرونانک نے تمام افراد اور ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور جنگل میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ باباجی نے اپنی کل جمع پونجی غریبوں میں بانٹ دی اور اپنے ایک مسلمان دوست مردانہ کے ساتھ اپنے عقائد کی ترویج کے لیے روانہ ہو گئے۔ گویا کہ یہ واقع بابا گرونانک کی زندگی میں اہم موڑ لایا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے

کہ اس واقعے نے بابا گرونانک کی زندگی کی راہیں ہی بدل دیں۔ چنانچہ آپ کچھ مدت کے بعد اپنے علاقے میں تشریف لائے۔ لیکن رہنے کے لیے نہیں بلکہ ایک نئے سفر پر جانے کے لیے۔

بابا گرونانک سیر و سیاحت کے ذریعے سے معرفت الٰہی کی تلاش کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ بابا گرونانک کے عزیز و اقارب نے بابا گرونانک کو بہت سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے اپنے عزیز و اقارب کو یوں جواب دیا:
میں ایک بے کار گوّیا تھا مجھے مالک نے کام سے لگا لیا، شروع ہی سے اس نے مجھے دن رات اپنی حمد وثناء کا حکم دیا ہے، مالک نے گوّیے کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے، جہاں اس نے تعریف اور سچی عزت کی خلعت پائی، اس وقت سے اسم حق کا ورد اس کی خوراک بن گیا، جو بھی اس خوراک کو کھائے گا وہ مکمل مسرت سے بہرہ یاب ہوگا، خدا کی حمد وثناء کر کے میں اس کی تعریفوں کو عام کر رہا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی بابا گرونانک کی 25 سالہ سیاحت کا دور شروع ہوتا ہے۔ جو چار مرحلوں پر مشتمل ہے۔ جس میں سے پہلا سفر 12 سال پر محیط ہے۔ اس میں آپ نے مشرقی ہندوستان میں بنگال، آسام تک کا سفر کیا اور واپسی میں اڑیسہ کی طرف سے ہوتے ہوئے وسط ہند اور پھر راجستان کے راستے واپسی اختیار کی۔

اس سفر میں بابا گرونانک نے تمام ہندو مذہبی مقامات کا دورہ کیا اور وہاں اپنے مسلک کی تبلیغ کی۔ اس سفر میں بابا گرونانک کے ساتھ انکا خاندانی مراثی لہنا جو بعد میں آپکا جانشین بنا، بابا گرونانک کا دوست مردانہ جو رباب بجانے کا ماہر تھا، بابا گرونانک کا خاندانی ملازم بالا اور رام داس بدھا بھی شامل تھے۔ اس وقت بابا گرونانک کی عمر 36 سال تھی۔

بابا گرونانک نے دوسرا سفر 1510 میں شروع کیا۔ یہ سفر جنوب کی طرف تھا۔ بابا گرونانک کا یہ سفر پانچ سال پر مشتمل تھا۔ بابا گرونانک اس سفر میں سری لنکا تک گئے۔ جب بابا گرونانک اس سفر سے واپس آئے تو ان کے ایک مرید اور کچھ کسانوں نے نہیں کچھ اراضی نذر کی۔ جہاں گرونانک صاحب نے گاؤں کرتارپور کی بنیاد ڈالی۔ کرتارپور کا قصبہ 1522ء میں آباد کیا گیا۔ کرتار اور لنگر یہاں کی روزانہ کی تقریبات تھیں، کرتار سے مراد سکھوں کا خدا ہے اور لنگر سے مراد کھانے کی مفت تقسیم ہے۔ اسی مقام پر پیر 22 ستمبر 1539 کو بابا نانگ نے وفات پائی۔

بابا گرونانک کا تیسرا سفر شمال کی طرف تھا جس میں آپ نے کوہ ہمالیہ میں واقع پہاڑی ریاستوں اور کشمیر سے ہوتے ہوئے تبت تک گئے۔ یہ سفر 1515 ہی سے شروع ہو کر 1517 تک جاری رہا۔ آپ نے اس سفر سے واپسی پر تھوڑا عرصہ اپنے وطن میں قیام کیا اور پھر آپ نے اپنے اگلے سفر پر چل دیئے۔

آپکا یہ چوتھا اور آخری سفر تھا۔ اس سفر میں آپ ایران، عراق، وسط ایشیا سے ہوتے ہوئے سعودی عرب تک گئے۔ اس سفر میں آپ نے ایک حاجی اور مسلم فقیر کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ اس چوتھے سفر کے دوران سکھ مذہب کے اقوال میں موجود ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کا حج کیا۔ اس سفر میں بھی آپ نے اپنے مخصوص انداز سے اپنے مخصوص نظریات کا پرچار کیا۔ آپ کا یہ سفر 1521 میں پنجاب پہنچنے پر ختم ہوا۔

چوتھے سفر سے واپس آکر بابا گرونانک نے اپنی سیاحت کے دور کو ختم کیا اور اپنے بنائے ہوئے گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ لہٰذا وہاں پر ہی آپ نے اپنے والدین کو اور اہل خانہ کو بلا لیا۔ ایک سال کے بعد ہی آپ کے والدین یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔

ذریعہ معاش: بابا گرونانک نے اپنی مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد کھیتی باڑی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔

باقی حیات: آپ نے اپنی عمر کے بقایا 18 سال ایک فقیر اور درویش کے روپ میں کرتارپور میں گزارے۔ آپ کی زندگی کا یہ دور سکھ مذہب کے اعتبار سے زیادہ معنی خیز ثابت ہوا۔ یہاں پر آپ کا ڈیرہ ایک روحانی مرکز کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ یہاں آپ کے بہت سے مریدین دور و نزدیک سے حاظر ہوتے اور آپ سے روحانی فیض حاصل کرتے۔

آپ نے اپنی زندگی کے اختتام پر اپنے ایک مرید لہنا کو جب فنافی الشیخ کے مقام پر پایا تو اس کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اور کہا یہ میری روح کا حصہ ہے۔ ایسی سے آپ کی روحانیت کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ سکھ مذہب میں ہر گرو اپنے آپ کو نانک بھی کہتا ہے۔ ایسی جانشینی کی وجہ سے باقاعدہ ایک مذہبی تنظیم کی بنیاد ڈالی اور یوں سکھ مذہب وجود میں آیا۔

وصال: آپ اپنا جانشین مقرر کرنے کے 20 دن بعد 22 ستمبر 1539 کو 71 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کے بعد ہندو اور مسلمانوں میں سخت تنازع ہوا۔ ہندوؤں کا کہنا تھا کہ نانک ہندوؤں کے گھر پیدا

ہوا ہے لہٰذا ہندو ہے اور ہم اس کے جسم کو جلائیں گے، جبکہ مسلمان اسے خدا پرست اور خداشناس سمجھتے تھے وہ اسے دفن کرنا چاہتے تھے۔ کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو دونوں طرف سے تلواریں نکل آئیں، آخر کچھ لوگوں نے فیصلہ دیا کہ نانک کے جسم کو نہ جلایا جائے اور نہ ہی دفن کیا جائے بلکہ اسے کفن پہنا کر اور خوشبو لگا کر دریا راوی میں بہا دیا جائے۔ مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے اور ہلہ بول کر اندر جا گھسے، جہاں پر نانک کا جسم پڑا ہوا تھا۔ اندر جا کر چادر ہٹائی تو اس میں بابا نانک کی لاش غائب تھی اور چند پھول چادر کے نیچے سے برآمد ہوئے، خیال ظاہر کیا گیا کہ شاید کوئی نانک کی لاش کو اٹھا کر لے گیا ہے۔

سکھ مذہب کی روایات کے مطابق فیصلہ کیا گیا کہ دونوں مذاہب کے ماننے والے بابا کے جسم کے گرد پھول رکھ چھوڑیں اگلے دن جن کے پھول تازہ ہوں گے ان کے مطابق آخری رسومات ادا کی جائیں گی۔ بعض دیگر روایات کے مطابق اس بات کی وصیت خود بابا نے کی تھی۔ بہر حال اگلے دن جب چادر ہٹائی گئی تو لاش غائب تھی اور دونوں کے رکھے پھول تر و تازہ دھرے تھے۔ مسلمانوں نے چاہا کہ اس چادر اور پھولوں کو لے جا کر دفن کر دیا جائے مگر ہندو بھی تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے آدھی چادر کھینچ لی۔ سو مسلمانوں نے آدھی چادر دفن کر دی اور ہندوؤں نے اسے جلا ڈالا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعد ازاں سکھوں نے کرتارپور میں ان کی یاد میں ایک مقبرہ تعمیر کیا، جہاں ہر سال سکھ بڑی تعداد میں اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں۔

سلاخانی بابا گرونانک کی زوجہ تھیں، ان سے دو بیٹے سری چند اور لکشمی چند ان کی کل اولاد تھے۔ سری چند کی داڑھی بہت لمبی اور سر کے بال بھی بڑھے ہوئے رہتے تھے اسی کے باعث سکھ مذہب میں بالوں سمیت جسم کے کسی بھی حصے کے کاٹنے کی ممانعت پائی جاتی ہے۔ جبکہ لکشمی چند نے شادی کی اور اس کے بھی دو بیٹے ہوئے۔

گرونانک کی تعلیمات: گرونانک کے نزدیک اوہام پسندی، ضعیف الاعتقادی، رسوم پرستی بے معنی اشیا تھیں۔ وہ ہندوؤں سے کہتے کہ پتھروں پر جا کر بے معنی رسوم ادا کرنا، گنگا کے پانی کو معتبر جاننا اور چار وید اور اٹھارہ پران اٹھائے پھیرنا بے کار ہے، جب تک معرفت الٰہی نہ حاصل ہو جائے۔

سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں مول منتر کلام کو ان کے تمام کلام میں سب سے زیادہ مقدس سمجھا جاتا ہے۔ جو کہ ان کا سب سے پہلا شاعری میں اظہار کا کلام تھا۔ جو انہوں نے سلطان پور کے قیام کے دوران کہا تھا اس میں بابا گرونانک نے ذات خداوندی کا تصور پیش کیا ہے۔ انہوں نے بت پرستی کی سخت مخالفت کی۔ وہ اوتار اور حلول کے عقیدے کے منکر تھے۔

گرونانک کئی صوفیا کی صحبت میں رہ کر فیض یاب ہوا لیکن حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کی گہری عقیدت اس طرح واضح ہے کہ آپ کا کلام گرنتھ صاحب میں شامل ہے۔ گرونانک پاکپتن میں دو دفعہ حاضر ہوئے اور اس کی ملاقات آپ کے ساتویں سجادہ نشین حضرت ابراہیم فرید ثانی سے ہوئی جنہوں نے ان کو بابا صاحب کا کلام سنایا تو انہوں نے اپنی خاص دستاویزات یا ڈائری جس میں مختلف بزرگان کا کلام تھا اس کو بھی محفوظ کر لیا۔ بعد میں پانچویں گرو ارجن دیو جی نے 1604ء میں ادی گرنتھ کی تالیف میں اس کو شامل کر لیا۔ یوں حضرت بابا فرید الدین مسعود کے 130 اشلوک کلام گرو گرنتھ صاحب میں شامل ہیں۔ گرونانک کے بعد جتنے بھی گرو سکھ دھرم ہوئے وہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے ساتھ نہایت عقیدت و احترام سے پیش آتے رہے۔

پنجاب میں سکھا شاہی دور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی پنجاب پر حملہ میں جھنگ کو فتح کرنے کے بعد ساہیوال پر قبضہ کر کے درگاہ بابا فرید پر بھی آیا۔ پاکپتن اور اس کا ارد گرد کا علاقہ اور گیارہ ہزار روپے سالانہ وظیفہ اس وقت کے سجادہ نشین دیوان محمد یار کی خدمت میں پیش کیے۔ اس کے بعد کھڑک سنگھ بھی در فرید پر نیاز مندانہ حاضری پیش کرتا۔ پنجاب میں ایک ہزار سالہ فارسی اور دو سو سالہ انگریزی زبان کی حکمرانی کے باوجود پنجابی زبان نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس میں ترقی اور وسعت پیدا ہوئی اس کی وجہ مؤسس پنجابی زبان بابا فرید الدین ہیں۔

بابا گرونانک کا اسلام کی طرف رجحان بہت زیادہ تھا۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کے متعلق عقیدت و محبت میں ڈوب کر اسلام اور ارکان اسلام پر کوئی تنقید نہیں کی بلکہ کلمہ، نماز، روزہ، قرآن پاک، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور نبی پاک علیہ السلام کی شان میں بڑھ چڑھ کر کلام پیش کیا:

کیتھے نور محمدی ڈیتھے نبی رسول
نانک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول

اردو تشریح: تمام انبیاء کے نور کا، نور محمدی سے ظہور ہوا۔ نانک خدا کی یہ قدرت دیکھ کر اپنی خودی بھول گیا۔

اٹھے پہر بھوندا پھرے کھاون سنڈرے رسول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسول

اردو تشریح: جن لوگوں کے دلوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت و محبت نہ ہوگی وہ اس دنیا میں بھی بھٹکتے پھریں گے اور مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ دنیا کی نجات حضور علیہ السلام کی غلامی ہی سے وابستہ ہے۔

ہندو کہن ناپاک ہے دوزخ سولی
کہو دو اللہ اور رسول کو اور نہ پوجھو کوئی

اردو تشریح: ہندو اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ناپاک الفاظ بکتے ہیں۔ وہ یقیناً جہنمی ہیں۔ سچے دل سے تصدیق کرو کہ اللہ اور اس کا رسول برحق ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہ پوچھو۔

سکھ مت کا ارتقاء: سکھ مت کے بانی گرونانک نے اپنی مذہبی زندگی کو باقاعدہ جماعت کی تشکیل کے نظریہ سے نہیں گزارا بلکہ اپنے ذاتی تجربے کی روشنی میں گزارہ اور اس سے حاصل ہونے والے مشاہدات و طریقے کار کی روشنی میں تبلیغ کے فرائض انجام دیے، جس کی وجہ سے سکھ مت ابتداء میں ایک تحریک اور پھر بعد میں آنے والے گروؤں نے اس کو ایک مذہب کی شکل دی۔ بعد میں آنے ولے گروؤں کی سکھ مذہب میں خدمات کا مختصر خلاصہ کچھ یوں ہے:

2- گرو انگد: یہ بابا گرونک کے بعد دوسرے گرو ہیں۔ اس کو یہ رتبہ حاصل ہے کہ اسے بابا گرونانک نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں گرو کے رتبے پر فیض کیا۔ اس نے مقامی رسم الخط میں کچھ تبدیلیاں کرکے ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا اور اس کا نام گرمکھی رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے گرونانک کے جملہ کلام کو جو انہوں نے اپنی سیاحت کے دوران جمع کیا تھا اور سنتوں کے کلام کو گرمکھی میں لکھوایا۔

دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ گرونانک کے ایک قریبی ساتھی بالا کے ذریعے سے گرونانک کی سوانح حیات مرتب کرائی۔ جس میں اس نے گرونانک کی تعلیمات کو بھی تلخیص کے ساتھ تحریر کیا۔

3۔ گروامرداس: سکھوں کے تیسرے گرو گروامرداس (1552تا1574) تھے۔ گروان گدنے گرونانک کے طریقے پر چلتے ہوئے اپنے بیٹوں کی بجائے اسے منتخب کیا تھا۔اس نے سکھوں کو جوکہ پورے پنجاب میں منتشر تھے۔ پہلی مرتبہ منظم کرنے کے لیے اصلاحات کیں۔اس گرو کے شہنشاہ اکبر کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔

4۔ گرورام داس: سکھ مت کے چوتھے گرورام داس (1518تا1574) تھے۔اس نے سکھوں کی شادی اور مرنے کی رسومات ہندو مذہب سے الگ متعین کیں۔ ستی کی رسم کی مخالفت کی اور بیواؤں کی شادی پر زور دیا۔انہوں نے گرونانک سے منسوب ایک قدرتی چشمہ پر قائم حوض کو مزید وسعت دے کر ایک تالاب کی شکل دی۔ جس کا نام امرت سر (چشمہ آب حیات) تھا۔ جو بعد میں ایک مقدس مقام بن گیا اور اس کے گرد ایک شہر آباد کیا۔اور اس شہر کا بھی یہی نام امرت سر پڑ گیا۔

5۔ گروارجن دیو: سکھ مت کے پانچویں گروارجن دیو (1581تا1606) تھے۔ان کا سکھ مت کو ایک باقاعدہ الگ مستقل مذہب بنانے میں سب سے اہم کردار ہے۔ گروارجن دیو کا سب سے بڑا فعل گرنتھ صاحب کا مرتب کروانا ہے، جو اس سے پہلے سینہ بسینہ چلی آرہی تھی۔

انکا دوسرا عمل ہری مندر کی تعمیر بھی ہے۔یہ مندر اس نے امرت سر تالاب پر بنوایا۔ جسے اب دربار صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

گروارجن سنگھ نے سکھوں سے دس ونتھ یعنی عشرہ وصول کرنے کا انتظام کیا اور تین شہر ترن تارن، کرتار پور، اور ہرگو بند پور آباد کیے۔ ایک ہندو بینکر چندولال جس کی گروارجن سے دشمنی تھی،اس نے 1606ء میں لاہور میں شہنشاہ جہانگیر کو شکایت کی جس پر جہانگیر نے کارروائی کا حکم دیا تھا۔ جہانگیر نے گروارجن سنگھ کو قتل کروا دیا اس کا مال واسباب سب ضبط کر لیا۔

6۔ گرو ہر گوبند: گرو ارجن دیو کے بعد اس کا بیٹا گرو ہر گوبند (1644تا1606) اس کا جانشین ہوا۔ یہ سکھ مت کے چھٹے گرو تھے۔ گرو گوبند نے اپنی مسند نشینی کے موقع پر عام اعلان کیا کہ سکھ مذہب میں دین اور سیاست دونوں یک جان ہیں۔ اس کے اس علان کے بعد سکھ مذہب میں سیاست کی بنیاد پڑی۔ اب گرو کا پرانا تصور جو کہ ایک مذہبی راہنما کا تھا تبدیل ہو گیا اور اس پر سیاسی راہنما کا پہلو غالب آچکا تھا۔

اس نے پنجاب کے مغل گورنرز کے ساتھ تین اہم جنگیں لڑیں جن میں اس کا پلہ بھاری تھا۔ اسے جہانگیر نے گوالیار کے قلعہ میں کچھ دنوں کے لیے نظر بند کر دیا تھا، جہاں سے وہ لاہور کے مشہور صوفی بزرگ میاں میر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی سفارش سے رہائی پا سکا۔

اس نے امرت سر سے اپنی رہائش ختم کر کے شمال مشرق کے پہاڑی علاقے میں ایک باغی راجہ کے پاس اپنے لیے محفوظ ٹھکانہ تلاش کر لیا اور وہیں اپنے آخری ایام گزارے۔

7۔ گرو ہری رائے: ساتویں گرو ہری رائے (1661تا1664) تھے۔ یہ نرم مزاج اور صلح پسند انسان تھا۔ اس نے صرف ایک موقع پر جب شہزادہ دارا شکوہ اورنگزیب کی فوجوں سے بچ کر فرار ہو رہا تھا تو اس نے اس کی مدد کی تھی اس کے علاوہ انکا کوئی سیاسی اقدام نہیں ہے۔

8۔ گرو ہر کشن: آٹھویں گرو، گرو ہر کشن (1644تا1664) تھے۔ یہ گرو ہری رائے کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے رام رائے اورنگزیب کے دربار میں مقیم تھے اور اپنے والد سے ناراض تھے اس لیے گرو ہر کشن کو پانچ سال کی عمر میں اس عہدے پر فائز کیا گیا۔ رام رائے کے کہنے پر اورنگزیب نے انہیں دہلی بلایا۔ جہاں پر چیچک کے مرض میں انکا انتقال ہو گیا۔

9۔ گرو تیغ بہادر: نویں گرو تیغ بہادر (1664تا1675) تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اورنگزیب نے قتل کروایا۔

10۔ گرو گوبند سنگھ: دسویں گرو گوبند سنگھ (1675تا1708) تھے۔ یہ گرو نانک کے بعد سکھوں کے اہم ترین گرو ثابت ہوئے۔ اگرچہ سکھ مت میں تمام گروؤں میں باہم کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ گرو تیغ بہادر کے بیٹے تھے۔ انہوں نے سکھوں کو منظم کرنے کے لیے باضابطہ ارادت کا سلسلہ شروع کیا۔ وفاداری کے سخت ترین

امتحان کے بعد مختلف ذاتوں سے تعلق رکھنے والے پانچ سکھوں کو ایک مخصوص رسم امرت چکھنا کے ذریعے حلقہ مریدین میں داخل کیا اور انہیں خالصہ کا لقب دیا، اس کے بعد اس حلقہ میں عمومی داخلہ ہوا اور ہزاروں سکھ خالصہ میں داخل ہوئے۔

اس گرو نے شرعی قوانین بھی بنائے۔ ان احکامات میں تمباکو سے اجتناب، حلال گوشت کی ممانعت، مردوں کے لیے سنگھ (شیر) کے نام کا استعمال اور عورتوں کے لیے کَور (شہزادی) کا استعمال لازمی قرار دیا۔

اس گرو نے "ک" سے شروع ہونے والی پانچ چیزوں کا رکھنا ضروری قرار دیا:

1۔ **کیش:** بال نہ کاٹے جائیں کیونکہ تمام گرو بھی بال نہیں کاٹتے تھے۔

2۔ **کنگھا:** سر کے بالوں کو ہموار اور صاف رکھنے کے لیے۔

3۔ **کڑا:** اسٹیل یا دھات کی موٹی چوڑی جو قوت کے لیے پہنی جاتی ہے۔

4۔ **کرپان:** خنجر جو اپنے دفاع کے لیے رکھا جاتا ہے۔

5۔ **کچھا:** پھرتی اور چستی کے لیے پہنے جانے والا زیر جامہ جس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔

گرو گوبند سنگھ کی شروع سے ہی مغل حکومت سے مخالف رہی خالصہ کی تشکیل کے بعد مغل حکومت سے لڑنے کے لئے اس نے فوجی کاروائیاں شروع کیں۔ لیکن اورنگ زیب عالمگیر کے مقابلہ میں اسے سخت فوجی مزاحمت اٹھانا پڑی۔ ان کی فوجی قوت پارہ، پارہ ہوئی اور ان کے خاندان کے تمام افراد بھی مارے گئے۔ گرو گوبند سنگھ نے بھیس بدل کر زندگی کے آخری ایام دکن میں گزارے جہاں دو افغانیوں نے انہیں قتل کر دیا۔

گرو گوبند سنگھ نے یہ طے کر دیا تھا کہ آئندہ سکھوں کا گرو کوئی نہیں ہوگا۔ بلکہ انکی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب ہمیشہ گرو کا کام دے گی۔

11۔ گرو گرنتھ صاحب: یہ سکھ مذہب کی مذہبی کتاب ہے۔ گرو نانک نے اپنے فرقہ کے لئے مذہبی نظمیں اور مناجاتیں چھوڑی تھیں جن کو سکھوں نے محفوظ رکھا۔ دوسرے گرو نے گورمکھی (پنجابی) رسم الخط ایجاد کیا۔ پانچویں گرو نے ان سب کو جمع کر کے ایک کتاب بنا دی۔ جس میں کبیر اور پندرہ دیگر رہنماؤں کے اقوال اور گیت شامل ہیں۔ یہ ادی گرنتھ یا اصلی گرنتھ کہلاتی ہے۔ دسویں گرو نے اس میں بہت سا نیا اضافہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ

سکھ مذہب کی دینی کتاب بن گئی۔ مرنے سے پہلے دسویں گرو نے سکھوں سے کہا کہ اب وہ نیا گرو نہ مقرر کریں بلکہ گرنتھ کو اپنا گرو قرار دیں۔

جدید سکھ مت: دنیا کے مختلف ممالک میں سکھ موجود ہیں، البتہ جدید سکھ مت کے پیروکار مرکزی طور پر ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں بنیادی طور پر تین فرقے ہیں۔ ہر فرقہ گرونانک کی تعلیمات کو قبول کرتا ہے۔ گرنتھ صاحب کو مذہبی کتاب مانتا ہے۔ اور دس گروؤں کو الہام یافتہ تصور کرتا ہے۔

دینی کتب

سکھوں کی مذہبی کتاب "گرو گرنتھ صاحب" ہے۔ نانک کے بعد ان کے پانچویں گرو ارجن سنگھ نے نانک جی کے ملفوظات کو یکجا کیا۔

گرنتھ صاحب میں 974 منظوم بھجنوں کی صورت میں موجود ہے، جس کی چند اہم ترین مناجات میں جپجی صاحب، اساوی وار اور سدھ گھوسٹ شامل ہیں۔ پہلا باب گرونانک کی تصنیف کردہ "جپ جی" سے شروع ہوتا ہے جسے سکھ لوگ روزانہ پڑھتے ہیں۔

یہ کتاب ساری کی ساری منظوم ہے جس میں گرونانک اور بابا فرید شکر گنج کے علاوہ گرو امرداس، گرو ارجن، گرو تیغ بہادر اور 25 دوسرے بھگتوں اور صوفی شاعروں کا کلام شامل ہے۔ گرو ارجن نے ادی گرنتھ کی ترتیب وتدوین کا کام 1604 میں مکمل کیا اور تمام سکھوں کو اس کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دی۔

گرنتھ صاحب کا ایک قلمی نسخہ امرتسر کے گردوارہ میں موجود ہے۔ جو سنہرے مندر کے نام سے مشہور ہے اسی میں گرو جی کے دیگر تبرکات بھی ہیں۔

گرنتھ صاحب کے سارے کلام میں مول منتر (بنیادی کلمہ) کو سب سے مقدس سمجھا جاتا ہے، مول منتر کا مفہوم یہ ہے کہ خدا ایک ہے، اسی کا نام سچ ہے، وہی قادرِ مطلق ہے، وہ بے خوف ہے، اسے کسی سے دشمنی نہیں، وہ ازلی وابدی ہے، بے شکل وصورت ہے، قائم بالذات ہے، خود اپنی رضا اور توفیق سے حاصل ہو جاتا ہے۔

عقائد و نظریات

سکھ مت میں کئی عقائد و نظریات بعد میں ہندو مذہب کے بھی شامل ہو گئے۔

☆ سکھوں کا بنیاد عقیدہ یہ ہے کہ خدا غیر مرئی شکل میں ایک ہے اور مرئی شکل میں اپنی لاتعداد صفات کے ساتھ موجود ہے۔

☆ سکھوں کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کی تخلیقی صفت ''مایا'' نے انسان کے اندر پانچ گناہوں کو جنم دیا ہے۔ نفس، غصہ، حرص، عشق، غرور۔ ان برائیوں کو دعا مراقبہ اور خدمت خلق کے ذریعہ ختم کیا جا سکتا ہے۔

☆ سکھوں کے یہاں ''گرو'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ گرو: دو لفظوں سے مرکب ہے ''گو'' اور ''رو''۔

''گو'' کے معنی اندھیروں کو دور کرنے والا اور ''رو'' کے معنی روشنی پھیلانے والا۔ سکھوں کے دس گرو ہیں۔ سب سے پہلے گرونانک تھے جنہوں نے سکھ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ سکھ لوگ پیغمبروں، نبیوں اور اوتاروں کو نہیں مانتے بلکہ اس عقیدے کی مخالفت کرتے ہیں۔

☆ انسان کی زندگی کا مقصد موکش یا نروان ہے یعنی آواگون کے چکر سے چھوٹ جانا۔ انسان دنیا میں بار بار جنم لیتا ہے اور یہ پچھلی زندگی کے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔

☆ گرونانک تناسخ کے بھی قائل بتلائے گئے ہیں، ان کے خیال میں جب تک انسان عشق الٰہی میں کمال حاصل کر کے خدا کو نہیں پا لیتا وہ بار بار اسی دنیا میں جنم لیتا رہے گا، اسی طرح ان بے شمار زندگیوں کی تعداد ایک لاکھ چوراسی ہزار بتلائی گئی ہے۔

☆ سکھ مذہب کے عقائد کے مطابق جب بعد میں آنے والے نو گروؤں کو یہ منصب عطا ہوا تو گرونانک کے تقدس، الوہیت، اور مذہبی اختیارات کی روح ان میں سے ہر ایک میں حلول کر گئی۔

عبادات و معاملات

☆ سکھوں کے شبانہ روز معمولات کچھ اس طرح ہیں کہ وہ صبح سویرے اٹھ کر سب سے پہلے غسل کرتے ہیں، اس کے بعد مخصوص بھجن گائے جاتے ہیں اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں، اس کے بعد اپنے معمولات سے فراغت پا کر رات کو بھجن اور دعائیں پڑھنے کی ایک اور رسم ہوتی ہے۔ عبادت مزامیر کے ذریعے کی جاتی ہے۔

☆ سکھ اجتماعی عبادت کے لئے اپنے عبادت خانے میں جسے "گوردوارہ" کہا جاتا ہے، اکٹھے ہوتے اور ملتے ہیں، جہاں سب سے اہم ترین عبادت "گرنتھ" کو پڑھنا ہوتا ہے، اس کی مختلف دعائیں، بھجن، وعظ اور لنگر کا کھانا بھی اسی اجتماع کا حصہ ہوتا ہے۔

☆ چونکہ سکھوں میں اب "گرو" کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اس لئے سکھ برادری کا کوئی فرد بھی اجتماعی خدمات سرانجام دے سکتا ہے۔ اجتماعی عبادت میں مرد و عورت دونوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان کی عبادت گاہوں میں بت نہیں ہوتے بلکہ ان کی دینی کتاب گرنتھ صاحب کو سجدہ کیا جاتا ہے۔

☆ سکھ ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت نہیں کھاتے لیکن اسے ایک ہی وار میں مار کر اس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

☆ خوب شراب پیتے ہیں اور ہندوؤں کے تہوار بھی مناتے ہیں۔

☆ سکھ لوگ اپنی زندگی کے اندر پانچ علامتوں کو اختیار کرنا اپنے لازمی سمجھتے ہیں جنہوں وہ "ککار" کہتے ہیں (1) لمبے بال رکھنا (2) کنگھا کرنا (3) کڑا پہننا (4) کرپان (تلوار) ساتھ میں رکھنا (5) پگڑی اور کچھ باندھنا۔

☆ **سکھ مت میں داخل کا طریقہ:** سکھوں میں یہ بات مشہور ہے کہ کوئی بھی شخص سکھ خاندان میں پیدا ہونے کی وجہ سے سکھ نہیں ہوتا بلکہ جب وہ عمر کے پختہ حصے کو پہنچ جائے تو ایک مخصوص رسم کے ذریعے وہ سکھ مت میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پیالے میں میٹھا پانی لے کر اس پر کرپان پھیری جاتی ہے اور سکھ مت کے متمنی شخص کو عقائد اور اوامر و نواہی کی تعلیم دیتے ہوئے اس پر پانی کے چھینٹے مارے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ فرد یا شخص مذہب میں شامل ہوتا ہے۔ اس رسم کو ان کے یہاں "پاہل" کہا جاتا ہے۔

تہوار

سکّھوں کے ہاں بیساکھی گروپورب اور ہولا تہوار اور ہندوؤں کا ہولی تہوار بڑے اہتمام سے منائے جاتے ہیں۔

☆**بیساکھی:** بہار کا میلہ جو کیم بیساکھ یعنی 13 اپریل کو منایا جاتا ہے۔ بیساکھی نام وے شاکھ سے بنا ہے۔ پنجاب اور ہریانہ کے کسان موسم سرما کی فصل کاٹ لینے کے بعد نئے سال کی خوشی مناتے ہیں۔ اسی لئے بیساکھی پنجاب اور ارد گرد کے علاقوں کا سب سے بڑا تہوار ہے۔ فصل کے پکنے کی خوشی کی علامت ہے۔ اسی دن (13 اپریل 1699) کو دسویں گرو گوبند سنگھ نے خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی تھی۔ سکھ اس تہوار کو اجتماعی سالگرہ کے طور پر مناتے ہیں۔

☆**ماگھی:** 14 جنوری: گرودوارا مکتسر صاحب: اس تہوار کو منانے کا مقصد مکتسر جنگ کو یاد کرنا ہے جو سکھوں نے مغلوں کیخلاف لڑی تھی۔

☆**پرکاش اُتسو دسویں پاتشاہ: 31 جنوری:** اس تہوار کو منانے کا مقصد سکھوں کے دسویں گرو گرو گوبند سنگھ کا یوم پیدائش منانا ہے، یہ تہوار سکھوں کے ان چند تہواروں میں سے ایک ہے جو سب سے زیادہ منائے جاتے ہیں۔

☆**ہولہ محلہ: 17 مارچ:** ہولہ محلہ سکھوں کا ایک سالانہ تہوار ہے جس میں ہزاروں افراد شرکت کرتے ہیں۔ اس تہوار کا آغاز گرو گوبند سنگھ نے کیا تھا اور اس کا مقصد سکھوں کو بدنی ریاضتیں کرانا تھا۔ سکھوں کا ماننا ہے کہ گرو گوبند سنگھ اس کے ذریعے معاشرے کے کمزور اور دبے کچلے طبقے کی ترقی چاہتے تھے۔ خوش محلہ کا جشن آنند پور صاحب میں چھ دن تک جاری رہتا ہے۔ آنند پور سکھوں کا ایک مذہبی علاقہ ہے۔ اس موقع پر بانگ کی لہر میں مست گھوڑوں پر سوار سنگ، ہاتھ میں نشان صاحب اٹھائے، تلواروں کے کارنامے دکھا کر ہمت اور خوشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جلوس تین سیاہ بکروں کی قربانی سے شروع ہوتا ہے۔ تیز چاقو کے ایک ہی وار میں بکرے کی گردن دھڑ سے الگ کر کے اس کے گوشت سے "مہاپرساد" پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے۔ پنج پیارے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے رنگوں کی برسات کرتے ہیں اور جلوس میں سنگو کے اکھاڑے ننگی تلواروں کے کارنامے نظر آتے ہوئے" بولے سونہال" کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ آنند پور صاحب کی سجاوٹ کی جاتی ہے اور بڑے لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں گرو

گوبند سنگھ (سکھوں کے دسویں گرو) نے خود اس میلے کی شروعات کی تھی۔ یہ جلوس ہماچل پردیش کی سرحد پر بہتی ایک چھوٹی دریا مرحلے گنگا کے کنارے پر ختم ہوتا ہے۔

☆**یوم قتل گرو ارجن دیو: 16 جون:** سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو کے قتل کا دن جون میں منایا جاتا ہے، یہ مہینہ بھارت میں سب سے گرم ترین مہینہ ہوتا ہے۔ سکھوں کے مطابق 16 جون کو مغل شہنشاہ جہانگیر کے حکم پر گرو ارجن پر تشدد کیا گیا تھا اور اسی میں وہ قتل ہوا۔ یہ تہوار میں لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے اور گرم موسم کی وجہ مختلف مشروبات گردواروں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

☆**پہالیہ پرکاش شری گرو گرانتھ صاحب: 1 ستمبر:** سکھوں کے مطابق یہ وہ دن ہے جس میں گرو گرنتھ صاحب بطور آخری گرو انسانوں کو دیا گیا اور انسانی گروں کا سلسلہ ختم ہوا۔

☆**بندی چھوڑ دیواس (دیوالی) 9 نومبر:** یہ دن سکھ اس مناسبت سے مناتے ہیں کہ 1619ء میں اس دن سکھوں کے چھٹے گرو ہر گوبند گوالیر کے جیل سے بری ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ 52 دیگر ہندؤں کو بھی چھڑا لیا تھا۔ اس دن سکھ اپنے گھروں کو شمع روشن کرتے ہیں اور ہر مندر صاحب کو سجاتے ہیں۔ یہ تہوار اور دیوالی ایک دن منائے جاتے ہیں۔

☆**گرو نانک گرپورب: 22 نومبر:** اس دن سکھ مت کے بانی اور سکھوں کے پہلے گرو نانک ننکانہ صاحب میں پیدا ہوئے تھے۔ ہر سال اس تہوار کو منانے کی مناسبت سے سکھ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس تہوار گردواروں میں شمعیں روشن کیے جاتے ہیں۔ یہ جشن تقریباً تین دن تک چلتا ہے۔ اس تہوار کو مناتے ہوئے جلوس کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جس کی قیادت پنج پیارے اور گرو گرنتھ کی پالکی کرتی ہے۔

☆**یوم قتل گرو تیغ بہادر: 22 نومبر:** سکھوں کے مطابق ان کے گرو تیغ بہادر کو مغل حکام نے قتل کیا تھا۔ گرو تیغ بہادر کی گرفتاری کا حکم اورنگزیب عالمگیر نے جاری کیا تھا۔ تیغ بہادر کو آنند پور کے قریب گرفتار کیا گیا۔ اس کے بعد آنند پور سے دہلی منتقل اور پھر دہلی سے سرہند منتقل کیا گیا۔ تیغ بہادر کو 1675ء گرفتار کیا گیا تھا اور پھر مہینوں تک جیل میں رہا۔ سکھوں کا کہنا ہے کہ ان کو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو کرشمات دکھاؤ اس پر تیغ بہادر نے انکار کیا جس کے بعد تیغ بہادر کو دہلی کے چاندنی چوک پر پھانسی دی گئی۔

☆ **حسن ابدال میں سکھوں کا تہوار:** پاکستانی دارالحکومت اسلام آباد سے قریب پچپن کلو میٹر کے فاصلے پر واقع شہر حسن ابدال میں سکھ مذہب کے بانی گرو نانک کے پنجے کی مہر ایک پتھر پر ثبت ہے۔ یہ مقام سکھ مت کے پیروکاروں کے لیے مقدس ہے اور وہ ہر سال اس کی زیارت کے لیے پاکستان کا رخ کرتے ہیں۔ سکھ یہاں آکر چشمے کے پانی سے اشنان کرتے ہیں اور اپنے روحانی پیشوا کو خراج عقیدت بھی پیش کرتے ہیں۔ اس موقع پر خصوصی دعائیہ تقریبات کا انعقاد ہوتا ہے۔

درج بالا تہواروں کے علاوہ مزید کچھ تہوار (تقریباً 45) ایسے ہیں جو بعض مخصوص علاقوں میں چھوٹے پیمانے پر منائے جاتے ہیں۔ ایسے تہواروں میں پرکاش اتسو (دیگر آٹھ گروؤں کے یوم پیدائش)، گرو گڑی دیوس، جیوتی جوت دیوس (دوسرے سکھ گروؤں کی برسی)، پتنگوں کا بسنت تہوار جو وڈالی گاؤں (جہاں گرو گرو بند سنگھ 1595ء میں پیدا ہوئے تھے) کے چہراٹر صاحب کے گردوارہ میں منایا جاتا ہے وغیرہ۔ سکھ اپنے تمام تہواروں میں گردوارہ میں جمع ہو کر گرو گرنتھ صاحب کی تعظیم بجالاتے ہیں، گربانی اور کیرتن سنتے اور پاٹھ پڑھتے ہیں۔

نیز مقامی طور پر کچھ میلے لگتے ہیں جن کی تاریخی اہمیت سکھوں کے نزدیک مُسَلّم ہے اور ہزاروں کی تعداد میں سکھ ان میلوں میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ ان میں بعض اہم میلے حسب ذیل ہیں:

☆ فتح گڑھ صاحب میں گرو گوبند سنگھ کے چھوٹے صاحبزادے کا قتل۔

☆ چمکور کی جنگ اور گرو گوبند سنگھ کے بڑے صاحبزادے کا قتل۔

☆ گرو گوبند سنگھ کے چالیس فوجیوں کا قتل جو مغلوں کی ایک بڑی فوج سے مکتسر کے مقام پر انتہائی بے جگری سے لڑے تھے، گرو گوبند سنگھ نے ان کے متعلق خوش خبری دی کہ ان جانبازوں نے نجات حاصل کر لی ہے۔ ہر سال سری مکتسر صاحب میں میلہ ماگھی اسی واقعہ کی یاد میں لگایا جاتا ہے۔

سکھ مت کے فرقے

سکھ مذہب کے مشہور فرقوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆ **اکالی فرقہ:** اکال کا معنی ہے اللہ۔ یعنی اللہ کی پوجا کرنے والا فرقہ۔ اس فرقے کے لوگ انتہائی جنگجو ہوتے ہیں اور دوسرے فرقوں کی بہ نسبت زیادہ کٹر عقائد کے حامل ہوتے ہیں۔

☆**نانک پنتھی**: اس فرقے کا دوسرا نام "سہج دھاری سکھ" بھی ہے۔ اس فرقے کے لوگ جنگجو اور لڑاکا نہیں ہوتے، تمباکو نوشی ان کے یہاں ممنوع نہیں اور نہ ہی یہ لوگ لمبے لمبے بال رکھنے پر اصرار کرتے ہیں اور داڑھی منڈوانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگ بندائی بھی کہلاتے ہیں۔ جنہوں نے بندہ نامی شخص کو اپنا گیارہواں گرو تسلیم کر لیا تھا اور اب اسی کے عقائد کی راہنمائی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

☆**اداسی فرقہ**: ان کو نانک پترا کہتے ہیں۔ انکا جد امجد گرو نانک کا بڑا بیٹا تھا۔ یہ گرو گوبند کی گرنتھ کو مسترد کرتے ہیں۔ جبکہ گرو نانک کے آدھے حصے کی گرنتھ کو مانتے ہیں۔ یہ لوگ ہندو مت، بدھ مت، جین مت، کے کئی قوائد واصول پر عمل پیرا ہیں۔ یہ کھر درے پیلے کپڑے پہنتے ہیں۔ ان کے پاس صرف ایک برتن کشکول ہوتا ہے۔ یہ سرگرم مبلغ ہوتے ہیں، گھوم پھر کر اپنے نظریات وعقائد کی تبلیغ کرتے ہیں اور اپنے مذہب سے دوسروں کو متعارف کراتے ہیں۔ یہ لوگ رہبانیت پسند ہوتے ہیں۔

ان کے اصول وعقائد میں ہندوؤں کے راہبانہ عقائد کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی ہے کیونکہ اداسی کا معنی ہی تارک دنیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ شادی بھی نہیں کرتے اور بھکشوؤں کی طرح کھر درے پیلے کپڑے پہنتے ہیں یا پھر جوگیوں کی طرح رہتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگ سب سے پہلے گرو رام داس کے ہاتھ پر سکھ مت قبول کرکے اس میں داخل ہوئے۔ تاہم یہ بھی اس خاص رسم کی ادائیگی ضرور کرتے ہیں جو مذہبی فرقے کے لوگ سرانجام دیتے ہیں۔

☆**نامداری سنگھ سکھ**: یہ فرقہ ہے عموماً سکھ مت کے پیروکاروں پر بولا جاتا ہے۔ اس فرقہ کی ابتدا ابھائی رام سنگھ نے کی۔ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں سپاہی کی حیثیت سے ملازم ہوا۔ یہ مذہبی مزاج کا آدمی تھا۔ اس کے پیروکار بابا بالک رام کو گیارہویں اور اس کو بارہویں گرو سمجھتے ہیں۔ یہ غیر نامداری سکھوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے۔

اسلام اور سکھ مت کا تقابلی جائزہ

☆اسلام ایک کامل دین ہے جس میں دوسرے مذاہب کے عقائد و نظریات شروع سے لے کر اب تک داخل نہ ہوئے۔اسلام کے عقائد قرآن و حدیث سے واضح ہیں۔جبکہ سکھ مت ایک نامکمل دین تھا جس میں عقائد و نظریات نہ مکمل تھے اور نہ ہی واضح تھے۔ گرونانک کیا تھے یہی تاریخ سے واضح نہیں ہوتا۔ سکھ مت ہندوؤں سے نکلا ہوا ایک مذہب تھا اور اسے ہندوؤں کے عقائد شامل کر کے کسی حد تک مکمل کیا گیا۔

☆قرآن پاک ایک مکمل اور تحریف سے پاک کتاب ہے جبکہ سکھوں کی بنیادی کتاب ایک نامکمل اور تحریف شدہ کتاب ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

☆کسی مذہب کو سمجھنے کے لیے اس کے تصور خدا کو جان لینے کے بعد یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اس دنیا کے بارے میں اس کا تصور کیا ہے۔اسلام کا نقطہ نظر اس معاملے میں دیگر مذاہب سے مختلف ہے۔اسلام کی نظر میں یہ کائنات نہ دیوتاؤں کی لیلا ہے اور نہ مایا کا جال، یہ خدا کی تخلیق کردہ ٹھوس حقیقت ہے، خدا نے اسے علم و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ دنیا کی نعمتیں انسان کے استعمال کے لیے ہیں بجز ان چیزوں کے جو برائی کی طرف مائل کرنے والی ہوں۔ یہ ہے اسلام کا نقطہ نظر۔اس کے برعکس سکھ مت میں تصورِ خدا واضح نہیں نہ ہی آخرت کا واضح نظریہ ہے۔ سکھ مت کا مطالعہ کریں تو ایسے لگتا ہے جیسے سکھ مسلمانوں کی طرح اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

☆ایک اور بنیادی تصور جو اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے وہ رسالت کا تصور ہے۔ خدا اوتار نہیں لیتا نہ کسی رشی منی کو جپ تپ سے گیان حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ خدا اپنے کسی بہترین بندے کو چن کر اس کی تربیت کرتا ہے، اس پر وحی نازل کرتا ہے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ دکھانے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ بندے رسول کہلاتے ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔) یہ انسان اور بندے ہوتے ہیں خدا قطعی نہیں ہوتے۔

سکھ مت اوتار کا منکر ہے، وہ اس بات کا قائل ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں کو بھیجتا ہے اور ان کے منہ میں اپنا کلام ڈالتا ہے۔ یہ لوگ سکھ مت میں گرو کہلاتے ہیں۔ یہ خدا کے بندے اور انسان ہوتے ہیں۔ لیکن نانک کے انتقال کے بعد دوسرے گروؤں کے ہاتھوں اس تصور کا ارتقا ہوتا رہا حتی کہ گرو ارجن تک گرو خدا بن گیا اور سکھ مت ہندو

مت کے اوتار کے تصور کے قریب پہنچ گیا۔ سکھ مت میں گرو کو خدا کا خادم ظاہر کیا گیا ہے تو کہیں گرو کو خدا بھی کہا گیا ہے۔ پھر گرو کا لفظ سکھوں میں دس گروؤں اور خدا کے کلام کے لیے بھی اور خود خدا کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ حتیٰ کہ سکھ مت میں خدا کا مخصوص نام بھی واہِ گرو ہے۔ جو گرو سے بنا ہے۔ کسی مخلوق یا کسی انسان کو کسی بھی معنی میں خدا کہا جائے تو اسلام کے نزدیک یہ شرک ہے۔ جب کہ گرنتھ صاحب اور سکھ لٹریچر میں گرو کو بار بار خدا کہا گیا ہے۔ اگر اس تصور کو قبول کر لیا جائے تو سکھ مت کے تصور توحید کا نام ونشان باقی نہیں رہتا اور انکار کیا جائے تو گرو ارجن اور بعد کے سارے گرو تنقید کا ہدف بنتے ہیں۔

☆ اسلام توحید کا دعویدار ہے اور اسلام کی تمام بنیادی کتب میں کہیں بھی شرک کا شائبہ تک نہیں ہے۔ سکھ مت دین توحید ہونے کا مدعی ہے اس کے باوجود گرنتھ صاحب میں ہندو دیوی دیوتاؤں کا ذکر اور ان کے قصے و کہانیاں کثرت سے ملتے ہیں۔

☆ گرنتھ صاحب اور سکھ مت میں موسیقی کو خاص مقام حاصل ہے۔ سکھ مت نے بھی موسیقی کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ گرونانک نے موسیقی کے ذریعے سے اپنے خیالات کی اشاعت کی۔ اس کے برعکس اسلام میں رقص و موسیقی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ موجودہ قوالیوں کی نسبت جو صوفیائے اسلام کی طرف کی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ قوالیوں کے ذریعے صوفیائے کرام نے دین اسلام کی تبلیغ کی یہ بالکل جھوٹ ہے۔ صوفیائے کرام نے اپنے اخلاق و کردار سے دین اسلام کا پرچار کیا۔

سکھ مت کا تنقیدی جائزہ

سکھ مت ایک تحریفی مذہب

موجودہ سکھ مذہب تحریف کا شکار ہے جس پر عمل پیرا ہونا کم عقلی کی دلیل ہے۔ نانک کی وفات کے بعد ان کے نام لیوا کہلانے والے ان کے عقائد وخیالات سے دور چلے گئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سردار جی سنگھ نے نہایت ہی واضح الفاظ میں یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ گرو ارجن کے زمانے تک سکھوں کے عقائد میں بہت تبدیلی آچکی تھی اور سکھوں نے باباجی کے عقائد پس پشت ڈال کر خود ان کو خدا اقرار دینا شروع کیا تھا۔

(پنجابی ساہت، جون 1945، مئی 1946)

خود گرو ارجن نے اور ان کے ساتھی بھائی گرو داس جی نے نمایاں حصہ لیا تھا چنانچہ ارجن نے نانک کے عقیدے کے برخلاف یہ کہنا شروع کیا کہ "گرو نانک ہر سوئے" یعنی نانک ہی خدا ہیں۔

(گرنتھ، راگ گونڈ محلہ 5 / 865)

حالانکہ نانک نے اپنے بارے میں صاف صاف کہا تھا کہ ہم آدمی ہاں اکی ادمی مہلت مہت نہ جاناں۔

(گرنتھ راگ دھناسری محلہ 1 / 660)

مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی کا بیان ہے: "انہوں نے (یعنی بابا نانک جی نے) خود کو بزرگ، پیغمبر یا اوتار ظاہر نہیں کیا اور نہ حکم دیا ہے کہ انہیں اوتار یا پیغمبر مانا جائے۔" (ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ)

پس اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ گرو ارجن کے زمانے میں سکھوں کے عقائد بہت حد تک تبدیل ہو چکے تھے۔

گرنتھ صاحب ایک تحریف شدہ کتاب

سکھ مذہب کی بنیادی کتاب "گرنتھ صاحب" ایک تحریف شدہ کتاب ہے۔ گرنتھ صاحب کی ترتیب نہ مضمون وار ہے نہ گرو وار، نہ زمان ومکان کے لحاظ سے بلکہ صرف راگوں کے اعتبار سے ہے۔ ایک راگ کی دھن پر جتنا کلام ہے وہ اس کے تحت اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ گرو گرنتھ منظوم کلام پر مشتمل ہے اس میں سکھوں کے چھ گرو صاحبان کا کلام درج ہے۔ گرو نانک، گرو انگر، گرو امرداس، گرو رام داس، گرو ارجن اور نویں گرو تیغ بہادر۔ سکھ

وِدوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ گرو گرنتھ کی تالیف کی ابتداء سکھوں کے پانچویں گرو ارجن نے کی تھی۔ لیکن اس کے مرتب ہونے کے زمانے سے متعلق سکھ وِدوانوں میں کافی اختلاف ہے۔

گرو ارجن سے قبل گرو بانی کی ناگفتہ حالت کو سکھ وِدوان تسلیم کرتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے باباجی کے نام پر کئی شبد بنادیے تھے۔ ارجن کے ذریعے مرتب ہونے کے بعد بھی اس تحریف کا سلسلہ ختم نہ ہوا چنانچہ اس وقت تک جتنے بھی گرنتھ کے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ نسخے بھی آپس میں نہیں ملتے۔ کسی میں کوئی شبد کم یا کوئی زیادہ۔ کسی میں کوئی شبد ایک گرو کے نام سے اور کسی میں وہی شبد کسی دوسرے کی طرف۔ یہ تمام گڑبڑ گرنتھ کے نقل نویسوں کی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک وِدوان کا کہنا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نقل نویس گرنتھ صاحب کو محض بانی کا ایک مجموعہ خیال کرتے تھے۔ شبدوں کی ترتیب میں ردوبدل کرنا کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔

گرنتھ صاحب کے راویوں کی بھی کچھ مشکوک ہے۔ گرو ارجن نے اور بھی کچھ مختلف لوگوں سے بانیاں جمع کی اور جس شبد کو مناسب جانا اسے گرنتھ میں درج کروایا۔ لیکن کس فرد سے کون سے شبد حاصل کئے گئے؟ اور وہ شبد اس تک کیونکر پہنچے؟ ان تمام باتوں کا نہ تو گرنتھ صاحب سے کوئی پتہ چلتا ہے نہ کوئی دوسری جگہ اس امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض گرو گرنتھ صاحب میں درج شدہ کلام کی صحت خود سکھ وِدوانوں کے نزدیک مشکوک ہے۔

گرنتھ صاحب میں سکھ گرو کے علاوہ اور لوگوں کا کلام بھی شامل ہے جسے عام طور پر بھگت بانی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مسلمان صوفیا سے گرونانک کی ملاقاتیں اور طویل گفتگو خود گرنتھ صاحب و جنم ساکھیوں سے ثابت ہیں۔ نہ صرف گرنتھ صاحب کی زبان و خیالات پر تصوف کا گہرا اثر ہے بلکہ مشہور صوفی بابا فرید کا کلام، گرنتھ صاحب کی بھگت بانی کا جزء ہے۔

سکھوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ ارجن نے نہیں درج کی ہے بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے دشمنوں نے (پرتھی چنو) نے ان کی منشا کے خلاف درج کرائی تھی۔ مشہور سکھ مصنف گیانی گیان سنگھ نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ گرو ارجن نے بھگت بانی میں کئی جگہ تبدیلیاں کی ہیں۔

جن بھگتوں کا کلام گرنتھ میں درج ہے ان کی تعداد اور ان کے بیان کردہ عقائد و خیالات کے بارے میں سکھ وِدوانوں میں اختلاف ہے۔ بعض وِدوان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بھگت بانی میں بیان کردہ عقائد و خیالات سکھ

گرو صاحبان کے بیان کردہ کلام سے مختلف ہے اور بعضوں کے نزدیک بھگتوں کے بیان کردہ بانی سکھ گرو کے عقائد کے عین مطابق ہے۔

ذیل میں چند ایک ایسے شبد بھگت بانی میں پیش کر رہے ہیں جن سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ بھگت بانی میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ کیجئے (گرو گرنتھ راگ مالی گوڑا 988) اس بھگت بانی میں کچھ ایسے شبد ہیں جو اوتار پوجا کی تائید کرتے ہیں اور جن میں رام و کرشن کو خدا کا درجہ دیا گیا ہے اور اس کے برعکس بھگت بانی میں ایسے شبد بھی موجود ہیں جن میں رام و کرشن کی الوہیت کو رد کیا گیا ہے۔

(گرنتھ راگ گوڑی کبیر 338۔ راگ گونڈ نامدیو 875)

گرنتھ میں گرو اور بھگتوں کے کلام کے علاوہ بھاٹوں کا کلام بھی ہے، جو گرنتھ صاحب کے آخر میں شامل ہے۔ یہ بھاٹ کون تھے؟ اس میں شدید اختلاف ہے۔ اکثر سکھ مصنفین کا خیال ہے کہ یہ ویدوں کے اوتار تھے۔ مشہور سکھ بھائی گرو داس جی نے انہیں بھکاریوں میں شامل کیا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ گرو صاحبان کے خاندانی بھاٹ تھے، جو ان کی خوشی کے تقاریب میں مدح سرائی کیا کرتے تھے۔ ان بھاٹوں کی تعداد 12,14,17 اور 11 بتائی گئی ہے۔ بھاٹوں کی بانی میں بیان کردہ مضمون سکھ گرو صاحبان کی مدح سرائی ہے جن میں انہوں نے بے حد مبالغے سے کام لیا ہے۔ ایک سکھ ودوان کا کہنا ہے کہ بھاٹوں کے بیان کردہ سوئے (کلام) کا سدھانت بہت ادنیٰ ہے اور سکھ مذہب کے خلاف ہے اور بھاٹوں کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔

گرنتھ صاحب کے مطالعہ میں جہاں بھاٹوں کے کلام میں شرک کی تعلیم پائی جاتی ہے اور بھگت بانیوں میں شامل متضاد باتیں ملتی ہیں، وہیں ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ عقائد و نظریات کی نہ صرف چھاپ نظر آتی ہے بلکہ اسلام، قرآن، اللہ، مسلمان، نماز وغیرہ الفاظ کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

یہ ہے اس کتاب کی حقیقت جو یہاں بیان کی گئی ہے وہی سکھوں کے نزدیک دائمی گرو کی حیثیت سے مانی جاتی ہے اور اس کی پرستش اور پوجا کی جاتی ہے۔ گرودواروں میں گرنتھ صاحب اونچے مقام پر ریشمی غلاف میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دور و قریب سے اسے سجدہ کرتے ہیں اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور مختلف تقریبات کے موقعے پر اس کا طواف کیا جاتا ہے۔ خدا کے سوا سکھ گرنتھ صاحب کی پرستش کرتے اور گرنتھ کے بعض دوسرے حصوں کا

روزانہ ورد اور کسی موقع پر کھنڈ پاٹھ، ان کے یہاں عبادت کی یہی معروف شکل ہے۔ اس پوری کتاب کو اب سکھ دنیا میں گرو کا زندہ مظہر خیال کر کے پوجا جاتا ہے۔

سکھ مذہب کے عقائد و نظریات بابا گرونانک کے کی تعلیمات کے خلاف

سکھ مت کا عقائد و نظریات گرونانک کے تعلیمات کے مخالف ہیں۔ گرونانک نے جس مذہب کی بنیاد رکھی تھی اس میں بت پرستی نہ تھی جبکہ موجودہ سکھ مت بت پرست ہیں۔ گرونانک خدا کو ایک مانتے ہوئے کہتے ہیں:

صاحب میرا اکو ہے
اکو ہے بھائی اکو ہے
آپے مارے آپے چھوڑے
آپ لیو دیۓ
آپے دیکھے وگے
آپ نذر کریۓ
جو کچھ کرنا سو کر رہیا
اور نہ کرنا جائی
جیسا ورتے تیسو کہیے
سب تیری وڈیائی (گرو گرنتھ صاحب)

یعنی میرا مالک ایک ہے، ہاں ہاں بھائی وہ ایک ہے۔ وہی مارنے والا اور زندہ کرنے والا ہے۔ وہی دے کر خوش ہوتا، وہی جس پر چاہتا ہے اپنے فضلوں کی بارش کر دیتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے بغیر اور کوئی بھی کر نہیں سکتا۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے ہم وہی بیان کرتے ہیں ہر چیز اس کی حمد بیا کر رہی ہے۔

سکھ مت میں توحید پر زور اور شرک کی تردید کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی گروؤں کو خدا کا خادم اور اس کا فرستادہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اور یہی لفظ اشخاص کے لئے بھی استعمال ہوا ہے مثلاً سکھوں کے دس گورو اور خدا کے کلام کے لئے بھی۔ اور خود خدا کے لئے بھی حتیٰ کہ سکھ مت میں خدا کا مخصوص نام واہ گرو ہے، جو گورو سے بنا۔ لیکن یہ رفتہ رفتہ

حالات و عقائد کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ارتقائی سفر طے کرتا نظر آتا ہے کہ گورو کو خدا بھی کہہ دیا گیا اور یوں شرک کے در آنے کا سبب بنا۔ لیکن گرنتھ صاحب کے دیباچہ میں واضح اعلان ہے: "سکھ گوروں بذات خود اوتار واد اور بت پرستی کے عقیدے کو تسلیم نہیں کرتے۔" (گرنتھ صاحب)

گورو کو خدا کہنے کی عادت ختم کرنے کے لئے گورو گوبند سنگھ نے اپنے پیروؤں سے صاف اور سخت الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ جو لوگ مجھے خدا کہتے ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے۔ (گرنتھ صاحب)

لیکن اس کے باوجود سکھوں کی دینی کتاب میں متعدد دیوتاؤں اور دیویوں کا ذکر موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سکھ مت ایک شرکیہ مذہب ہے۔ اسے توحیدی مذہب کہنا حقیقت سے جہالت ہے۔

گرونانک کیا مسلمان تھا؟

سکھ مت کے بانی گرونانک کی شخصیت مشکوک ہے۔ گرونانک کے عقائد و نظریات کیا تھے، وہ صحیح طرح معلوم نہیں۔ کئی اس کو مسلمان مانتے ہیں تو کئی ہندو۔ یہاں تحقیق سے ثابت کیا جاتا ہے کہ گرونانک مسلمان نہ تھا وہ ایک صلح کلی قسم کا شخص تھا، جس نے اسلام اور ہندو دونوں مذاہب کو ملا کر ایک نئے دین کی بنیاد رکھی جسے سکھ مت کہا جاتا ہے۔ اس نئے مذہب کو وہ ادھورا چھوڑ گئے جسے بعد میں آنے والے گروؤں لوگوں نے ہندو مت کے عقائد لے کر کسی حد تک مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ گرونانک کی تعلیمات سے قطعاً ثابت نہیں کہ وہ ایک خدائے بزرگ و برتر کو ویسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ مسلمان سمجھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول برحق مانتے تھے جیسا کہ مسلمان مانتے ہیں۔ گرونانک نے فقط اللہ عزوجل اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ گرونانک کا باقاعدہ اسلام قبول کرنا ثابت نہیں ہے۔ ایک مسلمان سے اگر کوئی خلاف شرع بات سرزد ہو تو اسے کافر کہنے میں احتیاط کی جائے گی لیکن ایک کافر کو قیاس آرائیوں سے مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔ گرونانک کی اگر سیرت کو دیکھیں تو اس نے اگرچہ صوفیائے اسلام کی صحبت اختیار کی، اسلام کی شان و عظمت کو بیان کیا لیکن اس کے باوجود واضح طور پر اپنے چاہنے والوں کو مسلمان بننے کی تلقین نہ کی بلکہ اپنے نئے مذہب کی بنیاد رکھتے ہوئے اپنے بعد گرو سسٹم کو رائج کیا اور اپنے بیٹے کو اپنے مذہب کا جانشین مقرر کیا۔

اگر بابا نانک صاحب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اپنا آبائی دھرم چھوڑ کر مسلمان بن گئے تھے تو چاہیے تھا کہ اپنا نام تبدیل کرتے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والدین نے آپ کا نام نانک رکھا اور آخر تک آپ اسی نام سے پکارے گئے۔ یعنی اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس صورت میں یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ مسلمان بن گئے تھے؟

گرونانک کی سیرت میں اسلامی افکار کی جھلک ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ پنجاب کا علاقہ تھا۔ جو روحانی مراکز کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ جہاں بڑی قد آور شخصیات موجود ہیں۔ یہاں ایک طرف سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو دوسری طرف بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ یہاں مخدوم جہانیاں اور شیخ اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما، مادھو لال حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جیسی شخصیات اور انتہائی محترم بزرگ موجود ہیں۔ ان کی پارسائی، پرہیزگاری اور شفقت کی وجہ سے ہندو و مسلمان یکساں ان سے مستفید ہوتے تھے۔ اور یہ وہ چشمہ ہائے معرفت تھے جن سے بابا گرونانک نے اپنی معرفت کی پیاس بجھائی تھی۔

گرونانک حضرت بو علی قلندر پانی پتی علیہ الرحمہ کے پاس ایک مدت تک رہے۔ ملتان کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤالدین ذکریا علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی۔ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اور حضرت مراد علیہ الرحمہ کے مزارات پر چلہ کش ہوئے۔ شہر کے باہر جنوب مغرب میں ایک قبرستان سے ملحقہ چار دیواری میں آج بھی ان کا چلہ گاہ موجود ہے۔ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے مزار پر چالیس دن چلہ کیا۔ بمقام سرسہ حضرت شاہ عبدالشکور علیہ الرحمہ کی خانقاہ پر چالیس دن ٹھہرے۔ اس خلوت خانہ کا نام چلہ بابا نانک ہے۔ حسن ابدال (ضلع اٹک) کی پہاڑی پر حضرت بابا ولی قندھاری علیہ الرحمہ کی بیٹھک پر حاضر ہوئے اور ٹھہرے۔ پاک پتن شریف میں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے مزار پر خلوت نشین ہوئے۔ حضرت ابراہیم فرید چشتی علیہ الرحمہ جو حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کی بارہویں پشت سے تھے، کی تعلیم سے ازحد متاثر تھے۔ گورونانک کے کلام کے مجموعہ کا نام گرنتھ صاحب ہے جو حضرت ابراہیم فرید چشتی علیہ الرحمہ کی شاعری

سے لبریز ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمہ کا کلام ہے جس کے ہر شعر کے آخر میں فرید تخلص عیاں ہے۔

سکھ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ گرونانک حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ بھی گئے تھے بعد ازاں بغداد شریف حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھی حاضری دی۔ بغداد شریف سے آپ کو ایک چغہ (چولہ) ملا تھا جس پر کلمہ طیبہ قرآنی آیات، سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، سورہ نصر، آیت الکرسی اور اسماء الحسنیٰ درج ہیں۔ یہ چولہ ڈیرہ بابانانک ضلع گورداسپور میں آج بھی موجود ہے۔

گرونانک کے ان تمام افعال سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسلام سے فقط متاثر تھا لیکن ایک مسلمان نہ تھا۔ اسلام سے آج بھی کئی کافر متاثر ہیں اور اس کی شان میں کئی مرتبہ اشعار وغیرہ لکھتے ہیں۔ گرونانک نے واضح طور پر یہ کہا کہ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان۔ ان کی زندگی کا اہم موڑ وہ تھا جب انہوں نے تین دن پانی میں گزارے اور اسکے بعد برآمد ہوئے تو ایک دن مکمل خاموش رہے۔ اگلے دن خاموشی توڑی اور یوں کہا: ”کہنہ کوئی مسلمان ہے اور نہ ہی کوئی ہندو ہے، تو پھر میں کس کے راستے پر چلوں؟ میں تو بس خدا کے راستے پر چلوں گا جو نہ مسلمان ہے نہ ہندو ہے۔“

یہ واضح طور پر ایک نئے مذہب کی بنیاد تھی جس میں گرونانک خود کو مسلمان نہیں کہہ رہا اور یہ ثابت کر رہا ہے کہ اسے یہ تعلیم خدا کی طرف سے ملی ہے۔ مزید بابا گرونانک کی سیرت میں ملتا ہے کہ انہوں نے بتایا: ”ان تین دنوں میں انہیں خدا کے دربار میں لے جایا گیا جہاں انہیں امرت سے بھرا ایک پیالہ دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ خدا کی محبت کا جام ہے اسے پیو اور میں (خدا) تمہارے ساتھ ہوں، میں تم پر اپنی رحمتیں کروں گا اور تمہیں بالادستی عطا کروں گا اور جو تمہارا ساتھ دے گا اسے بھی میری حمایت حاصل ہوگی پس اب جاؤ میرا نام لیتے رہو دوسروں کو بھی یہی کچھ کرنے کا کہتے رہو۔“

یہ امرت کے جام کی اسلام میں کوئی سند نہیں۔ اس امرت سے اگر نبوت مراد لی جائے تو وہ بھی اسلام کے نقطہ نظر سے باطل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس سے مراد ولایت ہے تو اس ولایت کا اثر کسی صوفی سلسلہ میں ہونا چاہئے تھا جیسے قادری، نقشبندی، سہروردی اور چشتی سلاسل ہیں۔

پھر اس واقعہ کے بعد گرونانک نے اسلام کی ترویج کے لیے کوئی عمل نہیں کیا بلکہ ایک نئے مذہب کا پرچار کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس ملاقات کا اللہ عزوجل سے ہونا شرعا و عقلا باطل ہے۔

اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو گرونانک بھگتی تحریک کا ایک حصہ تھے اور اسی تحریک کو عام کرنا چاہتے تھے۔ ہندوستان میں برہمنوں کے خلاف بھگتی تحریک کی ابتدا بارہویں صدی میں جنوبی ہند میں ہوئی تھی۔ اس کے بانی سوامی رامانج، مادھو، آنند تیرتھ، وشنو سوامی اور باسو تھے۔ بھگتی تحریک کے بانیوں نے خدا اور انسان سے محبت کی مبہم تبلیغ کی۔ کبیر، رائے داس، دھنا، سائیں، دادو اور دوسرے بھگت سماجی اصلاح کے خواہاں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ذات پات کا فرق، چھوت چھات، پوجا پاٹ اور طبقاتی اونچ نیچ پنڈتوں اور مولویوں کے ڈھونگ ہیں۔ لوگ اگر محبت کے پرستار ہو جائیں اور دکھاوے کی رسموں کو ترک کر دیں تو خدا اور انسان کے درمیان سے حجابات اٹھ جائیں گے اور نفرت کی دیوار گر جائے گی۔ ہندو مسلمان، برہمن اچھوت، راجا پرجا، چھوٹے بڑے سب بھائی بھائی بن جائیں گے اور سماج کے سارے درد دور ہو جائیں گے۔

گرونانک بھی ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کے حامی تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں قومیں باہم مل جائیں۔ اس تحریک سے جو کفار متاثر ہوئے وہ سکھ بن گئے۔ مسلمان اس تحریک سے متاثر نہ ہوئے کیونکہ مسلمانوں میں ذات پات کا وہ نظریہ نہیں ہے جو ہندوؤں میں برہمن اور دیگر اقوام میں ہے۔ اسلام میں کسی گورے کو کالے اور عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

لہٰذا یہ غلط ہے کہ گرونانک کو فقط چند اسلامی اشعار کہنے یا صوفیائے کرام سے عقیدت رکھنے کی وجہ سے مسلمان سمجھنا اور ان کی سیرت کے دیگر معاملات کو بھول جانا کہ انہوں نے باقاعدہ ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کے لئے اپنا اولاد کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اگر مسلمان ہوتے تو اپنی اولاد کو بھی اسلام کی ترغیب دیتے جبکہ انہوں نے ایسا نہ کیا، ان کا اپنا نام، بیٹوں کا نام غیر مسلموں والا ہی رہا۔ اگر گرونانک مسلمان ہوتا اور سکھ جو مانتے ہیں کہ گرونانک صوفیائے کرام سے عقیدت رکھتا تھا اس کے باوجود سکھ اسلام کو نہیں مانتے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہی ہے کہ سکھوں کے پاس جس طرح گرونانک کے حوالے سے یہ ثبوت ہیں کو اسلام سے متاثر تھے اسی طرح یہ بھی ثبوت ہیں کہ انہوں نے نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔

سکھوں کا جسم کے بال نہ کاٹنا ایک غیر فطرتی عمل

سکھوں کا جسم کے غیر ضروری بالوں کو نہ کاٹنا ایک غیر فطرتی اور حسن سیرت کے منافی عمل ہے۔ فطرت صفائی کو پسند کرتی ہے۔ سکھ یہ کہتے ہیں کہ بال نہ کاٹنا ہی فطرت ہے کہ انسان ایسے ہی پیدا ہوا ہے تو راقم کا سکھوں سے سوال ہے کہ پھر بچے کا نارو کیوں کاٹتے ہو وہ بھی تو فطرتا ہوتا ہے؟؟؟

سکھوں کے مظالم

سکھ مذہب کا پورا جائزہ لیا جائے لیکن سکھوں کے مظالم کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ بھی ایک تاریخی زیادتی ہو گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ قیام پاکستان کے موقع پر سکھوں کے ہاتھوں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا جو قتل عام کیا گیا اور جس طرح سے بے یار و مددگار قافلوں میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور مسلمان خواتین کی جس طرح بے حرمتی کی گئی اسے مسلمان پاکستانی قوم کیونکر بھلا سکتی ہے؟؟؟

سکھوں کا مسلمانوں کا اس طرح قتل و غارت کرنا اور کسی بھی سکھوں کے مذہبی راہنما کا اس کی نفی نہ کرنا اور نہ ہی اسے روکنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قتل و غارت مذہبی طور پر کی گئی۔ مسلمانوں کے قتل کو مذہبی طور پر جائز قرار دیا گیا جس پر مسلمانوں پر ایسے شدید مظالم کئے گئے کہ تاریخ خون کے آنسو روتی ہے۔ ان سب کے باوجود بھی پاکستان کے مسلمان آج بھی سکھوں کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ رکھتے ہیں کیونکہ سکھوں کے بیشتر مذہبی مقامات سرزمین پاکستان میں واقع ہیں اور ہر سال کثرت سے سکھ زائرین وطن عزیز کی سرزمین پر مہمان بن کر آتے ہیں۔ اس کے برعکس جس ہندو قوم کو خوش کرنے کے لیے سکھوں نے مسلمانوں کی ریل گاڑیوں کو تہہ تیغ کیا اور لاشوں سے بھرے خون آلود ڈبے پاکستان بھیجے، اس ہندو قوم نے سکھوں کو کون سا انعام دیا؟؟؟

سکھوں کا ہندؤں کے ہاتھوں قتل ہونا ان مسلمان مقتولوں کا بدلہ ہے جنہیں ان سکھوں نے بے دردی سے قتل کیا، ان عورتوں کی عصمت دری کا بدلہ جن کی عزت کو ان سکھوں نے تار تار کیا۔ سکھوں نے جتنے مسلمان قیام پاکستان کے وقت شہید کئے آج ان سے کئی گنا زیادہ سکھ قتل ہو چکے ہیں۔

اخباری رپورٹ کے مطابق 5 جون 1984 کو بھارتی فوج کے ٹینک اور ناپاک بوٹ گولڈن ٹیمپل عبادت گاہ میں گھس گئے اور سینکڑوں سکھوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس آپریشن کو Operation Blue Star کا نام دیا گیا اور اس کا بہانہ بریندراوالا اور سکھ حریت پسندوں کو بنایا گیا۔

گولڈن ٹیمپل پر اس آپریشن کے لیے سکھوں کے مذہبی تہوار کے دنوں کا انتخاب کیا گیا جب وہاں ہزاروں زائرین کی موجودگی یقینی تھی اس حملے نے سکھ نیشنلزم اور خالصتان تحریک کے احیاء کا ایسا بیج بویا جو سکھ ذہن سے نکالنا ممکن نہیں، انہی بیجوں نے اب پھوٹنا شروع کر دیا ہے۔

آپریشن بلو سٹار کے بعد بھارتی فوج میں سکھ فوجیوں میں بغاوت پھیل گئی۔ اس بغاوت کے نتیجے میں 110 فوجی قتل ہوئے جبکہ 5 ہزار سے زائد سکھ فوج سے بھگوڑے ہو کر حُریت پسندوں میں شامل ہو گئے۔

31 اکتوبر 1984 کو بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کو اُس کے دو سکھ گارڈز نے قتل کر دیا۔ اس قتل کے بعد دلی میں حکومتی سرپرستی میں سکھوں کا قتل عام شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندو بلوائیوں نے 5 ہزار سکھ مرد، عورتیں اور بچے قتل کر ڈالے۔

31 اکتوبر 1984 میں ہونے والی سکھ قوم کی نسل کشی نے اس قوم کو ایک نیا عزم دیا۔ ایک طرف تو بھارتی سرکار نے ایک بار پھر سکھ قوم کو اپنی نظر میں ان کا مقام دیکھا دیا تو دوسری طرف 1989 میں پنجاب میں الیکشن ہوئے جو دراصل 1985 میں ہونے تھے۔ اکالی دل نے ان الیکشن کے boycott کی اپیل کی جس کی وجہ سے صرف 20 فیصد ووٹ پڑے۔ کانگرس نے یہ الیکشن Sweep کیے اور Singh Benant چیف منسٹر پنجاب بنا۔

انتخابات کے بعد بھارتی سرکار نے سکھ نوجوانوں پر قیامتیں ڈھانی شروع کر دیں اور خالصتان تحریک کے لیڈرز کو مروانا شروع کر دیا۔ جس کے وجہ سے بہت سے خالصتانی حُریت پسند بھارت چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

9 مئی 1988 کو ایک بار پھر بھارتی سرکار نے گولڈن ٹیمپل کی بے حُرمتی کی۔ اس آپریشن کو Operation Black Thunder کا نام دیا گیا۔ اس آپریشن میں 41 سکھ قتل ہوئے جن میں سے اکثریت زائرین کی تھی۔ اس آپریشن میں موجودہ بھارتی سیکورٹی ایڈوائزر اجیت دوول گولڈن ٹیمپل میں موجود تھا اور بھارتی سیکورٹی فورس کو guide کر رہا تھا۔ اس کی غلط guidence کی وجہ سے لوگوں کا قتل عام ہوا۔

1990-2000 تک کے زمانے میں بھارتی فوج سکھ تحریک کو کچلتی رہی اور سکھ سیاسی اور حریت پسند جماعتوں میں اختلافات کے بیج بوتی رہی۔ سکھ حریت پسندوں کی کاروائیاں پھر بھی جاری رہیں گو ان کی شدت میں واضح کمی دیکھنے میں آئی۔

اگست 1992 کو سردار سکھ دیو سنگھ ببر کو بھارتی پولیس نے قتل کر دیا۔ سردار صاحب ببر خالصہ کے چیف تھے، مئی 1992 میں سردار گردیال سنگھ ببر بھی ایک جھوٹے مقابلے میں قتل کر دیے گئے۔ 31 مارچ 1995 کو Benanat Singh, چیف منسٹر پنجاب کو حریت پسندوں نے مار ڈالا 20 مارچ 2000 کو بھارتی دہشتگردوں نے chattisinghpora میں بل کلنٹن کی آمد سے پہلے کشمیری سکھوں پر حملہ کر کے 35 سکھ قتل کر ڈالے۔

قیام پاکستان کے وقت ہونے والے سکھ مظالم کے علاوہ ایک اور عظیم ظلم سکھوں کا کشمیری مسلمان پر ہے۔ گلاب سنگھ جو ایک سکھ تھا انگریز سرکار نے ایک سو انہتر (169) سال پہلے جموں و کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کو پچہتر لاکھ (7500000) روپے میں فروخت کیا تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اٹھارہ سو چھیالیس (1846) سے اٹھارہ سو ستاون (1857) تک جموں و کشمیر میں حکومت کی۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں کشمیریوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ گلاب سنگھ انگریز اور سکھوں کے درمیان لڑائی کے دوران بھی سکھوں کے شکست پر انگریزوں سے مل گیا تھا۔ اور انگریزوں نے انعام کے طور پر کشمیر گلاب سنگھ کو پچہتر لاکھ روپے میں فروخت کیا تھا۔ گلاب سنگھ 9 نومبر اٹھارہ سو چھیالیس (1846) میں سرینگر میں داخل ہوا۔ جس کے بعد انہوں نے روز اول کی طرح مرنے دم تک کشمریوں پر ظلم کیا۔ لیکن گلاب سنگھ کے مرنے کے بعد اس کا پتار نبیر سنگھ کشمیر کا راجہ بنا اور اس نے بھی باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کشمیریوں پر ظلم کیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

★...یہودیت...★

تعارف

یہودیت ابراہیمی ادیان میں سے ایک دین ہے جس کے تابعین اسلام میں قوم بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ عہد نامہ عتیق کے مطابق یہودی مذہب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا کے نام پر مشہور ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے سب سے بڑے کا نام یہودا اور چھوٹے کا نام بنیامین تھا۔ یہودا کا خاندان خوب پھلا پھولا۔ یہودا اور بنی اسرائیل ایک ہی نسل کے لئے استعمال ہونے لگے۔ بعد ازیں تمام اسرائیلی یہودی کہلائے اور ان کا مذہب یہودیت مشہور ہو گیا۔ لہٰذا یہ مذہب یہودا ابن یعقوب کی طرف منسوب ہے۔ کثیر انبیاء علیہم السلام یہودی قوم کو ہدایت دینے کیلئے آتے رہے۔ یہودیت کی دینی کتاب توریت ہے جو کئی صحیفوں پر مشتمل ہے۔ اسلام اور عیسائیت کی بہ نسبت قدیم مذہب ہونے کے باوجود یہودیت کے ماننے والے بہت کم ہیں کیونکہ ان کے ہاں مذہب کی تبلیغ نہیں کی جاتی اور یہ اپنے مذہب میں ضرورت کے تحت بہت کم لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہودی اسرائیل کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

یہودیت کی تاریخ

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے اور عراق ہی میں توحید کی دعوت شروع کی، وہاں کے حکمران نمرود نے آپ کی مخالفت کی، یہاں تک کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ آگ سے صحیح سلامت نکلنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کا رخ کیا، پھر شام تشریف لائے اور شام ہی میں رہے۔ آپ کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مع اپنی اولاد کے شام میں رہی اور بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مع اپنی اولاد کے حجاز میں رہی۔ شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو اولاد رہی وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخری زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توسط سے یوں مصر چلے گئے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے تو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنے گیارہ بھائیوں کو مصر میں بلوا کر یہاں آباد کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار اور تمام ترقبیلے کو مصر بلالیا جہاں انہیں عزت واحترام سے رکھا گیا۔ یہ قبائل چار سو سال تک مصر میں رہے۔ اس طویل مدت میں وہ قبائل سے ایک طاقتور قوم بن گئے۔ ان کے وصال کے بعد قبطی نسل پرستوں نے مصر میں شورش برپا کی اور انقلاب لاکر قوم عمالقہ کو شکست دے کر حکومت پر قابض ہوگئے۔ انقلاب کے بعد عمالقہ کو انہوں نے ملک بدر کردیا اور عمالقہ کے حامیوں یعنی بنی اسرائیل کو از اوّل تا آخر غلام بنالیا، یہ سلسلہ چلتا رہا۔

فراعنہ حکمرانی کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کا دور آیا، حضرت موسیٰ ان بنی اسرائیل کے گھر میں پیدا ہوئے، لیکن بچوں کے قتل کے مشہور واقعہ کے سبب آپ نے فرعون ہی کے گھر میں تربیت پائی اور وہیں جوان ہوئے، جوانی میں ایک قبطی کو مارنے کی وجہ سے شام کے ایک علاقے مدین آنا پڑا، جہاں آپ نے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال رہ کر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی۔

اللہ عزوجل نے آپ کو نبی مبعوث کرکے فرعون کے پاس بھیجا۔ طور کی وادیوں سے واپس آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونِ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ اسرائیلیوں کو مصر سے نکل جانے کی اجازت دیدے۔ فرعون منکر ہوا۔ جادوگروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بھی کروایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے اور جادوگر بھی آپ پر ایمان لے۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے، فرعون نے تعاقب کیا اور ڈوب کر مرگیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

مصر سے خروج کے بعد حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے درمیان عجیب وغریب قسم کے واقعات ہوئے، مثلاً: بچھڑے کی عبادت، حطہ کی جگہ حنطہ کی تبدیلی، گائے پرستوں کو دیکھ کر اسی طرح کے خدا کا مطالبہ، اور جہاد کا انکار وغیرہ۔

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی۔ بنی اسرائیل نے بیت المقدس فتح کرنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل قوم چالیس سال صحرائے سینا میں دربدر گھومتی رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام نے فلسطین کو فتح کیا، اس طرح

فلسطین پھر بنی اسرائیل کے قبضہ میں آگیا۔ بیت المقدس پر تسلط کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو پس پشت ڈال دیا اور بت پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔

جب بنی اسرائیل طرح طرح کے گناہوں میں ملوث ہو گئے اور ان لوگوں میں معاصی و طغیان اور سرکشی و عصیان کا دور دورہ ہو گیا تو ان کی بداعمالیوں کی نحوست سے ان پر خدا کا یہ غضب نازل ہو گیا کہ قوم عمالقہ کے کفار نے ایک لشکر جرار کے ساتھ ان لوگوں پر حملہ کر دیا، ان کافروں نے بنی اسرائیل کا قتل عام کر کے ان کی بستیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ عمارتوں کو توڑ پھوڑ کر سارے شہر کو تہس نہس کر ڈالا اور متبرک صندوق جسے تابوت سکینہ بھی کہا جاتا ہے اس کو اٹھا کر لے گئے۔ اس مقدس تبرک کو نجاستوں کے کوڑے خانہ میں پھینک دیا۔ لیکن اس بے ادبی کا قوم عمالقہ پر یہ وبال پڑا کہ یہ لوگ طرح طرح کی بیماریوں اور بلاؤں کے ہجوم میں جھنجھوڑ دیئے گئے۔ چنانچہ قوم عمالقہ کے پانچ شہر بالکل برباد اور ویران ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کافروں کو یقین ہو گیا کہ یہ صندوق رحمت کی بے ادبی کا عذاب ہم پر پڑ گیا ہے تو ان کافروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس مقدس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر لاد کر بیلوں کو بنی اسرائیل کی بستیوں کی طرف ہانک دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو مقرر فرمادیا جو اس مبارک صندوق کو بنی اسرائیل کے نبی حضرت شمویل علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ اس طرح پھر بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی نعمت دوبارہ مل گئی۔ یہ صندوق ٹھیک اس وقت حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس پہنچا جب حضرت شمویل علیہ السلام نے طالوت کو بادشاہ بنادیا تھا اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے اور یہی شرط ٹھہری تھی کہ مقدس صندوق آجائے تو ہم طالوت کی بادشاہی تسلیم کرلیں گے۔ چنانچہ صندوق آگیا اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی پر رضامند ہو گئے۔

طالوت نے جالوت کو للکارا، جنگ چھڑ گئی، طالوت کی طرف سے ایک جوان حضرت داؤد علیہ السلام نے تیر مار کر جالوت کو قتل کیا، طالوت نے اپنی ساری حکمرانی بمع اپنی صاحبزادی کے ان کے حوالے کی اور اللہ پاک نے خلعت نبوت سے بھی نوازا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی ابتدا کروائی اور ان کے بعد انہی کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالک کائنات نے مشرف بنبوّت و مملکت فرمایا، جنہوں نے یہی تاریخی مسجد جنات کے ذریعے سے مکمل کروائی۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان آل اسرائیل کے بادشاہ اور پیغمبر بنے۔ اسرائیل کے پرچم پر جو ستارہ ہے اسے وہ داؤد کا ستارہ Star of David کہتے ہیں۔ گیارہویں صدی قبل مسیح میں حضرت داؤد نے پہلی بار یروشلم کا دارا لحکومت بنایا۔ دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں پہلا ہیکل Temple تعمیر کیا۔ یہ بنی اسرائیل کے عروج کا زمانہ تھا۔ پھر زوال کی داستان بڑی ہی طویل اور عبرت ناک ہے۔ ان کے اپنے اعمال اور خصائل بدان کی تباہی کا باعث بنے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے ساتھ ہی سلطنت دو حصّوں میں بٹ گئی، ایک سلطنت کا دارالخلافہ سامرہ (نابلس) اور ایک کا دارالخلافہ بیت المقدس (یروشلم) مقرر کیا گیا، کئی سو سال اسی طرح رہنے کے بعد شمال کی طرف سے آشوریوں نے سامریوں میں سے ہزاروں کو قتل کر کے مغلوب کر دیا اور وہاں پر قابض ہوگئے، ادھر سے کلدانیوں کے بادشاہ اور آشوریوں کے سابق گورنر نے دوسری مملکت کو تہس نہس کر دیا، مسجد اقصیٰ کو جلا کر گرا دیا، ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا اور بقیہ کو ان کے بادشاہ صدقیہ سمیت قیدی بنا کر بابل (عراق) لایا، پھر خسرو (شاہِ ایران) نے بابل کو اس کے ستر برس بعد فتح کیا اور سارے قیدیوں کو رہا کر دیا، انہوں نے پھر فلسطین جا کر اپنی کٹھ پتلی سی حکومت قائم کر دی، جس پر یونان نے پے در پے حملے جاری رکھے، یہاں تک کہ رومیوں نے آخری حملہ کر کے انہیں غلام بنایا، رومیوں نے یہاں کے ایک یہودی کو گورنر بنایا، اس کے مرنے کے بعد اس کے تین بیٹوں نے مقبوضہ علاقے کے تین صوبے بنائے، اس زمانے میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ رومیوں نے کچھ سالوں بعد پھر حملہ کیا، اس حملے میں رومیوں نے ڈیڑھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا (گویا ہٹلر نے ہی یہودیوں کا قتل عام نہیں کیا، بلکہ یہ ایک عذاب کی صورت میں ان کے ساتھ بارہا ہوا) اور ہزاروں کو قیدی بنایا، کچھ اِدھر اُدھر جا کر نکل گئے، انہیں بھگوڑوں میں حجاز، رملہ، تبوک، تیما، وادی القریٰ، مدینہ اور خیبر کے یہودی بھی تھے (جنہیں پھر مدینہ سے بھی نکالا گیا) یعنی بنو نضیر، بھدل، قریظہ اور بنو قینقاع، جبکہ مدینہ کے اوس و خزرج یمن کے قبائل عرب میں سے ہیں۔

خدائے ذوالجلال نے اسرائیلیوں کو گناہوں سے توبہ کا ایک اور موقعہ دیا اور انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر عطا کیا مگر اسرائیلیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ زمین وآسمان کانپ اٹھے۔ انہوں نے رومیوں کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار اور انہیں صلیب پر مصلوب کرنے کی کوشش کی۔

135ء میں شاہ ہیڈرن نے یروشلم پر قبضہ کیا اور بچے کھچے یہودیوں کو فلسطین سے نکال کر کرہ ارض پر بکھیر دیا۔ یہودی جس ملک میں بھی گئے ان کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ ان کے دلوں میں انسان کی محبت کا نام ونشان نہ تھا ۔ یہودی صرف نفرت اور فتنہ پردازی کے دلدادہ تھے۔ وہ کسی دوسری قوم کے دل میں اپنی محبت پیدا کر ہی نہیں سکتے تھے۔ وہ نفرت کے پیکر تھے۔ وہ اللہ عزوجل کے دھتکارے ہوئے تھے اس لیے وہ جہاں بھی گئے انہیں نفرت ملی۔

وہ 135ء میں کرہ ارض پر بکھر تو گئے لیکن انہوں نے اس عقیدے کو سینے سے لگائے رکھا کہ خدائے یہودہ نے فلسطین کو ہی ان کا وطن مقرر کیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ مستحکم ہوتا چلا گیا کہ کوئی انہیں سو بار شکست دے، کوئی طاقت خدائے یہودہ کا لکھا نہیں مٹا سکتی اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ان کا مقدس فریضہ ہے جو بہر حال یروشلم میں ہی ادا ہوگا۔ یہ عقیدہ ان کے مذہب کا جزو بن گیا جس نے ایک مذہبی رسم کی صورت اختیار کر لی۔ اس رسم کی ادائیگی کے لیے دور دراز ملکوں کے یہودی ہر سال یروشلم جمع ہوتے تھے۔ اسے وہ صیہونیت Zionism کہتے تھے۔ وہاں وہ یہ الفاظ دہراتے تھے: آئندہ سال یروشلم میں۔

فلسطین میں ایک پہاڑی ہے جس کا نام صیہون Zion ہے۔ اسے یہودی مقدس سمجھتے ہیں۔ اس کے نام پر انہوں نے صیہونیت کی تحریک کی ابتدا کی تھی۔ اس زمانے میں یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے، لیکن تعصب میں آکر بنو اسماعیل میں سے نبی کے آنے کی وجہ سے انکار کیا، ادھر فلسطین پر رومی عیسائیوں کا قبضہ رہا (رومی بعد میں عیسائی ہوگئے تھے) یہاں تک کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی ایام میں ان منتشر بھگوڑے یہودیوں نے کسریٰ کو رومیوں کے خلاف اکسا کر فلسطین پر حملہ کروایا، جس نے مسجد اقصیٰ کو تباہ وبرباد کیا اور صلیب کو اپنے ساتھ ایران لے گیا، چودہ سال بعد عیسائیوں کی اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے قیصر روم نے ایرانیوں پر حملہ کر کے بیت المقدس بھی آزاد کروایا اور ایران تک اندر جا کر اپنی اصلی صلیب کو بھی واپس لے کر آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہودیوں کو ان کی سازشوں کی وجہ سے کچھ کو قتل اور کچھ کو جلاوطن کر دیا، جس کی داستان بڑی طویل ہے۔ اس وقت سے لے کر جب بختِ نصر نے یہودیوں کو یروشلم سے نکالا، اب تک یہ لوگ مخصوص ذہنیت، متعصبانہ فطرت اور بزعم خویش من عند اللہ احساس برتری کی وجہ سے ہر دور میں معتوب رہے۔ یہ دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں بھٹکتے رہے، مگر الگ تھلگ رہنے کی خواہش کی وجہ سے کہیں بھی قومیت کے حقوق حاصل نہ کر سکے۔ علیحدگی کے اس احساس کے تحت خفیہ تحریکیں چلانا اور سازشیں کرنا ان کی فطرتِ ثانیہ بن گئی، چنانچہ صیہونیت بھی ان کی ایک خفیہ سازش اور تحریک ہے اور صیہونیوں سے مراد وہ یہودی ہیں جو صیہون (یروشلم کا ایک پہاڑ) کی تقدیس کرتے ہیں اور فلسطین میں قومی حکومت کے خواہاں اور اس مقصد کے لیے کوشاں رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تقریباً چار سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے فلسطین کو فتح کر کے وہاں اسلامی حکومت قائم کی۔ جس روز فلسطین فتح ہوا اس روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے، محراب داؤد کے پاس جا کر سجدہ کیا۔

یہودی دو ہزار سال سے دنیا میں پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں کہ فلسطین ان کا آبائی وطن ہے یہ بات ہم سب کو معلوم ہونی چاہیے کہ فلسطین یہودیوں کا آبائی وطن نہیں ہے۔ تیرہ سو برس قبل مسیح میں بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت فلسطین کے اصل باشندے دوسرے لوگ تھے جن کا ذکر خود بائبل میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے فلسطین کے اصل باشندوں کو قتل کیا اور اس سرزمین پر قبضہ کیا تھا۔ اسرائیلیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ خدا نے یہ ملک ان کو میراث میں دیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے فرنگیوں نے سرخ ہندیوں (red indians) کو فنا کر کے امریکہ پر قبضہ کیا تھا۔

دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان نے ہیکل سلیمانی تعمیر کرایا تھا۔ آٹھویں صدی قبل مسیح اسیریا نے شمالی فلسطین پر قبضہ کر کے اسرائیلیوں کا قلع قمع کیا تھا اور عربی النسل قوموں کو آباد کیا تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے جنوبی فلسطین پر قبضہ کر کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا تھا۔ طویل مدت کی جلاوطنی کے بعد ایرانیوں کے دور میں یہودیوں کو پھر جنوبی فلسطین میں آباد کا موقع ملا۔ 70ء میں یہودیوں نے رومی سلطنت

کے خلاف بغاوت کی، جس کی پاداش میں رومیوں نے ہیکل سلیمانی کو مسمار کر کے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔135ء میں رومیوں (عیسائیوں) نے پورے فلسطین سے یہودیوں کو نکال دیا۔ پھر فلسطین میں عربی النسل لوگ آباد ہو گئے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب عثمانی حکومت کو شکست ملی اور ان کی حکومت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی تو مغربی ممالک نے اپنے اپنے حصوں کو بانٹا تو فلسطین کی سرزمین برطانیہ کے حصے میں آئی اور وہیں سے برطانیہ نے شیطانیت کی اور اسی سال برطانیہ کے وزیر خارجہ نے یہودیوں میں صاحب نفوذ آدمی (لارڈ) کو خط لکھا کہ برطانیہ چاہتا ہے کہ یہاں یہودی حکومت تشکیل دے۔ یہی کام اسرائیلی حکومت کی ابتدا بنی، اس وقت سے لے یہ کام آہستہ آہستہ شروع رہا اور مختلف ممالک میں بسنے والے یہودیوں کو فلسطین آنے اور وہاں رہنے کی ترغیب دلائی گئی اور لاکھوں یہودیوں نے مختلف ممالک سے ہجرت کر کے فلسطین کا رخ کیا یہ کام انہوں نے بہت چپکے سے کیا کیونکہ جنگ عظیم کے دوران عرب ممالک برطانیہ کے ساتھ تھے اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ عربوں کو اس بات کا علم ہو جائے۔

یہودی سازشی قوم ہے کہ اس نے 1880ء سے دنیا بھر سے ہجرت شروع کی اور فلسطین جا کر زمین خریدنی شروع کی۔ 1897ء میں یہودی لیڈر ہر تزل نے صیہونی تحریک کا آغاز کیا(zionist movement)۔ اس میں اس بات کو مقصود قرار دیا گیا کی فلسطین پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا جائے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے۔

یہودی سرمایہ داروں نے اس غرض کے لیے بڑے پیمانے پر مال فراہم کیا کہ یہودی فلسطین منتقل ہوں اور زمینیں خریدیں اور منظم طریقے سے اپنی بستیاں بسائیں۔ 1901ء میں اسی ہر تزل نے سلطان ترکی عبد الحمید خان کو پیغام بھجوایا کہ یہودی ترکی کے تمام قرضے ادا کرنے کو تیار ہیں اگر فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی اجازت دے دیں۔ مگر سلطان نے اس پیغام کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور کہا میں تمہاری دولت پر تھوکتا ہوں، فلسطین تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ جس شخص کے نام پیغام بھیجا گیا تھا اس کا نام حاخام قرہ صو آفندی تھا۔ اس نے سلطان کو ہر تزل کی طرف سے دھمکی دی تھی اور اس کے بعد سلطان کی حکومت کو الٹنے کی سازش شروع ہوئی اس سازش کے پیچھے فری میسن، دونمہ اور وہ ترک نوجوان مسلمان تھے، جو مغربی تعلیم کے زیر اثر آ کر ترکی میں قوم پرستی کے علمبردار بن گئے تھے۔ دونمہ وہ یہودی تھے جنہوں نے ریاکارانہ اسلام قبول کر رکھا تھا۔ ترک ان کو دونمہ کہتے ہیں۔ جب ترکی میں

حالات بہت زیادہ خراب کر دیے گئے تو 1908ء میں جو تین آدمی سلطان کی معزولی کا پروانہ لیکر گئے تھے ان میں ایک یہی حاخام قرہ صو آفندی تھا۔

انیس سو سنتالیس 1939 میں اقوام متحدہ نے ایک بیان جاری کیا جو ایک سراسر خیانت تھی کہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ فلسطین عربی اور دوسرا فلسطین یہودی یہاں پر آکر برطانیہ کا کام ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ یہودی حکومت تشکیل دیں اور یہ مسئلہ اقوام متحدہ تک پہنچائیں۔ سو انہوں نے اپنی شیطانی چال چلی اور کامیاب ہو گیا، لہٰذا برطانیہ نے اپنی فوج کے آخری دستے کو حیفاء بندرگاہ کے راستے واپس بلالیا۔

یہودیوں نے بن گوریون کی رہبری میں ایک اعلامیہ نکالا کہ جس میں انہوں نے ایک مستقل یہودی حکومت کا اعلان کیا، ٹھیک اسی دن جب یہ اعلان ہوا صرف گیارہ منٹ بعد امریکہ نے اس حکومت کو قبول کیا اور اعلان کیا کہ یہودی حکومت ایک مستقل حکومت ہے۔ اس طرح یہ اسرائیلی حکومت وجود میں آئی۔

دوسری طرف عربی ممالک کا ردعمل تھا اگرچہ پہلے پہلے بڑے جوش و خروش سے آئے جیسے مصر، اردن، شام، لبنان اور عراق وغیرہ انہوں نے اسرائیل پر حملہ کر دیا اور جولائی تک یہ جنگ جاری رہی یعنی ایک سال تک۔ اس جنگ کے آخر میں اسرائیلی حکومت کے بعض علاقوں کو چھین لیا گیا مصر نے غزہ کی پٹی پر قبضہ کر لیا اور اردن نے اورشلم کے بعض حصے پر قبضہ کر لیا اور اسی سال اعلان کیا گیا کہ فلسطینی جو فلسطین سے یہودیوں کی طرف سے ملک بدر کیے گئے تھے واپس آجائیں۔ لیکن بعد میں اچانک فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے حملہ کر دیا اور غزہ کی پٹی کو دوبارہ اسرائیل کے قبضہ میں لے آئے۔ جس طرح عرب ممالک غیرت کے ساتھ آئے تھے اگر اسی طرح ڈٹے رہتے تو آج فلسطین کی یہ حالت نہ ہوتی۔

فلسطینی لیڈروں نے تحریک شروع کی تاکہ اسرائیل سے فلسطینی سرزمین کو واپس لیا جائے یہ سرد جنگ اور حرکت جاری رہی یہاں تک کہ ناصر جو فلسطینی تحریک کا صدر تھا اس نے قیران بندرگاہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا کیونکہ اسرائیل کے لیے مدد اور ایران کے شاہ کی طرف تیل اسی بندرگاہ کے ذریعے اسرائیل کو ملتا تھا اس نے اس بندرگاہ کو بند کر دیا تاکہ اسرائیل کو مدد نہ مل سکے جس کے نتیجے میں اسرائیل نے ایک بہت بڑی جنگ مصر کے خلاف شروع کر دی۔

رمضان 1973ء میں مصریوں نے نہر سویز (Suez Canal) پار کر کے اسرائیلیوں کو سینائی (Sinai) میں بے خبری میں جالیا اور کچھ علاقہ آزاد کرالیا اور نہر سویز بھی اسرائیلیوں سے آزاد کرالی اور اسے کھول دیا۔ پھر جنگ بند ہوگئی بلکہ ان بڑی طاقتوں سے بند کرادی جن کے ہم سب مقروض اور امداد کے محتاج ہیں۔ مصر (Egypt) کے اس وقت کے صدر انور السادات مرحوم نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ جنگ رمضان 1973ء کے دوران امریکا (USA) کا اس وقت کا سیکرٹری خارجہ ہنری کیسنجر (United States Secretary of State Henry Kissinger) مصر پہنچا اور سادات سے ملا جب اسرائیلیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ مسلسل پسپا ہوتے چلے جارہے تھے۔ ہنری کیسنجر نے سادات کو دھمکی دی کہ اس نے جنگ بند نہ کی تو امریکا اپنے وہ جدید اسلحہ اور طیارے مصری فوج کے خلاف استعمال کرے گا جو ایک دو دنوں میں مصری فوج، فضائیہ اور بحریہ کو تباہ کردے گا۔ سادات کو اس دھمکی کے علاوہ ہنری کیسنجر نے (جس کے متعلق پتہ چلا ہے کہ یہودی ہے) کچھ لالچ بھی دیا تھا۔ سادات کو معلوم تھا کہ امریکا کے پاس کیسا تباہ کار اسلحہ ہے، چنانچہ اس نے اس صورت حال میں جنگ بندی کا اعلان کردیا جبکہ اسرائیل پسپا ہورہے تھے۔

لہٰذا مغربی ممالک کی پشت پناہی کی وجہ سے اسرائیل نے صحراء سینا، غزہ کی پٹی اور اسی طرح اور شلم پر قبضہ کرلیا جس کے نتیجے میں اسرائیل پہلے کی نسبت بہت بڑا ملک بن گیا اور بیت المقدس کا شرقی حصہ بھی اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا اور مسجد الاقصیٰ جو مسلمانوں کی تیسری بڑی اور مقدس مسجد ہے وہ بھی انہیں کے قبضے میں آگئی۔

لبنان (Lubnan) پر یہودیوں کا حملہ اسی توسیع پسندی کی ایک کڑی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لبنان سے فلسطینی گوریلا فورس کو نکالنے کے لیے اسرائیل نے حملہ کیا ہے اس آپریشن میں اسرائیل نے بیروت کی شہری آبادی، فلسطینیوں کے کیمپوں اور ان کی بستیوں پر طیاروں سے جس بے دردی سے بمباری، بری اور بحری توپوں سے گولہ باری کی ہے یہ ان قارئین کے لیے حیران کن نہیں جو یہودیوں کی تاریخ سے واقف ہیں۔ یہودیوں کے ہاں غیر یہودیوں خصوصاً مسلمانوں کی قتل وغارت مذہبی فریضے کا حکم رکھتی ہے۔ یہودیوں کے مذہب میں غیر یہودی کا قتل ایک مذہبی رسم بھی ہے جسے کہتے ہیں: RITUAL MURDER

لبنان میں لاکھوں مردوں، عورتوں اور بچوں کے جسموں کے ٹکڑے اڑا دیے اور شہر ملبے کا ڈھیر بنا دیا۔ قتل وغارت، تباہی اور بربادی کی جو تفصیلات لکھتے قلم کانپتا ہے وہ تفصیلات ہر یہودی کے لیے روحانی تسکین اور سرور کا باعث بنتی ہیں۔ لبنان میں انسانوں کی ہلاکت کے صحیح اعداد و شمار باہر کی دنیا تک نہیں پہنچی۔ امریکی ہفت روزہ " نیوز ویک" (news week) کے 5 جولائی 1982ء کے شمارے میں اس کے وقائع نگار ایگنس ڈیمنگ نے لکھا ہے کہ امریکا کی تینوں ٹیلیوژن کمپنیوں نے اپنے کیمرہ مین اور نامہ نگار لبنان میں بھیج رکھے ہیں لیکن اسرائیل کے حکام ان کی ہر فلم کو سنسر کرتے اور تباہی کی صحیح عکاسی کو دنیا کی نظروں سے اوجھل رکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ یہودی کی تاریخ درندگی، انسان کشی، مکاری، عیاری، فریب کاری اور بے حیائی کی بڑی لمبی داستان ہے۔ یہودی فلسطین کو دو ہزار سال سے اپنا گھر کہہ رہے تھے۔ اس گھر میں وہ آگئے تو انہوں نے وہاں سے فلسطینیوں کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی نکال باہر کیا۔ پھر جون 1967ء میں انہوں نے بیت المقدس (یروشلم) پر قبضہ کر کے 1969ء میں مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگائی اور خود ہی بجھا دی۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام کی عظمت کے ایک تاریخی نشان مسجدِ ابراہیم کو یہودیوں کی عبادت گاہ بنا کر اس کی مسجد کی حیثیت ختم کر دی۔ لبنان پر حملے سے پہلے یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کی بنیادیں کھودنی شروع کر دی تھیں۔ یہ بھی ان کا پرانا عہد ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کریں گے۔ فی الوقت تو امریکی صدر ٹرمپ اسرائیل کے لیے بہت کچھ کرنے والا ہے۔

دینی کتب

یہودیوں کی دو دینی کتابیں ہیں: عہد نامہ قدیم اور تالمود۔

عہد نامہ قدیم (Old Testament): عہد نامہ قدیم (یا عتیق) موجودہ بائبل کا ایک حصہ ہے۔ اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک عبرانی زبان میں اور دوسرا یونانی زبان میں۔ یہودیوں کے ہاں عبرانی نسخہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ عبرانی یا بائبل کو تاناخ (Tanakh) بھی کہا جاتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کا تعلق زمانہ قبل از مسیح سے ہے اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کتاب تورات کے علاوہ بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے صحائف شامل ہیں۔ بائبل کا یہ حصہ تخلیق کائنات سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ پہلے تک کے واقعات و حالات پر مشتمل ہے۔ تورات کے علاوہ بقیہ کتب کی حیثیت بنی اسرائیل کی تاریخ کی ہے۔ عہد نامہ عتیق کو تین

سلسلوں میں درجہ بندی کر سکتے ہیں۔ اس درجہ بندی کے مطابق پہلا سلسلہ تورات (Torah) اور دوسرا سلسلہ نویم (Neviim) اور تیسرا کتوویم (Ketuvim)۔ عہد نامہ قدیم کے ان تین سلسلوں کے علاوہ بھی تقریباً سترہ کتابیں اور بھی تھیں جن کے حوالے عہد نامہ قدیم میں ملتے ہیں لیکن وہ کتابیں اب معدوم ہیں۔

ان تینوں سلسلوں کی تفصیل یوں ہے:

(1) تورات: تورات لغوی اعتبار سے یہ لفظ عبرانی زبان کا ہے جس کے معنی وحی یا فرشتہ کے ہیں۔ یہودیت کی اصطلاح میں یہ عہد نامہ عتیق کی وہ پانچ کتابیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہیں۔ یہ کتابیں پیدائش، خروج، احبار، اعداد اور استثناء ہیں۔ ان کتابوں کو کتب خمسہ (Pentatecuh) یا قانونِ موسوی (Law of Moses) بھی کہا جاتا ہے۔ یہودیوں کے عام عقیدے کے مطابق یہ پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طور سینا پر خدا کی طرف سے ملیں۔ ان پانچوں کی تفصیل یوں ہے:

☆**کتاب پیدائش (Genesis):** اس کتاب میں تخلیق کائنات اور تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں نوح علیہ السلام کی نبوت اور سیلاب، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور خدا کے عہد اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ اور مصر میں ان کا وصال تک کا تذکرہ موجود ہے۔

☆**کتاب خروج (Exodus):** خروج یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی باہر نکلنے کے ہیں، اس سے مراد اجتماعی خروج ہے اور اس کتاب کا نام اس کے مشتمل مضمونوں کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ اس میں عبرانی لوگوں کی مصر سے روانگی، صحرائے سینا میں دشت نوری، صحرائے سینا میں شریعت کے عطا کئے جانے کے واقعات اور اس کے علاوہ حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کتاب میں یہواہ (YHWH) کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

☆**کتاب احبار (Leviticus):** اس کتاب کو سفر الاویون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لاوی کی اولاد کی طرف منسوب ہے جو مذہبی فرائض اور تعلیم و تدریس کے ذمہ دار تھے۔ اس کتاب میں

تاریخ بہت ہی کم بیان کی گئی ہے۔ زیادہ تر فقہی احکامات یعنی مذہبی رسوم، حلال و حرام گناہوں کے کفارے، کھانے پینے، صفائی، طہارت اور مختلف مواقع پر جن احکامات کو ملحوظ رکھنا چاہئے اس کا تذکرہ ہے۔

☆**کتاب اعداد(Numbers)**: اس کتاب میں بنی اسرائیل کا صحرائے سینا سے نکل کر اردن کی طرف جانے کا واقعہ مذکورہ ہے لیکن اس کتاب کا خاص موضوع بنی اسرائیل کا شجرہ نسب اور ان کی مردم شماری (Census) ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی مختلف شاخوں کی تقسیم اور ہر قبیلے کے افراد کی تعداد وغیرہ مذکور ہیں۔

☆**کتاب استثناء(Deuteronomy)**: اس کتاب میں دوسری اور تیسری کتاب کے قوانین کا خلاصہ اور مزید تشریحات ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خطبات اور احکام عشرہ بھی دوبارہ اس میں موجود ہیں۔ مذہبی قوانین کے اعتبار سے اس کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چاروں کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مکمل طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے تاہم اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال اور اس کے بعد کے کچھ واقعات بھی ملتے ہیں۔

(2) نویم(Neviim): عہد نامہ قدیم کے تین سلسلوں میں دوسرا سلسلہ یہ ہے۔ نویم تانخ یعنی عبرانی بائبل کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں مجموعی طور پر بائیس کتابیں شامل ہیں۔ ان میں انبیائے کرام علیہم السلام کے صحائف شامل ہیں۔ اس حصہ میں کتاب یوشع، کتاب یسعیاہ، کتاب یرمیاہ، کتاب سموئیل، حزقی ایل، قضاۃ، سموئیل (اول و دوم) سلاطین (اول و دوم) اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے صحائف شامل ہیں۔ چھوٹے غیر معروف صحائف اور بڑے پیغمبروں کے صحائف کی مناسبت سے اس کتاب کے مزید دو حصے کرکے بھی فرق کیا جاتا ہے۔

(3) کتوویم(Ketuvim): یہ حصہ بارہ کتابوں پر مشتمل ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اس کے بھی تین حصے کئے جاتے ہیں۔ پہلے حصے میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور، حضرت سلیمان علیہ السلام کی امثال اور حضرت ایوب علیہ السلام کی مزامیر شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں پانچ مجلات ہیں۔ یہ غزالغزلات، رعوت، نوحہ یرمیاہ، الجماعہ اور آستر پر مشتمل ہے۔ تیسرا حصہ دانیال، نحمیاہ، تواریخ اول اور دوم پر مشتمل ہے۔

تالمود: عہد نامہ قدیم کے علاوہ یہودیوں کی ایک اور کتاب مقدس سمجھی جاتی ہے جسے یہود تالمود کا نام دیتے ہیں۔ بلکہ اس کو وحی غیر مقطوع کی حیثیت حاصل ہے۔ **تلمود یا تالمود(Talmud):** لفظ تالمود عبرانی زبان کا لفظ ہے اور یہ ''لمد'' سے بنا ہے۔ عبرانی میں اس کے معنی سکھانا، تعلیم دینا اور تعلیم پانے کے ہیں۔ عربی میں یہ لفظ عبرانی زبان سے آیا ہے۔ 553ء میں فسادات کے بعد تورات و دیگر عبرانی کتب کو لاطینی زبان میں لکھنے کی اجازت دی گئی تو لفظ تلمود کو لاطینی میں تالمود لکھا گیا۔

تالمود ان روایات کا مجموعہ ہے جو یہود کے ہاں انبیاء اور اکابر سے سینہ بہ سینہ علماء کاتبوں اور پھر ربیوں تک پہنچا۔ تالمود کو عہد نامہ قدیم کی تشریحی لٹریچر کی حیثیت حاصل تھی۔ یوں تو یہودی علماء کا ایک طبقہ ایسا ہے جس کا کہنا ہے کہ یہ روایات ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو اس کتاب کی ذرہ برابر مخالفت کرے گا فورا اور اچانک مر جائے گا۔

ان روایات کی تدوین کتابی صورت میں غزوہ کاہن کے ہاتھوں اس وقت ہوئی جب 538 قبل مسیح میں ایرانی بادشاہ کورش نے بابل کو فتح کیا اور یہودیوں کو پھر سے بابل میں آنے کی اجازت دی۔ غزوہ کاہن نے یہودی احبار (علمائے یہود) کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے حالات لکھ کر ایک کتاب کی شکل میں تالیف کئے۔ اس میں یہودیوں کے معاشی احکام، صلح وجنگ کے قواعد وضوابط، عائلی زندگی کے قواعد و قوانین اور عبادت کے متعلق روایات خصوصا تہواروں اور قربانیوں کے لئے بڑی تفصیلات ہیں۔ غزوہ کاہن کو اندیشہ لاحق تھا کہ یہود ایک طویل مدت تک قید اور جلاوطنی میں رہ کر بابل واپس آئے ہیں اور اکثر لوگ مر کھپ چکے ہیں اور باقی دوسری تیسری نسل کے لوگ ہیں اور سارے کے سارے یہودی واپس بھی نہیں آئے، اس لئے اس نے جو کچھ اپنے بڑوں سے سنا تھا اور جو کچھ اسے یاد تھا لکھ کر محفوظ کرنے کی پہلی کوشش کی۔ اسی زمانے میں توریت بھی پھر سے جدید بنائی گئی جبکہ اصلی توریت موجود نہ تھی۔ پھر اس کی بہت سے شروح لکھی گئیں جنہیں قدر شیم کہا جاتا ہے۔

تالمود کا پس منظر: اس وقت دنیا میں یہودیوں کی تعداد تقریبا ڈیڑھ کروڑ ہے اور یہ لوگ خاص نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنی نسلی خصوصیات کو بڑی سختی اور پابندی کے ساتھ قائم رکھتے ہیں۔ حتی کہ کسی یہودی کی وہ اولاد جو کسی غیر یہودی عورت سے ہو یا یہودیہ عورت کی وہ اولاد جو غیر یہودی مرد سے ہو وہ یہودی نہیں ہو سکتا۔ کوئی دوسری

نسل کا مرد یا عورت ان کے اعمال اختیار کر کے یہودی نہیں بن سکتا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی ہیں جو ان پر نازل ہونے والی کتاب تورات پر عامل ہیں لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تورات مقدس کہیں موجود نہیں ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے کئی سو سال پہلے ہی دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ اس حادثے کے بعد جب ایک جعلی تورات بنائی تو وہ بھی مختلف خوادث میں نیست و نابود ہو گئی۔ اصل کا تو ذکر ہی کیا اس کا ترجمہ یا ترجمے کا ترجمہ بھی کہیں وجود نہیں ہے۔ اب جو کچھ ہے وہ اس جعلی تورات کا تیسرا یا چوتھا ترجمہ ہے۔ یہودی اس کو ترجمہ تو مانتے ہیں مگر واجب التعمیل نہیں مانتے۔ ان کی روایت میں ہے کہ ان کی قومی مجلس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے کئی سو سال پہلے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا تھا کہ تورات واجب التعمیل نہیں صرف واجب التعظیم ہے۔ ان کا دینی و دنیاوی دستور ''تالمود'' ہے۔

تالمود کی تعلیم صرف یہود کے لئے: تالمود کی تعلیم صرف یہود تک محدود رہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہودی اپنے نسلی غرور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کسی غیر یہودی کو تالمود کے احکام نہیں بتاتے۔ ان میں نسلیت کا جنون اس قدر ہے کہ وہ یہودیوں کے علاوہ دوسروں کو بہائم اور حیوان سمجھتے ہیں۔ اپنی نسل کو اللہ عزوجل کی پسندیدہ نسل اور دوسروں کو جانور کا مرتبہ دیتے ہیں، جو صرف اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ وہ ان کی غلامی کریں۔ اس عقیدے نے ان کو ساری دنیا کا دشمن بنا دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ دشمنوں کو گھر کے راز کون بتاتا ہے لہٰذا جب یہ کتابیں لکھتے ہیں تو اپنے عقائد ظاہر نہیں کرتے۔

یہودیوں کو مذہبی طور پر اجازت نہیں کہ وہ اپنے مذہبی احکام و اسرار غیر یہودی پر ظاہر کریں۔ لیکن ان ساری احتیاطوں اور رازداریوں کے باوجود تالمود کی بہت ساری تعلیمات مسلمانوں اور عیسائیوں کے علم میں آگئی ہیں۔

عیسائیوں نے تالمود کو منظر عام پر لانے کے لئے بہت سی کاروائیاں کیں کہ اس کتاب میں درج کیا ہے لیکن اس کے بارے میں دنیا کے سامنے کچھ بھی پیش نہ کر سکے۔ انگریزی میں تالمود پر کئی کتابیں ملیں گی مگر اس قدر چالاکی کے ساتھ اس کے انتخاب دیئے گئے ہیں کہ وہ پہچانی نہیں جاتیں۔ مکمل عبرانی متن صرف یہودیوں کو ملتا ہے اور دوسروں تک جو نسخہ پہنچایا جاتا ہے اس سے سیاست و معیشت کا حصہ تو بالکل خارج کر دیا جاتا ہے اور تھوڑی بہت تالمود

کے متعلق معلومات ملتی ہیں تو وہ اس نسخے سے ملتی ہیں جو برطانوی میوزیم میں "الدر المنضود" کے نام سے عربی میں اور Introduction to Talmood کتابوں کے مطالعہ سے ملتا ہے۔

یہود کے مطابق کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو وحی ملی وہ دو اقسام پر تھیں۔ ایک وہ بنیادی قوانین ہیں جو احکام عشرہ کہلاتے ہیں۔ یہ احکام اور ان کی تفصیل تختیوں پر کندہ تھے۔ اسے عام طور پر مکتوب شریعت کہا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری قسم کی وحی آپ کو الہام ہوئی جسے زبانی شریعت کہا جاتا ہے۔ یہودیوں کے مطابق زبانی شریعت کی تعلیم حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون اور حضرت یوشع علیہم السلام کو دی۔ یوشع علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اہم سرداروں کو یہ خدائی قانون پڑھایا اور اس طرح سینہ بسینہ روایت ہوتے ہوئے یہ قوانین حضرت عزیر علیہ السلام تک پہنچے۔ ان کے بعد کئی نسلوں سے یہ شریعت زبانی روایت ہوتے ہوئے دوسری اور تیسری صدی عیسوی کے علماء (ربی) تک پہنچی اور انہوں نے CE220 میں اسے مرتب کر کے مشناء (Mishnah) کا نام دیا۔ یہ تالمود کا پہلا حصہ بنا اور اس کے بعد CE500 کے لگ بھگ مشنا کے متن کی جو تشریح کی گئی، اسے جمارہ (Gemarah) کا نام دیا گیا۔

مشناء: مشناء دوسری صدی عیسوی کے یہودی علماء کے اجتہادی مسائل کا مجموعہ ہے جو انہوں نے عہد قدیم کی روشنی میں مستنبط کئے تھے، جس کا نام مشناء (دوسری تورات) رکھا گیا۔ اس کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا جس میں زراعت، تہوار، عورت، معاوضہ، وقف، قربانی اور طہارت کے موضوعات تھے۔ یہی کتاب تلمود کے نام سے مشہور ہوئی اور یہودیوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ یہودیوں کی بااقتدار جماعت نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ کوئی بھی فیصلہ تورات پر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جو ایسا کرے گا اس پر یہود ناراض ہوگا۔ مشناء کی کئی شروحات لکھی جاتی رہی ہیں۔

جس زمانے میں بیت المقدس پر روم کا راج تھا اور بنی اسرائیل صرف رومی گورنر کی خاص اجازت سے اپنے معبد پر آیا کرتے تھے، اس زمانے کے علماء اپنا زیادہ تر وقت شرعی اور فقہی غور و فکر میں گزارتے تھے جو تورات پر مبنی تھا۔ جب سن 70 عیسوی میں روم نے اس معبد کو تباہ کر دیا اور موسوی امت بکھر گئی، اس کے علماء نے تفسیر و تفہیم کے کام پر اور زور دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ سن 200 قبل مسیح اور سن 200ء کے درمیان ایک مصحف جمع ہو گیا جس میں یہودیت

کے سب سے نامور علماء کی آراء اور تفسیریں شامل تھیں۔اس مصحف کو "مشناہ" کہتے ہیں۔آئندہ کی فقہی اور قانونی تفکیر اسی پر مبنی ہے اور تلمود اسی سے ماخوذ ہے۔

جمارہ: جمارہ میں مشناہ کے متن کی تشریح کے علاوہ طب، نباتات، فلکیات، جیومیٹری اور اس قسم کے دوسرے مضامین شامل ہیں۔

یہودیوں کے عقائد

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے نبوت عطا کی تو اس وقت بنی اسرائیل کسی ایک خدا کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے کئی خدا تھے۔یہودی اپنے قومی دیوتا مولک کے حضور اپنی قربانی پیش کرتے تھے، کئی عرصہ تک اس دیوتا کو بھی یہودا کہا جانے لگا۔خاندانی دیوتا الگ الگ تھے اور ان کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔ایک دوسرے کے خاندانوں کے دیوتاؤں کی پوجا نہیں کی جاتی تھی۔

بعد میں یہودیت میں سے بت پرستی تو ختم ہوگئی لیکن انہوں نے دیگر عجیب وغریب عقائد گڑھ لیے: مثلاً یہودی اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین مخلوق ہیں، یہودی اللہ کے بیٹے ہیں، دنیا میں اگر یہودی نہ ہوتے تو زمین کی ساری برکتیں اٹھالی جاتیں جیسے سورج چھپالیا جاتا، بارشیں روک لی جاتیں۔یہود، غیر یہود سے ایسے افضل ہیں جیسے انسان جانوروں سے افضل ہیں، یہودی پر حرام ہے کہ وہ غیر یہودی پر نرمی ومہربانی کرے، یہودی کے لئے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ غیر یہودی کے ساتھ بھلائی کرے، دنیا کے سارے خزانے یہودیوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہ ان کا حق ہے، لہٰذا ان کے لئے جیسے ممکن ہو ان پر قبضہ کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ صرف یہودی کی عبادت قبول کرتا ہے، ان کے عقیدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے بلکہ کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

دجال ان کے عقیدہ میں امام عدل ہے، اس کے آنے سے ساری دنیا میں ان کی حکومت قائم ہوجائے گی، یہ حضرت عیسیٰ علیہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل نہیں ہیں، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ ہم نے انہیں سولی پر لٹکا کر قتل کردیا ہے، قرآن مجید نے ان کے غلط نظریات کی جابجا تردید کی ہے۔

حضرت عزیز علیہ السلام کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

ان کے عقیدہ میں اللہ تعالیٰ زمین و آسمان بنانے کے بعد تھک گیا اور ساتویں دن آرام کیا، اور وہ ساتواں دن ہفتہ کا دن تھا، اس قسم کے اور بھی بہت سارے واہیات عقیدے ان کے مذہب کا حصہ ہیں، یہ اہل کتاب ضرور ہیں لیکن اپنے ان عقائد کی بناء پر کافر ہیں۔

یہودی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور توحید پر سختی سے یقین رکھتے ہیں اور یہ یہودیت کا سب سے اہم اصول ہے۔ توحید سے مراد خدا کو ایک ماننا ہے۔ حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک یہود خدا کے لئے "الشدائی" کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ لیکن بعد میں یہی نام یہوداہ(YHWH) سے بدل دیا گیا۔ یہود خدا کو "یہوواہ" کے نام سے پکارتے ہیں، لیکن اس لفظ کے صحیح تلفظ کے بارے میں مورخین کے مابین اختلاف ہے۔ بعض اسے یہوو کہتے ہیں اور بعض اسے یہووہ یہواور دیگر تلفظ سے مانتے ہیں۔ تلفظ کے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہود کے مطابق انہیں خدا کا خاص نام لینے کی قطعی اجازت نہ تھی کیونکہ وہ اس میں خدا کی بے ادبی سمجھتے تھے۔

☆بنی اسرائیل کی فضیلت کا عقیدہ(Chosen People): یہودی عقائد کے مطابق بنی اسرائیل خدا کے منتخب کردہ بندے ہیں، اس لئے انہیں دیگر اقوام پر فضیلت حاصل ہے یہودیوں کے مطابق اس فضیلت سے مراد کوئی نسلی امتیاز یا افتخار نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں دنیا کی راہنمائی اور قیادت کے لئے منتخب کیا ہے اور کیونکہ (یہودی عقائد کے مطابق) نبوت صرف بنی اسرائیل میں ہی آتی ہے اور چونکہ یہودی پیغمبروں کی اولاد ہے اس لئے وہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

تالمود کی تعلیمات کے چند نمونے:

☆یہودی اللہ عزوجل کے نزدیک تمام فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ اللہ عزوجل سے وہی عنصری تعلق رکھتے ہیں جو کسی بات کو بیٹے سے ہوتا ہے۔ اگر یہود دنیا میں نہ ہوتے تو آفتاب طلوع نہ ہوتا اور نہ زمین پر کبھی بارش ہوتی۔

☆اللہ نے انسانوں کے کمائے ہوئے مال و متاع پر یہود کو تصرف کا اختیار دیا ہے۔ جو یہودی نہیں اس کا مال ،مال متروکہ کا حکم رکھتا ہے۔ یہودیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہیں اپنے استعمال میں لائیں۔ یہی حکم ان عورتوں کے لئے بھی ہے جو یہودی نہیں ہیں۔

☆ہر یہودی کا فرض ہے کہ غیر یہودی کے قبضہ میں کسی مال کو نہ جانے دے تاکہ دنیا کے ہر مال کی ملکیت یہود اور صرف یہود کے لئے باقی رہے۔

☆کسی یہودی کو اگر کوئی فائدہ پہنچ رہا ہو یا کسی غیر یہودی کو نقصان پہنچ رہا ہو تو جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا اور دھوکہ فریب سے کام لینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

☆کسی غیر یہودی کی سلامتی یا بہتری کے لئے کوئی تمنا اپنے دل میں نہ آنے دو۔ اگر کوئی آبادی تمہارے قبضہ میں آجائے تو وہاں کے تمام لوگوں کو قتل کر دو اور تمہیں قطعاً اجازت نہیں کہ کوئی قیدی اپنے پاس رکھو لہٰذا عورتیں بوڑھے ، بچے سب قتل کر دیئے جائیں۔ جس زمین پر یہودیوں کا قبضہ نہیں وہ نجس ناپاک ہے کیونکہ پاک صرف یہودی ہی ہیں اور وہ زمین صرف پاک ہوتی ہے جس پر یہودیوں کا قبضہ ہو۔

☆**یہودی تصوف قبالہ:** یہودیوں کے تصوف کو قبالہ کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد تورات کا باطنی علم ہے جو یہودیوں کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسل در نسل زبانی منتقل ہوتا رہا۔ یہودیوں میں اس کی روایت کافی پہلے سے چلی آرہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے ہی جادو ٹونہ وغیرہ کا رواج تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو شکست دینے کا واقعہ بھی اس طرف وضاحت کرتا ہے۔ اس علم کے بڑے بڑے ماہر اس دور میں موجود تھے۔ آگے چل کر یہ سلسلہ وسعت پذیر ہوگیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں اس علم کو فروغ ہوا اور یہودیوں کو دلچسپی اس شعبہ میں حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ قبالہ کے علم کو حضرت سلیمان کی طرف منسوب کیا ہے اور آج بھی ان کے ہاں تعویذ گنڈے وغیرہ پر نقش سلیمان کندہ ہوتا ہے۔

قبالہ کو باقاعدہ طور پر بارہویں صدی میں جنوبی فرانس اور سپین میں منظم کیا گیا تھا۔ سپین سے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد یہ رجحان ترکی اور فلسطین یہودی آبادی کے ساتھ وہاں منتقل ہوا۔ موجودہ قبالہ میں علم الاعداد، علم نجوم، تعویذ اور اس قسم کے دیگر علوم شامل ہیں۔ ان علوم میں سے اہم علم الاعداد کا ہے۔

عبادات ورسوم

یہودیوں کے ہاں متعدد عبادات اور مذہبی رسوم موجود ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆**ٹیفیلاہ(Tefillah):** روزانہ کی جانے والی یہودی عبادت کو ٹیفیلاہ کہتے ہیں۔یہودی دن میں تین مرتبہ صبح صادق کے وقت، دوپہر اور شام کے وقت غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے یہ نماز ادا کرتے ہیں۔ پہلی نماز شاخریت(Shacharit) دوسری نماز منخا(Mincha) اور تیسری نماز آروِت (Arvit) اور ماریو (Maariv) کہلاتی ہے۔

☆**شاخریت: فجر کی عبادت:** یہ سب سے لمبی اور دن کی سب سے اہم عبادت ہوتی ہے۔اس کے چھ حصے ہیں۔پہلے حصہ میں علماء کی تفسیریں پڑھی جاتی ہیں۔دوسرے میں توریت اور زبور کے اجزا پڑھے جاتے ہیں۔ تیسرے میں شماع پڑھی جاتی ہے، جو اس عبادت کا سب سے اہم حصہ ہے کیونکہ اس میں پوری قوم بنی اسرائیل کو پکارا جاتا ہے کہ وہ توحید کی شہادت دے۔اس کے بعد آمیدہ پڑھی جاتی ہے اور پھر مسیحا کی آمد کی دعا کی جاتی ہے جو زبور میں سے پڑھی جاتی ہے۔ آخر میں بنی اسرائیل کے فرائض کو دہرایا جاتا ہے اور توحید کی شہادت بھی دہرائی جاتی ہے۔

☆**منخا: دوپہر کی عبادت:** اس میں آمیدہ پڑھی جاتی اور تہواروں پر توریت کا جزء بھی پڑھا جاتا ہے۔

☆**آروِت، ماریو: مغرب کی عبادت:** اس میں شماع اور آمیدہ پڑھی جاتی ہیں۔

راسخ العقیدہ یہودیوں کے ہاں اس عبادت کی ادائیگی سے قبل دونوں ہاتھ دھونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ دیگر فرقوں کے ہاں صبح ہاتھ پاؤں اور منہ دھولینا عبادت کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ٹیفیلاہ عام طور پر مخصوص انداز میں عملی طور پر ادا کی جاتی ہے اور تورات کی تلاوت کی جاتی ہے۔یہودی عبادات کی تفصیل کتاب سدّور (Siddur) میں موجود ہے جو خاص احکام عبادات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب یہودی عالم امرم گون نے مرتب کی تھی۔

☆**روزہ:** روز کی تین عبادات مقرر ہیں جن میں سے صبح اور دوپہر کی فرض ہیں اور شام کی اپنے آپ پر واجب کی جاسکتی ہے۔یہودیت میں دیگر احکام اس وقت تک اختیاری ہوتے ہیں جب تک انسان ان کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنانے کی نیت نہ کرلے۔اس نیت کے بعد وہ واجب ہو جاتے ہیں اور ان میں اور فرائض میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

☆**عبادت گاہ:** یہودیوں کی عبادت گاہ سیناگاگ (Synagogue) کہلاتی ہے۔ یہودیوں کے ہاں اس عبادت گاہ میں جانے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ پہلے سر پر ٹوپی پہن کر جانا ضروری ہوتا تھا، تاہم عصر حاضر میں اس حکم کی پابندی ضروری نہیں سمجھی جاتی۔

تمام عبادات فرداً بھی ادا ہو سکتی ہیں اور باجماعت بھی تاہم باجماعت ادا کرنے میں فضیلت ہے خصوصاً اسلئے کہ جماعت جب اکٹھی ہو جائے تو وہ خدا کے دربار میں بطور بنی اسرائیل حاضر ہوتی ہے۔ جماعت کو پورا ہونے کے لیے کم از کم دس افراد کی ضرورت ہے ورنہ ایک ساتھ رہ کر بھی عبادت فرداً ہی قبول ہو جاتی ہے۔ یہودیت کے کئی مذاہب میں دس مردوں کو جماعت مانا جاتا ہے اور کئی میں دس افراد کو، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔

☆**بار متزواہ (Bar Mitzvah):** یہ یہویوں کی ایک رسم ہے۔ یہودیت کے مطابق لڑکا تیرہویں سال تک پہنچنے پر مرد بن جاتا ہے۔ عموماً لڑکے کو اپنے مذہب اور عبرانی زبان میں کئی سال ہدایت دے کر اس موقع کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی تیرہویں سالگرہ کے بعد سبت کے موقع پر کنشت میں صحیفے کی تلاوت کرتا ہے اور تقریر بھی کر سکتا ہے۔ یہ روایتی موقع لڑکے اور اس کے والدین کے لئے اہم ہوتا ہے۔ بالغ ہونے والا فرد اپنے دوستوں سے کئی تحائف وصول کرتا ہے۔

☆**مذہبی نشانی:** چھ کونوں والا ستارہ یہودیوں کا مذہبی نشان ہے۔ ڈیوڈ سٹار (چھ کونے والا ستارہ) کے متعلق جو انکشافات کئے گئے ہیں اور دیگر کتب میں جو یہ باتیں منقول ہیں کہ فرانسیسی انقلاب کے بعد یہودیوں کو نجات حاصل ہوئی تو انہوں نے کسی ایسی علامت کو تلاش کرنا شروع کر دیا جسے وہ صلیب کے مقابلہ میں اپنی پہچان کے طور پر استعمال کر سکیں تو انہوں نے چھ کونے ستارہ پر اکتفاء کیا۔ ایک مقام پر ہے کہ ہالوکاسٹ (نازیوں کا یہودیوں کی تباہی کا منصوبہ) کے دوران نازیوں نے پیلے رنگ کے ستارے کو یہودیوں کے لباس پر شناختی نشان (بیج) کے طور پر لازمی قرار دیا جنگ کے بعد ذلت اور موت کے اس نشان کو یہودیوں نے اپنے لئے اعزازی نشان کے طور پر اپنالیا۔

آج کے دور میں ڈیوڈ کا ستارہ یہودیوں کی پہچان کا بین الاقوامی اور معروف ترین نشان مانا جاتا ہے عوامی سطح پر یہود اس ستارے کو اس طرح استعمال میں لاتے رہے جس طرح وہ صدیوں سے استعمال ہوتا چلا آرہا تھا۔ یورپ میں

ڈیوڈ کا ستارہ مذہبی یہودیوں کے سینکڑوں سال پرانے مقبروں کی تختیوں پر بھی دیکھا جاسکتا ہے کیونکہ یہ یہودیوں کی مقبول علامت کے طور بھی پہچانا جاتا ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی عظیم مہر پر بھی اس اسٹار کا ڈیزائن (شکل بنی) دکھائی دیتا ہے، مہر کی سامنے والی طرف ستاروں کا جمگھٹا واضح طور پر ڈیوڈ ستارے کی شکل کا ہے، جو چھوٹی جسامت کے ستاروں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ نیز یہ عکس ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایک ڈالر کے نوٹ کی الٹی طرف بھی موجود ہے۔

عوامی لب ولہجہ میں اسے یہودی ستارہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسرائیلی ریاست کے قیام کے ساتھ اسرائیلی جھنڈے پر بنا ہوا یہ یہودی ستارہ اسرائیل کی پہچان بن گیا ہے۔ فرانسیسی انقلاب کے بعد یہودیوں کو آزادی ملنے پر یہودی آبادیوں نے ڈیوڈ اسٹار کو اپنی نمائندگی کے لئے اسی طرح منتخب کیا جس طرح عیسائی صلیب کا استعمال کرتے ہیں۔

ڈیوڈ کے ستارے کو یہودی عبادت گاہوں کے باہر کے حصے پر بنانا یا آویزاں کرنا ایک عام بات تھی تاکہ یہودیوں کی عبادت گاہ کے طور پر پہچانا جاسکے۔

تہوار

یہودیوں کے ہاں مختلف قسم کی رسوم اور تہوار ہیں جنہیں یہودی بہت اہتمام سے مناتے ہیں۔ یہ تہوار یہودی (عبرانی) کیلنڈر کے مطابق منائے جاتے ہیں۔ ان تہواروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ذیل میں ہم یہودیوں کے اہم تہواروں کا تعارف دیں گے۔

☆**یوم السبت(Sabbath Day)**: یہودیوں کے ہاں ہفتہ کے دن کی تعطیل بہت اہم خیال کی جاتی ہے۔ اس دن کو یوم السبت کہا جاتا ہے۔ سبت کا حکم موسوی شریعت کے اہم ترین حصہ احکام عشرہ میں موجود ہے۔ اس کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ خداوند نے کائنات بنانے کے بعد ساتواں دن آرام کے لئے مختص کیا تھا، اسی لئے اس دن کام کاج نہیں کرنا چاہئے۔ سبت جمعہ کے دن غروب آفتاب سے ہفتہ کے دن ستاروں کے نظر آنے تک رہتا ہے۔ جمعہ کی رات کو سبت کا آغاز شراب یا روٹی پر دعا پڑھنے (Kiddush) اور گھر کی عورتوں کے ہاتھوں میں سبت مشعلوں کی روشنی سے ہوتا ہے۔ روایتی اعتبار سے ہفتے کا بہترین کھانا جمعہ کی شام کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس دن یہودی ایک جشن مناتے ہیں جس میں سبھی کی شرکت ضروری ہوتی ہے۔ راسخ العقیدہ یہودی آتش بازی، گاڑیوں میں سفر کرنے

، تمباکو نوشی، رقم ساتھ لانے یا کسی بھی قسم کی محنت مزدوری سے منع کرتے ہیں۔ اس دن عام تعطیل کی جاتی ہے اور راسخ العقیدہ یہود سارے دن عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ رجعت پسند اور راسخ العقیدہ یہودی ہفتہ کی صبح میں کنشت کا اہتمام کرتے اور تورات کا ہفتہ وار حصہ تلاوت کرتے ہیں۔

☆**عید الفصح(Passover)**: یہ یہودیوں کا ایک اہم تہوار ہے جو آٹھ دن چلتا ہے۔ اس تہوار کو پیساخ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تہوار بنی اسرائیل کی مصر سے آزادی کی یادگار میں یہودی کیلنڈر کے مطابق بہار کے موسم میں منایا جاتا ہے۔ عام طور پر اس تہوار کے دنوں خاص ایسی اشیاء مثلاً تلخ سبزیاں، بغیر خمیر کے روٹی وغیرہ پکائی جاتی ہیں جن سے سفر کی یاد تازہ ہو جائے۔ پیساخ کی پہلی دو راتوں میں یہودی خاندان ایک رسمی کھانے (Sder) کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔

☆**پینٹی کوسٹ(Pentecost)**: یہ تہوار عید فصح سے پچاس دن گزرنے کے بعد مئی، جون کے چھٹے اور ساتویں روز منایا جاتا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ سینا پر مقدس تختیاں ملنے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کے موقع پر یہودی راہب دودھ سے بنی گندم کی دو خمیری روٹیاں پکواتے ہیں، پھر سات بھیڑیں یا ایک بیل یا دو دنبے ذبح کرتے ہیں جس سے غریب مستحقین کی دعوت کی جاتی ہے۔ عبادت گاہوں میں اس روز خاص عبادات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہودی اپنے گھروں کو پودوں اور پھولوں سے سجاتے ہیں۔

☆**روش ہاشاناہ(Hashanah Rosh)**: یہ یہودی کیلنڈر کے سال کی ابتداء کا دن ہے جو عیسوی کیلنڈر کے حساب سے ستمبر یا اکتوبر میں آتا ہے۔ یہودی کیلنڈر کا آغاز یہودی عقائد کے مطابق آدم علیہ السلام و حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمین پر آنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی کی یاد میں یہ تہوار منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کا آغاز مدت استغفار جبکہ اختتام اگلے دن یوم کفارہ پر ہوتا ہے۔ سال نو کو خصوصی دعاؤں اور آنے والے سال کے لئے اچھی امید میں مٹھائی کھانے کے ذریعہ منایا جاتا ہے۔

☆**یوم کپور(Atonement Yom Kippur the Day of)**: یہ یہودی کیلنڈر کے پہلے ماہ کے دسویں دن بطور عشرہ توبہ منایا جاتا ہے۔ یہ تمام یہودی تہواروں میں سے مقدس ترین دین ہے۔ اس تہوار کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تورات کی کتاب احبار کا پورا سولہواں باب اس دن کے متعلق

احکامات پر مشتمل ہے۔ اس تہوار کا مقصد سال بھر کی توبہ کرنا ہوتا ہے۔ اس میں باجماعت خدا سے معافی مانگتے ہیں۔ آئندہ سال میں نیکیاں کرنے اور گناہ سے پرہیز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس دن روزہ رکھا جاتا ہے اور ازدواجی تعلقات سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ عام طور پر دن کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گزرتا ہے۔

☆ **سکوت(Sukkah)**: یوم کفارہ کے پانچ دن بعد تشرے کی پندرہ تاریخ کو یہ تہوار منایا جاتا ہے جو ایک ہفتہ رہتا ہے، جو صحرائے سینا میں دربدر پھرنے کی یاد دلاتا ہے۔ اس تہوار کے دوران یہود خاص قاعدوں کا خیال رکھتے ہوئے خیمے بنا کر ان میں رہتے ہیں۔

☆ **پوریم(Purim)**: یہ تہوار یہودی کیلنڈر کے چھٹے ماہ کی چودھویں تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ عیسوی کیلنڈر میں یہ دن فروری اور مارچ کے درمیان آتا ہے۔ یہ تہوار یہودی قوم ہامان کے حملے سے بچ نکلنے کی خوشی میں مناتی ہے۔ اس تہوار کے دن یہود ایک دوسرے اور بالخصوص ضرورت مندوں کو تحائف دیتے ہیں۔

یہودی فرقے

تمام یہودی حضرت موسیٰ حضرت ہارون اور حضرت یوشع علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ سب یہودی اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی پیغمبر دوسرے پیغمبر کے لائے ہوئے احکامات کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

دیگر مذاہب کی طرح یہودیت میں بھی بہت سے فرقے ہیں لیکن چونکہ یہود کی تعداد بہت کم ہے اس لئے ان میں کئی فرقے خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ ذیل میں یہودیوں کے چند فرقوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

☆ **سامریہ(Samartians)**: سامریہ یہودیوں کا ایک چھوٹا سا فرقہ ہے اور یہ یہودیوں کا سب سے قدیم فرقہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس فرقے کے اکابر وہ لوگ ہیں جو عراقی آشوریوں کے حملے کے بعد فلسطین میں رہ گئے تھے۔ انہوں نے یہاں بت پرستی شروع کردی تھی۔ یہودیوں نے یروشلم کی واپسی کے بعد انہیں یہودی ماننے سے انکار کر دیا تو ان دونوں کے مابین خانہ جنگی شروع ہوگئی اور بالآخر چھٹی صدی عیسوی میں اس فرقے کو زوال ہو گیا۔ اس فرقے کا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس تورات کا قدیم ترین نسخہ ہے۔ اس کے پاس بائبل دیگر نسخوں سے کافی مختلف ہے۔

☆ **قاراازم(Karaite/Karaism)**: یہودیوں کے ہاں تالمود عہد نامہ عتیق کے بعد سب سے اہم کتاب ہے۔ عام طور پر سبھی یہود اسے مقدس تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بغداد اور مصر میں ایک چھوٹا سے

مکتب فکر ایسا بھی رہا جس نے اس کتاب کی اہمیت ماننے سے انکار کر دیا۔ تاریخ میں اگرچہ اس کا وجود پہلی صدی قبل مسیح میں ملتا ہے لیکن اسے باقاعدہ طور پر منظم کرنے میں اہم کردار آٹھویں عیسوی میں احنان بن داؤد کا ہے۔ یہ فرقہ قارازم کہلاتا ہے۔ قارازم سے تعلق رکھنے والے یہود اپنے مذہبی قوانین کا ماخذ صرف عہد نامہ عتیق کو قرار دیتے ہیں۔ احنان بن داؤد نے یروشلم کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے مسلک کی تعلیمات عام کیں۔ چودھویں صدی عیسوی تک اس فرقے کے پیروکاروں کی تعداد اچھی خاصی ہو چکی تھی لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ ان کا اثر کم ہوتا گیا۔ اس وقت ایشیا کے بعض علاقوں میں اس فرقے کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

قوانین کے ماخذ کے علاوہ اس فرقے کے لوگ بعض دیگر امور میں بھی عام یہودیوں سے منفرد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کے عقائد باقی یہودیوں سے قدرے مختلف ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک نیک اور متقی بزرگ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت شریعت موسوی کے احیاء کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ یہ فرقہ اکثر یہودی رسوم کو نہیں اپناتا، ان کا طرزِ زندگی باقی یہودیوں سے کافی مختلف ہے۔

☆ **راسخ العقیدہ یہودی (Orthodox Judaism):** آرتھوڈکس یہودیت دراصل یہودیوں کی قدیم تہذیب کے علمبردار ہیں۔ یہ تورات اور تالمود دونوں کو مقدس تسلیم کرتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگ یہودیوں کے ہاں فقہاء، راہب، زاہد اور قاضی کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ حیات بعد الموت، جزا و سزا اور جنت و جہنم کے بھی قائل ہیں۔ اس فرقے سے تعلق رکھنے والے یہودی عام طور پر اپنی علیحدہ بستیاں بنا کر رہتے ہیں۔ یہ لوگ قبالہ سے منسلک ہیں اور عبرانی کے حروف ابجد (Alphabets) میں جادوئی اثرات پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ اس فرقے میں بھی کئی ذیلی مکاتب فکر موجود ہیں۔

☆ **ریفارمسٹ یہودی (Judaism Reform):** یہودیت میں جدت پسندی کی تحریک جرمنی میں اٹھارہویں صدی میں شروع ہوئی جسے برطانیہ میں قبولیت عام حاصل ہوئی۔ روایت پسند یہودیوں کے برعکس ریفارم یہودیوں نے یہودی شریعت کو جدید تہذیب کے عین مطابق بنانے کے لئے اس میں کئی معنوی تبدیلیاں کیں اور یہودی قوانین کی نئی تشریحات پیش کیں۔ مذہبی کتابوں کے متعلق اس مکتب فکر کا ماننا ہے کہ تورات خدائی تعلیمات ہیں لیکن اسے انسانوں نے اپنی زبان اور اپنے انداز میں لکھا ہے۔ روایت پسندوں کے برعکس ریفارم یہودی

سیکولر خیالات کے حامی ہیں اور ان کا ماننا ہے کہ یہودیت کسی ایک قوم یا خطے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک عالمی مذہب ہے جس میں ہر ایک تہذیب و تمدن کی گنجائش موجود ہے۔ لہٰذا جدید تہذیب اپنانے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ یہ مذہبی عبادات و رسومات سے زیادہ معاشرتی رویے پر زور دیتے ہیں۔ روایت پسندوں کے ہاں مرد اور عورتوں کے متعلق بعض معاملات میں حقوق کا فرق موجود ہے جبکہ ریفارم یہودی ہر قسم کے معاملات میں مساوی حقوق کے قائل ہیں۔

☆ **کنزرویٹو یہودی (Conservative Judaism)**: سترہویں صدی میں یہودیوں کے ہاں قدامت پسندی اور جدت پسندی کا رجحان فروغ پا رہا تھا۔ ایک طرف جرمنی یہودی مفکرین کی جانب سے جدت پسندی کی بنا پر یہودی شریعت میں کئی تبدیلیاں کی گئیں، دوسری طرف قدامت پسند مکتب کی طرف سے شریعت کے ظاہری معنوں پر سختی سے عمل کرنے اور اجتہاد کو ممنوع سمجھنے کی وجہ سے یہودی شریعت بے جان ہو رہی تھی۔ ان دونوں کے رد عمل میں اعتدال پسندی کا حامی ایک مکتب فکر کا ظہور ہوا جس کے بانی و رہبر اس دور کے بڑے ربی زیشریاس فرینکل (Zecharias Frankel 1801-1875) تھے۔ جدت پسندی کے متعلق اگرچہ انہیں بعض معاملات میں دیگر رہنماؤں سے اختلاف تھا لیکن ایک عرصے تک ریفارم تحریک کے ایک اہم رکن رہے۔ 1845ء میں جب ریفارم جدت پسندوں کی طرف سے یہودی عبادات میں عبرانی زبان کا رواج ختم کر دیا گیا تو زیشریاس نے اس بارے میں خفگی کا اظہار کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی اور اعتدال پسندی کی تحریک شروع کی۔ یہ تحریک جلد ہی یہودی عوام میں مقبول ہوئی۔

انیسویں صدی میں ایک یہودی ربی (1915-1847 Solomon Schechter) نے امریکہ میں

(USCJ) United Synagogue of Conservative Judaism کی بنیاد رکھی جس کی وجہ سے امریکہ میں اس مکتب فکر کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

کنزرویٹو روایت پسند جدت پسند میں درمیانی نقطہ نظر کے حامی ہیں۔ ان کے ہاں قدیم یہودی روایات کا تقدس اب بھی اسی طرح موجود ہے لیکن یہ لوگ ظاہر پرستی اور اجتہاد کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک تورات اور دیگر

یہودی قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے تاہم قانون کو وقت کے تقاضوں کے تحت اجتہاد کر کے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔
1988 میں Leadership Council Convervative Judaism نے اپنے عقائد کے متعلق ایک آفیشل کتابچہ شائع کیا۔ اس کتابچے کے مطابق کنزویٹو کے بنیادی عقائد اعتدال کا مظہر ہیں۔ توحید کے علاوہ کنزویٹو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہودیت ایک مذہب سے بڑھ کر ایک مکمل تہذیب کا نام ہے جس میں طرزِ حیات، لباس، زبان، فنون لطیفہ اور ایک مقدس سرزمین "اسرائیل" سے محبت شامل ہے۔ بنی اسرائیل کی فضیلت کے متعلق ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بنی اسرائیل خدا کی طرف سے اہل زمین کے لئے رہبر (A light unto the nations) کی حیثیت سے مقرر ہیں چنانچہ یہ یہود کا فرض ہے کہ وہ ساری دنیا کی قیادت کریں۔ ان کے مطابق تورات وحی الٰہی ہے لیکن یہ ہم تک انسانی ذرائع سے منتقل ہوئی ہے اور اس میں انسانی اثرات شامل ہو گئے ہیں۔ ان کے نزدیک تورات کے قانون پر عمل کرنا ضروری ہے البتہ وقت کی ضروریات کے مطابق ان قانون میں اجتہاد کر کے تبدیل کرنا ضروری ہے۔ یہ اجتہاد ایک خاص دائرہ کار میں رہتے ہوئے تورات کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں ہونا چاہئے جس سے یہودی شریعت کی روح متاثر نہ ہو۔

☆**فرقہ ڈونمے سباتائین (Sabbateans):** عہد عثمانی میں یہودیوں یہ فرقہ شروع ہوا۔ اس کی ابتدا سباتائی زیوی نے کی۔ اس نے 1666 عیسوی میں یہود کے مسیح موعود (Promised Messiah) ہونے کا دعویٰ کیا۔ کچھ یہودیوں نے اسے قبول کیا مگر ربیوں کی اکثریت نے اسے مسترد کر دیا۔ اس وقت کے عثمانی حکمران سلطان محمد رابع (r.1648-1687) نے سباتائی کو اپنے دربار میں بلوایا اور کہا کہ یا تو کوئی کرشمہ دکھاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ سباتائی نے اپنے عقائد چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا۔ اس وجہ سے اس کے کئی مرید اسے چھوڑ گئے۔ سباتائی نے اپنے عقیدت مند مریدوں کو یہودی تصوف، جو کہ قبالہ کہلاتا ہے، سے متعارف کروایا۔ ان کے ماننے والے آج بھی ترکی میں پائے جاتے ہیں۔

☆**سات یہودی فرقے:** ان میں سے ایک فرقہ "صدوقی" ہے اور یہ کئی چیزوں کے منکر ہیں۔ دوسرا فرقہ "فریسی" ہے۔ ان کو احبار اور رہبان کہا جاتا ہے۔ تیسرا فرقہ "قرائین" ہے یہ صرف توریت کو مانتے ہیں، اس کے علاوہ صحائف و زبور کسی چیز کو نہیں مانتے۔ چوتھا فرقہ "متعصبین" ہے یہ شدت پسند ہیں۔ پانچواں فرقہ "کاتبین

ونا سخین'' ہے، یہ سردار و علماء ہیں۔ چھٹا فرقہ ''مستودین'' ہے۔ ساتواں فرقہ ''سبائیہ'' ہے یہ عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے جس نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا بلکہ اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد اسی نے رکھی۔

اسلام اور یہودیت کا تقابلی جائزہ

اسلام اور یہودیت کا باہم تقابل کیا جائے تو ہر اعتبار سے اسلام کو یہودیت پر ترجیح حاصل ہے۔ چند وجوہات پیش خدمت ہیں:

☆ اسلام ایک توحیدی دین ہے جس میں اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جاتا، اللہ عزوجل کو بیوی، باپ، بیٹے سے پاک ماننا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اس کے برعکس یہودی اللہ عزوجل کو ایک تو مانتے ہیں لیکن حضرت عزیر کو اللہ عزوجل بیٹا جان کر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

☆ یہودیوں کی بنیادی کتاب توریت صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہے، فقط نام باقی ہے۔ اس کے برعکس قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں بدلا۔ وہ آج بھی اسی طرح ہے جیسے چودہ سو سال پہلے، بلکہ جدید دور کے مطابق علماء قرآن کی تفاسیر کر کے مسلمانوں کو قرآن پاک کے مطابق زندگی گزارنے میں راہنمائی کرتے ہیں۔ عصر حاضر کے کئی جدید سائنسی تحقیقات سے قرآن کی حقانیت واضح ہو رہی ہے۔

☆ یہودی نہ صرف نبیوں کو شہید کرتے رہے ہیں بلکہ آج بھی ان کی کتب سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں ثابت ہیں (جیسا کہ آگے دلائل دیئے جائیں گے) اس کے برعکس اسلام تمام نبیوں میں سے ایک نبی کی شان میں گستاخی کو کفر جانتا ہے۔

☆ یہودی شروع سے ہی اللہ عزوجل اور نبیوں کے نافرمان رہے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر نبیوں کے کثیر معجزات دیکھ کر بھی ان کی اطاعت نہ کی۔ اللہ عزوجل کی من و سلویٰ جیسی نعمت پر بھی ناشکری کی، فرعون کے ظلم سے رہائی ملنے کے باوجود بچھڑے کی پوجا کی، بزدلی دکھاتے ہوئے عمالقہ سے جنگ کرنے کے لئے باز رہے اور حضرت موسیٰ سے کہا تو اور تیرا خدا جا کر ان سے لڑے۔ اس کے برعکس صحابہ کرام نے نہ صرف اپنی نبی کی اطاعت کی بلکہ آپ کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔

☆یہودی مذہب ایک تکبر اور خود پسندی پر مبنی ہے جس میں دیگر لوگوں کو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا ہے اور بغیر عمل کے خود کو جنت کا وارث سمجھا جاتا ہے۔ خود کو بزرگ شمار کرنا دوسروں کو ذلیل ورسوا سمجھنا سب سے بڑی بری عادت ہے جو یہود میں موجود ہے اور یہ فقط اس لئے ہے تاکہ ثابت کر سکیں کہ ہم برتر ہیں مسلمان ہماری پیروی کریں لیکن اللہ عزوجل نے انکے اس غرور کو خاک میں ملا دیا﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ترجمہ: کنزالایمان: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ تم فرمادو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی اور اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ (سورۃ المائدہ، سورۃ5، آیت18)

اس کے برعکس اسلام میں ہر مسلمان کو خوش فہمی میں زندگی گزارنے سے منع کیا گیا ہے کئی معمولی گناہوں پر بھی جہنم سے ڈرایا گیا ہے، کافر ذمی کی بھی جان ومال کی حفاظت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

☆یہودیوں کی نافرمانیوں، انبیاء علیہم السلام کی شان میں بے ادبیوں اور دیگر برائیوں کا اللہ عزوجل نے قرآن میں ذکر کرکے ان کی مذمت کی ہے جبکہ امت محمدیہ کی کئی خوبیاں بیان کرکے اس کی تعریف کی ہے۔

یہودی مذہب کا تنقیدی جائزہ

یہودی توحید پرست نہیں

یہودی اگرچہ اہل کتاب ہیں لیکن توحید پرست نہیں ہیں۔ عیسائیوں کی طرح یہ بھی اللہ عزوجل کے لئے بیٹے کے قائل ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک حضرت عزیر علیہ السلام نعوذ باللہ اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہودی کی ایک جماعت آئی، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم آپ کا کس طرح اتباع کریں آپ نے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا اور آپ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا نہیں سمجھتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

(سورۃ التوبہ، سورۃ9، آیت30)

یہودیوں کا یہ کفریہ عقیدہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عزیر بن شرخیا علیہ السلام کا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک نبی ہیں۔ جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو ان پر خدا کی طرف سے یہ عذاب آیا کہ بخت نصر بابلی ایک کافر بادشاہ ان پر مسلط کر دیا گیا۔ یہ شخص قوم عمالقہ کا ایک لڑکا تھا جو بت "نصر" کے پاس لاوارث پڑا ہوا ملا چونکہ اس کے باپ کا نام کسی کو نہیں معلوم تھا، اس لئے لوگوں نے اس کا نام بخت نصر (نصر کا بیٹا) رکھ دیا۔ خدا کی شان کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کہراسف بادشاہ کی طرف سے سلطنت بابل پر گورنر مقرر ہو گیا۔ پھر یہ خود دنیا کا بہت بڑا بادشاہ ہو گیا۔

بخت نصر نے بہت بڑی فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور شہر کے ایک لاکھ باشندوں کو قتل کر دیا اور ایک لاکھ کو ملک شام میں ادھر ادھر بکھیر کر آباد کر دیا اور ایک لاکھ کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام بھی انہی قیدیوں میں تھے۔ اس کے بعد اس کافر بادشاہ نے پورے شہر بیت المقدس کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا اور بالکل ویران بنا ڈالا۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام جب کسی طرح ''بخت نصر'' کی قید سے رہا ہوئے تو ایک دراز گوشت پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ اپنے شہر کی ویرانی اور بربادی دیکھ کر ان کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔ چاروں طرف چکر لگایا مگر انہیں کسی انسان کی شکل نظر نہیں آئی۔ ہاں یہ دیکھا کہ وہاں کے درختوں پر خوب زیادہ پھل آئے ہیں جو پک کر تیار ہو چکے ہیں مگر کوئی ان پھلوں کو توڑنے والا نہیں ہے۔

یہ منظر دیکھ کر نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ بے اختیار آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل پڑا کہ ﴿اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ یعنی اس شہر کی ایسی بربادی اور ویرانی کے بعد بھلا کس طرح اللہ تعالی پھر اس کو آباد کریگا؟ پھر آپ نے کچھ پھلوں کو توڑ کر تناول فرمایا اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا، پھر بچے ہوئے پھلوں کو اپنے جھولے میں ڈال لیا اور بچے ہوئے انگور کے شیرہ کو اپنی مشک میں بھر لیا اور اپنے دراز گوشت کو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا۔ پھر آپ ایک درخت کے نیچے لیٹ کر سو گئے اور اسی نیند کی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا اور اللہ تعالی نے درندوں، پرندوں، چرندوں اور جن و انسان سب کی آنکھوں سے آپ کو اوجھل کر دیا کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا۔ یہاں تک کہ ستر برس کا زمانہ گزر گیا تو ملک فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ بیت المقدس کے اس ویرانے میں داخل ہوا اور بہت سے لوگوں کو یہاں لا کر بسایا اور شہر کو پھر دوبارہ آباد کر دیا۔ اور بچے کھچے بنی اسرائیل کو جو اطراف و جوانب میں بکھرے ہوئے تھے سب کو بلا بلا کر اس شہر میں آباد کر دیا۔ ان لوگوں نے نئی عمارتیں بنا کر اور قسم قسم کے باغات لگا کر اس شہر کو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور بارونق بنا دیا۔

جب حضرت عزیر علیہ السلام کو پورے ایک سو برس وصال کی حالت میں ہو گئے تو اللہ تعالی نے آپ کو زندہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ آپ کا گدھا مر چکا ہے اور اس کی ہڈیاں گل سڑ کر ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ مگر تھیلے میں رکھے ہوئے پھل اور مشک میں رکھا ہوا انگور کا شیرہ بالکل خراب نہیں ہوا، نہ پھلوں میں کوئی تغیر، نہ شیرے میں کوئی بو باس یا بدمزگی پیدا ہوئی ہے اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اب بھی آپ کے سر اور داڑھی کے بال کالے ہیں اور آپ کی عمر وہی چالیس برس ہے۔ آپ حیران ہو کر سوچ بچار میں پڑے ہوئے تھے کہ آپ پر وحی اتری اور اللہ تعالی نے آپ سے دریافت فرمایا کہ اے عزیر! آپ کتنے دنوں تک یہاں رہے؟ تو آپ نے خیال کر کے کہا کہ میں صبح کے وقت سویا

تھا اور اب عصر کا وقت ہو گیا ہے یقیناً میں دن بھر یا دن بھر سے کچھ کم سوتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، اے عزیر! تم پورے ایک سو برس یہاں ٹھہرے رہے، اب تم ہماری قدرت کا نظارہ کرنے کے لئے ذرا اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں گل سڑ کر بکھر چکی ہیں اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں پر نظر ڈالو کہ ان میں کوئی خرابی اور بگاڑ نہیں پیدا ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے عزیر! اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ان ہڈیوں کو اٹھا کر ان پر گوشت پوست چڑھا کر اس گدھے کو زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ اچانک بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک دم تمام ہڈیاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوڑ سے مل کر گدھے کا ڈھانچہ بن گیا اور لمحہ بھر میں اس ڈھانچے پر گوشت پوست بھی چڑھ گیا اور گدھا زندہ ہو کر اپنی بولی بولنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام نے بلند آواز سے یہ کہا ﴿اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ 2، آیت 259)

اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام شہر کا دورہ فرماتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک سو برس پہلے آپ کا مکان تھا۔ تو نہ کسی نے آپ کو پہچانا نہ آپ نے کسی کو پہچانا۔ ہاں البتہ یہ دیکھا کہ ایک بہت ہی بوڑھی اور اپاہج عورت مکان کے پاس بیٹھی ہے جس نے اپنے بچپن میں حضرت عزیر علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا یہی عزیر کا مکان ہے تو اس نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ پھر بڑھیا نے کہا کہ عزیر کا کیا ذکر ہے؟ ان کو تو سو برس ہو گئے کہ وہ بالکل ہی لاپتہ ہو چکے ہیں یہ کہہ کر بڑھیا رونے لگی، تو آپ نے فرمایا کہ اے بڑھیا! میں ہی عزیر ہوں، تو بڑھیا نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کیسے عزیر ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اے بڑھیا! مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سو برس وصال میں رکھا۔ پھر مجھ کو زندہ فرما دیا اور میں اپنے گھر آ گیا ہوں تو بڑھیا نے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام تو ایسے باکمال تھے کہ ان کی ہر دعا مقبول ہوتی تھی اگر آپ واقعی حضرت عزیر (علیہ السلام) ہیں تو میرے لئے دعا کر دیجئے کہ میری آنکھوں میں روشنی آ جائے اور میرا فالج اچھا ہو جائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کر دی تو بڑھیا کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور اس کا فالج بھی اچھا ہو گیا۔ پھر اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو پہچان لیا اور بول اٹھی کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ آپ یقیناً حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر وہ بڑھیا آپ کو لے کر بنی اسرائیل کے محلہ میں گئی۔ اتفاق سے وہ سب لوگ ایک مجلس میں جمع تھے اور اسی مجلس میں آپ کا لڑکا بھی موجود تھا جو ایک سو اٹھارہ برس کا ہو چکا تھا۔ آپ کے چند پوتے

بھی تھے جو سب بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں شہادت دی اور اعلان کیا کہ اے لوگو! بلاشبہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں مگر کسی نے بڑھیا کی بات کو صحیح نہیں مانا۔اتنے میں ان کے لڑکے نے کہا کہ میرے باپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا مسہ تھا جو چاند کی شکل کا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا کرتا اتار کر دکھایا تو وہ مسہ موجود تھا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ حضرت عزیر کو تو توریت زبانی یاد تھی اگر آپ عزیر ہیں تو زبانی توریت پڑھ کر سنایئے۔ آپ نے بغیر کسی جھجک کے فوراً پوری توریت پڑھ کر سنا دی۔ بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو تباہ کرتے وقت چالیس ہزار توریت کے عالموں کو چن چن کر قتل کر دیا تھا اور توریت کی کوئی جلد بھی اس نے زمین پر باقی نہیں چھوڑی تھی۔اب یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے توریت صحیح پڑھی ہے یا نہیں؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جس دن ہم لوگوں کو بخت نصر نے گرفتار کیا تھا اس دن ایک ویرانے میں ایک انگور کی بیل کی جڑ میں توریت کی ایک جلد دفن کر دی گئی تھی اگر تم لوگ میرے دادا کے انگور کی جگہ کی نشان دہی کر دو تو میں توریت کی ایک جلد برآمد کر دوں گا، اس وقت پتا چل جائے گا کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے جو توریت پڑھی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ چنانچہ لوگوں نے تلاش کر کے اور زمین کھود کر توریت کی جلد نکال لی تو وہ حرف بہ حرف حضرت عزیر کی زبانی یاد کی ہوئی توریت کے مطابق تھی۔ یہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز ماجرا دیکھ کر سب لوگوں نے ایک زبان ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ بے شک حضرت عزیر یہی ہیں اور یقیناً یہ خدا کے بیٹے ہیں۔

اسی دن سے یہ غلط اور مشرکانہ عقیدہ یہودیوں میں پھیل گیا کہ معاذ اللہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ آج تک دنیا بھر کے یہودی اس باطل عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔

(ماخوذ از، عجائب القرآن مع غرائب القرآن، صفحہ 46۔۔۔ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہودیوں کے اللہ عزوجل کے متعلق عقائد

یہودی مذہب میں اللہ عزوجل کے بارے میں کئی نازیبا باتیں موجود ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مذہب وہ نہیں جو اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا تھا بلکہ ایک خود ساختہ تحریف شدہ مذہب ہے۔ چند باتیں ملاحظہ ہوں:

مسلمانوں کے نزدیک اللہ عزوجل جسم اور انسانی شکل وصورت سے پاک ہے۔ قرآن کی طرح پچھلی کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے کہ اللہ عزوجل انسانوں جیسا نہیں جبکہ تحریف شدہ تورات میں مذکور ہے: "اللہ تعالی نے فرمایا: ہم نے انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنایا۔" (عہدنامہ قدیم، باب پیدائش 1:5۔6:9)

اللہ عزوجل انسانوں کی طرح تھکنے اور تھک کر آرام کرنے سے پاک ہے جیسا کہ سورۃ ق آیت 38 میں ہے۔ یہودیوں کے نزیک اللہ عزوجل نے جب زمین آسمان بنائے تو ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ تورات میں ہے: "پس آسمانوں، زمین اوران کے پورے لشکروں کو مکمل کیا۔ اور اللہ تعالی ساتویں دن اس کام سے فارغ ہوا جو اس نے کیا تھا، پس ساتویں دن اپنے اس تمام کام سے اس نے آرام کیا۔ اللہ تعالی نے ساتویں دن میں برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا کیونکہ اس دن اس نے اپنے تمام کام جو اس بطور خالق کے تھے آرام کیا۔"

(عہدنامہ قدیم، باب پیدائش 2:1تا5)

اللہ عزوجل غم وفکر اور پشیمانی سے پاک ہے لیکن یہودیوں کے نزدیک اللہ عزوجل کو انسان کو پیدا کرنے پر افسوس ہوا۔ موجودہ تورات میں ہے: رب تعالی نے دیکھا کہ زمین پر انسان کا شر بڑھ گیا ہے اور اس کے دل کی سوچوں کا ہر تصور سدا برا ہی ہوتا ہے۔ پس رب تعالی کو ملال لاحق ہوا کہ اس نے زمین میں انسان کو پیدا کر دیا اور اس نے اس پر افسوس کیا۔ (عہدنامہ قدیم 6:6)

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہودی عقائد

یہودی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیائے علیہم السلام گناہوں اور غلطیوں سے معصوم نہیں ہے بلکہ یہودیوں نے نبیوں سے زنا، شراب نوشی اور عورتوں کو ان کے خاوندوں سے چھین لینے کے ارتکاب کو ممکن قرار دیا۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ وہ رب تعالی کی نگاہ میں قبیح بن سکتے ہیں۔ معاذ اللہ عزوجل۔

کتاب مقدس میں لکھا ہے: "نوح (علیہ السلام) کاشتکاری کرنے لگے اور انہوں نے انگور کی بیل بوئی۔ انہوں نے شراب پی لی تو انہیں نشہ ہو گیا اور وہ اپنے خیمے کے اندر ننگے ہو گئے۔ ابوکنعان حام نے اپنے باپ کی شرمگاہ دیکھ لی اور باہر اپنے دونوں بھائیوں کو بتلایا۔ پس سام اور یافث نے چادر لی اور اسے اپنے کندھوں پر رکھ کر پیچھے کی طرف چلے اور انہوں نے اپنے باپ کی شرمگاہ نہ دیکھی۔ پھر جب نوح (علیہ السلام) نشہ سے ہوش میں آئے اور

انہیں اس سلوک کا علم ہوا جو ان کے چھوٹے بیٹے نے ان سے کیا۔ تو انہوں نے کہا: کنعان ملعون ہے اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔" (عہدنامہ قدیم، باب پیدائش 9:20تا25)

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: "لوط (علیہ السلام) قصبہ صوغر سے نکل کر اوپر چڑھ گئے اور پہاڑ میں جا بسے۔ ان کی دو بیٹیاں بھی ان کے ہمراہ تھیں کیونکہ وہ صوغر میں رہتے ہوئے ڈرے، اس لئے اپنی دونوں بیٹیوں کے ہمراہ غار میں سکونت اختیار کرلی۔ بڑی لڑکی نے چھوٹی لڑکی سے کہا: ہمارے والد بوڑھے ہوگئے ہیں اور زمین میں کوئی آدمی نہیں جو باقی اہل زمین کی طرح ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اباجان کو شراب پلائیں اور ان کے ساتھ لیٹ جائیں اور اباجان کی نسل کو زندہ رکھیں۔ پھر انہوں نے اس رات اپنے والد کو شراب پلادی اور بڑی لڑکی اندر داخل ہوئی اور والد کے ساتھ لیٹ گئی اس کو اس کے لیٹنے اور اٹھ جانے کا علم نہ ہوا۔ اگلے روز یہ واقعہ پیش آیا کہ بڑی نے چھوٹی لڑکی سے کہا: میں رات اباجان کے ساتھ لیٹ گئی تھی آج رات بھی ہم اسے شراب پلائیں گی، پھر تو اس کے پاس جانا اور ساتھ لیٹ جانا۔ پس اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو شراب پلادی۔ چھوٹی اٹھی اور اس کے ساتھ لیٹ گئی۔ اسے اس کے لیٹنے یا اٹھنے کا علم بھی نہ ہوا۔ لوط (علیہ السلام) کی دونوں بیٹیاں باپ سے حاملہ ہو گئیں۔"

(عہدنامہ قدیم، پیدائش، 19: 30تا36)

یہودیوں کی خوش فہمیاں

یہودی مذہب میں ایک بہت بڑا تنقیدی پہلو یہ ہے کہ یہ خودساختہ خوش فہمیوں پر مبنی ہے۔ یہودی خود کو اللہ عزوجل کے محبوب بندے تصور کرتے ہیں اور دوسروں مذاہب والوں پر ظلم و ستم کو جائز سمجھتے ہیں۔ یہ خوش فہمیاں یہودیوں کی آج سے نہیں ہیں بلکہ حضور علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنے کے باوجود یہ اسی گمانِ فاسد میں مبتلا تھے۔ اللہ عزوجل نے ان یہودیوں سے فرمایا ﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کے لئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔ (سورۃ البقرۃ، سورۃ 2، آیت 94)

یہود کے باطل دعویٰ میں سے ایک یہ دعویٰ تھا کہ جنتِ خاص انہی کے لئے ہے۔ اس آیت میں ان کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اگر تمہارے زعم میں جنت تمہارے لئے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تمہیں اطمینان ہے اعمال کی

حاجت نہیں تو جنتی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو موت کی تمنا کرو کہ تمہارے دعویٰ کی بنا پر تمہارے لئے باعث راحت ہے، اگر تم نے موت کی تمنا نہ کی تو یہ تمہارے کذب کی دلیل ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے اور روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا۔

مزید یہودی مذہب کی کتاب تلمود کی بنیادی تعلیمات ملاحظہ ہوں:

تلمود کہتا ہے کہ یہودی اللہ تعالی کے ہاں فرشتوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ وہ اللہ تعالی کی اصل سے اس طرح ہیں جیسے بچہ اپنے باپ کی اصل سے ہوتا ہے۔ اور یہودیوں کو تھپڑ مارنا تو اس آدمی کی طرح ہے جو (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کو تھپڑ مارتا ہے۔ جب امی (غیر یہودی) یہودی کو ضرب لگائے تو اس کی جزا موت ہے۔ اگر یہود نہ ہوتے تو زمین سے برکت اٹھ جاتی، سورج چھپ جاتا اور بارش نہ ہوتی۔ یہودی امیوں سے ایسے ہی افضل و برتر ہیں جیسے انسان حیوانوں سے۔ تمام امی کتے اور خنزیر ہیں اور ان کے گھر نجس ہونے میں حیوانوں کے باڑوں کی طرح ہیں۔

یہودی کے لئے امی پر نرمی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ اس کا اور اللہ تعالی کا دشمن ہے جبکہ تقیہ کرنا اور اس کی اذیت سے بچنے کی خاطر بوقت ضرورت چاپلوسی جائز ہے۔ ہر وہ نیکی جو یہودی امی سے کرتا ہے وہ بڑی غلطی ہے اور جو بدسلوکی وہ اس سے کرتا ہے وہ اللہ تعالی کا تقرب ہے جس پر وہ اسے جزا دے گا۔

تلمود کے مطابق معمولی سود یہودیوں میں باہم جائز ہے جیسا کہ یہ کہتے ہیں اسے حضرت موسیٰ اور شمویل علیہما السلام نے مشروع قرار دیا (معاذ اللہ عزوجل)۔ کھلم کھلا سودی لین دین غیر یہودی کے ساتھ جائز ہے۔ زمین کی ہر چیز یہودیوں کی ملک ہے۔ اور جو کچھ امیوں کے پاس ہے وہ یہود سے چھینا ہوا ہے اس لئے ہر ممکن طریقہ سے اسے واپس لینا یہود کی ذمہ داری ہے۔

تلمود اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہودی ایک ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو انہیں امیوں کی غلامی سے نجات دلائے گا بشرطیکہ وہ داؤد علیہ السلام کی نسل سے ایسا بادشاہ ہو جو اسرائیل کو حکومت لوٹا دے اور سب ملک یہودیوں کے تابع ہو جائیں کیونکہ پورے جہان کی قوموں پر بادشاہی اللہ تعالی کے وعدے کے مطابق یہودیوں کے لئے مختص ہے۔

یہودی کا اپنے بھائی کی چوری کرنا حرام ہے لیکن امی کی چوری نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، کیونکہ جہان کی سب دولتیں یہود کے لئے پیدا کی گئی ہیں، یہ انہی کا حق ہے اور ہر ممکن طریقہ سے ان پر قبضہ جمانا ان کی ذمہ داری ہے۔

یہودیوں کا عقیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کی نہ کسی کو اجازت دیتا ہے اور نہ اسے قبول کرتا ہے مگر جبکہ وہ عابد یہودی ہو۔ ان کے نفس اللہ تعالیٰ سے پیدا کردہ ہیں اور ان کا عنصر اسی کے عنصر سے ہے پس وہی جوہر اور اصل کے لحاظ سے اس کے پاک بیٹے ہیں۔

وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانی صورت اصلا اور تعظیما عطا کی ہے جبکہ ان کے غیر (امیین) کو شیطانی چیز یا ناپاک حیوانی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور انہیں انسانی صورت یہودیوں کی نقل کے طور پر عطا کی ہے تاکہ دونوں نسلوں کے درمیان یہود کی تعظیم کے لئے باہم لین دین آسان ہو جائے کیونکہ اس ظاہری تشبہ کے بغیر عنصرین کے اختلاف کے باوجود پسندیدہ سرداروں اور حقیر غلاموں کے مابین افہام و تفہیم ممکن نہیں۔

پس انسانیت اور طہارت اللہ تعالیٰ کے عنصر سے حاصل کردہ ان یہود کے عنصر کے مطابق انہی میں محدود رہیں۔ رہے ان کے غیر تو وہ سب حیوانات اور پلید گیاں ہیں اگرچہ وہ شکل انسانی میں ہوں۔

یہودیوں کی یہ خام خیالی کہ یہ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اسے قرآن میں دور کردیا گیا ہے چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے۔ (سورۃ المائدۃ، سورۃ5، آیت18)

اس آیت کا شانِ نُزول یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ سے گفتگو شروع کی، آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمدؐ آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس دعوے کا بُطلان ظاہر فرمایا گیا۔

توریت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور یہود کی ہٹ دھرمی

یہودی حضور علیہ السلام کے آخری نبی ہونے کو اپنی اولاد سے زیادہ جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہٹ دھرمی کے سبب آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ آج بھی یہودیوں کی کتب سے حضور علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام کی پیش گوئی توریت کی پانچویں کتاب ڈیوٹرانومی (Deuteronomy) میں کی گئی چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: میں تمہارے بھائیوں کے درمیان ایک پیغمبر پیدا کروں گا جو آپ (موسیٰ) کی طرح ہوگا، اور میں اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور وہ ان سے وہی کہے گا جیسے میں اُس کو حکم کروں گا۔ (عہد نامہ قدیم، استثناء 18:18)

بائبل، سلیمان کی مناجات (Songs of Sulamon) میں ہے "ھکّو ماميتاکم وی کلّو محمّد ام زهدودی و زهراس بینه جروشلم" یہ ایک عبرانی حوالہ ہے، جسکا ترجمہ ہے۔ اس کا منہ بہت میٹھا ہے۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ یہ میرا محبوب ہے اور یہ میرا دوست ہے اوپر وشلم کے بیٹیوں۔ (غزل الغزلات 5:16)

عبرانی زبان میں اِم احترام کیلئے لگایا جاتا ہے۔ جیسے عبرانی میں خُدا کو الو کہا جاتا ہے لیکن احترام کیلئے اسکو الُوام کہا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ میں اِم کا اضافہ احترام کیلئے کیا گیا ہے۔ لیکن اکثر انگریزی ترجموں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترجمہ خوبصورت ہونے سے کیا گیا ہے۔

لیکن یہودی آپ علیہ السلام پر ایمان لانے کی بجائے آپ کے منکر ہو گئے۔ اہل مدینہ نے رسول اسلام سے گزارش کی کہ آپ مدینہ تشریف لے آئیں ہم لوگ ہر طرح سے ساتھ دیں گے۔ شاید آپ کے وجود کی برکت سے ہمارے درمیان جو سالہا سال سے دشمنی چل رہی ہے وہ کافور ہو جائے۔ ہماری دشمنی سے یہود فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہمیں بار بار دھمکیاں دیتے ہیں کہ مکہ میں ایک نبی ان خصوصیات کے ساتھ مبعوث ہوا ہے ہم اس نبی کے ساتھ مل کر قوم عاد و ثمود اور قوم ارم کی طرح تمہارا خاتمہ کر دیں گے۔ حضور علیہ السلام نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بحکم خدا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہ آپ کے وجود کی برکت ہی تھی کہ وہ شہر جو اب تک یثرب کے نام سے موسوم تھا اب مدینۃ الرسول کہا جانے لگا۔ مدینہ آکر آپ علیہ السلام نے جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ کے طالب علم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ چند اہم کارناموں میں یہ ہے کہ آپ نے جہاں اوس و خزرج کی دیرینہ دشمنی کو اپنی حکمت سے

اخوت ومحبت میں تبدیل کر دیا وہیں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارگی بھی قائم فرمائی۔احکام اسلامی کی اشاعت مثلاً: نماز، روزہ، حج، اسی مدینہ منورہ کے مرہون ہیں۔انہیں کارناموں میں سے ایک کارنامہ یہ ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں سے خوشرفتاری سے پیش آئے انکو اطمینان دلایا کہ تمہاری جان ومال محفوظ ہے۔

جب آپ علیہ السلام نے یہود کو اسلام کی طرف مدعو کیا تو وہی یہود جواب تک اہل مدینہ کو دھمکیاں دیا کرتے تھے جان بوجھ کر مخالفت پر اتر گئے وہ تو یہ چاہتے تھے کہ رسول اسلام انکی جیسی کہتے رہیں اور حکم خداوندی پر عمل کرنے کے بجائے وہ ان کے اصول کے پابند ہو جائیں۔ اسرائیلی مورخ "ولفنسون" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہود کے نزاع کی تحلیل یوں کرتا ہے: اگر پیامبر کی تعلیم فقط بت پرستی سے مبارزہ کرنا ہوتا اور وہ یہودیوں کو اپنی نبوت کے اقرار کی دعوت نہ دیتے تو مسلمانوں اور یہودیوں میں کبھی درگیری نہ ہوتی۔یہود انکی تعلیمات کا اعتراف کرتے اور اپنی جان ومال کے ساتھ انکی مدد کرتے بشرطیکہ وہ ایک نئی رسالت کا اقرار نہ چاہتے۔اس لئے کہ یہود کا طرز فکر اصلاً اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی انکو اسکے دین سے جدا کر دے اور جو ایسا کرے گا یہود کبھی اسکا ساتھ نہ دیں گے وہ نبی جو بنی اسرائیل سے نہ ہو یہود اسکو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔ (تاریخ الیھود فی بلاد العرب، صفحہ 122)

یہ تھا اس یہودی مورخ کا نظریہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعوت پیغمبر اسلام اپنے کسی فائدہ کے لئے نہ تھی اور نہ ہی آپ کی دعوت کا دائرہ کسی خاص گروہ سے مخصوص تھا بلکہ آپ کی دعوت خود کائنات کے فائدہ کے لئے تھی اور اسکا دائرہ لامحدود تھا اس لئے کہ وہ تمام عالم کے خدا کے پیغامبر تھے۔

لیکن یہود اپنی ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے خدا کے سامنے بھی کھڑے ہو گئے اور اسکے اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو حکمت کے تحت بیت المقدس کو قبلہ بنایا تھا، لیکن یہود کہنے لگے مسلمانوں کے پاس تو کوئی قبلہ ہی نہیں ہے، وہ ہمارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں حضور علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ حکم خدا کے منتظر رہے فقط بار بار آسمان کی طرف نگاہ کرتے لیکن زبان سے کچھ بھی نہ کہتے تھے۔نہ معلوم اس نگاہ میں کون سی تڑپ تھی کہ خدا نے ان جملوں سے تحویل وتبدیلی قبلہ کا حکم صادر فرما دیا۔

اب تک تو طعنہ زنی کر رہے تھے کہ ان کے پاس کوئی قبلہ ہی نہیں ہے اور جب اللہ عزوجل نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی آواز سن لی تو یہودیوں میں سے کچھ لوگ آکر کہنے لگے کہ آپ نے قبلہ کیوں بدل دیا؟ ہم آپ کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں گے جب تک آپ اسی پہلے والے قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفاعہ بن قیس قردم بن عمر کعب بن اشرف وغیرہ کا تو کوئی جواب نہ دیا لیکن خداوند عالم نے ان کی درخواست کو صاف صاف رد کر دیا بلکہ ان کی اس حرکت کو دیوانگی اور سفاہت پر محمول کیا۔

جب اسلام اپنے مقتضیات کے بموجب لوگوں کی فکری ترقی کے پیش نظر احکام بیان کرنے لگا اور یہودیوں کے بعض عقائد نسخ ہونے لگے تو کینہ وبغض کی وجہ سے یہود اسلام کی مزید مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ مثلاً اونٹ کا گوشت شریعت یہود میں حرام تھا لیکن شریعت محمدی میں حلال ہے۔ تو یہ کہنے لگے اے محمد آپ تو کہتے ہیں کہ آپ آئین ابراہیم پر ہیں، پھر کس طرح انکے حلال کو حرام کر رہے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے اس اعتراض کا فوراً جواب دیا ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لا کر پڑھو اگر سچے ہو۔ (سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت93)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا گیا کہ یہود کا یہ دعوی غلط ہے بلکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل واسحاق ویعقوب علیہم السلام پر حلال تھیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی سبب سے ان کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہود نے اس کا انکار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توریت اس مضمون پر دلیل ہے اگر تمہیں انکار ہے تو توریت لاؤ اس پر یہود کو اپنی رسوائی کا خوف ہوا اور وہ توریت نہ لا سکے ان کا کذب ظاہر ہو گیا اور انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔

اسلام نہ لانے کی وجہ سے یہود اسلام و مسلمین کی دشمنی پر کمربستہ ہو گئے۔ صدر اسلام سے لیکر آج تک یہود نے جو سازشیں اسلام کے خلاف رچی ہیں وہ سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ شرط ہے دیدہ بصیرت موجود ہو۔ ان یہودیوں نے اسلام کی دشمنی میں اللہ عزوجل کی شان میں بے ادبانہ جملے بولے۔ یہ ظالم لوگ اللہ عزوجل کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ (نعوذ باللہ) بخیل ہے۔

الختصر یہ کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے نہ صرف قرآن پاک کا انکار کیا بلکہ توریت کے بھی منکر ہوئے جس میں حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا واضح ذکر ہے۔

عصر حاضر میں یہودی سازشیں

عصر حاضر میں جو فتنوں کا دور دورہ ہے، کئی ممالک میں جنگیں ہو رہی ہیں، سودی نظام رائج ہو رہا ہے، ان سب کے پیچھے کافی حد تک یہودیوں کا ہاتھ ہے۔ یہ یہودی اپنے علاوہ پوری دنیا کے لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں اور انہیں نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔

یہودیوں کے عزائم پر ایک اخباری کالم ملاحظہ ہو:

یہودیوں کے خطرناک عزائم

مرتب: سید آصف جلال

امریکی یہودی مفکر چومسکی نے کہا امریکی نظام (یہودی نظام) کا دنیا پر حکمران ہونا ضروری ہے اس سے کم کوئی چیز قطعاً ہماری نگاہ میں قابل اعتبار نہیں اور نہ ہم کسی چیلنج کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتنے کیلئے تیار ہیں خاص طور پر شر و فساد کے عالمی سرچشموں مثلاً قوم پرستی، وطن پرستی، اسلامی بنیاد پرستی، دہشت گردی اور نسلی تنازعات کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔ دنیا میں یہودیوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے جو دنیا کی کل آبادی کا 0.2 فیصد ہے۔ اس کے باوجود یہودی دنیا کی موثر ترین قوت ہے۔ پوری دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا یہودیوں کا مشن ہے۔

اس مشن کی تکمیل کے لئے 1896ء میں ایک منصوبہ تیار کیا گیا جس کی منظوری 31 اگست 1897ء کو باسل میں ہونے والے اجلاس میں دی گئی۔ اس اجلاس میں 20 یہودی شریک تھے۔ یکم جنوری 1920ء کو اسی منصوبے کے تحت لیگ آف نیشنز کا قیام عمل میں لایا گیا جبکہ 24 اکتوبر 1945ء کو اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اقوام متحدہ کے قیام کا مقصد چھوٹے اور کمزور ممالک پر بڑی طاقتور حکومتوں کے فیصلے مسلط کرنا تھا۔ اقوام متحدہ کے قیام سے عالمی حکومت کے قیام کا پہلا وسیلہ یہودیوں کے ہاتھ آ گیا۔ دنیا کی معیشت پر قبضہ کرنے کے لئے یہودیوں نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جیسے ادارے قائم کیے۔ یہودیوں کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے ایک مضبوط بیس

Base کی ضرورت تھی اس مقصد کے لئے کرنل ایڈورڈ منڈیل امریکہ ایک آئیڈل ملک تھا امریکہ پر کیسے قابض ہوا جائے؟ اس مقصد کے حصول کے لئے کرنل ایڈورڈ منڈیل نے لندن میں ایک خفیہ میٹنگ بلائی، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ امریکہ میں امریکی ادارے برائے عالمی اُمور کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے جس میں ایسے لوگ تیار ہوں جو مستقبل میں امریکہ کے اعلیٰ ایوانوں تک پہنچ سکیں۔ 1921ء میں اس ادارے کا نام تبدیل کر کے کونسل برائے خارجہ تعلقات یعنی (سی ایف آر) رکھ دیا گیا۔ سی ایف آر نے وجود میں آتے ہی اپنا ترجمان فارن افیئرز کے نام سے نکالنا شروع کیا، سی ایف آر کے تمام ارکان یہودی تھے۔ ایک قلیل مدت میں ان یہودیوں نے امریکہ میں تمام عہدوں پر قبضہ کر لیا۔ بڑے بڑے ادارے میڈیا بینک اور اہم سیاسی جماعتوں پر بھی یہودی قابض ہو گئے۔ سی ایف آر نے اس قدر قوت حاصل کر لی کہ امریکہ کے چھبیسویں صدر تھیوڈر روز ویلٹ سے لیکر آج تک ری پبلکن پارٹی اور ڈیموکریٹک پارٹی نے امریکی صدارت کے لئے جتنے امیدوار نامزد کئے ان سب کا تعلق سی ایف آر سے تھا۔ رونالڈ ریگن اگرچہ سی ایف آر کے رکن نہیں تھے تاہم انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا نائب جارج بش کو منتخب کریں، اس لئے کہ جارج بش سی ایف آر کا رکن تھا۔ امریکی صدارت کا چارج سنبھالنے کے بعد ریگن پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا، ریگن پر قاتلانہ حملے کا مقصد جارج بش کو وسیع اختیارات دلوانا تھا۔ ریگن کی حکومت کے ارکان کی تعداد 313 تھی اور وہ سب کے سب سی ایف آر کے رکن تھے۔ جب کلنٹن نے صدارت کا عہدہ سنبھالا تو اس نے سی ایف آر کے یہودی صدر کرسٹو فر وران کو پوری آزادی دی کہ وہ حکومتی امور چلانے کے لئے جسے چاہے منتخب کرے، یہی وجہ تھی کہ کلنٹن حکومت کے بھی بیشتر ارکان کا تعلق سی ایف آر سے تھا۔

سی ایف آر کا ترجمان رسالہ فارن افیئرز اس قدر موثر ہے کہ اگر کوئی تجویز اس میں دوبار شائع ہو جائے تو امریکی حکومت اسے اس طرح نافذ کرتی ہے جیسے وہ تسلیم شدہ حقیقت ہو۔ 1948 میں بے سروسامانی کے عالم میں مہاجر بن کر امریکہ آنے والی قوم تین فیصد ہونے کے باوجود 97 فیصد امریکی آبادی پر مکمل حاوی ہو چکی ہے، امریکی میں جڑیں مضبوط کرنے کے بعد یہودیوں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے باقی دنیا میں اپنی سرگرمیاں بڑھانی شروع کر دی ہیں۔ 14 مئی 1948ء کو خطہ عرب میں یہودی ریاست کا قیام پہلا قدم تھا۔

اسرائیل کے قیام کا مقصد عرب دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا ہے۔اس منصوبے کا آغاز عراق سے ہو چکا ہے۔ وسطی ایشیاء کی نو مسلم ریاستیں افغانستان میں جنگی محاذ تا حال جاری ہے،اس کے علاوہ ایران اور پاکستان بھی یہودیوں کا ٹارگٹ ہے۔پاکستان کو کمزور کرنے کے منصوبے پر اس وقت زور و شور سے عمل درآمد جاری ہے، طالبانی حکومت کا خاتمہ اور واران ٹیرر میں پاکستان کو فرنٹ لائن اتحادی بنانا اسی منصوبے کا تسلسل ہے۔پاکستان کے حکمرانوں سے ایسے کام کروائے گئے ہیں اور کروائے جا رہے ہیں کہ جس سے عوام اور فوج میں دوری پیدا ہونے کی فضا پیدا ہو۔پاکستان کے قبائلی علاقوں اور بلوچستان میں فوجی آپریشنز کروا کر عوام اور فوج کو ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑا کرنا بھی یہودی منصوبے کا حصہ ہے۔دوسری طرف پاکستانی عوام کو گروہوں یعنی روشن خیال (مذہب سے بیزار اور امریکہ نواز) اور بنیاد پرست (مذہب پسند اور امریکہ مخالف) میں منقسم کر کے ایک دوسرے کے مدمقابل لایا جا رہا ہے اس تقسیم کے نتیجے میں خانہ جنگی ہوگی اور بے پناہ خون بہے گا، مگر لگتا یوں ہے کہ پاکستان کو مٹانے اور چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرنے کی تمام تر کوشش کے باوجود پاکستان نہ صرف قائم رہے گا بلکہ ایک نئی طاقت ابھرے گا۔تاہم اس وقت یہودی پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لینے کا عزم کئے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل میں سب بڑی رکاوٹ بنیاد پرست مسلمان ہیں،اس لئے یہودیوں نے مذہب سے تعلق ختم کرنے کے لئے مذہب کو ایک انفرادی معاملہ قرار دے دیا گیا۔مذہب سے لوگوں کا دور کرنے اور فحاشی عام کرنے کے لئے یہودیوں نے فری میسن کے تحت دور جدید کی تحریک New age Movement کے نام سے ایک تحریک شروع کی جس کا مقصد ایک نئے دین کی تشکیل ہے۔ایسا دین جس میں شیطان کی پرستش کی جائے،منشیات کا استعمال قانونی طور پر جائز ہو۔اس تحریک کے نتیجے میں سوئیزرلینڈ کے شہر جنیوا میں ایک تفریحی مرکز صرف نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔اس مخصوص علاقے میں نشہ کا انجیکشن باقاعدہ سرکاری طور پر لگانے کا اہتمام کیا گیا۔ خطہ عرب میں مغربی جمہوریت اور پاکستان میں روشن خیالی کا نعرہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اسلامی ممالک میں ڈش اور کیبل کو گلی محلے تک پہنچایا جا رہا ہے تاکہ نئی نسل کو گمراہی کے راستے پر ڈال کر مذہب سے دور کیا جائے۔ان کی تحقیق کے مطابق مسلمان جب مذہب سے دور ہو جاتا ہے تو ان میں جرأت، بہادری، حیا اور غیرت مندی جیسی خصوصیات ختم ہو جاتی ہیں،اس کے بعد وہ کافروں کے غلام بن کر رہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور یہی روشن خیالی

کی معراج ہے۔ تاہم اصل سوال یہ ہے کہ ہم کو ڈیڑھ کروڑ یہودیوں سے شکوہ کرنا زیب دیتا ہے؟ یہودیوں کے پاس صرف ایک ملک ہے اور ہم مسلمانوں کے پاس 61 ملک ہیں، وہ ڈیڑھ کروڑ اور ہم ڈیڑھ ارب ہیں۔ اس کے باوجود ہم محکوم وہ حاکم ہیں تو ہمیں شرم آنی چاہیے، ہمیں اپنا سر پیٹنا چاہیے اور اپنے آپ سے شکوہ کرنا چاہیے۔ ہمیں دوسروں کو الزام دینے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ دوسروں کو برا بھلا کہنے کے بجائے اپنے آپ کو کوسنا چاہیے، دوسروں پر تنقید اور نکتہ چینی کرنے کے بجائے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے۔ نہ جانے ہم مسلمان کب خواب غفلت سے بیدار ہونگے، ہماری آنکھیں کب کھلیں گی اور نہ جانے کب ہوش آئے گا۔۔۔ رات طویل ہو گئی ہے!!

(روزنامہ جناح، پیر 22 اکتوبر 2007ء)

فری میسن اور یہودیت

فری میسن یہودیوں کا ایک دجالی سسٹم ہے جس کی آفیشیل نشانی ہے ایک آنکھ۔ یہی فری میسن والے ہر ملک کے معاملات کو طے کرتے ہیں۔ فری میسن پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس کا مختصر خلاصہ ملاحظہ ہو:

فری میسن (freemason): فری میسن (freemason) ایک بین الاقوامی یہودی تنظیم ہے۔ اس تحریک کو فرانسیسی زبان میں "فرسا سوتری" اور انگریزی میں فری میسن (Free Mason) کہا جاتا ہے جس کے معنی "آزاد تعمیر" بھی ہو سکتے ہیں اور "آزاد معمار" بھی۔ آزاد تعمیر سے مراد ہیکل سلیمان ہے اور آزاد معماروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ابتداً ہیکل سلیمان کو تعمیر کیا۔

سب سے پہلے جس شخص نے یروشلم میں فری میسن کی پہلی مجلس منعقد کی وہ ہیروڈوس اغریپا تھا جو یہودی حکمران (37 تا 44ء) تھا اور ہیروڈوس اکبر کا پوتا تھا۔ ہیروڈوس اکبر وہ یہودی ظالم بادشاہ تھا جس نے بیت لحم کے بچوں کو محض اس خوف سے قتل کیا تھا کہ مسیح منتظر ان میں پیدا ہونے والا ہے جو اس کی حکومت کا خاتمہ کرے گا۔

یہ تحریک نئے انداز میں سنہ 1771ء میں برطانیہ میں قائم ہوئی تھی۔ برطانیہ کا حکمران خود اس کا سربراہ رہا ہے۔ اس کا ہیڈ آفس اب بھی برطانیہ میں ہی ہے۔ ان خیراتی اور فلاحی اداروں کی آڑ میں مسلم دشمنی ہے اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا اس کے اولین مقاصد میں سے ہے۔

اس تحریک کا مقصد دنیا میں دجال اور دجالی ریاست کی راہ ہموار کرنا ہے۔ اس میں بیس برس سے بڑی عمر کے لوگ ممبر بنائے جاتے ہیں۔ بظاہر تو یہ سوشل رابطوں اور فلاحی کاموں، اسپتالوں، خیراتی اداروں فلاحی اداروں اور یتیموں کے تعلیمی اداروں کی ایک تنظیم ہے۔ امریکہ میں اس کے ممبروں کی تعداد اسی لاکھ سے زیادہ ہے۔ بظاہر یہ ایک خفیہ سلسلہِ اخوت ہے، خیرات کرنا اس کے ممبران کے فرائض میں شامل ہے۔ تنظیم کے پاس لاکھوں نہیں کھربوں ڈالر کے فنڈ ہیں۔ اس کے پیروکار دنیا کے تمام ممالک میں موجود ہیں۔ آپ اس سے اندازا کر سکتے ہیں کہ امریکہ کے سابق صدر جارج واشنگٹن اور گوئٹے اس کے سربراہان میں شامل رہے ہیں۔

امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے میں یہودی خصوصاً فری میسن ممبران کی اکثریت ہے اور امریکی افواج کے ان دستوں میں جو بیرون امریکہ یعنی عراق، بوسنیا، چیچنیا اور افغانستان میں بھیجے جا رہے ہیں کثرت سے کٹر یہودی شامل ہیں تاکہ وہ اپنے مذہبی انتقام کے تحت زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کے لیے مسلمانوں کے ساتھ دہشت گردی کی انتہا کر سکیں۔ آپ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ گوانتاناموبے میں جو مظالم مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں اب تو وہ منظر عام پر آچکے ہیں۔ عراق اور افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اس میں یہی تنظیم ملوث ہے۔

فری میسن تنظیم کا مقصد مذہب اور اچھے اخلاق و عادات کا خاتمہ کرنا ہے۔ تاکہ ان کی جگہ انسانوں کے بنائے ہوئے لادینی قوانین اور ضابطے رائج کیے جائیں۔ اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ مسلسل انقلاب برپا کیے جائیں اور ایک حکومت کی جگہ دوسری حکومت کو لایا جاتا ہے اور اسے آزادی رائے اور عقیدہ کی آزادی کا نام دیا جائے۔

فری میسن کی اقسام: فری میسن فی الحقیقت دو گروہوں میں منقسم ہے۔

(1) عام خفیہ تنظیم

(2) شاہی فری میسن جو دنیا کے سربراہان مملکت اور بڑے لوگوں سے روابط قائم کرتی ہے۔

(1) عام خفیہ تنظیم: جسے عموماً قرمزی تنظیم کہا جاتا ہے۔ اس کے 33 درجات (قواعد و ضوابط) میں جو خالصتاً رموز یا کوڈ ورڈز (Code Words) کی شکل میں ہیں۔ بظاہر یہ لوگ بنی نوع انسان کی حریت فکر اور آزادی ضمیر اور سماجی کفالت کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ لیکن ان کا اصل مقصد دینی، سیاسی اور نظام حکومت کے مسائل میں

جھگڑے برپا کرنا ہوتا ہے۔ اس تحریک کے مراکز ہیں جو لاج کہلاتے ہیں، مختلف آزمائشوں (TESTS) گزرنے کے بعد ہی کسی کو لاج کا مستقل رکن بنایا جاتا ہے۔

(2) شاہی خفیہ تنظیم: اس تحریک کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ملک کے سربراہان، وزراء اور ہر شعبہ کی بڑی بڑی شخصیتوں اور ارباب حل وعقد سے روابط قائم کرے۔ ان لوگوں کو ان کی اغراض کی تکمیل کے لیے مکمل حمایت اور ضمانت کا یقین دلایا جاتا ہے۔ فری میسن کی خفیہ تنظیم کے اس گروہ کو خفیہ شاہی تنظیم کہا جاتا ہے اور اس مخصوص گروہ کا مقصد جیسا کہ تورات میں مذکور ہے یہودی مذہب کا احترام اور فلسطین میں قومی وطنیت کے نام پر یہودی حکومت کا قیام ہے۔ نیز مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمان کی تعمیر بھی ان کا بنیادی مقصد ہے جو ان کی قومیت کا نشان ہے۔ یہ لوگ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے یہودیوں میں اس بات کی اشاعت کرتے رہتے ہیں کہ ان کا مقصد فلسطین میں اسرائیل کی حکومت کا قیام اور ایسے تمام تر علاقوں کی بازیافت ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے قیام فرمایا تھا۔ خصوصاً جزیرہ سینا جہاں طور پہاڑ ہے، جس پر موسیٰ علیہ السلام چڑھے اور اللہ تعالیٰ سے بات چیت ہوئی اور ان پر تورات نازل ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمان کی تعمیر ان کے مقاصد میں شامل ہے۔ یہ تحریک یہودیوں کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ جب تک یہودیوں کے شعائر والے علاقہ جات واپس نہ لیے جائیں ان کے مقاصد کی تکمیل نہیں ہوسکتی اور جو مالی فنڈ عام خفیہ تنظیم سے وصول ہوتا ہے وہ سب کچھ اس شاہی خفیہ تنظیم کے مقاصد کی تکمیل پر خرچ کردیا جاتا ہے۔ گویا شاہی تنظیم فری میسن تنظیم کا تتمہ ہے۔

اس شاہی خفیہ تنظیم کی غرض وغایت فلسطین میں ''اسرائیل کبریٰ'' کی حکومت کا قیام اور اس کی توسیع ہے جو کہ تمام جزیرہ عرب، شام، لبنان، عراق، مصر اور شمالی افریقہ کے بڑے ممالک سے لے کر صحرائے اعظم کے جنوب تک پھیلی ہونی چاہیے۔ اسی پلاننگ کی بنا پر اب اسرائیل افریقی ممالک سے اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے۔ کہیں مالی امداد و اعانت کی جاتی ہے۔ کہیں اقتصادیات پر قابو پایا جاتا ہے اور کہیں ان ممالک کی تنظیموں میں جھگڑا و فساد برپا کیا جاتا ہے تاکہ جب بھی بن پڑے ان ممالک میں آسانی سے اقتدار حاصل کیا جاسکے۔ اس تحریک کے ارکان کے چار درجے ہیں۔ مبتدی، کارکن، استاد اور رفیق (کامریڈ) کامریڈ فری میسن کا سب سے بلند درجہ ہے۔ لینن، سالٹن، ٹرانسٹی وغیرہ سب کامریڈ تھے۔

اب یہاں فری میسن تنظیم کے اغراض و مقاصد اور طریق کار کے متعلق خود یہودیوں کی مرتب کی ہوئی ایک خفیہ ترین دستاویز سے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں چونکہ یہ دستاویزات انتہائی اہم ہیں۔اس خفیہ دستاویزات کو سوئزرلینڈ کے شہر باسل (BASLE) میں پہلی عالمی یہودی کانگریس کے موقع پر مرتب کیا گیا، اس کانگریس میں یہودی مفادات کے لئے ساری دنیا میں تخریب کاری، انقلابات، ارتکاز دولت اور اسی قسم کے دوسرے منصوبے ترتیب دیے گئے، ان منصوبوں کے رہنما خطوط تفصیلات مرتب کر کے ضبط تحریر میں لائی گئیں اور اس پر ان نمائندوں نے دستخط ثبت کئے، اس کی نقول صرف یہودیوں کی سربرآوردہ شخصیات کو محدود تعداد میں تقسیم کی گئی تھیں لیکن خوش قسمتی سے ان دستاویزات کی ایک نقل ایک گھریلو ملازمہ نے یہودیوں کی خفیہ تنظیم فری میسن کی ایک اعلیٰ خاتون کے ہاں چوری کر کے ایک روسی پادری سرجی نائلس کے حوالے کر دی، یہ مسودہ غالباً عبرانی زبان سے روسی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا، پروفیسر سرجی نائلس نے جب اسے پڑھا تو اس بھیانک سازش کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد اس کے ہوش اڑ گئے اور سازش کو طشت از بام کرنے کے لئے اس نے ضروری سمجھا کہ اسے کتاب کی شکل میں چھپوا کر تقسیم کیا جائے۔

اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں پہنچا، روس میں مارننگ پوسٹ کا نمائندہ وکٹر، ای، مارسڈن روس میں سزا بھگتنے کے بعد لندن پہنچا تو اس نے برٹش میوزیم والے نسخے کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔ یہاں جو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے یہ اسی انگریزی کتاب کا ہے، اس کتاب کے سلسلے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ جوں ہی یہ شائع ہوتی ہے، بازار سے غائب ہو جاتی ہے۔ روس میں بالشویک انقلاب آنے کے بعد اس کتاب کی مانگ بہت بڑھ گئی تھی اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ جرمنی کے ہٹلر نے بھی اسے کئی زبانوں میں شائع کرایا لیکن یہودیوں نے کبھی بھی اسے زیادہ عرصے بازار میں نہیں رہنے دیا۔

ان دستاویزات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ یہ سازش صرف اسلام یا نصرانی مذہب و تہذیب کے خلاف ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب اور تہذیبوں کے خلاف ایک بھیانک سازش ہے، بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں جو بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے وہ اس نہج پر ہوئے جس کا راستہ خفیہ یہودی تنظیم نے پہلے سے متعین کر دیا تھا

وہ عالمی جنگیں ہوں یا معاشی بحران، انقلاب ہوں یا قیمتوں میں اضافے یا وہ عالمگیر بے چینی جس کا شکار اس وقت دنیا کے سارے ممالک ہیں، ان سب باتوں کی پیش گوئی ان دستاویزات میں کردی گئی ہے۔

فری میسن، خفیہ یہودی دستاویزات کی روشنی میں: ذیل میں ان دستاویزات کا وہ حصہ پیش کیا جاتا ہے جو اس تنظیم سے متعلق ہے:

ہم فری میسن لاجوں کو دنیا کے تمام ملکوں میں قائم کرکے ان کی تعداد میں اضافہ کریں گے ان لاجوں کا رکن ان لوگوں کو بنایا جائے گا جو سرکاری اداروں میں ممتاز عہدوں پر فائز ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے۔ یہ لاج جاسوسی کے لئے اہم ترین کردار ادا کریں گے اور رائے عامہ کو متاثر کریں گے۔ ان تمام لاجوں کو ہم ایک مرکزی تنظیم کے تحت لے آئیں گے اور اس کا علم صرف ہمیں ہی ہوگا دوسرے اس سے واقف نہیں ہوسکیں گے۔ یہ مرکزی تنظیم ہمارے دانا بزرگوں پر مشتمل ہوگی۔ لاجوں کے اپنے نمائندے ہوں گے جو متذکرہ بالا مرکزی تنظیم کے لئے پردے کا کام کریں گے۔ مرکزی تنظیم نصب العین ظاہر کرنے والے لفظ(WORD WATCH)اور لائحہ کار جاری کرے گی۔ یہ لاج وہ بندھن ہوں گے جو تمام انقلابیوں اور آزاد خیالوں کو ایک دوسرے سے منسلک کردیں گے ان میں معاشرے کے ہر طبقے کی نمائندگی ہوگی، انتہائی خفیہ سیاسی سازشوں کا علم صرف ہمیں ہوگا اور جس روز اس سازش کا ذہنی خاکہ مرتب کیا جائے گا، اسی وقت سے اس پر ہماری رہبرانہ دسترس ہوگی لاج کے اراکین میں تمام بین الاقوامی اور قومی پولیس کے اہلکار ہوں گے۔ ہمارے کام کے لئے پولیس کی خدمات بے بدل ہیں چونکہ پولیس اس حیثیت میں ہوتی کہ نہ صرف یہ کہ وہ اپنے ماتحتوں سے مخصوص کام لینے کی اہلیت رکھتی ہے بلکہ ہماری کارگزاریوں کے لئے ایک پردہ بن کر عوام کے عدم اطمینان اور بے چینی کی وجوہات بھی گھڑ سکتی ہیں۔

عوام کا وہ طبقہ جو ہماری خفیہ تنظیم میں شامل ہونے پر خوشی سے آمادہ ہو جاتا ہے وہ ہے جو محض اپنی بذلہ سنجی کے زور پر زندہ رہتا ہے یہ پیشہ ور عہدے دار ہوتے ہیں عام طور پر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ذہنوں پر خواہ مخواہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ ان لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوتی ان لوگوں کو ہم اپنی ایجاد کردہ مشین میں چابی دینے کے لیے استعمال کریں گے۔ اگر دنیا میں کہیں ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوں گے کہ عوام کے اتحاد میں دراڑ ڈالنے کے لیے تھوڑا سا جھنجھوڑنا پڑا ہے۔

ہمارے علاوہ کوئی دوسرا افری میسن سرگرمیوں کی سربراہی کا اہل نہیں ہو سکتا، چونکہ صرف ہمیں ہی اس کا علم ہے کہ کدھر جانا ہے ہم ہی ہر سرگرمی کی منزل مقصود سے واقف ہیں، جب کہ غیر یہودی اس سے قطعی نابلد ہیں، وہ تو یہ تک نہیں جانتے کہ کسی عمل کا فوری رد عمل کیا ہوگا۔ عام طور پر ان کے مد نظر ذاتی انا کی وہ وقتی تسکین ہوتی ہے جو انکی رائے کے مطابق نتائج حاصل کرنے پر ملتی ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس کا بنیادی خیال ان کی اپنی اختراع نہیں تھا بلکہ یہ خیال ہم نے ان کے ذہن میں پیدا کیا تھا۔

غیر یہودیوں میں، لاجوں میں شامل ہونے کا محرک یا تو ان کا جذبہ تجسس ہوتا ہے یا یہ امید کہ وہ حکومت کے خوان نعمت سے خوشہ چینی کر سکیں گے کچھ لوگ اس لیے شامل ہونا چاہتے ہیں کہ حکومت کے عہدے داروں میں، ان کے ناقابل عمل اور بے سروپا خیالی منصوبوں کو سننے والے سامعین مل جائیں گے وہ اپنی کامیابی کے جذبے اور تعریف کے ڈونگرے برسوانے کے بھوکے ہوتے ہیں اور یہ کام کرنے میں ہم بڑے فراخدل واقع ہوئے ہیں۔ ہماری ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ہم ان کی اس خود فریبی کو جس میں وہ اس طرح مبتلا ہوتے ہیں استعمال کرنا چاہتے ہیں ان کی یہ بے حسی، انہیں ہماری یہ تجویزی غیر محتاط انداز میں قبول کرنے پر مائل کرتی ہے اور وہ بزعم خود پورے اعتماد کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خود ان کے منزہ عن الخطاء (خطا سے پاک) نظریات ہیں جو ان کے الفاظ میں جلوہ گر ہو رہے ہیں وہ اپنے طور پر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ کسی اور کا اثر قبول کریں۔ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ غیر یہود کا ذہین ترین آدمی بھی خود فریبی کے جال میں پھنس کر کس حد تک غیر شعوری سادہ لوحی کا شکار ہو سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے ذراسی ناکامیابی پر تبدل کیا جاسکتا ہے خواہ اس کی ناکامیابی کی نوعیت اس سے زیادہ کچھ نہ ہو کہ اس کی تعریف میں ذراسی کمی کر دی جائے جس کا وہ عادی ہو چکا ہے، اسے دوبارہ کامیابی حاصل کروانے کے لئے غلاموں کی طرح فرمانبردار بنایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم ان کے منصوبوں کی کامیابی سے صرف نظر کرنا شروع کریں تو غیر یہودی اپنی تعریف سننے کے لئے اپنے کسی بھی منصوبے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے ان کی یہ نفسیاتی کیفیت ہمیں ان کا رخ حسب دل خواہ سمت میں موڑنے میں ہمارا کام عملی طور پر آسان کر دیتی ہے یہ جو شیر نظر آتے ہیں ان کے سینوں میں بھیڑ کا دل ہے اور ان کے دماغوں میں بھوسہ بھرا ہوا ہے۔

موت سب کا لابدی انجام ہے ہم جو اس منصوبے کے بانی ہیں اپنا انجام قریب لانے کے مقابلے میں یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کا انجام قریب تر لے آئیں جو ہمارے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ ہم فری میسن کے اراکین کو اس طرح ختم کردیتے ہیں کہ سوائے ہماری برادری کے کوئی کبھی بھی اس پر شبہ نہیں کر سکتا۔ حد یہ ہے کہ جن کے نام موت کا پروانہ جاری ہوتا ہے وہ تک شبہ نہیں کر سکتے۔ جب ضرورت ہوتی ہے تو ان کی موت بالکل اسی طرح واقع ہوتی ہے گویا وہ کسی عام بیماری میں مرے ہوں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد برادری کے اراکین تک احتجاج کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ یہ طریقے استعمال کرکے ہم نے فری میسن کے درمیان سے، اپنے اختیار کے استعمال کے خلاف احتجاج کی جڑیں تک نکال پھینکی ہیں۔

ان ممبران میں سے کوئی راز فاش کرے یا ضوابط کی پابندی نہ کرے یا باغی ہو جائے تو اسے اس طرح مروادیا جاتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ طبعی موت مرا۔

یہودیوں کے یہ مکروہ عزائم پڑھ کر قارئین کو مزید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت پوری دنیا میں جو قتل وغارت ہو رہی ہے مسلم ممالک میں جو نام نہاد جہادی تحریکوں کو فروغ دے کر مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہی ہاتھوں قتل کرواتے ہیں یہ سب یہودی سازشیں ہیں۔ میڈیا پر یہودی کنٹرول کا یہ عالم ہے کہ فلسطین، شام، برما میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور معمولی سا کوئی اقلیتی واقعہ ہو تو اسے بڑھا چڑھا کر دکھاتے ہیں۔

پچھلے ادوار کی طرح موجودہ دور میں بھی یہودی جہاں بھی ہیں بہت مالدار ہیں۔ وہ بعض عیسائی حکومتوں کے وزیر، مشیر بھی ہیں، یورپ، برطانیہ اور امریکہ کے اخبارات اور اقتصادیات پر ان کا قبضہ ہے۔ غرضیکہ وہ عیسائیوں کی ذہنیت اور سیاست پر چھائے ہوئے ہیں۔ اگر حالیہ تاریخ پر بھی نظر دوڑائیں تو یہودیوں نے اپنی سازشی ذہن سے فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں یہ فائدہ اٹھایا کہ جب عربوں نے ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اتحادی فوجوں کے زیر اثر حجاز، اردن اور عراق میں علیحدہ حکومتیں قائم ہو گئیں۔ اتحادی فوجوں نے لبنان، فلسطین اور دیگر عرب ممالک پر قبضہ کر لیا تو 2 نومبر 1917ء کو برطانیہ کے فارن سیکرٹری لارڈ راتھر چائلڈ کو جو برطانیہ میں یہودی فیڈریشن کے صدر تھے، ایک مراسلہ بھیجا کہ حکومت برطانیہ اس سے اتفاق کرتی ہے کہ فلسطین میں یہودیوں

کے لیے نیشنل ہوم بنایا جائے۔ اس کا نام بالفور ڈیکلریشن یا معاہدہ بالفور ہے۔ پہلی جنگ عظیم سے لے کر دوسری جنگ عظیم تک لاکھوں یہودی فلسطین میں آکر بس گئے اور دوسری جنگ کے بعد 12 مئی 1946ء کو فلسطین میں اسرائیلی حکومت قائم کردی گئی جو بہت جلد ترقی کرتی رہی۔ جون 1967ء کی جنگ (جنگ حزیران) میں یہودیوں نے بیت المقدس پر بھی قبضہ کرلیا اور کسی صورت بھی اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں بلکہ مدینہ منورہ پر بھی قبضہ جمانے کی سازش کیے ہوئے ہیں۔ وہ گریٹ اسرائیل (اسرائیل کبریٰ) میں لبنان، اردن، عراق، جنوبی ترکی، سینا، سیوز کینال، کائرو، سعودی عرب کا شمالی حصہ اور کویت شامل کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان میں فری میسنری پر بہت پہلے پابندی عائد کی جاچکی ہے۔ قیام پاکستان کے وقت مشرقی پاکستان کے بڑے بڑے شہروں ڈھاکا، چٹاکانگ، مرشد آباد وغیرہ میں فری میسنری لاجیں قائم تھیں، جن کا تعلق گرینڈ لاج انگلینڈ سے تھا۔ اسی طرح مغربی پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں بھی فری میسنری لاجیں کام کررہی تھیں، جن کی تعداد 30 تھی اور دوہزار کے قریب ممبران تھے۔ لاہور، سیالکوٹ، پشاور، راولپنڈی، ملتان، کوئٹہ، حیدرآباد اور کراچی کی لاجیں زیادہ اہم شمار کی جاتی تھیں، لوگوں میں یہ جادو گھر کے نام سے مشہور تھیں۔ 1948 سے 1968 کے دوعشروں میں فری میسنری بھرپور طور پر پاکستان میں کام کرتی رہی ہے۔ اس دوران اس کے خلاف کوئی توانا آواز بلند نہیں ہوئی۔ ایوب حکومت کے خلاف عوامی تحریک کے دوران فری میسنوں کے خلاف موثر کارروائیاں کرنے کا مطالبہ پیش کیا گیا۔ مارچ 1969 میں ایوب حکومت کے خاتمے کے بعد مارشل لاء لگ گیا، اس دوران عالمی فری میسنری کی ہدایات پر ڈسٹرکٹ گرینڈ لارج لاہور کے ڈسٹرکٹ گرینڈ ماسٹر نے مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے نام 27 اپریل 1969 کو ایک خط لکھا گیا، جس میں فری میسنری کے خلاف اٹھنے والی تحریک سے متعلق اپنا نقطہ نظر بیان کیا گیا تھا۔ 1971 میں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں فری میسنری پر پابندی لگانے کا مطالبہ زور پکڑنے لگا۔ 22 جولائی 1972 کو پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد پاس کرکے مرکزی حکومت کو پیش کی گئی کہ فری میسنری پر پابندی لگائی جائے اور اس کی املاک ضبط کی جائیں۔ اس مسئلہ کو 21 ستمبر 1972 کو قومی اسمبلی میں اٹھایا اور یہ بتایا کہ فری میسنری یہودیوں کی عالمی تنظیم ہے، جس کا مقصد درپردہ صیہونی عزائم کی تکمیل ہے۔ یہ تنظیم عالم اسلام میں ملت مسلمہ کے

خلاف مختلف سازشوں اور سرگرمیوں کی آماجگاہ بنی رہی ہے، خلافت اسلامیہ کے زوال اور اسلامی ممالک کے افتراق و بربادی میں اس کا بنیادی حصہ ہے۔ 7 جون 1973 کو قومی اسمبلی میں فری میسنری پر پابندی لگانے کی قرار داد پیش کی۔

(نوائے وقت، 28 جولائی 1978ء)

آپ کو یہ مکمل تحریر پڑھ کر سمجھ آگیا ہوگا کہ کیوں ہمارے سیاستدان اور بعض گمراہ مولوی مذہب کے نام پر اقلیتوں کے تحفظ کے لیے بہت کوشاں نظر آتے ہیں، دین اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں، خود کو سیکولر ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وجہ یہی ہے کہ وہ فری میسن کی رائج این جی اوز سے چند پیسے بٹورنے کی چکر میں ہوتے ہیں۔ ہمارا پورے کا پورا میڈیا اس وقت یہودیوں کے شکنجے میں ہے، کئی بڑے بڑے چینلز، مشہور اینکرز ڈھکے اور کھلے انداز میں اسلام اور علماء دین کے خلاف زہر اگلتے نظر آتے ہیں۔ دیندار لوگوں میں سے کوئی ایک چھوٹی سے غلطی ہو جائے تو اس بات کا بتنگڑ بنا کر لوگوں کو دینی حضرات سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اقلیتوں پر اگر کوئی چھوٹی سی آنچ آجائے تو پورا میڈیا اس کی کوریج کرتا ہے اور پوری دنیا میں جو مسلمان کفار کے ظلم و ستم کا شکار ہیں اس پر کوئی کلام نہیں کیا جاتا فقط ایک آدھ خبر بتا دی جاتی ہے۔ ناموس رسالت پر نئے سے نئے حملے ہو رہے ہیں یہ میڈیا قصداً اسے بے خبر ہوتا ہے۔ عاشق رسول ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں نکلی ریلیاں کو میڈیا نے ایسے نظر انداز کیا جیسے ان ریلیوں کو میں کوئی انسان ہی نہ تھے۔ یونہی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ایک تاریخی جنازہ تھا لیکن اس میڈیا نے اس کی ذرا سی کوریج نہ کی اور اب یہ صورتحال ہے کہ یہی میڈیا زبردستی ممتاز قادری کو دہشت گرد اور سلمان تاثیر جیسے بدبخت شخص کو انسانی حقوق کا علمبردار ثابت کر رہی ہے۔ المختصر ہماری مسلم قوم اس وقت اسلام کو پس پشت ڈال کر خود کو میڈیا کے حوالے کر چکی ہے اور میڈیا ان کو دین کے حوالے سے بے حس بنانے پر پوری کوشش کر رہا ہے۔ بعض پڑھے لکھے سمجھدار لوگ میڈیا کے سبب علمائے اسلام سے نفرت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ میڈیا نے لوگوں کو یہ ذہن دینا شروع کر دیا ہے کہ اپنی زندگی جیسے مرضی گزارو، کسی فرقہ اور کسی مذہب کو برا نہ کہو۔ اب تو رفتہ رفتہ اسکول کالجوں میں بھی اسلامی احکام اور اسلام کے مذہب حق ہونے والی باتیں نکالی جا رہی ہیں۔

یہودیت کی اصلیت

یہودیوں کے مذکورہ مکروفریب کچھ نئے نہیں ہیں، ان کے بڑے بھی یہی کچھ کرتے رہے ہیں، ان کو گھٹی میں ہی شرانگیزی پلائی جاتی ہے جس کا اثر مرتے دم تک ان کے وجود میں رہتا ہے۔ یہ یہود وہ قوم ہے کہ جن کی بدکرداری، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے دشمنی کی بنا پر ربّ کائنات نے اپنے مسلمان بندوں کو ان جیسے ہونے سے منع فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے سے بھی دریغ نہ کیا حالانکہ وہ ان کے بہت بڑے محسن تھے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب، سورۃ 33، آیت 69)

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار اور پورے جسم کو ڈھانپ کر رہنے والے آدمی تھے۔ آپ کی شرم وحیاء کی وجہ سے آپ کے جسم کا کوئی حصہ بھی (سوائے سر، چہرہ، کہنیوں تک ہاتھوں اور پنڈلیوں تک پیروں کے) دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ مگر بنواسرائیل میں سے ایک ٹولے نے آپ کو اس ضمن میں بھی تکلیف سے دوچار کیا اور کہنے لگے: لگتا ہے کہ جنابِ موسیٰ اپنے جسم میں کسی عیب کی وجہ سے ہی اس قدر پردے کا اہتمام کرتے ہوں گے یا تو ان کو، برص، کوڑھ کی بیماری ہے اور یا پھر کوئی اور عیب ان کے وجود میں ہے۔ (حالانکہ تمام انبیاء ایسی بیماریوں اور اس طرح کے عیوب ونقائص سے پاک ہوتے تھے۔ وہ اپنے دور کے اور اپنی قوم کے سب سے زیادہ صحت مند وجود والے، وجیہہ و حسین ہوا کرتے تھے) چنانچہ اللہ عزوجل نے ایک واقعہ کی صورت میں یہودیوں پر اپنے پیارے نبی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے صحت مند اور حسین وجمیل وجود کو منکشف کرکے اُن کی تہمت سے بری کردیا۔

یہی وہ یہودی قوم ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًاۙ○ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّۚ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًاۢ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسٰی بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے

لئے اس کی شبیہ کا ایک بنادیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 156 تا 158)

اس یہودی قوم نے نعوذ باللہ طاہرہ و مطہرہ بتول سیدہ مریم پر زنا کی تہمت لگا رکھی تھی۔ بلکہ آج تک یہ ظالم اسی نظریہ پر قائم ہیں۔ اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کی خباثتوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت اور نہایت کھلے معجزات سے جو نوازا تھا، تو ان انعامات کبریٰ کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دیکھ کر یہ بدبخت قوم برداشت نہ کر سکی۔ ان پر تہمتیں لگانے لگی اور آج تک اُن سے حسد و بغض رکھتی چلی آرہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان ظالموں نے جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی رسالت و نبوت کا کھلا انکار کیا اور آپ کی مخالفت پر اُتر آئے۔ یہاں پر ہی بس نہیں بلکہ یہ ظالم قوم آپ علیہ السلام کو ہر طرح کی تکلیف پہنچانے میں ہر قسم کی کوشش کرنے لگی حتیٰ کہ انہوں نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو سولی پر چڑھا کر قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ مگر اللہ رب العالمین نے آپ کو ان ظالموں سے نجات دلائی اور انہیں آسمانوں میں اُٹھالیا۔ وہ اس طرح کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہودیوں پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت والے شخص کو مشتبہ کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل آدمی کو پکڑا اور اُسے سولی پر لٹکا دیا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو سولی دے دی ہے۔

یہ یہود وہی لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان یوں بھی ہے ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

(سورۃ المائدۃ، سورۃ 5، آیت 78)

باشندگانِ ایلہ نے جب حد سے تجاوز کیا اور سنیچر کے روز شکار ترک کرنے کا جو حکم تھا اس کی مخالفت کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اور ان کے خلاف دعا فرمائی تو وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر

دیئے گئے اور اصحابِ مائدہ نے جب نازل شدہ خوان کی نعمتیں کھانے کے بعد کُفر کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی تو وہ خنزیر اور بندر ہو گئے اور ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔

بعض مفسّرین کا قول ہے کہ یہود اپنے آباء پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ افروزی کی بشارت دی اور حضور پر ایمان نہ لانے اور کُفر کرنے والوں پر لعنت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے متعلق فرمایا: تم سب سانپ ہو۔ تم سب ظالم ہو۔ تو ایسے میں تم کیوں کر اچھی بات کہہ سکو گے ؟ تمہارے دل جن باتوں سے بھرے ہوئے ہیں، تمہاری زبان وہی بات کرے گی۔ (انجیل متی 12:34)

ان یہودیوں نے عہدِ الٰہی کو توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور انبیاء کو قتل کیا، کتاب کے احکام کی مخالفت کی، جس کے سبب اللہ عزوجل نے ان کے دل سخت کر دیے اور ان پر لعنت فرمائی چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىٕنَةٍ مِّنْهُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: توان کی کیسی بد عہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور اُن کے دل سخت کر دیئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ اُن نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے۔

(سورۃ المائدۃ، سورۃ 5، آیت 13)

ان یہود کا راہِ راست پر آنا بہت مشکل ہے کہ یہ وہ سنگدل قوم ہے جو کلام الٰہی میں تبدیلیاں کرتی تھی۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو اے مسلمانو کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔ (سورۃ البقرۃ، سورۃ 2، آیت 75)

قرآن مجید نے بار بار اس مسئلہ پر روشنی ڈالی اور اعلان فرمایا کہ ہر کافر مسلمان کا دشمن ہے اور کفار کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے خلاف ایک زہر بھرا ہوا ہے اور ہر وقت اور ہر موقع پر کافروں کے سینے مسلمانوں کی عداوت

اور کینے سے آگ کی بھٹی کی طرح جلتے رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کفار کے تین مشہور گروہ: یہود و مشرکین اور نصاریٰ میں سے مسلمانوں کے سب سے بڑے اور سخت ترین دشمن کون ہیں؟ تو اس سوال کے جواب میں سورہ مائدۃ میں ارشاد خداوندی ہے ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى﴾ ترجمہ کنزالایمان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں۔ (سورۃ المائدۃ، سورۃ5، آیت82)

اس آیت کی روشنی میں گزشتہ تواریخ کے صفحات کی ورق گردانی کریں تو اس آیت کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہودیوں اور مشرکوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ یہود و مشرکین کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کر کے کبھی بھی ان لوگوں پر اعتماد نہ کریں اور ہمیشہ ان بدترین دشمنوں سے ہوشیار رہیں اور عیسائیوں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھیں کہ یہ بھی مسلمانوں کے دشمن ہی ہیں مگر پھر بھی یہ یہودیوں کی بہ نسبت کم درجے کے دشمن ہیں۔

یہودی ایک سازشی اور ملعون شدہ قوم ہے۔ وقتی طور پر یہ کسی کے سہارے کچھ طاقت حاصل تو کر لیتے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص ان پر مسلط ہو کر ان کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ ان یہودیوں کا آخری خاتمہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہوگا اور ایسا عبرتناک خاتمہ ہوگا کہ یہودی بچ نہ پائیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ، فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ'' ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی مگر یہ ہے کہ اس سے پہلے پہلے مسلمان یہودیوں سے (آخری معرکہ) لڑیں گے۔ پھر مسلمان ان کو قتل کرتے چلے جائیں گے حتیٰ کہ یہودی اگر کسی پتھر یا کسی درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا تو وہ پتھر اور درخت بول اٹھے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ ادھر آ اور اس کو قتل کر دے۔ سوائے شجر غرقد کے۔ (وہ نہیں بولے گا) اس لیے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہوگا۔ (غرقد ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کی طرف بہت ہوتا ہے۔)

(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل، فیتمنی أن یکون مکان المیت من البلاء، جلد4، صفحہ2239، حدیث2922، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

★... جین مت ...★

تعارف

جین مت بھی بدھ مت کا ہم عصر مذہب ہے۔ یہ ہندو مت میں پائی جانے والی ذات پات کے نظام کے خلاف ہے۔ مہاویر اس مذہب کے بانیوں میں اہم مقام رکھتا ہے۔ مہاویر کا والد بھارت کی ریاست بہار میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست کا حکمران تھا اور والد کی وفات کے بعد حکمرانی چھوڑ کر گیان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ بھارت کے صوبے گجرات میں ان کی اکثریت ہے جبکہ ممبئی میں ان کی تعداد بیس لاکھ سے زائد ہے۔ عالمی سطح پر جین مت کے پیروکاروں کی تعداد 6.1 ملین ہے۔

جین مت کی تاریخ

لفظ جین مت سنسکرت کے ایک لفظ جن سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہے فاتح۔ جین مت کے بھکشوؤں میں جذبات اور جسمانی آسائشوں کے حصول کے درمیان جو معرکہ جاری رہتا ہے، یہ لفظ دراصل اس کے جانب اشارہ کرتا ہے۔ جس شخص نے اپنے جذبات اور نفس پر فتح حاصل کرلی وہ فاتح سمجھا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں اپنی خواہشات پر غالب آچکے ہیں اس لئے یہ اپنے آپ کو "جینی" کہتے ہیں۔

جین مت جو جین شاسن اور جین دھرم کے ناموں سے بھی معروف ہے، ایک غیر توحیدی بھارتی مذہب ہے جو تمام ذی روح اور ذی حیات اجسام کے حق میں ہنسا (عدم تشدد) کی تعلیم دیتا ہے، نیز جملہ مظاہر زندگی میں مساوات اور روحانی آزادی کا حامی ہے۔ جین مت کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ عدم تشدد اور ضبط نفس کے ذریعہ نجات (موکش) حاصل کرسکتے ہیں۔

جین مت کا شمار دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں کیا جاتا ہے۔ جین مت کے نقطہ آغاز سے متعلق حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے تاہم اس مذہب کے لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کا مذہب کروڑوں سال سے موجود ہے۔ جین مت کی روایات کے مطابق اس دور کی عمریں ناقابل یقین حد تک طویل بتائی جاتی ہیں اس کی بنیاد کب، کس نے، کہاں پر رکھی اس بارے میں ماہرین آج تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچے۔ جین مت کا پہلا مصلح "ناتھ" نامی شخص ہے اور سب سے آخری اس مذہب کا مصلح "پر سوناتھ" نامی شخص تھا۔ موجودہ جین مت کا بانی "مہاویر" کو قرار دیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مہاویر کی پیدائش پر سوناتھ کے ڈھائی سو سال بعد 540 قبل مسیح کو ہوئی۔

جین گرنتھوں کے مطابق 527ق م سے قبل وردھمان مہاویر (ق م599-527) نے نروان حاصل کیا تھا۔ روایتی طور پر جین مت کے پیروکار اپنے مذہب کی ابتدا ان چوبیس تیرتھنکروں کے سلسلہ کو قرار دیتے ہیں جن میں پہلا تیرتھنکر رشبھ دیو اور آخری مہاویر تھے۔ جین مت کے پیروکار یہ یقین رکھتے ہیں کہ جین مت ابدی اور لافانی ہے۔ یہ اسی وقت سے ہے، جب سے دنیا بنی ہے اور تب تک رہے گا، جب تک دنیا باقی ہے۔ جین مت کے لوگ مہاویر کو آخری اوتار یا دیوتا مانتے ہیں۔

مہاویر سے قبل جین مت کی تشکیل میں تیس لوگ گزرے ہیں۔ خود مہاویر کی پیدائش ایک کھشتری خاندان میں ہوئی اس کا اصلی نام "وردھمان" تھا اور والد کا نام "سرھاوتہ" تھا۔ ابتدائی پرورش بڑے نازو نعم میں ہوئی۔ تیس سال کی عمر میں ہندو مذہب کو خیر باد کہہ کر راہبانہ زندگی اختیار کرلی۔ راہبانہ زندگی کے حالات کی تفصیلات کافی حد تک گوتم بدھ کی زندگی کے مشابہ ہے۔

مہاویر نے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے، لباس اتار پھینکا اور ایک دھوتی پہن کر جنگل کی راہ لی۔ بارہ برس وہ تپسیا (ریاضت) کرتے رہے اور مسلسل سفر میں رہے۔ ان کے جسم پر دھوتی ایک آدھ برس ہی رہی، اس کے بعد وہ ننگ دھڑنگ ہی رہنے لگے۔ ریاضت کے دوران وہ کسی قسم کی گندگی کو اپنے جسم سے جدا نہ کرتے چنانچہ ان کے سر میں جوئیں پڑ گئیں لیکن وہ ان جوؤں کو جسم سے صاف نہ کرتے بلکہ ان سے ہونے والی تکلیف کو بھی برداشت کرتے تاکہ ان کے اندر زیادہ سے زیادہ قوت برداشت پیدا ہو۔ لوگ ان کے گندے جسم، ننگے بدن اور غلیظ حلیے کو دیکھ کر ان پر آوازیں کستے، گالیاں دیتے، پتھر مارتے لیکن وہ اپنی ان دیکھی دنیا میں مست رہتے اور اس صورتحال کو بھی اپنی

روحانی ترقی کے لئے استعمال کرتے۔ جین مت کے علماء مہاویر کی زندگی کے اس دور کو ''ہنسا''یعنی عدم تشدد کے فروغ کا باعث قرار دیتے ہیں۔

ریاضت کے تیرہویں برس 42سال کی عمر میں مہاویر نے دعویٰ کیا کہ مجھے ''کیول گیان'' حاصل ہو گیا ہے۔اس کے بعد مہاویر اس راہِ نجات کی تلقین دوسرے لوگوں کو بھی کرنے لگا۔ بالفاظ دیگر اس طرح مہاویر ایک نئے مذہب کا بانی بن گیا اور آج کل اسی کے اصولوں پر مبنی مذہب کو''جین مت'' کہا جاتا ہے۔

مہاویر کا انتقال 72 برس کی عمر میں جنوبی بہار کے ایک مقام ''پاوا'' میں ہوا۔ جن مت ایسے طبقوں میں مشہور ہوا جو برہمن اور کھشتری کی بالادستی کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ ریاستی سطح پر مگدھ سلطنت کے شہزادے اجات شترو نے جین مت قبول کیا اور پھر اپنے باپ کو قتل کر دیا جو کہ ایک بدھ تھا۔ راجا اجات شترو نے جین مت کو پھیلانے کے لئے خاصی جدوجہد کی۔ مہاراجہ اشوک کے بعد راجہ کھرویل، راجہ اشوک کے پوتے سم پرتی، راجہ اندر چہارم اور راجہ گادرش نے بھی جین مت اختیار کیا اور اس کے فروغ کے لئے بہت کام کیا۔ان میں آخری دو راجوں نے جین روایات کے مطابق ریاضت میں اپنی جان قربان کر دی۔

ہندوستان میں ایک طویل عرصہ تک جین مت ہندوستانی ریاستوں اور مملکتوں کا سرکاری مذہب رہا ہے، نیز برصغیر ہند میں اس مذہب کی کافی اشاعت ہوئی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی سے جین مت کی شہرت اور اشاعت میں کمی آنے لگی، جس میں اس خطہ کے سیاسی ماحول نے بھی اثر ڈالا تھا۔

جین مت کے پیروکار بھارت میں 4.2 ملین ہیں، نیز دنیا کے دیگر ممالک بیلجیئم، کینیڈا، ہانگ کانگ، جاپان، سنگاپور اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مختصر تعداد میں موجود ہیں۔ بھارت میں جین مت کے ماننے والوں میں شرح خواندگی دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ (94.1%) ہے۔ بھارت میں مخطوطات کا قدیم ترین کتب خانہ جین مت کا ہی ہے۔

دینی کتب

جین مت کی چار مشہور کتابیں ہیں:

(1) آنگس یا آنگا

(2) ٹیبولہ

(3) سوترا

(4) اپانگا

ان چاروں میں سے سب سے پہلے نمبر کی کتاب اس مذہب میں بہت زیادہ اہمت کی حامل ہے۔

عقائد و نظریات

بنیادی شرط عدم تشدد ہے اور پانچ حلفیہ اقرار اُس کے بنیادی اصول ہیں۔ یہ بنیادی اصول قتل، چوری، جھوٹ، جنسی عمل اور حصول جائیداد سے مکمل دوری کا سبق دیتے ہیں۔

جین مت، بدھ مت اور ہندو مت بہت ساری باتوں میں مشترک ہیں۔ البتہ جین مت میں ترک خواہشات اور رہبانیت کے لئے بے انتہاء سختیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں جس کی وجہ سے یہ مذہب دنیا میں چل نہ سکا تاہم ہندوستان میں آج بھی جین مت کے بہت سے پیروکار موجود ہیں۔ لاہور میں "جین مندر" اس مذہب کے عبادت خانے اور یادگار کے طور پر موجود ہے۔

☆ **خدا کا انکار:** جین مت خدا کی ہستی کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان کا کہنا ہے کہ جو بڑا ہے وہی انسان کی روح میں پائی جانے والی طاقت خدا ہے۔ دنیا میں ہر چیز جاودانی ہے۔ روحیں جسم بدل بدل کر آتی ہیں مگر اپنی الگ ہستی کا احساس باقی رہتا ہے۔ نروان یعنی روح کی مادے اور جسم سے رہائی نویں جنم کے بعد ممکن ہو سکتی ہے۔

☆ **آواگون کا عقیدہ:** مہاویر کے بعد جین مت میں بہت سی تبدیلیاں آگئی ہیں اور موجودہ جینی لوگ آواگون پر یقین رکھتے ہیں اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ جب کوئی روح گناہ کرتی ہے تو وہ اس قدر بوجھل ہو جاتی ہے کہ وہ ٹوٹنے لگتی ہے اور ساتویں دوزخ میں گرنے لگتی ہے۔ جب وہ پاک وصاف ہو جاتی ہے تو چھبیسویں بہشت میں پہنچ جاتی ہے اور اسے نروان حاصل ہو جاتا ہے۔

☆ **جین مت کے عقائد اور سات کلیے:** جین مت کے عقائد سات کلیوں کی شکل میں بیان کیے جاتے ہیں، جن کو جین مت کی اصطلاح میں سات تتویا سات حقائق کہا جاتا ہے۔ یہ کائنات اور زندگی کے بنیادی مسئلہ اور اس کے حل کے بارے میں سات نظریات ہیں، جن میں جین مت کا بنیادی فلسفہ بخوبی سمٹ کر آگیا ہے۔

(1)**جیو:** روح (جیو) ایک حقیقت ہے۔

(2)**اجیو:** غیر ذی روح (یعنی پتھر وغیرہ جن میں روح نہیں ہوتی وہ) بھی ایک حقیقت ہے، جس کی ایک قسم مادہ ہے۔

(3)**اسرو:** روح میں مادہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔

(4)**بندھ:** روح میں مادہ کی ملاوٹ سے روح مادہ کی قیدی بن جاتی ہے۔

(5)**سمورا:** روح میں مادہ کی ملاوٹ کو روکا جاسکتا ہے۔

(6)**نرجرا:** روح میں پہلے سے موجود مادہ کو زائل کیا جاسکتا ہے۔

(7)**موکش:** روح کی مادہ سے مکمل دوری کے بعد نجات (موکش) حاصل ہو سکتی ہے۔

☆**نروان حاصل کرنے کی مدت:** ساڑھے بارہ برس کے بعد نروان حاصل کر سکتا ہے۔

مذہبی تعلیمات

دیگر مذاہب کی طرح جین مذہب کی بھی مذہبی تعلیمات ہیں جیسے:

☆**کیڑے مکوڑوں کی حفاظت:** جین مت کے پیروکار گوشت نہیں کھاتے بلکہ سبزی پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، پانی کو چھانے بغیر نہیں پیتے اور ایک فرقے کے لوگ اندھیرا ہو جانے پر پانی پیتے ہی نہیں تاکہ پانی میں موجود کوئی کیڑا مکوڑا نہ مر جائے۔ یہ لوگ ہمیشہ منہ پر رومال رکھتے ہیں تاکہ سانس کی گرمی سے جراثیم ہلاک نہ ہو جائیں۔ اپنے ہاتھ میں چھوٹا سا جھاڑو رکھتے ہیں اور زمین پر قدم رکھنے سے پہلے اسے صاف کرتے جاتے ہیں، یہ لوگ دانت بھی صاف نہیں کرتے۔ خدمت خلق ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے جس کے لئے وہ اسپتال وغیرہ کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

☆**دیگر پابندیاں:** جین مذہب میں درج ذیل افعال کی ممانعت ہے:

جانوروں کا ہلاک کرنا، درختوں کو کاٹنا، حتی کہ پتھروں کو کاٹنا بھی ان کے قریب گناہ ہے۔ بعض جینی زمین پر کاشت کی گئی سبزیاں کھانا بھی پسند نہیں کرتے، ان کا عقیدہ ہے کہ اس طرح کرنے سے زیر زمین مخلوقات کو تکلیف پہنچتی ہے۔

☆**روزے:** جین دھرم میں روزے کی سخت شرائط ہیں، چالیس چالیس دن تک کا ان کے یہاں ایک روزہ ہوتا ہے۔ بعض خاص تہواروں سے پہلے روزے رکھنے کا دستور بھی ان میں پایا جاتا ہے۔ سنیاسی لوگ بعض مقررہ قواعد کے تحت روزہ رکھتے ہیں۔

جین مذہب میں ایک روایت سانتھرا ہے جس میں تادم مرگ بھوکا رہا جاتا ہے۔تادمِ مرگ روزے کی رسم میں جین مذہب کے پیروکار موت کی تیاری کے لیے کرتے ہیں۔

☆**نروان کے طریقے:** جین مت میں اطمینان قلبی اور نروان حاصل کرنے کے لئے "مہاویر" کے ذکر کردہ دو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک طریقہ سلبی ہے اور دوسرا ایجابی۔ سلبی طریقہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے دل سے ہر قسم کی خواہشات کو نکال دے، جب انسان کے دل میں کوئی خواہش نہیں رہے گی تو اس کی روح حقیقی خوشی اور نروان سے ہمکنار ہو جائے گی۔ ایجابی طریقہ یہ ہے کہ انسان کے خیالات وعقائد اور علم وعمل درست ہوں ،جس کی وجہ سے اس کی روح کو حقیقی خوشی حاصل ہو گی اور یہی نروان ہے۔

☆ جینی مذہب کے مطابق اعمال کی درستگی پانچ چیزوں پر مبنی ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) **اہسہ:** یعنی کسی ذی روح اور جاندار کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ جین مت میں اس عقیدے کو بنیادی اہمیت وحیثیت حاصل ہے۔

(2) **ستیام:** یعنی ہمیشہ سچائی کو اپنا شعار اور اصول بنایا جائے۔

(3) **استیام:** یعنی خون پسینہ بہا کر حلال روزی حاصل کی جائے، اس کے لئے چوری کا راستہ اختیار نہ کیا جائے۔

(4) **برہمچاری:** یعنی عفت وعصمت سے بھرپور پاکدامنی کی زندگی گزرتے ہوئے نفسیاتی برائیوں سے بچا جائے۔

(5) **اپری گراہہ:** یعنی اپنے حواس خمسہ پر غلبہ پایا جائے۔

جب یہ پانچ چیزیں کسی شخص میں پیدا ہو جائیں تو اس کے اعمال درست ہو جائیں گے اور جب اعمال کی درستگی ہو جائے تو انسان کو نروان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔

☆ **مقدس مقامات:** جین مذہب کے مقدس مقامات میں سماتا کا پہاڑ جہاں مہاویر کا انتقال ہوا تھا، کوہ آبو راجستھان، شراون بیلا گولہ اور گومٹھیسور کرناٹک مجسمہ ہے۔

☆ **جین مت میں شرکت کا طریقہ:** جین مت میں داخلہ کے خواہش مند کو چند شرائط پر مبنی ایک حلف اٹھانا پڑتا ہے جس کی پابندی وہ تاحیات کرتا ہے۔ یہ حلف اٹھائے بغیر کوئی شخص جین مت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حلف کی شرائط درج ذیل ہیں:

(1) میں کسی ذی روح کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

(2) کسی جاندار کو نقصان پہنچانے بھی نہیں دوں گا۔

(3) میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی ذی روح کو ہلاک کرنا قابل مذمت عمل ہے۔

(4) میں ہمیشہ کنوارا رہوں گا۔

(5) میں راہبانہ زندگی بسر کروں گا۔

اس حلف نامے کی آخری دو شقیں چونکہ انسانی فطرت کے خلاف ہیں اس لئے بہت سارے جینی یہ حلف اٹھاتے نہیں، تاہم پہلی تین شقوں پر ضرور عمل کرتے ہیں اور کسی ذی روح کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اسی بنا پر یہ لوگ فوج میں ملازمت نہیں کرتے، قصاب کے پیشے سے دور بھاگتے ہیں، زمینداری اور کھیتی باڑی کے قریب بھی نہیں جاتے تاکہ کوئی ذی روح بے دھیانی میں مارا نہ جائے۔ جین مت سے وابستہ اکثر لوگ تجارت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں، اس لئے مالی طور پر امیر ہوتے ہیں۔

رسم ورواج

جین مت سے تعلق رکھنے والے سادھو اپنے ہاتھوں میں کمنڈلی اور ایک ٹوکری رکھتے ہیں اور کھڑے ہو کر بھیک وصول کرتے ہیں۔ دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں۔ وہ بھی سورج غروب ہونے سے قبل۔ اگر بھیک نہ ملے تو بھوکے ہی سو جاتے ہیں۔ اگر کھانے میں کوئی بال یا کیڑا مکوڑا نظر آجائے تب بھی کھانا نہیں کھاتے اور اگلے دن تک بھوکے رہتے ہیں۔ ہمیشہ ننگے پاؤں ہی چلتے ہیں۔ ہاتھ میں مور پنکھوں کی جو ٹوکری رکھتے ہیں اس سے اڑنے والے کیڑے مکوڑوں کو اڑاتے ہیں، تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔ دو ماہ میں ایک دفعہ اپنے ہاتھوں سے سر، داڑھی اور مونچھوں

کے بال ہاتھ سے نوچتے ہیں۔ کمنڈلی میں گرم اور چھنا ہوا پانی رکھتے ہیں، مگر اسے پیتے نہیں بلکہ طہارت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اپنی ناک پر ایک کپڑا بھی باندھ کر رکھتے ہیں تا کہ کوئی چھوٹا کیڑا سانس کے ذریعے ناک میں جانے کے بعد مر نہ جائے۔

فرقے

وردھمان مہاویر کی وفات کے 160 سال بعد، یہ دھرم کے پیروکار دو حصوں میں یا دو فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک فرقہ دگمبر یا دگامبر کہلانے لگا اور دوسرا فرقہ شویت امبر یا شویتامبر۔

(1) **دگمبر:** سنسکرت میں امبر کے ایک معنی کپڑے یا لباس کے ہیں۔ دگمبر یا دگامبر کے معنی وہ شخص جو بغیر لباس کے یا عریاں رہتا ہے۔ اس فرقے کے سادھو بغیر لباس کے رہتے ہیں، ان کو دگمبر کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم دور حکومت میں انہیں زبردستی کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن آج بھی ان سادھوؤں کا یہی رویہ ہے کہ یہ بغیر لباس ہی رہتے ہیں۔ کنبھ میلا اجلاس میں یہ سادھو آج بھی عریاں ہی حصہ لیتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگوں کو سکائی کلیڈ بھی کہا جاتا ہے، یہ لوگ آسمانی رنگ کی ایک چادر پہنتے ہیں اور اکثر لوگ برہنہ پھرتے رہتے ہیں۔

اس فرقے کے زیادہ تر ماننے والے جنوبی بھارت اور اترپردیش میں پائے جاتے ہیں۔ دگامبر فرقے سے تعلق رکھنے والے جینی اپنے مندروں میں رکھی گئی ترتھنکروں کی مورتیوں کو بھی برہنہ رکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ ترتھنکر جین مت میں بھگوان کا درجہ رکھتے ہیں۔

(2) **شویت امبر:** سنسکرت زبان میں اشویت کے معنی سفید رنگ کے ہیں، اور امبر کے معنی لباس کے ہیں۔ یعنی شویت امبر یا اشویتامبر کے معنی ہوئے سفید لباس۔ وہ سادھو جو سفید کپڑے پہنتے ہیں، انہیں اشویتامبر کہتے ہیں۔ یہ اکثر اپنے منہ پر بھی سفید کپڑا باندھے رہتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگ وائٹ کمیڈ بھی کہلاتے ہیں، یہ لوگ اکثر سفید لباس پہنتے ہیں۔ ان کی اکثریت شمالی ہندوستان میں آباد ہے۔

اشویتامبر فرقے کے جینی اپنے مندروں میں رکھے ہوئے جین ترتھنکروں کی مورتیوں کو لنگوٹ باندھ کر رکھتے ہیں۔ اس فرقے کا یہ بھی کہنا ہے کہ اب سے پہلے آنے والے سارے جین ترتھنکروں کی مورتیوں کو بھی لباس پہنایا جائے۔ دو بڑے فرقوں میں دو چار چیزوں کے علاوہ کوئی بڑا فرق نہیں پایا جاتا، مگر دونوں کی عبادت گاہوں کے

اوپر یہ ضرور لکھا ہوتا ہے کہ یہ دگامبروں کی عبادت گاہ ہے یا اشویتامبروں کی۔ ایک دوسرے کے لیے دونوں فرقوں کے ماننے والوں کے دلوں میں کینہ بھی پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جین دھرم کے مقدس مقامات کے مصنف بابو نیمی داس ایک سو سال قبل لکھتے ہیں: ''بھاگل پور کا اسٹیشن شہر میں ہے۔ سڑک سے دوسری طرف اشویتامبری جینیوں کا دھرم شالہ ہے، مگر اشویتامبری لوگ دگامبری جینیوں کے دھرم شالہ میں ٹھہرنے سے خوش نہیں ہوتے۔ اکثر مزاحمت بھی کرتے ہیں۔''

اس فرقے سے بھی مزید دو شاخیں نکلیں جن میں سے ایک کو مندر مارگی اور دوسرے کو ستھانک واسی کہتے ہیں۔

مندر مارگی شاخ کے سلسلے میں دونوں فرقوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں مگر ستھانک واسی فرقہ ذرا مختلف سوچ کا حامل ہے۔ ستھان سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کسی ترتھنکر یا جین رشی نے قیام کیا ہو۔ یہ مندر کے بجائے کھلی فضا میں مذہبی فرائض کی ادائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جین مذہب میں بت پرستی کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ اس فرقے کی بنیاد سترہویں صدی میں پڑی تھی، جو بت پرستی اور مندر کے ضابطوں کے خلاف تھا۔ اس فرقے کے زیادہ تر ماننے والے گجرات اور کاٹھیاواڑ میں پائے جاتے ہیں۔

جین مت اور اسلام کا تقابلی جائزہ

اسلام مذہب کے برعکس جین مت ایک غیر فطرتی دین ہے۔ جین مت کے کئی عقائد و اعمال ایسے ہیں جن پر عمل ناممکن ہے۔

☆اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی طرح جین مت کی دینی کتب کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔ جین مت کا موجودہ مذہبی ادب ان تعلیمات پر مشتمل ہے جو مہاویر کے انتقال کے ڈیڑھ سو سال بعد آپ کے شاگردوں نے سینہ بہ سینہ روایت کرتے ہوئے پہلی مرتبہ پٹنہ میں جینی کونسل میں مرتب کیں۔ لیکن اب جین مت کے اشویتامبر فرقہ کے نزدیک ان تعلیمات کا بارہواں حصہ جو چودہ کتابوں پر مشتمل تھا ضائع ہو چکا ہے۔ جبکہ جین مت کے دوسرے فرقے دگامبر کے نزدیک جین مت کی تعلیمات کی کوئی دینی کتاب موجود نہیں بلکہ ان کی بنیاد پرانے علما کی تحریریں باقی ہیں۔

☆جین مذہب میں تزکیہ نفس کے لئے جو افعال و اعمال موجود ہیں وہ نہایت مشکل بالکل ناممکن ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں تزکیہ نفس کے متعلق بہترین ممکنہ افعال موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر اسلام میں کثیر صوفیا پیدا ہوئے جن کے عملی کارناموں کا یہ حال ہے کہ کثیر کفار ان سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے ہیں۔

☆اسلام کے جملہ احکام قیامت تک آنے والے لوگ اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہہ سکا کہ میں اسلامی احکامات عقل کے منافی، غیر فطرتی یا ناممکن ہیں جن پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا، میرے لئے یہ سب ممکن نہیں ہے۔ جین مت میں کئی احکام ایسے ہیں جو غیر فطرتی اور بہت مشکل ہیں جیسے کنوارہ رہنا، مسلسل روزے رکھنا، جانداروں کو مارنا۔ آج کی سائنس ثابت کرتی ہے کہ ہم روزانہ کئی جاندار چیزوں کو کھاتے پیتے، چلتے پھرتے مارتے ہیں۔ ہماری خوراک میں کئی بیکٹیریا ہوتے ہیں۔

☆جین مذہب ہنسہ اور تکلیف دینے کے خلاف ہے لیکن وہ انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے میں آنے والی رکاوٹوں کا کوئی حل نہیں بتاتا مثلاً جن علاقوں میں صرف مچھلی کھا کر ہی زندہ رہا جا سکتا ہے اس علاقہ کا جین مذہب اختیار کرنے والا تو بھوکا مر جائے گا۔ جین مذہب کے مطابق دہی اور سرکہ میں بھی جیو اور جاندار ہوتے ہیں انہیں بھی نہیں کھا سکتا۔ جین مذہب بھی بدھ مذہب کی طرح نجات دہندہ کو نہیں مانتا، وہ انسان کے اعمال کو ہی نجات تسلیم کرتا ہے

اور ترک دنیا کی دعوت دیتا ہے، پانچ قسم کی احتیاط یعنی سمیتاں بتاتا ہے اور دس کشناد ھرم۔ لیکن اسلام ایسا نظام زندگی لے کر آیا جو زندگی کے ہر پہلو کے لیے قوانین وضابطہ رکھتا ہے اور دنیا کے سامنے ایسا لائحہ عمل پیش کرتا ہے جو نرمی اور سختی اصلاح وتدبر، زجر وتوبیخ ہر طرح سے مفید نتیجہ اخذ کر لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ احکم الحاکمین کی حکمتِ الٰہیہ کی فضیلت ہے کہ اس نے اپنا رسول حکمت و دانائی والا بھیج کر اس زمین کو مامون بنایا، دنیا والوں کو ظلم وامن کے درمیان باریک سے باریک اسباب وعلل کو گرفت کر لینے کی تمیز پیدا کر دی۔

☆اسلام ہمیں حیا کی ایسی تعلیم دیتا ہے جو کسی بھی مذہب میں نہیں ملتی۔ جین مت میں ننگے رہنا ایک غیر اخلاقی اور غیر فطرتی عمل ہے۔

جین مت کا تنقیدی جائزہ

خدا کا تصور نہیں

جین مت مذہب میں خدا کی تصور نہیں ہے۔ جس مذہب کا یہ حال ہو کہ خدا ہی کے وجود کے منکر ہیں تو پھر کس سے نروان حاصل کرتے ہیں؟ کس ہستی کو راضی کرنے کے لئے مجاہدے کرتے ہیں؟ اگر ان کا مقصد وعقیدہ یہ ہے کہ بھوکا رہ کر نروان حاصل کر کے اگلے جنم میں اچھی زندگی مل سکتی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو یہ حساب رکھتی ہے کہ کس نے کس جنم میں کیا اعمال کئے تھے اور اب اسے کس حال میں رکھنا ہے۔

خدا کے منکر لیکن جنت ودوزخ کا عقیدہ بھی

ایک طرف تو جین مت خدا کے منکر ہیں اور دوسری طرف جنت ودوزخ کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر خدا نہیں تو کون سی ہستی ہے جو لوگوں کو اعمال کے سبب جنت اور دوزخ میں داخل کرتی ہے۔

بت پرستی اور عدم پرستی کا اختلاف

جین مت کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان میں بت پرستی اور عدم پرستی کا اختلاف ہے پہلے جینیوں نے مورتی پوجا کی پھر ہندوؤں نے اسے اپنایا۔ پھر مورتی پوجا کے رسم ورواج جینیوں نے ہندوؤں سے سیکھے۔ اس طرح بغیر عقلی یا نقلی ثبوت کے مورتی پوجا دیکھا دیکھی جین مت، بدھ مت اور ہندو مت کا جزو لاینفک بن گئی۔ لیکن ہر مذہب میں ایک نہ ایک فرقہ ضرور ایسا پایا جاتا ہے جو مورتی پوجا کا مخالف ہوتا ہے چنانچہ ستھانک واسی فرقہ جین سوتروں سے مورتی پوجا کے ثابت ہونے کا منکر ہے۔

مسلسل روزے رکھنا تادم وفات ایک خودکشی

جین مت میں مسلسل روزے رکھنا تادم وفات ایک خودکشی کا عمل ہے جو عقلاً درست نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں جینیوں کی اس رسم پر پابندی عائد کردی گئی تھی۔

★... تاؤمت ...★

تعارف

چین کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے مذاہب میں ایک مذہب تاؤازم بھی ہے جو ایک بڑے فلفی لاؤتزو سے منسوب ہے۔ان کا زمانہ چھٹی صدی قبل مسیح ہے۔ لیکن ان کی زندگی کے حالات کے بارے میں تاریخ مکمل طور پر خاموش ہے۔ کنفیوسشس مذہب کی روایات بتاتی ہیں کہ ان کی ملاقات کنفیوسشس سے بھی ہوئی تھی۔ بدھ مت اور کنفیوسشس ازم کی طرح یہ مذہب بھی اخلاقی اور فلسفیانہ نظام تھا۔ تاہم اس مذہب میں ان مذاہب کے برعکس خدائے واحد کا تصور زیادہ واضح ہے۔ لیکن مابعد کے تاؤازم میں دیوتاؤں کا تصور بھی شامل ہے۔

تاؤازم میں کنفیوسشس ازم اور بدھ مت کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔اس مذہب میں "تاؤ" کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔اس کے معنی "راستہ" ہے لیکن اس لفظ کے متعلق اس مذہب میں کئی مفہوم بیان کئے جاتے ہیں مثلاً خدا، آفاقی عقل، بے علت وجود، فطرت، سلامتی کی راہ، گفتگو کرنے کا انداز، اصول و قانون وغیرہ۔ وسیع تر مفہوم میں اس سے مراد وہ روح ہے جو کائنات کی ہر شے میں موجود ہے۔اسے Ultimate Reality بھی کہا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں اس مذہب کے پیروکار زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو بدھ مت اور کنفیوسشس ازم پر ایمان رکھتے ہیں اور اس مذہب کو بھی ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ اس مذہب کے پیروکاروں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق 2.7 ملین ہے۔

تاؤمت مذہب تاریخ

تاؤمت کو بیان کرنا انتہائی مشکل ہے۔اسے اس کی تاریخ اور چینی عوام پر اس کے اثرات کے حوالے سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اسے باقاعدہ عقائد اور رسومات کے ساتھ بحیثیت مذہب واضح طور پر اجاگر نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ اسلام اور عیسائیت کو بیان کیا جاسکتا ہے۔

روایتی اعتبار سے لاؤتزو کو تاؤمت کا بانی سمجھا جاتا ہے جس کا دور چھٹی صدی قبل مسیح تھا۔ اگرچہ تاؤمت کا بنیادی فلسفہ غالباً زیادہ قدیم ہے۔ لاؤتزو کے بارے میں بہت کم معلومات موجود ہیں اور بعض محققین کو شبہ ہے کہ وہ تاریخی ہستی تھا۔ روایات کے مطابق وہ کنفیوشس سے تقریباً پچاس برس پہلے پیدا ہوا اور کنفیوشسی تحریرات کے مطابق دونوں آپس میں ملے تھے۔ اس کا اصل نام لی پوہ یںگ تھا مگر اسے لاؤتزو (بوڑھا استاد یا بوڑھا لڑکا) کا خطاب احتراماً اس کے شاگردوں نے دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شورش انگیز دور میں جب امن وامان کی صورتحال بگڑ چکی تھی وہ چو سلطنت کے دربار میں شاہی دستاویزات کا محافظ تھا۔ وہ اس دربار کی مصنوعی زندگی سے تھک چکا تھا، لہٰذا اپنے عہدے سے دستبردار ہو گیا۔ مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے وہ چین کی شمال مغربی سرحدوں پر پہاڑی راستے پر پہنچا جہاں اس نے ملک چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ راستے کے محافظ نے اس دانا شخص کو پہچان لیا اور اسے ملک چھوڑنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، تاوقتیکہ وہ اپنی دانش کا لب لباب لکھ کر دے۔ لاؤتزو نیچے بیٹھ گیا اور تاؤ تے چنگ لکھی۔ یہ کتاب چھٹی صدی قبل مسیح میں لکھی گئی۔ کتاب مکمل کرنے پر اسے ملک چھوڑنے کی اجازت دے دی گئی اور دوبارہ وہ کبھی نظر نہ آیا۔ اس کہانی کی حقیقت کبھی ثابت نہیں ہو سکی۔

دینی کتب

تاؤ ازم کی دینی کتب "تاؤ تے چِنگ" (Tao Te Ching)، "ژُنگ زی" (Zhuangzi/Chuang-tzu)، "لائیزی" (Liezi/Lieh Tzu) اور "تاؤژنگ" (Daozang) ہیں۔ یہ کتابیں چوتھی قبل مسیح سے لے کر چودھویں صدی عیسوی تک کے عرصے پر محیط ہیں اور یہ کتابیں مختلف مصنفین کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ ان میں سے ابتدائی دو کتابیں اس مذہب کی بنیاد سمجھی جاتی ہیں۔

"زاؤتسو" یا "تاؤتی چنگ" تاؤمت کی زیادہ بنیادی مذہبی کتاب ہے۔ یہ ایک پیچیدہ کتاب ہے جس کو نہایت پر اسرار انداز میں لکھا گیا ہے جس کی متعدد تشریحات کی گئی ہیں۔ تاؤمت کے بنیادی تصور "تاؤ" کا عموماً ترجمہ راستہ کیا جاتا ہے۔ تاؤتی چنگ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

اس مذہب کی دینی کتاب مذہبی تحریر سے زیادہ فلسفے کا مختصر شاعرانہ بیان ہے۔ یہ نام تاؤمت اس کتاب کے عنوان "تاؤتی چنگ" سے لیا گیا ہے اور غالباً بہتر انداز میں اسے "راستہ" یا "فطرت کا راستہ" کے طور پر ترجمہ کیا جاتا

ہے۔ بظاہر اس مذہبی عنوان کے باوجود تاؤمت کے ابتدائی علماء اپنے عقائد میں محض مبہم طور پر ہی الٰہیات پسند تھے۔ تاہم عیسائیت کی ابتدائی صدیوں میں تاؤمت دیوتاؤں، پجاریوں، معبدوں اور قربانیوں سے لبریز مذہب میں بدل چکا تھا۔ جدید چین میں تاؤمت بنیادی طور پر جاہلیت، اوہام پرستی اور زندگی کو لمبا کرنے کی جادوئی کوششوں پر مشتمل ہے۔ فطرت کا فلسفہ، ایک مذہب، جادوئی عملوں کا نظام، تاؤمت یہ سب کچھ ہے۔

عقائد و نظریات

تاؤ کے مطابق انسان کے لئے سب سے اچھا راستہ یہ ہے کہ وہ فطرت سے ہم آہنگ ہو کر زندگی گزارے۔ یہ لوگ رہبانیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ایک اچھی اور سادہ زندگی بسر کرنا ان کے مذہب کا بنیادی اصول ہے۔ ابتداء میں تاؤمت کے ماننے والے صرف دیویوں پر یقین رکھتے تھے لیکن بعد ازاں اس مذہب میں لاؤتزو اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی بھی پرستش کی جانے لگی۔ اس کے علاوہ تاؤمت کے لوگ مظاہر فطرت کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ اس مذہب کی دینی علامت "ینگ ینگ" کہلاتی ہے جو دو فطرت میں متضاد جنس (نر و مادہ) کی نمائندگی کرتی ہے۔

...باب چہارم: چھوٹے درجے کے مذاہب...

زرتشت، مجوسی

مانویت

شیطان پرستی

وغیرہم

★...زرتشت...★

تعارف

زرتشتیت یا زرتشزم ایک قدیم مذہب اور فلسفہ ہے جو کہ چھٹی صدی قبل مسیح کی شخصیت "زرتشت" (Zoroaster) سے منسوب ہے۔ زرتشت قدیم ایران کا مفکر اور مذہبی پیشوا آذر بائیجان کے مقام گنج میں پیدا ہوا۔ جوانی گوشہ نشینی، غور و فکر اور مطالعے میں گزاری۔ سات بار بشارت ہوئی جس کی بنا پر اس نے گمان کیا کہ اللہ عزوجل نے اسے نبی بنادیا ہے۔ اس نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ تیس برس کی عمر میں خدائے واحد کے وجود کا اعلان کیا لیکن وطن میں کسی نے بات نہ سنی۔ ابتدائی طویل سالوں میں اسے بہت کم کامیابی ہوئی، پہلے دس سالوں میں اس کے حلقہ عقیدت میں صرف ایک شخص داخل ہوا۔ اپنے آبائی وطن میں اپنی دعوت کی کامیابی سے مایوس ہو کر اس نے مشرقی ایران کا سفر اختیار کیا وہاں صوبہ خراسان کے شہر کشمار میں اس کی ملاقات دستاسپ سے ہوئی جو وہاں کا حکمران تھا، پہلے اس بادشاہ کے وزیر کے دو لڑکے اور اس کی ملکہ اس کے معتقد ہو گئے، بعد ازاں حکمران نے بھی اس کا مذہب قبول کر لیا۔ گستاسپ اس کا دست راست ثابت ہوا اس کی وجہ سے اس مذہب کو ترقی اور عروج ملا۔ اسی دوران وسط ایشیا کے تورانیوں نے ایران پر حملے شروع کر دیے۔ ایک روایت کے مطابق تورانیوں اور زرتشتیوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ جدید سبزوار کے قصبہ کے مغرب کی طرف ایک میدان میں لڑی گئی۔ تورانیوں نے جب دوسری مرتبہ حملہ کیا تو زرتشت جو اپنی عزت و ناموری کے عروج پر تھا بلخ کے مقام پر قتل کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ زرتشت قربان گاہ پر اس وقت مارا گیا جب اس کے گرد اس کے پیروکاروں کا کثیر مجمع تھا۔

کوروش اعظم اور دارا اعظم نے زرتشتی مذہب کو تمام ملک میں حکماً رائج کیا۔ ایران پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد یہ مذہب بالکل ختم ہو گیا۔ عربوں نے ایران فتح کیا تو ان میں سے کچھ مسلمان بن گئے، کچھ نے جزیہ دینا قبول کیا اور باقی (آٹھویں، دسویں صدی عیسوی کو) ترک وطن کر کے ہندوستان آ گئے۔

اس مذہب کے ماننے والوں کو پارسی اور مجوسی کہا جاتا ہے۔ زرتشتیت کا وجود ایران، آذربائیجان، بھارت، پاکستان اور اس کے ارد گرد کی ریاستوں میں ہے۔ نیز دنیا کے دیگر خطوں میں بھی یہاں سے ہجرت کر جانے والے پارسیوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ زرتشت آج ایک لاکھ پچاس ہزار پیروکاروں کا ایک چھوٹا سا مذہب ہے۔

زرتشت مذہب کی تاریخ

اس مذہب کی تاریخ جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس مذہب کے ظہور سے پہلے ایران اور اس کے قرب و جوار کی مذہبی حالت کا جائزہ لے لیں تاکہ اس مذہب کی پیدائش کا پس منظر واضح ہو سکے۔ زرتشت (583 قبل مسیح: 660 قبل مسیح) سے قبل ایران میں کوئی خاص مذہب رائج نہ تھا بلکہ یہاں مظاہر پرستی اور مشرکانہ مذاہب کی مختلف صورتیں رائج تھیں۔ یہاں وسط ایشیاء سے ہجرت کر کے آنے والی قوم آریا آباد تھی اور ان کا مذہب مشرکانہ تھا۔ حیوان، سورج، چاند، آگ، پانی، ہوا، سیارے، آباؤ اجداد اور قبائل دیوتاؤں کو پوجنے کا عام رواج تھا۔ یہ تقریباً ویسا ہی مذہب تھا جو اس دور میں ہندوستان میں رائج تھا۔

زرتشت کے زمانے کا درست اندازہ تو نہیں لگایا جا سکا تاہم ماہرین کا خیال ہے کہ زرتشت کا زمانہ چھٹی صدی قبل مسیح کا ہے۔ روایات کے مطابق وہ آذربائیجان میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام "پورشاسپ اسپیتما" تھا اور والدہ کا نام بعض تواریخ میں "دگدو" اور بعض میں "اسان" ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بچپن کے حالات دینی کتابوں سے واضح نہیں ہوتے۔

بعض مؤرخین نے یہ لکھا ہے زرتشت کے پیدائش کے وقت ایران کے بڑے بڑے کاہن سخت پریشان ہوئے اور اسے قتل کرنے کی تدابیر سوچنے لگے چنانچہ ایک مرتبہ زرتشت کو جلتی آگ میں پھینک دیا گیا لیکن وہ بچ گئے۔ اس کے بعد جانوروں کے پاؤں کے تلے روندنے کی کوشش کی گئی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ اسے بھیڑیوں کے غار میں اکیلا چھوڑ دیا گیا۔

ایام طفولیت گزر جانے کے بعد جب زرتشت نے عہد شباب میں قدم رکھا تو اپنے علاقے کے ایک بڑے حکیم و دانش مند ''برزا کرزا'' سے تعلیم حاصل کی اور ایک سال کے مختصر سے عرصے میں مختلف علوم و فنون مثلاً مذہب، زراعت، گلہ بانی اور جراحی وغیرہ سیکھ لئے لیکن ان چیزوں کی طرف اس کی توجہ بہت کم اور خدمت خلق کی طرف بہت زیادہ رہی جبکہ اس کے والدین کی خواہش تھی کہ زرتشت بھی گلہ بانی کا پیشہ اختیار کرے۔

وہ جوانی میں اپنے آبائی مذہب سے غیر مطمئن تھے۔ وہ انسان سے متعلق کئی اہم مسائل پر غور و فکر کیا کرتے تھے لیکن انہیں اپنے سوالوں کا کوئی جواب نہیں مل سکا۔ بیس سال کی عمر میں وہ کسی پہاڑ میں گوشہ نشین ہوگئے۔ زرتشت مذہب والوں کا کہنا ہے کہ ایک مدت کے بعد انہیں معراج آسمانی نصیب ہوا اور انہیں وہ مقدس کلمات الہام ہوئے جو ان کی تعلیمات کا مجموعہ ''گاتھا'' کی بنیاد ہیں۔ گاتھا وہ نظمیں ہیں جو زرتشت سے منسوب کی جاتی ہیں۔

(مجوسیوں کے بقول) وحی الٰہی سے منور ہونے کے بعد زرتشت نے پیغمبرانہ کوششوں کا آغاز کر دیا۔ زرتشت نے کائنات میں جاری خیر اور شر کی کشمکش کو اپنی دعوت کا خاص موضوع بنایا۔ انہوں نے متضاد جوڑوں جیسے خیر اور شر، روشنی اور تاریکی، نیکی اور بدی کی صورت میں اپنا فلسفہ بیان کیا۔ زرتشت نے یہ اعتقاد پختہ کر لیا کہ خدا ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔ ایک خدائے خیر خیر پیدا کرتا ہے اور دوسرا خدائے شر، شر کو پیدا کرتا ہے۔ گویا خیر کا خالق کوئی اور ہے اور شر کا خالق کوئی اور۔

خدائے خیر اور خدائے شر کی تفریق کرنے کے بعد زرتشت نے ان دونوں کے الگ الگ نام رکھے چنانچہ خدائے خیر کو اس نے ''اھورامازدا'' کے نام سے موسوم کیا اور خدائے شر کو ''اینگرو مینو'' کا نام دیا۔ زرتشت خدائے خیر کی عبادت کرتا تھا اور اینگرو مینو کو شیطان تصور کرتا تھا۔

ایران میں اس وقت مظاہر پرستی عام تھی۔ زرتشت نے لوگوں کو مظاہر پرستی، آتش پرستی سے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن عوام کے دلوں اور ذہنوں میں یہ چیزیں اتنی راسخ ہو چکی تھیں کہ انہوں نے زرتشت کی باتوں کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ دس سال تک کی تبلیغ کے بعد بھی انہیں خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ آخر کار زرتشت کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ عوام میں اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے کی بجائے حکمران وقت کو سمجھانا چاہئے تاکہ اس کی سرپرستی

میں تبلیغ کی جاسکے چنانچہ اس کے بعد زرتشت بلخ کے بادشاہ گستاشپ کے پاس اپنا پیغام لے کر گئے۔ بادشاہ کے درباری علماء نے زرتشت سے مناظرہ کیا جس میں زرتشت نے اپنے مذہب کے دلائل کے ساتھ اس وقت کے مروجہ مذہب کو باطل ثابت کر دیا۔ بادشاہ نے ان کا مذہب قبول کر لیا اور اس کے بعد یہ مذہب تیزی سے ترقی کرنے لگا۔ ایک بڑی تعداد میں ان کے مخالفین کے باوجود ان کا مذہب ایران کے ایک بڑے حصے تک پھیل گیا۔ اسی اثناء میں اس وقت کی ایک سلطنت توران اور ایران کے مابین جنگ شروع ہو گئی اور ایک تورانی نے موقع پا کر زرتشت کو قتل کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریبا 77 سال تھی۔

زرتشت کی وفات کے بعد ان کے مذہب کی جو صورت حال رہی اس کے بارے میں تاریخی تسلسل کئی جگہوں سے منقطع ہے۔ زرتشت مذہب مشرقی ایران سے ہوتے ہوئے کچھ ہی عرصے میں ایران کے مغربی حصے میں پہنچا۔ ایران کا یہ علاقہ سیاسی وتہذیبی اعتبار سے متاثر کن حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں کے مذہبی طبقے "مغ" نے اس مذہب کو قبول کر لیا۔ مغوں کی حیثیت وہی ہے جو ہندوستان میں برہمن کی ہے۔ مغوں کے قبول زرتشت سے زرتشت مذہب کی سرکردگی اس طبقے کے ہاتھ آئی اور انہوں نے اسے اپنی قدیم روایات اور عقائد کے ساتھ پیش کیا۔ مورخین نے مغوں کی جو مذہبی خصوصیات لکھی ہیں وہ سبھی زرتشت مذہب کا حصہ بنتی گئیں۔

ایران کی بڑی سلطنت ہخامنشی کے حکمران بھی اسی مذہب کے پیروکار تھے۔ زرتشت کی تعلیمات پر مبنی کتابوں میں ہمیں توحید کا تصور اور کثرت پرستی کی تردید انتہائی واضح الفاظوں میں ملتی ہے۔ لیکن ہخامنشی کے دور کی جو کتب دریافت ہوئی ہیں ان میں آگ کی تعظیم اور دیوتاؤں کی حمد وثناء کا ذکر عام ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا تصور جو زرتشت نے قائم کیا تھا ایران کے قدیم مذہب کے اثرات کے آگے زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکا۔ ہخامنشی سلطنت کے آخری دور میں اس مذہب میں بہت سے عوامی رجحانات اور ایران سے قدیم مذہب کے اثرات داخل ہو چکے تھے۔ چنانچہ زرتشت کی دینی کتاب "اوستا" کا وہ حصہ جو اس دور کے مذہب کی ترجمانی کرتا ہے، قدیم منظومات کے برعکس کئی دیوتاؤں کے ذکر سے پُر ہے۔ قربانی، سوم رس (مقدس مشروب) اور دیگر رسومات میں بھی زرتشتیت اور قدیم مذہب میں زیادہ فرق نہیں رہا تھا۔

BC330 میں ہخا منشی سلطنت کا خاتمہ سکندر اعظم کے ہاتھوں ہوا اور ایران میں یونانی حکمرانوں کا تسلط قائم ہوا۔ سکندر اعظم نے اس دور میں عظیم لائبریری "پرسپولس" کو بھی تباہ کر دیا تھا جہاں زرتشت مذہب کی دینی کتابیں محفوظ کی گئیں تھیں۔ اس کے بعد ایک طویل عرصے تک ایرانی تہذیب یونان کی مرہون منت رہی اور ایرانی تہذیب یونانی تہذیب سے بہت متاثر ہوئی۔ اس دور کے بعد زرتشت مذہب کی تاریخ کا بڑا حصہ نامعلوم ہے۔ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ اس دور میں زرتشت مذہب میں ہمیں کئی ایسے یونانی دیوتاؤں کا وجود ملتا ہے جو اس سے پہلے زرتشت مذہب میں نہیں تھے۔

BC247 میں اشکان اول نے یونانی سلطنت کا خاتمہ کر کے "پارتھیا" سلطنت قائم کی۔ پارتھیا سلطنت کے حکمرانوں کا مذہب بھی زرتشتیت تھا۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے مذہب کی ترویج یا تنظیم نو کے لئے اقدامات کئے ہوں گے، تاہم یہ یقینی ہے اس سلطنت کے آخری زمانے کے بادشاہ ولاش کیم نے اوستا کو مرتب کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس اوستا کی تاریخ میں کوئی معلومات نہیں ہے۔

یہ سلطنت Ce224 میں زوال کا شکار ہوئی اور ساسانی خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ ساسانی حکومت نے اپنے دور میں زرتشت مذہب کے استحکام اور ترقی کے لئے کئی اہم اقدامات کئے، زرتشت کی دینی کتابیں جو مختلف حصوں میں روایۃً موجود تھیں، اسے اکٹھا کیا گیا اور دینی کتاب "اوستا" مرتب کی گئی۔ مذہبی و معاشرتی امور میں عوام کی رہنمائی کے لئے مذہبی رہنماؤں کا بھی ایک نیٹ ورک قائم کیا گیا جس کے مطابق عوام کے سب سے قریب مذہبی طبقہ مغ تھا جن کا کام شرعی حکم صادر کرنا، مذہبی رسوم کی ادائیگی، صلاح و مشورے دینا اور لوگوں کے باہمی جھگڑوں کو سلجھانا تھا۔ عبادت کے لئے آتش کدے قائم کئے گئے تھے جس کے سربراہ کو "مغانِ مغ" کے معزز لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ہر ضلع کے لئے ایک رہنما مقرر تھا جسے "موبد" کا لقب دیا جاتا تھا۔ جبکہ تمام موبد کے سربراہ کو "موبدانِ موبد" کہا جاتا تھا جسے مذہب و شریعت کی تشریح میں اتھارٹی حاصل ہوتی تھی۔ نماز ادا کرانے کے لئے ایک مخصوص عہدہ ہوتا تھا جس کو "ہیربذ" (خادم النار) کہا جاتا تھا۔ فقہی مسائل میں لوگوں کی رہنمائی جن مذہبی ماہرین کے ذمے تھی انہیں "دستور" کہا جاتا تھا۔ ساسانی خاندان کا یہ دور زرتشت مذہب کا سنہرا دور کہلاتا ہے۔ اسی دور میں زرتشت

مذہب ایران کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ اس دور میں ایران کی ایک عظیم تہذیب کھڑی ہوئی جو اپنے دور کی دیگر رومی، ہندوستانی اور چینی تہذیب سے کم نہ تھی۔

زرتشت کی تنظیم نو کا یہ عمل مختلف ادوار میں ہوتے ہوئے شاپور اول (r.240-242CE) کے دور تک چلتا رہا۔ اس زمانے میں ثنویت پسند مکتب فکر غالب آچکا تھا اور وہ دینی کتابیں جو اس دور میں علماء کے حافظوں کی مدد سے پہلوی زبان میں مرتب کی گئیں اس میں ثنویت پسندی کا رجحان غالب رہا۔ ثنویت سے مراد خیر و شر کے دو خدا اہورامزد (خیر) اور اہرمن (شر) کا وجود ہے۔

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی ایک بڑی طاقت اسلام کا ظہور ہوا۔ اس دور میں ایران میں خسرو پرویز (r.590-628/6H) کا اقتدار ختم ہوا تھا۔ اس کے بعد ایران کو کئی مسلم فاتحین کا سامنا کرنا پڑا جس میں انہیں ناکامی ہوئی اور ایران مسلمانوں کی زیر نگیں آگیا۔ مسلمانوں نے یہاں زرتشت مذہب کے پیروکاروں کو مذہبی آزادی دی اور یہ لوگ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں اپنے عقائد پر قائم رہ سکتے تھے۔ لیکن ایران میں اسلام کے بعد زرتشت مذہب کا چراغ بالکل بجھ گیا اور ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کرلیا۔ سوائے ایک قلیل گروہ کے ایران میں زرتشت مذہب ختم ہوگیا۔ CE900 کے لگ بھگ ایران اور اس کے گردونواح میں باقی رہ جانے والے زرتشت پیروکار ہندوستان ہجرت کر گئے جہاں انہیں مخصوص شرائط کے ساتھ گجرات میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی۔ یہاں یہ لوگ پارسی (فارسی کہلائے) کہلائے۔ ہندوستان میں پارسیوں نے کئی دینی کتابوں کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا اور اپنے مذہب پر خاصہ کام بھی کیا جس کے نتیجے میں ان کے ہاں ایک علم الفقہ کا ایک بڑا دفتر تیار ہوگیا۔ سترہویں صدی عیسوی میں جب یورپی اقوام نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو یہاں پارسیوں نے ان کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرلیے اور جلد ہی پارسی معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوگئے۔

دینی کتب

زرتشت مذہب کی مقدس کتب ہیں لیکن کوئی ایک بھی ایسی مستند کتاب نہیں جو زرتشت سے ثابت اور تحریف سے پاک ہو۔ قدیم زرتشتی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زرتشت نے 30 کتابیں لکھیں۔ ہر ایک پر لاکھ

فقرے تھے یہ کتابیں گائے کی کھالوں پر لکھی گئیں۔ سکندر یونانی نے حملے کے وقت ان کھالوں کو جلادیا۔ ان میں صرف گاتھا ہی بچی رہ گئی۔

مستند کتاب ''اوستا'' کہلاتی ہے جسے الہامی کہا جاتا ہے۔ زرتشت مذہب کی بنیاد اسی کتاب پر ہے اور مذہبی رسوم میں بھی اسی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ لیکن اوستا کے علاوہ بھی کئی ایسی کتابیں ہیں جو اس مذہب کا اہم ماخذ سمجھی جاتی ہیں۔

زرتشت مذہب کی دینی کتب کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆**زند آوستا(Zend Avesta)**: زرتشت مذہب کی دینی کتاب کو ''آوست'' کہا جاتا ہے جس کا معنی اصل متن کے ہیں اس کو ''زند آوستا'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو ہندو آوست بھی کہا جاتا ہے۔ زند کے معنی شرح کے ہیں۔ جس کا بعد میں اضافہ کیا گیا۔ اس طرح یہ کتاب زندہ آوست کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ مجموعہ کتب 12 صحائف پر مشتمل ہے، جن میں سے اب صرف گاتھا محفوظ رہ گئی ہے۔ زند کی زبان ''پہلوی'' اور قدیم ایرانی زبان ہے۔

زرتشت مذہب کی اس کتاب کو ساسانی بادشاہ ''شاہ پور دوم'' کی زیر نگرانی چوتھی صدی عیسوی میں پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا لیکن یہ بھی زمانے کی تحریفات سے محفوظ نہ رہ سکی اور بعد میں آنے والے لوگوں نے اس میں اضافے کئے۔

زرتشت کی موت کے ڈھائی سو سال بعد 331 قبل از مسیح میں سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا اور زرتشتی مذہب کی کتب کو نظر آتش کر دیا۔ زرتشتی علماء پہاڑوں میں جا چھپے۔ جب اس مذہب کا دوبارہ احیاء ہوا تو پروہتوں نے اپنے حافظے سے کتب مدون کیں۔ اس طرح لازما ان کتب میں تحریف و ترمیم ہوئی ہو گی۔ بعد میں کتب زندی اور پہلوی دونوں کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کتب کی تعداد و زبان اور زمانہ تدوین کے متعلق اس قدر شدید اختلافات پائے جاتے ہیں کہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ موجودہ کتب غیر محرف ہیں۔

اوستا جناب زرتشت کے اقوال اور اس دور کے حالات پر مبنی ہے۔ بائبل کی طرح یہ کتاب بھی کئی ادوار پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے بنیادی طور پر پانچ حصے ہیں:

(1۔ یستا) اس حصے میں قربانی کی دعائیں اور تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس میں قربانی کی دعائیں اور گیت ہیں جو زرتشتی راہنما عبادت اور قربانی کے بعد پڑھتے ہیں۔

(2۔ گاتھا) اس حصے میں مذہبی معلومات کو قصائد کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حصہ زرتشت کی خود اپنی تصنیف ہے اسی وجہ سے اس میں شرکیہ باتوں کا اضافہ نہیں ہو سکا۔ اس کے برخلاف دوسرے حصوں میں دیوی اور دیوتاؤں کی تعریفات کی بھرمار ہے۔

(3۔ وسپرڈ) یہ حصہ خدا کی حمد و ثنا پر مشتمل ہے۔ اس میں یزداں کے خدا کے شریکوں کا ذکر کیا ہے۔

(4۔ وندیداد) اس حصے میں شیطانی اور خبیث روحوں سے مقابلہ کرنے کی تدابیر بیان کی گئی ہیں۔

(5۔ ایشٹ) یہ حصہ 21 بھجنوں پر مشتمل ہے۔ جس میں ملائکہ اور قدیم ایرانی شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

زرتشت مذہب کی ایک کتاب "دین کرد" کے مطابق آوستا میں اور بھی کئی حصے تھے لیکن وہ حصے اب دستیاب نہیں ہیں۔ موجودہ آوستا کہاں سے نقل کی گئی ہے اس بارے میں بھی کوئی حتمی رائے نہیں ہے۔

☆**دساتیر:** اوستا کے بعد پارسیوں کے ہاں دوسری دینی کتاب "دساتیر" مانی جاتی ہے۔ پارسیوں کے نزدیک یہ کتاب پندرہ صحائف پر مشتمل ہے جو پندرہ مختلف وخشور (پیغمبروں) سے منسوب ہے۔ روایات کے مطابق ان پیغمبروں کا تعلق قدیم دور سے تھا۔ اس کتاب میں توحید اور مظاہر پرستی دونوں کی تعلیمات ملتی ہیں۔

☆**شاہنامہ:** شاہنامہ کے معنی "شاہ کے بارے میں" ہے۔ یہ کتاب اگرچہ فارسی زبان کے ادبی سرمائے سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن زرتشت مذہب میں بھی اس کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اس کی وجہ اس کتاب میں مذکور ان شخصیات کا تذکرہ ہے جنہیں زرتشت مذہب کے پیروکار بھی خدا کے نیک بندے مانتے ہیں۔ یہ کتاب ایک شاعرانہ تصنیف ہے جو فارسی کے ممتاز شاعر فردوسی (CE1020-940) نے لکھی۔ اس شعری مجموعے میں قدیم ایران (فارس) سے لے کر اسلامی سلطنت کے قیام تک کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مجموعہ تقریباً 60,000 سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔

☆**دین کرد (Denkard):** موجودہ زرتشت کی ایک اہم کتاب ہے جو اوستا کا خلاصہ ہے۔ اس میں مذہب زرتشت کے عقائد و رسوم بیان کئے گئے ہیں۔ موجودہ زرتشت کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت

رکھتی ہے۔ اس کتاب میں اوستا کی کئی ایسی کتابوں کا ذکر ہے جو آج دستیاب نہیں ہے۔ یہ کتاب نویں صدی عیسوی میں کئی مصنفین نے مرتب کی۔ دین کرد کل 9 کتابوں (نسک) پر مشتمل تھی لیکن اس کی ابتدائی کتابیں اول، دوم اور سوم کا کچھ حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کا اصلی نسخہ اب دستیاب نہیں ہے۔

زرتشت کے عقائد

☆**توحید یا ثنویت(Dualism):** زرتشت سے منسوب اوستا کے قدیم حصے گاتھا اور دساتیر میں موجود تعلیمات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت نے خدا کے متعلق تعلیم دی لیکن ایک واحد خدا کا تصور نہیں بلکہ دو خداؤں کا تصور دیا۔ اس تصور کے مطابق دنیا کا خالق ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔ ایک وہ جس نے تمام مفید اور نفع بخش اشیاء پیدا کیں، خیر کے خالق اس خدا کو "اہورامزدا" کہتے ہیں۔ اس کے مقابل دوسرا خالق وہ ہے جس نے تمام مضر اور تکلیف دہ امور تخلیق کئے اور خدائے شر قرار پایا۔ اس خدا کو "اہرمن(Angra Mainyu)" کہا جاتا ہے۔ زرتشت کے بعد ان کے پیروکاروں میں مشرکانہ مذہب فروغ پا گیا۔ موجودہ زرتشت مذہب کی بنیاد ثنویت ہے۔

☆**ایشا پینتا:** گاتھاؤں میں ہمیں چھ ہستیوں یا صفات کا ذکر ملتا ہے جنہیں ایشا پینتا یعنی غیر فانی کہا جاتا ہے۔

1۔ وُہومنا۔ نیک خیال

2۔ آشاوہشا۔ صداقت

3۔ خشتراویریہ۔ مکمل اختیار

4۔ سپنتاامریتی۔ عقیدت اور اخلاص

5۔ ہوروتات۔ بے عیبی

6۔ امریتات۔ بقائے دوام

ان میں سے اول الذکر تین ہستیاں مونث (مادہ) خیال کی جاتی ہیں۔ دینی کتابوں اور پارسیوں کے عقیدے کے مطابق یہ چھ ہستیاں خدائے خیر اہورامزدا کے ساتھ ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان سپنتوں کو فرشتوں کا سردار اور بعض کے نزدیک اسے اہورامزدا کی صفات سمجھا جاتا ہے۔ گاتھاؤں کی ان سپنتوں کے حصول کی دعائیں بھی ملتی ہیں

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دینی کتاب کے مطابق یہ دراصل خدا کی صفات ہیں۔ تاہم زرتشت مذہب میں ان چھ صفتوں کے باقاعدہ جسم مانے گئے ہیں۔

☆**یزداں(Yazata)**: پارسیوں کے ہاں ہمیں بعض ایسی روحانی ہستیوں کا بھی ذکر ملتا ہے جو یہودیت میں ملائکہ جیسی ہستیوں کی طرح معلوم ہوتی ہیں۔ زرتشت مذہب میں یہ ہستیاں یزداں کہلاتی ہیں۔ زرتشتی عقائد کے مطابق یہ ہستیاں کائنات کے نظام کو چلانے کے لئے اہورامزدا نے تخلیق کی ہیں۔ ان میں اکثر نام وہیں ملتے ہیں جو زرتشت مذہب سے قبل بابل اور ایران کے قدیم مشرکانہ مذاہب میں دیوتاؤں کے نام تھے۔ ان یزداں میں کئی نسوانی صفات کے بھی حامل ہیں۔ دیگر مذاہب میں انہیں دیوتا کہا جاتا ہے۔

☆**حیات بعد الموت**: پارسیوں کے ہاں حیات بعد الموت کے عقیدے کے متعلق اوستا میں تفصیل ملتی ہے جہاں زرتشت اور خدا تعالیٰ کے مابین ہونے والا مکالمہ درج ہے۔ اس کے مطابق نیک آدمی کی روح مرنے کے بعد تین دن تک گاتھا پڑھتی رہتی ہے اور اس کے بعد نورانی ہیئت اختیار کر جاتی ہے، اسے خوشبودار ہوا ملتی ہے، جس سے ایک خوبصورت دوشیزہ پیدا ہوتی ہے۔ اس دوشیزہ کی راہنمائی میں وہ روح ایک پُل پار کر کے جنت تک پہنچ جاتی ہے۔ جبکہ بدکردار انسان کی روح کی انتہائی تکلیف ملتی ہے اور اسے بدبودار ہوا ملتی ہے۔ اس ہوا سے ایک بدصورت بڑھیا پیدا ہوتی ہے جس کی راہنمائی سے وہ ایک پُل پار کرتے ہوئے اوندھے منہ جہنم میں گر جاتا ہے۔

یاسنا کے مطابق ہر شخص کو مرنے کے بعد ایک پُل "چنیود" سے گزرنا ہوگا جو کہ تلوار سے زیادہ پتلا ہوگا۔ اس پُل سے گزر کر نیک اور بد اپنے اپنے ٹھکانے یعنی جنت اور جہنم میں جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی اوستا میں یہ تصور بھی ملتا ہے کہ دو فرشتے انسان کے اعمال کا اندراج کرتے ہیں جو ایک عظیم عدالت میں تولے جائیں گے۔ یہ تصور زرتشت سے ملا ہے یا پارسیوں نے دیگر مذاہب سے لیا ہے اس کے متعلق کوئی تحقیق سامنے نہیں آئی۔

☆**شاہ**: شاہنامہ میں ہمیں معتبر ہستیوں کا ذکر ملتا ہے جنہیں شاہ کا لقب دیا گیا ہے۔ عام معنوں میں شاہ سے مراد "بادشاہ" ہے لیکن اس کتاب میں ان شخصیات کے متعلق جو باتیں منسوب ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی

عام انسان نہ تھے۔ شاہنامہ اور زرتشت کے عام عقیدے کے مطابق گیومرث (Keyumars) زمین پر پہلے انسان تھے۔ گیومرث کا ذکر زرتشت کی کتابوں میں ملتا ہے۔ گیومرث کے علاوہ بھی کئی دیگر شخصیات کا ذکر ملتا ہے۔

☆**دوخدا:** مجوس ایک خدا کے بجائے دو خدا مانتے ہیں، ایک خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اس کو یزدان کہتے ہیں، دوسرے خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہر برائی اور شر کو پیدا کرتا ہے، اس کا نام اہرمن رکھتے ہیں۔ اس کا دعویٰ تھا کہ کائنات میں دو طاقتیں (یا دو خدا) کارفرما ہیں۔ ایک اہورامزدا (یزداں) جو خالق اعلیٰ اور روح حق وصداقت ہے اور جسے نیک روحوں کی امداد و اعانت حاصل ہے۔ اور دوسری اہرمن جو بدی، جھوٹ اور تباہی کی طاقت ہے۔ اس کی مدد بدروحیں کرتی ہیں۔ ان دونوں طاقتوں یا خداؤں کی ازل سے کشمکش چلی آرہی ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ جب اہورامزدا کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے تو دنیا امن و سکون اور خوشحالی کا گہوارہ بن جاتی ہے اور جب اہرمن غالب آجاتا ہے تو دنیا فسق وفجور، گناہ و عصیاں اور اس کے نتیجے میں آفات ارضی وسماوی کا شکار ہو جاتی ہے۔ پارسیوں کے اعتقاد کے مطابق بالآخر نیکی کے خدا یزداں کی فتح ہوگی اور دنیا سے برائیوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک یزداں خدا ازلی قدیم ہے اور اہرمن بعد میں پیدا ہوا۔

☆**زرتشت مذہب کے بنیادی اصول:** زرتشتی مذہب کے تین بنیادی اصول ہیں۔ گفتار نیک، پندار نیک، کردار نیک۔

☆**آگ کے متعلق عقیدہ:** اہورامزدا کے لیے آگ کو بطور علامت استعمال کیا جاتا ہے کہ کیوں کہ یہ ایک پاک وطاہر شے ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک وطاہر کرتی ہے۔ زرتشت نے معبدوں (یعنی بتوں) کے سامنے آگ جلائی تاکہ اس کے سامنے پوجا کی جاسکے۔ رفتہ رفتہ صرف آگ ہی عبادت کا محور بن کر رہ گئی اور یوں پارسی آتش پرست بن گئے۔

مجوسی آگ کی پرستش کرتے ہیں اور یہ ہر وقت اس آگ کو جلائے رکھتے ہیں، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو بجھنے نہیں دیتے۔ کہا جاتا ہے مذہبی پیشوا زرتشت کی جلائی ہوئی آگ ہزاروں سال تک جلتی رہی اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو خود بخود بجھ گئی۔

ہر پارسی کا یہ روحانی فرض ہے کہ کائنات کے تمام اجزائے ترکیبی کو خالص رکھیں چاہے وہ مٹی ہو، ہوا ہو پانی ہو یا آگ۔ ان کے نزدیک مقدس آگ وہ پاک آگ ہے جس نے کسی مردہ انسان یا کتے کو نہیں چھوا ہو، نہ ہی کسی انسانی مقصد مثلاً کھانا پکانے کے لئے اسکو استعمال کیا گیا ہو۔ باربی کیو کے لئے لگائی گئی آگ درحقیقت محض ایک آگ ہے پاک اور مقدس آگ نہیں۔ ایک پاک آگ، معبد کی آگ صرف اک مخصوص مقصد اور مذہبی علامت کے طور پر موجود ہوتی ہے۔ اس طرح یہ پاک قرار پاتی ہے اور مختلف رسومات کے ذریعے آگ کے تین درجوں کا تعین کیا جاتا ہے۔

☆**زرتشت ایک غیر تبلیغی دین:** یہودیوں کی طرح پارسی مذہب بھی غیر تبلیغی ہے۔ یہ لوگ نہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں اور نہ ان کے ہاں شادی کرتے ہیں۔

عبادت

عقیدہ ثنویت نے اس بات کا احسان دلایا ہے کہ انسان چاروں طرف تاریکی میں گھرا ہوا ہے، اس سے خود کو محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ آھورمزداں کی عبادت کی جائے اور خالق شر سے خود کو محفوظ رکھا جائے۔ اس مذہب میں خالق شر کی عبادت کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ اس میں مورتیوں اور بتوں کے لئے بھی کوئی گنجائش نہیں، صرف ایک چیز عبادت کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے وہ آگ ہے۔

مجوسیوں کے ہاں عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صندل کی لکڑی سے آگ جلاتے ہیں اور اس آگ کے سامنے اپنے دینی کلمات پڑھتے ہیں۔ مجوسیوں کے مطابق یہ عبادت آتش پرستی نہیں بلکہ وہ آگ کو یزدانی قوت کی علامت بتاتے ہیں۔ آگ کے سامنے عبادت کا یہ طریقہ ایران کے قدیم مذہب سے چلا آرہا ہے۔ عام طور پر یہ عبادت اکیلے ہی کی جاتی ہے البتہ خاص تہواروں کے موقع پر اجتماعی عبادت کا بھی رواج ہے۔ دینی کتاب بالخصوص گاتھاؤں کی تلاوت بھی ثواب کا موجب سمجھی جاتی ہے۔ یہ آگ وہ پجاری جلاتے ہیں جنہیں اس مقصد کے لئے خصوصی تربیت دی گئی ہو اور وہ اپنے چہروں پر ماسک پہنتے ہیں تاکہ مقدس شعلوں کو ان کی سانس آلودہ نہ کرسکے۔ سال میں خصوصی مواقع پر زرتشتی آگ کے معبد کی زیارت کرتے ہیں، صندل کے ڈھیر نذر کرتے اور مقدس آگ کی راکھ حاصل کرتے ہیں۔

ایک خاص عبادت یاسنا کہلاتی ہے۔ یہ اسی قسم کی عبادت ہے جو ہندوؤں کے ہاں یجنا کہلاتی ہے۔ مجوسیوں کے ہاں یاسنا چھ سپنتوں کے لئے ادا کی جاتی ہے۔ یہ سال کے مخصوص ایام (تہواروں) میں ادا کی جاتی ہے جنہیں جشن کہا جاتا ہے۔

رسم ورواج

مزید برآں اس قسم کی عبادت کے ساتھ زندگی کے ہر اہم موڑ پر زرتشتی رسوم ادا کی جاتی ہیں۔

☆**پیدائش:** بچے کی پیدائش پر تقریب منعقد ہوتی ہے۔ اس موقع پر گھر کی چیزوں اور ماں کی تطہیر کے بارے میں زرتشتی صحائف میں تعلیم دی گئی ہے۔ موزوں عمر میں (ہندوستان میں سات اور ایران میں دس برس) نوجوان زرتشتی کو ایک خاص قمیض (صدری) اور ایک ڈوری (کستی) پہنا کر اس مذہب میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ غسل کے سوا انہیں باقی تمام عمر یہ چیزیں پہننا ہوتی ہیں۔ کستی کو دن میں پانچ مرتبہ عبادت کے طور پر کھولا اور باندھا جاتا ہے۔ یہ بیلٹ 72 دھاگوں سے بنی ہوتی ہے جو زرتشتی صحیفے یاسنا کے 72 ابواب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دیگر دھاگے اور ان سے بنی ہوئی چیزیں وفادار زرتشتی کے دیگر پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

☆**باہم ملاقات:** مجوسی مذہب کے پیروکار ملاقات کے وقت صرف منہ پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں یا شہادت کی انگلی اٹھا دیتے ہیں۔

☆**سگی بہن سے نکاح:** زرتشت مت میں دیگر اہم مواقع مثلاً شادی، تطہیر کا عرصہ اور پروہتوں کے انتخاب کے موقع پر تقاریب ہوتی ہیں۔ زرتشت مذہب میں سگی بہن سے نکاح جائز ہے۔

☆**موت کی رسومات:** تاہم سب سے منفرد رسم موت کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ اگر کوئی مٹی، اگنی، پانی اور ہوا کو زندگی کے سب سے مقدس عناصر سمجھتا اور یقین رکھتا ہے کہ لاش سب سے زیادہ آلودہ عنصر ہے تو مردے کو ٹھکانے کیسے لگایا جائے؟ جسم کو دفن اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مٹی کو آلودہ کرتی ہے، اسے جلانے سے مقدس آتش آلودہ ہوتی ہے اور سمندر میں پھینکنے سے پانی آلودہ ہوتا ہے۔ اس مسئلے کے زرتشتی حل نے ساری دنیا کی توجہ حاصل کی کہ جب کوئی زرتشتی مرتا ہے تو لاش کو دھویا جاتا ہے، ایک صاف ستھرا کپڑوں کا جوڑا اسے پہنایا جاتا ہے اور مرنے والے کی کستی کو جسم کے گرد لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اس خاص طہارت کی تقریب کے بعد جسم کو لاش اٹھانے والے گھر سے لے

جاتے ہیں۔ ماتم کرنے والوں کے ہمراہ جسم کو ایک قطعے میں لیجایا جاتا ہے جسے داکھما یا "خاموشی کا مینار" کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے Tower of Silence کہا جاتا ہے۔ یہاں مرد اور عورت میت کے لئے علیحدہ علیحدہ کنویں ہوتے ہیں جہاں مردے کو رکھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ احاطہ گول اور آسمان تلے کھلا ہوتا ہے۔ داکھما کے اندر کھلے قطعات اور وسط میں ایک خشک کنواں ہوتا ہے۔ جسم کو ایک احاطے میں رکھ کر اس کے کپڑے یا تو اتار دیئے جاتے ہیں یا انہیں پھاڑ دیا جاتا ہے۔ سوگ منانے والے اس جگہ سے چلے جاتے ہیں اور چند ہی لمحوں کے اندر گدھ جسم پر جھپٹ پڑتے ہیں اور اس کا گوشت نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس علاقے میں اموات کی شرح زیادہ ہو وہاں عموماً گدھ بھاری تعداد میں داکھما کے قریب جمع رہتے ہیں اور تیس منٹ کے اندر اندر وہ جسم کو بالکل چیر پھاڑ دیتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد جب سورج کی وجہ سے ہڈیاں خشک ہو جاتی ہیں تو انہیں داکھما کے وسطی کنویں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس طرح زرتشتی کی لاش کو مٹی، آگ اور پانی کو آلودہ کئے بغیر ختم کر دیا جاتا ہے۔

مردے کو ٹھکانے لگانا اس وقت مشکل ہوتا ہے جب گروہ چھوٹا ہو اور اموات اس قدر کم ہوں کہ داکھما کے گرد گدھوں کی تعداد ناکافی ہو۔ بعض مواقع پر غیر زرتشتی اکثریت نے اس عمل کے خلاف احتجاج کیا۔ ایسی صورتحال میں جسم کو محتاط انداز میں دفن کرنے کی اجازت ہے۔ مغرب میں رہنے والے جدید زرتشتیوں نے لاش کو الیکٹرک کے اوون کے ذریعے جلانے کا سوچا ہے تاکہ آگ آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔

تہوار

پارسیوں میں عام طور پر یہ تہوار منائے جاتے ہیں:

☆**زرتشت نودِسو:** یہ تہوار زرتشت کی وفات کا دن ہے جو عیسوی کیلنڈر کے مطابق 26 دسمبر کو آتا ہے۔ اس دن پارسی لوگ خاص طور پر عبادات کا اہتمام کرتے ہیں، زرتشت کی سیرت بیان کرنے کے لئے محفلیں سجاتے ہیں۔ اس دن عبادت گاہ میں خاص طور پر حاضری دی جاتی ہے۔

☆**خوردو سال:** یہ تہوار زرتشت کے یوم پیدائش کے طور منایا جاتا ہے۔ یہ پارسیوں کے لئے انتہائی پر مسرت دن ہوتا ہے اور اس دن عبادات کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆**نوروز:** یہ مجوسیوں کا مشہور قدیمی تہوار ہے۔ نوروز ایرانی کیلنڈر کے نئے سال اور موسم بہار کا پہلا روز ہوتا ہے جس کے خیر مقدم کے لئے ایران بھر میں پر مسرت تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ یہ دن عام طور پر 21 مارچ کے آس پاس منایا جاتا ہے۔ اسے ایران کے قومی تہوار کی حیثیت حاصل ہے۔ ایرانی آئین کی کتاب میں یہ ذکر ملتا ہے کہ یہ لوگ اس تہوار کو وہ دن مانتے ہیں جس دن ''اہورامزدا'' پیدا ہوا۔ اس دن کو اسی وجہ سے مبارک مانتے ہیں ایرانی بادشاہ بھی اس دن کو متبرک سمجھتے تھے اور اپنی مسند نشینی کا آغاز اسی دن سے کرتے تھے۔

☆**شبِ یلدا:** یہ تہوار سردیوں کے موسم میں منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار 21 اور 22 دسمبر کی درمیانی رات کو منایا جاتا ہے جو سال کی طویل ترین رات شمار ہوتی ہے۔ رات بھر جشن کا سماں ہوتا ہے اور مختلف تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ تربوز اور انار کو کھانوں میں خاص طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ خاندان کے سارے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر اس رات کو گزارتے ہیں۔ چونکہ اس رات کو نجس اور نحوست والی رات تصور کیا جاتا ہے۔ اس لے لوگ چراغاں کر کے یا آگ جلا کر اس رات کو گزارتے ہیں تاکہ وہ اس رات کی نحوست اور شیطانی نقصانات سے محفوظ رہ سکیں۔

☆**تیتی:** یہ ایرانی کیلنڈر کے آخری پانچ روز منایا جاتا ہے۔ ان دنوں گھروں کو سجایا جاتا ہے اور ایک دوسرے کو تحائف دیئے جاتے ہیں۔ اس دن خاص طور پر سوجی، دال اور پلاؤ اور مچھلی پکائی جاتی ہے۔

پارسی فرقے اور تحریکیں

زمانہ قدیم میں دیگر مذاہب کی طرح دینِ زرتشت میں بھی کئی فرقے تھے لیکن اس مذہب کے زوال کے بعد یہ فرقے بھی معدوم ہوگئے۔ پارسیوں کے اکثر فرقے بھارت سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیز ان کے ہاں جدت پسند اور قدامت پسند طبقہ بھی موجود ہے جو اپنی اپنی فکر کے مطابق زرتشت مذہب کی تشریح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی علاقائی اعتبار سے پارسیوں کے گروہ موجود ہیں۔ چند اہم گروہ یہ ہیں:

☆**مہر بابا:** مہر بابا (1894-1969) ایک مشہور صوفی پارسی تھے۔ ان کے ماننے والے انہیں وقت کے دیوتا کا اوتار مانتے ہیں۔ یہ تصور غالباً ہندوؤں سے ان کے ہاں سے آیا ہے۔

☆**علم خوشنوم:** یہ پارسیوں کا ایک مختصر فرقہ ہے جو تصوف کا قائل ہے۔ یہ ایک علیحدہ فرقہ نہیں بلکہ پارسیوں کے سبھی فرقوں میں موجود ہیں۔ علم خوشنوم گاتھاؤں میں روحانی علم کو کہا گیا ہے۔ پارسیوں میں اس تحریک

کے بانی بہرم شاہ شروف (1927-1857) ہیں۔ پارسیوں میں اہل تصوف کے ہاں کوئی خاص الگ سے رسوم یا عبادت گاہیں نہیں تاہم شاہ شروف جی نے اپنی تعلیمات کے فروغ کے لئے ممبئی میں ایک عبادت گاہ بنائی تھی۔

☆**شہنشاہی، قدیمی، فصلیس:** ایرانی کیلنڈر کے متعلق بعض اختلاف کی بناپر پارسیوں کے ہاں تین گروہ ہیں جنہیں شہنشاہی، قدیمی اور فصلیس کہا جاتا ہے۔

☆**جدت پسند گروہ(Restorationists):** یہ ایک پارسی تحریک ہے جس سے وابستہ لوگ صرف گاتھاؤں پر ایمان رکھتے ہیں۔ موجودہ پارسیوں میں ان کی تعداد تقریبا 15 فیصد ہے۔

اسلام اور مجوسی مذہب کا تقابل

مذہب اسلام اور زرتشت کا باہمی تقابل کیا جائے تو اسلام مجوسی مذہب سے بہت کامل دین ہے۔ اسلامی احکام تمام کے تمام عقل اور فطرت کے مطابق ہے جبکہ مجوسیوں کے کئی مسائل غیر فطرتی ہیں۔ چند مسائل کا تقابل ملاحظہ ہو:

☆ اسلام میں ایک خدائے بزرگ و برتر کا عقیدہ نبیادی توحیدی عقیدہ ہے جبکہ مجوسی مذہب غیر توحیدی عقیدہ ہے۔ دو خداؤں کا تصور شرک ہے۔

☆ اسلام کی بہترین تعلیمات ہیں کہ خالق ایک ہی ہے جو بندوں کے بہتری کے لئے انہیں نعمتیں دیتا ہے اور آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو اللہ عزوجل کی ہی مرضی سے ہوتا ہے، خوشحالی ہو یا مصائب سب اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہیں۔ آزمائش میں مبتلا انسان اپنے رب کو یاد کرے اسی کو اپنا خالق جانتے ہوئے اس کی رضا پر راضی رہے تو اللہ عزوجل اس سے راضی ہوتا ہے، یہ عقیدہ معبود اور بندگی کے اعتبار سے ایک اعلی عقیدہ ہے۔ اس کے برعکس زرتشت میں دو خداؤں کا عقیدہ ہے کہ اگر دنیا امن و سکون اور خوشحالی تو سمجھو کہ اہورامزدا کا پلہ بھاری ہے اگر دنیا میں فسق وفجور، آفات مصائب عام ہوں تو اہرمن غالب آجاتا ہے۔ گویا زرتشت مذہب میں مخلوق اور خالق کے درمیان آزمائش وصبر کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ مصیبت کے وقت دعائیں مانگنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں کہ دو خداؤں کی آپس میں جنگ ہے جو جیت جاتا ہے وہ غالب آجاتا ہے۔

☆ اسلام کی مقدس کتب تحریف سے پاک ہیں جبکہ مجوسی مذہب کی کوئی بھی کتاب تحریف سے پاک نہیں ہے۔

☆ اسلام میں حیات سے ممات تک کے تمام ضروری احکام کا تذکرہ قرآن وحدیث میں واضح ہے۔ مستند کتب فقہ میں ہزاروں مسائل صدیوں سے رائج ہیں جبکہ زرتشت مذہب کی کوئی بھی بنیادی کتاب میں عقائد ورسم ورواج مذکور نہیں ہیں۔ فقط دین کرد کتاب 9 ویں صدی عیسوی میں عام لوگوں نے تصنیف کی جس میں عقائد و رسومات کا ذکر ہے۔

☆اسلام میں عبادت کے طریقے واضح اور مستحکم ہیں۔ شروع اسلام سے جو عبادت کے طریقے رائج تھے وہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اب بھی رائج ہیں۔ اللہ عزوجل کی عبادت کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت نہ پہلے کی گئی اور نہ آج کی جاتی ہے۔ زرتشت کی عبادت کا یہ حال ہے کہ آگ جلا کر عبادت کرتے کرتے آگ ہی کی پوجا شروع کر دی۔

☆اسلام ایک تبلیغی دین ہے جو یہ چاہتا ہے کہ ہر انسان چاہے کسی بھی مذہب کا ہو وہ اس پاکیزہ دین میں آجائے اور اپنی آخرت بہتر کرلے۔ زرتشت ایک غیر تبلیغی دین ہے جس میں کوئی کسی بھی دین سے تعلق رکھتا ہو وہ مجوسی نہیں بن سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری دنیا میں جو دیگر مذاہب کے لوگ موجود ہیں ان کا کوئی فائدہ ہی نہیں وہ جیے مریں اس سے زرتشت مذہب کے دو خداؤں کو کوئی فائدہ نہیں۔ دیگر مذاہب والوں کے لئے فلاح پانے کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ جنت صرف اور صرف چند زرتشت لوگوں کے لیے رہ گئی۔

☆اسلام نے محارم رشتوں سے نکاح کو حرام کیا جس میں کئی حکمتیں ہیں ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے قطع تعلقی عام ہوگی۔ زرتشت مذہب میں سگی بہن سے نکاح جائز قرار دیا گیا ہے جو ایک غیر فطرتی، غیر عقلی اور طبعی طور پہ نقصان دہ عمل ہے۔ سگی بہن سے جب نکاح ہوا اور نکاح کامیاب نہ ہو تو عورت بہن کے رشتے سے بھی گئی۔

☆اسلام میں میت کے بہت احکام بیان کئے کہ مردے کے جسم کی ہڈی بھی غسل دیتے ہوئے نہ توڑی جائے، اس کی قبر پہ پاؤں نہ رکھیں۔ اس کے برعکس زرتشت مذہب کا اپنے مردوں کے ساتھ کیا جانے والا سلوک ایک وحشت ناک عمل ہے۔ ایک باپ کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ اس کے بیٹے کے جسم کو جانور نوچ نوچ کر کھائیں؟

زرتشت مذہب کا تنقیدی جائزہ

زرتشت آتش پرست دین ہے یا نہیں؟

زرتشت مذہب کے ماننے والوں کا دعویٰ ہے کہ زرتشت مذہب کو غلط فہمی سے آتش پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مذہب زرتشت ہی دراصل دنیا کا پہلا عقیدہ توحید پر مبنی مذہب ہے۔ پارسی اکثر آتش پرست قرار دینے پر سیخ پا ہوتے ہیں۔ زرتشت مذہب کے ماننے والے اکثر اپنی آگ کی عبادت کو اس طرح معنوی قرار دیتے ہیں جیسا کہ نمرود کے معبد میں ہمیشہ روشن رہنے والی آگ یا گرجاگھر میں روشن کئے جانے والی موم بتیاں۔

یہ محض ایک دھوکہ دینے کی کوشش ہے کہ گرجاگھروں میں روشنی کے لیے جلتی والی موم بتی کی آگ کو پارسیوں کے ہاں جلائی جانے والی آگ سے مشابہت دی جائے۔ حقیقت میں پارسی کے ہاں اپنی عبادتوں میں آگ کی پرستش کرتے ہیں، یہ انکا بنیادی نشان ہے اور خدا کا تعارف کہ وہ روشنی، گرمی اور توانائی ہے۔ایک دعا جو مخلص پارسی روزانہ پڑھتے ہیں (گھتاس سے اقتباس شدہ): اے عقل والے، کون مجھے پناہ دے جب کہ دغاباز مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہوں، سوائے تیری آگ اور دانش کے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آگ دراصل انسان کو خدا کی طرف مرتکز کرنے والی بنیادی قوت ہے۔

پارسیوں کے ان عقائد کی روشنی میں اگر ہم انہیں توحیدی قرار دیں تو یہودی، عیسائی اور ہندو بھی توحیدی قرار پاتے ہیں۔ پارسیوں نے آگ کو خُداء صفات کا حامل قرار دیا جیسا کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔اور وہ دعاؤں میں آگ سے مدد مانگتے ہیں جیسا کہ ہندو دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگتے ہیں اور وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ انسان کو خدا سے ملانے والی قوت آگ ہے۔ یہ تمام عقائد توحید کے بجائے شرک کے مظاہر ہیں اور تمام شرکیہ مذاہب انسانیت کو خالق سے دور کرکے مخلوق کی عبادت پر مجبور کرتے ہیں۔

دو خداؤں کا تصور

دو خداؤں کا تصور باطل ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿لَوْكَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہوجاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہی۔ (سورۃ الانبیاء، سورۃ 21، آیت 22)

اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ دونوں متفق ہوں گے یا مختلف، اگر شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی مقدور ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو یہ محال ہے اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً واقع ہوں گے اور ایک ہی وقت میں وہ موجود و معدوم دونوں ہو جائے گی یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں تو ثابت ہوا کہ فساد ہر تقدیر پر لازم ہے۔ توحید کی یہ نہایت قوی بُرہان ہے۔

اب زرتشت مذہب کا تنقیدی جائزہ لیں تو ان کے اس بنیادی عقیدہ سے ہی اس مذہب کا بطلان ثابت ہوتا ہے کہ نیکی اور بدی کے الگ الگ خدا تصور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا جو نیکی کا ہے وہ خدا ہونے کے باوجود کسی چیز کو تباہ و برباد کرنے سے عاجز ہے۔ جو عاجز ہو وہ خدا کیسے ہو گیا؟ یونہی جو بدی کا خدا ہے وہ کسی کی ہدایت کرنے سے عاجز ہے، گویا خدا ہونے کے باوجود کسی کو ہدایت و خوشی نہیں دے سکتا۔ جن خداؤں کا یہ حال ہے کہ وہ آپس ہی میں لڑتے رہتے ہیں وہ مخلوق کو کیا فائدہ دیں گے اور مخلوق کو اس کی بندگی کا کیا فائدہ جب اسی اپنی خدائی کی فکر ہے کہ دوسرا خدا اس پر غلبہ نہ پالے۔

★... مانویت... ★

تعارف

مانویت(Manichaeism)ایک قدیم مذہب ہے۔ جس کا ظہور عراق میں ہوا۔ بہت سے مذاہب کی طرح یہ مذہب بھی اس کے بانی مانی سے منسوب ہے جو CE217 میں عراق میں پیدا ہوا۔ ان کے حالات مسلم مورخین کی بدولت آج ہم تک پہنچے ہیں۔ ان مورخین کے مطابق مانی ایک فلسفی تھا جس نے ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھی جو زرتشت، یہودیت اور عیسائیت سے ماخوذ تھا۔ اس دور میں یہ مذہب زرتشتیت کے خلاف ایک چیلنج بنتا جارہا تھا۔ ایرانی بادشاہ بہرام اول (r.273-276CE)جو زرتشتیت کے پیروکار تھا۔ اس نے مانی کو قتل کردیا اور اس کے پیروکاروں پر ظلم کیا۔ اس ظلم کے بعد مانی مذہب کے پیروکار وسط ایشیا اور چین کی طرف ہجرت کر گئے۔ بعض مورخین کے مطابق ایرانی بادشاہ شاہ پور دوم (r.309-379CE) نے یہ مذہب قبول کرلیا تھا۔ تاہم اس بارے میں کوئی حتمی شہادت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس نے مانوی مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کیا۔ اس دوران یہ مذہب چین، مغربی ایشیا، شمالی افریقہ، جنوبی یورپ، فرانس اور اسپین تک پھیل گیا لیکن ساتویں صدی میں اس مذہب کا اثر ختم ہونے لگا اور بالآخر اس مذہب کا وجود تقریباً ختم ہی ہوگیا۔ عصر حاضر میں اس مذہب کو معدوم سمجھا جاتا ہے تاہم دنیا میں انتہائی قلیل آبادی اب بھی اس مذہب کی پیروکار ہے۔

مانویت کی تاریخ

بابل میں ایک اشکانی (پارتھی) شہزادہ بابک (پاتِگ) رہتا تھا۔ وہ اپنے آبائی مذہب (جو دراصل زرتشت کی تعلیمات اور بے شمار دیوتاؤں کی پرستش کا مکسچر تھا) سے بیزار اور حقیقتِ حق کا متلاشی تھا۔ اس تلاش میں اس کا تعارف مسیحی عارفین (گنوسی) کی جماعت سے ہوا اور ان کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس نے نہ صرف ان کا مذہب قبول کرلیا بلکہ اپنی حاملہ بیوی مریم کو چھوڑ کر ان کے ساتھ ہولیا۔ عورت، شراب اور گوشت ترک کرنا ان کی بنیادی شرط تھی۔

سن 216 عیسوی میں مریم نے ایک بیٹے کو جنم دیا اور اس کا نام مانی رکھا۔ چھ سال بعد بابک جب بابل واپس آیا تو اس کا بیٹا بڑا ہو چکا تھا۔ بابک اس بار مانی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اور یوں مانی کا بچپن مسیحی عارفین کی سخت تربیت و تعلیم میں گزرا، وہیں اس نے مصوری سیکھی۔

24 سال کی عمر میں اس نے اس بات کا اعلان کیا کہ مجھ پر فرشتہ وحی لایا ہے اور مجھے نبوت کا منصب عطا ہوا ہے۔ جس آخری نبی کے آنے کی پیش گوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کر چکے ہیں وہ فارقلیط میں ہوں۔ اس کا اور اس کے پیروکاروں کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ سب سے پہلے بارہ سال کی عمر میں اس پر فرشتہ وحی لیکر ظاہر ہوا تھا۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ اسے نبوت کا منصب سونپا گیا۔

اس نے اپنے مذہب کی بنیاد ثنویت کے فلسفے پر رکھی، جس کے مطابق (نعوذ باللہ) ایک خیر کا خدا اور ایک شر کا خدا ہے۔ لوگوں میں اپنی تعلیمات پھیلانے کیلئے ابتداء میں زرتشت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کیا اور کہا کہ میں اس سلسلے کا آخری نبی ہوں جو تمام ادیان کو متحد کرے گا۔ نیز اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا اور ان کی کتاب کو (نعوذ باللہ) شیطانی وساوس قرار دیا۔ اس ترکیب سے زرتشتی مذہب اور عیسائی مذہب کے لوگ اس کے پیروکار ہونے لگے اور یہ نیا مذہب مقبول ہونے لگا۔

فارس میں ساسانی سلطنت کے حکمران شاپور کے بھائی نے بھی مانی کا مذہب قبول کر لیا اور اس کے توسط سے بادشاہ شاپور تک مانی کا ذکر پہنچا۔ شاپور نے مانی کو ایران بلوایا اور اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کا مذہب اختیار کر لیا۔ شاہی سرپرستی ملنے کے بعد یہ مذہب اور زیادہ تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس مقبولیت سے خائف ہو کر زرتشت مذہب کے علماء موبدان وغیرہ نے اسے بادشاہ کے دربار میں مناظرے کا چیلنج کیا۔ مناظرے میں مانی کو شکست ہوئی۔ اس شکست پہ سب سے زیادہ شرمندگی بادشاہ کو محسوس ہوئی کہ اسی کا پیغمبر ہارا تھا۔ اس پیچ و تاب میں اس نے مانی کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ مانی کے ہمدردوں نے یہ خبر اور بادشاہ کے ارادے مانی تک پہنچا دیئے۔

مانی ایران سے فرار ہو کر نکلا تو براستہ افغانستان، کشمیر و تبت سے ہوتا ہوا چین اور چینی ترکستان جا پہنچا۔ وہاں اس نے اپنی تعلیمات کی تبلیغ کیلئے مہاتما بدھ کو بھی نبی تسلیم کر لیا اور کہا کہ ہند میں بدھ، فارس میں زرتشت، اور فلسطین میں مسیح کے سلسلے کا میں آخری نبی ہوں۔ وہاں اس نے اپنے مذہب میں بدھ مذہب کے کچھ اصول بھی شامل کر لیے

اور لوگ اس کے پیروکار بننے لگے۔مانی نے کہا: ہمیشہ حکمت و عمل کی باتیں خدا کے رسول کے ذریعے انسان تک پہنچائی جاتی رہی ہیں۔ایک وقت میں انہیں خدا کے رسول بدھ نے ہندوستان میں پہنچایا، دوسرے زمانے میں زرتشت نے فارس میں، دوسرے زمانے میں یسوع نے مغرب میں اور اس کے بعد یہ وحی اور اس آخر زمانے کی پیشگوئی، خداوند کے حقیقی رسول مجھ مانی کے ذریعے بابل میں پہنچائی۔ (شاپور گان باب 1)

کچھ عرصہ بعد جب شاپور کی موت کے بعد اس کا ولی عہد ہرمز تخت پر بیٹھا تو اس نے مانی کو ایران بلوالیا۔اب مانی نے دوبارہ شد و مد سے ایران کے طول و عرض میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کردی۔یہ بات زرتشتیوں کی برداشت سے باہر ہوگئی، انہوں نے ہرمز کے بھائی یعنی شہزادہ بہرام کو اس لادین کے مقابلے میں اپنے زرتشتی مذہب کی مدد پر اکسایا نیز اپنی خفیہ وظاہر مدد کا یقین دلایا۔ابھی ہرمز کی حکومت کو ایک ہی سال گزرا تھا کہ بہرام نے بغاوت کی اور ہرمز کو قتل کرکے خود بادشاہ بن بیٹھا۔اس نے حکم جاری کیا کہ میری سلطنت کی حدود میں مانی جہاں کہیں ہو اسے گرفتار کرکے لایا جائے۔

مانی گرفتار ہوکر دار الحکومت آگیا اور اس کی زجر توبیخ شروع ہوگئی۔اسے قید خانے کی بجائے کھلے میدان میں ستون سے باندھ کر رکھا گیا تاکہ سب لوگ اس کے انجام سے عبرت پکڑیں۔اسی دوران ملک میں مانی مذہب کے پیروکاروں کا بھی قتل عام شروع ہوگیا۔60 سال کا بوڑھا مانی 23 دن عقوبتیں جھیل کر 2 مارچ 276 عیسوی کو مرگیا۔اس کے مرنے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی کھال اتار کر اس میں بھس بھر کے شہر کے دروازے پر لٹکادی جائے۔وہ دروازہ بعد میں کئی زمانوں تک مانی دروازہ کے نام سے مشہور رہا۔

مانی کی موت کے بعد بھی اس کا مذہب شمال میں روس تک اور مغرب میں تمام شمالی افریقہ سے مراکش تک اور وہاں سے سپین کے راستے یورپ کے کئی ممالک تک پھیلتا چلا گیا۔تقریباً ایک ہزار سال تک اس مذہب کے ماننے والے موجود رہے۔اب یہ مذہب ناپید ہوچکا ہے۔

مانی مذہب کے علماء اور ماننے والے عباسی خلفاء کے زمانے تک موجود رہے اور ان کی باطل تعلیمات سے واقف ہوکر حضرت جعفر صادق سے لیکر تمام مسلم ائمہ نے انہیں کافر قرار دیا تھا۔کیونکہ اپنی ابتدائی تبلیغ کے برعکس مانی نے اپنی کتب میں گزشتہ انبیاء کو (نعوذ باللہ) جھوٹا اور شیطان کے مغلوب قرار دیا ہے۔

دینی کتب

مانی نے تقریباً سات یا آٹھ کتابیں لکھی تھیں جسے اس مذہب میں الہامی مانا جاتا تھا۔ان میں سے ایک کتاب شاپورگان پہلوی زبان میں تھی، باقی سریانی زبان میں تھیں۔

چونکہ مانی مصور تھا اس لیے اس کی کتابیں بھی نقوش اور تصاویر سے مزین تھیں۔ان میں سب سے خاص، نادر اور مانویوں کے نزدیک سب سے مقدس کتاب ارژنگ تھی۔یہ بھی مانی کے مذہب پھیلنے کی ایک وجہ تھی کہ عوام کیلئے باتصویر کتابوں کا طریقہ نیا اور حیران کن تھا۔ لیکن اب سوائے چند ایک ٹکڑوں کے ان میں سے کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے۔

مانی نے آرامی اور پہلوی زبانوں سے ملتا جلتا ایک نیا رسم الخط بھی ایجاد کیا تھا۔

عقائد و نظریات

مانی مذہب میں سامی اور غیر سامی دونوں قسم کے مذاہب کے پیغمبروں،اوتاروں اور بدھوں کو تسلیم کیا گیا، تاہم یہ بھی واضح کیا کہ اب یہ مذہب تحریفات کا شکار ہو چکے ہیں۔مانوی مذہب بت پرستی کی طرف مائل ہے۔نیز اس مذہب میں زرتشتی یزداں کا تصور بھی رائج ہے۔

مانی مذہب کی تعلیمات دو طبقاتی ہیں۔ عوامی طبقے (رشندگان) کیلئے صرف اس کے بنیادی ارکان واصولوں پر عمل کافی ہے۔اس مذہب کے بنیادی احکام دس ہیں جن میں سے چار مذہبی اور چھ اخلاقی ہیں۔

مذہبی ارکان: 1: بت پرستی کی ممانعت 2: سات نمازیں فرض ہیں۔(1 نماز صبح، 4 نمازیں دن میں 2 نمازیں رات میں) 3: روزے 4: مذہبی معاملات میں شک کرنے کی ممانعت۔

اخلاقی ارکان: 1: زنا کی ممانعت 2: چوری کی ممانعت 3: جھوٹ کی ممانعت 4: جادو کی ممانعت 5: کسی جاندار کو جان سے مارنے کی ممانعت 6: بخیلی، دھوکہ دہی کی ممانعت طبقہ خواص (برگزیدگان یعنی مذہبی لوگ) کیلئے ان احکام پر عمل کے علاوہ گوشت خوری، شراب نوشی، عورت اور ہر قسم کی شہوات ولذات سے پرہیز فرض ہے۔

مانویت کا تنقیدی جائزہ

مانوی مذہب کے مطالعہ سے واضح ہے کہ یہ ایک جھوٹا اور تیز شخص تھا جس نے اپنی دوکانداری چلانے کے لیے پہلے خود نبوت کا جھوٹا دعوی کیا پھر حضرت موسیٰ جیسے عظیم پیغمبر کی نبوت کا انکار کر کے دیگر مذاہب (زرتشت، بدھ مت) کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کافروں کو بھی معاذ اللہ نبی مان لیا جبکہ بدھ مت اور زرتشت ہر گز نبی نہ تھے۔ زرتشت کا نبی ہونا اسلامی نقطہ نظر سے اس لیے درست نہیں کیونکہ زرتشت نے دوخداؤں کا عقیدہ دیا جو شرک ہے اور کوئی نبی شرک کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زرتشت نے دوخداؤں کا نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ یہ بعد میں آنے والوں نے ایجاد کیا تو بھی زرتشت کا نبی ہونا ثابت نہ ہو گا کیونکہ قرآن وحدیث و علمائے اسلاف سے اس کا ثبوت نہیں۔ یونہی گوتم بدھ کا حال ہے کہ اس کی سیرت نبوت کی وصف سے خالی ہے۔ بغیر دلیل کہ کسی غیر نبی کو نبی سمجھنا ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا زرتشت، گوتم بدھ، رام کرشن وغیرہ شخصیات کو نبی کہنا جائز نہیں۔ حضرت علامہ شارح بخاری شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: کیا بدھ، کرشن، رام، کنفیوشس، مان (مانی)، سقراط، فیثا غورث وغیرہم رسول ہو سکتے ہیں؟ آپ علیہ الرحمۃ نے اس کے جواب میں فرمایا: بلا دلیل شرعی کسی غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے اور مذکورہ بالا اشخاص کے نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ جوان کے حالات معلوم ہیں ان کے پیش نظر یہ لوگ ہرگز نبی نہیں ہو سکتے۔"

(فتاوی شارح بخاری، جلد 1، صفحہ 611، برکات المدینہ، کراچی)

حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "رام کرشن، گوتم بدھ وغیرہ ہرگز نبی نہیں۔ انہیں نبی ورسول خیال کرنا سخت جہالت و گمراہی ہے۔"

(فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 24، شبیر برادرز، لاہور)

امام اہل سنت اعلی حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل حاصل نہیں ﴿اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ﴾ (اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔) اللہ ورسول نے جن کو تفصیلا نبی بتایا ہم ان پر تفصیلا ایمان لائے، اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالا ﴿لکل امۃ

رسول﴾(ہر امت کے لئے رسول ہے۔)اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو، کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید﴿امنا باللہ و رسلہ﴾(ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔)ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں﴿وقرونا بین ذلك كثيرا﴾(اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں ہیں۔)قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں۔ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں، تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی ناثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور و لہو و لعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ ظنا معاذاللہ انبیاء ورسل جانا مانا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ658، رضا فاونڈیشن، لاہور)

★...Wicca شیطان پرستی...★

یہ مذہب قدیم کفر کی بنیاد پر مبنی ہے لیکن 1900 میں جدید شکل کے ساتھ Gerald Gardnes نے ایجاد کیا۔

شیطان پرست مذہب کے کئی نام ہے جیسے وچ کرافٹ، ویکہ، وغیرہ۔ اس گروہ میں بعض لوگ شیطان کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں اور بعض شیطان کو بطور معبود نہیں پوجتے بلکہ اس کو راضی کرنے اور اس سے مدد لینے کے لئے ایسے افعال کئے جاتے ہیں جو تقریباً ہر مذہب میں گناہ ہیں جیسے اپنے جسم کو کاٹنا، زنا کرنا وغیرہ۔ اس مذہب کا اصل مقصد جادو سیکھ کر لوگوں کو زیر کرنا ہے۔

دراصل وچ کرافٹ (سفلی علم) پر عقیدہ شاید شمالی نسل کے لوگوں کی وحشی دیومالاؤں سے اخذ کیا گیا تھا۔ یہ مذہب عیسائیت سے نکلا ہے، لیکن یہ کسی مذہب کی پیروی نہیں کرتے بلکہ مذاہب پر اعتراض کرتے ہیں کہ خود کو کسی مذہب میں محدود کرنا مشکل کام ہے جو آپ کا نفس چاہتا ہے وہ کیا جائے۔ ان کے ہاں عبادت یہ ہے کہ تھوڑی دیر خاموش رہا جائے یا اپنی جان پر کچھ ظلم کرلیا جائے جیسے کم از کم اپنے مسوڑھوں پر ضرب لگانا۔

شیطان پرستی موجودہ دور کی ایجاد نہیں بلکہ کئی برسوں پہلے بھی یہ گروہ تیزی سے بڑھ رہا تھا جس کو روکنے کے لیے مغربی عیسائیوں نے بہت کوشش کی۔ پندرھوں صدی کے آغاز سے لے کر سترہویں صدی کے اختتام تک پورے یورپ میں وچ کرافٹ کے خلاف خوف ناک اور وحشیانہ اقدامات کیے گئے۔ جادوگرنیوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ وچ کرافٹ کے خلاف پہلا پاپائی فرمان گریگوری نہم نے 1233 میں جاری کیا تھا۔ 1484 میں پوپ انوسینٹ ہشتم نے وچ کرافٹ اور ہر قسم کی جادوگری پر ممانعت کا مشہور فرمان جاری کیا اور ہولناک غیر معمولی عدالتیں قائم کرنے کے حکم دیا۔ پوپ کے فرمان میں وچ کرافٹ کو کفر قرار دیا تھا اور اس پر عمل کرنے والوں کو سخت قید اور موت کی سزا کا حکم دیا گیا تھا۔ پوپ الیکزینڈر ششم نے وچ کرافٹ کے خلاف فرمان دوبارہ جاری کیا، تاہم اچانک جادوگرنیوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہونے لگا۔ اعتراف کرنے والوں سے چرچ بھرے رہتے اور دوسری طرف جادوگرنیوں کو پکڑ کر تشدد کیا جاتا اور اعتراف کروانے کے بعد زندہ جلادیا جاتا تھا۔ صرف جینوا میں 1515 کے

تین ماہ کے دوران 500 جادو گرنیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ کومو کے پادری نے 1000 جادو گرنیوں کو زندہ جلوایا۔ سورین میں صرف ایک مذہبی محتسب نے 900 جادو گرنیوں کو زندہ جلوایا۔ بادشاہ ایتھیلسٹن کے عہد میں ایک قانون منظور کیا گیا کہ وچ کرافٹ سے ہونے والی موت کی سزا موت ہوگی تاہم اگر نقصان کم ہو تو جادو گری کو قید یا جرمانے کی سزا ہوگی۔ انگلینڈ میں ہنری ششم کے عہد میں وچ کرافٹ کے خلاف ایک قانون منظور ہوا جب کہ ہنری ہشتم، الزبتھ اور جیمز اول کے ادوار میں مزید قوانین بنائے گئے۔ جیمز اول نے جادو گرنیوں کو سزائیں دینے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ اسکاٹ لینڈ میں وچ کرافٹ بہت عام تھا اور اسی نسبت سے احتساب بھی وسیع پیمانے پر ہوا۔ بادشاہ جیمز ششم نے، انگلینڈ کا جیمز اول بننے سے پہلے، جادو گرنیوں کے خلاف متعدد مقدمات میں فعال حصہ لیا۔ جادو گری کے الزام کا نشانہ بننے والے بدقسمت افراد پر ہولناک تشدد کیا جاتا تھا۔ ان میں سے بعض لوگ اعلیٰ مناصب کے حامل تھے، مثلاً لیڈی فالس اور دیگر، جن کے مقدمات کا احوال پٹ کیئرن نے لکھا ہے۔ مبینہ جادو گرنیوں سے اعتراف کروانے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ ان کے جسموں میں سوئیاں چبھوئی جاتی تھیں۔ اسکاٹ لینڈ میں یہ عمل عام ہو گیا تھا اور اسے سرانجام دینے والے مردوں کو سوئیوں والے کہا جاتا تھا۔

لیکن یہ مذہب جادو اور فحاشی کی بنا پر لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا گیا یہاں تک کہ امریکی سروے کے مطابق امریکہ میں 1990 سے اب تک مذہب اسلام کی طرح ویکا مذہب تیزی سے پھیل رہا ہے۔ سروے کے مطابق امریکہ میں اسوقت ویکہ (Wicca) مذہب کے 200000 رجسٹرڈ پیروکار جنہیں باقاعدہ طور پر "وچز" کہا جاتا ہے موجود ہیں جبکہ غیر رجسٹر شدہ وچز کی تعداد 80 لاکھ سے زیادہ ہے۔ برطانیہ و دیگر یورپی ممالک میں بھی حالات کچھ مختلف نہیں۔ امریکہ کے عیسائی مذہبی ماہرین کیلئے بھی یہ صورتحال کافی تشویشناک بھی ہے۔ انہوں نے نوجوان نسل کے شیطان پرستی کی جانب بڑھتے ہوئے رجحان کا ذمہ دار ویمپائر، ویئر وولف، زومبی اور دیگر جادو گری سے متعلق چیزوں کے بارے میں شوق و رغبت پیدا کرنے والی فلموں اور کتابوں کو ٹھہرایا۔ ان کا کہنا ہے کہ کئی سالوں کی بھرپور اور منظم محنت کے بعد اب جب نوجوان نسل کالی طاقتوں اور شیطان کے مختلف اوتاروں کی طرف مکمل طور پر راغب ہو چکی ہے تو شیلفوں پر فلموں اور فکشن کہانیوں کے ساتھ ساتھ براہ راست شیطان پرستی سکھانے والی سی ڈیز اور کتابیں بھی کثیر تعداد میں نظر آنے لگی ہیں۔

ویکہ کے بارے میں چند حقائق پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

(1) اس فرقے کو جدید زمانے کی شیطان پرستی قرار دیا جارہا ہے اور اس کی طاقتیں الومناتیوں سے کم ہیں مگر اس کے اکثر رسم ورواج وہی ہیں جو ہزاروں سالوں سے شیطان پرستوں کے چلے آرہے ہیں۔

(2) دیگر شیطان پرست فرقوں کی طرح ویکہ مذہب کے پیروکار ہرگز یہ نہیں مانتے کہ وہ برے ہیں۔ جو شیطان کو معبود مانتے ہیں وہ اعلانیہ طور پر شیطان (Satan) کی پوجا کرنے کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کے نزدیک شیطان بری قوت نہیں جیسا کہ دیگر مذاہب بتاتے ہیں۔ ابتداء میں واقعی ان سے کوئی ایسی چیز نہیں کروائی جاتی بلکہ انہیں انسان دوستی، برداشت، حقوق نسواں و ہم جنس پرست اور آزادی رائے کی ترغیب دی جاتی ہے، ساتھ انہیں کچھ مخصوص رسوم ادا کرنے کا کہا جاتا ہے، عبادات کے مختلف طریقے بتائے جاتے ہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں، رنگوں اور دیگر اشیاء کا استعمال بتایا جاتا ہے، جو بظاہر فرحت بخش اور سکون فراہم کرنے والے ٹوٹکے ہوتے ہیں مگر حقیقتاً یہ پجاری کو اپنے حصار میں ایسے قید کرنے لگتے ہیں کہ وہ پھر اس سب سے باہر نہ جا پائے۔ جب تک کہ ویکہ مذہب کا پیروکار مخصوص سطح تک نہیں پہنچ جاتا وہ اسی گمان میں رہتا ہے کہ ہم اچھی اور نیک روحانیت کے سفر پر گامزن ہیں۔

(3) ویکن سال ہیلوئین تہوار سے شروع ہوتا ہے۔ شیطان پرست گروہ میں تین اہم تہوار ہوتے ہیں۔ پہلا تہوار شیطان کی سالگرہ ہوتی ہے جس میں اس بات کی خوشی منائی جاتی ہے کہ اس دن شیطان دنیا میں آیا۔ دوسرا اہم ترین تہوار ان کے لیے ہیلوئین ہے جو اکتیس ۳۱ اکتوبر کا منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار یورپ ممالک کے ساتھ اب مسلم ممالک پاکستان وغیرہ میں بھی منایا جانا شروع ہو چکا ہے۔ اس دن لوگ اپنے چہرے کو شیطان جیسا ڈراونا بناتے ہیں، خوفناک کپڑے پہنتے ہیں۔ شیطان پرستوں کا ماننا ہے کہ اس دن یہ تہوار منانے والا ہر انسان ان شیطانوں جیسا ہو جاتا ہے اور اپنے وجود میں سے ان شیطانی جبلتوں کو کھنگھالتا ہے جسے یہ عام دنوں میں محسوس نہیں کرنا چاہتا۔ مذہب شیطانیت کا کہنا کہ سارا سال جو لوگ ان پر ہنستے ہیں، ہیلوئین کے دن شیطان ان پر ہنستے ہیں کہ آج تم بھی ہم جیسے ہو۔

(4) کہا جاتا تھا کہ وچ (Witch) شیطان کے ساتھ اپنے خون سے دستخط کر کے ایک معاہدہ کرتی ہے اور اس پر اسرار طاقتیں حاصل کر لیتی ہے۔ اس معاہدے کی شرائط کی رو سے اسے عیسائی مذہب سے انکار کرنا ہوتا تھا۔ وہ چند برسوں یا اپنی پوری زندگی کے لیے اپنی روح شیطان کے حوالے کر دیا کرتی تھی۔

جادوگرنیاں (Witches) عموماً بدصورت، کریہہ المنظر، بوڑھی اور معذور ہوا کرتی تھیں۔ وہ زیادہ رومن کیتھولک ہوتی تھیں، تاہم بعض جادوگرنیاں لادین (Atheist) بھی ہوتی تھیں۔ وہ مزاجاً سنگی ہوتی تھیں۔ وہ اکثر و بیشتر زہریلی ہوتی تھیں اور عموماً پاگل ہوتی تھیں۔ کہا جاتا تھا کہ وہ شیطان کے ساتھ دو طرح کے معاہدے کرتی تھیں۔ اول عوامی دوم خفیہ۔ شیطان کے ساتھ معاہدہ کرنے والی عورتوں کو عیسائیت سے انکار کرنا پڑتا تھا۔ انہیں صلیب کو پیروں تلے روندنا ہوتا تھا۔ روزے سے ہوتیں تو روزہ توڑنا پڑتا۔ انہیں شیطان کی اطاعت کا عہد کرنا ہوتا تھا، اس کے قصیدے گانے پڑتے تھے اور اپنی روح اور جسم اسے سونپنا پڑتا تھا۔ بعض جادوگرنیاں اپنے آپ کو کچھ برسوں کے لیے بیچتی تھیں اور بعض جادوگرنیاں ساری زندگی کے لیے۔ پھر وہ شیطان کو بوسہ دیتیں اور معاہدے پر اپنے خون سے دستخط کرتیں۔ تقریب کے اختتام پر ناچ گانا اور پینا پلانا ہوتا۔ وہ رقص کے دوران چیخیں مارتیں ہا، ہا! شیطان، شیطان! ناچو، ناچو! کھیلو کودو! سبت، سبت۔ کہا جاتا تھا کہ ان کے روانہ ہونے سے پہلے شیطان انہیں مرہم اور گنڈے دیا کرتا تھا۔ سولہویں صدی کے ایک مخطوطے میں درج ہے: جادوگرنیاں ایسی عورتیں ہوتی تھیں جو کہ شیطان کو اپنا خدا تسلیم کر لیتی تھیں۔ وہ بخوشی اس سے نشان بنوایا کرتی تھیں۔ شیطان ان کی آنکھ پر مینڈک کے پیر جیسا نشان بنا دیا کرتا تھا۔ وہ اس نشان کے ذریعے ایک دوسری کو پہچانتیں تھیں۔ ان کا آپس میں زبردست اتفاق اور بھائی چارہ ہوتا تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اجلاس منعقد کرتیں تھیں، جن میں تمام تر غلاظتیں بکھیری جاتی تھیں اور جہنمی کام کیے جاتے تھے۔ ان اجلاسوں میں شیطان کی پرستش کی جاتی تھی، جو اکثر و بیشتر ایک دیو قامت بکرے کے روپ میں وہاں آیا کرتا تھا۔

(5) اس مذہب میں جادو اور موسموں پر مبنی آٹھ تہوار منائے جاتے ہیں۔ ایک حلقے میں بیٹھنا، چاند تلے ڈرائنگ کرنا، منتر پڑھنا، رقص اور گانا، کیک اور شراب کا اشتراک ان کا مشغلہ ہے۔

شیطان پرستی کا تنقیدی جائزہ

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (سورۃ یٰس، سورۃ36، آیت60)

اس آیت میں تمام دنیا کے انسانوں کو خطاب ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کریں۔ ہر انسان نے عالم ارواح میں اللہ عزوجل کو اپنا معبود مانا ہے اور اسکا عہد کیا ہے، اسی عہد کی یاد دہانی کے لیے اللہ عزوجل نے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے توحید کا پرچار کرتے ہوئے لوگوں کو رحمان اور شیطان کے راستے کی نشاندہی کی۔ اب جو شخص فقط تھوڑی سے موہوم جادو کی طاقت حاصل کرنے کے لیے اللہ عزوجل کو چھوڑ کر شیطان کو معبود مانے یا شیطان کو راضی کرنے کے لیے حرام افعال کا ارتکاب کرے وہ بے وقوف و جہنمی ہے۔

شیطان پرستوں کا شیطان کو خوش کرنے کے لیے اپنے جسم کی تراش خراش کرنا، زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ ایک شیطانی فعل ہے۔ ابلیس نے مخلوق کو گمراہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا تھا چنانچہ قرآن پاک میں ہے﴿ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: (شیطان نے کہا) قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

(سورۃ النساء، سورۃ4، آیت119)

★...Druze...★

یہ مذہب مصر میں 11 ویں صدی میں الدرازی نے دریافت کیا۔ اس مذہب کی نسبت اسماعیل دروزی کی طرف ہے۔ اسلام کے فرقہ شیعہ میں اس کی جڑیں موجود ہیں۔ ان کے پیروکار کی تعداد 5 لاکھ ہے۔ دروزیہ قبیلہ جو دروز (شام) کے پہاڑوں میں سکونت پذیر ہے، اس کے لوگ ابتدا میں فاطمی خلفاء کے پیروکار تھے لیکن بعد میں اس فرقے کی امامت الحاکم باللہ (فاطمی بادشاہ) پر آکر رک گئی جو دوسروں کے اعتقادات کے مطابق قتل ہو گیا تھا لیکن دروزیہ فرقے کا عقیدہ یا خیال ہے کہ وہ غائب ہو گیا ہے اور آسمانوں میں چلا گیا ہے اور پھر دوبارہ لوگوں کے درمیان آئے گا۔

تاریخ

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل درزی تھا اس کا نام عبداللہ درزی اور دروزی بن محمد کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔
یہ ظاہر ہوا محمد بن اسماعیل درزی حاکم باللہ، ابو علی منصور بن عزیز کے زمانے میں جو کہ عبیدی بادشاہوں میں سے تھا جنہوں نے مصر میں تقریبا دو سو سال حکومت کی تھی اور انہوں نے جھوٹ گمان کیا کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں۔ محمد بن اسماعیل درزی شروع میں اسماعیلی باطنی فرقہ سے تھا اور یہ فرقہ گمان کرتا تھا کہ وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کے متبعین ہیں، پھر ان سے الگ ہو گیا اور عبیدی حاکم سے مل گیا اور اس کے خدائی دعوے سے موافق ہو گیا اور لوگوں کو اس کی عبادت اور اس کی توحید کی طرف بلانے لگا۔

اس نے دعوی کیا کہ اللہ تعالی حضرت علی میں اتر گیا ہے اور علی کی روح ایک کے بعد ایک ان کی اولاد میں منتقل ہو گئی یہاں تک کہ حاکم میں اتر آئی۔ حاکم نے مصر میں اس کی جانب تمام معاملات سونپ دیئے تاکہ لوگ اس دعوے میں اس کی پیروی کریں۔ جب اس کا معاملہ کھلا تو مصر کے مسلمان اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے ساتھ جو جماعت تھی اسے قتل کر دیا۔ جب اسماعیل کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ بھاگا اور حاکم کے پاس جا چھپا۔ حاکم

نے اس کو مال دیا اور ملک شام جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں دعوت کا کام کرے تو وہ نکلا اور وادی تیم اللہ بن ثعلبہ کے اندر مغربی دمشق میں ٹھہر گیا اور ان لوگوں کو حاکم کو خدا ماننے کی دعوت دی۔ اس نے دروز فرقہ کے بنیادی اصول پھیلائے اور مال کو تقسیم کیا تو لوگوں نے اس کی دعوت قبول کی۔

یہ دعوت ایک دوسرے فارسی شخص نے بھی دی جس کا نام: حمزہ بن علی بن احمد حاکمی درزی تھا۔ جو باطنی فرقہ کے اکابر میں سے تھا وہ حاکم کی جماعت کے خفیہ دعوت دینے والے لوگوں سے ملا اور اس کی پوشیدہ طور پر خدائی کی دعوت دی یہاں تک کہ اس کا رکن بن گیا۔ پہلے وہ چوری چھپے حاکم کی الوہیت کا عقیدہ پھیلاتا رہا بعد میں اعلانیہ اس عقیدہ کی دعوت دینے لگا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ حاکم کا رسول ہے۔ حاکم نے اس دعویٰ میں اس کی تائید کی۔ جب حاکم فوت ہوا تو ملک کی قیادت اس کے بیٹے علی کے حصہ میں آئی۔ اس کا لقب ظاہر لاعزاز دین اللہ تھا۔ اس نے اپنے باپ کو دعویٰ الوہیت سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا اور مصر سے یہ دعوت ختم ہو گئی۔ چنانچہ حمزہ شام کی طرف فرار ہو گیا اس کے ساتھ اس کے بعض ہم خیال افراد بھی چلے گئے۔ ان میں سے اکثر اس علاقے میں جا بسے جو بعد میں شام کے اندر جبل الدروز کے نام سے مشہور ہوا۔

عقائد و نظریات

☆ حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حلول کیا اور پھر ایک کے بعد ایک کر کے ان کی اولاد میں اترتا گیا یہاں تک کہ حاکم عبیدی ابو علی منصور بن عزیز میں حلول کیا اور خدائی اس میں پنہا ہو گئی اور وہ حاکم کے لوٹنے کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حاکم غائب اور ظاہر ہوتا ہے۔

☆ دوبارہ اوتار کے لئے ساز گار زندگی گزارو۔

☆ الحاکم کے ظہور کا انتظار جو کہ 1021 میں غائب ہو گیا تھا۔

☆ دوبارہ زندگی اور جنت روحانی عقیدہ ہے یعنی جنت حقیقی طور پر کوئی شے نہیں ہے۔

☆ دوزخ خدا سے آپ تک کا راستہ ہے، دنیا میں بھی اور موت کے بعد بھی۔

★...Mayan...★

تاریخ: 250ء میں شروع ہوا۔ماننے والوں کی تعداد کئی لاکھ ہے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: بہت سارے خداؤں کو ماننا جیسے سورج کا خدا، بارش کا خدا وغیرہ۔ان کی تعداد بہت ہے بشمول Itzamn, Kukulcn, Bolon Tzacab, and Chac۔سب سے بڑا خدا ان کے نزدیک Itazmna ہے جو تخلیقی خدا ہے۔یہ ان کے نزدیک آگ کا خدا ہے۔کہا جاتا ہے کہ ان کے مذہب میں کل خداؤں کی تعداد 165 ہے۔ان کے نزدیک خدا پیدا بھی ہوتے اور مرتے بھی ہیں۔

دیگر عقائد: خداؤں کو خوش کرنا، کام اچھے کرنے کے لئے موہرت نکالنا۔روحیں اندھیرے اور تڑپتی دنیا سے گزرتی ہیں لیکن عورتیں اور چھوٹے بچے جنت میں جاتے ہیں۔

مذہبی رسومات: انسانی قربانی، ستاروں کا علم، پتھروں کی پوجا کرنا۔

★...Epicureanism...★

تاریخ: Epicurus کی تعلیمات پر مبنی مذہب ہے۔Epicuris ایک شخص تھا جو BC341 کو Athenian میں پیدا ہوا۔یہ ایک فلسفی شخص تھا۔اس کی پیروکاروں کی تعداد کا کچھ علم نہیں۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: کافی خداؤں کا ماننا۔خدا موجود ہیں لیکن انسانوں کے کاموں میں عمل دخل نہیں کرتے۔لہٰذا خدا سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔جو کام اچھا اور آسان ہو وہ کیا جائے۔

دیگر عقائد: مادیت، ہر چیز ایٹم سے بنی ہے بشمول خدا اور روحوں کے۔کوئی ابدی زندگی نہیں۔روحیں گھل جاتی ہیں اور جسم مر جاتے ہیں۔مرنے کے بعد زندگی نہیں ہے۔جسم کے ساتھ روح بھی مر جاتی ہے۔

مذہبی رسومات: خوشیوں کی پیروی اور درد سے بچاؤ۔

★...Olmec Religion...★

تاریخ: یہ قدیم تہذیبوں پر مبنی ایک مذہب ہے جو ان کی ثقافت کا مضبوط حصہ ہے۔اس کی تاریخ کا کچھ معلوم نہیں اوراس کے ماننے والے بھی بہت کم ہیں۔اندازا اس کی تاریخ(B.C 400-1200.)بتائی جاتی ہے۔

عقائد و نظریات: اس مذہب میں کثیر خدا مختلف کاموں کے لئے ہیں۔ بعض مدد کے لئے، بعض شفایابی کے لئے، کئی سیاہ طاقت کے لئے اور بعض شرارتوں کے لئے مختص ہیں۔

Jaguar دیو: ایک بڑا طاقتور کالے دھبوں والا گوشت خور شیر نما جانور۔آگ کا خدا، مکئی کا خدا، پرندہ خدا۔

اس مذہب میں شمن پرستی کی کوشش کی جاتی ہے۔(شمن پرستی: شمالی ایشیائی اور شمال امریکی انڈین کا قدیم مذہب جس میں بدروحوں کو قبضے میں رکھنے کا عقیدہ شامل ہے)ان کا عقیدہ ہے کہ ہر ایک فرد ایک جانور روح ہے۔

مذہبی رسومات: قربانی، بڑے مجسمے،انسانی سر غاروں میں رکھ کر رسومات کرنا۔

★...Animism...★

روحیت یا نَسمیت (Animism)ایک قدیم تصور ہے جس کے مطابق ایک روح (روحِ کائنات) غیر مادی ہے۔اس کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اشیاء اور حیوانی مظاہر ایک غیر مادی روح سے پیدا کیے گیے ہیں۔

ابتدا میں اس اصطلاح کو اس نظریہ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا کہ نہ صرف انسانی کردار بلکہ دنیا کی ہر چیز روحانی طاقت کے اشارہ پر عمل کرتی ہے۔فلسفہ میں اس کو اس عقیدہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر مادہ سے مختلف ایک غیر مادی روح سے پیدا ہوتے ہیں اس طرح اس عقیدہ کا قائل ہو جاتا کہ ہر مظہر قدرت ،یعنی سنگ و شجر میں بھی روح ہوتی ہے۔اب جدید نفسیات میں اس اصطلاح کو اس ژین پیاشے کے نظریہ وقوفی نشو و نما کے تحت اس نظریہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس مذہب میں درختوں، پہاڑوں وغیرہ کو دیوتا سمجھا جاتا ہے اور اپنی حاجتوں اور منتوں کے لئے مخصوص پہاڑوں کی پرستش کی جاتی ہے۔

...باب پنجم: جدید مذاہب...

اس باب میں ان مذاہب کا ذکر ہے جو بالکل قریب زمانہ میں ایجاد ہوئے۔

★...Rastafaianism...★

تاریخ: اس مذہب کی بنیاد یہودیت اور عیسائیت پر ہے۔ مارکس Marcus نے جمیکا کے بازاروں میں ایجاد کیا۔ ماننے والوں کی تعداد 10 لاکھ ہے۔

دینی کتاب: اس مذہب کی کتاب "Black Man's Bible" ہے جسے اتھلی رابرٹ Athlyi Robert نے 1924 میں شائع Publish کیا۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: خدا Jah ہے جو کہ مسیح میں بدل گیا۔

دیگر عقائد: انسان ہی jah کے مندر ہیں اور قربانی بھی اسی دنیا میں ہے۔ کچھ Rastas ہمیشہ زندگی پائیں گے۔

مذہبی رسومات: زیادہ تر عقیدہ یہودیوں کا ہے۔ ہر طرح کے گوشت سے بچنا اور چرس کا مذہبی تہوار میں استعمال کرنا۔

★...Mormonism...★

تاریخ: 1830ء میں نیویارک میں توسف سمتھ Toseph Smith نے ایجاد کیا۔ 12 لاکھ اسکے پیروکار کی تعداد ہے۔ یہ عیسائیوں سے ملتا جلتا ایک مذہب ہے۔

دینی کتب: ان کی مذہبی کتب میں بائبل بھی ہے اور Book of Mormon شامل ہے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: باپ خدا، بیٹا عیسیٰ اور مقدس روح تینوں علیحدہ چیزیں ہیں۔ Mormonism چرچ میں سب سے بڑا لیڈر صدر مثل نبی سمجھا جاتا ہے۔

دیگر عقائد: خدا کی طرف واپسی حضرت عیسیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اور اچھے کام کرتے ہوئے ہے۔ تمام لوگ روح بننے سے پہلے ہدایات کے لئے روحوں کے پاس جاتے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ ہے جو خدا کا انکار کرتے ہیں۔

مذہبی رسومات: شراب، تمباکو، چائے، کافی سے اجتناب، ابدی شادی۔

★...Spritualism...★

تاریخ: عیسائی فرقہ پروٹسٹنٹ سے یہ جدید تحریک 1850ء میں USA میں ایجاد ہوئی۔ پیروکار کی تعدا ایک کروڑ 10لاکھ ہے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ:۔ جیسا عیسائیوں کا اللہ عزوجل کے متعلق عقیدہ ہے وہی اس مذہب کا ہے۔

دیگر عقائد: اس مذہب کی اصل بنیاد روح ہے۔ان کے نزدیک مرنے کے بعد بھی روحوں سے ملاقات اور دیگر روح کے معاملات ممکن ہیں۔ عیسائیت اور اس مذہب میں فرق یہ ہے کہ عیسائیت کے نزدیک انسان روح کے ساتھ دنیا میں گناہ کرکے جہنم میں جائے گا۔ مرنے کے بعد اس روح کے اعمال ہو جاتے ہیں۔ Spritualism کے نزدیک انسان کی روح مرنے کے بعد آخرت کا مشاہدہ کرکے بھی نیک اعمال کر سکتی ہے۔ Spritualism کے نزدیک بائبل اللہ عزوجل کے بارے میں جاننے اور زندگی کے بعد آخرت کے معاملات کے متعلق جانکاری دینے میں ایک بنیادی کتاب نہیں ہے۔ان کے نزدیک انسان کا روحوں کے ساتھ ذاتی تعلق ان چیزوں کا علم دیتا ہے۔ان کے مطابق روحوں سے تعلقات بنا کر ان سے معلومات حاصل کرکے زندگی گزاری جا سکتی ہے۔

مذہبی رسومات: اتوار کو عبادت اور روحوں سے مکالمے۔

★...Seventh Day Adventure Church...★

تاریخ: عیسائیت سے نکلا ہوا مذہب ہے۔ 1863ء میں انگلینڈ میں ایجاد ہوا۔ پیروکار کی تعداد 2 کروڑ 50 لاکھ ہے۔اس مذہب کی جڑیں "Millerite Movement" سے ملتی ہیں۔ مسٹر Miller نامی شخص جو 1782 کو پیدا ہوا۔اس کا دعویٰ تھا کہ حضرت مسیح 22 اکتوبر 1844 کو دنیا میں آئیں گے۔ لیکن جب ایسا نہ ہوا تو کئی لوگ اس مذہب کو چھوڑ گئے۔ 20 سال بعد Ellen G. White کو ایک نبی سمجھا گیا۔

دینی کتب: بائبل۔ پرانے عہد نامے سمیت بائبل کے مطابق رہتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: جو عیسائیوں کا عقیدہ ہے وہی ان کا عقیدہ ہے۔

دیگر عقائد: ایک پر ایمان موت کے بعد فیصلے کے لئے اٹھنا۔ مسیح کا آنا اس کے بعد سب کے لئے جنت۔

مذہبی رسومات: جمعہ کو مغرب کے بعد 24 گھنٹے کے لئے روزہ پھر جوان لوگوں کا ولیسر جن اور چرچ کا خطبہ۔ سوئر اور دوسرے گندے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے۔ شراب اور تمباکو نوشی ممنوع ہے۔

★... New Thought...★

تاریخ: 19 ویں صدی میں USA میں دریافت ہوا۔ ماننے والوں کی تعداد 160000۔ عیسائی مذہب سے نکلا ہوا ایک مذہب ہے۔ اس مذہب کا بانی یا قدیم حامی فنیاس پی کیو مبی "Phineas P. Quimby" ہے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: وحدت پر یقین، خدا کو صرف دماغی طور پر دنیا میں مانتے ہیں۔ خدا پیار محبت اور خوشحالی ہے۔

دیگر عقائد: زندگی ہمیشہ کے لئے ہے۔ انسان روحوں میں سے ہے اور ہمیشہ رہ بھی سکتا ہے۔

مذہبی رسومات: روحانی، دماغی علاج پر یقین لیکن جدید دواؤں کو بھی مانتے ہیں۔

★...Aladura...★

تاریخ: مغربی نائجیریا میں 1916ء کے بعد دریافت۔ پیروکار: 10 لاکھ ہیں۔ یہ عیسائیت سے نکلا ہوا مذہب ہے جس میں ڈاکٹر جوسیا اولونوو Dr. Josiah Olunowo کو نبی مانتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے متعلق عقیدہ: عام طور پر ایک خدا پر یقین

عقائد: اسی دنیا میں جزا اور سزا پر زور۔

مذہبی مشقیں: پاکیزگی روح مرکزی ہے۔ Anglican اور Pentecostal رسموں کا مجموعہ۔

★...Cao Dai...★

تاریخ: این جی او وین چائیو Ngo Van Chaiu نے 1926 میں ویتنام میں دریافت کیا۔اس وقت ان کے پیروکار کی تعداد چالس سے ساٹھ لاکھ ہے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: الٰہی آنکھ کی طرف سے پیش کردہ خدا۔ان کا دینی نشان بائیں آنکھ ہے، جسے وہ خدا کی آنکھ کہتے ہیں۔ان کا عقیدہ اس آنکھ کو بنانے میں یہ ہے کہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔آنکھ کی مختلف Shapes ہیں مختلف عقائد و نظریات کے ساتھ جسے یہ بناتے ہیں۔ان کے مندروں میں ایک گول گیند نما دائرہ بڑا بنا ہوتا ہے جس کے درمیان ایک بائیں آنکھ بنی ہوتی ہے۔

دیگر عقائد: امن اور مطابقت مقصد ہے۔اپنے آپ کو مارنا اور خدا کو تلاش کرنا چاہئے۔جنت جیسی زندگی تک اوتار کرنا ہے۔

مذہبی رسومات: روزانہ دعا، مراقبہ اور روحوں کے ساتھ باتیں کرنا۔

★...Ayyavazhi...★

تاریخ: ہندو مذہب سے نکلا ہوا لیکن ہندوؤں سے مختلف عقائد رکھنے والا مذہب ہے۔انیسویں صدی کے درمیان میں ساؤتھ انڈیا میں نکلا۔ان مذہب کے ماننے والے اکثر لوگ غریب ہیں۔آیا ویکندار Ayya Vaikundar اس مذہب کا پیشوا سمجھا جاتا ہے۔ہندوستان میں رہنے والی تامل قوم کی خاص تعداد اس مذہب میں شامل ہے۔

دینی کتب: ہندو مذہب کی کچھ کتب کے متعلق ان کو اختلاف ہے۔بقیہ ان کے مذہب کی کوئی الگ کتاب نہیں ہے۔

خدا کے بارے میں عقیدہ: ایک خدا وشنو پر یقین رکھتے ہیں لیکن یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وشنو دیگر لوگوں کے روپ میں آسکتا ہے۔تری مورتی کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔

دیگر عقائد: اس مذہب کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ Ayya Vaikundar دوبارہ اوتار کی شکل میں آئے گا اور برائیوں کو ختم کرے گا، وہ دنیا پر راج کرے گا۔ فیصلے کا دن پر ایمان رکھتے ہیں (لیکن مسلمانوں کی طرح قیامت پر ایمان نہیں)۔ ہندو چار یوگ پر یقین رکھتے ہیں اور یہ آٹھ یوگ پر یقین رکھتے ہیں۔

کئی عقائد و معاملات میں یہ مذہب ہندوؤں ہی کی طرح ہے البتہ بعض میں اختلاف ہے۔ ماتھے پر سفید رنگ کا تلک ایک مخصوص انداز میں لگاتے ہیں، شادی کا طریقہ بھی ہندوؤں سے مختلف ہے۔ یہ ہندوؤں کی طرح لاش کو جلاتے نہیں بلکہ دفن کرتے ہیں۔ سبزیاں ہی کھاتے ہیں گوشت نہیں۔

★...Scientology...★

تاریخ: ایل رون L.Ron نے 1954 میں کیلفورنیا میں ایجاد کیا۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد کئی لاکھ ہے۔ یہ ایک سائنسی دین ہے۔

دینی کتاب: "A DESCRIPTION OF SCIENTOLOGY" اس میں اس مذہب کے متعلق معلومات ہیں۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: خدا کے متعلق ان کا فقط ایک تصور ہے لیکن مکمل ایمان نہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حقیقت آٹھ حرکیات میں واضح ہے۔

دیگر عقائد: موت کے بعد دوبارہ پیدائش کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انسان جسم اور دماغ سے مل کر بنے ہیں۔ یاداشت سے روحانی آزادی حاصل کرتے ہیں۔

★...Unification...★

تاریخ: عیسائیت سے نکلا ہوا ایک مذہب ہے۔ 1954 میں سن مانگ مون Sun Myung Moon نے جنوبی کوریا میں قائم کیا۔ 10 لاکھ سے زائد پیروکار کی تعداد ہے۔ Moon نامی شخص کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ اس پر ظاہر ہوئے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو کام انہوں نے شروع کیا تھا اسے مکمل کرو۔ کوریا میں مون نے اپنا تبلیغی کام شروع کیا لیکن اسے کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ مون 1972 میں US منتقل ہوا اور اپنی تبلیغی مشن جاری

رکھا۔ یہاں اس نے اجتماعی شادیوں کی تقریب منعقد کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور 2000 لوگوں کی شادی کروائی۔ یوں یہ مقبول ہوا اور اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ جاری رکھی۔ 1995 میں اس نے ایک پروگرام منعقد کیا اور چار خاندانوں کو اپنے مذہب کے مختلف ممالک میں تبلیغ کے لئے سلیکٹ کیا۔

دینی کتاب: "Divine Principle"

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: وحدانیت پر یقین۔

دیگر عقائد: حضرت آدم اور حوا کے متعلق ایک بے ہودہ خود ساختہ بات اس مذہب کے عقائد کا حصہ ہے۔ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی اور شیطان ان کا جسم لے گیا اور حضرت عیسیٰ بعد میں زندہ کئے گئے۔ جو حضرت عیسیٰ کا وہ کام مکمل کرے گا جو وہ خود نہ کرسکے تو وہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ جنت میں رہے گا۔ ان کے مذہب میں تین خاص آدمیوں کی آمد کا ذکر ہے۔ ایک حضرت آدم اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک خاص شخص کوریا میں 1917 اور 1930 کے درمیان پیدا ہوا تھا۔ اس مذہب کے بعض ماننے والوں کا کہنا ہے کہ وہ تیسرا خاص آدمی مون تھا۔

خدا سے محبت کی ترغیب۔ جھوٹی محبت کی بجائے سچی محبت پر یقین۔ زمین میں خدا کی بادشاہی۔ مسیح خاندانوں کی تخلیق کی طرف سے بحال ہوگا۔ ایک روح۔ دنیا میں ہمیشہ کی زندگی۔

مذہبی رسومات: نوازے کی تقریب۔ ان میں شادی کی تقریب یوں ہوتی ہے کہ شراب کپ میں ڈال کر پہلے آدھی بیوی پیتی ہے، پھر وہ جھک کر بقیہ آدھی شوہر کو دیتی ہے وہ جھک کر لیتا ہے اور پیتا ہے اور پھر شوہر واپس بیوی کو خالی کپ دیتا ہے۔

★...Eckankar...★

تاریخ: Eckankar کا مطلب ہے "خدا کے ساتھ شریک کارکن" یہ مذہب 1965 میں لاس ویگاس میں پاؤل تائی Paul Tai Tchall نے دریافت کیا۔ اس مذہب کے ماننے والوں کی تعداد 5 لاکھ ہے۔ اس وقت اس مذہب کا بانی ہارولڈ کلمپ Harold Klemp ہے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: مقدس روح جسے ECK بولتے ہیں۔

دیگر عقائد: ہم میں سے ہر کوئی روح ہے اور خدا کی طرف سے اس دنیا میں روحانیت حاصل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ روح ابدی ہے اور روحانی سفر پر ہے۔ آزادی صرف ایک بار ہی ممکن ہے۔

مذہبی رسومات: روحانی مشقتیں، مراقبہ، خواب، یہ سب روح کی پرورش کرتے ہیں۔ ان کی عبادت گاہیں بھی ہیں۔ یہ عبادت میں گانے گاتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ یوگا کیا جاتا ہے جس میں آنکھیں بند کر کے ایک تصور قائم کیا جاتا ہے اور اس دوران عبادت میں منت مذہبی گانا گایا جاتا ہے۔ یہ ایک مشق ہوتی ہے جسے اس مذہب کے جاننے والے لوگوں کو کرواتے ہیں ان جاننے والوں کو Eck ماسٹر کہا جاتا ہے۔

★...Asatru...★

تاریخ: 1970ء میں امریکہ میں ایجاد ہوا، اگرچہ اس کی جڑیں کافی پرانی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نادرن یورپ میں عیسائیت سے پہلے لوگ اسی مذہب کے حامل تھے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: ایک سے زائد خدا۔ Norse زنانہ اور مردانہ خدا۔

دیگر عقائد: جنگ میں مرنے والوں کے لئے جنت (Valhalla) باقیوں کے لئے امن والی جگہ۔ بہت بُروں کے لئے دوزخ

مذہبی رسومات: خدا کو کھانے پینے کی چیزیں نذر کرنا۔ مذہبی چھٹیاں منانا۔

★...New Age...★

تاریخ: انگلینڈ میں 1970-80ء کی دہائی میں بنایا گیا۔ ماننے والوں کی تعداد 50 لاکھ ہے۔ یہ ایک روحانی قسم کا مذہب ہے۔ اس مذہب کی جڑیں ہندوازم، آسٹرولجی، ویکا اور دیگر مذاہب سے ملتی ہیں۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: خدا ایک ایسی چیز ہے جو ہر کسی چیز میں آسکتی اور گزر سکتی ہے۔ خدا ہر چیز میں ہے، لیکن ہم اسے اپنے اندر نہیں ڈھونڈتے۔

دیگر عقائد: ہر آدمی New Age یعنی نئی زندگی حاصل کر سکتا ہے روحانی بدلاؤ سے۔ دوبارہ زندگی۔ ہندوؤں کی طرح روح دوبارہ آنے کا عقیدہ ان میں پایا جاتا ہے۔

مذہبی رسومات: زندگی کا حال بتانا، کلام کرنا اور یوگا کرنا۔

★...Falungong...★

تاریخ: Li hongzhi نے 1992 میں چائنہ میں قائم کیا۔اس کے ماننے والوں کی تعداد 1 کروڑ ہے۔

دینی کتاب: اس مذہب کی دینی کتاب لی ہونگ زی Li Hongzhi کے 9 لیکچر ہیں جو انہوں نے 1992 میں دیئے تھے۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: لاتعداد خداکا تصور ہے۔

دیگر عقائد: Falun ایک انرجی کا ذریعہ ہے۔ مقصد فالن گونگ کی پیروی کرکے روحانیت حاصل کرنا ہے۔

مذہبی رسومات: Falun کی مضبوطی کے لئے پانچ مشقتیں: سچائی، محبت، دینی اقدار، گوشت کھانے کی حوصلہ شکنی۔ ان میں یوگا کی طرح مشقیں ہوتی ہیں جن کو ایک خاص طریقے اور عقائد سے ادا کیا جاتا ہے۔

★... وَحدۃُ الادیان ...★

فی زمانہ دیگر فتنوں میں ایک بڑا فتنہ جسے ایک مذہب بھی کہا جاسکتا ہے وہ " وحدۃ الادیان " ہے۔ وحدۃ کا مطلب "ایک" ہے اور ادیان جمع ہے دین کی۔ یوں اس کا مطلب ہوا تمام دینوں کا ایک ہونا۔ اس نظریے کو مذہب کے طور سب سے پہلے بہائی مت نے دیا، اس کے بعض دیگر مذاہب میں موجود افراد اسی نظریے کے حامل ہیں۔ اس مذہب والوں کا یہ نظریہ ہے کہ تمام مذاہب نجات والے ہیں۔ اس مذہب کو عام کرنے میں یہودیوں کا بہت زیادہ ہاتھ ہے اور اس میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہیں جو مفاد پرست ہیں، دولت و شہرت چاہنے کے لیے وہ اس کا پرچار کرتے ہیں بلکہ بعض مذہبی حلیے والے لوگوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ مذہب اسلام میں بھی اس نظریہ کی اجازت ہے۔

اس مقصد کے لیے بین الاقوامی اجتماع میں تمام مذاہب کے ماننے والوں کو جمع کیا جاتا ہے، مشترکہ طور پر اس اجتماع کا پیغام یہ ہوتا ہے کہ تمام مذاہب یکساں اور برحق ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی پیروی سے کائنات کے خالق اللہ رب العالمین کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا کسی ایک مذہب والے (خصوصا اہل اسلام) کا اس بات پر اصرار کے اب تا قیامت نجات کی سبیل صرف ہمارا دین و مذہب ہے یہ ایک بے جا سختی اور تشدد یا انتہا پسندی ہے، جس کا خاتمہ از حد ضروری ہے۔ پھر اس نظریہ وحدت ادیان کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب منزل ایک ہو تو راستوں کے جدا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا یعنی ہر مذہب والا ایک بزرگ و برتر ذات کی بات کرتا ہے جسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، کبھی اللہ تو کبھی بھگوان اور کبھی God جبکہ حقیقتا تمام مذاہب اللہ کی بندگی اور خوشنودی حاصل کرنے کے ذرائع ہیں، اس لئے ہر مذہب میں حق و انصاف، انسان دوستی اور انسانی بھائی چارے کی تعلیم دی گئی ہے لہٰذا تمام انسانوں کو تمام مذاہب کا برابر کا احترام کرنا چاہیے، کسی ایک مذہب یا دین کی پیروی پر اصرار تشدد اور بے جا سختی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

وہ نام نہاد مولوی جنہوں نے فقط چند نوٹوں اور دنیاوی منصب کے لیے نہ صرف اپنا ایمان برباد کیا بلکہ اپنے پیروکاروں کو بھی ورغلاتے ہیں وہ غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد صحیح ہونے اور ان کافروں کو جنتی ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی یہ آیت پیش کرتے ہیں ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔ (سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت62)

اس آیت کی وہ غلط تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہود و نصاری اور دیگر کفار چونکہ اللہ عزوجل کو مانتے ہیں اس لیے وہ قیامت والے دن بخش دیے جائیں گے۔ جبکہ یہ ان لوگوں کی خام خیالی ہے۔اس آیت کا مطلب ہے کہ جو کسی بھی مذہب میں ہو اگر اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرے گا تو آخرت میں کامیاب ہو جائے گا۔ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی کہ یہ آیت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی۔

اگر اس آیت کا یہ مطلب ہوتا کہ اپنے مذاہب میں اپنے عقائد کے مطابق شرکیہ زندگی گزارو تب بھی کامیاب ہو جاؤ گے تو یہ کثیر آیات کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے واضح طور پر مشرکین کی معافی نہ ہونے کا فرمایا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

(سورۃ النساء، سورۃ4، آیت48)

یونہی انبیاء علیہم السلام کا مقصد بھی اسلام کی دعوت دینا بے فائدہ ٹھہرے گا۔ جہاں تک یہود و نصاری کا اللہ عزوجل پر ایمان لانے کی بات ہے تو ہرگز اہل کتاب اور دیگر کفار اللہ عزوجل پر ویسا ایمان نہیں رکھتے جیسا رکھنے کا حکم ہے۔یہود و نصاری اللہ عزوجل کا بیٹا ثابت کرتے ہیں جبکہ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے۔

متعدد علمائے کرام نے وحدۃ الادیان فتنے کا مدلل اور مسکت جواب دیا ہے اور ان نام نہاد مسلمان سیاستدانوں، اینکرز، ایکٹرز اور مولویوں کا پردہ فاش کیا ہے جو حب جاہ اور دنیاوی منصب پانے کے لیے غیروں سے پیار محبت کی پینگیں ڈالتے ہیں اور زبردستی یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں کہ اسلام بھائی چارہ سکھاتے ہیں لہٰذا ایک مسلمان کو دیگر مذاہب سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔

فلمی دنیا میں جہاں یہ ذہن دیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان کا کسی کافرہ عورت سے نکاح میں حرج نہیں یونہی یہ بھی ذہن دیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان عورت کا بھی کسی کافر مرد سے نکاح میں حرج نہیں، جبکہ یہ واضح قرآن کی مخالفت ہے۔ فلموں کے علاوہ حقیقت میں اس وحدۃ الادیان کے فتنہ میں سب سے زیادہ مبتلا وہ انڈیا کے فلمی ایکٹرز ہیں جنہوں نے مسلمان ہونے کے باوجود ہندو عورتوں سے شادیاں کی ہیں۔ اس شادی کی جہاں اور نحوستیں ہیں وہاں ایک نحوست یہ ہے کہ ہندومت اور اسلام کو ایک کرنے کی فضول کوشش کی جاتی ہے۔ بعض ہندو فلمسٹار بر ملا خود کو مسلمان اور ہندو کہتے ہیں۔ اس طرح کے بیانات دینے کی ایک وجہ تو ہندو متعصب قوم کے شر سے بچتے ہوئے فلمی انڈسٹری میں نام کمانا ہوتا ہے اور دوسرا خود کو موڈریٹ ظاہر کرنا ہوتا ہے۔

انڈیا کا مشہور ومعروف ایکٹر شاہ رخ اس حرام فعل میں سر فہرست ہے جس نے ہندو عورت سے نکاح کیا ہوا ہے۔ شاہ رخ خان کا موڈریٹ یا سیکولر دین یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: "میں اسلام کو ماننا ضرور رہوں پر یہ نہیں کہتا کہ اسلام سب سے بہتر ہے۔ مسلم ہوناFantastic(بہت خوب) ہے، لیکن ایک ہندو ہونا بھی اتنا ہیFantastic ہے اور اسی طرح ایک کرسچن ہونا بھیFantastic ہے۔"

مزید کہتا ہے: "ہر دین اوپر والے(اس سے مراد یہ اللہ عزوجل کی ذات لیتے ہیں) کی طرف سے ہے اور صحیح ہے، اس لیے میں مسلمان ہوں اور میری بیوی ایک ہندو ہے اور ہمارے لیے یہ ایک دم صحیح ہے۔"

مزید سنئے کہتا ہے: "میں مسلمان ہوں اور میری بیوی ہندو ہے اور میں اپنے بچوں کو صرف یہ تعلیم دیتا ہوں کہ ہم جس ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ ساری زبانوں کو سمجھتا ہے اس لیے ہم کسی بھی طریقے سے اس کی عبادت کریں سب صحیح ہے، اور میں انھیں یہ سمجھاتا ہوں کہ ہندو اور مسلم کوئی جدا شئے نہیں ہے، عیسائیت اور سکھ کوئی جدا نہیں ہے۔ ہم کسی بھی دھرم سے ہوں ہمارا ماننا ہے کہ ہم خدا کی ایکتا کو مانتے ہیں اور انڈین ہیں میں اپنے بچوں کو یہ سب باتیں اس لیے بتاتا ہوں کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بچوں کو کوئی الگ بتا کر اس سے گمراہ کریں۔ دیکھئے میں یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور اسلام میں بہت سی اچھی چیزیں ہیں، لیکن میں اپنے بچوں کو یہ نہیں سکھا سکتا کہ دوسرے دھرم (مذہب) اتنے اچھے نہیں ہیں، یہ اسلام سے بہتر یا برے نہیں ہیں میں اسلام سے محبت کرتا ہوں، میں ہندو مذہب سے بھی پیار کرتا ہوں میں نے اسلام کو بہت اچھی طرح سمجھا ہے، میں نے قرآن کے ہر پنے (صفحہ) کو پڑھا ہے

اور اسلام کی کئی کتابیں پڑھی ہیں، اگر کوئی اسلام کو سمجھ لے تو وہ ہندو مذہب کو بھی سمجھ لے گا۔ میرے گھر پر ہم نے ایک مندر بنائی ہے کیونکہ بچوں کو گاڈ کی ویلیو معلوم ہونی چاہیے پھر چاہے وہ ہندو گاڈ ہو یا مسلم گاڈ ہو۔ اس لیے گنیشہ اور لکشمی کی مورتیوں کے بازو میں ہم نے قرآن بھی رکھا ہوا ہے۔ پھر ہم لوگ ہاتھ جوڑ کر وہاں پر گایتری منتر پڑھتے ہیں۔ میں اسلام کی اچھی معلومات رکھتا ہوں جب میں اسلامی دہشت گردی کے واقعات سنتا ہوں تو میں بہت خفا ہوتا ہوں کہ کوئی موومنٹ (تحریک) کیوں نہیں چلا رہا ہے ان سبھی باتوں کو عام کرنے کے لیے۔"

وحدۃ الادیان کا رد: اللہ عزوجل نے واضح طور پر قرآن پاک میں دیگر ادیان کو باطل قرار دیتے ہوئے اسلام کو حق مذہب قرار دیا ہے چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 19)

دین اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو ایک کامل دین میں ہونی چاہئیں، اب دیگر ادیان کو نہ اچھا سمجھنے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان میں کوئی ایسی اچھائی ہے جو اسلام میں نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ (سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 3)

اب خود کو مسلمان کہلوانے والا کسی دوسرے دین کی طرف جھکے وہ دوزخ میں جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 85)

کثیر احادیث میں مشرکین سے مشابہت کرنے، شرک کرنے سے منع کیا اور دیگر مذاہب کے بارے میں یہ عقیدہ دیا کہ وہ ان میں جانے کو ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں جانے کو ناپسند کرتا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے "وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ" ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت پالے گا، اللہ عزوجل اور رسول علیہ السلام تمام چیزوں سے زیادہ پیارے ہوں، جو بندے سے صرف اللہ تعالی کے لیے محبت کرے، جو کفر میں لوٹ جانا جب کہ رب نے اس سے بچالیا ایسا بُرا جانے جیسے آگ میں ڈالا جانا۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان ،باب: من کرہ أن یعود فی الکفر کما یکرہ أن یلقی فی النار من الإیمان، جلد1،صفحہ13،حدیث21،دار طوق النجاۃ،مصر *صحیح مسلم، کتاب الایمان،باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوۃ الإیمان،جلد1،صفحہ66،حدیث 67،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

یہ بات یاد رہے کہ عقائد میں انسان کو انتخاب(Choice) نہیں دیا گیا کہ جو مرضی عقیدہ اپنالو بلکہ ہر انسان پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ مذہب اسلام کو اپنائے اور ہر مسلمان کو کہا گیا کہ دیگر گمراہ فرقوں سے بچتے ہوئے قرآن و سنت کے موافق عقائد کو اپنائے۔

بعض صلح کلی قسم کے مولوی جو خود کو جدید تعلیم سے خود آرستہ ثابت کرتے ہوئے فرقہ واریت کے خلاف بولنے کے ساتھ ساتھ دیگر مذہب والوں کے ساتھ ان کے دینی تہوار مناتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسا کہ کرسمس کے موقع پر کئی مسلم سیاستدانوں، سوشل ورکرز کے ساتھ ساتھ مولوی حضرات بھی کرسمس کیک کاٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔جب ان حضرات کو شریعت کا حکم سنایا جائے کہ اسلام کفار کے دینی تہوار میں شرکت کو جائز نہیں کہتا تو اس پر یہ مولوی حضرات زبردستی یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام بھائی چارے کا مذہب ہے دوسرے مذاہب کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے منع نہیں کرتا اور بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم بطور تبلیغ ان کے تہوار میں شرکت کرتے ہیں تاکہ کل کو یہ بھی ہمارے دینی تہوار میں شرکت کریں اور اسلام کے قریب آئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی تبلیغ حرام ہے جس میں کفار کے رنگ میں رنگناپڑے۔ حضور علیہ السلام سے بڑھ کو کوئی مبلغ نہیں لیکن کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آپ نے کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کی ہو، یونہی صحابہ کرام علیہم الرضوان، اولیائے کرام کی تبلیغ سے ثابت نہیں کہ انہوں نے تبلیغ کے نام پر بت پرستی کی ہو یا کفار کے دینی شعار کو اپنایا ہو۔

کفار سے مذہبی مکالمہ: وحدۃ الادیان کا نظریہ تو کفریہ ہے جس کی قطعا اجازت نہیں۔ہاں اسلام کفار کے ساتھ مذہبی مکالمے کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کی بھی کچھ شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆انہیں خدا کے دین کی طرف دعوت دی جائے۔ حق کو دلائل اور براہین سے واضح کیا جائے اور اسی طرح باطل کا دلیلوں سے بطلان کیا جائے۔اس اصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔ (حم السجدۃ، سورۃ41، آیت33)

سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ﱘ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں۔

(سورۃ یوسف، سورۃ12، آیت108)

☆ مختلف ادیان کے مشترکہ نقاط کو موضوع بحث نہ بنایا جائے بلکہ دعوت کا جو طریقہ انبیاء علیہم السلام کا تھا کہ اللہ عزوجل کے دین کی طرف دعوت دی جائے۔ کیونکہ رسولوں کو جو دعوت سونپ کر میدان کارزار میں اتارا جاتا تھا تو شریعتوں کے مختلف ہونے کے باوجود تمام انبیاء کرام اور رسولوں کی مشترکہ دعوت کا عنوان یہی تھا کہ خدا کے دین کی طرف دعوت دینا اور باطل کا بطلان کرنا۔ ہر نبی کی دعوت کا عنوان یہ تھا ﴿قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔ (سورۃ الاعراف، سورۃ7، آیت65)

انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں آپ کو شائبہ تک نہ ملے گا کہ مختلف ادیان کے مشترکہ نقاط (یعنی مختلف ادیان میں موجود مشترکہ افعال جیسے جھوٹ، غیبت، حسد سے پرہیز وغیرہ) کی دعوت اُن کے پیش نظر رہی ہو۔ مشترکہ اہداف کے لیے سعی کرنا اور مخالف نقاط سے پرہیز کرنا ایسا کوئی اندیشہ آپ کو انبیاء کی دعوت میں نظر نہیں آئے گا خصوصاً عقائد اور تصورات کی بابت چپ سادھے رکھنا جو آج کل ادیان کے درمیان مکالمے کا نمایاں ترین بلکہ واحد مقصد رہ گیا ہے، یہ منہج انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے کوسوں دور ہے۔ سورۃ کافرون اس پر دلالت کرتی ہے ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے نبی علیہ السلام کے ایک ہی نقطے پر اصرار کی وجہ سے تنگ آکر کہا کہ ایسا کر لیتے ہیں کہ هَلُمَّ فَلْنَعْبُدْ مَا تَعْبُدُ فتعبُدُ مَا نَعْبُدُ (صاحبزادے) ایسا کر لیتے ہیں ہم عبادت کر لیتے ہیں (اس

کی) جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور آپ (سے بھی ہمارا یہی مطالبہ ہے کہ تم) بھی اُس کی عبادت کر لیا کرو جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔

انبیاء کے منہج میں مشترکہ نقاط کے ملغوبے کی طرف دعوت دینا قطعاً نہیں پایا جاتا، ادیان کے درمیان وحدت پیدا کرنا تو دور کی بات ہے۔ انبیاء اپنے دین کی طرف پوری شدت سے دعوت دیتے تھے اور پورے زور سے مخالفین کا رد بھی دلائل و براہین قاطعہ سے کرتے تھے۔

☆ اگر مکالمہ اہل کتاب کے ساتھ ہو تو اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ مکالمے کے لیے منہج وضع کیا جائے اور قرآن مجید اور سنت نبوی کے طریقہ تخاطب کو چھوڑ کر کسی اور منہج کو اختیار کرنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ گو کہ قرآن مجید میں تمام ہی منکرین اسلام کے ساتھ مکالمہ کیا گیا ہے لیکن اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کی طرف قرآن میں خصوصی طور پر توجہ دی گئی ہے۔ اہل کتاب کو دعوت دینے کے چار مراحل کتاب و سنت میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ یہی چار مراحل باقی ادیان کے پیروکاروں کے لیے بھی ہیں اس لیے کہ اسلام کی عمومی دعوت ہر دو کو شامل ہے۔

(1) پہلا مرحلہ اہل کتاب کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا ہے۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیوں ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت64)

اس آیت کو ہمارے مضمون کے لحاظ سے نص کہا جا سکتا ہے۔ ہر وہ شخص جو اہل کتاب سے مکالمہ کرنا چاہتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ جتنا لحاظ ملاحظہ مذکورہ آیت میں رکھا گیا ہے اس سے زیادہ لچک اپنی دعوت میں پیدا ہونے دے۔ اُس کے لیے لازمی ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کے لیے اللہ کے حکم سے عُدول نہ کرے۔ یہ آیت مبارک نبی علیہ السلام کے اُس مراسلے میں تحریر کی گئی تھی جو شاہ روم ہرقل کو بھیجا گیا تھا۔ اس مراسلے

(مکالمے) میں واضح طور پر اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ دونوں ادیان کے مشترکہ پہلوؤں کی طرف دعوت نہیں دی گئی ہے۔

سورت نساء میں تثلیث کے عقیدے کا بطلان ان الفاظ میں مذکور ہے ﴿یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اُسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اُسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز۔

(سورۃ نساء، سورۃ 4، آیت 171)

(2) تذکیری اسلوب (یعنی اہل کتاب کو یاد کروانا کہ اللہ عزوجل نے ان پر کیا فضل و کرم کیا تھا) جیسے سورت بقرۃ کی آیت میں بیان ہوا ہے ﴿یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ 2، آیت 47)

(3) خوشخبری اور ڈراوے والا اسلوب جیسے سورت مائدہ میں مذکور ہوا ہے ﴿وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِo وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔ اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترا تو انہیں رزق ملتا اوپر سے اور اُن کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی بُرے کام کر رہے ہیں۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 65،66)

(4) اسلوب انکار جیسے ﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے کتابیو حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت71)

سیرت طیبہ میں اہل کتاب کے ساتھ خصوصاً اور دوسرے ادیان کے پیروکاروں کے ساتھ عموماً دعوت کے لیے آپ علیہ السلام نے مختلف قسم کے طریقے اختیار کیے:

(الف) جنہیں اسلام کی دعوت دینا ہو اُن کے پاس خود چل کر ان کے پاس جانا جیسے بازار میں، ان کے گھروں میں ملاقاتوں میں یا بیٹھکوں میں خود چل کر جانا۔

(ب) انہیں دار السلام کی طرف بلانا۔

(ج) قبائلی زعماء یا سرداروں کو خطوط لکھنا۔

(د) جو کفار کے وفود آپ علیہ السلام کی ملاقات کو آتے تھے ان کے ساتھ صحیح طریقے سے ملنا۔

(ھ) جہاد کے دوران میں انہیں دعوت دینا۔

(و) ان کی اپنی کتابوں سے اسلام کے حق میں دلائل لانا۔

(ز) قرآن مجید کی تلاوت سے انہیں دعوت دینا۔

☆ اہل کتاب کے ساتھ دوسرا اسلوب ہے مناظرے اور دلائل سے حق کا اظہار۔ اس کے دو طریقے ہیں:

(الف) قطعی دلائل سے حق کی صداقت ثابت کرنا۔

(ب) حق قبول کرنے میں جو شبہات ہو سکتے تھے ان کا ازالہ کرنا۔

اہل کتاب کے ہاں اللہ کے وجود اور نبوت کے بارے میں جو اثبات پایا جاتا ہے اسی سے ابتداء کرنا چاہیے۔ اسی طرح آخرت پر جو عمومی اثبات پایا جاتا ہے اُسے الجھایا نہ جائے بلکہ اس کو ہر ممکن طریقے سے بنیاد بنائیں۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان بنیادی تصورات میں اہل کتاب میں درجہ بندی ہے۔ علاوہ اس کے کسی پر ایک فرقے کی چھاپ ہے تو کسی اور پر اہل کتاب کے کسی دوسرے فرقے کی چھاپ ہے۔ داعی پر مختلف فرقوں کا جو فرق ہے اُسے معلوم ہونا چاہیے۔ کچھ تو ایسے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کی طرح نبی مانتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ آپ صرف عرب

کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے شخص کے ساتھ دعوت کا کام نسبتاً اُس شخص کی بابت آسان ہے جو ابتداء سے ہی نبوت جیسے کسی منصب کا منکر ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے عقلی دلائل فراہم کرنا۔ اگر وہ ایسی صنف میں سے ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں مگر صرف عربوں کے حق میں تو اُسے کہا جائے کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہو تو پھر تمہیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ انبیاء جھوٹ سے پاک ہوتے ہیں۔ جب وہ اس مقدمے کو مان لے تو پھر اُس سے کہا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمام بنی آدم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ نبی علیہ السلام کے ایسے ثابت شدہ اقوال اُس کے سامنے لائے جائیں اور اُسے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کی ترغیب دی جائے۔ اگر وہ نبی علیہ السلام کا یہ دعویٰ قبول نہ کرے تو اُس سے کہا جا سکتا ہے کہ تم کسی نبی کے حق میں طعن کر رہے ہو جو کہ بہت بڑا گناہ بلکہ کفر ہے۔

☆ مکالمے کا ایک اصول یہ ہے کہ انبیاء کرام نے جس طرح اپنی قوم کو دعوت دی تھی اس کا بہت باریک بینی سے جائزہ لیا جائے۔

☆ مزید اہل کتاب پر ثابت کیا جائے کہ ان کی اپنی کتابیں ایک دوسرے کا رد کرتی ہیں اور اُن کا دین میں تحریف ہونے کے سبب وہ قابل اعتماد دین نہیں رہا ہے۔ کیونکہ مکالمے کا مقصد انہیں ان کے دین سے برگشتہ کر کے اسلام کے دائرے میں لانا ہے۔

جہاں کتب اہل کتاب میں تضادات کی طرف ان کی توجہ دلانا ہے وہاں موجود کتب (اناجیل) کی تعلیمات کا خلاف عقل ہونا بھی ثابت کرنا فائدہ مند ہے۔ نیز جدید علوم نے جس طرح اہل کتاب کی کتابوں کو خلاف مشاہدہ ثابت کیا ہے اور انسانی فطرت سے جس طرح ان کتابوں کی تعلیمات ٹکراتی ہیں انہیں بیان کیا جائے۔

☆ یہ اعتقاد نہ رکھنا کہ دوسرا فریق بھی صاحب ایمان ہے۔

☆ مذاہب کے عناصر سے کوئی ملغوبہ بنانے سے احتراز کیا جائے۔ نیز مذاہب میں عقائد کے اُن پہلوؤں سے اجتناب کیا جائے جو شک پر منتج ہوتے ہیں۔

☆دوسرے کے عقائد اور مذہبی شعارات کا احترام نہ کرنا اور ان کے مذہبی تہواروں میں شرکت سے اجتناب ضروری ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت جائز نہیں۔ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے ”مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ“ ترجمہ: جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الإقامة بأرض الشرک، جلد 2، صفحہ 102، دار الفکر، بیروت)

پھر اگر یہ شرکت بطور تعظیم ہو تو کفر ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ”یکفر بخروجه إلی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلك الیوم وبشرائه یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریه قبل ذلك تعظیما للنیروز لا للأكل والشرب وبإهدائه ذلك الیوم للمشركین ولو بیضة تعظیما لذلك“ ترجمہ: جو مجوسیوں کے نیروز میں ان کی موافقت کرنے کے لئے جائے جس دن میں وہ خرافات کرتے ہیں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ جو اپنے کھانے پینے کے علاوہ کوئی چیز اس دن کی تعظیم میں خریدے اور کسی مشرک کو اس دن کی تعظیم میں تحفہ دے اگرچہ ایک انڈہ ہی ہو تو اس نے کفر کیا۔

(فتاوی ہندیة، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر، جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 276، 277، دار الفکر، بیروت)

اگر شرکت نہ کی جائے ویسے ہی کفار کی خرافات کو اچھا سمجھے تو کفر ہے فتاوی تاتار خانیہ میں ہے ”واتفق مشایخنا ان من رای امر الکفار حسنا فهو کافر“ ترجمہ: مشائخ عظام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کافر کے کسی (دینی) امر کو اچھا جانے وہ کافر ہے۔

(تاتار خانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فی الخروج الی النشیدة۔۔، جلد 5، صفحہ 354، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

...باب ششم: ختم نبوت اور نبوت کے جھوٹے دعویدار...

کمالاتِ انسانیہ دو طرح سے نصیب ہوتے ہیں: ایک طریقہ ہے کسب یعنی محنت کر کے انسان کمال حاصل کرتا ہے۔ جاہل سے عالم ہونا، عالم سے مفتی ہونا، گنوار سے منطقی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ جس شخص نے جو بھی محنت کی اس نے اپنی مراد کو پالیا۔

اور دوسرا طریقہ کمالِ انسانی کا ہے وہبی۔ یعنی قدرت کی طرف سے عطا کیا ہوا ملکہ جیسے انبیاء علیہم السلام ہیں کہ نبوت ایک وہبی شے ہے نہ کہ کسبی یعنی کوئی اپنی عبادت کے سبب نبوت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

جن ہستیوں کی تربیت اللہ عزوجل کرتا ہے وہ معصوم نبی ہوتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں کسب سے کمال حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ غیر معصوم کہلاتے ہیں۔ ہمیشہ غیر معصوم ہدایت کے سلسلہ میں معصوم کا محتاج رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ طریقہ وروشِ عادت وسنت، قدرت نے ابتدا سے جاری کی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ جاری وساری رہے گی۔

کتنے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ خدا تعالی کی تمام مخلوقات سے انسان زیادہ نڈر، بے باک اور بے خوف نکلا کہ شوقِ ترقی میں اتنی پرواز کی کہ انسان نے خدا ہونے کا دعوی کر دیا۔ یہ انسان کی بے پرواہی اور بے حیائی کی انتہا ہے کہ انسان سے رحمن بن بیٹھا۔ اس بے باکی میں نمرود، فرعون، شداد وغیرہ صفِ اول میں نظر آتے ہیں۔

لاکھوں انسانوں نے ان ظالموں کو خدا مانا اور ان کے دعوی کی تصدیق بھی کی۔ زمانہ جاہلیت میں ان جاہلوں کا دعوی خدا خوب چلا، مگر جب زمانہ نے ذرا قدم آگے بڑھایا تو ان لوگوں کا یہ دعویٰ تو نہ چل سکا کہ لوگ سمجھ گئے کہ اب اذہانِ انسانیہ کچھ بیدار ہو گئے ہیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے نمرود کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا، اس کی روداد بھی دنیا کے سامنے تھی، اس لیے اب خدا بننے کی جرأت تو نہ کر سکے، لیکن کثرت سے لوگوں نے نبوت کے دعوے شروع کر دیئے۔

نبوت کے دعویٰ کی وجہ یہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری نبی ہونے کی حیثیت سے دین کو مکمل کر دیا اور ایسا دین لوگوں کو پیش کیا جو پوری زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور عقل وفطرت کے عین مطابق ہے۔ اب اس دین سے ہٹ کر کوئی اور کامل دین پیش کرنا تو دور کی بات قرآن جیسی ایک آیت بھی بنانا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

اب بہروپیوں کے لیے دنیا کمانے کے لیے ایک راستہ یہ تھا کہ دعویٰ نبوت کیا جائے اور دین اسلام میں جو احکام ہیں اس میں کچھ قطع برید کر کے ایک نیا دین بنالیا جائے۔ اگر تمام نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا تنقیدی جائزہ لیں تو بالکل واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے دین اسلام ہی میں کچھ تحریفات کر کے لوگوں کو بے وقوف بنایا ہے۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے اور دین اسلام کو کامل تسلیم کرنے کے بعد آخر کیا وجہ ہے کہ کئی لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی اور اپنے پیروکاروں کی عاقبت خراب کر دی۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر غور کریں تو کوئی شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ صرف تین صورتوں میں ہی کر سکتا ہے:

☆ پہلا یہ کہ وہ کردار کے لحاظ سے جھوٹا ہو۔

☆ دوسرا کہ وہ ذہنی حوالے سے دھوکے کا شکار ہو۔

☆ اور تیسرا یہ کے وہ اس دعوے سے کوئی مال و رتبے کا حصول چاہتا ہو۔

جب ہم جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی زندگیوں کو دیکھیں تو ان تینوں باتوں میں سے کوئی ایک ضرور پائی جاتی ہے۔ اگر یہی تینوں باتوں کو مد نظر رکھ کر ہم اپنے سچے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو دیکھیں تو ہمیں فوری معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تینوں الزام آپ علیہ السلام پر نہیں لگ سکتے۔ مثلاً آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی سچے تھے۔ نبوت سے پہلے ہی تمام اہل مکہ نے آپ کو سچا تسلیم کرتے ہوئے آپ کا لقب ہی صادق اور امین رکھ دیا۔

اندازِ فکر کے اعتبار سے بھی آپ علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کا جائزلیں تو جب آپ علیہ السلام کے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو اسی دن سورج گرہن ہو گیا، لوگوں نے سمجھا کہ گرہن لگنے کی وجہ حضرت ابراہیم کی وفات ہے گویا یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں!! سورج گرہن ایک قدرتی مظہر ہے اور اس کا ہونا نہ ہونا کسی کی زندگی موت سے وابستہ نہیں ہے۔ اگر آپ علیہ السلام کسی ذہنی دھوکے کا شکار ہوتے تو کبھی اس بات کی تردید نہ فرماتے۔

مال ورتبے کے حصول کے اعتبار سے جائزہ لیں تو یہ بھی سچ ہے کہ جب شدید مشکل کے دور میں سردار مکہ نے یہ پیشکش رکھی کہ وہ آپ کو حکومت دینے، مال ودولت دینے اور خوبصورت عورتیں فراہم کرنے کو تیار ہیں، بس شرط اتنی ہے کہ آپ دعوت دین ترک کر دیں تو آپ علیہ السلام نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی لاکر رکھ دو تو میں کلمہ حق کہنے سے باز نہ آؤں گا۔ جب آخر میں حکومت، شہرت اور طاقت حاصل بھی ہوئی تو آپ نے دانستہ اپنے لیے فقر کا انتخاب کیا تاکہ کل کوئی انگلی اٹھا کر یہ نہ کہہ سکے کہ آپ علیہ السلام نے دین کے لیے کوشش مال ورتبے کے لیے کی۔ جو کوئی دیانت داری سے آپ کی زندگی کا جائزہ لے گا وہ آپ علیہ السلام کی حقانیت کو ضرور جان لے گا۔

ختم نبوت کا قرآنی آیات سے ثبوت

تاریخ اسلام میں اس طرح کے بہت سے افراد ملیں گے جنہوں نے دعویٰ نبوت کیا۔ ان میں بعض بہت مشہور ہوئے اور بعض گمنام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ بعض جھوٹے نبوت کا دعویٰ کریں گے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان جھوٹوں کے متعلق امت کو آگاہ فرمادیا اور اللہ عزوجل نے واضح طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا فرمادیا۔ چند آیات پیش خدمت ہیں:

☆قرآن پاک میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔ (سورۃ الاحزاب، سورۃ33، آیت40)

یعنی نبوت آپ علیہ السلام پر ختم ہو گئی، آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتی کہ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعتِ محمّدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظّمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخرالانبیاء ہونا قطعی ہے، نصّ قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث تو حدِ تواتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوّت کے بعد کسی اور کو نبوّت ملنا ممکن جانے، وہ ختمِ نبوّت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورۃ الاحزاب، سورۃ33، آیت40)

☆سورۃ التوبہ میں ہے ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ (سورۃ التوبۃ، سورۃ 9، آیت 33)

حضور علیہ السلام کی شریعت نے پچھلی شریعتوں کو منسوخ کر کے اس پر غلبہ پالیا اور قربِ قیامت جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اسلام کے سوا بقیہ تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ اگر آپ علیہ السلام کے بعد بھی نبی آنا شرعاً ممکن ہوتا تو اس نئے نبی کی نبوت اور اس کی وحی پر ایمان لانا فرض ہوگا جو دین کا اعلیٰ رکن ہوگا، تو اس صورت میں تمام ادیان پر غلبہ مقصود نہیں ہو سکتا، بلکہ حضور علیہ السلام کی نبوت اور آپ علیہ السلام کی وحی پر ایمان لانا مغلوب ہوگا۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی وحی پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اگر اس بعد والے نبی اور اس کی وحی پر ایمان نہ لایا تو نجات نہ ہوگی بلکہ کافروں میں شمار ہوگا۔

☆انبیاء علیہم السلام سے لیے گئے عہد کے متعلق قرآن پاک میں ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 81)

اس سے بکمال وضاحت ظاہر ہے کہ اس رسول مصدق کی بعثت سب نبیوں کے آخر میں ہوگی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس آیت کریمہ میں دو لفظ غور طلب ہیں: ایک تو ﴿مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عہد تمام دیگر انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا۔ دوسرا ﴿ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ لفظ ثم تراخی کے لئے آتا ہے۔ یعنی اس کے بعد جو بات مذکور ہے۔ وہ بعد میں ہوگی اور درمیان میں زمانی فاصلہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سب سے آخر میں ہوگی، کیونکہ اگر حضور علیہ السلام کے بعد بھی کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو وہ نبی اس عہدِ انبیاء میں شامل نہیں ہو سکتا کہ جب حضور علیہ السلام دنیا سے پردہ کر گئے تو یہ بعد میں آنے والا نبی کیسے آپ کی تشریف آوری پر آپ پر ایمان اور مدد کر سکتا ہے۔

☆اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کی۔ (سورۃ المائدہ، سورۃ5، آیت3)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزولِ وحی کے اختتام سے دین پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور آپ علیہ السلام کی نبوت اور وحی پر ایمان لانا تمام نبیوں کی نبوتوں اور ان کی وحیوں پر ایمان لانے پر مشتمل ہے۔ لہٰذا دین کے اکمال اور نعمت نبوت کے اتمام کے بعد نہ تو کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ سلسلہ وحی جاری رہ سکتا ہے۔

☆قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (سورۃ الحجر، سورۃ15، آیت9)

اللہ عزوجل نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ وہ خود قرآن کریم کی حفاظت کرے گا، یعنی محرفین کی تحریف سے اس کو بچائے گا، قیامت تک کوئی شخص اس میں ایک حرف اور ایک نقطہ کی بھی کمی زیادتی نہیں کرسکتا، نیز اس کے احکام کو بھی قائم اور برقرار رکھے گا، اس کے بعد کوئی شریعت نہیں جو اس کو منسوخ کردے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ بہانا بنا کر نبوت کا دعوی کرسکتا ہے کہ وہ دین اسلام کی تجدید اور قرآن میں ہوئی تحریف کو ختم کرنے کے لیے آیا ہے۔

تنبیہ: یہ آیتیں بطور اختصار کے ختم نبوت کے ثبوت اور تائید میں پیش کردی گئیں۔ ورنہ قرآن کریم میں سو آیتیں ختم نبوت پر واضح طور پر دلالت کرنے والی موجود ہیں۔

ختم نبوت سے متعلق احادیث مبارکہ

احادیث میں حضور علیہ السلام نے کئی امثال و دلائل سے اپنے بعد کسی نبی کے ہونے کی تردید کی ہے اور خود کو خاتم النبیین کہا ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں:

☆ صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُنْيَانًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ" ترجمہ: حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل بنایا، مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر اش اش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ لگادی گئی؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں سارے انبیاء کرام میں آخری ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، جلد4، صفحہ1791، حدیث2286، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

☆ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ“ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزوں میں انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے: (۱) مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے۔ (۲) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ (۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ (۴) روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنادیا گیا ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (۶) اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، جلد1، صفحہ371، حدیث523، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

اس مضمون کی ایک حدیث بخاری شریف میں حضرت جابر سے بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ اس کے آخر میں ہے ”وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً“ ترجمہ: پہلے انبیاء کو خاص ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، جلد1، صفحہ95، حدیث438، دار طوق النجاۃ، مصر)

☆بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ، مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي" "تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ (علیہما السلام) سے تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے "لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي" "میرے بعد نبوت نہیں۔

(صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة، جلد6، صفحہ3، حدیث4416، دار طوق النجاة، مصر *صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، جلد4، صفحہ1871، حدیث2404، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ" "ترجمہ: بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کا وصال ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

(صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، جلد4، صفحہ169، حدیث3455، دار طوق النجاة، مصر)

نوٹ: بنی اسرائیل میں غیر تشریعی انبیاء آتے تھے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تجدید کرتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسے انبیاء کی آمد بھی بند ہے۔

☆حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي" "ترجمہ: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک نبی ہونے کا گمان کرے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔ (سنن أبي داود، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، جلد4، صفحہ97، حدیث4252، المكتبة العصرية، بيروت)

☆حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ" "ترجمہ: رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔

(سنن الترمذي، أبواب الرؤيا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، جلد4، صفحہ103، حدیث2272، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا'' ترجمہ: ہم سب کے بعد آئے اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ صرف اتنا ہوا کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔

(صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، جلد2، صفحہ2، حدیث876، دار طوق النجاة، مصر)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ'' ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔

(سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه، جلد6، صفحہ60، حدیث3686، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

☆ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا المَاحِي، الَّذِي يُمْحَى بِيَ الكُفْرُ، وَأَنَا الحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي، وَأَنَا العَاقِبُ وَالعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ'' ترجمہ: میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (سب کے بعد آنے والا) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في أسمائه صلى الله عليه وسلم، جلد4، صفحہ1828، حدیث2354، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

★... فصل اول: نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی تاریخ...★

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور نئے مذہب کا بانی ہے۔اس لیے دیگر مذاہب کے تعارف میں ان جھوٹے لوگوں کا بھی تعارف ہونا چاہیے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور عجیب وغریب مذہب ایجاد کر کے مخلوق کو راہ ہدایت سے ہٹادیا۔

ان جھوٹوں کا تذکرہ اس اعتبار سے بھی بہتر ہے کہ عصر حاضر اور مستقبل میں شعبدہ بازوں کو دیکھ کر مسلمان شرعی اصولوں کے ساتھ ساتھ تاریخی فتنہ باز لوگوں کو مد نظر رکھیں اور ان کے شر سے محفوظ رہیں۔انسانی فطرت ہے کہ جب اس میں کوئی علمی، لسانی، جسمانی خوبی آجائے تو وہ خود کو کچھ سمجھنا شروع ہو جاتا ہے، شیطان اسے متکبر بنا کر اس سے بڑے دعوے کروادیتا ہے اور انسان جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔اس لیے ہر انسان کو چاہیے اللہ عزوجل کی عطاکردہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنے نافرمان نہیں۔تاریخ میں جن جھوٹوں نے چند معمولی خوبیوں کے سبب نبوت کا دعویٰ کیا اور رہتی دنیا تک نشانِ عبرت بنے، ان کا تعارف پیش خدمت ہے:

☆ **ابن صیاد:** اس کا نام عبداللہ، لقب صاف، کنیت ابن صیاد یا ابن صائد تھی۔یہودِ مدینہ میں سے ایک یہودی کا لڑکا تھا، جو بچپن میں بڑے شعبدے دکھاتا تھا، بعد میں جوان ہو کر مسلمان ہو گیا، عبادات اسلامی ادا کرتا تھا۔اس کے متعلق علماء کے تین قول ہیں: ایک یہ کہ وہ دجّال نہیں تھا بلکہ مسلمان ہو گیا تھا، دوسرا یہ کہ وہ دجال تو تھا مگر وہ مشہور دجال نہ تھا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں بہت سے دجال ہوں گے یہ بھی انہیں دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔تیسرا قول یہ کہ وہ دجال مشہور ہی تھا۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ میں ہی مرا وہاں ہی دفن ہوا مگر یہ غلط ہے وہ جنگ حرہ تک دیکھا جاتا رہا، حرہ کے دن غائب ہو گیا۔

ابن صیاد نے واضح طور پر خود کو نبی نہ کہا تھا ہاں ایک حدیث پاک میں جو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ''کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' اس جملہ کی تشریح میں علماء فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کا یہ قول محض حضور انور کے فرمان عالی کے مقابلہ میں ہے ورنہ وہ مدعی نبوت نہ تھا۔

بالفرض اگر اسے نبوت کا دعویدار بھی کہا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قتل اس وجہ سے نہیں کیا کہ ایک تو وہ نابالغ بچہ تھا، دوسرا یہ کہ وہ ذمی تھا۔ چنانچہ شرح السنۃ کی حدیث پاک ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کی ایک یہودی عورت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کی آنکھ (یعنی داہنی آنکھ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بائیں آنکھ) مٹی ہوئی اور ہموار تھی، اور اس کی کچلیاں باہر نکلی ہوئی تھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق ہوا کہ کہیں یہ دجال نہ ہو (اور امت کے لوگوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرے) پس (ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھنے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک چادر کے نیچے لیٹا ہوا پایا، اس وقت وہ آہستہ آہستہ کچھ بول رہا تھا جس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس کی ماں نے کہا، عبداللہ یعنی ابن صیاد (دیکھو) یہ ابوالقاسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے ہیں (ہوشیار ہو جاؤ اور ان سے بات کرو) وہ (یہ سنتے ہی) چادر سے باہر نکل آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو کیا ہوا، خدا اس کو ہلاک کرے (کہ اس نے لڑکے کو میری آمد سے خبردار اور ہوشیار کر دیا) اگر وہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتی (اور میری آمد سے آگاہ نہ کرتی) تو یقیناً وہ اپنا حال ظاہر کر دیتا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن صائد تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میں حق و باطل دیکھتا ہوں اور عرش پانی پر دیکھتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔

حضرت عمر ابن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں اس کو قتل کر ڈالوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ (ابن صیاد) وہی دجال ہے تو اس کے قاتل تم نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے قاتل حضرت عیسیٰ ابن مریم ہوں گے (کیونکہ حضرت عیسی کے علاوہ کسی اور شخص کو اس کے قتل کی طاقت و قدرت ہی نہیں دی گئی ہے) اور اگر یہ وہ دجال نہیں ہے تو "لَيْسَ لَكَ أَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ" ترجمہ: تمہیں ایک ایسے شخص کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں جو اہل ذمہ میں سے ہے (یعنی ان غیر مسلموں میں سے ہے جن کے جان و مال کی حفاظت ہمارے ذمہ ہو چکی ہے، جن کو "ذمی" کہا جاتا ہے)۔

(شرح السنة، كتاب الفتن، باب ذكر ابن الصياد، جلد 15، صفحہ 78، 79، حدیث 4274، المكتب الإسلامي، بیروت)

☆**اسود عنسی**: یہ عنس بن قدحج سے منسوب تھا اس کا نام عیلہ تھا۔ اسے "ذوالخمار" بھی کہتے تھے اور ذوالحمار بھی۔ ذوالخمار کہنے کی وجہ تو یہ تھی کہ یہ اپنے منہ پر دوپٹہ ڈالا کرتا تھا جبکہ ذوالحمار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہو کر آتا ہے۔

اربابِ سیر کے نزدیک یہ کاہن تھا اور اس سے عجیب و غریب باتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ یہ لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے گرویدہ کرلیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ دو ہمزاد شیطان تھے جس طرح کاہنوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ فارس کا ایک باشندہ باذان، جسے کسرٰی نے یمن کا حاکم بنایا تھا، نے آخری عمر میں توفیق اسلام پائی اور سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اسے یمن کی حکومت پر برقرار رکھا۔ اس کی وفات کے بعد حکومتِ یمن کو تقسیم کرکے کچھ اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دی اور کچھ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائی۔ اس علاقے میں اسود عنسی نے خروج کیا اور شہر بن باذان کو قتل کردیا اور مرزبانہ جو کہ شہر کی بیوی تھی اسے کنیز بنالیا۔ فردہ بن مسیک نے جو کہ وہاں کے عامل تھے اور قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو ایک خط لکھ کر مطلع کیا۔ حضرت معاذ اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما اتفاق رائے سے حضر موت چلے گئے۔ جب یہ خبر سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اس جماعت کو لکھا کہ تم اکٹھے ہو کر جس طرح ممکن ہو اسود عنسی کے شر و فساد کو ختم کرو۔ اس پر تمام فرمانبرداران نبوت ایک جگہ جمع ہوئے اور مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ یہ اسود عنسی وہ شخص ہے، جس نے تیرے باپ اور شوہر کو قتل کیا ہے اس کے ساتھ تیری زندگی کیسے گزرے گی؟ اس نے کہلوایا میرے نزدیک یہ شخص مخلوق میں سب سے زیادہ دشمن ہے۔ مسلمانوں نے جواباً پیغام بھیجا کہ جس طرح تمہاری سمجھ میں آئے اور جسطرح بن پڑے اس ملعون کے خاتمہ کی سعی کرو۔ چنانچہ مرزبانہ نے دو اشخاص کو تیار کیا کہ وہ رات کو دیوار میں نقب لگا کر اسود کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کردیں۔ ان میں سے ایک کا نام فیروز دیلمی تھا جو مرزبانہ کا چچازاد اور نجاشی کا بھانجا تھا انہوں نے دسویں سال مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا رضی اللہ عنہ۔ دوسرے شخص کا نام داودیہ تھا۔ جب مقررہ رات آئی تو مرزبانہ نے اسود کو خالص شراب کثیر مقدار میں پلادی، جس سے وہ مدہوش ہوگیا۔ فیروز دیلمی نے اپنی ایک جماعت کے ساتھ نقب لگائی اور اس بدبخت کو قتل کردیا۔ اس کے قتل کرتے وقت گائے کے چلانے کی طرح بڑی شدید آواز

آئی اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار ہوا کرتے تھے وہ آواز سن کر اس طرف لپکے مگر مرزبانہ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ خاموش رہو تمہارے نبی پر وحی آئی ہے۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے وصال ظاہری سے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آج رات اسود عنسی مارا گیا ہے اور ایک مرد مبارک نے جو کہ اس کے اہلبیت سے ہے اس نے اسے قتل کیا ہے اس کا نام فیروز ہے اور فرمایا" فاز فیروز "یعنی فیروز کامیاب ہوا۔

(فتوح البلدان،صفحہ109،،دارومکتبۃ الھلال،بیروت*تاریخ الطبري،جلد3،صفحہ147،دار التراث،بیروت*المنتظم في تاریخ الأمم والملوك،جلد9،صفحہ67،دار الکتب العلمیۃ، بیروت*الکامل في التاریخ،جلد2،صفحہ196،دار الکتاب العربي، بیروت*البدایۃ والنھایۃ، جلد6،صفحہ339،دار إحیاء التراث العربي*تاریخ ابن خلدون،جلد2،صفحہ482،دار الفکر،بیروت*مدارج النبوۃ مترجم،جلد2، صفحہ554،مکتبہ اسلامیہ،اردو بازار لاہور)

☆**طلیحہ اسدی:** طلیحہ بن خویلد اسدی قبیلہ بنو اسد کی طرف منسوب ہے جو نواح خیبر میں آباد تھا۔ اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے عہد مبارک میں مرتد ہو کر سمیرا میں اقامت اختیار کی اور وہیں دعویٰ نبوت کر کے لوگوں کو راہ مستقیم سے ہٹانا شروع ہو گیا اور تھوڑے ہی دن میں ہزار لوگ اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

طلیحہ نے چند جھوٹی باتیں اپنی طرف سے جوڑ کر اپنی نئی شریعت لوگوں کے سامنے اس شکل میں پیش کی کہ نماز میں صرف قیام کو ضروری قرار دیا، رکوع و سجود کو ختم کر دیا۔ رکوع و سجود کے متعلق کہا کرتا تھا کہ اللہ عزوجل چہروں کے خاک پر رگڑنے سے مستغنی ہے اور وہ تمہاری پشت کی خمیدگی سے بھی بے نیاز ہے۔ معبود برحق کو کھڑے ہو کر یاد کر لینا کافی ہے۔ دوسرے احکام اور عبادات کے متعلق بھی بہت سی باتیں ایجاد کی تھیں۔

اس کے پیروکاروں نے لوگوں میں یہ بات پھیلانی شروع کی کہ ان پر اسی طرح وحی نازل ہوتی ہے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے اور ان کے پاس بھی اسی طرح آسمان سے فرشتہ آتا ہے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے۔ ان میں سے بعض نے آیات قرآنی کے مشابہ کچھ عبارتیں بنانے کی کوشش کی اور جیسی تیسی وہ بنیں انہیں لوگوں کے سامنے وحی آسمانی کے طور پر پیش کیا۔ لیکن ان عبارتوں پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے ان کی قلعی کھل جاتی ہے اور حیرت ہوتی ہے ان جھوٹوں کو کس طرح جرأت ہوئی کہ انہوں نے ایسی بے سروپا باتوں کو وحی آسمانی کا نام دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور وہ لوگ بھی کس عجیب قسم کی ذہنیت کے مالک تھے جنہوں نے

اس نامعقول اور بے ہودہ بکواس کو وحی الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔ ذیل میں نمونہ اس کا ایک ٹکڑا پیش کیا جاتا ہے جو طلیحہ پر اترا کرتی تھی۔ والحمام والیمام، والصرد الصوام، قد صمن قبلکم باعوام لیبلغن ملکنا العراق والشام۔

طلیحہ کہا کرتا تھا کہ جبرائیل امین ہر وقت میری مصاحبت میں رہتے ہیں اور وزیر کی حیثیت سے تمام امور میں مجھے مشورہ دیتے ہیں۔

طلیحہ نے اپنے چچازاد بھائی جس کا نام ''حیال'' تھا اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی نبوت کی دعوت کے لیے مدینہ منورہ بھیجا۔ حیال جب مدینہ منورہ پہنچا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں طلیحی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا کہ طلیحہ کے پاس ذوالنون (روح الامین) آتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے محض ذوالنون کا نام کہیں سے سن لیا ہے۔ حیال نے آپ کے اس جواب میں کہا: واہ صاحب! آپ کیا کہتے ہیں کیا وہ شخص جھوٹا ہو سکتا ہے جس کو لاکھوں مخلوق اپنا ہادی یقین کرتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے ناخوش ہوئے اور فرمایا: اللہ عزوجل تمہیں ہلاک کرے اور تمہارا خاتمہ بخیر نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حیال حالت ارتداد ہی میں قتل ہو کر واصل جہنم ہوا اور دنیا سے نامراد گیا۔

حضور علیہ السلام نے طلیحہ کی سرکوبی کے لئے حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا۔ لشکر ضرار اور طلیحہ کے پیروکاروں کی خوب جنگ ہوئی مسلمانوں نے طلیحہ کے پیروکاروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا۔ طلیحہ کے ماننے والے بدحواسی میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

لشکر اسلام واپس ہوا لیکن ابھی مدینہ منورہ نہیں پہنچا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کی خبر پہنچ گئی۔ طلیحہ کو اس فرصت میں اپنی حالت درست کرنے اور جمعیت کے بڑھانے کا خوب موقع ملا، عطفان وہوازن وغیرہ کے قبائل جو ذی القصہ وذی خشب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکست کھا کر بھاگے تھے، طلیحہ کے پاس پہنچے تھے اور اس کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے، نجد کے مشہور چشمہ بزاخہ پر طلیحہ نے اپنا کیمپ قائم کیا اور یہاں غطفان ہوازن، بنو عامر، بنو طے وغیرہ قبائل کا اجتماع عظیم اس کے گرد ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے جب گیارہ سردار منتخب فرما کر روانہ کرنا چاہے تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں موجود تھے، وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی سے پہلے اپنے

قبیلہ طے کی طرف روانہ ہوئے اور اُن کو سمجھا کر اسلام پر قائم کیا، اس قبیلہ کے جو لوگ طلیحہ کے لشکر میں شامل تھے، اُن کے پاس قبیلہ طے کے آدمیوں کو بھیجا کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ کے حملہ سے پہلے اپنے قبیلہ کو وہاں سے بلوالو؛ چنانچہ بنی طے کے سب آدمی طلیحہ کے لشکر سے جُدا ہو کر آ گئے اور سب کے سب اسلام پر قائم ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے لشکر میں جو قریب پہنچ چکا تھا شامل ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید نے بزاخہ کے میدان میں پہنچ کر لشکر طلیحہ پر حملہ کیا، جنگ وپیکار اور عام حملہ کے شروع ہونے سے پیشتر لشکر اسلام کے دو بہادر حضرت عکاشہ بن حصن رضی اللہ تعالی عنہ اور ثابت بن اقرم انصاری رضی اللہ تعالی عنہ دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ کو اور بنی طے پر عدی بن حاتم رضی اللہ تعالی عنہ کو سردار مقرر کر کے حملہ کیا، طلیحہ کے لشکر کی سپہ سالاری اُس کا بھائی حبال کر رہا تھا اور طلیحہ ایک چادر اوڑھے ہوئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے الگ ایک طرف وحی کے انتظار میں بیٹھا تھا، لڑائی خوب زور شور سے جاری ہوئی۔

جب مرتدین کے لشکر پر کچھ پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے تو طلیحہ کے لشکر کا ایک سردار عینیہ بن حصن طلیحہ کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی وحی نازل ہوئی یا نہیں؟ طلیحہ نے کہا ابھی نہیں ہوئی پھر تھوڑی دیر کے بعد عینیہ نے دریافت کیا اور وہی جواب پایا، پھر میدان پر جا کر لڑنے لگا اب دم بدم مسلمان غالب ہوتے جاتے تھے اور مرتدین کے پاؤں اکھڑنے لگے تھے، عینیہ تیسری مرتبہ پھر طلیحہ کے پاس گیا اور وحی کی نسبت پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں جبرئیل میرے پاس آیا تھا، وہ کہہ گیا ہے کہ تیرے لئے وہی ہو گا، جو تیری قسمت میں لکھا ہے۔ عینیہ نے یہ سن کر کہا کہ لوگو! طلیحہ جھوٹا ہے، میں تو جاتا ہوں، یہ سنتے ہی مرتدین یک لخت بھاگ پڑے، بہت سے مقتول، بہت سے مفرور اور بہت گرفتار ہوئے، بہت سے اُسی وقت مسلمان ہو گئے، طلیحہ معہ اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگا اور ملکِ شام کی طرف جا کر قبیلہ قضاعہ میں مقیم ہوا، جب رفتہ رفتہ تمام قبائل مسلمان ہو گئے اور خود اس کا قبیلہ بھی اسلام میں داخل ہو گیا تو طلیحہ بھی مسلمان ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں مدینے آیا اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(البدء والتاریخ، جلد5، صفحہ157، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ*الکامل فی التاریخ، جلد2، صفحہ202، دار الکتاب العربی، بیروت*البدایۃ والنھایۃ، جلد6، صفحہ350، دار إحیاء التراث العربی*تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات والإنجازات السیاسیۃ، صفحہ54، دار النفائس)

☆ **مسیلمہ کذاب:** یہ خود کو "رحمن الیمامہ" کہلواتا تھا پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا۔ یہ کہتا تھا "جو مجھ پر وحی لاتا ہے اس کا نام رحمن ہے۔" یہ اپنے قبیلے بنو حنیف کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایمان لایا تھا بعد میں مرتد ہو گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق یہ مسلمان نہ ہوا اور کہا اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اپنے بعد خلیفہ بنا دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں اور ان کی متابعت کر لوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی فرمایا اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں بجز اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں حکم الٰہ ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق اس نے تھوڑی دیر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد کہا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے اپنی نبوت میں شریک کر لیں یا اپنا جانشین مقرر کر دیں تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بیعت کرنے کو تیار ہوں اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا (اور اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی) کہ تم نبوت میں سے اگر یہ لکڑی بھی مجھ سے مانگو تو نہیں مل سکتی۔ بہر حال جب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناکام و نامراد واپس ہوا تو اس نے خود ہی اعلان نبوت کر ڈالا اور اہل یمامہ کو بھی گمراہ و مرتد بنانا شروع کر دیا۔ اس نے شراب و زنا کو حلال کر کے نماز کی فرضیت کو ساقط کر دیا مفسدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ مل گئی اس کے چند عقائد یہاں بیان کیے جاتے ہیں:

(1) سمت معین کر کے نماز پڑھنا کفر و شرک کی علامت ہے لہٰذا نماز کے وقت جدھر دل چاہے منہ کر لیا جائے اور نیت کے وقت کہا جائے کہ میں بے سمت نماز ادا کر رہا ہوں۔

(2) مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں لیکن ہمارے دو ہیں ایک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہیں اور دوسرا مسیلمہ اور ہر امت کے کم از کم دو پیغمبر ہونے چاہیں۔

(3) مسیلمہ کے ماننے والے اپنے آپ کو رحمانیہ کہلاتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی کرتے تھے شروع مسیلمہ کے خدا کے (مسیلمہ کا نام رحمان بھی مشہور تھا) کے نام سے جو مہربان ہے۔

(4) ختنہ کرنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس نے ایک کتاب بھی وضع کی تھی جس کے دو حصے تھے پہلے کو "فاروق اول" اور دوسرے کو "فاروق ثانی" کہا جاتا تھا اور اس کی حیثیت کسی طرح قرآن سے کم نہ سمجھتے تھے اسی کو نمازوں میں پڑھا جاتا تھا اس کی تلاوت کو باعث ثواب خیال کرتے۔ اس شیطانی صحیفے کے چند جملے ملاحظہ ہوں "یا ضفدع بنت ضفدع نقی ما تنقین اعلاك فی الماء و اسفلك فی الطین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین" ترجمہ: اے مینڈک کی بچی اسے صاف کر جسے تو صاف کرتی ہے۔ تیرا بالائی حصہ تو پانی میں اور نچلا حصہ مٹی میں ہے نہ تو پانی پینے والوں کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔

اس وحی شیطان کا مطلب کیا ہے یہ بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مسیلیوں کے نزدیک قرآن کریم اور فاروق کی تفسیر کرنا حرام تھا اب ذرا فاروق اول کی سورۃ الفیل بھی پڑھیے "الفیل و ما الفیل له ذنب دبیل و خرطوم طویل ان ذلك من خلق ربنا الجلیل" یعنی ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے اس کی بھدی دم ہے اور لمبی سونڈ ہے یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔ اس کی یہ وحی شیطانی سن کر ایک بچی نے کہا کہ یہ وحی ہو ہی نہیں سکتی اس میں کیا بات بتائی گئی ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے سب کو پتہ ہے کہ ہاتھی کی دم بھدی اور سونڈ طویل ہوتی ہے۔

مسیلمہ کذاب اس شیطانی کتاب کے علاوہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شعبدہ بازی بھی کرتا تھا جس کو وہ اپنا معجزہ کہتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک مرغی کے بالکل تازہ انڈے کو سرکے میں ڈال کر نرم کیا اور پھر اس کو ایک چھوٹے منہ والی بوتل میں ڈالا، انڈہ ہوا لگنے سے پھر سخت ہو گیا۔ بس مسیلمہ لوگوں کے سامنے وہ بوتل رکھتا اور کہتا کہ کوئی عام آدمی انڈے کو بوتل میں کسطرح ڈال سکتا ہے۔ لوگ اس کو حیرت سے دیکھتے اور اسکے کمال کا اعتراف کرنے لگتے تھے۔ اس کے علاوہ جب لوگ اس کے پاس کسی مصیبت کی شکایت لے کر آتے تو یہ انکے لیے دعا بھی کرتا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ برعکس ہوتا تھا چنانچہ لوگ اس کے پاس ایک بچے کو برکت حاصل کرنے کو لائے اس نے اپنا ہاتھ بچے کے سر پہ پھیرا وہ گنجا ہو گیا۔ ایک عورت ایک مرتبہ اسکے پاس آئی کہا کہ ہمارے کھیت سوکھے جارہے ہیں کنویں کا پانی کم ہو گیا ہے ہم نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعا سے خشک کنوؤں میں پانی ابلنے لگتا ہے آپ بھی ہمارے لیے دعا کریں چنانچہ اس کذاب نے اپنے مشیر خاص نہار سے مشورہ کیا اور اپنا تھوک کنویں میں ڈالا جس کی نحوست سے کنویں کا رہا سہا پانی بھی ختم ہو گیا۔ ایک مرتبہ اس کذاب نے سنا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا تھا تو انکی آنکھوں کی تکلیف ختم ہوگئی تھی اس نے بھی کئی مریضوں کی آنکھوں میں تھوک لگایا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کی آنکھ میں یہ تھوک لگاتا وہ بدنصیب اندھا ہو جاتا تھا۔ایک معتقد نے آکر بیان کیا کہ میرے بہت سے بچے مرچکے ہیں صرف دو لڑکے باقی ہیں آپ ان کی درازی عمر کی دعا کریں کذاب نے دعا کی اور کہا جاؤ تمہارے چھوٹے بچے کی عمر چالیس سال ہوگی یہ شخص خوشی سے جھومتا ہوا گھر پہنچا تو ایک اندوہناک خبر اس کی منتظر تھی کہ ابھی اس کا ایک لڑکا کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا ہے اور جس بچے کی عمر چالیس سال بتائی تھی وہ اچانک ہی بیمار ہوا اور چند لمحوں میں چل بسا اور ایک روایت کے مطابق ایک لڑکے کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تھا اور دوسرا کنویں میں گر کر ہلاک ہوا تھا۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس ملعون کے ایسے کرتوتوں کے باوجود اس کی پیروی کرتے تھے اور اس سے بیزار نہ ہوتے تھے چونکہ جاہلوں کی جماعت میں غرض کے بندے شامل تھے لہٰذا جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصالِ ظاہری ہوا تو اس کا کاروبار چمک گیا اور ایک لاکھ سے زیادہ جہال اس کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت مقدسہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہزار کا لشکر لیکر اس کے استیصال کو تشریف لے گئے ان کے مقابل ہزار کا لشکر کفار تھا۔ فریقین میں خوب لڑائی ہوئی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور یہ بدبخت کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل با جہنم ہوا اور اس وقت حضرت وحشی نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: میں زمانہ کفر میں سب سے اچھے آدمی کا قاتل تھا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدتر کا قاتل ہوں۔

(الردة مع نبذة من فتوح العراق وذكر المثنى بن حارثة الشيباني،صفحہ108،دار الغرب الإسلامي، بیروت*فتوح البلدان،صفحہ93،دار ومکتبۃ الھلال،بیروت*تاریخ الطبری،جلد3،صفحہ281،دار التراث،بیروت*البدء والتاریخ،جلد5،صفحہ160،مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ*الکامل فی التاریخ،جلد2،صفحہ214،دار الکتاب العربي، بیروت*تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام،جلد3،صفحہ38،دار الکتاب العربي، بیروت*البدایۃ والنھایۃ،جلد6، صفحہ355، دار إحیاء التراث العربي*تاریخ ابن خلدون،جلد2،صفحہ501،دار الفکر، بیروت*ملخص از ترجمان اہلسنت بابت ماہ نومبر 1973*مدارج النبوۃ مترجم جلد 2،صفحہ552،مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

☆ **سجاح بنت حارث تمیمہ:** یہ عورت قبیلہ بنی تمیم سے تعلق رکھتی تھی۔ سجاح مذہبا عیسائیہ تھی اور نہایت فصیحہ وبلیغہ، حسینہ اور کاہنہ عورت تھی، انہی چند خوبیوں کا جھانسادے کر شیطان نے اسے ورغلایا اور اس نے

مسیلمہ کذاب کے دور میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ عورت انتہائی حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ فریب کار اور ہوشیار تھی۔ لوگ اس کے حسنِ خطابت کے بھی دیوانے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ناہنجاروں کا ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس گروہ میں اسلام اور عیسائی مذہب چھوڑنے والے لوگ تھے۔ سجاح بنت حارث نے نبوت کے اعلان کے بعد کہا کہ وہ اپنی قوم کے لیے اس دنیا میں الگ بہشت بنائے گی جہاں حوریں اور غلمان بھی ہوں گے۔ اپنے اسی مقصد کی تکمیل کے لیے اس نے سب سے پہلے مدینہ منورہ پر حملہ کا ارادہ کیا مگر اسے حملے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مسیلمہ کذاب کو جب سجاح کی نبوت کے دعویٰ کی خبر ملی تو اس نے بہت سے تحائف اس کے پاس بھیجے اور جنگ کی بجائے امن اور ایک دوسرے کی نبوت کے احترام اور اشتراک کی خواہش کا اظہار کیا۔ مسیلمہ نے سجاح سے ملاقات کی بھی درخواست کی اور پھر اسے چالیس پہریداروں کے ہمراہ ملنے کے لیے گیا۔ پہلی ملاقات میں اس نے سجاح سے کہا کہ عرب کے کل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے لیکن قریش نے عہد نہیں نبھایا لہٰذا وہ نصف میں نے تمہیں لکھ دیے۔ بعد ازاں مسیلمہ نے سجاح کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ سجاح نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔

ایک نبی کی نگاہ ہر نوع کی آلائش اور دنیاوی حرص سے پاک ہوتی ہے۔ مسیلمہ چونکہ جھوٹا تھا اس لیے سجاح کے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں اس کے حسن کا دیوانہ ہو گیا اور دوسری ملاقات کا بے قراری سے انتظار کرنے لگا۔ اس نے پر فضا باغ میں نہایت خوبصورت اور عمدہ خیمہ نصب کرایا اور قسم قسم کی خوشبوؤں سے اپنے لباس کو معطر کیا۔ سجاح بھی اسی سج دھج سے آئی۔ مسیلمہ کے سپاہیوں نے اسے سلامی دی اور خیمہ تک پہنچایا جہاں ایک جھوٹا نبی ایک جھوٹی نبیہ سے ملاقات کا منتظر تھا۔ دونوں تنہائی میں ملے۔ کچھ دیر باہمی دلچسپی کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی خود ساختہ وحی سنا کر ایک دوسرے کی نبوت کی تصدیق کی اور پھر اس خیمہ میں گواہوں اور حق مہر کے بغیر نکاح کر لیا۔ تین روز کے بعد سجاح بنت حارث اس خیمہ سے نکلی مگر وہ سجاح زوجہ مسیلمہ کذاب تھی۔ اس کے حواریوں نے پوچھا سجاح تم نے یہ کیا کیا؟ حق مہر کے بغیر ہی نکاح کر لیا؟ سجاح نے کہا ٹھہرو میں ابھی مہر کا پتہ کر کے آتی ہوں۔ وہ مسیلمہ کے پاس آئی تو اس نے کہا کہہ دو کہ مسیلمہ نے سجاح کے مہر میں فجر اور عشاء کی دو نمازیں تمہیں معاف کر دی ہیں۔ جن کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم پر فرض کیا تھا۔

سجاح نے واپس آکر اپنے رفقا کو اس مہر کی خبر سنائی۔ اس پر عطارد بن حاجب نے یہ شعر کہا: ترجمہ: شرم کی بات ہے کہ ہماری قوم کی نبی عورت ہے، جس کے گرد ہم طواف کر رہے ہیں۔ دیگر امتوں کے نبی تو مرد تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ سجاح اور مسیلمہ کی رات کی تنہائیوں میں ملاقاتوں کے چرچے زبان زد خاص و عام ہوئے۔ اس جھوٹی نبیہ اور کاذب نبی نے خیمے میں اپنی شادی سے قبل جو الہامات ایک دوسرے کو سنائے وہ تاریخ ابن الاثیر اور تاریخ طبری میں مذکور ہیں۔ یہ نام نہاد الہامات ایسے لغو اور فحش خیالات کا مجموعہ ہیں کہ جنہیں قلم مارے شرم کے، لکھنے سے قاصر ہیں۔

تاریخ ابن الاثیر کے مطابق خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے سجاح کی جھوٹی نبوت کا طلسم توڑا۔ وہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہی روپوش ہوگئی۔ اس کے پیروکار اس سے بدظن ہو چکے تھے اس لیے اس کی شہرت کم سے کمتر ہوتی گئی۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو ایک سال سخت قحط پڑا جس میں انہوں نے بنی تغلب کو بصرہ میں آباد کرایا۔ سجاح بھی ان کے ہمراہ بصرہ میں آگئی اور اس نے اور اس کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ سجاح نے مسلمان ہونے کے بعد پوری دینداری اور پرہیزگاری سے زندگی گزاری۔ بصرہ میں انتقال ہوا حضرت سمرہ بن جندب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، جلد14، صفحہ241، دار الكتب العلمية، بيروت* تاريخ الطبري، جلد3، صفحہ267، دار التراث، بيروت* تاريخ ابن الوردي، جلد1، صفحہ134، دار الكتب العلمية، بيروت* البداية والنهاية، جلد6، صفحہ352، دار إحياء التراث العربي* تاريخ ابن خلدون، جلد2، صفحہ499، دار الفكر، بيروت)

☆ **لقلیط بن مالک الازدی:** اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں عمان میں نبوت کا دعویٰ کیا اور عمان پر غلبہ پالیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ کو فوج کے ساتھ یمن بھیجا اور حضرت عکرمہ کو بھی ان کے پیچھے بھیجا۔ مسلمانوں اور لقلیط کی فوج کی باہم جنگ ہوئی جس میں دس ہزار لوگ مارے گئے اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ (تاريخ ابن خلدون، جلد2، صفحہ506، دار الفكر، بيروت)

☆ **مختار بن عبید ثقفی:** مختار ثقفی وہ جھوٹا نبوت کا دعویدار ہے جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی چنانچہ مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا: مِنْهُمْ مُسَيْلِمَةُ، وَالْعَنْسِيُّ،

وَالْمُخْتَارُ" ترجمہ: قیامت نہ آئے گی جب تک کہ تیس (23) جھوٹے نہ نکلیں ان میں سے مسیلمہ ،اسود عنسی اور مختار ثقفی ہے۔ (مسند أبي يعلى، مسند عبد الله بن الزبير رحمه الله، جلد 12، صفحہ 197، حدیث 6820، دار المأمون للتراث، دمشق)

مختار ثقفی یکم ہجری میں طائف میں پیدا ہوا مگر پرورش مدینہ میں ہوئی۔ نام مختار اور کنیت ابو اسحاق، تعلق بنی ہوازن کے قبیلہ ثقیف سے تھا، اسی لیے اسے مختار ثقفی بھی کہا جاتا ہے۔ان کے والد کا نام ابو عبیدہ ثقفی تھا جنہیں حضرت عمر نے عراق کی ایک مہم میں سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا جہاں وہ شہید ہو گئے۔ مختار کے والد اگرچہ حضرت ابو عبید ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے مگر یہ خود فیض یاب خدمت نہ تھا۔اوائل میں خارجی اور بعد میں شیعہ ہوا اور پھر دعویٰ نبوت کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد مختار ثقفی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کی شہادت کا بدلہ لیا اور سینکڑوں قاتلانِ حسین کو قتل کیا، جس میں شمر بھی شامل تھا جس نے امام حسین کا سر جسم سے علیحدہ کر کے نیزے پر دمشق بھجوایا تھا اور حرملہ بھی جس نے امام حسین کے چھ ماہ کے بیٹے علی اصغر کو تیر سے شہید کیا تھا۔ مختار ثقفی نے چن چن کر یزیدیوں کو قتل کیا۔

اہل بیت کی شہادت کا بدلہ لینے کے بعد کچھ چاپلوسی کرنے والوں نے مختار کی خوب تعریفات کرنا شروع کر دیں اور یہ باور کروانا شروع کر دیا کہ دشمنانِ اہل بیت سے بدلہ لینا کوئی معمولی شخص کا کام نہیں بلکہ کسی نبی یا وصی کے بغیر ممکن الوقوع نہیں۔ مختار ثقفی نے ایک یزیدی لشکر کے قتل ہونے کی پیشگی خبر دی جو پوری ہو گئی جس پر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ مختار یہ بھی کہا کرتا تھا کہ خدائے برتر کی ذات نے مجھ میں حلول کیا ہے اور جبرائیل امین ہر وقت میرے پاس آتے ہیں۔ مختار اپنے جھوٹے دعوے میں پیشین گوئیاں کرتا تھا اور حیلے بہانوں سے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا جیسے ایک شخص کو کہا تیرے گھر کو آگ لگ جائے گی، پھر خود کسی کو بھیج کر اس کے گھر کو آگ لگوا دی۔ مختار نے تابوت سکینہ کی طرح ایک کرسی اپنے پاس رکھی تھی جسے وہ لڑائی کے موقع پر لشکر کے ساتھ بھیجا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ یہ کرسی حضرت علی المرتضیٰ کی ہے۔

مختار کی سرکوبی کے لیے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار سے جنگ کی، مختار بھاگ کر قلعہ میں بیٹھ گیا، اس کے قلعہ کا کئی دن محاصرہ کیے رہا بالآخر وہ اٹھارہ

فوجیوں کے ساتھ باہر آیا اور لڑتے ہوئے قتل ہو گیا۔ مختار کے قتل کے بعد اس کی دونوں بیویوں کو لایا گیا اور ان کا عقیدہ معلوم کیا گیا ایک بیوی نے ام ثابت نے اسلام والا عقیدہ بتلایا اور دوسری بیوی عمرہ نے مختار کو خدا کا رسول مانا۔ حضرت مصعب بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے اس کے متعلق شرعی حکم پوچھا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا یہ عورت مرتدہ ہے اس کا قتل کر دیا جائے یوں اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ الطبری، جلد5، صفحہ569، دار التراث، بیروت* البدء والتاریخ، جلد6، صفحہ20، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ* المختصر في أخبار البشر، جلد1، صفحہ194، المطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ* البدایۃ والنہایۃ، جلد8، صفحہ272، دار إحیاء التراث العربي* ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾، جلد1، صفحہ389، دار الغاني، مصر* کنز الدرر وجامع الغرر، جلد4، صفحہ148، عیسی البابی الحلبی)

☆**حارث کذاب دمشقی:** حارث بن عبدالرحمن سعید دمشقی پہلے ابو جلاس عبدی قریشی کا غلام تھا، حصولِ آزادی کے بعد اس کے دل میں یادِ الٰہی عزوجل کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ بعض اولیائے کرام کے دیکھا دیکھی رات دن عبادِ الٰہی میں مصروف رہنے لگا۔ زیادہ غذا نہ کھاتا، کم سوتا، کم بولتا اور قدر کم لباس پہنتا کہ جو فقط سترِ عورت کو کفایت کرتا۔ اگر یہ زہد و ورع، ریاضتیں اور مجاہدے کسی مرشد کامل کے ارشاد و افادہ کے ماتحت عمل میں لاتا تو اسے فائدہ ہوتا جیسا کہ اولیائے کرام کا طریقہ ہے ورنہ شیطان معرفت کے بہانے اسے دین سے دور کر کے گمراہ و متکبر بنا دیتا ہے۔ حارث کے ساتھ بھی شیطان نے کچھ ایسا ہی کھیل کھیلا اور حارث نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حارث مسجد میں ایک پتھر پر انگلی مارتا تو وہ تسبیح پڑھنے لگتا، موسم گرما میں لوگوں کو سرما کے پھل کھلاتا لوگ اس کی اس حرکتوں میں آکر راہِ راست سے ہٹ کر اس کے پیروکار ہو گئے۔

جب حارث کی شعبدہ بازیوں نے شہرت اختیار کی تو ایک دمشقی رئیس قاسم بن بخیم اس کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ کیا تم نبوت کے دعویدار ہو؟ حارث نے کہا ہاں میں نبی ہوں۔ قاسم نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے لہٰذا تم جھوٹے ہو۔ قاسم نے عبدالملک بن مروان سے ملاقات کر کے حارث کی فتنہ انگیزیوں کا بتایا تو عبدالملک نے حارث کی گرفتاری کا حکم دیا، لیکن حارث بھاگ کر بیت المقدس میں پہنچ گیا اور چھپکے سے اپنی تبلیغ میں مصروف عمل ہو گیا۔

اس کے مرید رازداری کے ساتھ لوگوں کو گھیر کر حارث کے پاس لاتے اور حارث ان کو چکنی باتوں میں پھنسا کر اپنے حلقہ میں لے آتا۔ ایک مرتبہ ایک بصری بصرہ سے بیت المقدس آیا تو حارث سے ملاقات ہوئی اور حارث کی

باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ جب اسے حارث کے دعویٰ نبوت کا پتہ چلا تو اس نے کہا آپ کی باقی ساری باتیں اچھی ہیں لیکن نبوت کا دعویٰ درست نہیں۔ حارث نے کہا نہیں تم مزید سوچو۔ دوسرے دن پھر حارث اور بصری کی ملاقات ہوئی تو بصری اس پر ایمان لے آیا اور اس کے خاص مریدوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔

جب بصری نے حارث کے تمام حالات واقعات کا جائزہ لے لیا تو ایک دن کہنے لگا میں بصرہ کا رہنے والا ہوں اتفاق سے بیت المقدس آیا اور آپ کے حلقہ احباب میں شامل ہو گیا، اب میں چاہتا ہوں کہ بصرہ واپس جا کر آپ کے دین کی تبلیغ کروں۔ حارث نے کہا ہاں تم ضرور جاؤ اور یہ خدمت سرانجام دو۔ بصری واپس آیا اور خلیفہ عبدالملک سے حارث کے فتنوں کا ذکر کیا۔ عبدالملک نے اس بصری کے ساتھ چالیس سپاہی بھیجے کہ وہ حارث کو گرفتار کر کے لائیں۔

بصری حارث کے پاس بیت المقدس پہنچا تو بڑی مشکل سے سپاہیوں سمیت حارث کے دربان میں پہنچ گیا۔ جب خدام کو پتہ چلا تو انہوں نے شور مچا دیا کہ تم اس نبی کو قتل کرنا چاہتے ہو جسے خدا نے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ حارث اندر ایک طاق میں چھپ گیا تھا سپاہیوں نے کافی ڈھونڈا حارث نہ ملا بصری چونکہ حارث کی تمام فریب کاریوں سے آگاہ تھا اس نے طاق میں ہاتھ ڈالا تو حارث کا کپڑا اس کے ہاتھ سے چھو گیا، اس نے ہاتھ ڈال کر حارث کو نکالا اور اسے زنجیروں میں جکڑ دیا۔ حارث کے ساتھ جنات ہوتے تھے۔ حارث نے کچھ پڑھا تو تمام زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ دوبارہ پھر زنجیروں میں جکڑا تو حارث نے پھر پڑھا تو زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ بہر حال جیسے تیسے حارث کو گرفتار کر کے عبدالملک بن مروان کے پاس لایا گیا تو اس نے حارث سے پوچھا کیا تم نے نبوت کا دعوی کیا ہے؟ حارث نے کہا ہاں۔ خلیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ حارث کو نیزہ مار کر قتل کر دو۔ اس شخص نے نیزہ مارا تو حارث کو نیزے کا اثر نہ ہوا۔ حارث کے مریدوں نے دیکھا تو کہنے لگے اللہ کے نبیوں کے جسم پر ہتھیار اثر نہیں کرتے۔ خلیفہ نے محافظ سے کہا کہ تم نے بغیر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے نیزہ مارا ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر نیزہ مارو چنانچہ جب تسمیہ کہہ کر نیزہ مارا گیا تو حارث مر گیا۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاهير والأعلام، جلد 5، صفحہ 386، دار الکتاب العربي، بیروت* البداية والنهاية، جلد 9، صفحہ 34، دار إحياء التراث العربي* والمجلد الأول ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾، جلد 1، صفحہ 395، دار العفاني، مصر)

☆ **مغیرہ بن سعید عجلی:** مغیرہ بن سعید عجلی فرقہ مغیریہ کا بانی ہے جو غالی رافضی فرقہ ہے۔ یہ شخص خالد بن عبداللہ قسری والی کوفہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ کے وصال کے بعد پہلے امامت کا اور پھر نبوت کا مدعی ہوا۔

مغیرہ کا دعوی تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اور اس کی مدد سے مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ کہا کرتا تھا کہ اگر میں قوم عاد و ثمود اور ان کے درمیانی عہد کے آدمیوں کو زندہ کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ یہ شخص قبرستان جاکر بعض ساحرانہ کلمات پڑھتا تھا تو ٹڈیوں کی وضع کے چھوٹے چھوٹے جانور قبروں پر اڑتے دکھائی دیتے تھے۔ جب خالد بن عبداللہ قسری کو جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا امیر تھا معلوم ہوا کہ مغیرہ مدعی نبوت ہے اور اس نے طرح طرح کی خرافات جاری کر رکھی ہیں تو اس نے 119 ہجری میں اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ خالد نے مغیرہ سے دریافت کیا کہ تم نبوت کا دعوی کرتے ہو؟ مغیرہ نے اثبات میں جواب دیا۔ خالد نے مغیرہ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادیا۔

(تاریخ الطبری، جلد7، صفحہ128، دار التراث، بیروت* البدء والتاریخ، جلد5، صفحہ130، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ* تجارب الأمم وتعاقب الھمم، جلد3، صفحہ103، سروش، طھران* المنتظم في تاریخ الأمم والملوک، جلد9، صفحہ67، دار الکتب العلمیۃ، بیروت* المنتظم في تاریخ الأمم والملوک، جلد7، صفحہ193، دار الکتب العلمیۃ، بیروت* الکامل في التاریخ، جلد4، صفحہ238، دار الکتاب العربي، بیروت* تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام، جلد7، صفحہ474، دار الکتاب العربي، بیروت* البدایۃ والنھایۃ، جلد9، صفحہ323، دار إحیاء التراث العربي)

☆ **بیان بن سمعان تمیمی:** بیان بن سمعان تمیمی مغیرہ بن سعید عجلی کے دور کا تھا۔ فرقہ بیانیہ جو غالی رافضی کی ایک شاخ ہے اسی بیان کے پیروکار ہیں۔ بیان نبوت کا مدعی تھا اس کے ساتھ ساتھ اس کا ہندوؤں جیسا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اللہ عزوجل کی ذات اس میں حلول کر گئی ہے یوں یہ خدا ہونے کا بھی دعویدار تھا۔

اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ کے جسد مبارک میں اللہ عزوجل کا ایک جزو حلول کر کے ان سے متحد ہو گیا ہے چنانچہ اس قوت الٰہی کے سبب حضرت علی المرتضیٰ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا تھا۔ بیان کہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد وہ خدا کا جزو جناب محمد بن حنفیہ کی ذات میں پیوست ہوا، ان

کے بعد ابوہاشم عبد اللہ بن محمد کے جسم میں جلوہ گر ہوا، جب وہ بھی دنیا سے پردہ کر کے گئے تو وہ جزو بیان بن سمعان یعنی خود اس کی ذات کے ساتھ متحد ہو گیا۔

بیان کا عقیدہ تھا کہ آسمان اور زمین کے معبود الگ الگ ہیں۔ بیان حضرت امام زین العابدین کی تکذیب کرتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس اسم اعظم کا علم ہے۔ اپنے باطل عقائد پر وہ دیگر گمراہوں کی طرح قرآن سے غلط معنی اخذ کر کے لوگوں کو مرتد بناتا تھا۔ کئی لوگ اس کے فریب میں پھنس چکے تھے۔ بیان نے حضرت امام محمد باقر جیسی جلیل القدر ہستی کو بھی اپنی خانہ ساز نبوت کی دعوت دی تھی اور اپنے خط میں جو عمر بن عفیف کے ہاتھ امام کے پاس بھیجا اس میں لکھا تھا کہ تم میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے، تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبی بناتا ہے۔ جب یہ خط امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا تو بہت جلال میں آئے اور قاصد سے فرمایا کہ اس خط کو نگل جاؤ۔ اس نے خط کھا لیا۔ اس کے بعد امام نے بیان کے خلاف دعا کی اور چند روز بعد بیان ہلاک ہو گیا۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر لعنت فرمائی۔

بیان کی ہلاکت یوں ہوئی کہ خالد بن عبد اللہ قسری عامل کوفہ نے مغیرہ بن سعید عجلی کو زندہ جلا دیا تھا۔ بیان بھی اسی وقت گرفتار کر کے کوفہ لایا گیا۔ جب مغیرہ جل کر خاک ہو گیا تو خالد نے بیان کو کہا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اپنے اسم اعظم کے ساتھ لشکروں کو ہزیمت دیتے ہو، اب یہ کام کرو کہ مجھے اور میرے عملہ کو جو تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ہزیمت دے کر اپنے آپ کو بچا لو۔ بیان چونکہ جھوٹا تھا کچھ بول نہ سکا۔ آخر مغیرہ کی طرح اس کو بھی زندہ جلا دیا گیا۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، جلد7، صفحہ330، دار الکتاب العربي، بیروت*ذا لحمدالله ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾، جلد1، صفحہ397، دار العفاني، مصر*جھوٹے نبی، صفحہ140، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**ابو منصور عجلی:** ابو منصور عجلی اہل کوفہ کا ایک شخص تھا۔ اس نے پہلے پہل نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ کچھ تمہیدات باندھ کر نبوت کا دعویٰ کیا۔ ابو منصور عجلی پہلے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معتقد غالی رافضی تھا۔ جب امام جعفر صادق نے اسے باطل عقائد کے سبب اپنے سے خارج کر دیا تو اس نے خود دعوئے امامت کی ٹھان لی۔ چنانچہ راندہ درگاہ ہونے کے چند دنوں بعد ہی یہ دعویٰ کر دیا کہ میں امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ وجانشین ہوں اور ان کا درجہ امامت میری طرف منتقل ہو گیا ہے۔ یہ شخص اپنے تئیں خالق کردگار کی شکل بتاتا تھا۔ اس کا بیان تھا

کہ امام باقر کی رحلت کے بعد مجھے آسمان پر بلایا گیا اور معبود برحق نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اے بیٹا! لوگوں کے پاس میرا پیغام پہنچادے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی و رسول تھے، یونہی امام حسن و حسین اور امام حسین کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی تھے، پھر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نبی ہوئے اور ان کے بعد میں نبی ہوں۔ مزید اس نے یہ نظریہ عام کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں بلکہ قیامت تک نبی آتے رہیں گے۔

ابو منصور جنت و دوزخ کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ جنت سے وہ نفوس قدسیہ مراد ہیں جن کی محبت و دوستی واجب ہے اور وہ آئمہ اہل بیت ہیں اور دوزخ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی عداوت فرض و واجب ہے مثلاً ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ۔ معاذ اللہ عزوجل۔

ابو منصور کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ جبرائیل امین نے پیغام رسانی میں خطا کی انہیں حضرت علی کے پاس وحی دے کر بھیجا تھا لیکن وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے گئے۔ جب یوسف بن عمر ثقفی کو جو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی طرف سے عراق کا والی تھا ابو منصور کے کفریہ عقائد کے متعلق علم ہوا تو اس نے اسے گرفتار کر کے کوفہ میں پھانسی پر لٹکا دیا۔

(تاریخ ابن الوردی، جلد1، صفحہ186، دار الکتب العلمیۃ، بیروت* والحکمۃ ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾، جلد1، صفحہ406، دار العانی، مصر* الدولۃ الأمویۃ عوامل الازدھار وتداعیات الانھیار، جلد2، صفحہ414، دار المعرفۃ، بیروت* جھوٹے نبی، صفحہ143، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**صالح بن طریف برغواطی:** یہ اصل میں یہودی تھا۔ اندلس میں میں اس کی نشو و نما ہوئی اور وہاں سے مشرق کا رخ کیا۔ عبید اللہ معتزلی سے تحصیل علم کرتا رہا پھر جادو گری میں مہارت حاصل کی۔ وہاں تامستا کے مقام پر پہنچا جو مغرب اقصیٰ میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ وہاں بربری قبائل کو دیکھا جو بالکل جاہل اور وحشی تھے۔ اس نے انہی لوگوں میں اقامت کی، ان کی زبان سیکھی اور جادو کے ذریعے سے لوگوں کو گرویدہ بنا کر اس پر حکومت کرنے لگا۔

125 ہجری یا 127 ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ یہ وہی مہدی اکبر ہے جو قرب قیامت کو ظاہر ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

دیگر نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی طرح صالح نے بھی مذہب اسلام کی تحریف کر کے ایک شریعت گڑھ لی۔ صالح کہتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح مجھ پر بھی قرآن نازل ہوتا ہے۔اس نے اپنے قرآن میں جو سورتوں کے نام پیش کیے وہ یہ تھے: سورۃ آدم، سورۃ نوح، سورۃ فرعون، سورۃ موسیٰ، سورۃ ہارون، سورۃ ابلیس وغیرہ۔

صالح کے مذہب میں رمضان کے روزوں کی بجائے رجب کے روزے فرض تھے۔ اس نے اپنے پیروکاروں پر دس نمازیں فرض کی تھیں، پانچ دن میں اور پانچ رات میں۔ ان نمازوں کو وہ اشاروں سے پڑھتے تھے البتہ آخری رکعت کے اخیر میں پانچ سجدے کر لیتے تھے۔21 محرم کے دن ہر شخص پر قربانی واجب قرار دی۔ وضو میں ناف اور کمر کا دھونا بھی مشروع کیا۔ حکم دیا کہ کوئی شخص غسل جنابت نہ کرے البتہ جو کوئی زنا کا مرتکب ہو وہ زنا کے بعد ضرور غسل کرے۔

صالح نے حکم دیا کہ جس عورت سے اور جتنی عورتوں سے چاہیں شادی کریں البتہ چچا کی بیٹی سے نکاح حرام قرار دے دیا۔ان کے ہاں طلاق کی کوئی حد نہ تھی۔ یہ لوگ دن میں ہزار مرتبہ طلاق دے کر رجوع کر سکتے تھے۔ صالح نے حکم دیا تھا کہ چور کو جہاں دیکھو قتل کر دو۔اس کی شریعت میں ہر حلال جانور کا سر کھانا حرام تھا اور مرغی کا گوشت مکروہ تھا۔

صالح سنتالیس سال تک دعویٰ نبوت کرتا رہا پھر 174 ہجری میں تاج و تخت سے دستبردار ہو کر گوشہ نشین ہو گیا اور اپنے بیٹے الیاس کو وصیت کی کہ میرے دین پر قائم رہنا۔ چنانچہ نہ صرف الیاس بلکہ صالح کے تمام جانشین پانچویں صدی ہجری کے وسط تک تاج و تخت کے ساتھ ساتھ اس خود ساختہ نبوت کے بھی وارث رہے۔

الیاس پانچ سال حکومت کرنے اور اس کے عقائد کو عام کرنے کے بعد مر گیا۔الیاس کے بعد اس کا بیٹا یونس مسند حکومت پر بیٹھا۔ یہ شخص نہ صرف اپنے باپ دادا کے کفریات پر عمل پیرا رہا بلکہ دوسروں کو بھی جبراً ان عقائد کو اختیار کرواتا۔اس نے تین سو اسی قصبات و دیہات کو نذر آتش کر دیا اور آٹھ ہزار لوگوں کو اس وجہ سے قتل کر دیا کہ انہوں نے اس دین کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔یونس چوالیس سال کی ظالمانہ حکومت کر کے 268 ہجری میں ہلاک ہو گیا۔

یونس کے بعد ابو غفیر محمد بن معاذ برغواطہ کا بادشاہ ہوا۔ اس نے بھی خاندانی رسم پر چلتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ابو غفیر کی چوالیس بیویاں تھیں۔ یہ انیتس سال حکومت کر کے ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو الانصار تخت نشین ہوا اور اپنے آباؤ اجداد کے عقائد کو اختیار کیا اور چوالیس سال حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو منصور عیسیٰ بائیس سال کی عمر میں باپ کا جانشین ہو کر شہرت پر نمودار ہوا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اٹھائیس سال تک دعویٰ نبوت پر قائم رہ کر میدان جنگ میں ہلاک ہوا یوں ابو منصور عیسیٰ کے بعد کوئی حکومت کو سنبھال نہ سکا اور اسی 80 سال تک مسلمانوں نے اس پر حملے کیے یہاں تک کہ مرابطون نے 451 ہجری میں تسلط کر کے وہاں اہل سنت وجماعت کی حکومت قائم کر دی۔

(البیان المغرب فی أخبار الأندلس والمغرب، جلد1، صفحہ224، دار الثقافۃ، بیروت* تاریخ ابن خلدون، جلد6، صفحہ276، دار الفکر، بیروت* الاستقصا لأخبار دول المغرب الأقصی، جلد1، صفحہ170، دار الکتاب، الدار البیضاء* فقہ التمکین عند دولۃ المرابطین، صفحہ51، مؤسسۃ اقرأ، القاهرة* دولۃ الإسلام فی الأندلس، جلد2، صفحہ306، مکتبۃ الخانجی، القاهرة* جھوٹے نبی، صفحہ145، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆ **بہافریدی زوزانی نیشاپوری:** یہ ایک مجوسی شخص تھا جس نے عباسی دور کے حاکم ابو مسلم خراسانی کے وقت میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ بہافرید زوزان کا رہنے والا تھا اور زوزان سے چین کی طرف گیا۔ چین میں سات سال تک قیام کیا۔ واپس آتے ہوئے دوسرے چینی تحائف کے علاوہ سبز رنگ کی ایک نہایت باریک قمیض بھی ساتھ لایا جو زوزان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ بہافرید نے اس قمیض کو دلیل بنا کر لوگوں میں اپنی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ یوں رچایا کہ چین سے رات کے وقت اپنے وطن پہنچا۔ کسی سے ملاقات کیے بغیر رات کی تاریکی میں سید ھا بت خانہ کا رخ کیا اور مندر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ جب صبح کے وقت پجاریوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو آہستہ آہستہ لوگوں کے سامنے نیچے اترنا شروع کیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ سات سال تک غائب رہنے کے بعد اب یہ بلندی کی طرف سے کس طرح آرہا ہے۔

لوگوں کے تعجب کو دیکھ کر کہنے لگا کہ حقیقت یہ ہے کہ خدا نے مجھے آسمان پر بلایا تھا اور سات سال تک مجھے آسمانوں کی سیر کروائی۔ وہاں مجھے جنت و دوزخ بھی دکھائی۔ پھر خدا نے مجھے شرفِ نبوت سے سرفراز فرمایا اور یہ قمیض پہنا کر زمین پر اترنے کا حکم دیا چنانچہ میں ابھی ابھی آسمان سے نازل ہو رہا ہوں۔ بہافرید نے کہا کہ خلعت جو مجھے آسمان

سے عنایت ہوا زیب تن ہے۔ غور سے دیکھو کہ کہیں دنیا میں ایسا باریک اور نفیس کپڑا تیار ہو سکتا ہے؟ لوگ اس قمیض کو دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہوئے اور کثیر تعداد میں مجوسی اس کے پیروکار ہو گئے۔

بہافرید نے اپنی خود ساختہ شریعت میں سات نمازیں فرض کیں۔ پہلی نماز خدا کی حمد و ثنا پر تھی، دوسری آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے متعلق تھی، تیسری حیوانات اور ان کے رزق کی طرف منسوب تھی، چوتھی دنیا کی بے ثباتی اور موت کو یاد کرنے پر مشتمل تھی، پانچویں کا تعلق قیامت سے تھا، چھٹی میں جنت کی راحت اور اہل دوزخ کے مصائب کی یاد تھی، ساتویں نماز میں صرف اہل جنت کی خوش بختی اور فضیلت کا بیان تھا۔ نماز میں قبلہ سورج کی طرف منہ کرنا تھا۔ سجدہ کا طریقہ تھا کہ دونوں گھٹنے زمین پر نہ لگیں بلکہ ایک زانو سے سجدہ بجالایا جائے۔

بہافرید نے اپنے پیروکاروں کے لیے ایک فارسی کتاب بھی تیار کی۔ اس نے حکم دیا کہ جب تک مویشی بڈھا لاغر نہ ہو جائے اس کی قربانی نہ دیں۔ حق مہر کی مقدار چار سو درہم کم سے کم مقرر کی۔

جب ابو مسلم خراسانی نیشاپور آیا تو مسلمانوں اور مجوسیوں کا ایک وفد اس کے پاس پہنچا اور بہافرید کے دین کی شکایت کی۔ ابو مسلم نے عبد اللہ بن شعبہ کو حکم دیا کہ وہ بہافرید کو گرفتار کر کے لائے۔ بہافرید کو جب گرفتاری کا پتہ چلا تو وہ بھاگ نکلا لیکن بالآخر پکڑا گیا۔ ابو مسلم نے دیکھتے ہی بہافرید کا سر تن سے جدا کر دیا اور حکم دیا کہ ان کے پیروکاروں کو بھی قتل کر دیا جائے۔ اس کے پیروکار کئی بھاگ چکے تھے، بہت کم ہی مسلم فوج کے ہاتھ آئے۔

(جھوٹے نبی، صفحہ 149، مرکز سراجیہ لاہور)

☆ **اسحاق اخرس مغربی:** اسحاق ابو جعفر منصور عباسی کے دور میں 135 ہجری میں اصفہان میں ظاہر ہوا۔ اس نے پہلے صحفِ آسمانی قرآن، تورات، انجیل اور زبور کی تعلیم حاصل کی، پھر جمیع علوم رسمیہ کی تکمیل کی۔ زمانہ دراز تک مختلف زبانیں سیکھتا رہا۔ مختلف اقسام کی شعبدہ بازیاں بھی سیکھیں۔ یوں یہ سب علوم سیکھ کر یہ اصفہان میں آیا۔ اصفہان پہنچ کر اس نے ایک عربی مدرسہ میں قیام کیا اور یہاں خود کو گونگا ظاہر کیا۔ دس سال تک اس نے کسی کو خبر نہ ہونے دی کہ یہ بول سکتا ہے۔ ہر کوئی اسے نہ صرف گونگا جانتا تھا بلکہ اس سے اشاروں میں گفتگو کرتا ہے اور اس سے مذاق کرتا تھا۔

اس نے رازداری سے اپنی آواز کو خوبصورت کیا اور ایک نہایت نفیس قسم کا روغن تیار کیا۔ اس روغن کی یہ خوبی تھی کہ جو کوئی اسے اپنے چہرے پر مل لے تو وہ بہت خوبصورت ہو جاتا تھا۔ یونہی اسحاق نے دو رنگ دار شمعیں بھی تیار کر لیں۔

ایک رات جب سب لوگ سو رہے تھے تو اس نے وہ روغن اپنے چہرے پر مل لیا اور شمعیں اپنے سامنے رکھ کر جلا دیں۔ ان شمعوں کی روشنی اور چہرے پر لگے روغن سے بہت دلفریب چمک پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ جب مدرسہ کے لوگ جاگے اور اس کے پاس آئے تو یہ نماز میں مشغول ہو گیا اور بہت خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے لگا کہ بڑے بڑے قاری بھی اش اش کر اٹھے۔

جب مدرسہ کے معلمین اور طلبہ نے یہ سب دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر اپنے عقل کھو بیٹھے اور یہ چاہا کہ پورے شہر میں ان اس بات کا چرچا کیا جائے یوں بات مشہور ہوتے ہوتے شہر کے قاضی تک پہنچ گئی۔ شہر کے لوگ سمیت قاضی اس کے پاس آئے اور سب باادب کھڑے ہو کر ان سے پوچھنے لگے کہ حقیقت حال کیا ہے۔ اسحاق اسی وقت کا منتظر تھا۔ اب اس نے یوں کہانی گڑھ لی کہ آج رات دو فرشتے میرے پاس حوض کوثر لے کر آئے اور مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور کہنے لگے "السلام علیک یا نبی اللہ" پھر مجھے کہا اے اللہ کے نبی! ذرا منہ تو کھولیے۔ میں نے منہ کھول دیا۔ فرشتے نے ایک نہایت لذیذ چیز میرے منہ میں رکھ دی۔ جیسے ہی میں نے اسے نگلا تو مجھے قوت گویائی مل گئی اور میں نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ" یہ سن کر فرشتوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح تم بھی رسول ہو۔ میں بڑا حیران ہوا کہ تم یہ کیسی بات کر رہے ہو، حضور علیہ السلام کے بعد تو نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے؟ فرشتے کہنے لگے یہ درست ہے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مستقل حیثیت رکھتی ہے اور تمہاری بالتبع اور ظلی و بروزی ہے۔ (قادیانی بھی یہی کہتے ہیں ثابت ہوا کہ قادیانیوں نے یہ بات اسی اسحاق سے کاپی کر کے مرزا پر پیسٹ کی ہے۔)

اسحاق نے کہا کہ جب فرشتوں نے مجھے نبی بنا دیا تو میں نے اس منصب کا انکار کیا اور کہا جب تک مجھے کوئی معجزہ نہیں دیا جاتا میں اس نبوت کو قبول نہیں کروں گا۔ جب میرا اصرار بڑھا تو فرشتوں نے مجھے تمام آسمانی کتابوں کا علم

دیا، کئی زبانوں کا علم دیا۔ جب فرشتے چلے گئے تو ان کے انوار کے کچھ آثار میرے چہرے پر بھی نمایاں ہو گئے اور میرا چہرہ خوبصورت وروشن ہو گیا۔

جب اسحاق نے برملا نبوت کا دعویٰ کیا تو مجمع میں موجود اہل علم حضرات کو توان کے علم نے بچالیا اور علمائے کرام نے اسحاق کو انکار کیا اور عوام کو اس فتنہ سے بہت روکا لیکن جاہل عوام ہمیشہ کی طرح یہاں بھی اسحاق کے قابو میں آگئی اور کثیر عوام اسحاق پر ایمان لے آئی۔

جب اسحاق کی ماننے والوں کی تعداد کثیر ہو گئی تو اس نے بصرہ، عمان اور ان کے توابع جگہوں پر قبضہ کر لیا۔ یوں خلیفہ ابو منصور عباسی کی فوج اور اسحاق کذاب کی فوج کی جنگیں ہوئیں بالآخر اسحاق مارا گیا۔

(تاریخ ابن خلدون، جلد3، صفحہ249، دار الفکر، بیروت* جھوٹے نبی، صفحہ151، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**مقنع خارجی:** اس کا نام عطا اور رکھا گیا حکیم ہے۔ 161 ہجری میں خراسان میں نبوت کا دعوی کیا پھر الوہیت کا دعویٰ کیا۔ تناسخ ارواح کا قائل تھا۔ کثیر لوگوں کو اپنا پیروکار بنا کر مضبوط فوج تیار کر لی۔ سعید حرشی نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب اس کو اپنے مغلوب ہونے کا احساس ہوا تو اس نے اپنی عورتوں اور اہل کو زہر پلائی اور خود بھی زہر پی کر ہلاک ہو گیا۔ مسلمان جب قلعہ میں داخل ہوئے تو اس کا سر کاٹ کر بادشاہ مہدی کے پاس حلب میں بھیج دیا۔

(النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، جلد2، صفحہ38، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر* والمحمّد الله ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾، جلد1، صفحہ502، دار العفاني، مصر)

☆**استاد سیس خراسانی:** خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دور میں یہ شخص ہرات، سجستان وغیرہ اطراف خراسان میں دعوئے نبوت کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس کے جال میں کثیر لوگ پھنسے اور ان کے پیروکاروں کی تعداد تین لاکھ ہو گئی۔ اتنی تعداد دیکھ کر اس کے دل میں حکومت پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی اور کثیر لڑائیوں کے بعد بالآخر یہ گرفتار ہو گیا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ156، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**ابو عیسی اسحاق اصفہانی:** ابو عیسیٰ اسحاق بن یعقوب اصفہان کا ایک یہودی تھا۔ یہود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہیں مانتے بلکہ وہ آج تک اس مسیح کی آمد کے منتظر چلے آتے ہیں جس کے ظہور کی بشارت جناب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دی تھی۔ ابو عیسیٰ نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح منتظر کا رسول ہوں۔ اس کا بیان

تھا کہ مسیح منتظر سے پہلے یکے بعد دیگرے پانچ رسول مبعوث ہوں گے جن کی حیثیت جناب مسیح موعود کی سی ہو گی۔ میں بھی ان پانچوں میں سے ایک رسول ہوں۔ یہ اس بات کا مدعیٰ تھا کہ خدا عزوجل مجھ سے ہم کلام ہوا اور مجھے اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ میں بنی اسرائیل کو غاصب قوموں اور ظالم حکمرانوں سے نجات دلاؤں۔

اس نے اپنے پیروؤں پر دس نمازیں فرض کیں، ان کے اوقات معین کر دیے۔ اس نے یہود کے بہت سے احکام شریعت کو جو تورات میں مذکور ہیں ان کی مخالفت کی۔ بے شمار یہود نے اس کی متابعت اختیار کی۔ جب جمیعت بہت بڑھ چکی تو اس نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے۔ رے میں خلیفہ ابو جعفر منصور کے لشکر سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ لڑائی سے پہلے اس نے اپنے ہاتھ کی لکڑی سے زمین پر ایک خط کھینچ کر اپنے پیروؤں سے کہا کہ تم لوگ اس خط پر قائم رہو اور اس سے آگے نہ بڑھو۔ دشمن کی مجال نہیں کہ اس خط سے آگے بڑھ کر تم پر حملہ آور ہو سکے۔ آخر جب دورانِ جنگ منصور کا لشکر پیش قدمی کرتا ہوا خط کے پاس پہنچا اور اس نے دیکھا کہ اس کے جھوٹ کا پول کھلنے والا ہے تو جھٹ سے اپنے پیروؤں سے علیحدہ ہوا اور خط پر پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ اس کو دیکھ کر اس کے پیرو بھی خط پر آ گئے اور خوب جنگ ہوئی۔ بکثرت مسلمان شہید ہوئے لیکن مسلمانوں نے ابو عیسیٰ اور ان کے کثیر پیروکاروں کو موت کے گھاٹ اتار کر یہ فتنہ ختم کر دیا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ 158، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**عبداللہ بن میمون اہوازی:** عبداللہ بن میمون اہواز کا رہنے والا تھا جو مضافاتِ کوفہ میں ہے۔ یہ شخص جادوگری اور شعبدہ بازی میں مہارت رکھتا تھا۔ امام مہدی اور نبی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ شروع میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسماعیل کی خدمت میں رہا کرتا تھا چنانچہ ان کے ساتھ مصر بھی گیا۔ حضرت اسماعیل کے وصال کے بعد ان کے فرزند محمد کے پاس رہنے لگا۔

دراصل امام جعفر صادق کے دو صاحبزادے تھے: بڑے اسماعیل تھے یہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں دنیا سے پردہ کر گئے تھے۔ دوسرے امام موسیٰ کاظم تھے جو امام جعفر صادق کے بعد امام ہوئے۔ اسماعیلی فرقہ امام جعفر صادق کے بعد ان کے بڑے بیٹے اسماعیل کو امام برحق تسلیم کرتے ہیں۔

عبداللہ اسی فرقہ میں تھا۔ اس نے امام محمد کے انتقال کے بعد ان کے غلام مبارک کو اس غرض کے لیے بھیجا کہ لوگوں کو مذہب اسماعیلیہ کی دعوت دے۔ خود عبداللہ بھی کوہستانِ عراق اور پھر شہر بصرہ میں جا کر اسماعیلی مذہب

کی اشاعت و ترویج کرتا رہا۔ عبداللہ اہوازی پہلے تو کچھ مدت تک لوگوں کو اسماعیلی مذہب کی دعوت دیتا رہا لیکن بعد کو اس نے اس مسلک میں کچھ ترمیمیں کر کے اس میں الحاد و زندقہ کے جراثیم داخل کر دیے اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد اپنی نبوت و مہدویت کا بھی ڈھنڈورا پیٹنے لگا۔

عبداللہ بن میمون نے اسماعیلی مذہب چھوڑ کر اپنے والد کے ایجاد کردہ مذہب کی تبلیغ شروع کی جس کا نام "باطنی فرقہ" ہے۔

باطنی مذہب کے عقائد و نظریات کچھ یوں تھے کہ قرآن و حدیث کی واضح احکام کے ظاہر پر عمل کرنا حرام اور ان کے باطن پر عمل کرنا فرض ہے۔ انہوں نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وضو وغیرہ کے رائج طریقوں کو چھوڑ کر اس کے کچھ اور ہی معنی گڑھ لیے۔ انہوں نے کہا کہ نماز سے مراد رکوع و سجود کرنا مولویوں نے ایجاد کیا ہے۔ یونہی باطنی فرقہ نے ملائکہ، شیطان، جن، جنت و دوزخ، قیامت کے بھی عجیب معنی بیان کیے جیسے ملائکہ سے مراد داعی و منادی ہے، جبرائیل سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل و فراست ہے، شیطان سے مراد ظاہر پر عمل کرنا ہے، جن سے مراد گنوار لوگ، قیامت کا مطلب کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف آنا، جنت و دوزخ سے مراد جسمانی راحت و جسمانی تکلیف ہے، حج کا مطلب امام کی زیارت کے لیے جانا، روزہ سے مراد امام کا راز افشانہ کرنا، طواف سے مراد ائمہ طاہرین کے گھر، زکوۃ سے مراد دل کی صفائی اور پاکیزگی، غسل سے مراد توبہ کر کے امام سے دوبارہ عہد کرنا ہے۔

(البیان المغرب في أخبار الأندلس والمغرب، جلد 1، صفحہ 281، دار الثقافة، بیروت* تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، جلد 24، صفحہ 22، دار الکتاب العربي، بیروت* البدایة والنهایة، جلد 11، صفحہ 131، دار إحیاء التراث العربي* قصة الحضارة، جلد 13، صفحہ 221، دار الجیل، بیروت* دولة السلاجقة وبروز مشروع إسلامي لمقاومة التغلغل الباطني والغزو الصلیبي، صفحہ 48، مؤسسة اقرأ، القاهرة* جھوٹے نبی، صفحہ 165، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**احمد بن کیال بلخی:** احمد بن کیال فارسی اور عربی کا بڑا مصنف گزرا ہے۔ بڑا فصیح و بلیغ اور مشہور و معروف مقرر تھا۔ اسی صلاحیتوں کے مان نے اسے مروا دیا اور شیطان نے اس صلاحیتوں کو اس کے سامنے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا یہاں تک کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

ابتدا میں یہ لوگوں کو اہل بیت کی طرف بلاتا تھا لیکن کچھ مدت کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی امام زماں امام مہدی ہوں۔ وہ لوگ جو اس کی جادو بیانی سے متاثر تھے انہوں نے اس امام مہدی تسلیم کر لیا۔ پھر بعد میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ یہاں تک کہہ دیا کہ میں تمام انبیاء سے افضل ہوں۔ (جھوٹے نبی، صفحہ 182، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆ **علی بن محمد خارجی:** اسے صاحب الزنج بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ عبد القیس کا ایک شخص موضع وردیقین مضافات رے میں پیدا ہوا۔ خوارج کے عقائد و نظریات کا حامل تھا۔ ابتدا میں اس کا ذریعہ معاش خلیفہ مستنصر عباسی کے بعض حاشیہ نشینوں کی مدح و توصیف میں قصائد لکھ کر کچھ انعام حاصل کرنا تھا۔ جب کچھ اثر رسوخ ہوا تو خواہشات نفسانی نے جوش مارا اور یہ 249 ہجری میں بغداد سے بحرین چلا گیا اور دعوئے نبوت کر دیا۔

اس نے اپنا ایک صحیفہ آسمانی بنا رکھا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مجھے قرآن کی چند ایسی سورتیں دی گئی ہیں جو مجھے یاد نہ تھیں۔ وہ ایک ہی ساعت میں میری زبان پر جاری ہو گئیں، ان سورتوں میں سبحان، الکہف اور صاد ہیں۔

چونکہ یہ ایک چرب زبان شخص تھا اس لیے کئی لوگ اس کی چرب زبانی پر فریفتہ ہو کر اس کے حلقہ احباب میں آگئے۔ بحرین میں کافی عرصہ اپنا حلقہ بڑھانے کے بعد یہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ بصرہ چلا گیا اور اپنے مذہب کی ترویج کے لیے کوشاں ہو گیا۔

جب بصرہ کے عامل محمد رجا نے اسے گرفتار کرنے کے لیے سپاہی بھیجے تو یہ بھاگ گیا اور اس کا بیٹا اور بیوی گرفتار ہو گئے۔ یہ بغداد بھاگ گیا اور وہاں ایک سال تک مقیم رہ کر پروپیگنڈا میں مصروف رہا۔ اس نے موقع پا کر پھر بصرہ کی طرف مراجعت کی اور وہاں زنگیوں کو اپنے ساتھ ملاتا رہا یوں رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج تیار ہو گئی۔ علی بن محمد خارجی نے یوں اپنی فوج کو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ابھارا اور کئی سالوں تک مسلمانوں کے ساتھ ان کی جنگیں ہوتی رہیں۔ ایک شخص خیبر کا یہودی آیا جس کا نام ماندویہ تھا، اس نے زنج کا ہاتھ چوما اور اسے سجدہ کیا۔ زنج سمجھا کہ یہ سجدہ بطور شکرانہ دیدار کے ہے۔ یہودی سے اس نے مسائل دریافت کیے جن کے جوابات اس نے دیے۔ اب یہ گمان ہوا کہ یہودی کو تورات میں میرا تذکرہ ملا ہے اور وہ میری موافقت میں مسلمانوں سے جنگ کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ جسمانی نشانی دریافت کی کہ ایسا شخص جو اللہ عزوجل کے لیے مسلمانوں پر خروج کرے گا تورات میں اس کی

جسمانی علامتیں کیا کیا مذکور ہیں؟یہودی نے وہی علامتیں بتائیں جو اس خارجی کے جسم میں تھیں، خارجی نے وہ علامتیں اپنے جسم پر دکھائیں، یہودی نے پہچان لیا کہ واقع یہی علامتیں تورات میں مذکور ہیں۔

وقت کا خلیفہ کئی سپہ سالار بھیجتا رہا لیکن زنگی اسے شکست دیتے رہے۔آخر کار شاہزادہ ابوالعباس معتضد بن موفق کو بادشاہ نے اس سے لڑنے کے لیے بھیجا اور اس نے رفتہ رفتہ زنگیوں کو شکست دے دے کر آخر کار زنگیوں سے مسلمانوں کو آزاد کروایا۔الموفق کی فوج نے اس کے جسم کے ٹکڑے لا لا کر مسلم فوج کو یقین دلایا گیا کہ زنج قتل ہو گیا ہے بالآخر لولؤ کے ساتھیوں میں سے ایک غلام آیا جو ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑی مار رہا تھا اور اس کے ہمراہ اس کا سر تھا۔مسلمانوں اس کے قتل ہونے پر سجدہ شکر ادا کیا۔موفق نے اس کا سر ایک نیزے پر لگانے کا حکم دیا تاکہ لوگوں کو اس کے قتل کا یقین ہو جائے۔

خارجیوں کی طرح علی بن محمد خارجی بھی اہل بیت کا سخت دشمن تھا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ سے سخت بُغض رکھتا تھا۔جامع مسجد کے صحن میں اپنا تخت بچھوا کر اس پر بیٹھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ پر معاذ اللہ لعنت کرتا تھا۔اس نے ایک مرتبہ اپنے لشکر میں سادات عظام کی خواتین کو لونڈیاں بنا کر فروخت کیا۔ایک ایک زنگی نے دس دس سیدانیاں گھر میں رکھی ہوئی تھیں۔

(البدء والتاریخ،جلد4،صفحہ35،مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ*تاریخ الطبری،جلد9،صفحہ412،۔۔۔،دار التراث،بیروت*تاریخ ابن الوردی،جلد1، صفحہ224،دار الکتب العلمیۃ،بیروت* کنز الدرر وجامع الغرر،جلد5،صفحہ265،عیسی البابی الحلبی*تجارب الأمم وتعاقب الهمم،جلد4،صفحہ، 397،سروش، طهران*الکامل فی التاریخ،جلد6،صفحہ263،دار الکتاب العربی، بیروت *تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام،جلد20،صفحہ138،دار الکتاب العربی،بیروت*المختصر فی أخبار البشر،جلد2،صفحہ46،المطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ*تاریخ ابن خلدون، جلد4،صفحہ24،دار الفکر،بیروت*جھوٹے نبی،صفحہ189،مرکز سراجیہ،لاہور)

☆**حمدان بن اشعث قرمط:** یہ شخص کوفہ کا رہنے والا تھا۔شروع میں نیکوکار تھا بعد میں ایک باطنی فرقہ کے ہاتھ چڑھ گیا اور ایمان سے ہاتھ دھو کر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ گاؤں کا ریوڑ دوسرے گاؤں کے لیے جا رہا تھا،راہ میں اس کو ایک باطنی فرقہ کا تبلیغی ملا،حمدان نے باطنی سے پوچھا آپ کہاں جائیں گے؟داعی نے اسی گاؤں کا نام لیا جہاں حمدان کو جانا تھا۔حمدان نے کہا آپ کسی بیل پر سوار ہو جائیں!اس نے کہا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔حمدان نے پوچھا کیا آپ حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے؟داعی نے جواب دیا:ہاں میرا ہر کام

حکم کے ماتحت انجام پاتا ہے۔ حمدان نے سوال کیا کہ آپ کن کے حکم پر عمل کرتے ہیں؟ کہنے لگا میں اپنے مالک اور تیرے اور دنیا و آخرت کے مالک کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ حمدان نے کہا کہ وہ تو اللہ عزوجل ہے۔ اس نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ حمدان نے پوچھا آپ فلاں گاؤں کس غرض سے جارہے ہیں؟ باطنی نے کہا مجھے حکم ملا ہے کہ وہاں کے باشندوں کو جہل سے علم، ضلالت سے ہدایت اور شقاوت سے سعادت کی طرف لاؤں۔ حمدان نے کہا مجھے بھی ایسے علم کا فیضان عطا کیجئے۔ یوں حمدان باطنی فرقہ کے قابو میں آگیا اور باطنی نظریات کی تبلیغ کرنے لگا۔

حمدان نے بعد میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ چونکہ یہ بہت عبادت گزار تھا یوں کئی لوگ اس کے دام فریب میں آگئے۔ حمدان نے اپنے پیروکاروں پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب لوگوں نے شکوہ کیا کہ نمازوں کی کثرت نے انہیں دنیاوی اشغال اور کسب معاش سے روک دیا ہے تو بولا: اچھا میں اس کے متعلق ذات باری کی طرف رجوع کروں گا۔ چند روز کے بعد لوگوں کو ایک نوشتہ دکھانے لگا جس میں حمدان کو خطاب کر کے لکھا تھا کہ تم ہی مسیح ہو، تم ہی عیسیٰ ہو، تم ہی کلمہ ہو، تم ہی مہدی ہو، تم ہی جبرائیل ہو۔ یعنی اس نے اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ مجھے فرما گئے ہیں کہ نماز صرف چار رکعتیں ہیں۔ دو رکعت قبل از فجر اور دو رکعت قبل از غروب بقیہ نمازیں کوئی نہیں۔ پھر اذان بھی اپنی گڑھ لی۔ اس نے سال بھر میں صرف دو روزوں کا حکم دیا ایک روزہ مہرجان اور ایک نوروز کا۔ شراب کو حلال اور غسل جنابت کو ختم کر دیا۔ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کو قبلہ بنا دیا۔

حمدان کی موت کیسے ہوئی اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ حمدان کے مذہب کو قرامطہ بھی کہا جاتا ہے جس کے بارے میں تاریخ شاہد ہے کہ یہ مذہب کافی عرصہ رہا اور اس کے ماننے والوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا، مسلمانوں کو کافر سمجھ کر ان سے جنگیں کیں، جو ان کے عقیدے کو نہ مانتا تھا اسے قتل کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ابو طاہر قرمطی (جس نے خود کو خدا کا اوتار کہا) نے اپنا قبلہ کعبہ سے ہٹا کر بیت المقدس کو بنا لیا تھا اور اس غرض سے کے لوگ کعبہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ حج کرنے آئیں وہ 317 ہجری میں حجر اسود کو اکھاڑ کر لے گیا، لیکن مسلمانوں نے اس کے منصوبے کو ناکام بنا دیا آخر کار 339 ہجری کو حجر اسود واپس خانہ کعبہ میں نصب ہو گیا۔

319 ہجری میں مکہ معظمہ فوج کے ساتھ داخل ہو کر خانہ کعبہ کے سامنے شراب پی، گھوڑے سے مسجد میں پیشاب کروایا، زائرین کعبہ کو قتل کیا، زمزم کا کنواں اور مکہ معظمہ کے متعدد کنویں اور ندی نالے اور گڑھے مسلمان کی لاشوں سے بھر گئے۔

اس قتل و غارت کے سبب 317 ہجری سے 327 ہجری تک حج موقوف رہا۔ابو طاہر اس واقعہ کے بعد مرض چیچک میں مبتلا ہوا،اس مرض نے اس کا ایسا بُرا حال کر دیا کہ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آخر کار ذلت کی موت مر گیا۔

(تاریخ الطبری،جلد10،صفحہ25،دار التراث،بیروت*المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك،جلد12،صفحہ291،دار الکتب العلمیة، بیروت*الکامل فی التاریخ،جلد6،صفحہ463،دار الکتاب العربی، بیروت*تاریخ ابن خلدون،جلد3،صفحہ419،دار الفکر، بیروت*اتعاظ الحنفاء بأخبار الأئمة الفاطمیین الخلفاء،جلد1،صفحہ151،المجلس الأعلی للشئون الإسلامیة،لجنة إحیاء التراث الإسلامی*کنز الدرر وجامع الغرر،جلد6، صفحہ44، عیسی البابی الحلبی*جھوٹے نبی،صفحہ205،مرکز سراجیہ،لاہور)

☆**علی بن فضل یمنی:** 293ہجری میں علی بن فضل نام کا ایک شخص جو پہلے اسماعیلی فرقہ میں تھا مضافات سے صنعاء میں اس دعویٰ کے ساتھ آیا کہ وہ نبی اللہ ہے۔کافی عرصہ یہ اپنی نبوت کا ڈھونگ رچاتا رہا لیکن کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔اس نے ایک ڈرامہ یہ کیا کہ ایک خاص چیز مختلف جانور کی چربی، گوبر اور دیگر اشیاء سے تیار کی پھر ایک رات بلند مکان پر چڑھ کر یہ گولیاں دہکتے ہوئے کوئلوں پر ڈال دیں،ان سے سرخ رنگ کا دھواں اٹھنے لگا،اب اس دھوئے میں ایسا ظاہر ہونے لگا کہ اس کے اندر کوئی مخلوق ہے جسے آگ کا عذاب ہو رہا ہے۔

یہ منظر دکھا کر اس نے لوگوں کو یہ بتلانا چاہا کہ میری نبوت کا انکار تمہارے لیے باعث عذاب ہے۔اس فریب میں کئی لوگ مبتلا ہو گئے اور اس کے پیروکار بننا شروع ہو گئے۔وقت کے علماء نے اس کی خوب تردید کی لیکن جاہل عوام نے علماء کے ارشادات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور دن بدن اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھنا شروع ہو گئی۔

علی بن فضل نبوت کے ساتھ ساتھ کسی حد تک خدائی کا بھی دعویٰ کرتا تھا چنانچہ اپنے ایک ماننے والے کی طرف ایک خط میں اس نے یوں مضمون تحریر کیا" من باسط الارض دواجها و مزلزل الجبال و مرسیها علی بن

الفضل الیٰ عبدہ فلاں بن فلاں"ترجمہ: یہ تحریر زمین کے ٹھہرانے اور ہانکنے والے اور پہاڑوں کے ہلانے اور ٹھہرانے والے علی بن فضل کی جانب سے اس کے بندہ فلاں بن فلاں کے نام ہے۔

اس نے بھی اپنے مذہب میں تمام محرمات کو حلال کردیا تھا یہاں تک کہ شراب اور بیٹیوں سے نکاح بھی جائز قراردے دیا۔اس طرح کی بے شرمی عام ہونے کے سبب شریف لوگ اس کے مخالف ہوگئے اور ایک دعوت میں کسی نے اسے زہر پلاکر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

(مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، جلد2، صفحہ 204، دار الکتب العلمیۃ، بیروت * جھوٹے نبی، صفحہ 239، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**حامیم بن من اللہ مکسی:** 313ہجری میں ابو محمد حامیم بن من اللہ مکسی نے سرزمین ریف واقع ملک مغرب میں دعویٰ نبوت کیا اور اپنی فریب کاری کا جال پھیلا کر ہزارہا عوام کو اپنا پیرو بنالیا۔اس نے اپنے ماننے والے کے لیے شرعی اسلامی احکام میں بہت زیادہ تبدیلی کی۔خنزیر کو حلال کردیا،حج،زکوۃ اور وضو کو ختم کردیا،ماہِ رمضان کے روزے ختم کردیے فقط آخری عشرہ کے تین،شوال کے تین اور ہر بدھ اور جمعرات کو دوپہر تک کا روزہ متعین کیا۔پانچ نمازوں کی جگہ دو نمازیں لازم کیں،پہلی طلوع آفتاب اور دوسری غروب آفتاب کے وقت۔

اس کی پھوپھی جس کا نام تبخیت یا تابعتیت تھا،کاہنہ اور ساحرہ تھی۔یہ بھی نبیہ متصور ہوتی تھی اور اس کا نام بھی نمازوں میں لیا جاتا تھا۔اسی طرح اس کی بہن دوجوع جو کاہنہ اور ساحرہ تھی خانہ ساز نبوت کے درجہ پر فائز تھی۔ اس نے اپنے پیروؤں کے لیے بربری زبان میں ایک کتاب لکھی جسے کلام الٰہی کی حیثیت سے پیش کیا کرتا تھا۔اس کتاب کو جو الفاظ نماز میں پڑھے جاتے تھے ان کا مفہوم یہ تھا: تو جو کہ آنکھوں سے نہاں ہے مجھے گناہوں سے پاک کردے۔اے وہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو دریا صحیح وسلامت پار کروایا۔میں حامیم اور اس کے باپ ابو خلف من اللہ پر ایمان لایا ہوں۔میرا سر،میری عقل،میرا سینہ،میرا خون اور میرا گوشت وپوست سب ایمان لائے ہیں۔میں حامیم کی پھوپھی تابعتیت پر بھی جو ابو خلف من اللہ کی بہن ہے ایمان لایا ہوں۔

حامیم ایک لڑائی میں مارا گیا جو 319 یا 320ہجری میں تنجیر کے پاس احواز میں قبیلہ مصمودہ سے ہوئی۔لیکن جو مذہب قائم کرگیا وہ ایک زمانہ تک عبرت کدہ عالم میں موجود رہا۔حامیم ہی کے خاندان میں عاصم بن جمیل بھی ایک جھوٹا نبی گزرا ہے۔

(البیان المغرب في أخبار الأندلس والمغرب، جلد1، صفحہ192، دار الثقافۃ، بیروت* تاریخ ابن خلدون، جلد6، صفحہ288، دار الفکر، بیروت* الاستقصا لأخبار دول المغرب الأقصی، جلد1، صفحہ248، دار الکتاب، الدار البیضاء* جھوٹے نبی، صفحہ250، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**عبد العزیز باسندی:** یہ شخص علاقہ صفانیان کا رہنے والا تھا۔ اس نے 322 ہجری میں دعویٰ نبوت کر کے ایک پہاڑی مقام میں اپنا فتنہ عام کیا۔ یہ شخص بڑا شعبدہ باز تھا۔ پانی کے حوض میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتا تو مٹھی سرخ دیناروں سے بھری ہوتی تھی۔ اس قسم کی شعبدہ بازیوں اور نظر بندیوں سے ہزار ہا لوگ اس کے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ علماء حق نے اس کی خوب مخالفت کی لیکن جن جاہلوں کی دلوں پر کفر کی مہر لگ چکی تھی وہ اس کے حلقہ احباب میں آکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

باسندی کے پیروکار جب زیادہ ہونے لگے تو اس نے زبردستی مسلمانوں کو اپنا پیروکار بنانا شروع کر دیا اور جو مسلمان اس پر ایمان نہ لاتا اسے قتل کر دیتا۔ جب اس کا ظلم بڑھا تو وہاں کے حاکم ابو علی بن محمد بن مظفر نے اس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ باسندی بلند پہاڑ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ لشکر اسلام نے اس کا محاصرہ کر کے، ان کو کھانے پینے سے عاجز کر دیا جس کی وجہ سے اس کے اور اس کے لشکر کی حالت ابتر ہو گئی۔ آخر لشکر پہاڑ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے پیروکاروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے ساتھ ساتھ اس مرتد کا بھی سر کاٹ کر اس کے فتنے کو ختم کر دیا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ257، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆ **محمود بن فرج نیسابوری:** اس شخص نے نبوت کا دعوی کیا اور بعض لوگوں کو اپنا پیروکار بنا لیا بعد میں مر گیا اور اس کے پیروکار گرفتار کر لیے گئے۔ (الکامل في التاریخ، جلد6، صفحہ125، دار الکتاب العربي، بیروت)

☆**نہاوند:** سواد علاقہ سے ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا۔ کثیر سوادیہ نے اس کی اتباع کی اور اپنی جائیدادیں بیچ کر اس کے پیسے اس شخص کو دے دیئے۔ یہ وہ سارا مال لوگوں میں خرچ کر دیتا تھا۔ اس نے اپنے چار پیروکاروں کے نام خلفائے راشدین کے نام پر رکھے۔ (الکامل في التاریخ، جلد8، صفحہ517، دار الکتاب العربي، بیروت)

☆ **متنبی:** یہ شخص شام سے آیا اور فنون ادب میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے نبوت کا دعوی کیا اور کثیر لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ سیف الدولہ بادشاہ سے مل گیا اور بعد میں اس سے الگ ہو گیا۔ کوفہ جاتے ہوئے راستہ میں قتل کر دیا گیا۔ (المختصر في أخبار البشر، جلد2، صفحہ105، المطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ)

☆**ابو عیسیٰ اصبھانی:** اس نے نبوت کا دعوی کیا اور یہ بھی کہا کہ اللہ عزوجل نے اسے معراج کروائی اور اللہ عزوجل نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا ہے۔ (البدء والتاریخ، جلد4، صفحہ35، مکتبة الثقافة الدينية)

☆**یوسف البرم:** اس نے نبوت کا دعوی کیا اور کثیر عوام کو اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ یہ تناسخ الارواح کا قائل تھا اس کا نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل کی روح حضرت آدم علیہ السلام میں منتقل ہوئی اور حضرت آدم سے نوح، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسی علیہ السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام، پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر محمد بن حنفیہ اور پھر اس کے جسم منتقل ہوئی۔ یہ شعبدہ باز تھا، لوگوں کو شعبدے دکھا کر اپنا پیروکار بناتا تھا۔ اس کا دعوی تھا کہ یہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور علم غیب رکھتا ہے۔ بادشاہ مہدی نے اسے گرفتار کرنے کے لیے لوگ بھیجے۔ جب اس کا محاصرہ کرلیا گیا تو یہ ایک قلعہ میں بند ہوگیا۔ جب محاصرہ میں شدت آئی تو اس نے عورتوں اور غلاموں کو زہر پلا کے مار دیا۔ قلعہ کے جانوروں اور کھانوں کو آگ لگا کر خود کو آگ میں جلا دیا۔ اس نے اپنے پیروکاروں سے یہ کہا تھا کہ مرنے کے بعد میری روح کسی اور کے جسم میں آئے گی۔

(البدء والتاریخ، جلد6، صفحہ97، مکتبة الثقافة الدينية* تاریخ مختصر الدول، صفحہ126، دار الشرق، بیروت)

☆**عبس بن ام الانصار:** ایک جادوگر اور شعبدہ باز شخص تھا۔ نبوت کا دعوی کیا اور ایک نئی شریعت بنائی اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی اور قتل ہوا۔ (الکامل فی التاریخ، جلد7، صفحہ340، دار الکتاب العربی، بیروت)

☆**مانی:** اس نے بادشاہ ابن سابور کے دور میں نبوت کا دعوی کیا اور کثیر مخلوق نے اس کی اتباع کی۔ اس کے پیروکار مانوی کہلاتے تھے۔ اس کا مذہب ثنویہ تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ عالم دو ہیں ایک نور کا اور ایک ظلمت کا۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ نور عظیم عالم ہے۔ مانی نے اپنے ماننے والوں پر روزے اور رہبانیت کو فرض کیا، دن میں چار نمازیں مقرر کیں، زکوۃ کو دس قسم کے اموال میں مخصوص کیا۔

(المختصر فی أخبار البشر، جلد1، صفحہ47، المطبعة الحسينية المصرية* تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات والإنجازات السياسية، صفحہ98، دار النفائس)

☆**مزدک زندیق:** اس نے نبوت کا دعوی کیا اور جائیداد میں عورتوں کا حصہ مردوں کے برابر ٹھہرایا۔

(المختصر فی أخبار البشر، جلد1، صفحہ51، المطبعة الحسينية المصرية)

☆**صنادیقی:** یمن میں صنادیقی نامی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کثیر لوگوں نے اس کی اتباع کر کے ارتداد کا ارتکاب کیا۔اس نے عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا پھر اللہ عزوجل نے اسے طاعون کے ذریعے ہلاک کیا۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، جلد14، صفحہ23، دار الکتاب العربی، بیروت)

☆**الباب ترکمانی:** روم میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔اس کا کلمہ تھا"لا إله إلا الله، الباب ولي الله"کثیر عوام اس کی پیروکار ہو گئی۔روم کے لوگوں کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی جس میں چار ہزار لوگ مارے گئے اور یہ بھی قتل ہو گیا۔ (تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، جلد46، صفحہ42، دار الکتاب العربی، بیروت)

☆**اصفر بن ابو الحسین تغلبی:** یہ حران اور نصیبین کے درمیان کے شہر راس عین کا رہنے والا تھا۔اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ساتھ یہ کہنا شروع کیا کہ جس مسیح کا انتظار ہے وہ عیسیٰ میں ہوں۔اصفر نے دعویٰ نبوت کے بعد طرح طرح کے شعبدے دکھا کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانا چاہا۔بے شمار جاہل لوگ اس کے حلقہ مریدین میں داخل ہو گئے۔جب اس کی جمعیت بڑھنے لگی تو اس کو بھی حکمرانی کا شوق چڑھا، لیکن اس مرتبہ اس جھوٹے دعویدار نے مسلمانوں کو چھوڑ کر عیسائی رومیوں کی طرف رخ کیا اور ان سے کئی جنگیں جیت کر خوب مال حاصل کیا۔رومیوں نے حکمران نصر الدولہ بن مروان حاکم کی طرف خط لکھا کہ ہمارے تمہارے ساتھ مراسم تھے لیکن اصفر نے تمہاری مملکت میں رہ کر کئی مرتبہ ہمارے ساتھ جنگ کی ہے۔اگر تم اپنے پیمان اور اتحاد سے دست بردار ہو چکے ہو تو ہمیں مطلع کرو تاکہ ہم اپنی صوابدید پر عمل کریں۔حاکم کو اصفر کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خود بھی خطرہ تھا کہ یہ کہیں مسلمانوں سے بھی قتل و غارت کرنا شروع نہ کر دے۔نصر الدولہ نے چند نوجوان اصفر کی طرف بھیجے جو بظاہر اس کے حلقہ احباب میں آ گئے اور ایک دن جب اصفر اکیلا ان کے ساتھ کہیں جا رہا تھا تو انہوں نے موقع پا کر اصفر کو گرفتار کر لیا اور نصر الدولہ کے پاس پیش کر دیا۔نصر الدولہ نے اصفر کو جیل میں قید کر دیا اور اس کے بعد اس کا کچھ حال معلوم نہیں بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے کہ جیل ہی میں اصفر واصل جہنم ہو گیا ہو گا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ282، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**عبد اللہ رومی:** یہ تاجروں کا غلام تھا۔شیطان نے اس کے اعمال اس کے سامنے اچھے کیے اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ (البدایۃ والنھایۃ، جلد14، صفحہ110، دار إحیاء التراث العربی)

☆**رشید الدین ابوالحشر سنان:** محمد ثانی بن ثانی باطنی کے عہد حکومت میں شام کے اسماعیلیوں نے الموت سے قطع تعلق کر کے رشید الدین ابوالحشر کو جو سنان کے لقب سے مشہور تھا اپنا سردار بنالیا تھا۔ سنان نے خود نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک الہامی کتاب متعقدین کے سامنے پیش کی۔ یہ شخص اپنے آپ کو اوتار اور مظہر ایزدی بتاتا تھا۔

باطنی لوگ اس کے بڑے معتقد تھے۔ اس کے سپاہی اس کے ایک اشارے پر اپنی جانوں کو قربان کرنے کے درپے ہوتے تھے۔ یہ باطنی گروہ مسلمانوں کے خلاف تھے اور حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے سخت دشمن تھے۔ ایک مرتبہ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرنے کی بھی کوشش کی۔ فرنگیوں کو شکست دینے کے بعد صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعاقب کیا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہاں تک کہ باطنیوں کا سب سے بڑا قلعہ محاصرے میں لے لیا۔ سنان نے سلطان صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین حارمی کے پاس قاصد بھیجا کہ ہماری سلطان سے جان چھڑاؤ ورنہ ہم تم کو قتل کردیں گے۔ یوں حارمی نے سلطان کو پیغام بھیجا اور منت سماجت کی تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے محاصرہ اٹھالیا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ 326، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆ **حسین بن حمدان خصیبی:** اس نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حسین بن حمدان عراق کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ اس نے کس سن میں دعویٰ نبوت کیا اس کے بارے میں دو طرح کے اقوال ہیں۔ ایک قول ہے کہ 656 ہجری کے قریب دعویٰ کیا اور ایک قول ہے کہ 338 ہجری کے قریب۔ خصیبی پہلے غالی شیعہ تھا بعد میں نبوت کا دعویٰ کر کے بغداد اور بصرہ سے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ حکام نے اس پر سختی شروع کی اس لیے بھاگ کر پہلے سوریہ اور پھر دمشق چلا گیا۔ وہاں بھی اس نے اپنی نبوت کی تبلیغ شروع کی جس کے نتیجہ میں حکام نے پکڑ کر قید کر ڈالا۔ مدت تک قید رہا۔ اس دوران اس نے داروغہ جیل پر ڈورے ڈالنے شروع کیے، آخر کار وہ اس پر ایمان لاکر صحیح ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ یہ دونوں جیل سے بھاگ کر حلب چلے گئے۔ ان دنوں حلب امیر سیف الدولہ بن حمدان کے زیر حکومت تھا۔ یہاں بھی اس نے اپنی جھوٹی نبوت کا پرچار کیا تو امیر نے اسے قید کردیا۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ امیر سیف الدولہ کو معلوم ہوا کہ یہ ایک غیر معمولی قابلیت کا انسان ہے۔ اس نے اسے قید سے نکال کر اپنے مداحوں اور حاشیہ نشینوں میں داخل کرلیا۔ اس کے بعد خصیبی نے ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ہدایہ رکھا۔ اس کتاب کا انتساب

سیف الدولہ کی طرف کیا۔ سیف الدولہ اس کے فتنے کا شکار ہوگیا۔ اگرچہ سیف الدولہ کا واضح طور پر اس کی نبوت پر ایمان لانا ثابت نہیں لیکن اس کے مذہب کو پروان چڑھانے میں اس کا بہت ہاتھ ہے۔

خصیبی کا مذہب نہ صرف شہر و مضافات حلب میں مضبوط ہوا بلکہ کوہ حماہ میں بھی اس کو بڑی مقبولیت ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کے مرنے سے پہلے اس کی پیروکاروں کی تعداد تین لاکھ سے بھی زیادہ تھی اور اس کی موت کے بعد اس کے ماننے والوں کی تعداد پانچ لاکھ ہوگئی تھی۔ خصیبی نے حج کی فرضیت کا انکار کیا۔ اولادِ علی کے سوا کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ352، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**ابوالقاسم احمد بن قسی:** اس کا دور 550 ہجری یا 580 ہجری کے درمیان ہے۔ ابوالقاسم احمد بن قسی شروع میں جمہور مسلمین کے مذہب پر کاربند تھا لیکن دیگر گمراہوں کی طرح یہ بھی شرعی احکام میں عقل کے گھوڑے دوڑانے لگا اور نفسانی خواہشات کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا یہاں تک کہ نبوت کا دعویٰ کردیا۔ بہت لوگوں نے اس کی اتباع کی۔ جب علی بن یوسف بن تاشفین شاہ مراکش کو اس کا علم ہوا تو اس نے اسے بلا بھیجا۔ وہاں جاکر صاف لفظوں میں اپنی نبوت کا اقرار نہ کیا بلکہ حیلے بہانوں سے اسے مطمئن کرکے نکل آیا۔ اس کے بعد اس نے شلبہ کے پاس ایک گاؤں میں مسجد تعمیر کرائی اور اپنے باطل نظریات کو شہرت دینے لگا، جب جمعیت زیادہ ہوئی تو مقامات شلب الیلہ اور مزیلہ پر قبضہ کرلیا لیکن تھوڑے دن کے بعد خود اس کا ایک فوجی سردار محمد بن وزیر اس کا مخالف ہوگیا اور فوج لے کر اس نے فرنگیوں سے مدد مانگی۔ اس پر اس کے تمام پیروکار اس سے بدظن ہوگئے اور اس کے قتل پر اتفاق کرلیا۔ ان ایام میں مراکش کی حکومت علی بن یوسف کے ہاتھ سے نکل کر عبدالمومن کے اختیار میں چلی گئی تھی۔ یہ شخص بھاگ کر عبدالمومن کے پاس پہنچا۔ عبدالمومن نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم نبوت کے مدعی ہو؟ کہنے لگا کہ جس طرح صبح صادق بھی ہوتی اور صبح کاذب بھی اسی طرح نبوت بھی دو طرح کی ہے: صادق و کاذب۔ میں نبی ہوں لیکن نبی کاذب ہوں۔ عبدالمومن نے اسے قید کردیا۔ اس کے بعد اس کے حالات کا پتہ نہیں لیکن بعض ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے اپنے عقائد سے توبہ کرلی تھی۔ (جھوٹے نبی، صفحہ354، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**عبدالحق بن سبعین مرسی:** یہ شخص ملک مغرب کے ایک قصبہ مریسیہ میں ظاہر ہوا۔ دعویٰ نبوت کیا اور کئی اس کے پیروکار ہوئے جو اپنے آپ کو سبعینیہ کہلواتے تھے۔ ان کے ماننے والے نماز اور دوسرے مذہبی فرائض کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔ اس کو اور اس کے ماننے والوں کو ملک سے نکال دیا گیا۔

ابن سبعین محتاجوں اور مسکینوں کی بڑی خدمت کرتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ سونا بنانے کا فارمولا جانتا تھا اور بلیغ کلام بھی کرتا تھا۔ ان سب خوبیوں کو لے کر شیطان نے اس سے دعویٰ نبوت کروایا اور سے واصل جہنم کردیا۔ اس کی موت 688 ہجری میں یوں ہوئی کہ اس نے فصد کھلوایا لیکن خون کو بند نہ کرسکا۔ آخر اتنا خون نکل گیا کہ مر گیا۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، جلد 49، صفحہ 283، دار الکتاب العربي، بیروت* البدایة والنهایة، جلد 13، صفحہ 303، دار إحیاء التراث العربي* النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، جلد 7، صفحہ 232، دار الکتب، مصر* جھوٹے نبی، صفحہ 360، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**میر محمد حسین مشہدی:** میر محمد حسین مشہدی معروف ''نمود'' و ''فربود'' مدعی نبوت تھا۔ رائج علوم میں اسے کافی دسترس تھی۔ اہل کابل میں اس کی کافی عزت تھی۔ صوبہ دار کابل عمدۃ الملک نے اپنی لے پالک لڑکی جو سیدہ تھی اس کا نکاح اس سے کردیا جس سے اس کی شہرت اور زیادہ عام ہوگئی۔ عمدۃ الملک کی وفات کے بعد اس نے سوچا کہ اپنی قسمت کو مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے پاس چل کر آزمایا جائے چنانچہ بیش قیمت تحائف لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا لیکن ابھی لاہور ہی پہنچا تھا کہ سلطان اورنگ زیب دنیا سے پردہ کرگئے۔

اپنے شاگرد ''رشید'' جو عمدۃ الملک کے منشی کا بیٹا تھا اس کے ساتھ مل کر ایک نیا مذہب ایجاد کیا اور نبوت کا دعویٰ کردیا۔ محمد حسین نے ایک کتاب فارسی کی لکھی جس میں فارسی کے جدید الفاظ استعمال کیے اور پرانے الفاظوں کو عربی طریقہ پر ترخیم کرکے درج کیے اور اس کتاب کی اشاعت کے بعد خود پر نزول وحی کا دعویٰ کردیا۔

محمد حسین نے نبوت کا دعویٰ کچھ نرالے انداز سے یوں کیا کہ اس کا رتبہ نبوت اور امامت کے مابین ہے۔ محمد حسین نے بعض ایام مخصوصہ کو عیدہائے اسلام کی طرح قابل احترام اور جشن مسرت قرار دیا اور اپنے پیروؤں کو جن کا لقب فربودی رکھا تھا یہ ہدایت کی کہ وہ ان ایام کا احترام کریں۔ اس نے جس روز اس پر پہلی وحی نازل ہوئی اس کا نام روز جشن قرار دیا جسے وہ نہایت دھوم دھام سے مناتے تھے۔ محمد حسین نے خلفائے راشدین کی نقالی کرتے ہوئے اپنے بھی چار خلیفہ مقرر کیے تھے۔

فربودی تحریک کے لیے لاہور شہر کی آب وہوا کچھ زیادہ سازگار نہ ثابت ہوئی تو دہلی جا کر اس فتنہ کو عام کرنا شروع کر دیا۔ محمد شاہ دہلی کے وزیر محمد امین خان کو جب اس کی شرانگیزیوں کا معلوم ہوا تو اس نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ لیکن تقدیر الٰہی سے محمد امین کو اس کی گرفتاری کا حکم دیتے ہی مرض قولنج ہو گیا۔ لوگ اس علالت کو محمد حسین کا معجزہ اور اس کی بددعا کا اثر سمجھے۔ محمد امین کو جب کچھ افاقہ ہوا تو گرفتاری کے متعلق پوچھا تو کوتوال نے کہا کہ ہم آپ کی طبیعت ناسازی کی خبر سن کر بدحواس ہو گئے۔ محمد امین نے ہمت کر کے کہا کہ صبح کو ضرور اسے گرفتار کر کے لانا۔ اس حکم کے بعد محمد امین کا مرض اور زیادہ شدت پکڑ گیا اور محمد حسین اس پر فخر کرنے لگا اور بہت خوش ہوا۔ محمد امین کا بیٹا قمرالدین نے جب اپنے والد کا یہ حال دیکھا تو گھبرایا اور اسے یقین ہو گیا کہ محمد حسین کی ناراضی کا یہ اثر ہے۔ اپنے دیوان کے ہاتھ پانچ ہزار روپیہ اس کی نذر کے لیے بھیجا اور معافی کی درخواست کے ساتھ تعویذ کی التجا کی۔ قاصد راستہ ہی میں تھا کہ محمد امین کے انتقال کی خبر مل گئی۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں میں محمد حسین کی شہرت اور زیادہ ہو گئی۔ محمد امین کی وفات کے دو تین سال بعد محمد حسین بھی مر گیا۔ محمد حسین کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا نمانمو سجادہ نشین ہوا۔ اس کے بیٹے اور محمد حسین کے شاگرد کی آپس میں حصوں پر لڑائی شروع ہو گئی دونوں دولت کے حریص تھے جب محمد حسین کے شاگرد نے دولت جاتے دیکھی تو فربودیوں کے جشن کی تقریب میں سارا پول کھول دیا اور محمد حسین کے سارے فتنے لوگوں میں عام کر دیئے۔ اسی وقت ہزارہا آدمیوں نے اس باطل مذہب سے بیزاری اختیار کر لی۔ (جھوٹے نبی، صفحہ 450، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**عبدالعزیز طرابلسی:** اس نے (717ھ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حاکم طرابلس کے حکم پر ایک لشکر نے اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ (جھوٹے نبی، صفحہ 364، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**تکروری:** 1140 ہجری میں جامع ازہر میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسے شیخ احمد عماوی کے سامنے پیش کیا تو اس نے کہا کہ 27 رجب کو جبرائیل امین نازل ہوئے اور مجھے آسمانوں کی سیر کروائی، میں نے ملائکہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، نماز کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک رقعہ دیا جس میں لکھا تھا کہ تم نبی مرسل ہو۔ جب شیخ نے اس کی یہ باتیں سنیں تو کہا کہ تو مجنون ہے۔ تکروری نے کہا میں مجنون نہیں نبی ہوں۔ شیخ نے لوگوں سے اس کو پٹائی کروائی اور اسے جامعہ سے نکال دیا۔ بادشاہ نے اس طلب کیا اور اس سے سوال کیا تو اس نے وہی کچھ کہا جو شیخ عماوی

سے کہا تھا۔اس کو تین دن قید کیا گیا اور علما کو جمع کیا گیا اور اسے توبہ کرنے کا کہا گیا لیکن وہ اپنے بات پر ڈٹا رہا یہاں تک کہ اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ قتل ہوتے وقت وہ اپنے آپ کو یہی کہتا رہا کہ صبر کر جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔ (تاریخ عجائب الآثار فی التراجم والأخبار، جلد 1، صفحہ 219، دار الجیل، بیروت)

☆**مرزا علی باب**: اس کا اصل نام علی محمد تھا اور باپ کا نام محمد رضا، جو شیراز کا ایک تاجر تھا۔ مرزا علی محمد نے بابی فرقہ کی بنیاد رکھی۔ فارسی و عربی کی ابتدائی کتب پڑھتے ہی اس نے سخت ریاضتیں کر کے زہد میں نام کمایا، پھر کربلا میں سید کاظم کے حلقہ درس میں شریک رہا۔ سید کاظم کی وفات کے بعد اس کے بہت سے شاگرد لے کر کوفہ پہنچا اور وہاں اپنی مصنوعی عبادتوں سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا، پھر 1260ھ میں اپنے چیلوں سے یہ اظہار کیا کہ جس مہدی کا انتظار کیا جا رہا تھا وہ میں ہی ہوں اور اسکے ثبوت میں بعض احادیث جن میں مہدی موعود کے آثار ذکر کیے گئے ہیں وہ پیش کیے اور کہا یہ تمام آثار مجھ میں پوری طرح پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا جب اس سے معجزہ طلب کیا گیا تو کہنے لگا میری تحریر و تقریر ہی معجزہ ہے اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ میں ایک ہی دن میں ایک ہزار شعر مناجات میں تصنیف کرتا ہوں پھر اسے خود لکھتا بھی ہوں اور اس نے اپنی چند مناجات لوگوں پر پیش کیں جس میں اعراب تک درست نہ تھا۔ جب اس پر اعتراض ہوا تو کہا: علم ایک گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اب تک غضب الٰہی کا شکار تھا میری شفاعت کی وجہ سے اس کی خطا معاف ہوئی اور یہ حکم دیا گیا کہ اب نحوی غلطیوں کا مضائقہ نہیں آئندہ کوئی اگر نحوی غلطی کرے تو کچھ حرج نہیں۔

عوام کو مائل کرنے کے لیے ایک حربہ اور ملاحظہ فرمائیے: اس نے اعلان کیا کہ میرے وجود سے تمام ادیان متحد ہو جائیں گے کیونکہ میں آئندہ سال مکہ معظمہ سے خروج کروں گا اور جملہ روئے زمین پر قبضہ کروں گا، لہٰذا جب تک تمام ادیان متحد نہ ہوں نیز تمام دنیا میری مطیع نہ ہو جائے اس وقت تک تمام مردوں پر تکالیف شرعیہ معاف ہیں۔ اب اگر کوئی میرا مرید احکام شرعیہ ادا نہ کرے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ اس اعلان سے بھی دنیا پرست عیش کوش لوگ اس کے فریب میں آتے گئے۔

ذرا ان کے مذہب کا حال ملاحظہ ہو (1) بہن بھائی میں جنسی تعلقات بلا نکاح بھی قائم کرنا روا تھا۔ (2) ایک عورت نو آدمیوں سے نکاح کر سکتی تھی بالفاظ دیگر نو آدمی ایک عورت سے نکاح کرنے کے روادار تھے۔ (3) کسی

مذہب کی پابندی نہ تھی۔اس مادر پدر آزادی کا نتیجہ نہایت بھیانک نکلا اس کے متبعین لوگوں میں اعلانیہ فسق وفجور کا بازار گرم ہو گیا اس نے اپنے مریدوں کو چند احکام بھی دیئے تھے وہ بطور اشعار تھے۔(4) چونکہ تمام دنیا میرے زیر نگیں ہو گی نیز تمام دنیا میں ایک مذہب ہونا ہے لہٰذا میں آئندہ برس مکہ سے خروج کروں گا تاکہ دنیا میرے قبضے میں آجائے اور میرے وجود سے مقصود اغراض پوری ہو جائیں، اس کے نتیجے میں یقیناً دشمنان خدا کی جانیں جسم سے جدا ہو نگیں، ہزاروں خون کی ندیا بہیں گی، پس جملہ مریدوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بطور علامت وشگون اپنے خطوط کو سرخ کیا کریں۔(5) السلام علیکم کی بجائے "مرحبا بک" سلام مقرر کیا جاتا ہے۔(6) اذان میں میرا نام بھی داخل ہو۔

بابی کا کہنا تھا کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وعلی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیعت کی اور اب تک یہ دونوں ہستیاں جدا جدا تھیں میں ان دونوں کا جامع ہوا اس لیے میرا نام بھی علی محمد ہے۔ نیز جس طرح کوئی آدمی بغیر باب (دروازے) کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح مجھے دیکھے بغیر اور مجھ سے اجازت لیے بغیر خدا اور دین خدا تک نہیں پہنچا جا سکتا۔اس کے چیلوں نے یہ مذکورہ بکواس سن کر ہی اس کا لقب باب کر دیا۔

باب نے اپنے تصنیف کردہ مجموعہ کے ایک حصہ کا نام قرآن دوسرے کا نام مناجات رکھا۔بابی فرقے کے چند عقائد ملاحظہ ہوں:

(1) خدا کہیں غائب نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے اپنے اندر موجود ہے سو جب ہم اسے اپنے اندر دیکھتے ہیں تو وہی اس سے ملاقات کا دن ہوتا ہے یہ ملاقات قیامت سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی سے متعلق ہے۔

(2) ہمارا مرتبہ دیکھ کر وہ قرآن مسلمانوں کے قرآن سے کئی حصہ بہتر ہے۔

(3) حشر ونشر سے مراد نیکی وبدی کی زندگی ہے اگر کوئی شخص گناہ گار ہے وہ مردہ ہو جاتا ہے، لیکن جوں ہی وہ نیک لوگوں کے پاس آتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے، گویا گناہوں کی زندگی چھوڑ کر نیکوں کے پاس آنا ہی حشر ونشر ہے، اس کے علاوہ قیامت کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ فتنہ پرور شخص کئی سال تک ایران پر چھایا رہا۔آخر کار اسے چہریق کے قلعے میں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ 1265ھ میں اسے گولی ماردی گئی اور اس کی لاش گلی کوچوں میں گھما کر باہر ڈلوا دی گئی۔

(ملخص از مذاہب اسلام محمد نجم الغنی خان رامپوری، صفحہ 667، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

☆**ملا محمد علی بار فروشی:** ملا محمد علی بار فروشی جسے بابی لوگ قدوس کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ علی محمد باب کا سب سے بڑا خلیفہ تھا۔ مقام قدوسیت اور رجعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدعی تھا۔ رجعت رسول اللہ سے اس کی یہ مراد تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از سر نو دنیا کے اندر تشریف لا کر بار فروشی کے پیکر میں ظاہر ہوئے۔ بابیوں کی بعض تحریروں میں ملا بار فروشی کو علی محمد باب سے بھی فائق و برتر بتایا گیا ہے۔

(جھوٹے نبی، صفحہ 489، مرکز سراجیہ، لاہور)

☆**مرزا بہاء اللہ:** بہائی مذہب بہاء اللہ نے 1863 میں تہران ایران میں دریافت کیا۔ اس کے پیروکار کی تعداد پچاس سے ستر لاکھ ہے۔

تفصیلی تعارف: قریباً دو صدی قبل 1844 میں شیراز کے ایک شخص سید علی محمد نے جو باب (جس کا ذکر ابھی پیچھے گزرا ہے) کے لقب سے مشہور ہوا دعویٰ کیا کہ وہ موعودِ کل ادیان ہے، اس نے یہ بھی خبر دی کہ میرے بعد ایک دوسرے مظہر الٰہی کا ظہور ہونے والا ہے جس کی آمد کی خبر تمام مذاہب کی مقدس کتابوں میں دی گئی ہے۔ جو لوگ باب پر ایمان لائے وہ بابی کہلائے۔

باب کو جب قتل کر دیا گیا تو میرزا یحییٰ (المعروف "صبح ازل") نے اس کی جانشینی کا دعویٰ کیا لیکن چونکہ اس کی عمر اس وقت 19 سال سے زیادہ نہ تھی چنانچہ اس کے بڑے بھائی میرزا حسین علی (بہاء اللہ) نے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

بہاء اللہ 1817ء کو تہران میں پیدا ہوا۔ یہ وزیر ایران مرزا عباس نوری کا بیٹا تھا۔ نام میرزا حسین علی تھا۔ "بہاء اللہ" اس کا لقب تھا۔ اس نے کبھی کسی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی تھی۔ 1863ء میں اس نے اپنے ظہور کا دعویٰ فرمایا۔ اس نے کہا کہ میں وہی ہوں جو موعودِ کل ادیان ہوں جس کی بشارت کتب مقدسہ اور باب نے دی تھی۔

سنہ 1268ء میں بابیوں نے ناصر الدین شاہ قاجار پر گولی چلائی اور ایسے شواہد ملے جن سے اس واقعے میں میرزا حسین علی (بہاء اللہ) کا ملوث ہونا ثابت تھا چنانچہ حکومت نے اس کو گرفتار کر کے پھانسی دینے کا فیصلہ کیا لیکن اس نے روس کے سفارت خانے میں پناہ لی اور روسی سفیر و حکومت نے اس کی حمایت کی اور وہ پھانسی سے چھوٹ گیا اور اس کے بعد بغداد چلا گیا اور روسی سفیر کو خط لکھ کر اس کا اور روس کی حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ بغداد میں حکومت برطانیہ

کے کونسل اور فرانسیسی حکومت کے نمائندے نے اس سے ملاقات کی اور اس کو اپنی حکومتوں کی حمایت کا یقین دلایا اور اس کو اپنے اپنے ملکوں کی شہریت اپنانے کی تجویز دی۔ میرزا یحیی (صبح ازل) بھی خفیہ طور پر بغداد چلا گیا۔ اس زمانے میں بغداد، کربلا اور نجف بابیوں کی سرگرمیوں کے مراکز میں بدل گئے۔ اس زمانے میں "موعود بیان" اور "من یظہرہ اللہ" (جس کو اللہ ظاہر کرے گا) کے دعوے سامنے آئے جس پر اختلاف پیدا ہوا اور بابیوں کے درمیان زبردست کشت وخون رائج ہوا۔

اختلاف میرزا حسین علی اور میرزا یحیی کے درمیان شروع ہوا۔ دو بھائیوں کے درمیان یہ اختلاف بابیوں کے درمیان انشقاق اور انشعاب کا سبب بنا اور بہاء اللہ کے پیروکاروں نے اپنے گروہ کو "بہائیہ" اور صبح ازل کے حامیوں نے اپنے فرقے کو "ازلیہ" کا نام دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس جھگڑے کے نتیجے میں میرزا یحیی صبح ازل نے اپنے بھائی میرزا حسین علی بہاء اللہ کو مسموم کیا جس کی وجہ سے اس پر رعشہ طاری ہوا اور آخر عمر تک اس کے ہاتھوں پر یہ رعشہ طاری رہا۔

میرزا حسین علی نے "من یظہرہ اللہ" کا اور اس کے بعد نبوت اور الوہیت و ربوبیت کا دعوی کیا۔ اس نے "خدائے خدایان"، "خالق کائنات"، "واحد قیدی خدا"، "معبود حقیقی"، "رب مایُری و لا یُری" (وہ پروردگار جو دیکھتا ہے اور دیکھا نہیں جاتا) جیسے القاب اختیار کئے۔

اس کی موت کے بعد اس کے پیروکاروں نے اس کی قبر کو قبلہ قرار دیا۔ اس شخص نے ربوبیت کا دعوی کرنے کے ساتھ ساتھ نئی شریعت پیش کی اور "کتاب اقدس" لکھی۔ بہائی کہتے ہیں کہ بہاء اللہ کی کتاب اقدس نے تمام صحف وکتب آسمانی کو منسوخ کر دیا ہے۔ بہاء اللہ نے دوسری کتب بھی تالیف کی ہیں جو بہت سی املائی اور انشائی غلطیوں کا مرقع ہیں۔ اس کی اہم ترین کتاب "ایقان" ہے جو غلطیوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی حیات میں ہی تصحیح اور تجدید ہوئی۔

بہاء اللہ کی موت 1892ء میں ہوئی۔ اس کا بیٹا عبدالبہا اس کا جانشین ہوا۔ عبدالبہا نے 29 سال بہائی مذہب کی تبلیغ کی اور اس کی زندگی میں ہی بہائی مذہب مشرقی اور مغربی ممالک میں پھیل چکا تھا۔ 28 نومبر 1921ء فلسطین میں یہ مرا تھا۔

عبدالبہا کے بعد اس کے نواسے شوقی آفندی جو آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ تھا، اس کا جانشین ہوا۔ شوقی ربانی نے 36 سال بہائیوں کی قیادت کی۔ اس کے دور میں بہائی مذہب کئی ممالک میں پھیل چکا تھا۔ بہائی ایک صلح کل مذہب ہے۔ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا کے تمام لوگوں کی ایک حقیقی برادری بنادے تاکہ سب صلح و امن کی زندگی بسر کریں اور سب اپنے آپ کو ایک ہی نسل اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد تصور کریں۔

بہائیوں کا فتح کا نشان عقاب ہے، اور ساتھ میں نو کناروں والا ستارا ہے، یہ عقاب ہے، اس کو سمبل آف وکٹری کہتے ہیں، جو 9 عدد ادیان کا مجموعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ستارے کے ہر کنارے پر کسی نہ کسی دین کا نشان بنا ہوا ہے، ہیفا میں بیت العدل الاعظم کے نام سے ان کا ہیڈ کوارٹر ہے، عکا، اسرائیل میں بہاء اللہ کا مقبرہ ہے۔ بہائیوں کے دعویٰ کے مطابق 6 ملین بہائی اس وقت دنیا مختلف ممالک میں موجود ہیں۔

دینی کتب: یہ وحدۃ الادیان کے پیروکار ہیں، بقول ان کے ان پر وحی اتری، اور درج ذیل کتب میں ان کے دین کی تعلیمات ہیں:

1۔ کتاب الاقدس 2۔ کتاب الایقان 3۔ الکلمات المکنونیۃ 4۔ مجموع الواح مبارکہ، جو بہاء اور اس کے بیٹوں کی وصیتوں پر مشتمل ہے۔

5۔ کتاب شیخ۔ 6۔ الدرر البہیہ 7۔ اللجج البہیہ 8۔ الفرائد اس کے علاوہ خطوط کے نمونے ہیں جو اس نے مختلف بادشاہوں اور روؤساء کو لکھے۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ کتب بہاء اللہ نے نہیں بلکہ اس کے پیروکاروں نے لکھ کر اس سے منسوب کردی ہیں۔ کتاب "شخصیت واذکار کاشف الغطاء" میں بہائیوں کی دو دیگر کتب کا ذکر بھی پایا جاتا ہے:

1۔ ہفت وادی 2۔ ہیکل

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: ایک خدا جو کہ اپنے آپ کو دنیا کے مختلف مذاہب میں مسلسل نمودار کرتا ہے۔

دیگر عقائد: روح ابدی اور ضروری اچھی چیز ہے۔ زندگی کا مقصد اپنے آپ کو روحانی طور پر مضبوط کرنا اور خدا کے قریب ہونا ہے۔ روشن خیالی کے حصول تک مراقبہ کرنا ہے۔

☆سید علی محمد باب کے ظہور کے ساتھ ہی اسلام کا خاتمہ ہو چکا ہے اور نیا دین ظاہر ہوا ہے اور سب کو بہائی دین کا اتباع کرنا چاہئے۔

☆بہائیوں کے نزدیک جنت بہاءاللہ پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے اور دوزخ ظہور پر ایمان نہ لانا ہے۔

☆بہاءاللہ کا دیدار ہی خدا کی دیدار ہے۔

☆کعبہ سے منحرف ہیں، ان کا کعبہ اسرائیل ہے، بہاء اللہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

☆قرآن پاک سے منحرف ہیں، ان کی مذہبی کتاب بہاء اللہ کی تصنیف کردہ کتاب "اقدس" ہے۔

☆ان کے ہاں وحی نازل ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

☆جہاد اور جزیہ ناجائز اور حرام ہے۔

☆بہائی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ ہی خدا کے کامل اور اکمل مظہر ظہور اور خدا کی مقدس حقیقت کے مطلع انوار ہیں۔

☆یہ ختم نبوت اور ختم رسالت سے منکر ہیں، ان کا کہنا ہے کہ خدا ہر ایک ہزار سال کے بعد ایک مصلح پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا۔

☆اپنے دین کو خفیہ رکھنا ضروری ہے۔

☆حج مردوں پر واجب ہے اور عورتوں پر واجب نہیں ہے۔ حج بہاء اللہ کی رہائشگاہ یا شیراز میں سید محمد علی باب کی رہائشگاہ میں بجالایا جاتا ہے۔

بہائی تعلیمات: ☆دین اور سائنس کا ایک ہونا اسکی بنیادی تعلیمات میں سے ہیں۔

☆پردہ ناجائز ہے۔

☆بینکاری سود جائز ہے۔

☆محارم (جن کے ساتھ قرآن کی رو سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے) کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ سوائے سوتیلی ماں کے۔ (یعنی بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ وغیرہ کے ساتھ نکاح جائز ہے۔)

☆تمام اشیاء حتی کہ خون، کتا، سور، پیشاب و۔۔۔ پاک ہیں۔

☆عورتوں کا حجاب منسوخ ہے۔

☆سیاست میں مداخلت منع ہے۔

عبادت: ☆اس مذہب میں ایک ماہ کے روزے اور تین وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

☆بہاء دین میں نماز تنہا پڑھی جاتی ہے صرف نماز جنازہ اجتماعی ہے۔

☆عبادت گاہیں ہیں جس میں تمام مذاہب کے لوگ آکر اپنے طریقہ سے عبادت کر سکتے ہیں۔

☆بہاء اللہ کی وصیت کے مطابق عبادت گاہ 9 مناروں اور ایک گنبد سے تشکیل پاتی ہے۔

یہ عبادت گاہیں دنیا کے کافی ملکوں میں موجود ہیں۔

مذہبی رسومات: مثلا دیوتاؤں کے سامنے مراقبہ کرنا۔

تہوار: عیدیں: عید ولادت باب اول محرم، عید ولایت بہاء دوئم محرم، عید اعلان دعوت باب، پنجم جمادی، عید نوروز

بابی اور بہائی فرقے

سید علی محمد باب کو پھانسی دیئے جانے کے بعد، بابیت تین فرقوں میں تقسیم ہوئی اور بہاء اللہ کی موت کے بعد دو بھائیوں (عباس افندی اور محمد علی) کے درمیان اختلاف پڑا اور یوں بابیوں میں دو مزید فرقے نمودار ہوئے اور بابی فرقوں کی تعداد پانچ ہو گئی۔

1۔ازلیہ (یہ فرقہ میرزا یحیی نوری، صبح ازل کو قائد تسلیم کرتا ہے۔)

2۔بہائیہ (یہ فرقہ میرزا حسین علی، بہاء اللہ کو اپنا قائد مانتا ہے۔)

3۔خالص بابیہ (یہ فرقہ صرف علی محمد باب کی قیادت کو تسلیم کرتا ہے۔)

4۔بابیہ بہائیہ عباسیہ (یہ فرقہ عبدالبہاء عباس افندی کو قائد مانتا ہے۔)

5۔ناقضون (یہ فرقہ عبدالبہاء کے بھائی میرزا محمد علی کی قیادت کو تسلیم کرتا ہے۔)

بہائی مذہب کا تنقیدی جائزہ

بہائیت کے عقائد، احکام اور تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ استعمار نے پہلے سے تیار کردہ منصوبے کے تحت اس فرقے کی بنیاد رکھ کر تدریجاً اور رفتہ رفتہ اور مرحلہ وار، دین اسلام کو منسوخ کرنے اور نبوت اور قرآن کے تعلیمات و قوانین اور نورانی و مقدس احکام کا انکار کرنے کی سازش تیار کی تھی۔ بہائی فرقوں کے سرکردگان ابتداء میں ابن الحسن امام زمانہ کی نیابت خاصہ کا دعوی کرتے ہیں اور اس کے بعد مہدویت اور پھر نبوت اور آخر میں الوہیت اور اسلام کی منسوخی کا دعوی کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اسلام کے آثار کے انہدام کا حکم دیتے ہیں اور شیراز میں نیا کعبہ تعمیر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور استعمار کے تدوین کردہ آداب، دعاؤں، اذکار اور اوراد اور زیارت ناموں کے ساتھ اس کا طواف کرتے ہیں۔ استعمار کی خواہش اور اہداف کے مطابق حجاب اور پردے اور عورتوں کے لباس کو منسوخ کرکے انہیں برہنگی کا حکم دیتے ہیں۔ چونکہ وہ اسلام کی سیاسی تعلیمات سے نقصان اٹھاتے رہے ہیں اسی لئے بنیادی طور پر سیاست میں مداخلت نہیں کرتے (لیکن اسلام کے خلاف سازشوں میں استعمار کا ہاتھ بٹاتے اور اسرائیل اور امریکہ و برطانیہ کے لئے جاسوسی کرتے اور دہشت گردی میں ان سے تعاون کرتے ہیں)۔ یوں وہ تمام بنیادیں فراہم ہو جاتی ہیں تاکہ اعتقادی ارکان، اخلاقی اقدار اور معنوی پابندیوں اور تعہدات متزلزل ہو جائیں اور مسلمانوں کی وحدت اور یکجہتی تفرقہ اور انتشار میں بدل جائے۔

یوں وہ استعمار اور یہودی و نصرانی صہیونیت کی سیاست کا حصہ تو ہیں لیکن اپنے احکام میں سیاست کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ بہائیت بالآخر صہیونیت اور مغربی استعمار کی نمایاں ترین حامی اور امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل کی خدمت کا مقابلہ جیت گئی۔ اسی وجہ سے بہائیت کو ان کی مسلسل حمایت حاصل ہے۔ بہائیت نے ایران کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر دشمن قوت کا ساتھ دیا حتی کہ بہاء اللہ کے کے جانشین "عباس افندی" نے ایران پر حملے کی ترغیب دی۔ حتی کہ استعمار کی اسی خدمت کے صلے میں برطانوی استعمار اور دربار لندن نے اس کو "سر" "Sir" اور "نائٹ ہوڈ" "Knight Hood" کے القاب دیئے۔

بہائیت کی سرشت، تاسیس سے لے کر آج تک، اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کے ساتھ گوندھی گئی ہے اور اس فرقے کے سرغنے تمام استکباری و استعماری مراکز بالخصوص امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ کے ساتھ ہم آہنگ رہے

ہیں اور ان کی خدمت کو مطمع نظر بنائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ تعاون بہائیت کا فلسفہ حیات ہے۔اس سلسلے میں ایران کی پہلوی سلطنت کے دوران بہائی فرقہ شاہ کے ساتھ مکمل تعاون کرتا رہا ہے جس کی دستاویزات ساواک کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔

مختلف ممالک کے زعماء کے ساتھ بہائی مرکز''بیت العدل الاعظم'' کے ارکان کا تعلق کچھ اس طرح سے ہے کہ سابق امریکی صدر لینڈن جانسن (Lyndon Johnson. B)بہائیوں کو ایک موقع پر مبارکباد پیش کی تھی۔

بہائیت اور قادیانیت میں مماثلت: بہائیت اور قادیانیت میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے اور ان کا باہم اتحاد بھی ہے۔ مصر میں دولت، میڈیا اور پراپیگنڈے کے ذریعے تفریق پیدا کرنے کے لیے قادیانی اور بہائی سازشیں کر رہے ہیں۔ بیروت کے ایک بڑے ہوٹل میں پاکستان، ایران اور مصر کے قادیانیوں اور بہائیوں کی ایک میٹنگ کی رپورٹ روزنامہ المصریون میں اِس طرح شائع ہوئی ہے: مصری اخبار المصریون نے دعوی کیا ہے کہ پاکستان، ایران اور مصر کے قادیانی اور بہائی رہنماؤں نے بیروت میں ایک میٹنگ کی، جس کا مقصد حالیہ مصری انقلاب کے بعد مصر میں قادیانی اور بہائی مذہب کی تخم ریزی تھا۔ یہ میٹنگ بیروت کے علاقے فیردان کے بڑے ہوٹل میں ہوئی، جس میں مصر سے فائز عبدالقوی (بہائی)، سلامہ صالح صالح (بہائی)، عادل شریف تہامی (بہائی) اور ربیع علی ربیع (قادیانی)، ایران سے باکتر کرامی (قادیانی)، جمشید فرزند (قادیانی)، شبیر قد جہدانی (قادیانی)، پاکستان سے حنیف نورالدین (قادیانی)، لبنان سے وسیم دحدوح (بہائی)، لوئی شہاب الدین (قادیانی) شامل تھے۔

میٹنگ میں اس بات پر زور دیا گیا کہ سپریم کورٹ میں دعوی دائر کر کے مصری حکومت کو قادیانی و بہائی مذہب کو سرکاری مذہب تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائے۔اسی طرح مصری سیٹلائیٹ نیل 7 کے ذریعے دو سیٹلائیٹ چینل بنائے جائیں، جن کے لیے فنڈنگ قادیانی فراہم کریں گے اور ان کا نظم ونسق بہائیوں کے ہاتھوں میں ہو گا تاکہ مصر اور دیگر عرب ممالک میں اپنی سرگرمیوں کو بڑے پیمانے پر پھیلایا جائے۔ نیز میٹنگ میں اس بات پر زور دیا گیا کہ وزارتِ عدل اور کابینہ سے نوٹس جاری کروایا جائے جس میں قادیانیوں کے لیے مساجد کی تعمیر کی اجازت ہو۔اجتماع میں فیصلہ ہوا کہ اسلامی جماعتوں میں اختلافات پیدا کیے جائیں اور مصری فوج اور عوام کے بیچ دوری پیدا کر کے اس

صورتحال سے فائدہ اٹھایا جائے۔ میٹنگ میں کہا گیا کہ مصر کے فقراء و مساکین کو مال و دولت اور ماہانہ وظائف کے ذریعے اپنی طرف راغب کیا جائے اور قادیانی و بہائی تعارفی لٹریچر زیادہ سے زیادہ چھپوا کر تقسیم کیا جائے نیز ویب سائٹس، آن لائن جرائد اور سوشل نیٹ ورکس جیسے فیس بک مثلاً الیکٹرونک ذرائع سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ اس سے پہلے بھی اخبار نے قادیانیوں کی مذموم سرگرمیوں سے پردہ اٹھایا تھا، جب انہوں نے قاہرہ کے وسط میں واقع طلعت حرب روڈ پر راہگیروں میں اپنے کفریہ لٹریچر کی تقسیم شروع کر رکھی تھی۔

اخبار مزید لکھتا ہے کہ پہلے بھی قادیانی گروہ نے مجمع البحوث الاسلامیہ کو درخواست کی تھی کہ انہیں مصر میں کام کرنے کی اجازت دی جائے اور اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ ظاہر کر کے کچھ لٹریچر بھی مجمع کو پیش کیا تھا۔ لیکن مجمع نے یہ کہہ کر ان کو اپنی تبلیغی سرگرمیاں بحیثیت مسلمان شروع کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کہ ان کا عقیدہ اسلام مخالف اور یہ مرتد ہیں ان کے لیے مسلمانوں کی مساجد میں داخلے کی بالکل اجازت نہیں۔

اخبار مزید لکھتا ہے کہ قادیانی فرقہ برطانوی و فرانسیسی استعمار کی پیداوار ہے اور انہیں بہائیوں کی جانب سے بھرپور امداد حاصل رہی ہے کیونکہ دونوں کا مقصد مسلمانوں کو راہ ہدایت سے گمراہ کرنا ہے۔ ماضی میں جب قادیانی عرب ممالک میں اپنی مذموم سرگرمیوں کے فروغ میں ناکام رہے تو اسرائیل نے ان کے لیے اپنے دروازے کھول دیئے اور برطانیہ کے بعد قادیانیوں کا سب سے بڑا مرکز اسرائیل کے شہر حیفہ میں ہے۔ 1934ء میں قادیانیوں نے حیفہ میں اپنا عبادت خانہ بنایا جس کا نام مسجد سیدنا محمود رکھا۔ اسی طرح وہاں سے انہوں نے ایک ٹی۔وی چینل ایم۔ٹی۔سی کا بھی آغاز کیا۔

نیز اخبار آخر میں لکھتا ہے کہ قادیانی پاکستان اور افغانستان میں امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں جس کے عوض ان کو لاکھوں ڈالر امداد ملتی ہے۔

اِس ایک رپورٹ کے تناظر میں پوری دنیا میں قادیانی سرگرمیوں کا جائزہ لیں، امریکہ و یورپ، افریقہ و مشرق وسطیٰ سمیت ہر جگہ ان کے دجل و دھوکہ کو قریب سے دیکھ کر ان پر کام کی ضرورت و اہمیت ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کتنی بڑھ گئی ہے؟ حج جیسی عبادت کے موقع پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قادیانی امریکہ، یورپ اور برصغیر سے کس طرح پہنچ جاتے ہیں؟ کس کس ملک سے کون کون سی ٹریول ایجنسیاں قادیانیوں کو وہاں پہنچاتی ہیں؟

جدہ میں ان کا خفیہ مرکز کس طرح کام کر رہا ہے اور وہاں حجاج و زائرین کو پھنسانے کے لیے قادیانی کیا حربے استعمال کرتے ہیں؟

(بہائیت اور قادیانیت میں مماثلت http://www.urduweb.org/mehfil/threads/64081)

☆**ذکری فرقہ:** 768ھ میں ہندوستان کے اندر سید محمد نامی ایک شخص نے مہدیت کا دعویٰ کیا اور فرقہ مہدویہ کی بنیاد رکھی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے پیروکاروں میں سے ایک نہایت سرگرم شخص ملا محمد اٹکی نے 779ھ میں مہدی کا دعویٰ کیا اور پھر کوہ مراد (بلوچستان پاکستان) میں چھپ گیا۔ کچھ عرصہ بعد ظاہر ہوا کہ اس نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور از سر نو اس نے اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے اس فتنہ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام ذکری مذہب رکھا۔

ملا محمد اٹکی نے بارہ برس تک تربیت میں قیام کیا اور پھر وہاں کے ایک سردار مراد نامی شخص کو اپنا جانشین بنایا اور ایک قبر بنا کر خود کہیں غائب ہو گیا۔

ذکری فرقہ کی زیادہ تعداد بلوچستان (پاکستان) کے جنوبی اضلاع میں آباد ہے۔ اس فرقہ کے لوگ ملا محمد اٹکی کو خدا کا پیغمبر مہدی اور خاتم المرسلین مانتے ہیں اور شریعت محمدیہ کو منسوخ تصور کرتے ہیں۔ ملا محمد اٹکی نے نماز روزہ اور حج کی فرضیت ختم کرنے کا اعلان کیا اور مکران (بلوچستان) کے علاقہ کی ایک پہاڑ کوہ مراد کو مقام محمود قرار دیا جہاں ذکری لوگ ہر سال ذی الحجہ اور رمضان المبارک کو بغرض حج جمع ہوتے ہیں۔ وہاں صفا مروہ اور عرفات بھی بنائے گئے اور ایک چشمہ کے پانی کو آب زمزم کی مانند متبرک سمجھا جاتا ہے۔ ذکریوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے منفرد ہے اور وہ لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ کے الفاظ میں کلمہ پڑھتے ہیں۔ ذکری فرقہ ملا محمد اٹکی کو تمام انبیاء کرام سے افضل قرار دیتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں ملا محمد اٹکی کو روح القدس روح امین اور امام مبین قرار دیا گیا ہے۔

☆**مرزا غلام احمد قادیانی:** قادیانی مذہب کی بنیاد مرزا غلام احمد بن مرزا غلام مرتضیٰ نے رکھی۔ مرزا غلام احمد 1255ھ یا 1256ھ بمطابق 1839ء یا 1840ء میں مقام قادیان (تحصیل بٹالہ، ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب' بھارت) میں پیدا ہوا۔ عربی فارسی کی چند کتب پڑھ کر "نیم ملا خطرہ ایمان" کا عظیم ترین مصداق ثابت ہوا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بتدریج ملہم، محدث، مامور من اللہ، مہدی، مثیل مسیح، مسیح ابن مریم، نبی، حامل صفات عز وجل اور اس کے علاوہ دیگر بھی لاتعداد اور متضاد دعویٰ جات 1883ء سے 1908ء تک کیے۔ 26 مئی 1908ء لاہور میں وبائی ہیضہ سے اس کی ہلاکت ہوئی اور حکیم نور دین اس کا جانشین اول بنا۔ 3 مارچ 1914 کو نور دین کی وفات کے بعد قادیانی پارٹی دو گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ قادیان کے اصل مرکز پر مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا محمود نے تسلط جمالیا اور دوسری پارٹی کی سربراہی مرزا کے ایک مرید مولوی محمد علی نے سنبھال لی اور بجائے قادیان کے لاہور کو اس نے اپنا مرکز بنایا اسی وجہ سے اس گروہ کو لاہوری گروپ کہا جاتا ہے۔ قادیانیت پر مزید آگے تفصیلی کلام ہو گا۔

★... فصل دوئم: ماضی قریب کے جھوٹے دعویدار...★

☆سیالکوٹ میں ماسٹر عبدالحمید نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا لیکن ناکام ہوا۔

☆موضع فقیروالی ضلع بہاول نگر میں مولوی نور محمد نے نبوت کا دعوی کیا اور دستور العمل بھی شائع فرمائے جو چند دنوں کے بعد سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

☆2 فروری 1969 اخبار امروز میں شائع ہوا تھا کہ نواب شاہ سندھ میں مولوی محمد حسین نامی نے اعلان نبوت کیا مگر پولیس سے مقابلہ کرتا ہوا گرفتار ہو کر جیل میں سکونت پذیر ہو گیا۔

☆خواجہ محمد اسماعیل جو جماعتِ احمدی کی طرف سے لندن میں مبلغ کی حیثیت سے مقیم تھا اس نے وہاں اپنا نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی نبوت نے کتنی دولت جمع کی۔

☆ایک اخباری رپورٹ کے مطابق: جنوبی افریقہ میں ایک جھوٹا پیغمبر اس کوشش میں نہ صرف شرمناک انداز میں ناکام ہو گیا بلکہ درجنوں پیروکاروں کے سامنے اپنے کولہے بھی لہولہان کروا بیٹھا۔ زائیون کرسچئن چرچ کا پیشوا پادری ایلیک ندیوانے الہامی طاقتوں کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنے پیروکاروں کو وقتاً فوقتاً اپنے کرشمے دکھاتا رہتا تھا۔ جنوبی افریقہ کے کردگر نیشنل سفاری پارک میں یہ پادری اپنے پیروکاروں کی بڑی تعداد کو اپنا معجزہ دکھانے کے لئے لے کر آیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس پر یہ فرمان نازل ہوا ہے کہ جانوروں پر خالق کی حکمرانی کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اس نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ وہ خونخوار شیروں کے پاس جائے گا اور دنیا دیکھے گی کہ یہ خطرناک درندے کس طرح اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہی وہ گاڑی سے نکل کر شیروں کے ایک گروہ کی طرف دوڑ پڑا، جو ایک ہرن کا گوشت نوچنے میں مصروف تھے۔ پادری کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر شیر ہرن کو چھوڑ کر اس کے استقبال کے لئے تیار ہو گئے۔ شیروں کی غراہٹ سنتے ہی پادری کے ہوش اڑ گئے اور معجزہ دکھانے کی بجائے اسے اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی۔ وہ واپس گاڑی کی طرف بھاگا لیکن اسی دوران ایک شیر نے اس کے کولہوں کا نرم گوشت ادھیڑ کر رکھ دیا۔ اس وقت سفاری پارک کے گارڈ قریب ہی موجود تھے جنہوں نے ہوائی فائرنگ شروع کر دی جس کی آواز سے خوفزدہ ہو کر شیر پیچھے ہٹ گئے۔ لہولہان پادری کو فوری ہسپتال پہنچایا گیا، جہاں ڈاکٹروں کی

ایک ٹیم نے اس کے گہرے زخموں کا علاج شروع کر دیا۔ مقامی میڈیا کا کہنا ہے کہ درد سے کراہتا ہوا پادری ڈاکٹروں سے بار بار سوال کر رہا تھا کیا خالق نے اپنے برگزیدہ بندوں کو درندوں پر حکمرانی نہیں بخشی؟

(روزنامہ پاکستان، 12مارچ2016)

☆ایک خبر کے مطابق: انڈونیشیا کی پولیس نے ایک ایسے شخص کو گرفتار کیا ہے جس نے مسلمان نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پولیس کے مطابق اس نے اپنے ماننے والوں کو گمراہ کرتے ہوئے ان سے بھاری رقوم طلب کیں تاکہ انہیں گناہوں سے پاک کر سکے اور رقم نہ ہونے کی صورت میں متبادل کے طور پر ان کی بیویوں کے ساتھ ہمبستری کی۔

انڈونیشی اخبار جاکرتا گلوب نے بتایا کہ 48 سالہ بانتیل نامی شخص جو کہ مسلمان دینی استاد ہے، اسکے 50 معتقدین ہیں جو اس کے شہر برانوتو میں رہتے ہیں اور اسے سید محمد کہتے ہیں، اگرچہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر بعد میں پتہ چلا کہ جو کچھ وہ پڑھا رہا تھا وہ اسلامی تعلیمات کے برخلاف تھا۔

کوتای تیمور کے علاقے کے پولیس سربراہ بودی سانتوزو نے بتایا کہ دجال نبی اپنے ماننے والوں کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے بھاری رقوم وصول کرتا تھا اور جو لوگ رقم نہیں دے سکتے تھے انہیں پاکی کے متبادل کے طور پر ان کی بیویوں کے ساتھ ہمبستر ہوتا تھا۔

انہوں نے مزید بتایا کہ گرفتاری گاؤں کے ایک شخص کی شکایت پر عمل میں آئی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ کم سے کم ایک شخص نے خود کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے اس شخص کو 17600 ڈالر ادا کیے ہیں۔

بانتیل نے اپنے ماننے والوں کی بیویوں کے ساتھ ہمبستری کا اعتراف کیا ہے اور پولیس کو شک ہے کہ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنے شکار کو نشہ دیتا تھا۔

(https://ashoka.noblogs.org/post/tag/گناہوں سے پاک کرنا)

☆**Nation of Islam**: نیشن آف اسلام ایک امریکی تحریک ہے جس کا عقیدہ ہے کہ ماسٹر ڈبلیو فارڈ محمد نبی ہے اور اللہ عزوجل کی شخصیت میں جولائی 1930ء میں ظاہر ہوا تھا، جو عیسائیوں کا "مسیحا" اور مسلمانوں کا "مہدی" تھا۔ اس تحریک کے قیام کا مقصد امریکہ اور باقی دنیا میں سیاہ فام مردوں اور عورتوں کی روحانی، ذہنی، سماجی اور اقتصادی حالت کا احیاء تھا۔ تعداد پانچ سے دس لاکھ ہے۔

تاریخ: امریکہ میں علیجاہ پول(1897ء تا 1975ء) نامی سیاہ فام نے پہلے ماسٹر ڈبلیو فارڈ محمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ علیجاہ پول کا نام فارڈ نے بعد میں بدل کر علیجاہ محمد کر دیا تھا۔ فارڈ کے اولین ماننے والوں میں یہ شخص تھا۔ 1932ء میں ماسٹر ڈبلیو فارڈ محمد کے پر اسرار طور پر گم ہو جانے کے بعد علیجاہ نے اس کی مسند خلافت سنبھال لی اور نیشن آف اسلام کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کی رکنیت نسل پرستی کے اصول پر سیاہ فاموں تک محدود رکھی۔

علیجاہ محمد نے یہ تبلیغ شروع کر دی کہ والس فارڈ محمد حقیقت میں رسول اور انسانی شکل میں خدا تھا۔ فروری 1975ء میں، علیجاہ محمد کی موت کے ایک دن بعد، 26 فروری کو روز نجات دہندہ (Saviors Day) کے تہوار کے روز علیجاہ محمد کے بیٹے والس کو باہمی اتفاق رائے سے اس کا جانشین تسلیم کر لیا گیا۔ والس محمد کو اپنے باپ سے دینی تعلیمات پر نظریاتی اختلافات اور "منکرانہ عقائد" کی وجہ سے نیشن آف اسلام سے معطل کر دیا گیا تھا، لیکن 1974ء میں اس کو بحال کر دیا گیا۔ جب 1975ء میں والس محمد کو نیشن آف اسلام کا سپریم منسٹر بنایا گیا تو اس نے فوری طور پر اپنے باپ کے عقائد کی از سر نو تشکیل شروع کر دی تاکہ نیشن آف اسلام کو مروجہ اسلام کے قریب لایا جا سکے۔

1978ء میں تبدیلیوں کے ساتھ سخت مقابلہ اور نتیجتاً نیشن آف اسلام کے خاتمے کے بعد لوئس فرخان اور اس کے حامیوں نے والس فارڈ محمد اور علیجاہ محمد کی قائم کردہ بنیادوں پر اصل نیشن آف اسلام کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا۔ 1981ء میں فرخان نے عوامی طور پر نیشن آف اسلام کی بحالی کا اعلان کیا اور علیجاہ محمد کی تعلیمات کو لے کر آگے بڑھا۔ 1995ء میں فرخان نے دس لاکھ افراد کا (Million Man March) نامی جلوس نکالا جو اس کے پیروکاروں کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ کا سب سے بڑا جلوس تھا۔

نیشن آف اسلام کے امریکہ میں قیام کی 70 سالہ جشن کے موقع پر امام وارث دین محمد (سابق والس محمد) اور منسٹر لوئس فرخان عوام کے سامنے گلے ملے اور سالانہ روز نجات دہندہ کے اجلاس میں اتحاد اور صلح کا اعلان کیا۔

دینی کتب: نیشن آف اسلام کے باضابطہ عقائد کا خاکہ تنظیم کی شائع کردہ مختلف کتب، دستاویزات اور مضامین کے ساتھ ساتھ علیجاہ محمد، میلکم ایکس، لوئس فرخان اور دیگر منسٹروں کی تقاریر میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں نسل پرستانہ بیانات کے ساتھ سفید فام (Caucasian) لوگوں کیلئے "سفید شیطان" جیسی نفرت انگیز اصطلاحات بھی شامل ہیں۔

اللہ عزوجل کے بارے میں عقیدہ: Wallace خدا کا بھیجا ہوا رسول ہے خدا ایک ہے وہ اللہ ہی ہے۔ نیشن آف اسلام کا بنیادی یقین یہ ہے کہ خدا زمین پر والس فارڈ محمد نامی انسان کی شکل میں آیا اور انھیں دن میں پانچ مرتبہ مقدس شہر مکہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرنی چاہیے۔

دیگر عقائد: اصل میں کالا آدمی ہی صحیح ہے۔ اللہ کی عبادت کرو اور ٹھیک طریقے سے رہو۔ سیدھے لوگوں کی دماغی آزادی، کالے لوگوں کی آزادی، عقائد کا باضابطہ منصوبہ جو علیجاہ محمد کی کتاب Message to the Blackman in America (ترجمہ: امریکہ میں سیاہ فام آدمی کیلیے پیغام) میں 1965ء میں شائع ہوا تھا، کا ترجمہ ذیل میں ہے:

1. ہم ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں جس کا صحیح نام اللہ ہے۔

2. ہم مقدس قرآن اور خدا کے تمام انبیا کے صحائف پر یقین رکھتے ہیں۔

3. ہم بائبل پر یقین رکھتے ہیں، لیکن یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس میں تحریف کی گئی ہے اور اس کی دوبارہ تشریح کی جانی چاہیے تاکہ انسانیت ان جھوٹوں میں نہ پھنسے جو اس میں داخل کیے گئے ہیں۔

4. لوگوں کی طرف لائے گئے اللہ کے انبیا اور صحائف پر ہم یقین رکھتے ہیں۔

5. ہم مردہ کے زندہ ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں جسمانی طور پر زندہ ہونے پر نہیں ذہنی طور پر زندہ ہو جانے پر۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ حبشیوں (Negroes) کو ذہنی طور پر زندہ ہونے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اس لیے ان کو پہلے زندہ کیا جائے گا۔

مزید برآں، ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم خدا کے چنے ہوئے لوگ ہیں جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ خدا مسترد اور نفرت کیے گئے لوگوں کو چنے گا۔ ان آخری دنوں میں امریکہ کے نام نہاد حبشیوں (Negroes) کے علاوہ ہم کسی کو اس تعریف پر پورا اترتا ہوا نہیں دیکھتے۔ ہم صالح کے دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

6. ہم حساب (judgment) پر یقین رکھتے ہیں؛ ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ پہلا حساب اس دن ہو گا جب خدا امریکہ میں ظاہر ہو گا۔

7. ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ تاریخ میں یہ وقت نام نہاد حبشیوں اور نام نہاد سفید فام امریکیوں کی علیحدگی کا وقت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ سیاہ فام آدمی کو نام کے ساتھ ساتھ حقیقتاً آزاد ہونا چاہیے۔ اس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ اسے ان ناموں سے بھی آزاد ہونا چاہیے جو اس پر اس کے سابق آقاؤں نے مسلط کیے تھے۔ وہ نام جو اس کی شناخت آقا کے غلام کے طور پر کرتے تھے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم بلاشبہ آزاد ہوتے ہیں تو ہمیں اپنے لوگوں یعنی زمین کے سیاہ فام لوگوں کے نام استعمال کرنے چاہئیں۔

8. ہم تمام لوگوں کیلیے انصاف پر یقین رکھتے ہیں، بطور انسان دوسروں کی طرح ہم بھی انصاف کے مستحق ہیں۔ ہم مساوات پر یقین رکھتے ہیں بطور ایک قوم مساوی (لوگوں کی)۔ ہم یقین نہیں رکھتے کہ ہم "آزاد کردہ غلاموں" کی حیثیت سے اپنے آقاؤں کے مساوی ہیں۔ ہم امریکی شہریوں کو آزاد لوگوں کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں اور ان کے قوانین کا احترام کرتے ہیں جو قوم کو چلاتے ہیں۔

9. ہم یقین رکھتے ہیں کہ اختلاط کی پیشکش منافقانہ ہے اور یہ پیشکش ان لوگوں نے کی ہے جو سیاہ فام لوگوں کو فریب سے یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ چار سو سال سے ان کی آزادی، انصاف اور مساوات کے کھلے دشمن اچانک ان کے "دوست" بن گئے ہیں۔ مزید برآں، ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس فریب کا مقصد ہے کہ سیاہ فام لوگوں کو اس احساس سے دور رکھا جائے کہ تاریخ میں اس قوم کے سفید فام (لوگوں) سے علیحدگی کا وقت پہنچ آیا ہے۔

اگر سفید فام لوگ نام نہاد حبشی سے اپنی دوستی کے دعوی میں سچے ہیں، تو وہ امریکہ کو اپنے غلاموں کے ساتھ تقسیم کر کے اسے ثابت کر سکتے ہیں۔

ہم یقین نہیں رکھتے کہ امریکہ کبھی بھی 2000000 سیاہ فام لوگوں کے ساتھ ساتھ اپنے لاکھوں بے روزگاروں کیلیے ملازمتیں فراہم کر سکے گا۔

10. ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمیں، جو خود کو صالح مسلمان کہتے ہیں، دوسرے انسانوں کی جان لینے کیلیے جنگوں میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ ہم یقین نہیں رکھتے کہ اس قوم کو ان جنگوں میں حصہ لینے کیلیے ہمیں مجبور کرنا چاہیے کہ اس میں ہمارے حاصل کرنے کیلیے کچھ نہیں ہوگا تاوقتیکہ امریکہ ہمیں ضروری علاقہ فراہم کرنے پر رضامند ہو جائے جہاں ہمارے پاس لڑنے کیلیے کچھ ہو۔

11. ہمیں یقین ہے کہ ہماری عورتوں کا احترام اور حفاظت بھی ویسے ہی کی جانی چاہیے جیسے دوسری اقوام کی عورتوں کا احترام اور حفاظت کی جاتی ہے۔

12. ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ (خدا) ماسٹر و(الس) فارڈ محمد کی شخصیت میں جولائی 1930ء میں ظاہر ہوا تھا؛ جو عیسائیوں کا ''مسیحا'' اور مسلمانوں کا ''مہدی'' تھا۔

مزید اور آخر پہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ خدا ہے اور اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور وہ امن کی کائناتی حکومت لائے گا جس میں ہم سب امن سے رہ سکیں گے۔

13. نیشن آف اسلام کے اراکین طویل عرصہ سے اس بات پر قائم ہیں کہ علیجاہ محمد کی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ موت کے چنگل سے نکل کر صحتیاب ہو گئے اور اس وقت ایک بہت بڑے پہیہ نما جہاز میں ہیں جو اس وقت بھی ہمارے سروں کے اوپر اڑ رہا ہے۔ اس نام نہاد مدر وہیل (Mother Wheel) پر ڈبلیو ڈی محمد نامی پراسرار شخصیت بھی سوار ہے۔

14. سیاہ فاموں کی بالادستی پر بائبل اور قرآن کو نئی کتاب کی صورت میں بدل دیا جائے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول تھے لیکن اس دور میں ان کی تعلیمات قابل عمل نہیں ہیں بلکہ اب علیجاہ محمد کی تعلیمات کی پیروی لازمی ہے۔

15. نماز بروز جمعہ بڑے اجتماع کی شکل میں اپنے پوپ کا وعظ سننے اور دعا کرنے کا نام ہے۔

16. روزے بجائے ماہ رمضان کے ماہ دسمبر میں رکھتے ہیں۔

17. حج منسوخ ہو گیا ہے۔

☆**یوسف کذاب:** ماضی قریب میں یوسف کذاب نے بھی نبی ہونے کا دعوی کیا۔ یوسف علی والد وزیر علی فیصل آباد کے تحصیل جڑانوالہ میں پیدا ہوا۔ فوج میں کمشینڈ آفیسر بنا مگر قبیح حرکات کے بنا پر کپتان بنتے ہی اسے فوج سے نکال دیا گیا۔ اسکے بعد ایم اے اسلامیات کیا۔ مزید تعلیم کیلئے ایران چلا گیا۔ ایران سے واپسی پر گلبرگ گرلز کالج کی اسسٹنٹ پروفیسر طیبہ صاحبہ سے شادی کی۔ ایک اسکالر ڈاکٹر کے توسط سے سعودیہ چلا گیا اور جدہ میں ڈاکٹر کے گھر ہی

رہنے لگا۔ باطل نظریات رکھنے پر ڈاکٹر نے 1988 کو سعودیہ سے دھتکار کر وطن بھیج دیا۔ واپسی پر لوگوں کو لوٹنے کیلئے یہ شوشہ چھوڑا کہ وہ سعودیہ میں سفیر مقرر کیا گیا ہے۔

پھر اس نے ایک علامہ کا روپ دھار کر مختلف اخبارات و رسائل میں یوسف علی کے نام سے دینی موضوعات اور سیرت النبی پر مضامین لکھنا شروع کئے، پھر یوسف علی سے ابوالحسنین بن گیا۔

1992 کو زید زمان جیسا ہم خیال ملا یہاں سے یہ دونوں ملکر گمراہی کے راستوں پر چل نکلے۔ شادمان لاہور کے ایک مسجد کو اپنے باطل نظریات کی پرچار کیلئے چنا مگر اہل محلہ نے بروقت یہاں سے چلتا کیا۔ بالآخر ملتان روڈ پر واقع دربار بیت الرضا اور اسکے ملحقہ مسجد پر ڈیرے ڈال دیئے یہاں پر لوگوں کو دیدار نبی کے جھانسے دیتے رہے، رنگ برنگے مخلوط محفلیں سجاتے رہے، لوگ اپنے مال و دولت ان پر نچھاور کرنے لگے، تین چار سال میں کروڑوں کے مالک بن گئے، ڈیفنس میں عالی شان کوٹھی خریدی قیمتی گاڑیاں نوکر چاکر تو اسکے علاوہ تھے۔

28 فروری 97 کو ''ورلڈ اسمبلی آف مسلم یونائٹی'' کے نام سے بیت الرضا میں ایک اجلاس کا انعقاد کیا اور اسی اجلاس میں اس نے نبوت کا دعوی کیا۔ اجلاس میں موجود سو مریدوں کو صحابہ اور زید زمان کو اپنا خلیفہ کا قرار دیا اور کہا کہ زید زمان میرا نعوذ باللہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ جیسا خلیفہ ہے۔

29 مارچ 97 کو تمام مکاتب فکر کے علما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور سیشن کورٹ لاہور میں اس کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ درج کیا۔ زید زمان اسکا وکیل بن گیا اور اسکو چھڑوانے کی تگ و دو کرنے لگا۔ کیس تقریبا تین سال تک چلتا رہا۔ 5 اگست 2000 کو سیشن کورٹ کے جج جناب میاں محمد جہانگیر نے اس کو سزائے موت دینے کا حکم دیا اور اس پر ڈیڑھ لاکھ جرمانہ عائد کیا اور اسکے نام سے ''علی'' کا لاحقہ حذف کرکے ''کذاب'' کے لاحقہ ملانے کا بھی حکم دیا اور یوں وہ یوسف علی سے یوسف کذاب بن گیا۔

زید زمان نے اس فیصلہ کو عدل و انصاف کا خون قرار دیکر یوسف کذاب کی حق میں کانفرنسیں کرنے شروع کیں۔ امریکی برطانوی سفارت خانوں کے چکر کاٹنے شروع کئے، یورپی یونین کے ذریعے اسکو یورپ بھگانے کا مکمل پلان بنایا، جہاز کے سیٹ بھی بک کرادیے کہ اچانک کوٹ لکھپت جیل میں ایک جانثار قیدی غازی طارق نے اس کذاب کو گولیوں سے بھون ڈالا۔

کہا جاتا ہے کہ اسکے بعد زید زمان روپوش ہو گیا کچھ عرصے بعد کھال بدل کر زید حامد کے نئے نام کے ساتھ نمودار ہوا۔ آجکل اعلی دفاعی تجزیہ نگار کے نام سے مشہور ہے۔ جبکہ زید حامد کہتا ہے کہ یوسف کی لینی سوچ سے میرا کوئی واسطہ نہیں اور میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتا اور ختم نبوت پہ یقین رکھتا ہوں۔ زید حامد کے مخالفین کا یہ بیان ہے کہ جب زید عقیدہ ختم نبوت کو ماننے والا ہے تو پھر جھوٹے مدعی نبوت یوسف کذاب کی صحابیت اور خلافت سے دست برداری کا اعلان کیوں نہیں کیا؟ جب ملعون یوسف کذاب کو عدالت نے سزائے موت دی تو اس وقت زید حامد نے کیوں عدالتی فیصلے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اسکو ظالمانہ فیصلہ قرار دیا تھا؟ کیوں امریکہ اور برطانیہ کے سفارت خانے یوسف کذاب کے لئے امداد مانگنے گیا تھا؟ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت والوں نے زید حامد کو یوسف کذاب کے خلافت اور صحابیت کی تردید کیلئے بلایا تو آج تک یہ صاحب وہاں نہیں گئے اور الٹا انکو گالیاں دینے لگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

راقم کے نزدیک زید حامد کے متعلق بیان کی گئی تحریر کے مطابق تب تک کوئی حکم نہیں لگ سکتا جب تک یہ واضح طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ وہ واقعی یوسف کذاب کو نبی مانتا ہے یا نہیں؟ زید حامد کو بھی چاہیے کہ اپنا موقف واضح طور پر دے کہ وہ یوسف کذاب کو کافر و مرتد سمجھتا ہے یا نہیں؟ بس اتنا کہہ دینا کہ میرا یوسف کی سوچ سے کوئی تعلق نہیں، میں ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں یہ اس مسئلہ میں ناکافی ہے۔ زید حامد واضح طور پر کہے کہ میرے نزدیک یوسف کذاب نبوت کا دعوی کرنے کے سبب مرتد ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

☆**اسد کذاب:** حال ہی میں اسد نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا جس کا قلع قمع غازی تنویر قادری نے کیا۔ اسد شاہ پیدائشی قادیانی تھا۔ وہ ربوہ (چناب نگر) میں پیدا ہوا۔ اس نے 1998ء میں گلاسگو/اسکاٹ لینڈ منتقل ہونے کے بعد یہاں نہ صرف اپنا کاروبار جمایا بلکہ وہ خود کو جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی کے بعد "نیا نبی" قرار دیتا تھا۔ اسد قادیانی مبلغ تھا، قادیانی جماعت میں اسد شاہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی آخری رسومات میں قادیانی جماعت برطانیہ کے نائب صدر مسرور شاہ نے بطور خاص شرکت کی تھی، جبکہ قادیانی کمیونٹی نے مقتول کے ورثاہ کے لئے تقریبا ایک لاکھ پونڈ سے زائد فنڈ جمع کیا ہے۔ اسد شاہ کے اس دعوی نبوت پر گلاسگو کے مقامی مسلمانوں کے ساتھ قادیانی جماعت بھی حیران تھی، لیکن قادیانی جماعت کی جانب سے اسد شاہ کے خلاف اس لئے

کوئی کارروائی نہیں کی گئی کیونکہ قادیانیوں کو اچھی طرح علم تھا کہ کوئی عاشق رسول ضرور اُسے قتل کر ڈالے گا، اس طرح قادیانی جماعت کو ایک جانب اپنے ہی جماعت کے اندر ''نئے پیغمبر'' سے نجات مل جائے گی تو دوسری جانب انہیں مقامی مسلمانوں کو دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دینے اور اپنی جماعت کو مظلوم ثابت کرنے میں مدد ملے گی۔

جھوٹے قادیانی نبی اسد شاہ کا دعویٰ تھا کہ اس نے اپنے نبوت کے دعوے کو لندن میں موجود قادیانی تحریک کے سربراہ امرزا مسرور احمد کے روبرو پیش کیا تھا، لیکن انہوں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ جب اسد شاہ سے استفسار کیا گیا کہ اگر قادیانی جماعت کو تمہارے نبوت کے دعوے کے بارے میں علم ہو گیا تو تمہاری جانب سے قادیانی جماعت کو لکھی جانے والی وصیت منسوخ ہو جائے گی اور تمہارے گھر والوں کا ناطقہ بند کر دیا جائے گا۔ اس پر اسد شاہ نے کہا کہ اس نے مرزا مسرور کو اپنا نبوت کا دعویٰ لکھ کر بھیجا ہے، اس پر وہ جو چاہیں ایکشن لیں۔ لیکن دلچسپ امر یہ بھی ہے کہ اسد شاہ کی جانب سے نبوت کے دعوے کے بعد بھی قادیانی جماعت نے اس سے سالانہ چندہ اور آمدن کے 10 فیصد حصہ کی وصولی جاری رکھی ہوئی تھی، جس کی تصدیق خود اسد شاہ نے بھی کی تھی۔

اسد کذاب نے نہ صرف نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ عیسائی عقائد کو اپنے کفریہ نظریات کے ساتھ خلط کر کے ایک نیا ہی دین ایجاد کر لیا جس کی وجہ سے مقامی عیسائی بھی کافی تعداد میں اسکا ساتھ دینے لگے۔ اسد نے اپنا دین ایک سوشل سائیٹ سے پھیلانا شروع کر دیا۔ اپنے سوشل میڈیا انٹرویوز میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ کسی بھی شخص کی خدا سے ملاقات کرا سکتا ہے، اگر کوئی خدا سے ملاقات کرنا چاہے تو وہ مجھے ملے۔ مزید اپنے انٹرویو میں دعویٰ کیا کہ اس کو 1998ء اور 1999ء میں وحی ملی اور خدا سے براہ راست ملاقات ہوئی، یہ مہینہ رمضان کا تھا۔ اسد کذاب کا کہنا تھا کہ وہ اپنی دکان اور نبوت کا کاروبار ساتھ ساتھ چلاتا ہے، جو کسٹمر اُس کی دکان میں سامان خریدنے آتا ہے تو وہ اس کو اپنی نبوت کی تبلیغ کرتا ہے۔

اسد کے اس فتنے سے مسلمان بہت تنگ تھے اور قولی طور پر اسے روکنے کی کوشش کرتے رہے، وہاں کی حکومت نے بھی اس کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا۔ مجبوراً یوکے (UK) میں موجود ایک عاشق رسول غازی تنویر قادری نے اسے واصل جہنم کیا۔

برطانیہ کے شہر بریڈ فورڈ کے رہائشی 32 سالہ پاکستانی غازی تنویر احمد کا تعلق میرپور آزاد کشمیر سے ہے۔ ان کے رشتہ داروں کی بڑی تعداد برطانیہ میں مقیم ہے، تنویر احمد اپنی فیملی کے ساتھ برطانیہ میں مقیم ہے، ان کے 13 برس کے اکلوتے بیٹے کا نام سبحان احمد ہے۔ وہ بریڈ فورڈ میں ٹیکسی چلاتے تھے اور غازی ملک ممتاز قادری شہید سے کافی متاثر ہے۔ غازی تنویر قادری کافی عرصے سے اس لعین اسد کذاب کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم رکھتا تھا۔ غازی تنویر قادری صاحب گزشتہ کافی عرصے سے ممتاز قادری شہید کے اہل خانہ سے رابطے میں تھے۔ غازی تنویر قادری صاحب کا بیان ہے کہ لندن میں ایک دن کمرے میں سویا ہوا تھا کہ ممتاز قادری کی زیارت ہوئی۔ اس خواب کے بعد غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں غازی تنویر نے اپنا یہ خواب اور اسد کذاب کو قتل کرنے کا ارادہ "واٹس اپ" کے ذریعے جیل میں ممتاز قادری کو پہنچایا، جو انہوں نے کسی تبصرے کے بغیر مسکراتے ہوئے قبول کیا تھا۔ اس کے بعد 24 مارچ کو موقع پا کر غازی تنویر قادری نے اسد کذاب کی دکان میں گھس کر 30 وار کئے، اسد ہسپتال پہنچ کر دم توڑ گیا۔

غازی ممتاز قادری کے بھائی ملک دلپذیر اعوان نے ایک اخباری انٹرویو میں کہا: "کافی عرصہ پہلے غازی تنویر احمد نے مجھ سے رابطہ کیا تھا، وہ اپنے عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے اور ممتاز بھائی کی خیریت بھی معلوم کرتے رہتے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ پہلے انہوں نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا کہ مجھے ایک رات نیند کے دوران اپنے کمرے میں نور اور پھولوں کی برسات ہوتی محسوس ہوئی اور تھوڑی دیر بعد ممتاز قادری میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں، آپ کا انتخاب گلشن تحفظِ ناموسِ رسالت کے پھولوں میں ہو گیا ہے۔ صبح جب جاگا تو کافی حیران تھا، کچھ سمجھ نہ آئی، ایک رات کے وقفے کے بعد دوبارہ یہی خواب آیا، جس پر حیرت میں مزید اضافہ ہوا، لیکن سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس کے بعد تنویر احمد نے مجھے فون کیا اور اس خواب کی تعبیر غازی ممتاز قادری سے پوچھنے کی استدعا کی، میں نے کہا کہ آپ تحریر لکھ کر بھجوا دیں، میں ان کو دے دوں گا، وہ جو جواب دیں گے میں آپ کو بھجوا دوں گا، میں نے تنویر احمد کا خط غازی شہید کو دے دیا تھا، لیکن انہوں نے کوئی تحریری جواب نہیں دیا۔ ملک دلپذیر اعوان کے مطابق اس کے کچھ دن بعد تنویر احمد عمرے پر گئے، وہاں ان کے مطابق انہیں حرم شریف اور ہر متبرک مقام پر غازی ممتاز شہید نظر آتے رہے، اس دوران ممتاز قادری شہید ہو چکے تھے۔ واپس برطانیہ پہنچ کر

تنویر احمد نے فون کر کے اس بارے میں آگاہ کیا اور وعدہ کیا کہ 27 مارچ کو وہ چہلم پر پاکستان ضرور آئیں گے، لیکن اس سے پہلے ہی انہوں نے 24 مارچ کو ملعون اسد کو ٹھکانے لگا دیا اور گرفتار ہو گئے، ملک دلپذیر اعوان نے بتایا کہ ان کے نہ آنے سے مجھے حیرت تو ہوئی، لیکن اس خیال سے رابطہ نہیں کیا کہ انہیں کوئی مصروفیت آڑے آگئی ہو گی، لیکن 5 اپریل کو انہوں نے جیل سے مجھے ٹیلی فون کیا اور اس بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا۔ ملک دلپذیر اعوان کے مطابق غازی تنویر احمد سچے عاشق رسول ہیں اور اپنے اقدام پر انہیں فخر ہے۔"

(روزنامہ "امت"، کراچی، 08 اپریل 2016ء)

اسد کذاب کی ہلاکت پر قادیانیت وعیسایت میں صف ماتم بچھ گیا۔ قادیانیوں نے اپنے اسد کذاب کے دعویٰ نبوت کو چھپاتے ہوئے اس کے قتل کی یہ وجہ بیان کی کہ اسے عیسائیوں کو ایسٹر کی مبارکباد دینے کی پاداش میں ہلاک کیا گیا ہے۔ اسد شاہ کی ہلاکت پر جہاں قادیانی جماعت مسلمانوں کو دہشت گرد اور عیسائیوں کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کی وہیں ملعون اسد شاہ کے لالچی قادیانی دوستوں نے مال بٹورنے کے لئے نئی فنڈنگ مہم کا آغاز کر دیا۔ جس میں ڈیلی میل آن لائن کی رپورٹ کے مطابق کافی عرصہ پہلے تک 75,000 برطانوی پاؤنڈز جمع کیے جا چکے تھے، جو پاکستانی کرنسی میں تقریباً ایک کروڑ ایک لاکھ روپے بنتے ہیں۔ ڈیلی میل آن لائن کی رپورٹ کے مطابق اسد شاہ کی یاد میں موم بتیاں روشن کرنے کی تقریب میں اسکاٹ لینڈ کی فرسٹ منسٹر نکولا اسٹرجن نے 500 افراد کے ساتھ شرکت کی اور اخبار نویسوں سے گفتگو میں آنجہانی اسد شاہ کے گھر کی سیکیورٹی کو یقینی بنانے کی تصدیق کی۔

ادھر گلاسگو کورٹ میں سینہ ٹھونک کر اسد شاہ کے قتل کا اعتراف کرنے اور اپنے عمل کو صد فیصد جائز قرار دینے والے عاشقِ رسول تنویر احمد نے ایسی اطلاعات کو رد کیا ہے کہ اس نے عیسائیوں کو ایسٹر کی مبارکباد دینے کی پاداش میں اسد شاہ قادیانی کو ہلاک کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ کام وہ نہ کرتے تو یقیناً کوئی اور عاشق رسول یہ کام کر جاتا۔ غازی نے کہا میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں عیسائیت کا یا کسی دوسرے مذہب سے کوئی واسطہ، تعلق نہیں ہے، میں تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیروکار ہوں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و احترام بھی کرتا ہوں۔" تنویر احمد نے مزید کہا ہے کہ چودہ سو سال پہلے اسلام مکمل ہو گیا تھا، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قرآن کریم کے احکامات میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی اور میں اللہ کا آخری نبی ہوں، لیکن

مقتول قادیانی اس کے برعکس تعلیمات دے رہا تھا اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا تھا۔ تنویر احمد نے اپنے عدالتی بیان میں کہا ہے کہ اسد شاہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، اس پر میں نے اس کو قتل کیا اور مجھے اس قتل پر کوئی شرمندگی نہیں۔" تادم تحریر غازی تنویر قادری جیل میں ہے۔

اشکال: صحیح بخاری کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلاَثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ " ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب دجال کذاب نہ نکلیں گے، ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ اللہ عزوجل کا رسول ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، جلد4، صفحہ200، حدیث3609، دار طوق النجاة، مصر)

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جھوٹے نبوت کے دعویدار تیس ہوں گے جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ تیس سے زائد ہیں۔

جواب: اس حدیث کی شرح میں علمائے کرام نے دیگر احادیث کی روشنی میں فرمایا کہ اس حدیث میں مقصود جھوٹوں کی کثرت میں مبالغہ ہے نہ کہ مخصوص تعداد بیان کرنا، کیونکہ احادیث میں ان کی مختلف تعداد بیان کی گئی ہے۔ مسند احمد کی حدیث پاک میں تیس (۳۰) سے زیادہ ہونے کا بھی فرمایا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" لَيَكُونَنَّ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ، وَكَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ أَوْ أَكْثَرُ " ترجمہ: ضرور قیامت سے قبل مسیح دجال آئے گا اور تیس یا اس سے زائد جھوٹے آئیں گے۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، جلد9، صفحہ504، حدیث5694، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ایک حدیث پاک میں ستر (۷۰) کی تعداد بھی بتائی گئی ہے چنانچہ مجمع الزوائد کی حدیث پاک ہے" عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ سَبْعُونَ كَذَّابًا» " ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ستر جھوٹے نہ نکلیں گے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب ما جاء في الكذابين الذين بين يدي الساعة، جلد 7، صفحہ 644، حدیث 12490، دار الفکر، بیروت)

لہٰذا حضور علیہ السلام کے فرمان کا مطلب یہ نہیں کہ فقط 30 لوگ نبوت کا دعوی کریں گے بلکہ غیبی خبر کا مطلب یہ ہے کہ کثیر لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے۔

ایک تاویل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حدیث پاک میں جن تیس جھوٹوں کی صراحت ہے اس سے مراد وہ جھوٹے نبوت کے دعویدار ہیں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر بڑے بڑے فتنہ بھرپا کرنے ہیں، یعنی جھوٹے تو کثیر ہوں گے لیکن تیس بڑے فتنہ باز ہوں گے جیسے مسیلمہ کذاب، بہاء اللہ، اور مرزا قادیانی وغیرہ تھے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ''کَذَّابُونَ'' کے ساتھ ''دَجَّالُونَ'' بھی آیا ہے جس میں ''کَذَّابُونَ'' سے مراد جھوٹے اور ''دَجَّالُونَ'' سے مراد بڑے فتنہ باز ہیں جیساکہ آخری زمانہ میں دجال بہت بڑا فتنہ ہوگا۔

★... فصل سوئم: قادیانیت کا تفصیلی و تنقیدی جائزہ...★

تعارف و تاریخ

قادیانیت کا بانی مرزا غلام احمد انگریزی دور میں موجودہ بھارت میں واقع قادیان (تحصیل بٹالہ، ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، بھارت) میں اٹھارہ سو انتالیس (1939) یا چالیس (1940) سنہ عیسوی میں پیدا ہوا۔

مرزا قادیانی کے باپ کا نام غلام مرتضی تھا جس نے تمام عمر اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ کے طور پر گزاری اور نماز کبھی نہ پڑھی۔ اس کی ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔

مرزا قادیانی نے "کتاب البریہ" کے صفحہ 134 پر اپنی قوم مغل (برلاس) بتائی اور لکھا کہ میرے بزرگ ثمر قند سے پنجاب میں وارد ہوئے تھے لیکن اس کتاب کے صفحہ 135 کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میرے الہامات کی رو سے ہمارے آباء واولین فارسی تھے اور 1900ء تک اسی موقف پر قائم رہا۔ 5 نومبر 1901ء کو رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" شائع کیا جس کے صفحہ 16 پر لکھا کہ میں "اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی۔"

اس کے ایک سال بعد اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ" کے صفحہ 40 پر لکھا کہ میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے تھے اور اپنی کتاب "چشمہ معرفت" میں اپنے آپ کو چینی الاصل ثابت کرنے کی کوشش کی۔

بچپن میں اس نے تھوڑی سے فارسی پڑھی اور کچھ صرف و نحو کا مطالعہ کیا۔ اس نے تھوڑی بہت طب بھی پڑھی تھی۔ لیکن بیماریوں کی وجہ سے، جو بچپن سے اس کے ساتھ لگی ہوئی تھیں اور جن میں قادیانی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق مالیخولیا (جنون کی ایک قسم) بھی شامل تھا، وہ اپنی تعلیم مکمل نہ کر سکا۔

مرزا قادیانی کو چڑیا پکڑنے کا شوق تھا اور انہیں سرکنڈوں سے ذبح کر لیتا۔ قادیان کے چھپڑ میں تیراکی کا شوق تھا۔ اکثر جوتا الٹا سیدھا پہنا کرتا تھا۔ چابیاں ریشمی ازار بند کے ساتھ باندھا کرتا تھا۔ اوپر والے کاج میں نیچے والا بٹن اور نیچے والے کاج میں اوپر والا بٹن اکثر لگاتا اور جرابیں بھی الٹی پہنتا یعنی ایڑھی والا حصہ اوپر ہوتا۔ پسندیدہ بیٹھنے کی جگہ پاخانہ کیلئے استعمال ہونے والا کمرہ تھا جہاں کنڈی لگا کر دو، تین گھنٹے بیٹھا رہتا تھا۔ مرزا قادیانی کی طبیعت میں آوارہ اور

فضول خرچی کا شوق غالب تھا۔ سیرت المہدی جلد اول، صفحہ 34 پر مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنے باپ کا واقعہ اپنی والدہ کے حوالے سے لکھتا ہے: "بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن مبلغ 700 روپے وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو آپ کو بہلا پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا، پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور جگہ چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے۔" (سیرت المہدی، جلد 1، صفحہ 34)

اب گھر جاتا تو جوتے پڑتے اسی لئے گھر جانے کی بجائے سیالکوٹ کی کچہری میں 15 روپے ماہوار پر بطور منشی ملازم ہو گیا۔

سیرت المہدی کے مطابق مرزا قادیانی کی سیالکوٹ کی کچہری کی مدت ملازمت 1864ء تا 1868ء ہے۔ منشی غلام احمد امرتسری نے اپنے رسالہ "نکاح آسمانی" کے راز ہائے پنہائی میں لکھا تھا کہ مرزا نے زمانہ محرری میں خوب رشوتیں لیں۔ یہ رسالہ مرزا کی وفات سے آٹھ سال پہلے 1900ء میں شائع ہو گیا تھا مگر مرزا قادیانی نے اس کی تردید نہیں کی۔

یہ سیالکوٹ ہی کی ناجائز کمائی تھی جس سے مرزا صاحب نے چار ہزار روپیہ کا زیور اپنی دوسری بیگم کو بنوا کر دیا۔ رشوت خوری کا ایک نرالا اچھوتا اور ماڈرن انداز بھی ملاحظہ ہو: "ہمارے نانا فضل دین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کچہری سے واپس آتے تو چونکہ آپ اہلمد تھے مقدمے والے زمیندار ان کے مکان تک پیچھے آجاتے (یا مرزا قادیانی خود لے آتا)۔" (سیرت المہدی، جلد 3، صفحہ 93)

اس کے سیالکوٹ کے قیام کے دوران وہاں ایک شام کا اسکول قائم کیا گیا جہاں انگریزی پڑھائی جاتی تھی۔ مرزا نے بھی اس اسکول میں داخلہ لے لیا اور وہاں اس نے بقول خود ایک یا دو انگریزی کتابیں پڑھیں۔ پھر وہ قانون کے ایک امتحان میں بیٹھا لیکن فیل ہو گیا۔ پھر اس نے 4 سال بعد سیالکوٹ میں اپنا کام چھوڑ دیا اور اپنے باپ کے ساتھ کام کرنے چلا گیا جو مقدمات لڑ رہا تھا۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے، انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا رہا۔'' (کتاب البریہ، صفحہ 164 مندرجہ خزائن، جلد 13، صفحہ 182)

مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی، بحث ومباحثہ، اشتہار بازی اور کفر وارتداد پر مبنی تصانیف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر مرزا قادیانی نے اعلان کیا کہ وہ کتاب لکھے گا جو پچاس جلدوں پر مشتمل ہو گی لہٰذا تمام مسلمان مخیر حضرات اس کی طباعت وغیرہ کیلئے پیشگی رقوم ارسال کریں۔ مرزا قادیانی کے بیان کے مطابق لوگوں نے پچاس جلدوں کی رقم پیشگی بھجوا دی۔ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کے نام سے اس کتاب کو لکھا۔ پانچ جلدیں مکمل ہونے پر لوگوں کے پیسے ہڑپ کرنے کیلئے کیا مضحکہ خیز دلیل دی ملاحظہ ہو: ''پہلے پچاس لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔'' (براہین احمدیہ، حصہ 5، صفحہ 7، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 9)

مرزا قادیانی نے 85 کے قریب کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کو علیحدہ علیحدہ بھی شائع کیا گیا اور 23 جلدوں میں روحانی خزائن کے نام سے ایک مجموعہ کی شکل میں اکٹھا کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں مرزا قادیانی نے کثیر دعوے کئے۔ اس نے بتدریج خادم اسلام، مبلغ اسلام، مجدد، مہدی، مثیل مسیح، ظلی وبروزی نبی، مستقل نبی، انبیاء سے افضل حتیٰ کہ خدا تک کا دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبہ، گہری چال اور خطرناک سازش کے تحت کیا۔ حقیقت میں تو نبی، مہدی، مسیح، مجدد، عالم فاضل ہونا تو دور کی بات ہے مرزا غلام احمد قادیانی انسان بھی نہ تھا۔ خود اپنی ذات کے متعلق ایک شعر کہتا ہے کہ

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

مرزا قادیانی کی پہلی شادی حرمت بی بی سے ہوئی جس کو لوگ "پھجے دی ماں" کہا کرتے تھے۔ جس سے دو لڑکے: مرزا سلطان احمد (1931/1853)، مرزا فضل احمد (1904/1855) پیدا ہوئے۔اس کے بعد کافی عرصہ تک پہلی بیوی سے مباشرت ترک کئے رکھی۔ پھر پچاس سال کی عمر میں دوسری شادی کر لی۔ مرزا قادیانی کی دوسری بیوی کا نام نصرت جہاں بیگم تھا۔ نصرت جہاں بیگم ماڈرن خاتون تھی اور مرزا قادیانی کے مریدوں کے ساتھ قادیان سے لاہور سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے کئی دن خریداری کیلئے لاہور میں گزارہ کرتی تھی۔ اگرچہ مرزا قادیانی دائمی مریض تھا اور نامردی کا اقرار بھی کرتا تھا تاہم اولاد کثرت سے ہوئی جس کی تعداد دس تھی۔

دوسری بیوی سے: مرزا بشیر الدین محمود احمد (1965/1889)، مرزا بشیر احمد (1963/1893)، مرزا شریف احمد (1961/1895)، نواب مبارکہ بیگم (1977/1897)، امۃ الحفیظ بیگم (1987/1904) جبکہ درج ذیل بچے جلد ہی فوت ہو گئے: عصمت (1891/1886)، بشیر اول (1888/1887)، شوکت (1892/1891)، مرزا مبارک احمد (1907/1899)، امۃ النصیر (1903/1903)

مرزا قادیانی کی زندگی کا سب سے دلچسپ واقعہ محمدی بیگم سے نکاح کی خواہش کے متعلق ہے، جس پر وہ دل ہار بیٹھا اور اسے حاصل کرنے کیلئے عجیب و غریب ہتھکنڈے استعمال کیے، جن میں سب سے زیادہ دلچسپ یہ اعلان تھا کہ "خدا نے آسمان پر محمدی بیگم سے میرا نکاح کر دیا ہے اور وہ ضرور میری ہوگی۔" یہ اعلان مرزا صاحب نے اخباروں میں اشتہاروں میں بازاروں میں بیانات دھواں دھاروں میں اپنے کذب و صداقت کے معیاروں میں اسے قرار دیا تھا، وہ پورا نہ ہو سکا اور 8 اپریل 1892 کو اس محمدی بیگم کا عقد مرزا سلطان محمد سے ہو گیا اور حق و باطل کا فیصلہ تمام ہندوؤں و مسلمانوں نے سن لیا۔ مگر مرزا صاحب نے ایک اور دھمکی دی کہ مرزا سلطان محمد جس نے محمدی بیگم سے عقد کیا ہے۔ اڑھائی سال کے اندر اندر مر جائے گا مگر اس سلسلہ میں بھی کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔

(مجدد اعظم صفحہ 91، قادیانیت صفحہ 151 و 163)

اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کرنا اس مقام پر نہایت دشوار ہے کیونکہ مرزا صاحب نے ہر طرح کی کوشش کی۔ خدا کا حکم سنا کر، ڈرا کر، لالچ دے کر اور اپنے لڑکے فضل احمد سے اس کی بیوی کو طلاق دلوا کر غرضیکہ ہر طرح کی

کوشش کی مگر بار آور نہ ہو سکی۔ قادیانی نے مرزا احمد بیگ کے نام خط میں یہ بھی لکھا کہ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ یہ پیشن گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہو گا جو اس پیشن گوئی پر اطلاع رکھتا ہے۔ (قادیانیت، صفحہ 161)

مرزا علی شیر بیگ کے نام ایک خط میں لکھا: ''اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔'' (قادیانیت، صفحہ 160)

مرزا احمد بیگ کے ایک خط میں لکھا: ''اگر آپ نے میرا قول اور بیان مان لیا تو مجھ پر مہربانی اور احسان اور میرے ساتھ نیکی ہو گی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اور آپ کی درازی عمر کے لئے ارحم الراحمین کے جناب دعا کروں گا اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملوکات کا ایک تہائی حصہ دوں گا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا۔'' (قادیانیت، صفحہ 159)

اس طرح کے کافی خطوط وغیرہ لکھے گئے۔ لیکن نکاح نہ ہونا تھا، نہ ہوا البتہ محمدی بیگم کے والدین نے اس کی شادی سلطان محمود سے کر دی اور اللہ پاک نے محمدی بیگم کو تین بیٹے عطا کئے۔ چونکہ محمدی بیگم بھی مرزا قادیانی کے خاندان سے تھی اور خاندان والوں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کروا دیا تھا۔ مرزا قادیانی کی پہلی بیوی نے اس مسئلہ پر خاندان والوں سے قطع تعلق نہ کیا جس وجہ سے مرزا قادیانی نے اس کو طلاق دے دی۔

1882ء میں مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ انہیں بذریعہ الہام اس زمانہ کے لئے اسلام کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔ اس دعویٰ کی بنیاد اپنا یہ عربی الہام بیان کیا ہے ''یا احمد بارک اللہ فیك۔ ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی۔ الرحمن۔ علم القرآن۔ لتنذر قوما ما انذر اباوھم و لتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت و انا اول المسلمین۔ قل جا الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتبارك من علم و تعلم۔ قل ان افتریته فعلی اجرامی'' ترجمہ: اے احمد اللہ نے تجھ میں برکت رکھی ہے۔ جو کچھ تو نے چلایا، تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ رحمان ہے جس نے تجھے قرآن سکھایا تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا اور تاکہ مجرموں کی راہ واضح ہو جائے۔ کہہ دے میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور میں سب سے پہلے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ کہہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کو بھاگنا ہی تھا۔ تمام برکتیں محمد کی طرف

سے ہیں، اللہ کی برکتیں اور سلامتی ان پر ہو۔ پس بڑا بابرکت ہے وہ جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔ کہہ اگر میں نے یہ جھوٹ بولا ہے تو اس جرم کا وبال مجھ پر ہے۔

1888ء میں، انہوں نے اعلان کیا کہ انہیں بیعت لے کر ایک جماعت بنانے کا حکم ملا ہے۔ اس طرح 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں پہلی بیعت لے کر جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ پہلے دن چالیس افراد نے بیعت کی۔

1891ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ دعویٰ ان کے اس الہام پر مبنی تھا: ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔'' مرزا نے اپنا پورا نام غلام احمد قادیانی بتایا ہے اور اپنے اس نام سے اپنا مسیح ہونا ثابت کرنے کی بھی کوشش کی کہ مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا، پہلے سے یہی تاریخ ہم نے مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔ (ازالہ اوہام، ج3، صفحات 189تا190)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی بشارت احمد نام سے دی تھی۔ لیکن ایک وقت یہ بھی آیا کہ مرزا کو وہ احمد ثابت کیا گیا جس احمد کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ حالانکہ مرزا اور اس کا ایک بیٹا خود کو غلام احمد کہتا رہا۔ لیکن بعض دھوکہ باز قادیانیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد کا نام صرف احمد تھا۔ یہاں تک تحریف کر ڈالی کہ سورۃ الصف میں جہاں یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک نبی کی بشارت دی تھی جنکا نام احمد ہونا تھا۔ اس آیت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ یہ بات لکھنے والا مرزا کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود ہے۔

دعوؤں کی کثرت کی وجہ سے مرزائی امت بھی مرزا قادیانی کا تعین نہیں کر سکی کہ وہ کیا چیز ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ مرزا قادیانی مجدد زماں یا امام دوراں یا مہدی زماں ہونے کا دعوے دار تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے دار تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ لغوی یا مجازی یا بروزی یا ظلی نبی ہونے کا دعوے دار تھا اور کوئی کہتا ہے کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی تھا اور کوئی اسے صاحب شریعت اور مستقل نبی مانتا ہے۔

مرزا کو ورغلانے میں ایک شخص نور الدین کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ سیالکوٹ میں قیام کے دوران غلام احمد کا واسطہ نور الدین بُھیروی نامی ایک منحرف شخصیت سے پڑا۔ نور الدین بُھیرہ ضلع شاہ پور میں پیدا ہوا جو اب مغربی پاکستان کے علاقہ پنجاب میں سرگودھا کہلاتا ہے۔ اس نے فارسی زبان، خطاطی، ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کا تقرر راولپنڈی کے سرکاری اسکول میں فارسی کے معلم کے طور پر ہو گیا۔ اس کے بعد ایک پرائمری اسکول میں ہیڈ ماسٹر بنا دیا گیا۔ چار سال تک اس جگہ پر کام کرنے کے بعد اس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اپنا پورا وقت مطالعہ میں صرف کرنے لگا۔ اس نے مناظرہ بازی میں کافی شہرت حاصل کی۔ پھر اس کا تقرر جنوبی کشمیر کے صوبہ جموں میں بطور طبیب ہو گیا۔ بعد میں اسے اس عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔ جموں میں قیام کے دوران اس نے غلام احمد قادیانی کے بارے میں سنا۔ پھر وہ گہرے دوست بن گئے۔ چنانچہ جب غلام نے براہین احمدیہ لکھنی شروع کی تو حکیم نور الدین نے تصدیق براہین احمدیہ لکھی۔

پھر حکیم نے غلام کو نبوت کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دینی شروع کی۔ اپنی کتاب سیرت المہدی میں حکیم نے کہا: اس وقت اس نے کہا تھا: اگر اس شخص (یعنی غلام) نے نبی اور صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا اور قرآن کی شریعت کو منسوخ کر دیا تو میں اس کے اس فعل کی مخالفت نہیں کروں گا۔ جب غلام قادیان گیا تو حکیم بھی اس کے پاس وہیں پہنچ گیا اور لوگوں کی نگاہ میں غلام کا سب سے اہم پیرو بن گیا۔

ابتدا میں غلام نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے کہا کہ وہ مہدی معہود تھا۔ حکیم نور الدین نے اُسے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ پھر غلام نے دعویٰ کر دیا کہ وہ مسیح موعود تھا اور لکھا: "در حقیقت مجھے اسی طرح بھیجا گیا جیسے کہ موسیٰ کلیم اللہ کے بعد عیسیٰ کو بھیجا گیا تھا اور جب کلیم ثانی یعنی محمد آئے تو اس نبی کے بعد، جو اپنے اعمال میں موسیٰ سے مشابہت رکھتے تھے، ایک ایسے نبی کو آنا تھا جو اپنی قوت، طبیعت و خصلت میں عیسیٰ سے مماثلت رکھتا ہو۔ آخر الذکر کا نزول اتنی مدت گزرنے کے بعد ہونا چاہیے جو موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم کے درمیانی فصل کے برابر ہو۔ یعنی چودھویں صدی ہجری میں۔"

پھر وہ آگے کہتا ہے: ''میں حقیقتاً مسیح کی فطرت سے مماثلت رکھتا ہوں اور اسی فطری مماثلت کے بنا پر مجھ عاجز کو مسیح کے نام سے عیسائی فرقہ کو مٹانے کے لئے بھیجا گیا تھا کیونکہ مجھے صلیب کو توڑنے اور خنازیر کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ میں آسمان سے فرشتوں کی معیت میں نازل ہوا جو میرے دائیں بائیں تھے۔''

جیسا کہ خود غلام احمد نے اپنی تصنیف ازالہ اوہام میں اعلان کیا، نور الدین نے درپردہ کہا کہ دمشق سے، جہاں مسیح کا نزول ہونا تھا، شام کا مشہور شہر مراد نہیں تھا بلکہ اس سے ایک ایسا گاؤں مراد تھا جہاں یزیدی فطرت کے لوگ سکونت رکھتے تھے۔ پھر وہ کہتا ہے: ''قادیان کا گاؤں دمشق جیسا ہی ہے۔ اس لئے اس نے ایک عظیم امر کے لئے مجھے اس دمشق یعنی قادیان میں اُس مسجد کے ایک سفید مینار کے مشرقی کنارے پر نازل کیا، جو داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے جائے امان ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے منحرف پیروؤں کے لئے قادیان میں جو مسجد بنائی تھی وہ اس لئے تھی کہ جس طرح مسلمان مسجد الحرام کو حج کے لئے جاتے ہیں، اسی طرح اس مسجد کے حج کے لئے آئیں، اور جس میں اس نے ایک سفید منارہ تعمیر کیا تھا تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ یہ باور کرایا جاسکے کہ مسیح کا (یعنی خود اس کا نزول اسی منارہ پر ہوگا۔)''

غلام احمد نے اپنے گمراہ پیروؤں میں سے ایک شخص کو قادیان میں اپنی مسجد کا پیش امام مقرر کیا تھا جس کا نام عبدالکریم تھا۔ جیسا کہ خود غلام نے بتایا، عبدالکریم اس کے دو بازوؤں میں سے ایک تھا جبکہ حکیم نور الدین دوسرا۔

عبدالکریم نے ایک بار جمعہ کے خطبہ کے دوران مرزا قادیانی کی موجودگی میں کہا کہ مرزا غلام احمد کو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا اور اس پر ایمان لانا واجب تھا اور وہ شخص جو کہ دوسرے نبیوں پر ایمان رکھتا تھا مگر غلام پر نہیں، وہ در حقیقت نبیوں میں تفریق کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے قول کی تردید کرتا تھا جس نے مومنین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ہم اس کے نبیوں میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے۔

اس خطبہ نے غلام کے پیروؤں میں باہمی نزاع پیدا کر دیا جو اس کے مجدد، مہدی معہود اور مسیح موعود ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ لہٰذا جب انہوں نے عبدالکریم پر تنقید کی تو اس نے اگلے جمعہ کو ایک اور خطبہ دیا اور مرزا قادیانی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''میرا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول اور اس کے نبی ہیں۔ اگر میں غلط ہوں تو مجھے تنبیہ کیجئے۔''

نماز ختم ہونے کے بعد جب مرزا جانے لگا تو عبد الکریم نے اُسے روکا۔ اس پر مرزا نے کہا: یہی میرا دین اور دعویٰ ہے۔

پھر وہ گھر میں چلا گیا اور وہاں ہنگامہ ہونے لگا، جس میں عبد الکریم اور کچھ اور لوگ ملوث تھے جو شور مچا رہے تھے۔ شور سن کر مرزا قادیانی گھر سے باہر نکلا اور کہا: اے ایمان والو، اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ نبوت کا دروازہ ہنوز کھلا ہوا تھا۔ اس کا اظہار اس کے لڑکے محمود احمد نے، جو قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ تھا، اپنی کتاب حقیقت النبوت پر اس طرح کیا تھا: ''روز روشن میں آفتاب کی طرح یہ واضح ہے کہ بابِ نبوت ابھی تک کھلا ہوا ہے۔'' اور انوارِ خلافت میں وہ کہتا ہے: ''حقیقتاً، انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) کہا کہ خدا کے خزانے خالی ہو گئے ہیں۔ اور ان کے ایسا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں خدا کی صحیح قدر و قیمت کی سمجھ نہیں ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بجائے صرف ایک کے ہزاروں نبی آئیں گے۔'' اسی کتاب میں وہ کہتا ہے: ''اگر کوئی شخص میری گردن کے دونوں طرف تیز تلواریں رکھ دے اور مجھ سے یہ کہنے کے لئے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں یقیناً کہوں گا کہ وہ کاذب ہے۔ کیونکہ ایسا نہ صرف ممکن بلکہ قطعی ہے کہ ان کے بعد نبی آئیں گے۔''

رسالہ تعلیم میں خود مرزا غلام کہتا ہے: ''یہ ذرا بھی نہ سوچنا کہ وحی زمانہ پارینہ کا قصہ بن چکی ہے، جس کا آجکل کوئی وجود نہیں ہے یا یہ کہ روح القدس کا نزول صرف پرانے زمانے میں ہی ہوتا تھا، آجکل نہیں۔ یقیناً اور حقیقتاً میں کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو سکتا ہے مگر روح القدس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔'' رسالہ تعلیم میں وہ کہتا ہے: ''یہ وہ ہی خدائے واحد تھا جس نے مجھ پر وحی نازل کی اور میری خاطر عظیم نشانیاں ظاہر کیں۔ وہ جس نے مجھے عہدِ حاضر کا مسیح موعود بنایا، اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، نہ زمین پر نہ آسمان پر اور جو اس پر ایمان نہیں لائے گا، اس کے حصہ میں بد قسمتی اور محرومیت آئے گی۔ مجھ پر حقیقت میں وحی نازل ہوتی ہے جو آفتاب سے زیادہ واضح اور صریح ہے۔''

غلام مکتوب احمد (مطبوعہ ربوہ 1383ھ طبع پنجم) کے صفحہ 7 اور 8 پر کہتا ہے: ''اس کی برکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے ان ناموں سے مخاطب کیا ''تم میری حضوری کے قابل ہو، میں نے تمہیں اپنے لئے انتخاب

کیا۔'' اور اس نے کہا: ''میں نے تمہیں ایسے مرتبہ پر فائز کیا جو خلق کے لئے نامعلوم ہے۔'' اور کہا: ''اے میرے احمد، تم میری مراد ہو اور میرے ساتھ ہو۔ اللہ اپنے عرش سے تمہاری تعریف بیان کرتا ہے۔'' اس نے کہا: ''تم عیسیٰ ہو، جس کا وقت ضائع نہیں ہوگا۔ تمہارے جیسا جوہر ضائع ہونے کے لئے نہیں ہوتا۔ تم نبیوں کے حلیہ میں اللہ کے جری ہو۔'' اس نے کہا: ''کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے اول ہوں۔'' اس نے کہا: ''ہم نے تمہیں دنیا پر صرف رحمت بنا کے بھیجا۔''

مرزا غلام کہتا ہے: ''اس نے مجھے ان ناموں سے مخاطب کیا: میری نظر میں تم عیسیٰ ابن مریم کی مانند ہو۔ اور تمہیں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ تم اپنے رب الاکرم کے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ حقیقتاً اس کا وعدہ برقرار ہے اور وہ اصدق الصادقین ہے۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ کے نبی عیسیٰ کا انتقال ہو چکا تھا۔ انہیں اس دنیا سے اٹھا لیا گیا تھا اور وہ جا کر مردوں میں شامل ہو گئے تھے اور ان کا شمار ان میں نہیں تھا جو واپس آتے ہیں۔''

(مکتوب احمد، صفحہ 9)

تحفہ بغداد (مطبوعہ ربوہ 1377ھ) کے صفحہ 14 پر مرزا غلام قادیانی کہتا ہے: ''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں جو عالی خاندان سے ہوں، فی الحقیقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔''

خطبات الہامیہ (مطبوعہ ربوہ 1 388ھ) کے صفحہ 6 پر وہ کہتا ہے: ''مجھے آبِ نور سے غسل دیا گیا اور تمام داغوں اور ناپاکیوں سے چشمہ مقدس پر پاک کیا گیا۔ اور مجھے میرے رب نے احمد کہہ کر پکارا۔ سو میری تعریف کرو اور بے عزتی نہ کرو۔''

صفحہ 8 پر وہ کہتا ہے: ''اے لوگو، میں محمدی مسیح ہوں، میں احمد مہدی ہوں اور میرا رب میری پیدائش کے دن سے مجھے قبر میں لٹائے جانے کے دن تک میرے ساتھ ہے۔ مجھے فنا کر دینے والی آگ اور آبِ زلال دیا گیا۔ میں ایک جنوبی ستارہ ہوں اور روحانی بارش ہوں۔''

صفحہ 87 پر وہ یہ بھی کہتا ہے: ''اسی وجہ سے مجھے خدا نے آدم اور مسیح کہہ کر پکارا، جس نے مریم کی تخلیق کی، اور احمد، جو فضیلت میں سب سے آگے تھا۔ یہ اُس نے اس لیے کیا تاکہ ظاہر کر سکے کہ اس نے میری روح میں نبیوں کی تمام خصوصیات جمع کر دی تھیں۔''

اجماع امت محمد یہ اس پر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جو اس سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ مرزا غلام احمد نے خاتم النبیین کے معنی اپنے پاس سے یہ گڑھے کہ محمد صلی اللہ علی وسلم انبیا کی مہر ہیں تاکہ ان کے بعد آنے والے ہر نبی کی نبوت پر ان کی مہر تصدیق ثبت ہو۔ اس سلسلہ میں مرزا کہتا ہے: ''ان الفاظ (یعنی خاتم النبیین) کا مطلب یہ ہے کہ اب کسی بھی نبوت پر ایمان نہیں لایا جا سکتا، تاوقتیکہ اس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو۔ جس طرح کوئی دستاویز اس وقت تک معتبر نہیں ہوتی جب تک اس پر مہر تصدیق ثبت نہ ہو جائے، اسی طرح ہر وہ نبوت جس پر اس کی مہر تصدیق نہیں غیر صحیح ہے۔''

ملفوظات احمد یہ مرتبہ محمد منظور الٰہی قادیانی میں صفحہ 290 پر درج ہے: ''اس سے انکار نہ کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیا کی مہر ہیں۔ لیکن لفظ مہر سے وہ مراد نہیں جو عام طور پر عوام الناس کی اکثریت سمجھتی ہے، کیوں کہ یہ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ان کی اعلیٰ وارفع شان کے قطعی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نبوت کی نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیا۔ اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ وہ انبیا کی مہر ہیں۔ اب فی الحال کوئی نبی نہیں ہو گا سوائے اس کے جس کی تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کریں۔ ان معنی میں ہمارا ایمان ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔''

(الفضل، مورخہ 22 ستمبر 1939ء)

قادیانی مرزا غلام کو نہ صرف نبی مانتے ہیں بلکہ عظیم رسولوں سے بھی افضل مانتے ہیں چنانچہ حقیقت النبوۃ، مصنفہ مرزا بشیر احمد، خلیفہ ثانی کے صفحہ 257 پر مصنف کہتا ہے: ''غلام احمد حقیقت میں بعض اولی العظم رسولوں سے افضل تھے۔''

الفضل جلد 14، شمارہ 29 اپریل 1927 عیسوی سے مندجہ ذیل اقتباس پیش ہے: ''حقیقت میں انہیں بہت سے انبیا پر فوقیت حاصل ہے اور وہ تمام انبیا کرام سے افضل ہو سکتے ہیں۔''

اسی صحیفہ الفضل کی پانچویں جلد میں ہے: ''اصحاب محمد اور مرزا غلام احمد کے تلامذہ میں کوئی فرق نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ بعثِ اول سے تعلق رکھتے تھے اور یہ بعثِ ثانی۔'' (شمارہ نمبر 92، مورخہ 28 مئی 1918ء)

بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ مرزا غلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی افضیلت حاصل ہے۔ خطبات الہامیہ، صفحہ 177 پر خود غلام احمد کہتا ہے: ''محمد کی روحانیت نے عام وصف کے ساتھ پانچویں ہزارے کے دور میں اپنی تجلی دکھائی اور یہ روحانیت اپنی اجمالی صفات کے ساتھ اس ناکافی وقت میں غایت درجہ بلندی اور اپنے منتہا کو نہیں پہنچی تھی۔ پھر چھٹے ہزارے میں (یعنی مسیح موعود غلام احمد کے زمانے میں) اس روحانیت نے اپنے انتہائی عالیشان لباس میں اپنے بلند ترین مظاہر میں اپنی تجلی دکھائی۔''

پھر مزید آگے بڑھا تو یہ دعویٰ کیا کہ کے اُسے خدا کا بیٹا ہونے کا فخر حاصل ہے اور وہ بمنزلہ عرش کے ہے۔ استفتا کے صفحہ 82 پر غلام قادیانی کہتا ہے: ''تم بمنزلہ میری وحدانیت اور انفرادیت کے ہو۔ لہٰذا وقت آگیا ہے کہ تم خود کو عوام میں ظاہر کردو اور واقف کرادو۔ تم میرے لئے بمنزلہ میرے عرش کے ہو۔ تم میرے لئے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہو۔ تم میرے لئے ایک ایسے مرتبہ پر فائز ہو جو مخلوق کے علم میں نہیں۔''

مخالفت: مرزا غلام احمد کے باطل عقائد پر اسے مسلمانوں نے بہت لعن طعن کی اور یہ سلسلہ اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہا۔ بہت سے علماء نے اس وقت ان پر کفر کا فتویٰ لگایا جن میں سر فہرست امام احمد رضا خان، پیر مہر علی شاہ وغیرہ معروف علماء شامل ہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے 1893ء میں پہلی بار ان کے دعوؤں پر گرفت کی۔ اور پھر انھوں نے حسام الحرمین کے نام سے علمائے مکہ ومدینہ سے مرزا غلام احمد پر فتویٰ کفر تصدیق کروا کر شائع کیا۔

10 اپریل 1974ء کو رابطہ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں قادیانیوں کو متفقہ طور پہ کافر قرار دیا۔

7 ستمبر 1974ء کو ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کی دونوں جماعتوں: قادیانی اور لاہوری گروپ کو ہر دو گروہوں کو خارج از اسلام قرار دینے کا متفقہ دستوری اور تاریخ ساز فیصلہ کیا اور آئین کی رُو سے قادیانیوں بشمول قادیانیوں کے لاہوری گروپ کو کافر قرار دیا۔ آئین کی رُو سے قادیانیوں پہ انکے کفر کی وجہ سے ریاستِ پاکستان میں کلیدی عہدوں پہ پابندی لگا دی گئی۔

دستورِ پاکستان میں مسلمان کی واضح تعریف کی جا چکی ہے، جو یہ ہے: ''مسلمان وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اکملیت پر یقین رکھتا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری نبی کے بطور مکمل ایمان رکھتا ہو اور

ایسے شخص پر ایمان اور تعلق نہ رکھتا ہو جو نبوت کی کسی بھی شکل میں دعویٰ نبوت کرتا ہے اور نبوت کے لفظ کی کسی بھی معنوی لحاظ سے نبوت کا اظہار کرتا ہے۔ اور غیر مسلم وہ شخص ہے جو عیسائیت، یہودیت، سکھ، بدھ، پارسی یا قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہو۔''

آئین پاکستان کی رُو سے کافر قرار دیے جانے کے باوجود قادیانی مرزا غلام احمد قادیان کی پیروی اور اپنی سازشی فطرت کے عین مطابق اپنے آپ کو مسلمان قرار دے کر اور مسلمانوں کو کافر قرار دے کر بدستور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے سے ورغلاتے رہے اور اپنے اثر رسوخ میں اضافہ کرنے کی کوششوں سے باز نہ آئے۔ تو قادیانیوں کو ان کے مذموم کفرانہ عزائم سے باز رکھنے کے لیے پاکستان کے اس وقت کے صدر ضیاء الحق نے 26 اپریل 1984ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس نامی آرڈیننس جاری کیا۔ تو ٹھیک چار دن بعد یکم مئی 1984ء کو مرزا طاہر پاکستان سے لندن بھاگ گیا اور 18 اپریل 2003ء کو مرنے کے بعد اسے وہیں دفنایا گیا۔

1984ء میں پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی بہت سی سرگرمیوں پر پابندی لگادی۔ احمدیوں کے لئے اسلامی طریق پر سلام کرنا، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، اپنے عقیدہ کی تبلیغ واشاعت کرنا وغیرہ قابل گرفت قرار دیا گیا۔ اس آرڈیننس کے پیش نظر چوتھے خلیفہ المسیح نے پاکستان سے اپنا مرکز لندن منتقل کیا۔

وفات: مرزا قادیانی اپنی تمام تر خباثتوں اور باطل دعوؤں سمیت ہیضہ کے مرض (جسے مرزا قادیانی قہر الٰہی کا نشان اور ہیضہ سے مرنے کو لعنتی موت قرار دیتا تھا) میں مبتلا ہو کر 26 مئی 1908ء کو اپنے ایک مرید کے گھر واقع برانڈرتھ روڈ لاہور میں مرا۔ مرزا قادیانی کی زندگی کا آخری فقرہ تھا: ''میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔''

(مندرجہ حیات ناصر، صفحہ 14)

بوقت موت غلاظت اوپر اور نیچے سے بہہ رہی تھی۔ اپنی ہی غلاظت کے اوپر گر کر مر جانے سے زیادہ عبرتناک موت اور کیا ہوسکتی ہے؟ لاش مال گاڑی (جسے مرزا دجال کا گدھا کہا کرتا تھا) میں لاد کر قادیان پہنچائی گئی، جہاں 27 مئی کو اس کے نومنتخب شدہ خلیفہ حکیم نورالدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور قادیان ہی میں قبرستان بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

خلافت: 1908ء کی 27 مئی کو حکیم نور الدین کو بالاتفاق مرزا غلام احمد کا پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔اس کی وفات پر 1914ء میں جماعت احمدیہ دو حصوں میں منقسم ہو گی۔ایک حصہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی سربراہی میں نظام خلافت پر قائم رہا۔اس حصہ کا مرکز قادیان ہی رہا اور احمدیہ مسلم جماعت کہلاتا ہے۔جبکہ دوسرا حصہ مولوی محمد علی کی سربراہی میں لاہور چلا گیا اور یہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے موسوم ہے۔

1914ء میں پہلے خلیفہ کی وفات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کو دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔1934ء میں تحریک جدید کے نام سے دنیا بھر میں تبلیغی مراکز کے قیام اور اشاعت کا نظام شروع کیا گیا۔1947ء میں تقسیم پاک و ہند کے نتیجہ میں احمدیہ مسلم جماعت کو اپنا مرکز قادیان سے عارضی طور پر لاہور اور پھر مستقلا نئے آباد کردہ شہر ربوہ منتقل کرنا پڑا۔

1957ء میں وقف جدید کے نام سے دیہی علاقوں کے ممبران جماعت احمدیہ کی تعلیم و تربیت کے لئے منصوبہ کا آغاز ہوا۔

1965ء میں تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کا انتخاب ہوا۔

1982ء میں چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کا انتخاب ہوا۔

1989ء میں جماعت احمدیہ نے دنیا بھر میں اپنے قیام کی صد سالہ جوبلی منائی۔

2003ء میں پانچویں خلیفہ مرزا مسرور احمد کا انتخاب ہوا۔

2008ء میں احمدیہ مسلم جماعت نے خلافت احمدیہ کی سو سالہ جوبلی منائی۔

بیرونی تبلیغی مراکز کا قیام: جماعت احمدیہ ایک تبلیغی جماعت ہے۔تبلیغی مراکز کا قیام شروع ہی سے اس جماعت کی ترجیحات میں شامل رہا ہے۔قادیانی مسلمانوں میں تبلیغ کے علاوہ غیر مسلم مذاہب میں بھی تبلیغ پر زور دیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کی موت کے بعد اس کے پہلے خلیفہ کے زمانہ میں انگلستان میں تبلیغی کام کا آغاز ہوا۔چنانچہ پہلے باقاعدہ مبلغ کے طور پر چوہدری فتح محمد سیال نے لندن تبلیغی مرکز قائم کیا۔ابتدائی مبلغین اکثر مرزا غلام احمد کے وہ

ساتھی تھے جنہوں نے خود اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھی بعض ممالک میں اپنے تبلیغی مراکز رکھتی ہے۔

تنظیمی ڈھانچہ: احمدیہ جماعت کا عالمی سربراہ خلیفہ المسیح کہلاتا ہے۔ خلیفہ المسیح تمام معاملات میں آخری صاحب اختیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام معاملات میں اس کا فیصلہ آخری اور حتمی ہوتا ہے۔ خلیفہ المسیح کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ کے نام سے ایک ادارہ کام کرتا ہے جو کہ مختلف معاملات کی دیکھ بھال کے لئے متعدد صیغہ جات میں منقسم ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ ممالک تحریک جدید نامی ادارہ کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ تحریک جدید بھی متعدد صیغہ جات میں منقسم ہے۔

مرکزی تنظیم کے علاوہ احمدیہ جماعت کے افراد مندرجہ ذیل تنظیموں کے بھی رکن ہوتے ہیں:

☆ اطفال الاحمدیہ۔ سات سے پندرہ سال کی عمر کے لڑکے۔

☆ خدام الاحمدیہ۔ سولہ سے چالیس سال کے نوجوان۔

☆ انصار اللہ۔ اکتالیس سال سے زائد عمر کے مرد۔

☆ ناصرات الاحمدیہ۔ سات سے پندرہ سال کی لڑکیاں۔

☆ لجنہ اماء اللہ۔ سولہ سال سے زائد عمر کی خواتین۔

جامعہ احمدیہ: احمدیہ جماعت کا یہ ایک ذیلی ادارہ ہے جس کا مقصد احمدی عقائد کی اشاعت و ترویج اور احمدی افراد کی تعلیم و تربیت کے لئے علماء تیار کرنا ہے۔ جامعہ احمدیہ میں اپنی زندگی جماعت احمدیہ کے لئے وقف کرنے والے نوجوانوں کو سات سال تعلیم دی جاتی ہے جس میں عربی، اردو کے علاوہ قرآن، حدیث، فقہ، علم الکلام وغیرہ مختلف علوم کی ابتدائی تعلیم شامل ہے۔ جامعہ احمدیہ کا ادارہ ہندوستان، پاکستان، کینیڈا، برطانیہ، جرمنی، گھانا، تنزانیہ وغیرہ مختلف ممالک میں قائم ہے۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے ''شاہد'' کی سند حاصل کر کے ''مربی'' کہلاتے ہیں۔

جلسہ سالانہ: مرزا غلام احمد نے 1891 میں اپنے پیروکاروں کے لئے ایک تین روزہ اجتماع کا آغاز کیا جس کا مقصد افراد جماعت احمدیہ کی تربیت، تعلیم اور آپس کے تعارف اور بھائی چارہ کو بڑھانا تھا۔ اس اجتماع کو جلسہ سالانہ کہا جاتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر مختلف علمی اور تربیتی موضوعات پر تقاریر کی جاتی ہیں۔

قادیانیوں کی اسلام مخالف سرگرمیاں: قادیانی دن رات مسلمانوں کا ایمان لوٹنے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی اور نظم کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ پوری دنیا میں دھوکہ دہی، دجل و فریب سے کام لے کر مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔ ان کی ارتدادی سرگرمیاں اس خطے کے علاوہ یورپ، امریکہ، کینیڈا، افریقہ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ قادیانیوں نے بعض شہروں کو ہدف بنا کر غیر ملکی سرمائے سے چلنے والی این جی اوز اور انسانی حقوق کے اداروں کی آڑ میں جارحانہ انداز میں تبلیغ اور ارتدادی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں۔ ان میں پنجاب کے مختلف شہروں سمیت گوجرانوالہ خاص ہدف ہے۔ ان این جی اوز کو لندن مرکز سے ڈیل کیا جاتا ہے اور وہاں سے کلیئرنس کے بعد چناب نگر میں رجسٹرڈ کیا جاتا ہے۔

2014ء میں ایک بار پھر قادیانیوں نے پاکستان میں قانون توہین رسالت اور قادیانی مخالف دیگر قوانین ختم کرانے کے لیے نئی کوششوں کا آغاز برطانیہ اور امریکا میں ایک ساتھ کیا ہے، لیکن ابتدا میں ہی قادیانیوں کو عوامی حمایت کے حوالے سے ناکامی کا سامنا ہے۔ بعض سیاستدانوں کو ابھی بھی ذاتی مفاد کی خاطر قادیانیوں کی حمایت کرنے کا ذہن ہے جس کی وہ اپنے تئیں کوشش بھی کرتے ہیں لیکن بُری طرح ناکام رہتے ہیں۔ اکتوبر 2017 کو بھی حلف نامہ میں ترمیم کی کوشش کی گئی جسکی امت مسلمہ نے شدید مخالفت کی اور تبدیلی ختم کروادی۔

مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قادیانیوں مرزائیوں سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے، مگر افسوس! مسلمان اس فیصلے کی خلاف ورزی کر کے بالخصوص نوکریوں کے لیے قادیانیوں سے رابطے اور تعلقات استوار کر لیتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے پھیلائے ہوئے ارتدادی جال میں پھنس کر اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں۔

قادیانی بیرون ممالک میں مسلمانوں کے روپ میں جا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ افریقی ممالک میں قادیانیوں نے مسلمانوں کو اس دلیل سے دھوکہ دیا کہ ربوہ مقام قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے جائے پیدائش کے لئے استعمال ہوا ہے اور ہم ربوہ سے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت لے کر آئے ہیں۔

مغربی افریقہ میں مالی کے نامور مذہبی رہنما شیخ عمر کانتے کا بیان وہاں کے احوال سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ شیخ عمر کانتے فرماتے ہیں: ہمیں یہی باور کروایا گیا کہ دین محمدی اور دین احمدی (قادیانیت) ایک ہی ہے۔ قادیانی تنظیم کے لوگوں نے یہاں آکر ہم کو دھوکہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور احمدی نام تعارف کے لئے ہے۔ ہم سڑکیں بنائیں گے، گھر بنائیں گے، تمام سہولتیں دیں گے۔ اس وجہ سے لوگوں نے قبول کیا کہ ایمان بھی محفوظ اور سہولتیں بھی مل رہی ہیں۔ اب ہم پر واضح ہوا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی اور اہم عقیدہ ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا، اپنے آپ کو رسالت کے منصب پر فائز کیا، اس کے پیروکار اس کو نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے جانتے اور تسلیم کرتے ہیں، جبکہ قادیانیت کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور دین احمدی کا نام ایک کھلا دھوکہ ہے۔

قادیانی اپنے اداروں، فیکٹریوں میں غریب مسلمانوں کو ملازمت دے کر تبلیغ کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کا ایمان لوٹ لیا جاتا ہے۔ قادیانی اپنی فری ڈسپنسریوں، کلینک اور ہسپتال میں علاج معالجہ کے چکر میں بہت سے مسلمانوں کو مرتد کر لیتے ہیں۔ خون دینے کے بہانے قادیانی نوجوان مریض کے گھر والوں سے رابطہ بڑھاتے ہیں اور محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتے ہیں، پھر مریض کے گھر آنا جانا شروع ہو جاتا ہے اور اس خاندان کے قریب ہو کر مسیحا کا روپ دھار کر قادیانیت کی تبلیغ شروع کرتے ہیں۔ یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں اور ٹیوشن سنٹروں میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی تبلیغی سرگرمیاں مسلمان لڑکے لڑکیوں کے لئے انتہائی مضر ہیں۔ بہت سے واقعات ایسے سامنے آئے ہیں کہ ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنے والے طالب علم قادیانی کلاس فیلوز سے دوستی کے نتیجے میں ربوہ کی سیر کو چل پڑے اور پھر انہی کے ہاتھوں شکار ہو گئے اور اپنا ایمان لٹا بیٹھے۔

بالاکوٹ میں آنے والے زلزلے میں جہاں تمام مسلمان ان کی امداد کے لئے سرگرم تھے وہاں قادیانی بھی ارتدادی سرگرمیوں کو پھیلانے کے لئے بھرپور کام کر رہے تھے اور ایمان لٹانے والوں کو مراعات کی پیشکش کر کے ورغلایا جاتا رہا اور متعدد مسلمانوں کو قادیانی بنایا گیا۔ آج ربوہ میں پٹھان مرتی بننے کی تربیت لیتے نظر آتے ہیں اور پٹھانوں کے علاقوں میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد تشویشناک ہے۔ اس وقت سوات اور گردونواح کے مصیبت زدگان مسلمان بھائیوں میں تبلیغ اور بیعت فارم بھروانے کے لئے قادیانی بھرپور سرگرم عمل ہیں اور ان کی بہت سی این جی اوز وہاں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کام کر رہی ہیں۔

یہ انکشاف یقینی طور پر وطن کی محبت میں سرشار ہر پاکستانی کے لیے فرسان روح ہے کہ اسرائیل میں 600 سے زائد قادیانی پاکستان مخالف سرگرمیوں کی خفیہ تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ممبئی حملوں اور پاک بھارت تناو بڑھانے میں قادیانیوں نے کلیدی کردار ادا کیا، جبکہ قادیانیوں کا مطالبہ ہے کہ پاکستان میں امن کا قیام چاہیے تو قادیانیوں کو تحفظ دیا جائے۔ اسرائیلی پروفیسر آئی ٹی نامانی نے اپنی کتاب اسرائیل ایک تعارف میں انکشاف کیا ہے کہ کارگل کی جنگ کے دوران ہزاروں بھارتی قادیانیوں نے پاکستانی فوج کے خلاف اسلحہ کی خریداری اور دیگر دفاعی سازوسامان کی فراہمی کے لئے کروڑوں کے فنڈز بھارتی آرمی کو فراہم کئے، جبکہ پاکستان میں بھارتی فوج کے لئے باقاعدہ جاسوسی کرتے رہے۔

پاکستان پر قبضہ کرنے کے ارادے: قادیانی مرزا محمود کا بیان ہے: "بلوچستان کی کل آبادی پانچ لاکھ یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو تو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جاسکتا ہے اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے پس میں جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کیلئے یہ عمدہ موقع ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں۔ پس تبلیغ کے ذریعے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالو تاکہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔" (مرزا محمود احمد کا بیان، مندرجہ الفضل، ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء)

اکھنڈ بھارت کا خواب: مرزا بشیر الدین مرزئی کا بیان ہے: "یہ اور بات ہے ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔"

(مرزا بشیر الدین محمود احمد، الفضل، ربوہ، ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء)

مرزا طاہر قادیانی کا بیان ہے: "اللہ تعالیٰ اس ملک پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ آپ (احمدی) بے فکر رہیں۔ چند دنوں میں (احمدی) خوشخبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گیا ہے۔"

(مرزا طاہر قادیانی خلیفہ چہارم کا سالانہ جلسہ لندن ۱۹۸۵)

قادیانی حضرات اپنے مردوں کو امانتاً دفن کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اکھنڈ بھارت بننے کے بعد یہ اپنے انجہانی مردوں کی ہڈیاں بھارت میں واقع قادیان کے قبرستان میں جا کر مٹی میں دبائیں گے۔ اس سلسلے میں ایک

مضمون "چناب نگر کے انجہانیوں کا خواب اکھنڈ بھارت" قابل مطالعہ ہے جو مختلف جرائد اور نیٹ سائیٹس پر شائع ہو چکا ہے۔

دینی کتب

قادیانی اپنے مذہب کی بنیادی کتب قرآن وحدیث ہی قرار دیتے ہیں اگرچہ خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتے ہیں۔اپنے عقیدے کے خلاف جو آیت وحدیث ملے اس کی باطل تاویل کر دیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کو نبی ثابت کرنے کے لیے قادیانیوں کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔اس لیے وہ مرزا غلام احمد اور دیگر قادیانیوں کی کتب کو ہی دلیل بنا کر اپنے عقائد و نظریات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے عقائد ونظریات

☆آخری نبی جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

(حقیقۃ النبوۃ،صفحہ82، 161۔ تریاق القلوب، 379)

☆مرزا غلام احمد پر وحی بارش کی طرح نازل ہوتی تھی، وہ وحی کبھی عربی میں کبھی ہندی میں اور کبھی فارسی اور کبھی دوسری زبان میں بھی ہوتی تھی۔ (حقیقۃ الوحی،صفحہ180۔ البشری،جلد1 ،صفحہ117)

☆مرزا غلام احمد کی تعلیم اب تمام انسانوں کے لئے نجات ہے۔ (اربعین: 17،4)

☆جو مرزا غلام احمد کی نبوت کو نہ مانے وہ جہنمی کافر ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ،272، فتاوی احمدیہ، 371)

☆مرزا غلام احمد کے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے۔(قادیانیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات تین ہزار ہیں۔) (تتمہ حقیقۃ الوحی،صفحہ136)

☆مرزا صاحب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑھ کر شان والے تھے۔

(قول فصل،صفحہ6۔ احمدیہ پاکٹ بکس254، اربعین، 103)

☆مرزا صاحب بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل تر ہیں۔ (دافع البلاء،صفحہ20۔ ازالہ کلاں،صفحہ67)

☆مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دیگر انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں تحقیر آمیز جملے استعمال کیے ہیں۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ4، روحانی خزائن16/178۔ اعجاز احمدی52/83/18)

☆قرآن کی کئی ایک آیات سے مراد مرزا غلام احمد ہے۔ مثلاً ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے) (اعجاز احمدی291/11۔ دافع البلاء، صفحہ13)

☆حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ (اعجاز احمدی، صفحہ14)

☆جہاد کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ (حاشیہ اربعین، صفحہ154، خطبہ الہامیہ، صفحہ25)

☆مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ کو کھیل کھلونے قرار دیتے ہیں کہ ایسا کھیل تو کلکتہ اور بمبئی میں بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ (حاشیہ ازالہ اوہام، صفحہ21،121۔ حقیقۃ الوحی، صفحہ78)

☆رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو در جاتی معراج نہیں ہوئی کشف ہوا تھا۔

(ازالہ اوہام کلاں، صفحہ144)

☆مرنے کے بعد میدانِ حشر میں جمع ہونا نہیں ہوگا، مرنے کے بعد سیدھا جنت یا جہنم میں چلے جائیں گے۔

(ازالہ اوہام کلاں، صفحہ144)

☆فرشتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ تو ارواح کواکب ہے، جبرئیل امین وحی نہیں لاتے تھے، وہ تو روح کواکب نیر کی تاثیر کا نزول وحی ہے۔ (توضیح مرام، صفحہ29)

☆مرزا صاحب تمام انبیاء کا مظہر ہیں، تمام کمالات جو انبیاء علیہم السلام میں تھے وہ سب مرزا صاحب میں موجود ہیں۔ (قول فصل، صفحہ6۔ تشحیذ الاذہان:11/10/10)

☆حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں، وہ قیامت کے قریب بالکل نہیں آئیں گے۔ (ازالہ کلاں،311/2)

احمدیہ جماعت میں شمولیت کی شرائط

جماعت احمدیہ میں شمولیت کے لئے مرزا غلام احمد نے دس شرائط مقرر کی ہیں جن پر ہر احمدی کو کاربند ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ ان شرائط پر عمل کی آمادگی ظاہر کرنے کے بعد باقاعدہ بیعت کرنا بھی ضروری ہے جو کہ احمدیہ مسلم جماعت میں خلیفہ المسیح کے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔ شرائط بیعت یہ ہیں:

☆ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

☆ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

☆ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

☆ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

☆ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

☆ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا وہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

☆ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بالکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

☆ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردِ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

☆ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ان شرائط پر آمادگی کے بعد بیعت کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

☆ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ۔

☆ آج میں مسرور کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں داخل ہوتا/ہوتی ہوں۔ میرا پختہ اور کامل ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلاۃ والسلام کو وہی امام مہدی اور مسیح موعود تسلیم کرتا/کرتی ہوں جس کی خوشخبری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔ میں وعدہ کرتا/کرتی ہوں کہ مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی بیان فرمودہ دس شرائط بیعت کا پابند رہنے کی کوشش کروں گا/گی۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا/گی۔ خلافت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا تعلق رکھوں گا/گی۔ اور بحیثیت خلیفۃ المسیح آپ کی تمام معروف ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا/گی۔

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ رب انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا/کرتی ہوں۔ تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ آمین

قادیانیوں میں فرقے

قادیانیت کے کل آٹھ فرقے ہیں۔ جن میں دو زیادہ مشہور ہیں (1) قادیانی فرقہ جس کا خلیفہ مرزا مسرور ہے۔ (2) لاہوری گروپ۔

غلام احمد اور اس کے جانشین نور الدین کے زمانے میں قادیانی مذہب میں صرف ایک فرقہ تھا۔ لیکن نور الدین کی آخری زندگی میں قادیانیوں میں کچھ اختلاف پیدا ہوئے۔ نور الدین کے مرنے کے بعد یہ لوگ دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ قادیانی جماعت جس کا صدر محمود غلام احمد ہے اور لاہوری جماعت جس کا صدر اور لیڈر محمد علی ہے جس نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ قادیان کی جماعت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ غلام احمد نبی اور رسول تھا۔ جبکہ لاہوری جماعت بظاہر غلام احمد کی نبوت کا اقرار نہیں کرتی بلکہ اسے مجدد مانتی ہے۔

لاہوری جماعت کے اپنے مخصوص عقائد ہیں جن کی وہ اپنی کتابوں کے ذریعہ تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ محمد علی کے مطابق جو اس جماعت کا لیڈر ہے، عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ محمد علی نے اپنے عقیدہ کی موافقت آیات میں تحریف بھی کی ہے۔

قادیانیوں کے کل آٹھ فرقوں کی فہرست کچھ یوں ہے:

☆ قادیانی خلیفہ مرزا مسرور احمد: یہ مرزائیوں کا موجودہ خلیفہ ہے جو کہ مرزائی چینل ایم ٹی اے پر تمام مرزائیوں سے خطاب کرتا ہے۔

☆ عبد الغفار جنبہ: جو کہ "جماعت احمدیہ اصلاح پسند" کے نام کا فرقہ چلا رہا ہے۔

☆ جماعت احمدیہ لاہوری گروپ: اس قادیانی فرقہ کا بانی محمد علی لاہوری نام کا شخص تھا یہ قادیانیوں کا دوسرا بڑا فرقہ ہے۔

☆ ظفر اللہ ڈیمن قادیانی: یہ شخص بھی مرزائیوں میں سے ایک ہے جس نے اپنا ایک نیا فرقہ بنایا ہے اس کے فرقہ کا نام ہے "جماعت احمدیہ المعصومین"

☆ مرزا رفیع احمد قادیانی: یہ شخص مرزائیت کا نیا فرقہ "سرسبز احمدیت" کا بانی ہے اور یہ دیگر فرقوں کو گالیاں دیتا ہے۔

☆منیر احمد عظیم: یہ شخص قادیانیت کا نیا فرقہ بنا کر لوگوں کو اُلو بنا رہا ہے اس کے فرقے کا نام ہے "جماعت الصحیح الاسلام"

☆ناصر احمد سلطانی قادیانی: یہ "جماعت احمدیہ حقیقی" نامی قادیانی فرقہ کا بانی ہے جو سر عام موجود قادیانی خلیفہ مرزا مسرور کو گالی دیتا ہے۔

☆طاہر نسیم: مرزائیوں کا نیا فرقہ ، طاہر نسیم اپنے آپ کو مثیل مسیح اور نبی و رسول ہونے کا مدعی ہے اور مرزا قادیانی کو نبی بھی مانتا ہے اور اس کو جھوٹا بھی کہتا ہے۔

اسلام اور قادیانیت کا تقابلی جائزہ

قادیانی اگرچہ خود کو مسلمان کہتے ہیں لیکن یہ مسلمان نہیں بلکہ مرتد ہیں کیونکہ اسلام اور قادیانیوں میں بنیادی عقائد ہی میں فرق ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے کہ اسلام لانے کے بعد کسی کے مرتد ہونے کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ اسلام کے جملہ احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو کافر و مرتد ہوگا بلکہ اگر کوئی مسلمان اسلام کی فقط ایک بات کا انکار کردے جو قطعی طور پر ثابت ہو تو وہ دائرہ اسلام سے نکل کر کافر و مرتد ہو جائے گا جیسے اگر کوئی نماز، روزہ، حج کو تو مانتا ہے لیکن فقط زکوٰۃ کا انکار کرتا ہے تو وہ مسلمان نہ رہے گا۔ یونہی جو خود کو مسلمان کہے، تمام احکام شرع پر ایمان لائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کا عقیدہ رکھے تو کافر ہو جائے گا جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے، یونہی کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے تو کافر ہو جائے گا وغیرہ۔ اسلام اور قادیانت میں صرف ایک جدید نبی ہونے کا ہی اختلاف نہیں بلکہ اور بھی کئی اختلاف ہیں۔ مثلا:

☆اسلام کے بنیادی عقیدہ کے مطابق حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی جدید نبی نہیں آئے گا۔ اس نفی میں برابر ہے کہ جدید نبی حضور علیہ السلام کے برابر ہو یا کم درجہ کا ہو۔ جبکہ قادیانیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد حضور علیہ السلام سے کم درجہ کا نبی آسکتا ہے۔ قادیانی جو عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین مانتے ہیں، اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضلیت کے اعتبار سے خاتم النبیین ہے یعنی آپ کے بعد آپ کے برابر یا آپ سے اعلیٰ نبی نہیں آسکتا البتہ آپ سے کم درجہ کا آسکتا ہے۔ قادیانیوں کا یہ عقیدہ صریح قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سورۃ الاحزاب، سورۃ 33، آیت 40)

یعنی آخر الانبیاء کہ نبوّت آپ پر ختم ہو گئی آپ کی نبوّت کے بعد کسی کو نبوّت نہیں مل سکتی حتّٰی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوّت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعتِ محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظّمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ حضور کا آخر الانبیاء ہونا

قطعی ہے، نصِ قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث تو حدِ تواتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوّت کے بعد کسی اور کو نبوّت ملنا ممکن جانے، وہ ختمِ نبوّت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔

مفسرین قرآن میں سے حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ابن عباس میں اس آیت ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ختم اللہ بِهِ النَّبِيين قبله فلا يكون نَبِي بعده" ترجمہ: اللہ نے سلسلہ نبوت آپ پر ختم کر دیا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، صفحہ 354، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

یونہی دیگر مفسرین اور لسانیات کے ماہر علمائے کرام نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی یہی ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کسی درجے کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

☆اسلام کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا ہے وہ قربِ قیامت تشریف لائیں گے چنانچہ قرآن پاک میں ہے﴿وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اُس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 157)

تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال سے پہلے اِن پر ایمان لائیں گے۔ اور ابھی تک سب اہل کتاب نے حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصال نہیں ہوا وہ ابھی بھی زندہ ہیں۔ حدیثِ نبوی میں ہے "عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ»۔۔۔ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: اقْرَءُوا إِنْ

شِنْشُوْ: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ ''ترجمہ: ابن مسیب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، عدل وانصاف کریں گے، صلیب (سولی) توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو موقوف کریں گے اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی مال قبول کرنے والا نہیں رہے گا۔۔۔۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو قرآن میں پڑھو ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ یعنی کوئی آدمی اہل کتاب میں سے نہیں رہتا مگر وہ اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ضرور کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، صفحہ 135، حدیث 242، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ، حسن بصری یہی تفسیر کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں، قیامت کے قریب نزول ہوگا اور قبلِ موت ان پر تمام اہلِ کتاب ایمان لائیں گے۔

اسلام کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وصال پاچکے ہیں اب وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ مرزا غلام احمد، بانی جماعت احمدیہ، احمدیہ عقیدہ کے مطابق مسیح موعود اور مہدی ہیں۔ وہ اسلامی شریعت اور قرآن کے پابند اور بانی اسلام کے پیروکار اور ان کے ماتحت ہیں۔ مرزا غلام احمد کے نزدیک حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام طبعی طور پر وفات پاچکے ہیں اور آنے والے شخص کو، جس کا انتظار مسلمان کر رہے ہیں، مسیح کا نام حالات اور مزاج میں اشتراک کی وجہ سے بطور تمثیل دیا گیا تھا جیسا کہ کسی سورما کو رستم کہہ دیا جاتا ہے۔

وصالِ عیسیٰ کے معاملہ پر لاہوری فرقہ کا بھی وہی خیال ہے جو احمدیہ جماعت کا ہے۔

☆اسلامی عقیدہ کے مطابق جو غیر نبی کو کسی بھی نبی سے افضل قرار دے وہ کافر ہے۔ قادیانیوں کے مطابق مرزا صاحب بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل تر ہیں۔

☆اسلام کے مطابق جو مسلمان کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دیگر انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں تحقیر آمیز جملے استعمال کیے ہیں۔

☆قرآن وحدیث سے واضح ہے کہ قیامت والے دن محشر کا میدان لگے گا۔ قادیانیوں کے نزدیک مرنے کے بعد میدانِ حشر میں جمع ہونا نہیں ہوگا، مرنے کے بعد سیدھا جنت یا جہنم میں چلے جائیں گے۔

☆قرآن وحدیث میں کثیر مقامات پر فرشتوں کے وجود اور ان کے افعال کا ذکر ہے جبکہ قادیانیوں کے نزدیک فرشتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ تو ارواح کواکب ہے، جبرئیل امین وحی نہیں لاتے تھے، وہ تو روح کواکب نیر کی تاثیر کا نزول وحی ہے۔

☆اسلام کے مطابق جہاد قیامت تک منسوخ نہیں ہو سکتا جبکہ قادیانیوں کے مطابق جہاد کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ مرزا غلام احمد نے متعدد بار یہ واضح کیا ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے کسی قسم کا جبر اور جنگ جائز نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلوار اٹھانا محض اپنے دفاع کے لئے تھا یا قیامِ امن کے لئے۔ جبکہ اس سے پہلے تیرہ سال تک مکہ میں مظالم سہنے اور حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت کرنے کے باوجود مسلمانوں پر حملہ کیا گیا۔ اس زمانہ میں جبکہ مذہبی آزادی حاصل ہے اور اسلام پر حملہ تلوار سے نہیں بلکہ قلم سے ہو رہا ہے، قلم کا جہاد ضروری ہے۔

☆اسلامی اصولوں کے مطابق جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانے یا اس کو مسلمان بھی کہے یا اس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مرزائی عقیدہ کے مطابق جو مرزا غلام احمد کی نبوت کو نہ مانے وہ جہنمی کافر ہے۔

قادیانیت کا تنقیدی جائزہ

مرزا کے قسط وار دعوے

قادیانی ایک متضاد، ناقص اور تحریفی دین ہے۔ مرزا نے اپنی تصانیف میں تسلسل کے ساتھ اس قدر جھوٹ لکھا ہے جو ایک صحیح الدماغ شخص لکھ ہی نہیں سکتا۔ اس نے قسط وار دعوے کیے۔ یہ بات مد نظر رہے کہ اس کے ہر سابق دعوے سے مکر جانے کے بعد اگلے منصب کا دعویٰ اس کے پہلے دعوے کو باطل اور فراڈ ثابت کرتا رہا۔ مرزا کے دعوؤں کی فہرست کچھ یوں ہے:

دعوی نمبر 1۔۔۔ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تصنیف الاحمدیہ)

دعوی نمبر 2۔۔۔ دوسرا دعویٰ محدثیت کا کیا۔

دعوی نمبر 3۔۔۔ تیسرا دعویٰ مہدیت کا کیا۔ (تذکرہ الشہادتین)

دعوی نمبر 4۔۔۔ چوتھا دعویٰ مثلیت مسیح کا کیا۔ (تابلیغ رسالت)

دعوی نمبر 5۔۔۔ پانچواں دعویٰ مسیح ہونے کا کیا، جس میں کہا کہ خود مریم بنا رہا اور مریمیت کی صفات کے ساتھ نشو و نما پاتا رہا۔ جب دو برس گزر گئے تو دعوی کیا کہ عیسیٰ کی روح میرے پیٹ میں پھونکی گئی اور استعارۃً میں حاملہ ہو گیا اور پھر دس ماہ سے کم مجھے الہام سے عیسیٰ بنا دیا گیا۔ (کشتی نوح)

دعوی نمبر 6۔۔۔ چھٹا دعویٰ ظلی نبی ہونے کا کیا۔ (کلمہ فصل)

دعوی نمبر 7۔۔۔ ساتواں دعویٰ بروزی نبی ہونے کا کیا۔ (اخبار الفضل)

دعوی نمبر 8۔۔۔ آٹھواں دعویٰ حقیقی نبی ہونے کا کیا۔

دعوی نمبر 9۔۔۔ نواں دعویٰ کیا کہ میں نیا نبی نہیں خود محمد ہوں اور پہلے والے محمد سے افضل ہوں انہیں تین ہزار معجزات دیے گئے جب کہ مجھے دس لاکھ معجزات ملے۔ (روحانی خزائن، تتمہ حقیقۃ الوحی)

دعویٰ نمبر 10۔۔۔ دسواں دعویٰ نبوت سے انکار کا کیا چنانچہ کہتا ہے: میں نے نہ نبوت کا دعوی کیا اور نہ ہی اپنے آپ کو نبی کہا، یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں دعوی نبوت کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافر بن جاؤں۔

☆مجھے ہر گز ہر گز دعویٰ نبوت نہیں، میں امت سے خارج نہیں ہونا چاہتا۔ میں لیلۃ القدر، ملائکہ کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا انکاری نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور حضور کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور حضور کی امت میں بعد میں کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا آئے گا نہ پرانا آئے گا۔(آسمانی نشانی)

☆مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نبوت کا دعوی کرتا ہوں۔ سو اس تہمت کے جواب میں بجز اسکے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین (جھوٹوں پر اللہ عزوجل کی لعنت) کہوں اور کیا کہوں؟

☆اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النّبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو، اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔(تبلیغ رسالت)

☆ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔(حقیقۃ الوحی)

دعویٰ نمبر 11۔۔۔ پھر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے اپنے ہی لکھے اور کہے کے مطابق خود کو کافر ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے: سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔(دافع البلاء، تریاق القلوب)

☆بلکہ یہاں تک کہہ دیا: اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی اور میرا نام رسل رکھا یعنی پہلے ایک رسول ہوتا تھا اور پھر مجھ میں سارے رسول جمع کر دیے گئے ہیں۔ میں آدم بھی ہوں، شیث بھی ہوں، یعقوب بھی ہوں اور ابراہیم بھی ہوں، اسمٰعیل بھی میں اور محمد احمد بھی میں ہوں۔(حقیقت الوحی)

دعویٰ نمبر 12۔۔۔ بارواں دعویٰ خدا کا کر دیا کہ میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے۔(آئینہ کمالات)

☆اسمع ولدی! اے میرے بیٹے سن۔(البشریٰ)

☆میں نے ایک کشف میں دیکھا میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔(کتاب البریہ، روحانی خزائن)

☆خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں۔(نزول المسیح)

☆ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا، گویا خدا آسمان سے اترے گا۔

(تذکرہ، انجام آتھم)

☆ مجھ سے میرے رب نے بیعت کی۔ (دافع البلاء)

قرآن و حدیث کے اتنے واضح دلائل اور پھر مرزا صاحب کے اپنے اعلان کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں اور ختم نبوت کا منکر کاذب اور کافر ہے، کے بعد مرزا صاحب کا اعلانِ نبوت حیران کن ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو ختم نبوت کے داعی کو کاذب و کافر سمجھتے تھے، خود اعلان نبوت کیوں کیا؟

مرزا صاحب کے اعلانِ نبوت کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اُس نے صرف دنیوی غرض و مفادات کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہو اور یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ مرزا صاحب سے پہلے بھی بہت سے لوگ نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں، حتیٰ کہ خود حضور علیہ السلام کی زندگی میں مسیلمہ کذاب نے دولت و منصب کی خاطر نبوت کا دعویٰ کیا اور قتل ہوا۔ مرزا نے اس طرح کی حرکتیں انگریزوں کے اشاروں پر دولت و شہرت کمانے کے لیے کیں کہ انگریز موقع مناسبت سے مرزا کو جو دعویٰ کرنے کا کہتے مرزا بغیر سوچے سمجھے وہ دعویٰ کر دیتا یہ بھی نہ سوچتا کہ اس سے پہلے دعویٰ کی تکذیب ہو رہی ہے اور میرے دعوے باہم متضاد ہو رہے ہیں۔ فرنگیوں نے جہاں اور فرقوں سے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کیا وہاں مرزا کے سبب اس وقت سے لے کر اب تک اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مرزا ایک مجنون شخص تھا جس کی عقل ٹھکانے نہیں تھی۔ اگر مرزا کی کتب کا سرسری جائزہ لیا جائے تو معمولی سوجھ بوجھ کا ہر انسان اس کی تحریروں میں واضح تضادات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے کیونکہ کسی بھی نارمل فرد کی تحریروں میں اس قدر نمایاں تضادات نہیں ہوتے۔ خود مرزا صاحب کا قول ہے: ”کسی عقل مند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہر گز تناقض نہیں ہوتا، اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔“

(ست بچن، صفحہ 30، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 142)

اگر مرزا کی پوری زندگی کا تنقیدی انداز سے جائزہ لیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ مرزا مالیخولیا مرض کا شکار تھا لیکن اتنا پاگل نہ تھا کہ اسے کفر ایمان کا پتہ نہ ہو۔ مرزا نے یہ سب انگریزوں کے کہنے پر دولت و شہرت کمانے کے لیے کیا کیونکہ اسے دولت کی ہوس رہی ہے۔ کورٹ کی نوکری کے دوران زمینداروں سے پیسے لینا، پچاس جلدوں پر مشتمل کتاب چھاپنے کا کہنا اور اشاعت کے نام پر لوگوں سے کثیر رقم جمع کر کے فقط پانچ چھاپنا اور بقیہ پیسے ہڑپ

کر جانا، مجدد، مہدی، مسیح موعود وغیرہ جیسی اصطلاحات کا علم ہونا اور تاویلات باطلہ کے ساتھ ان کو اپنے پر منطبق کر لینا پاگل و مجنون کا کام نہیں بلکہ تیز چالاک آدمی کا کام ہے جیسا کہ پچھلے ادوار میں جھوٹے نبوت کے دعویدار یہ سب کچھ کرتے آئے ہیں۔

مرزا کی تضاد بیانیاں

مرزا قادیانی کے الفاظ میں مذکورہ بالا اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس انسان کے کلام (تحریر) میں تناقض (تضاد) ہوتا ہے، وہ منافق اور جھوٹا ہوتا ہے۔ آیئے مرزا قادیانی کے خود اپنے قائم کردہ معیار کے مطابق اس کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں:

☆انگریزی آنے یا نہ آنے کے بارے میں مختلف اقوال:

پہلا موقف: انگریزی نہیں آتی: بعض انگریزی الہامات ہیں اور میں انگریزی نہیں جانتا۔ اس کوچہ سے بالکل ناواقف ہوں ایک فقرہ تک مجھے معلوم نہیں مگر خارقِ عادت طور پر مندرجہ ذیل الہامات ہوئے۔ آئی لو یو۔ آئی ایم وِدیو۔ آئی شل ہیلپ یو۔ آئی کین وہٹ آئی وِل ڈو۔ وی کین وہٹ وی وِل ڈو۔ صفحہ 480، 481۔ گاڈاز کمنگ بائی ہز آرمی۔ صفحہ 484۔ ہی از وِدیو ٹو کل اینیمی۔ صفحہ 484۔ دی ڈیز شل کم وین گاڈ شیل ہیلپ یو گلوری بی ٹو دس لارڈ۔ گارڈ میکر اوف ارتھ اینڈ ہون۔ صفحہ 522۔ دوہ آل مین شڈبی اینگری بٹ گاڈ از وِدیو ہی شیل ہیلپ یو۔ وارڈس آف گاڈ کین ناٹ ایکس چینج۔ صفحہ 554۔ آئی لو یو۔ آئی شیل گو یو ء لارج پارٹی آف اسلام۔

(نزول المسیح، صفحہ 140، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 516 از مرزا غلام قادیانی)

دوسرا موقف: انگریزی پڑھی تھی: اس زمانہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے۔ (اب اس عہدہ کا نام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہے) کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔

(سیرت المہدی، جلد 1، صفحہ 155 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

☆استاد ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مختلف اقوال:

پہلا موقف: میرے کئی استاد تھے: بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا، جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے، وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا، اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 179 تا 181 از مرزا قادیانی)

دوسرا موقف: میرا کوئی استاد نہیں: ہمارے نبی (علیہ السلام) نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا مگر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) مکتبوں میں بیٹھے تھے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ایک یہودی استاد سے تمام توریت پڑھی تھی۔ غرض اسی لحاظ سے کہ ہمارے نبی (علیہ السلام) نے کسی استاد سے نہیں پڑھا، خدا آپ ہی استاد ہوا اور پہلے پہل خدا نے ہی آپ کو اقراء کہا۔ یعنی پڑھ۔ اور کسی نے نہیں کہا۔ اس لیے آپ نے خاص خدا کے زیر تربیت تمام دینی ہدایت پائی اور دوسرے نبیوں کے دینی معلومات انسانوں کے ذریعہ سے بھی ہوئے۔ سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا، سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ (ایام الصلح، صفحہ 168، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 394، از مرزا قادیانی)

☆الہام:

پہلا موقف: الہام اپنی زبان میں: یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالا تر ہے۔ (چشمہ معرفت، صفحہ 209، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 218 از مرزا قادیانی)

دوسرا موقف: الہام دوسری زبانوں میں: بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔

(نزول المسیح، صفحہ 59، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 435 از مرزا قادیانی)

☆الہامی کتابیں:

پہلا موقف: الہامی کتابوں میں تبدیلی نہیں ہوئی: یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف مبدّل ہیں۔ ان کا بیان قابل اعتبار نہیں۔ ایسی بات وہی کہے گا جو خود قرآن شریف سے بے خبر ہے۔

(چشمہ معرفت، صفحہ 75، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 83 از مرزا قادیانی)

دوسرا موقف: الہامی کتابیں تبدیل ہو چکی ہیں: ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قرآن شریف نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ انجیل یا توریت سے صلح کرے گا بلکہ ان کتابوں کو محرف مبدّل اور ناقص اور ناتمام قرار دیا ہے۔

(دافع البلاء، صفحہ 19، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 239 از مرزا قادیانی)

مزید قادیانی کہتا ہے: سچ تو یہ بات ہے کہ وہ کتابیں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ تک ردّی کی طرح ہو چکی تھیں اور بہت جھوٹ اُن میں ملائے گئے تھے جیسا کہ کئی جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہیں۔

(چشمہ معرفت، صفحہ 255، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 266 از مرزا قادیانی)

☆حضرت مسیح علیہ السلام:

پہلا موقف: حضرت مسیح متواضع، حلیم اور عاجز: حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے جو انھوں نے یہ بھی روا نہ رکھا، جو کوئی ان کو نیک آدمی بھی کہے۔

(براہین احمدیہ، صفحہ 104 (حاشیہ) مندرجہ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 94 از مرزا قادیانی)

دوسرا موقف: حضرت مسیح شرابی، کبابی (معاذ اللہ): یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتدا ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خواری کا ایک بد نتیجہ ہے۔

(ست بچن، صفحہ 172، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 296 از مرزا قادیانی)

☆ **مقام لُد**

پہلا موقف: لد ایک گاؤں: پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں لگیں گے اور لد کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔

(ازالہ اوہام، صفحہ 220، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 209 از مرزا قادیانی)

دوسرا موقف: لد، بے جا جھگڑے کرنے والے: پھر آخر باب لد پر قتل کیا جائے گا۔ لد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو بے جا جھگڑنے والے ہوں۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 730، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 492، 493 از مرزا قادیانی)

تیسرا موقف: لد، سے مراد لدھیانہ: ''اول بلدة بایعنی الناس فیہا اسمہا لدھیانہ وھی اول ارض قامت الاشرار فیہا للاھانۃ فلما کانت بیعۃ المخلصین حربۃ لقتل الدجال اللعین باشاعۃ الحق المبین اشیر فی الحدیث ان المسیح یقتل الدجال علی باب اللد بالضربۃ الواحدۃ فاللد ملخص من لفظہ لدھیانہ ''ترجمہ: سب سے پہلے میرے ساتھ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تھی جو دجال کے قتل کے لیے ایک حربہ (ہتھیار) تھی۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کرے گا۔ پس لد دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے۔

(الہدیٰ، صفحہ 92، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 341 از مرزا قادیانی)

☆ **مرزا کو نبی نہ ماننے والا کافر ہے یا نہیں؟**

پہلا موقف: میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

(تریاق القلوب، صفحہ 130، روحانی، جلد 15، صفحہ 432)

دوسرا موقف: ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔

(حقیقت الوحی، صفحہ 163، روحانی، جلد 22، صفحہ 168)

یہ ہیں مرزا کی تضاد بیانیوں کی ایک جھلک۔ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک دو متضاد باتیں رکھنے والا شخص منافق اور جھوٹا ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کے اس فتویٰ کی روشنی میں اس کی اپنی حیثیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔

مرزا کے تضادات نو مسلم سابقہ قادیانی کی زبانی

مرزا کے انہی تضادات کی وجہ سے حال ہی میں ایک شخص بنام شیخ راحیل جو قادیانیوں میں خاص مذہبی حیثیت رکھتا تھا وہ متنفر ہو کر مسلمان ہوا ہے۔ اس نے مسلمان ہونے کے بعد قادیانیوں کے موجودہ لیڈر مرزا مسرور کے نام خط لکھا اور اس میں مرزا قادیانی کے تضادات کو ذکر کیا اور تمام قادیانیوں کو حقائق و حوالہ جات کی روشنی میں درد کے ساتھ دعوتِ حق کا پیغام دیا ہے۔ شیخ راحیل احمد صاحب 1947ء میں قادیان (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں سائق (سالار) اطفال الاحمدیہ ربوہ مقرر ہوئے۔ بتدریج جماعتی ذمہ داریاں سنبھالتے رہے اور 1984ء میں جرمنی چلے گئے اور وہاں بھی قادیانی جماعت کے مرکزی رہنما رہے۔ جرمنی کی قادیانی کی ذیلی تنظیم یوتھ فرسٹ میں اہم کردار ادا کیا۔ چند سال پہلے اللہ کے فضل و کرم سے رائل فیملی اور احمدیت سے بیزار ہونا شروع ہو گئے اور 23 اگست 2003ء کو جرمنی کے شہر دفن باخ میں اسلام قبول کیا اور اپنے بیوی بچوں اور داماد سمیت مسلمان ہو کر دنیا بھر میں شہرت پائی۔

شیخ راحیل احمد صاحب نے بتایا کہ وہ کئی سال پہلے اندر سے مسلمان ہو چکے تھے لیکن بیوی بچوں کو قائل کرنے میں تقریباً تین سال لگ گئے۔ ان کا کہنا ہے وہ ردِ قادیانیت پر مبنی لٹریچر پڑھ کر نہیں بلکہ مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات سے متنفر ہو کر مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا کہ نبی، مسیح موعود اور مجدد وغیرہ تو بہت دور کی بات ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو تو ایک شریف انسان ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ اشتعال انگیز اقدامات اور بیانات کو جماعت احمدیہ الٹا استعمال کر رہی ہے۔ ان کا عزم ہے کہ وہ زندگی بھر تحفظ ختم نبوت کے لیے مربوط اور منظم جدوجہد کریں گے اور جرمنی میں اس کام کا نظم بھی قائم کریں گے۔

وہ خط جو شیخ راحیل نے مرزا مسرور کو لکھا وہ یہ ہے:

بنام جناب مرزا مسرور احمد (خلیفہ) صاحب و بزرگو و دوستو! السلام

خاکسار آپ میں سے بہت سوں کی طرح احمدی ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوا۔ ربوہ میں پلا بڑھا اور آپ ہی کی طرح کچھ عرصہ قبل تک اندھے یقین اور جماعت بزرجمہروں کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی موعود، مسیح موعود اور نبی خیال کرتا تھا۔ مگر اچانک ایک واقعہ نے مجھے توجہ دلائی اور میں نے مرزا غلام احمد صاحب کی کتب اور سیرت کا مطالعہ غیر جانبدار ہو کر کیا تو مرزا صاحب کے دعویٰ جات صرف اور صرف تضادات کا شاہکار نظر آئے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے خود لکھا ہے: جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 275)

اور انہی تضادات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جناب مرزا صاحب کے دعویٰ جات نہ صرف بے بنیاد ہیں بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور ان کے مقام نبوت پر حملہ ہیں۔ چونکہ میری عمر کا ایک بڑا حصہ آپ لوگوں میں گزرا ہے اس لیے قدرتی طور پر میں آپ کے لیے ایک قلبی لگاؤ محسوس کرتا ہوں اور اسی وجہ سے یہ چند سطور آپ کی خدمت میں پیش خدمت ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ انہیں پڑھیے اور ایک بار غور ضرور کیجئے۔ جناب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ براہین احمدیہ میں ہی خدا نے ان کا نام نبی اور رسول رکھا ہے، فرماتے ہیں کہ: خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔۔۔ اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں (دیکھو صفحہ 498 براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول پکارا گیا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 206)

آیئے! قرآن کریم، احادیث اور مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے جائزہ لیں کہ مرزا صاحب کا مقام کیا ہے؟ اور وہ اپنی تحریروں کے آئینے میں کیا ہیں؟ قرآن کریم میں واضح طور پر لکھا ہے: نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔ (قرآن مجید، سورۃ الاحزاب 41)

یہ ترجمہ تفسیر صغیر سے لیا گیا ہے جو جماعت احمدیہ نے شائع کیا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت اور مثال دے کر بتا دیا کہ جس طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں، اسی

طرح وہ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں تو آیئے دیکھیں کہ احادیث ان معنوں کی تصدیق کرتی ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں تین مختلف ادوار کی احادیث پیش خدمت ہیں:

(1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا مگر ایک زاویے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے ارد گرد گھومتے اور اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا (قصر نبوت کی) کی یہ آخری اینٹ میں ہوں، میں نے اس خالی جگہ کو پُر کر دیا، قصر نبوت مجھ پر مکمل ہوا اور میرے ساتھ ہی انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (بخاری، مسند احمد، ترمذی، ابن عساکر)

اس کا مطلب ہے وہ ایک اینٹ جو رکھ دی گئی اس میں اب کوئی اینٹ نہ لگے گی اور نہ نکلے گی۔

(2) حجۃ الوداع کے اہم ترین موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو! حقیقت یہ ہے کہ نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہو گا اور نہ تمہارے بعد کوئی امت! تو تم اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھتے رہو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ بخوشی ادا کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، تم اپنے آقا کی جنت میں داخل ہو سکو گے۔ (کنز العمال، علی ہامش، مسند احمد، صفحہ 391)

اب آپ دیکھیں گے کہ یہ حدیث انتہائی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا نہ ہونے پر ایمان پہلی شرط ہے اور اس کے بعد دوسری سب باتوں پر یعنی پانچ ارکان اسلام پر ایمان ضروری ہے۔ یہ اعلان اس وقت کے مسلمانوں کے سب سے بڑا اجتماع میں کیا تھا۔

(3) اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرض وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ایسا دکھائی دیتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں الوداعی خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا میں امی نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ جب تک میں تم میں موجود ہوں، میری بات سنو اور اطاعت کرو اور مجھے دنیا سے لے جایا جائے تو کتاب اللہ کو تھام لو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ (رواہ احمد)

یعنی وقت وصال بھی یہی تاکید تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اوپر دیئے گئے حوالوں سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ لیکن کیا اوپر دیئے گئے حوالوں میں تاویل ہو سکتی ہے؟ قبل اس کے کہ میں ختم نبوت کے موضوع پر مرزا صاحب کے ارشادات پیش کروں، مرزا غلام احمد صاحب کے اپنے بارے میں اور ان کی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں اور مجدد کے متعلق کچھ ان کے اپنے ارشادات بیان کروں، کیونکہ یہ ارشادات آپ کو ممکن ہے کہ میرا مافی الضمیر سمجھنے میں مدد کریں۔

براہین احمدیہ: مرزا صاحب نے سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ لکھی، براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدیں 1884ء میں شائع ہوئیں اور پانچویں جلد 23 سال کے بعد شائع ہوئی اور اس کتاب کے بارے میں ان کے یہ دعویٰ جات ہیں۔ (دعوے تو بہت ہیں، صرف چند کا ذکر کر رہا ہوں)

اس عاجز نے ایک کتاب.... ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ نہ بن پڑے۔ (اشتہار اپریل 1879ء، تبلیغ رسالت، حصہ اول، صفحہ 8)

اور مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں.... اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر عقیدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے۔ (بحوالہ اشتہار 11، مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 23-25)

اس پراگندہ وقت میں وہی مناظرہ کی کتاب روحانی جمعیت بخش سکتی ہے جو بذریعہ تحقیق عمیق کے اصل ماہیت کے باریک دقیقہ کی تہہ کو کھولتی ہو۔ (بحوالہ اشتہار نمبر 16، مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 43)

سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔

(اشتہار نمبر 18، مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 56)

مجدد کی تعریف میں مرزا صاحب فرماتے ہیں: جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیّت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں.... اور خدا تعالیٰ

کے الہام کی تجلی انکے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں اور انکی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکلّی مصفّا کئے گئے اور بتمام و کمال کھینچے گئے ہیں۔

(فتح السلام حاشیہ، روحانی خزائن، جلد نمبر 3، صفحہ 7)

اپنی ذات کے بارے میں معصوم عن الخطا ہونے کا دعوی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالی مجھے غلطی پر ایک لمحہ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور مجھے ہر ایک غلط بات سے محفوظ رکھتا ہے۔

(نور الحق، حصہ دوئم، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 272)

میں نے جو کچھ کہا وہ سب کچھ خدا کے امر سے کہا ہے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔

(مواہب الرحمن، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 221)

اب ہم دیکھتے ہیں مرزا صاحب آیت خاتم النبیین کی کیا تفسیر کرتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں: یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے، مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔

دوسری جگہ سورۃ الاحزاب کی آیت 41 (مندرجہ بالا) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیا تو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنے والے رب نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا نبی بعدی سے طالبوں کے لئے بیان واضح سے اس کی تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کے بند دروازہ کے بند ہونے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبداہت باطل ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے جبکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور اللہ نے آپ کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا۔ (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 200)

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جانا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 511)

حسب تصریح قرآن کریم رسول اُسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 387)

ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ مجدد ہیں اور قرآن ان کو خدا نے سکھایا ہے اور ہر قسم کے دلائل سے، تحقیق سے اثبات صداقت اسلام پیش کرنے کے دعوے دار ہیں اور کوئی لفظ خدا کی مرضی کے بغیر نہیں نکالتے اور تجدید دین کے لئے خدا ان کو ایک لحہ بھی غلطی پر نہیں رہنے دیتا، اس حیثیت میں وہ ختم نبوت کا انہی معنوں میں اقرار کر رہے ہیں جن معنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ اور آئمہ دین و مسلمان تیرہ صدیوں سے ایمان رکھتے تھے اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے قسم کے معنی کو کفر قرار دے رہے ہیں۔ مرزا صاحب کے بیٹے و خلیفہ ثانی بھی ہمارے اس یقین کی تصدیق کرتے فرماتے ہیں: الغرض حقیقۃ الوحی کے حوالہ نے واضح کر دیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا (مرزا غلام احمد کا) عقیدہ عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔ (بحوالہ الفضل 6 ستمبر 1941ء، خطبہ جمعہ، کالم 3)

اب ہوتا کیا کہ کچھ علمائے حق نے خدا کی دی ہوئی فراست سے اندازہ لگا لیا کہ ان صاحب کا ارادہ نبی بننے کا ہے اور انہوں نے جب اعتراض اٹھائے تو مرزا صاحب کے جوابات ملاحظہ ہوں: ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 297)

اس طرح وقتی طور پر مخالفت کو کم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، لیکن علمائے حق کے خدشات صحیح نکلتے ہیں کہ ان صاحب (مرزا غلام احمد) کا مالیخولیا و مراق جیسے جیسے ترقی کرے گا، اسی طرح ان کے دعویٰ جات بھی بڑھیں گے۔ مرزا صاحب کو مراق تھا یہ نہیں؟ میرے خیال میں یہ حوالہ کافی ہے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ (سیرۃ المہدی، حصہ دوئم، صفحہ 55 از مرزا بشیر احمد ایم اے)

اور مراق کیا چیز ہے یہ حوالہ میرے خیال میں کافی رہے گا ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لیے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔

(مضمون ڈاکٹر شاہنواز صاحب قادیانی، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیان صفحہ 6,7 بابت ماہ اگست 1926ء)

اب دیکھیں کہ مرزا صاحب کس طرح اپنے دعووں میں آگے بڑھتے بڑھتے نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام تک پہنچتے ہیں (نعوذ باللہ) بلکہ ان کو پرے ہٹانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں:

(1) میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے.... اور ان نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے جو اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں۔

(جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 156)

(2) یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ، روحانی خزائن، جلد نمبر 22، صفحہ 154)

(3) یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں.... مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ (سراج منیر، صفحہ 5، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 5)

اب جب ہر طرف سے شور اٹھا تو کیا وضاحت پیش کی جا رہی ہے:

(4) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 320)

(5) محدث جو مرسلین میں سے ہے امّتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی.... وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے اور محدث کے لئے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 407)

(6) یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے.... اور بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیا کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔

(توضیح المرام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 60)

(7) مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہو گا یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں.... سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 478)

اب ہوتا کیا ہے ان بے سر و پا دعووں کی وجہ سے مخالفت بے انتہا بڑھ جاتی ہے، اس کو وقتی طور پر ٹھنڈا کرنے کے لیے 2 اکتوبر 1891ء کو ایک عاجز مسافر کا اشتہار کے نام سے ایک اشتہار شائع کرتے ہیں:

(8) میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر، میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کا کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 230-231)

اس کے بعد 3 فروری 1892ء کو علمائے کرام سے بحث کے دوران گواہان کے دستخطوں سے تحریری راضی نامہ کرتے ہیں، اس میں لکھتے ہیں:

(9) تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ناقصہ ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلاء مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں.... سو دوسرا پیرایہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 313-314)

اسی طرح کبھی اقرار، کبھی انکار، کبھی تاویلات کے ذریعہ قدم آگے بڑھاتے بڑھاتے آخر اس دعویٰ پر آپہنچے کہ:

(10) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 231)

(11) تو بھی ایک رسول ہے جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا گیا۔ (ملفوظات، جلد 8، صفحہ 424)

لیکن مرزا صاحب کی نبی و رسول بننے کے بعد بھی تشفی نہیں ہوتی بلکہ اب اپنے تاج نبوت پر مزید میناکاری کرتے ہوئے صاحب الشریعت بن جاتے ہیں:

(12) یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 435)

لیکن ابھی بھی ان کا مالیخولیا مرزا صاحب کو چین نہیں لینے دیتا کہ ابھی جہاں اور بھی ہیں کہ مصداق اب مزید آگے بڑھنے کے لئے کس ہوشیاری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مقام سے ہٹا کر خود بیٹھنے کی تیاری ہے:

(13) اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ (اربعین 4، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 445-446)

اب ہوتا کیا ہے کہ بندہ سوچتا ہے کہ شاید بزعم خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو لے چکے ہیں، نعوذ باللہ۔ اب تو مرزا صاحب یہاں رک جائیں گے، مگر مالیخولیا اور مراق ہی کیا جو رکنے دے۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا مقام کیسے بڑھایا جاتا ہے؟ فرماتے ہیں:

(14) آسمان سے بہت سے تخت اترے پر میرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ (تذکرہ، صفحہ 638)

لیکن کیا یہاں بھی قیام کرتے ہیں یا نہیں؟ نہیں جناب ابھی ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں، فرماتے ہیں:

(15) اسمع ولدی! اے میرے بیٹے سن۔ (البشریٰ، جلد اول، صفحہ 49)

لیکن وہ اولوالعزمی ہی کیا ہوئی جو کہیں چین لینے دے، اسی طرح بغیر پلٹ کر دیکھے منازل طے کرتے فرماتے ہیں:

(16) میں نے ایک کشف میں دیکھا میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں.... سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13، صفحہ 103-105)

افسوس اس سے آگے منزلیں ناپید اہو گئیں ورنہ تفنن طبع کو اور بھی کچھ ملتا۔ جب آپ دیکھیں اور غور کریں کہ ایک شخص جو مجدد، ملہم اور مامور ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے قسم کھاتا ہے اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہے، شیطانی الہامات کی زد میں آکر نہ صرف نبوت بلکہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے نہ صرف اپنی بلکہ کئی نسلوں کی عاقبت خراب کرتا ہے، میرے ان سوالوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

(1) کیا اللہ سے الہام پانے والے کے کلام میں تضاد ہوتا ہے؟

(2) کیا ایک مجدد روح القدس سے مصفا ہونے اور معصوم عن الخطاء ہونے کے بعد اسی طرح پینترے بدلتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے بدلے؟

(3) کیا مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب نے اسلامی عقائد کو روندتے ہوئے ایک ایسی نبوت کا اعلان کیا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں؟

(4) کیا اس طرح مرزا صاحب تیس جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے والی حدیث کی زد میں نہیں آگئے؟

(5) کیا آپ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لا کر دین اسلام، قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تو نہیں چل رہے؟

میرے احمدی دوستو! آخر آپ کو کس چیز کی مجبوری ہے جو ایک نبوت کے اگر جھوٹے نہیں تو کم از کم غلطی خوردہ (مراق زدہ) شخص کے پیچھے لگ کر اس دنیا میں اپنی برادریوں، رشتہ داروں سے کٹ گئے ہو، بجائے خدا کے رضا کے عہدیداروں اور ایک خاندان کی رضا اور خواہش کو ماننے پر مجبور ہو۔ اس خاندان نے خدا کے نام پر تم سے تمہارا ایمان، خاندان، اولاد، عزت و آبرو، وقت، مال، جائیداد، غرضیکہ ہر چیز پر قبضہ کر کے تمہیں مزارعوں کی حیثیت دے دی ہے۔ جس خاندان کی حالت بقول مرزا صاحب کے ایک کمتر درجے کے زمینداروں جیسی ہو گئی تھی اور جس کی جائیداد پر قبضہ تھا، آج وہ خاندان تمہارے چندوں کی بنیاد پر ارب پتی بن گیا ہے لیکن تمہارے پاس کیا ہے؟ سب سے بڑھ کر نہ صرف اپنی عاقبت گنوائی بلکہ اپنا نام دشمنان رسول میں لکھوالیا۔ خدا کے لیے مرزا غلام احمد کی کتابیں غور سے پڑھو اور جماعت کے پروپیگنڈہ سے آزاد ہو کر پڑھو تو تمہیں سوائے تعلیوں کے اور ہر پیشگوئی کی تاویلوں کے اور گالیوں کے کچھ نہیں ملے گا یا پھر مسیح کی خوشامد دجال کے دربار میں نظر آئے گی!

سیرت مہدی مصنف مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد صاحب کو پڑھو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بیعت لیتے وقت بھی کسی عورت کے ہاتھ چھو جانے سے سختی سے پرہیز فرماتے تھے اور یہ (نعوذ باللہ) بزعم خود محمد ثانی پوری پوری رات نا کتخدا لڑکیوں سے اور نا محرم عورتوں سے جسم دبواتا رہا اور خدمت کرواتا رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن صفائی کا نمونہ تھے اور یہ صاحب سلوٹوں بھرے کپڑے و پگڑی، واسکٹ کے بٹن کوٹ کے کاج میں، کوٹ کے بٹن قمیض کے کاجوں میں اور قمیض کے بٹن کہیں اور اٹکے ہوئے، واسکٹ اور کوٹ پر تیل کے داغ اور جرابیں اس طرح پہنی ہوئی کہ ایڑی اوپر اور پنجہ آگے سے لٹکا ہوا، جوتے کا بایاں پاؤں دائیں میں اور دایاں پاؤں بائیں میں، ایڑی بٹھائی ہوئی اور جب چلے تو ٹھپ ٹھپ کی آواز آئے، وٹوانی کی مٹی کے ڈھیلے اور گڑ کی ڈلیاں ایک ہی جیب میں۔ (مزید تفصیل کے لیے سیرت مہدی مصنف مرزا بشیر احمد جلد اول دیکھئے۔)

ایمان سے کہو کہ کیا نبی کا حلیہ ایسا ہی ہوتا ہے؟ ایسا تو نارمل انسان کا حلیہ نہیں ہوتا! اس حلیہ اور جھوٹی قسموں کے بل پر یہ دعویٰ کہ سب رسول میرے کرتے میں! سوچو کس کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ یہ ایک نیا مذہب ہے جو اسلام پر ڈاکہ مار کر اسلام کے لباس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اپنے ایمان سے کہو کہ جتنی بیعتوں کے دعوے ہر سال تمہارے خلیفہ صاحب کرتے ہیں اس کا ہزاروں حصہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا؟ ہر احمدی یہی سوچ رہا ہے کہ ہمارے شہر میں نہیں لیکن دوسرے شہر میں بڑی بیعتیں ہوئی ہیں، ہمارے ملک نہیں تو دوسرے ملک میں ہوئی ہیں، جہاں تک تم سے ممکن ہے جائزہ تو لو، اپنے شہر میں دیکھو، دوسرے شہروں و ملکوں میں اپنے سنجیدہ رشتہ داروں سے پوچھو تو ہر کوئی دوسرے شہر کی بات کرے گا۔ اور یہی کہے گا نہیں یار تمہاری طرف اور دوسرے شہروں میں بڑا کام ہو رہا ہے لیکن ہمارے شہر میں لوگ سست ہیں حیران نہ ہوں! جس جماعت کی بنیاد جھوٹے الہامات، جھوٹی قسموں، جھوٹی پیشگوئیوں اور مال و زر کی خواہش پر رکھی گئی ہو اس میں ایسے ہی کاغذی کام، پروپیگنڈہ کے لئے ہوتے ہیں! ایک طرفہ پروپیگنڈے سے جان چھڑاؤ اور اپنی اور اپنے خاندانوں کی عاقبت خراب ہونے سے بچاؤ!

میں اپنی اپیل اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کو اور مجھے بھی حق کو پہچاننے اور سمجھنے کی توفیق دے اور جعلی مدعیان نبوت سے بچائے اور آپ کا اور میرا خاتمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالص اور اصلی دین پر ہو نہ کہ

انگریزوں کے پٹھو کے دین پر یا کسی اور راہ گم کردہ کہ پیروی میں! آمین ثم آمین

آپ کا مخلص

شیخ راحیل احمد، جرمنی

(سابق احمدی)

شیخ راحیل کی طرح ایک اور شخص خالد جمال جن کا تعلق لندن سے ہے،اس نے قادیانیت کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام قبول کر لیا اور مسرور کو ایک خط لکھا جس میں مرزا کا جھوٹا ہونا اس کی کتابوں سے ثابت کیا۔

مرزا ایک مریض شخص

اگر مرزا صاحب کے الہامات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا لغو، بے مقصد اور لایعنی کلام خدا کا تو کیا کسی نارمل انسان کا بھی نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت مرزا مالیخولیا، مراقی جسے انگریزی میں (Parania) کہا جاتا ہے اس مرض میں مبتلا تھا۔مالیخولیا دیوانگی، شدید دماغی خلل (Psychosis) کی وہ صورت ہے کہ جس میں وسوسوں یا خبطوں کا ایک منظّم گروہ مریض کے ذہن میں رس بس جاتا ہے،ایسے مریض کے وسوسے اور خبط نہایت منظم و مربوط، متدون، مدلل، منطقی، مستقل، متعین شدہ (Well Fixed)، پیچیدہ (Intricate) اور اُلجھے ہوئے (Complex) ہوتے ہیں۔ یہ وسوسے (Delusions) اکثر کسی ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتے ہیں،یہ مرض عموماً آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔

اکثر مریضوں کی شخصیت میں کوئی نمایاں خرابی یا نقص نہیں ہوتا، مریض محض اسی وسوسے یا خبط کی حد تک ابنارمل ہوتا، ورنہ باقی ہر لحاظ سے وہ صحیح عقل و فہم کا مالک ہوتا ہے اور بادی النظر میں بالکل نارمل دکھائی دیتا ہے۔ بعض مریضوں کو سمعی اور بصری وہم (Hallucination) آتے ہیں، انہیں طرح طرح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، چیزیں نظر آتی ہیں، یعنی مریض حواسِ خمسہ کے مختلف حواس سے کچھ نہ کچھ محسوس کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔

یہ مرض تیز سودا جو معدہ میں جمع ہوتا ہے، سے پیدا ہوتا ہے اور جس عضو میں یہ مادہ جمع ہو جاتا ہے، اس سے سیاہ بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں جس سے مریض میں احساس برتری کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

بعض مریضوں میں گاہے گاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھنے لگتے ہیں اور بعض میں یہ بیماری یہاں تک ترقی کر جاتی ہے کہ مراقیوں کو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے ہیں۔ پھر وہ نبوت اور معجزات کے دعوے کرنے لگتے ہیں، خدائی کی باتیں کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

معروف قادیانی ڈاکٹر شاہنواز کا کہنا ہے: ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کے لیے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ (ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز قادیان، اگست 1926ء)

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹیریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یک دم ضعف ہو جانا، چکروں کا آنا، ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا، گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا، ایسا معلوم ہونا کہ ابھی دم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیر ذالک۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم، صفحہ 55، روایت نمبر 369، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ مرزا غلام ایک مریض شخص تھا اور اسی مریض کو انگریزوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا۔ مرزا ان انگریزوں کے اشاروں کے ساتھ ساتھ اپنے مرض کے سبب بتدریج متضاد دعوے کرتا رہا۔ دراصل اس بیماری کے بنیادی وسوسے دو قسم کے ہوتے ہیں:

(1) اذیت بخش وسوسے

(2) پرشکوہ یا اقتداری وسوسے

(1) اذیت بخش وسوسوں میں مریض سمجھتا ہے کہ لوگ اس کے خلاف ہیں۔ یہ لوگوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

(2) اقتداری وسوسوں کی وجہ سے مریض اپنے آپ کو ایک بڑا آدمی اور عظیم ہستی تصور کرتا ہے۔ اقتداری وسوسوں کی ایک قسم مذہبی خبط عظمت ہے جس میں مریض سمجھتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ خدا مجھ سے محبت کرتا ہے

میں اللہ کا منتخب بندہ ہوں اور اس کا برگزیدہ خادم ہوں۔ خدا کا نبی اور رسول ہوں اور مجھے خدا نے دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔ ایسے لوگ نئے نئے دین وضع کرتے ہیں، مذہبی کتابوں اور اصطلاحوں کی نئی نئی تفسیریں کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنے تصورات کے مطابق ڈھال لیں۔ مریض محسوس اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور اسے الہامات ہوتے ہیں۔

یہ مرض عموماً مردوں کو ہوتا ہے، وہ بھی تیس سال کے بعد عمر کے آخری حصہ میں۔ اس قسم کے مریض بہت شکی مزاج، خود پندار(Slef Importanat)، متکبر، گستاخ، مغرور اور نہایت حساس ہوتے ہیں۔ تنقید قطعاً برداشت نہیں کرسکتے، فوراً بھڑک اٹھتے ہیں۔ ایسے مریض زبردست احساسِ برتری کا شکار ہوتے ہیں مگر ان کے احساس برتری کے پس منظر میں احساسِ کمتری کار فرما ہوتا ہے۔ ان مریضوں کی اکثریت جنسی مسائل سے دوچار ہوتی ہے۔

پیرانائے کے اکثر مریض ذہین افراد ہوتے ہیں، ظاہری طور پر چونکہ بالکل نارمل معلوم ہوتے ہیں لہٰذا وہ ہر قسم کے دلائل سے اپنی بات وقتی طور پر منوا لیتے ہیں یہ لوگ واقعات اور حقائق کو اسی طرح توڑ موڑ لیتے ہیں کہ وہ ان کے وسوسوں پر ٹھیک بیٹھتے ہیں۔

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ جب مریض کو یہ وسوسے آنے شروع ہوتے ہیں تو مریض کے دوست احباب اور عزیز واقارب کو اس کی اس تبدیلی کا احساس تک نہیں ہوتا اور وہ اس طرف توجہ نہیں دیتے کیونکہ مریض ظاہری طور پر بالکل نارمل معلوم ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے یہ وسوسے زیادہ منظم ہوتے جاتے ہیں اور مریض زیادہ مدلل، منطقی اور معقول معلوم ہوتا ہے۔ مرض جتنا شدید ہوگا، اس کی گفتگو اتنی ہی مدلل، منطقی اور معقول معلوم ہوتی ہے۔

ایسے مریض اپنے خیالات اور نظریات کو نہایت مربوط اور مدلل انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لوگ ان پر یقین کرلیتے ہیں۔ ایسے افراد اپنے رشتہ داروں، دوست احباب اور بعض دوسرے معقول افراد کو اپنے دعوے کی سچائی پر مطمئن کرلیتے ہیں۔

مریض عموماً سمجھتا ہے اور اسے اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے نظریات اور خیالات کو وسوسے خیال کرتے ہیں مگر پھر بھی وہ ان کی واضح تردید سے مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ اس کا وسوسی نظام بہت پختہ اور اس کی ساخت پرداخت حد درجہ منطقی ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریض اپنے وسوسوں پر جما ٹکا رہتا ہے۔

پیرانائے کی تشکیل میں مریض کی معاشرتی، سماجی، پیشہ وارانہ اور ازدواجی زندگی کی ناکامیاں اہم رول ادا کرتی ہیں یہ ناکامیاں مریض کی خودی (أنا) اور شخصی اہمیت کے تصور کو خطرے میں ڈال دیتی ہے جس سے اس کا وقار سخت مجروح ہوتا ہے۔ایسے افراد کے مقاصد زندگی اور خیالات بہت بلند ہوتے ہیں مگر جب وہ ان کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ناکامی ان میں احساسِ کمزوری اور احساسِ کمتری پیدا کر دیتی ہے اور پھر وہ اس احساسِ کمتری کو مٹانے یا کم از کم، کم کرنے کے لیے اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔

فرائڈ کے نزدیک اس مرض کے پیچھے دبی ہوئی ہم جنسی تمناؤں اور خواہشات کا بھی گہرا ہاتھ ہوتا ہے، اگرچہ مریض کو ان کا شعور و احساس نہیں ہوتا۔ یہ خواہشات نہایت غیر اخلاقی اور ناقابل قبول سمجھی جاتی ہیں جو کہ مریض کو پریشان کرتی ہیں، نتیجتاً مریض احساسِ گناہ اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی تلافی کرنے کے لیے وہ اپنے آپ کو بلند و اعلیٰ دکھانا چاہتا ہے۔ اس طرح اپنے وسوسوں کو ناقابل قبول اور متنفرانہ تمناؤں کے خلاف دفاعی فصیل سی بنا دیتا ہے۔

اگر پیرانائے کے مرض کی علامات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ اس مرض کی کم و بیش تمام علامات مرزا صاحب میں موجود تھیں، مثلاً

(1) تمام مریضوں کی طرح مرزا صاحب کے تمام وسوسے خوب منظّم اور اکثر مریضوں کی طرح ایک ہی مرکزی خیال کہ وہ دنیا کی اصلاح کے لیے خدا کی طرف سے مامور ہیں، کے گرد گھومتے ہیں۔ مرزا صاحب پہلے ایک مصلح کی حیثیت سے سامنے آئے پھر محدّث اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، بعد ازاں مثیل مسیح، مسیح موعود اور آخر کار نبوت کا اعلان کر دیا، ان تمام دعووں کا مرکزی خیال ایک ہی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لیے مامور ہیں۔ اگرچہ بیماری کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کا دعویٰ بھی بڑھتا گیا۔

(2) مرزا صاحب کے وسوسے اگرچہ مربوط، مدلل اور ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتے تھے مگر اکثر مریضوں کی طرح ان کے وسوسے کافی پیچیدہ اور اُلجھے ہوئے تھے۔ ان کے اُلجھاؤ کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ وہ کبھی اپنے آپ کو مصلح اور محدث کہتے ہیں اور کبھی مجدد کبھی مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کبھی نبی ہونے کا، حتیٰ کہ کبھی کرشن اور گوپال ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے وسوسوں کی پیچیدگی ان کے بعض الہامات سے مزید ظاہر ہوتی ہے مثلاً: مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام، مجھے مریم سے عیسیٰ بنادیا گیا پس اس طرح میں ابن مریم ٹھہرا۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 421)

یعنی پہلے مریم بنے پھر خود ہی حاملہ ہوئے پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰ ابن مریم بن کر تولد ہوگئے۔

(3) اکثر مریضوں کی طرح مرزا صاحب کو یہ بیماری یک بارگی لاحق نہیں ہوئی بلکہ مرزا صاحب اس بیماری میں آہستہ آہستہ گرفتار ہوتے گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے نبوت کا اعلان یک لخت نہیں کیا بلکہ پہلے پہل وہ ایک مبلغ اور مصلح کی حیثیت سے سامنے آئے، پھر محدث ہونے کا دعویٰ کیا۔ لکھتے ہیں: نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدث کا دعویٰ ہے۔ 1884ء میں مجدد ہونے کا اعلان کیا چنانچہ ان کے بقول: اور مصنف کو بھی اس بات کا علم دیا گیا کہ وہ مجددِ وقت ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 683)

پھر مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، فرماتے ہیں: مجھے فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ (دافع البلاء، صفحہ 10، 11)

1891ء میں مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ چنانچہ رقمطراز ہیں: میں مسیح موعود ہوں۔

(حقیقۃ الوحی، صفحہ 391)

حتیٰ کہ آخر کار مرزا صاحب نے 1901ء میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا۔ فرماتے ہیں: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (خط مرزا صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان، جلد 3، مؤرخہ 17 اگست 1899ء)

اس نبوت میں نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

(مواہب الرحمٰن، صفحہ 43)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب کے مذہبی اقتدار کے وہ وسوسے جو تقریباً 1879ء میں شروع ہوئے، بڑھتے بڑھتے 1901ء میں نبوت کے دعوے پر منتج ہوئے۔ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں: حال یہ ہے اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہو رہے ہیں۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے۔

(سیرۃ المہدی از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد، 581)

(4) بعض مریضوں کی طرح اسے سمعی اور بصری واہمے (Hallucinations) آتے تھے۔ اسے آوازیں سنائی دیتی تھیں اور لوگ نظر آتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔

(سراج منیر، صفحہ 302)

بعض اوقات دیر دیر تک خدا مجھ سے باتیں کرتا رہتا۔

(خط مرزا صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان، جلد 3، نمبر 29، مورخہ 17 اگست 1899ء)

(5) مذہبی اقتدار میں مریض محسوس کرتا ہے اور دعویٰ بھی کرتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور اسے الہامات ہوتے ہیں۔ مرزا نے اپنی تصنیفات میں جگہ جگہ اپنی وحی اور الہامات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً: یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا۔ (اربعین نمبر 4، صفحہ 25)

بیس سال سے متواتر اس عاجز پر الہام ہوا ہے۔ (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت، صفحہ 82)

مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن پر۔

(سیرۃ المہدی از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد، حصہ اول، صفحہ 29)

(6) جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے کہ مذہبی اقتداری وسوسوں کا مریض سمجھتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کا منتخب بندہ اور اس کا برگزیدہ خادم ہے۔ خدا نے دنیا کی اصلاح کے لیے اسے بھیجا ہے۔ ایسے لوگ نئے نئے دین وضع کرتے ہیں۔ مذہبی کتابوں اور اصطلاحوں کی نئی نئی تفسیریں ایجاد کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنے تصورات کے مطابق ڈھال لیں۔

مرزا چونکہ مذہبی خبط عظمت کا مریض تھا چنانچہ اس کے دعوے بالکل اسی نوعیت کے تھے مثلاً: خدا نے مجھے امام اور رہبر مقرر فرمایا۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 261)

براہین احمدیہ میں اپنی ذات کے متعلق بار بار اظہار کرتا ہے کہ وہ دنیا کی اصلاح اور اسلام کی دعوت کے لیے خدا کی طرف سے مامور اور عصر حاضر کے مجدد ہیں، اور اُن کو حضرت مسیح سے مماثلت ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، صفحہ 377)

چنانچہ مرزا نے ایک نیا دین وضع کیا اور نبی بن گیا۔ اس کے لیے قرآن و حدیث کی عجیب و غریب تشریح اور تفسیر کی جو کہ نہ صرف علمائے امت کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ اس کے اپنے ابتدائی خیالات کے بھی برعکس ہے، مثلاً ابتدا میں مرزا ختم نبوت کا قائل تھا اور ختم نبوت کے منکر کو کافر سمجھتا تھا۔

نوٹ: مرزا کا مالیخولیا مرض میں مبتلا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے مرفوع القلم سمجھ لیا جائے کہ اس کی عقل سلامت نہ تھی بلکہ اس مرض میں وسوسے آتے ہیں جس کی بنا پر انسان کو خود کو کچھ سمجھ کر بڑے دعوے کرتا ہے۔ ایسی صورت میں دعویٰ کرنے والے پر شرعی احکام لاگو ہوں گے جیسا کہ مرزا نے اپنے مرض اور انگریزوں کے اشاروں پر قصداً نبوت کا دعویٰ کیا اور کافر و مرتد ٹھہرا۔

اوصافِ نبوت اور مرزائیت کی تردید

اگر مرزا غلام احمد قادیانی کے تضادات کو کچھ دیر کے لیے نظر انداز کر دیا جائے اور مرزا کی زندگی کو سچے نبیوں کے سیرت سے تقابل کیا جائے تو ہر اعتبار سے ثابت ہوگا کہ مرزا نبوت کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں بھی پورا نہیں اترتا۔ چند نکات پیشِ خدمت ہیں:

(1) نبی کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ اس کی تربیت براہ راست اللہ عزوجل کرتا ہے۔ ایسا کوئی نبی نہیں آیا جس نے اعلان نبوت سے پہلے لوگوں سے علم حاصل کیا ہو۔ نبی کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا علم و کمال والا نبی کے آگے کمتر ہوتا ہے۔

دوسرے جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کو دیکھا جائے تو مرزا نے فضل احمد اور آخر میں مولوی گل علی شاہ صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ قرآن کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔

اب فیصلہ کیا جائے کہ یہ کس معیار کا نبی ہے کہ لوگوں سے علم حاصل کر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد 1864ء سے 1868ء تک سیالکوٹ کچہری میں اہلمند رہا۔

سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران مختاری کا امتحان بھی دیا جس میں مرزا صاحب فیل ہو گیا۔ دنیاوی امتحان میں فیل اور دعویٰ نبوت کا۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔

دُرِ ثمین فارسی صفحہ 168۔ قادیانیت صفحہ 106۔ اخبار الفضل قادیاں جلد 14 اور 15 میں ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے سب سے بڑے ہوں۔

(مورخہ 29 اپریل 1927، قادیانیت، صفحہ 109)

مسلمان غور فرمائیں کہ جس شخص کو تمام اولوالعزم نبیوں سے بلند کہا جا رہا ہے وہ بے چارہ امتحان مختاری سے ناکام ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ یہ بندوں کا پڑھایا ہوا ہے۔ لہٰذا بندوں کا بنایا ہوا جھوٹا نبی ہے اور درسِ الٰہی سے پڑھ کر آنے والا خدا کا بھیجا ہوا سچا نبی ہوتا ہے۔

(2) حضرت آدم علیہ اسلام سے لے کر جناب ختمی المرتبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نبی نے نہ خود کفار و مشرکین سے دوستی قائم کی اور نہ ہی اپنی امت کو ایسا کرنے کا حکم دیا بلکہ کافروں اور مشرکوں سے دوستی کرنے سے تو منع فرماتے رہے۔ قرآن پاک میں ہے: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ (پارہ6، رکوع12، آیت51)

اب اس آیت کی رو سے کسی مومن کو حق حاصل نہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی قائم کرے اور اگر کسی نے دوستی قائم کر لی تو وہ انہیں میں سے ہو گا۔

اب مرزا کی اپنی زبانی نصاریٰ کی مودت اور محبت کی داستانیں سنو اور فیصلہ کرو کہ یہ کس فیکٹری کی نبوت ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ میری عمر کا اکثر حصہ اس انگریزی حکومت کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتب اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب بحوالہ خود بد، قادیانیت، صفحہ 131، دو عط، صفحہ 3)

آگے کہتا ہے: میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعتِ گورنمنٹ انگریز کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا۔ (تریاق القلوب، صفحہ 26 اور، انگریزی نبی، صفحہ 11)

اور کہا کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ (قادیانیت، صفحہ 136)

24 فروری 1898 کو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو جو درخواست دی گئی تھی۔ اس میں خود کاشتہ پودے کا ذکر و اذکار و اقرار ہے۔ مرزا صاحب کا شعر ملاحظہ ہو۔

تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام

ان کی شاہی میں میں پاتا ہوں رفائے روزگار (دُرِثمین صفحہ 139)

مرزا انگریز کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خدا تعالی نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا سو اگر ہم محسن گورنمنٹ (برطانیہ) کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادے میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالی کا بھی شکر ادا نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالی کا شکر اور کسی محسن گونمنٹ کا شکر جس کو اللہ تعالی اپنے بندوں کو بطور نعمت عطا کر دے، در حقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ایک کو چھوڑنے سے دوسری چیز پر چھوڑنا لازم آتا ہے۔ (شہادت القرآن، صفحہ 86)

اور ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا ہے کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔

(ازالہ اوہام، صفحہ 58، انگریزی نبی، صفحہ 21)

ان چند سطور سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی حقیقتِ نبوت کیا ہے۔

(3) ہر آنے والے نبی نے سابقہ انبیاء کی تصدیق کی ہے اور ہر ممکن امت کو سابقہ انبیاء علیہ اسلام کا احترام سکھلایا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی نص موجود ہے۔ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ (پارہ 3، رکوع 17، سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 81)

اور اسی طرح حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر سابقہ انبیاء علیہ اسلام کی تصدیق کی۔

اب مرزا صاحب کی سنو کہتا ہے: عیسی کی تین دادیاں اور نانیاں زناکار تھیں (معاذ اللہ) جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کنجریوں سے عطر لگوایا کرتے تھے۔ ایک نوجوان کے لیے شرم کی بات ہے۔ وہ عطر زناکاری کا ہوتا تھا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ صفحہ 7)

میرا باپ بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔ (حقیقت نبوت، صفحہ 257، قادیانیت، صفحہ 109)

مرزا صاحب کا شعر سنو۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے (دُرِثمین، صفحہ 51)

مرزا صاحب کی شان میں ایک رباعی سنو جوان کے ایک خاص مرید اکمل نامی نے ترتیب دے کر مرزا صاحب کے لڑکے مرزا بشیر الدین محمود کے پیش کی جس کو اخبار الفضل میں 23 اگست 1944ء کو شائع کیا گیا۔

محمد اتر آئے پھر جہاں میں..................پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شاں میں

محمد دیکھنے ہو جس نے اکمل..................غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(4) ہر آنے والا نبی یا خود صاحبِ شریعت ہو گا یا کسی نبی کی شریعت کو زندہ رکھنے والا ہو گا۔ اگر اس کا دعوی صاحبِ شریعت ہونے کا بھی نہ ہو اور کسی نبی کی شریعت پر اس کا اعتبار و یقین بھی نہ ہو تو اہلِ بصیرت اسے کیا سمجھیں؟ مرزا کوئی نئی کتاب و شریعت تو پیش کرتا نہیں اور نہ ہی ان کا ایسا کہیں دعوی ہے۔ رہا شریعتِ محمدی پر اپنی جماعت کو چلانا تو یہ بھی بالکل خلاف واقع ہے۔ قرآن پاک میں ہے: اے نبی کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔ (پارہ 28، رکوع 20، سورۃ التحریم، سورۃ 66، آیت 9)

تو اسلام میں جہاد کرنا فرض واجب ہے اور ہر مسلمان کا اعتقاد و ایمان ہمیشہ سے جہاد پر چلا آرہا ہے۔ مگر مرزا صاحب کا اعلان و بیان قرآن کے صریحا خلاف ہے چنانچہ کہتا ہے کہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا اب زمینی جہاد بند کیے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ حدیثوں میں

پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو لڑنا حرام قرار دیا جائے گا۔ سو آج دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

(قادیانیت، صفحہ 134)

اور کہتا ہے کہ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ (برطانوی انگریزوں) سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا۔ (شہادت القرآن، صفحہ 86، انگریزی نبی، صفحہ 16)

مرزا تو خود کہتا ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت جو تقریبا ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان و قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دل کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ (تبلیغ رسالت، جلد 7 صفحہ 10، انگریزی نبی، صفحہ 11)

جو مرزا انگریزوں کو اپنا محسن کہہ رہا ہے وہ ان سے جہاد خاک کرے گا۔ انگریزوں کے ظلموں کو نظر انداز کر کے ان کو اپنا محسن وہ کہے گا جو ان کا چیلا ہو گا۔ اور ضمیمہ تحفہ گولڑیہ کے صفحہ 29 پر نظم تحریر کرتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال .... دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے .... دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے .... اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد .... منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

مرزا بشیر الدین محمود 21 اگست 1917 کو ایک بیان کرتا ہے کہ ہمارا مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ مسلمانوں کا اسلام اور ہمارا اسلام اور ان کا خدا اور ہمارا خدا اور ہمارا حج اور ان کا حج اور غرض اسی طرح ہمارا اختلاف ہر بات میں ہے۔ پانچ سوال، صفحہ 37 اور اخبار الفضل 15 دسمبر 1921ء میں ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے فضل احمد مرحوم کا جنازہ اس لئے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھے۔ (قادیانیت، صفحہ 102)

اسی لئے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے جنازے میں موجود ہونے کے باوجود چوہدری ظفر اللہ خان نے شرکت نہیں کی اور بشیر الدین محمود صاحب نے فرمایا کہ غیر احمدی بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جا سکتا۔

(قادیانیت، صفحہ 102)

کمال یہ ہے کہ جو شریعت محمدی کو زندہ کرنے آیا تھا وہ خود بھی حج بیت اللہ نہ کر سکا۔ بلا وجہ شرعی حج سے رکنا فرض کا ترک ہے اور نہ کرنے والے کے بارے میں حدیث پاک میں شدید وعید آئی ہے چنانچہ سنن الدارمی میں ہے ''مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا'' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا جسے حج کرنے سے نہ ظاہری حاجت کی رکاوٹ ہو نہ بادشاہ ظالم نہ کوئی مرض جو روک دے پھر بغیر حج کے مر گیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

(سنن الدارمی، کتاب المناسک الحج، باب من مات ولم یحج، جلد 2، صفحہ 45، حدیث 1785، دار الکتاب العربی، بیروت)

(5) سچے نبی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ نہ خود فحش گو ہوتا ہے اور نہ ہی اپنی امت کو فحش گوئی کی اجازت دیتا ہے۔ جھوٹے قادیانی کا حال دیکھیں کہ صریح گندی گالیاں نکالتا ہے۔ مرزا کی چند گالیاں ملاحظہ ہوں:

نمبر 1 ۔۔۔ کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا اور میری دعوت کی تصدیق کر لی مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔ (آئینہ کمالات، صفحہ 547)

نمبر 2 ۔۔۔ میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

(نجم الہدیٰ، صفحہ 53)

نمبر 3 ۔۔۔ جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ (انوار الاسلام، صفحہ 30)

مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین اور خاص طور پر مسلمانوں کے علماء کے بارے میں دل کھول کر بدزبانی کی ہے، شاید ہی کوئی ایسی گالی ہو جو مرزا قادیانی نے نہ دی ہو، مثال کے طور پر مرزا قادیانی کی بدزبانی کے چند نمونے یہ ہیں (اے مردار خور مولویو، اے بدذات، اے خبیث، اے بدذات فرقہ مولویاں، انسانوں سے بدتر اور پلید تر، بدبخت،

پلید دل، خبیث طبع، مردار خور، ذلیل، دنیا کے کتے، رئیس الدجالین، رئیس الملحدین، رئیس المتکبرین، سلطان المتکبرین، سفیہوں کا نطفہ، شیخ احمقاں، شیخ الضال، شیخ چالباز، کمینہ، گندی روحو، منحوس، یہودی صفت، یہودی، اندھا شیطان، گمراہ دیو، شقی، ملعون، سربراہ گمراہاں اور اس طرح کی سینکڑوں گالیاں)، لیکن دوسری طرف مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا کہ: گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ (اربعین نمبر 4، رخ 17، صفحہ 471)

ایک جگہ مرزا کہتا ہے: ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔ (ست بچن، رخ 10، صفحہ 133)

ایک اور جگہ لکھا: بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء بھی ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم، رخ 20، صفحہ 458)

مرزا قادیانی کے پیروکار یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت جی نے یہ گالیاں نہیں دیں بلکہ انہیں سخت الفاظ کہتے ہیں اور یہ الفاظ انہوں نے مجبوراً ان لوگوں کے جواب میں لکھے ہیں جنہوں نے ہمارے حضرت جی کو گالیاں دی تھیں۔ ہم ایک منٹ کے لئے فرض کر لیتے ہیں کہ کسی نے مرزا قادیانی کو گالیاں دی تھیں لیکن مرزا قادیانی نے تو یہ نصیحت کی تھی کہ: گالیاں سن کر دعا دو، پا کے دکھ آرام دو، کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، رخ 21، صفحہ 144)

(6) ہر نبی معجزہ لے کر آیا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

(پارہ 27، رکوع 19، سورۃ الحدید، آیت 25)

یعنی خدا نے ہر نبی کو معجزے عطا کیے۔ خلیل علیہ اسلام، کلیم علیہ اسلام، حضرت عیسی علیہ اسلام اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات غرضیکہ انبیاء کرام علیہم اسلام کے معجزات سے قرآن بھرا پڑا ہے۔

اب مرزا صاحب جو خود یہ کہتا ہے:

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہو نسلیں ہیں میری بے شمار

اس کے معجزات تو بے شمار ہونے چاہیے۔ میں ان کے چند نام نہاد معجزات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کے لئے کافی ہیں: ایک عیسائی پادری آتھم کے بارے میں دی گئی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی، یونہی لیکھ رام کے متعلق دی گئی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔

(1) مرزا صاحب اپنی موت کے متعلق پیش گوئی کرتے ہیں ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

(البشریٰ، صفحہ 155، تذکرہ جدید، ص 591، تذکرہ قدیم نسخہ، ص 584)

جبکہ مکہ میں مرنا تو در کنا مرزا صاحب کو مکہ مدینہ دیکھنا نصیب نہ ہوا بلکہ اسکی وفات لاہور میں بمرض ہیضہ لیٹرین کی جگہ پر ہوئی۔ (سیرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 11)

(2) پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے اس کیلئے نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلے کیلئے ایک نشان ہوگا۔

(حقیقت الوحی حاشیہ در حاشیہ، ص 100، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 103)

یہ پیر منظور اس کا خاص مرید تھا مرزا کو معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی حاملہ ہے، پیش گوئی گھڑلی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ لڑکی پیدا ہوگئی۔ مرزا صاحب نے یہ کہا کہ اس سے یہ تھوڑا ہی مراد ہے کہ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوگا آئندہ کبھی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے، مگر ہوا یہ کہ وہ عورت ہی مر گئی اور دیگر پیش گوئیوں کی طرح یہ بھی صاف جھوٹ ثابت ہوئی، نہ اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور نہ ہی زلزلہ آیا اور یوں مرزا صاحب ذلیل ورسوا ہوئے۔

(3) خدا تعالیٰ نے مجھے صریح الفاظ میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسیّ برس کی ہوگی اور یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ (روحانی، جلد 21، صفحہ 258)

مرزا کے مرنے کے بعد مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی صاف جھوٹی ہوگئی اور یہ عظیم الشان نشان بھی مرزا کے کذب کا عظیم الشان اور زندہ جاوید ثبوت بن گیا۔

مرزا کے مرنے کے بعد مرزائی سخت پریشان ہوئے کیونکہ اس حسب سے اس کی عمر 68 سال یا 69 سال بنتی ہے اور پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا کہ میری تحقیق میں مرزا صاحب کی پیدائش

1837ء میں ہوئی مگر پھر بھی عمر پیش گوئی کے موافق نہیں بنتی۔ پھر بشیر احمد ایم اے نے کہا کہ حضرت کی پیدائش 1836ء میں ہوئی مگر پھر ایک اور تحقیق کی گئی کہ پیدائش 12 فروری 1835ء میں ہوئی۔ اس لحاظ سے بھی پوری 74 سال نہیں بنتے پھر ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری نے مرزا کی سیرت پر کتاب لکھی جس کا نام مجدد اعظم رکھا اس نے تحقیق کی کہ حضرت کی پیدائش 1833ء میں ہوئی۔ ان کے ایک اور محقق نے بتایا کہ حضرت 1830ء میں پیدا ہوئے، سوال یہ کہ اس کی تاریخ پیدائش میں مرنے کے بعد اس قدر اختلاف کیوں ہوا؟؟؟

یہی اس کے جھوٹے ہونے کی صریح دلیل ہے ایک کا ابطال دوسرے کو لازم ہے، مرزائی خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب سچے ہیں یا ان کے چیلے اور مرزا صاحب کا اپنا بیان صحیح اور قوی ہے۔ کیونکہ یہ اس کا عدالتی بیان ہے کہ اس عدالتی بیان کی رو سے اس کی عمر 68 یا 69 سال بنتی ہے۔

(4) مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کو زبردستی اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کیا اور یہ کہا کہ اس کا عقد محمدی بیگم بنت احمد بیگ کے ساتھ خالق اکبر نے عرش پر بھی رچایا تھا۔ اس کا اعلان مرزا صاحب نے اخباروں میں اشتہاروں میں بازاروں میں بیانات دھواں دھاروں میں اپنے کذب وصداقت کے معیاروں میں اسے قرار دیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا اور 8 اپریل 1892 کو اس محمدی بیگم کا عقد مرزا سلطان محمد سے ہو گیا اور حق وباطل کا فیصلہ تمام ہندوؤں مسلمانوں نے سن لیا۔ مگر مرزا صاحب نے ایک اور دھمکی دی کہ مرزا سلطان محمد جس نے محمدی بیگم سے عقد کیا ہے۔ اڑھائی سال کے اندر اندر مر جائے گا مگر اس سلسلہ میں بھی کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ (مجدد اعظم، صفحہ 91، قادیانیت، صفحہ 163،151)

مرزا سلطان محمد جس کو بمطابق پیش گوئی مرزا اڑھائی سال میں مرنا تھا یا کم از کم مرزا کی زندگی میں مرنا تھا وہ بقید حیات رہا اور مرزا کے مرنے کے چالیس سال بعد تک زندہ رہا یعنی 1948ء میں فوت ہوا اور محمدی بیگم جو مرزا قادیانی کے کذب کا کھلا نشان اور منہ بولتا ثبوت تھی 1966ء میں بحالت اسلام 19 نومبر بروز ہفتہ بمقام لاہور فوت ہوئیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی نے اپنی اس پیش گوئی کی تائید میں وہ حدیث بھی پیش کی جسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلا دنیا میں تشریف لانے کے بعد شادی بھی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ یتزوج ویولد لہ کے الفاظ ہیں مرزا قادیانی نے اس حدیث کو اپنے متعلق قرار دیتے ہوئے اس سے محمدی بیگم سے شادی ہونا مراد لی۔

(ضمیمہ انجام آتھم، ص 53، روحانی خزائن، ص 337)

(5) مرزا قادیانی نے 15 اپریل 1907ء کو ایک اشتہار مولوی ثناء اللہ کے نام شائع کیا۔ کہا کہ مولوی ثناء اللہ ایک سال کے اندر شدید بیماری میں مبتلا ہو کر مر جائے گا اور ساتھ میں اپنی حقیقت و کیفیت کو اجاگر کرنے کے لئے شائع فرمادیا کہ اگر میں کاذب ہوں تو میں مر جاؤں۔

یہ ایک اٹل فیصلہ تھا جس کو خود مرزا صاحب نے تجویز فرمایا اور دنیا کے سامنے بذریعہ اشتہار پہنچا دیا۔ مگر نتیجہ مرزا صاحب کے بر خلاف نکلا کہ مولوی صاحب نے تو 15 مارچ 1948 کو انتقال کیا اور مرزا صاحب خود 26 مئی 1908 بروز سوموار لاہور میں مر گئے۔ (قادیانیت، صفحہ 2)

(7) احادیث مبارکہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ہر نبی نے دنیا میں بکریاں چرائیں اور میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چراتا رہا۔ مگر مرزا قادیانی نے کبھی بکریاں نہیں چرائیں۔

(8) ہر نبی کا نام مفرد ہوتا ہے۔ مثلاً آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل موسیٰ اور عیسیٰ وغیرہ، مگر آں موصوف کا نام غلام احمد مرکب ہے۔

(9) اللہ کے نبی دنیوی مال و دولت بطور وراثت چھوڑ کر دنیا سے رخصت نہیں ہوتے۔ اگر وہ کچھ مال چھوڑ جائیں تو وہ امت کے لئے صدقہ ہوتا ہے جبکہ ادھر یہ حال ہے کہ مرزا صاحب کی جائیداد ان کے اہل خانہ میں تقسیم ہوئی۔

(10) اللہ کے نبیوں کی ایک روایت یہ چلی رہی کہ انہوں نے جہاں وصال فرمایا ان کی تدفین بھی اسی جگہ عمل میں لائی گئی۔ ادھر دنیا جانتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات لاہور میں اور تدفین قادیان میں ہوئی۔

(11) نبی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ کسی سے مانگتا نہیں بلکہ مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی کسب حصول مال کے مختلف پیشے اختیار کیے لیکن مرزا قادیانی لوگوں سے چندے مانگ کر گزارہ کرتا رہا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سچے رسولوں اور نبیوں والی ایک بھی علامت مرزا غلام احمد قادیانی میں نہیں لہٰذا وہ اپنے دعوے میں یقیناً جھوٹا ہے۔

قادیانی تحریفات

تحریف کا مفہوم ہے اصل الفاظ کو بدل کر کچھ اور لکھ دینا۔ قادیانی فتنہ کی بوسیدہ عمارت کی ایک ایک اینٹ تحریف کے گارے سے بنی ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریفات کے چند نمونے ذیل درج کئے جاتے ہیں۔

☆ تحریف حدیث:

(1) ایسا ہی احادیثِ صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ (براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ 188، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 359، 360، از مرزا قادیانی)

احادیث کی کتب میں ایسی کوئی حدیث موجود نہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے یہ (جھوٹی) حدیث گھڑی ہے۔

(2) لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علما کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا، وہ اس کو کافر قرار دیں گے، اور اس کے قتل کے لیے فتوے دیے جائیں گے، اور اس کی سخت توہین کی جائے گی، اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ (اربعین 3، صفحہ 17، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 404، از مرزا قادیانی)

پورے قرآن مجید اور ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی عبارت نہیں، یہاں تک کہ قرآن مجید اور کتبِ احادیث میں مسیح موعود کا لفظ تک نہیں ملے گا۔ قادیانی کبھی بے تعصب ہو کر اس پہلو پر ضرور غور کریں کہ قرآن و حدیث کے وسیع و دقیع اثاثے میں مرزا قادیانی کے نام یا شہر وغیرہ کے حوالے سے کوئی اشارہ تک کیوں نہیں ملتا؟

(3) ''لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ'' ترجمہ: (اے مرزا) اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

(تذکرہ مجموعہ وحی و الہامات، صفحہ 525، طبع چہارم، از مرزا قادیانی)

سب جانتے ہیں کہ یہ حدیث قدسی ہے اور اس کے مصداق صرف اور صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبکہ مرزا قادیانی اس حدیث کو اپنے اوپر منطبق کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے مرزا، اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان و زمین اور جو کچھ اس میں ہے، کچھ پیدا نہ کرتا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر انبیائے کرام اور اولیائے عظام تشریف لائے اور انھیں مراتب عالیہ

عنایت ہوئے، یہ سب مرزا قادیانی کے طفیل سے ہوا۔ یعنی تمام انبیا اور اولیا، مرزا قادیانی کے طفیلی اور زلہ ربا ہیں۔ قادیانی عقیدہ کے مطابق اس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ (نعوذ باللہ)

☆درود شریف میں تحریف

مسلمانوں کا درود شریف "اللھم صلّ علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انك حمید مجید۔ اللّٰھُمّ بارك علی محمدٍ و علی ال محمدٍ کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انك حمید مجید"

قادیانی امت کا درود "اللھم صلّ علی محمد و احمد و علی ال محمد و احمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انك حمید مجید۔ اللّٰھُمّ بارك علی محمد و احمد و علی ال محمد و احمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انك حمید مجید"

ضیاء الاسلام پریس قادیان کے مطبوعہ رسالہ درود شریف، صفحہ 16 پر یہ درود شریف لکھا ہوا ہے خط کشیدہ الفاظ میں احمد (مرزا غلام احمد) کا اضافہ کیا گیا۔ اسلام کو مسخ کرنے کا پروگرام اور آل ابراہیم و آل محمد کا مقابلہ مرزا غلام احمد کی آل کا مقام؟ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک!!!

(4) "صلی اللہ علیك و علی محمد" (یعنی اے مرزا تجھ پر اور محمد پر درود ہو۔)

(تذکرہ مجموعہ وحی و الہامات، صفحہ 661، طبع چہارم از مرزا قادیانی)

(5) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ کے برگزیدہ مسیح تجھ پر خدا کا لاکھ لاکھ درود اور لاکھ لاکھ سلام ہو۔

(سیرت المہدی، جلد سوم، صفحہ 208، از مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

(6) "اللھم صل علی محمد و علی عبدك المسیح الموعود" ترجمہ: اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بندے مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر درود و سلام بھیج۔ (روزنامہ الفضل قادیان، 31 جولائی 1937ء، صفحہ 5، کالم 2)

مرزا قادیانی پر درود و سلام

اے امام الوریٰ سلام علیک

مہ بدر الدجیٰ سلام علیک

مہدی عہد و عیسیٰ موعود
احمدؐ مجتبیٰ سلام علیک
مطلع قادیاں پہ تو چمکا
ہو کے شمس الہدیٰ سلام علیک
تیرے آنے سے سب نبی آئے
مظہر الانبیاء سلام علیک
مسقط وحی مہبط جبرئیل
سدرۃ المنتہیٰ سلام علیک
مانتے ہیں تیری رسالت کو
اے رسول خدا سلام علیک
ہے مصدق تیرا کلام خدا
اے میرے میرزا سلام علیک
تیرے یوسف کا تحفہ صبح و مسا
ہے درود و دعا سلام علیک

(قاضی محمد یوسف قادیانی کی نظم، روزنامہ الفضل قادیان، جلد 7، شمارہ نمبر 100، مورخہ 30 جون، 1920ء)

مرزا خود بھی اپنے کو نبی سمجھنے کے ساتھ ساتھ خود پر درود و سلام پیش کرنے کی نہ صرف ترغیب دیتا تھا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا بڑا جھوٹ باندھا کہ آپ علیہ السلام نے مرزا پر درود و سلام پڑھنے کی صحابہ کرام کو ترغیب دی تھی چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب اربعین، نمبر 2 میں مندرجہ ذیل دعویٰ کیا ہے: ''بعض بے خبر یہ اعتراض بھی میرے پر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت اس پر فقرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور دوسروں کا صلوٰۃ یا سلام کہنا تو ایک طرف، خود آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص اس کو پاوے، میرا سلام اس کو کہے اور احادیث اور تمام شروح احادیث میں مسیح موعود

کی نسبت صد ہا جگہ صلوۃ وسلام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر جبکہ میری نسبت نبی علیہ السلام نے یہ لفظ کہا، صحابہ نے کہا بلکہ خدا نے کہا، تو میری جماعت کا میری نسبت یہ فقرہ بولنا کیوں حرام ہو گیا۔"

(اربعین نمبر 2، صفحہ 6، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 349، از مرزا قادیانی)

☆حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں تحریف

امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے، اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرتِ احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے۔

(براہین احمدیہ، صفحہ 630، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 652، از مرزا قادیانی)

اس حوالے کو مرزا قادیانی اپنی کتاب تحفہ بغداد میں لکھتا ہے "وقال المجدد الامام السرهندی الشیخ احمد رضی الله عنه فی مکتوب یکتب فیه بعض الوصایا الی مریده محمد صدیق: اعلم ایها الصدیق! ان کلامه سبحانه مع البشر قد یکون شفاها و ذلك لافراد من الانبیاء وقد یکون ذلك لبعض الکمل من متابعیهم، واذا کثر هذا القسم من الکلام مع واحد منهم یسمی محدثا"

(تحفہ بغداد صفحہ 21 (حاشیہ) مندرجہ روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 28، از مرزا قادیانی)

لیکن جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں تحریف کرتے ہوئے یوں درج کیا:

مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں، وہ نبی کہلاتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی، صفحہ 390، مندرجہ روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 406، از مرزا قادیانی)

دیکھئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جسے کثرت مکالمہ ہو وہ محدث ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتب براہین احمدیہ اور تحفہ بغداد میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بھی یہی تحریر کیا کہ

کثرت مکالمہ والا محدث کہلاتا ہے لیکن جب خود دعویٰ نبوت کیا تو اپنی کتاب حقیقت الوحی میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھ دیا کہ کثرت مکالمہ والا نبی کہلاتا ہے۔

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ایک ہی حوالہ کو مرزا غلام احمد قادیانی تین جگہ لکھتا ہے۔ براہین احمدیہ اور تحفہ بغداد میں محدث لکھتا ہے جبکہ اسی حوالہ کو مرزا غلام احمد قادیانی حقیقت الوحی میں نبی لکھتا ہے۔ محدث کو نبی کرنا محض غلطی نہیں بلکہ صریح اور کھلی بددیانتی ہے۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت مذکورہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی خیانت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے جس کا آج تک قادیانی جواب نہیں دے سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیاں

مرزا غلام احمد قادیانی نے ہر خاص و عام کے متعلق صریح گستاخیاں کی ہیں:

☆ نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

نمبر 1۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ (مکتوب مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الفضل، 22 فروری 1924ء)

نمبر 2۔۔۔ مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔

(بحوالہ قادیانی مذہب، صفحہ 266، مطبوعہ لاہور)

نمبر 3۔۔۔ اسلام محمد عربی کے زمانہ میں پہلی رات کے چاند کی طرح تھا اور مرزا قادیانی کے زمانہ میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گیا۔ (خطبہ الہامیہ، صفحہ 184)

نمبر 4۔۔۔ مرزا قادیانی کی فتح مبین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین سے بڑھ کر ہے۔

(خطبہ الہامیہ، صفحہ 193)

نمبر 5۔۔۔ اس کے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی، مصنفہ غلام احمد قادیانی، صفحہ 71)

نمبر 6۔۔۔ محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں۔۔۔ محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں۔ (قاضی محمد ظہور الدین اکمل، اخبار بدر، نمبر 43، جلد 2، قادیان 25 اکتوبر 1906ء)

نمبر 7۔۔۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

(حقیقت الوحی، صفحہ 89، از مرزا غلام احمد قادیانی)

نمبر 8۔۔۔ اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ (کلمہ الفصل، صفحہ 105، از مرزا بشیر احمد)

نمبر 9۔۔۔ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلاء کلاں تختی، صفحہ 11، تختی خورد، صفحہ 23، انجام آتھم صفحہ 62)

نمبر 10۔۔۔ مرزائیوں نے 17 جولائی 1922 کے (الفضل) میں دعویٰ کیا کہ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

نمبر 11۔۔۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ 10)

نمبر 12۔۔۔ "منم مسیح زماں و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد" ترجمہ: میں مسیح ہوں موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد مجتبیٰ ہوں۔ (تریاق القلوب، صفحہ 5)

☆ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین:

نمبر 1۔۔۔ آپ کا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

(ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ صفحہ 7، مصنفہ غلام احمد قادیانی)

نمبر 2۔۔۔ مسیح (علیہ السلام) کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، نہ زاہد، نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ، جلد 3، صفحہ 21 تا 24)

نمبر 3۔۔۔یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

(کشتی نوح حاشیہ، صفحہ 75، مصنفہ غلام احمد قادیانی)

نمبر 4۔۔۔ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (دافع البلاء، صفحہ 20)

نمبر 5۔۔۔عیسیٰ کو گالی دینے، بدزبانی کرنے اور جھوٹ بولنے کی عادت تھی اور چور بھی تھے۔

(ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ 5،6)

نمبر 6۔۔۔یسوع اسلیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکتا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چلن، نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بد نتیجہ ہے۔ (ست بچن، حاشیہ، صفحہ 172، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

سیدنا عیسی علیہ السلام کے بارے بارہا توہین کے باوجود عیسائیت کی طرف سے ان قادیانیوں کو اپنے ممالک میں پناہ دینا اور ان کی سرپرستی کرنا مغربی دنیا کی بدترین منافقت اور مذہبی بے غیرتی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عیسائی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں بھی برداشت کر سکتے ہیں۔

☆حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی توہین:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو۔ایک زندہ علی (مرزا صاحب) تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔ (ملفوظات احمدیہ، جلد 1، صفحہ 131)

☆سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کی توہین:

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ، حاشیہ صفحہ 9، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

☆حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ کی توہین

نمبر 1۔۔۔دافع البلاء میں صفحہ 13 پر مرزا غلام احمد نے لکھا ہے میں امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے برتر ہوں۔

نمبر 2۔۔۔ مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ (اعجاز احمدی، صفحہ 69)

نمبر 3۔۔۔ اور میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے، پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔

(اعجاز احمدی، صفحہ 81)

نمبر 4۔۔۔ کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین اس در گریبانم۔۔۔ میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ میرے گریبان میں سو حسین پڑے ہیں۔ (نزول المسیح، صفحہ 99، مصنفہ مرزا غلام احمد)

نمبر 5۔۔۔ اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں سے ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء، صفحہ 13، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

نمبر 6۔۔۔ تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔۔۔۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔ (اعجاز احمدی، صفحہ 82، مصنفہ مرزا غلام احمد)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کو معاذ اللہ گوہ کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے۔

☆مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی توہین:

نمبر 1۔۔۔ حضرت مسیح موعود نے اسکے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہ آئے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔ (مرزا بشیر الدین محمود احمد مندرجہ حقیقت الرؤیا، صفحہ 46)

نمبر 2۔۔۔ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔

(خطبہ الہامیہ، حاشیہ صفحہ 20)

☆قرآن مجید کی توہین:

نمبر 1۔۔۔ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کے استعمال کر رہا ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 28،29)

نمبر 2۔۔۔ میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں۔

(ازالہ اوہام، صفحہ 371)

نمبر 3۔۔۔ قرآن مجید زمین پر سے اٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں۔

(ایضاً حاشیہ، صفحہ 380)

☆اسلام کی مقدس اصطلاحات کا ناجائز استعمال:

نمبر 1۔۔۔ ام المومنین کی اصطلاح کا استعمال مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی کیلئے کیا جاتا ہے جبکہ یہ اصطلاح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلئے مخصوص ہے۔

نمبر 2۔۔۔ سیدۃ النساء کی اصطلاح بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی کیلئے استعمال کی جاتی ہے حالانکہ حدیث پاک کی رو سے یہ اصطلاح صرف خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے مخصوص ہے۔

☆دین اسلام کی توہین:

قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی نبوت کے بغیر دین اسلام لعنتی، شیطانی، مردہ اور قابل نفرت ہے۔

(ضمیمہ براہین پنجم، صفحہ 183، ملفوظات، جلد 1، صفحہ 127)

مرزا اور اس کے خلفاء کے عبرتناک انجام

تاریخ شاہد ہے کہ سچے نبی علیہ السلام کا دنیا سے وصال ایک شان کے ساتھ ہوا ہے۔ یونہی خلفائے راشدین کی پاک سیرت سے عیاں ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے ہر دم کوشاں رہے، دنیا سے وصال بھی عزت و اکرام سے ہوا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے کہ روضہ رسول سے صدا آئی "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب کے پاس آنے دو۔ یونہی بقیہ خلفائے راشدین نے شہادت کا جام پیا۔

اس کے برعکس جھوٹے نبیوں کو عبرتناک موت نصیب ہوئی اور قادیانی تو ہیضہ کے مرض میں بیت الخلا میں مرااور اس کے خلفاء کا بھی شرمناک انجام ہوا۔

☆**مرزا صاحب کا ہیضہ سے مرنا:** مرزا قادیانی کا بیٹا کہتا ہے کہ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی، لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کیلئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا، آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے کیلئے بیٹھ گئی ، تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ، میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں، اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے اس لیے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا، اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو قے آئی جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔

(سیرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 11، حدیث 12)

☆**خلیفہ حکیم نورالدین:** مرزا غلام قادیانی کے مرنے کے بعد اس کا پہلا خلیفہ حکیم نورالدین تھا۔ وہ ایک ایسا غلیظ المزاج اور بدبودار شخص تھا کہ جو مدتوں تک نہ نہاتا تھا اور نہ ہی اپنے بال اور ناخن تراشتا تھا۔ مگر اس کے گھوڑے پر بیٹھنے کا انداز انتہائی تکبرانہ اور شاہانہ ضرور تھا۔ ایک دن یہ شخص گھوڑے پر سوار ہو کے نکلا تو گھوڑے کے بدکنے پر گرتے ہوئے اپنا ایک پاؤں گھوڑے کی رکاب میں پھنسا بیٹھا اور پھر وہ پاؤں رکاب میں پھنسا رہا اور گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا خلیفہ جی کو گھسیٹتا اور اس کی ہڈیاں چٹخاتا رہا۔ اس حادثے میں یہ زندہ تو بچ گیا مگر قدرت کو اس منکر ختم نبوت کی عبرتناک موت زمانے کو دکھانا منظور تھا، زخم ناسور کی شکل اختیار کر کے پہلے اذیت ناک اور مابعد جان لیوا ثابت ہوئے۔ تمام قادیانی حکیم اور ان کے سرپرست انگریز ڈاکٹرز بھی اس کا علاج کرنے میں ناکام رہے اور یوں مرزا قادیانی کا پہلا جانشین، خلیفہ اول بستر مرگ پر انتہائی دردناک حالت میں ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر گیا۔

☆**مرزا بشیر الدین محمود:** حکیم نورالدین کے اس انجام کے بعد ممکنہ جانشین مولوی محمد علی لاہوری کو خلافت نہ ملی۔ مرزا قادیانی کی بیوی نے اپنے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کو زبردستی خلیفہ بنوا دیا۔ اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھنے والا یہ بدترین گستاخ قرآن و رسالت خلیفہ، جنسی تعلقات کا دلدادہ اور انتہائی عیاش نوجوان تھا۔ اس کو خلافت ملنے پر مرزا قادیانی کا وفادار ساتھی مولوی محمد علی لاہوری نے جماعت قادیان چھوڑ کر اپنا لاہوری مرزائی فرقہ بنا لیا۔ مرزا بشیر نے خلیفہ بنتے ہی ایسی گھناؤنی حرکتیں کیں کہ خود شرم بھی شرما گئی۔ اس کی قصر خلافت نامی رہائش گاہ دراصل قصرِ جنسی جرائم تھی، جہاں عینی شاہدین کے مطابق صرف عقیدتوں کا خراج ہی بھینٹ نہیں چڑھا بلکہ مختلف حیلے بہانوں سے یہاں عصمتیں بھی لٹتی رہیں۔ ربوہ کے قصر محمود میں اس عیاش خلیفہ نے صرف قادیانی نوجوان لڑکیوں کی عصمتیں ہی برباد نہیں کیں بلکہ یہ ایک ایسا جنسی بھیڑیا تھا جس کی جنسی ہوس سے اس کی اپنی گیارہ سالہ سگی بیٹی امت الرشید تک بھی محفوظ نہ رہی۔ اس خلیفہ کے جنسی جرائم کے بارے قادیانی جماعت کے منحرف ہونے والے لوگوں کے کھلے تبصرے، حلفیہ بیانات، مباہلے اور شرعی قسمیں موجود ہیں۔ اس خلیفہ ثانی کی زندگی کا خاتمہ بھی ایسے دردناک حالات میں ہوا کہ اس فالج زدہ کو زندگی کے آخری بارہ سال بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑتے اور مرتے دیکھ کر قادیانی بھی کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اس کی شکل و صورت پاگلوں کی سی بن چکی تھی اور وہ سر ہلاتا منہ میں کچھ ممیاتا رہتا تھا۔ اکثر یہ مجنون اپنے بال اور داڑھی نوچتا رہتا اور اپنی ہی نجاست ہاتھ منہ پر مل لیا کرتا تھا۔ بہت سارے لوگ ان سب غلاظت آلودہ حالات و واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ ایک عرصہ تک بستر مرگ پر ایسی اذیت ناک زندگی گزارنے کے بعد جب یہ مرا تو اس کا جسم بھی عبرت کا اک عجب نمونہ تھا۔ ایک لمبے عرصہ تک بستر مرگ پر رہنے کی وجہ سے لاش مرغ کے روسٹ ہوئے چرغے کی طرح اس قدر اکڑ چکی تھی کی ٹانگوں کو رسیوں سے باندھ کر بمشکل سیدھا کیا گیا۔ چہرے پر پڑی سیاہیاں چھپانے کیلئے لاش کا خصوصی میک اپ کروایا گیا۔ اور پھر عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلیے مرکری بلب کی تیز روشنی میں لاش کو اس طرح رکھا گیا کہ چہرے پر سیاہی نظر نہ آئے، لیکن تمام قادیانی تو ساری اصل حقیقت سے آشنا تھے۔

☆**مرزا ناصر احمد:** مرزا بشیر الدین محمود کی دردناک موت کے بعد وراثت اور قادیانی امت سے جبری چندوں کے نام پر لوٹ مار کرنے والی نام نہاد خلافت مافیہ کا روایتی کرپشن سلسلہ جاری رکھنے کی خاطر اسی کا بڑا بیٹا مرزا

ناصر احمد گدی نشین ہوا۔ یہ عیاش خلیفہ اپنی عمر نوجوانی ہی سے گھوڑوں کی ریس اور جوابازی کا شوقین ہونے کے ساتھ ساتھ نوجوان مٹیاروں سے معاشقوں کا بھی انتہائی دلدادہ تھا۔ شباب کی طلب اور جنسی خواہشات اسے اپنے باپ دوادا سے وراثت میں ملی تھی۔ اس کے گھڑ سواری کے شہنشاہی شوق نے ربوہ میں گھڑ دوڑ کے دوران ایک غریب کی جان بھی لی۔ اس تیسرے خلیفہ بوڑھے جنسی مریض کی موت بھی ایک داستان صد عبرت ہے۔ اس شہوت پرست خلیفہ نے اڑسٹھ سال کے بڑھاپے کی عمر میں فاطمہ جناح میڈیکل کی ایک ستائیس سالہ نوجوان قادیانی طالبہ کو یہ خلافتی فرمان جاری کرتے ہوئے اپنے عقد میں لے لیا تھا کہ آج یہ مقدس دولہا اپنا نکاح خود ہی پڑھائے گا۔ اور پھر وہی ہوا جس کا خدشہ خود قادیانیوں کی مرکزی قیادت کو بھی تھا۔ خود سے چوالیس برس چھوٹی خوبرو بیوی سے ازدواجی تعلقات میں جسمانی طور پر کلی ناکام ٹھہرنے کے بعد بوڑھے دولہا نے مجبوراً اپنے اندر نئی جوانی بھرنے کیلیے دیسی کشتوں کا بے دریغ استعمال شروع کردیا۔ اور پھر طاقت بخشنے والے ان کشتوں کے راس نہ آنے پر خود ہی تپ کر کشتہ ہوگیا۔ کشتوں کے نقصان (Re action) کی وجہ سے مرنے سے پہلے اس قادیانی خلیفہ کا جسم پھول کر کپا ہوگیا تھا۔ سونے چاندی کے کشتوں کا زہریلا ناگ ایسا ڈسا کہ یہ مختصر عرصے میں عبرتناک موت مرا۔

☆ **مرزا طاہر احمد:** مرزا ناصر احمد کی موت کے بعد مرزا طاہر احمد گدی نشین ہوا تو اس کا سوتیلا بھائی مرزا رفیع احمد خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہوئے میدان میں آگیا۔ جب اسکی بات نہ مانی گئی تو وہ اپنے حواریوں سمیت سڑکوں پر آ گیا۔ لیکن ان باغیوں کو بزور قوت گھروں میں دھکیل کر خلافت پر قبضہ کرلیا گیا۔ جماعت قادیان کا چوتھا خلیفہ مرزا طاہر احمد انتہائی آمرانہ مزاج کا حامل تھا۔ اس کی فرعونی عادات نے نہ صرف اسے بلکہ پوری قادیانی جماعت کو دنیا بھر میں ذلیل وخوار کیا۔ اپنی زبان درازی ہی کی وجہ سے وہ پاکستان سے بھاگ کر لندن میں اپنے گورے آقاؤں کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ اس کے دور خلافت میں اس کے ہاتھوں غیر تو کیا کسی قادیانی کی بھی عزت محفوظ نہیں تھی۔ اس نے نظریں ملا کر بات نہ کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ مرزا طاہر ہومیو پیتھک ڈاکٹر کہلوانے کے شوقین تھا اور اس کا یہی شوق انسانوں کے لیے مصیبت کا باعث بن گیا۔ مرزا طاہر کی خواہش تھی کہ قادیانی عورتیں صرف لڑکے ہی پیدا کریں جن میں ذات پات یا نسل کا کوئی لحاظ نہ ہو۔ مرزا طاہر قادیانیوں کو نرنسل پیدا کرنے کی گولیاں تو دیتا رہا مگر یہ ڈاکٹر اپنی بیوی کو لڑکا نہ دے سکا اور اس کے اپنے ہاں تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے ذہنی توازن کا یہ حال تھا کہ امامت کے دوران

عجیب و غریب حرکتیں کرتا، کبھی باوضو تو کبھی بے وضو ہی نماز پڑھا دیتا۔ رکوع کی جگہ سجدہ اور سجدہ کی جگہ رکوع اور کبھی دوران نماز ہی یہ کہتے ہوئے گھر کو چل دیتا کہ ٹھہرو، میں ابھی وضو کر کے آتا ہوں۔ غرضیکہ اپنے پیشروؤں کی طرح مرزا طاہر کی بھی بڑی مشکل سے جان نکلی۔ پرستاروں کے دیدار کے لیے جب لاش رکھی گئی تو چہرہ سیاہ ہونے کے ساتھ ساتھ لاش سے اچانک ایسا بدبودار تعفن اٹھا کہ پرستاروں کو فوراً کمرے سے باہر نکال دیا گیا اور لاش بند کر کے تدفین کے لیے روانہ کر دی گئی۔ لوگوں نے یہ عبرتناک مناظر براہِ راست قادیانی ٹی وی پر بھی دیکھے۔

☆**مرزا مسرور:** جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کی وفات کے بعد 22 اپریل 2003ء کو مرزا مسرور احمد جماعت کے بانی مرزا غلام احمد کا پانچویں خلیفہ منتخب ہوا۔ آج کل مرزا کا پانچواں خلیفہ مرزا مسرور بھی لندن میں مقیم ہے، وہیں سے قادیانیوں کا ٹیلی ویژن چینل اور دیگر سرگرمیاں چل رہی ہیں۔ یہ لوگ کمزور ناخواندہ اور غریب مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی اب ان کا سب سے بڑا سینٹر قادیان میں ہے جہاں سالانہ میلہ ہوتا ہے، سارے ملک کے قادیانی شرکت کرتے ہیں۔ ان کا خلیفہ سیٹلائٹ کے ذریعے خطاب کرتا ہے، ممبئی میں بھی ان کا مشن قائم ہے، اسرائیل سے اس گروہ کے خصوصی تعلقات ہیں، اسرائیل میں قادیانیوں کا سب سے بڑا دفتر بھی قائم ہے۔ کھلے عام آمد و رفت ہوتی رہتی ہے، وہاں سے ہر قسم کا تعاون بھی حاصل ہوتا رہتا ہے (آج کل قادیانی سرگرمیوں کی تفصیلات قادیان سے شائع ہونے والے اخبار بدر میں چھپتی رہتی ہیں۔)

مرزا مسرور قادیانیوں کے چندے اپنی عیاشی پر لگا رہا ہے۔ جرمنی میں اربوں روپے مالیت کا ذاتی محل اور ناروے میں مہنگا ترین گیسٹ ہاؤس تعمیر کرا رہا ہے۔ سابق قادیانی نو مسلم کا بیان ہے کہ جرمنی کے شہر ہیمبرگ کے پوش علاقے میں مسرور کا محل بن رہا ہے۔ اس محل کے ایک حصے میں خلیفہ کی خدمت کے لیے کنیزیں ہوں گی۔ مرزا مسرور کی عیاشی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ ایک شیروانی پہن لے تو دوبارہ نہیں پہنتا۔ مرزا مسرور احمد کی پانامہ لیکس کرپشن ثابت ہوئی ہے جس کی ویڈیو نیٹ پر موجود ہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق پانامہ سکینڈلز کی شہ سرخیوں کا جعلساز کردار موجودہ خلیفہ مرزا مسرور بھی ایک پراسرار بیماری میں مبتلا ہو چکا ہے اور قادیانی قیادت نے اندرون خانہ اپنے اگلے خلیفہ کی تلاش شروع کر دی ہے۔

قادیانیوں کے دلائل اور اس کا رد

☆ **قادیانیوں کی دلیل:** قادیانی کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں لیکن اس سے مراد افضل کے اعتبار سے ہے کہ آپ جیسی شان والا نبی نہیں آسکتا آپ سے کم شان والا آسکتا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی آپ سے کم شان والا تھا۔

جواب: قادیانی ختم نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے مرتد ہیں اور غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی ثابت کرنے کے لئے جو ٹوٹے پھوٹے دلائل دیتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کے ساتھ اپنے بعد مطلقا رسالت کی نفی فرمادی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راویت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ''إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ'' ترجمہ: بیشک رسالت و نبوت ختم ہوگئی اب میرے بعد نہ کوئی رسول نہ نبی ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الرؤیا، باب ذهبت النبوة الخ، جلد4، صفحہ103، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ'' ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ ہوتا۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب في مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب، جلد6، صفحہ60، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا مقام مرتبہ یقینا حضور علیہ السلام سے کم ہے، جب حضور علیہ السلام ان کی متعلق نبوت کی نفی فرمارہے ہیں تو قادیانی کیسے کم درجہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ لہٰذا قادیانیوں کا خاتم النبیین کا یہ معنی بیان کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمال ذات وصفات کے لحاظ سے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد آپ سے کم درجے کا نبی آسکتا ہے، صریح کفر ہے۔ جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا وہ کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ بحر الکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے ''من قال بعد نبینا یکفر لانہ انکر النص وکذلک لو شک فیہ'' ترجمہ: جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قطعی کا انکار کیا۔ اسی طرح وہ شخص کافر ہے جس نے اس کے کفر میں شک کیا۔ در مختار و بزازیہ و مجمع

الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے "من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" ترجمہ: جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، فصل فی احکام الجزیہ، جلد1، صفحہ677، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بلکہ یہاں تک لکھا گیا ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں یا آپ کے بعد نبی ہونے کی تمنا کرے اس نے بھی کفر کیا چنانچہ اعلام بقواطع الاسلام میں ہے "ومن ذلك (ای المکفرات) ایضا تکذیب نبی او نسبة تعمد کذب الیه او محاربته او سبه او الاستخفاف ومثل ذلك کما قال الحلیمی مالوتمنی فی زمن نبینا او بعدہ ان لو کان نبیا فیکفر فی جمیع ذلك والظاهر انه لافرق بین تمنی ذلك باللسان او القلب مختصراً" ترجمہ: انہیں باتوں میں جو معاذ اللہ آدمی کو کافر کر دیتی ہیں کسی نبی کو جھٹلانا یا اس کی طرف قصداً جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا یا نبی سے لڑنا یا اسے بُرا کہنا، اس کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونا اور بتصریح امام حلیمی انہی کفریات کی مثل ہے ۔ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور علیہ السلام کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہو جاتا۔ان صورتوں میں کافر ہو جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں وہ تمنا زبان سے یا صرف دل میں کرے۔ (الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ، صفحہ352، مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول ترکی)

آپ علیہ السلام نے صراحت فرمائی کہ میرے بعد تیس (30) جھوٹے نبوت کا دعوی کریں گے۔امام بخاری حضرت ابو ہریرہ اور احمد و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي" ترجمہ: عنقریب اس امت میں قریب تیس دجال کذاب نکلیں گے ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، ذکر الفتن ودلائلہا، جلد4، صفحہ97، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

الختصر یہ کہ غلام احمد قادیانی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ کر کے نبوت کا دعوی کرنا صریح کفر و ارتداد ہے۔

☆ **قادیانی دلیل:** خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا نہیں خاتم کا معنی مہر ہے جس کا مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کو مہر لگانے والے ہیں۔یعنی آپ علیہ السلام کے بعد بھی نبی آسکتا ہے۔

جواب: قرآن وحدیث میں واضح طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی جدید نبی نہیں آسکتا۔ گزشتہ چودہ سو سال سے تمام مسلمان بالاتفاق یہ مانتے رہے ہیں اور آج بھی یہی مانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونے والا نہیں۔ ختم نبوت کے متعلق قرآن مجید کی کھلی ہدایت کا یہی مطلب صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا تھا اور ہر اس شخص سے جنگ کی اور مخالفت کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کیا، پھر یہی مطلب بعد کے ہر دور میں تمام مسلمان سمجھتے رہے ہیں ، جس کی بنا پر مسلمانوں نے اپنے درمیان کبھی بھی ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا، جس نے نبوت کا دعوی کیا۔

اب قادیانیوں کے پاس جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے کوئی دلیل نہ تھی تو لفظ ''خاتم'' کا مطلب مہر نکال لیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے تاریخ میں پہلی بات خاتم النبیین کی یہ نرالی تفسیر کی کہ خاتم کا معنی نبیوں کی مہر ہیں اور اس کا مطلب (نعوذ باللہ) یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا، اس کی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق لگ کر مصدقہ ہو گی۔ قادیانی جو میڈیا پر یہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین نبی مانتے ہیں، قادیانیوں کا یہ بیان عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہے کیونکہ یہ اس کا معنی مہر لیتے ہیں۔ ملفوظات احمدیہ میں ہے: خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی، جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ مستند ہو جاتا ہے، اسی طرح آں حضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔

(ملفوظات احمدیہ، مرتبہ محمد منظور الٰہی، حصہ پنجم، صفحہ 290)

الفضل قادیانی میں ہے: ''ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، مگر ختم کے معنی وہ نہیں جو احسان کا سوادِ اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا، بلکہ یہ کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں، اب وہی نبی ہو گا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تصدیق کریں گے انہی معنوں میں ہم رسول کریم کو خاتم النبیین کہتے اور سمجھتے ہیں۔'' (الفضل قادیانی، مورخہ 22 ستمبر 1919ء)

ایک جگہ ہے: "خاتم مہر کو کہتے ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہر ہوئے تو اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا تو وہ مہر کس طرح سے ہوئے اور یہ مہر کس پر لگے گی؟" (الفضل قادیان، 22 مئی 1922ء)

آیئے! ہم یہاں ذرا تھوڑی دیر رک کر لفظ خاتم النبیین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 40 کا ترجمہ کنزالایمان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیا ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت نص صریح ہے اس عقیدے کی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو بدرجہ اولیٰ رسول بھی نہیں، کیوں کہ لفظ نبی عام اور رسول خاص ہے اور یہ وہ عقیدہ ہے جس پر احادیث متواتر شاہد ہیں، جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک بڑی جماعت کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی "کتاب الاقتصاد" میں فرماتے ہیں "ان الامۃ فھمت ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولاتخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لایمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولامخصوص" ترجمہ: تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔ تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی، صفحہ 114، المکتبۃ الادبیہ، مصر)

ہندوستان سے لے کر عرب تک، مراکش سے لے کر اندلس تک، ترکی سے لے کر یمن تک، تمام علماء کی رائے اس پر متفق ہے، جن میں امام ابوحنیفہ، علامہ ابن جریر طبری، امام طحاوی، علامہ ابن حزم اندلسی، علامہ زمخشری،

قاضی عیاض، امام رازی، علامہ بیضاوی، علامہ حافظ الدین النسفیس، علامہ علاؤ الدین بغدادی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، شیخ اسماعیل حقی، اصحاب فتاویٰ عالم گیری، علامہ آلوسی رحمہم اللہ ودیگر شامل ہیں۔

پہلی صدی سے تیرہویں صدی تک علما اور اکابرین، سب کی رائے ایک ہے، ان سب کی تحریروں میں یہ بات واضح ہے کہ خاتم النبیین کا صاف مطلب آخری نبی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر و عموم استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتبِ احادیث و تفسیر عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ "میں اس مطلب ایمانی پر صحاح و سنن و مسانید و معاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر کہ ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث و کتب عقائد واصول فقہ وحدیث سے تمیں نصوص ذکر کئے وللہ الحمد۔" (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ338، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک پیغمبر کے آنے کے بعد دوسرا پیغمبر آنے کی تین ہی وجوہات ہو سکتی ہیں:

(1) یا تو پہلے پیغمبر کی تعلیمات مٹ چکی ہوں اور اس کو پھر پیش کرنے کی ضرورت ہو۔

(2) پہلے پیغمبر کی تعلیمات میں ترمیم یا اضافے کی ضرورت ہو۔

(3) پہلے پیغمبر کی تعلیمات صرف ایک قوم تک محدود ہوں اور دوسری اقوام کے لیے ایک الگ پیغمبر کی ضرورت ہو۔

ایک چوتھی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک پیغمبر کی موجودگی میں اس کی مدد کے لیے دوسرا پیغمبر بھیجا جائے، ان میں سے کوئی وجہ اب باقی نہیں رہی۔

قادیان سے طلوع ہونے والے اس گہن زدہ ستارے نے وہ عجیب اندھیرا پھیلانے کی کوشش کی کہ جس کی کثافت کو سب نے محسوس کیا، مگر آفتاب ہدایت کی منور روشنی نے شب سیاہ کو تار تار کر دیا۔ یہاں ضروری ہے کہ خاتم النبیین کے لغوی معنی سمجھے جائیں۔ عربی لغت اور محاورے کی رو سے ختم کے معنی مہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

☆ ختم العمل کے معنی ہیں، کام سے فارغ ہو گیا۔ ختم الاناء کے معنی ہیں برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی، تاکہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس میں داخل ہو۔

☆ ختم الکتاب: کے معنی ہیں خط بند کر کے اس پر مہر لگا دی، تاکہ خط محفوظ ہو جائے۔

☆ ختم علی القلب: دل پر مہر لگا دی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے، نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل جائے۔

☆ ختامہ کل مشروب: وہ مزا جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے۔

☆ ختم الشیء: بلغ اٰخرہ: کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے، اس کے آخر تک پہنچ جانا۔

☆ خاتماً القومہ: مراد ہے قبیلے کا آخری آدمی۔

ان تمام مقامات پر قدر مشترک ہے کہ کسی چیز کو ایسے طور پر بند کرنا اس کی ایسی بندش کرنا کہ باہر سے کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے اور اندر سے کوئی چیز اس سے باہر نہ نکالی جا سکے، وہاں پر ''ختم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

خاتم النبیین کو اگر بکسر تا پڑھا جائے ''خاتِم النبیین'' تو اس کا مطلب آخری نبی ہے۔ اگر لفظ ''خاتم النبیین'' کو بفتح تا پڑھا جائے یعنی ''خاتَم النبیین'' تو معنی بنتا ہے کہ حضور (علیہ السلام) آخری نبی ہیں اور آپ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو مہر لگانے والے یعنی ان کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''قرأ عاصم بفتح التاء وھو آلۃ الختم بمعنی ما یختم بہ کالطابع بمعنی ما یطبع بہ. والمعنی وکان آخرھم الذی ختموا بہ: وبالفارسیۃ مہر پیغمبران یعنی بدو مہر کردہ شد در نبوت و پیغمبران را بدو ختم کردہ اند'' یعنی حضرت عاصم نے تاء کی فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور وہ (یعنی خاتَم) مہر لگانے کا آلہ ہے یعنی وہ چیز جس کے ساتھ مہر لگائی جائے جیسا کہ لفظ طابَع مہر لگانے کے آلہ کے معنی میں آتا ہے یا جیسا کہ لفظ طابَع کا معنی ہے کہ جس کے ذریعے

مہر لگائی جائے۔ اب معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء میں سے آخری ہیں اور آپ کی ذات وہ ہے جن پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا یا جن کے ذریعہ نبیوں پر مہر لگادی گئی۔ فارسی میں اس کا معنی ہے پیغبروں کی مہر یعنی جن کے ذریعے نبوت میں مہر لگادی گئی اور آپ کے ذریعے پیغبروں کو ختم کر دیا گیا۔ (روح البیان، جلد 7، صفحہ 187، دار الفکر، بیروت)

قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع کی ہے۔ یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی، ان سب کے خلاف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بالاتفاق جنگ کی تھی، ان داعیان نبوت میں مسیلمہ کذاب قابل ذکر ہے۔

☆ **قادیانی دلیل:** نبوت فضل ہے جس کا ختم ہونا مناسب نہیں ہے۔

جواب: یہ ضروری نہیں جو بھی چیز فضل ہو اس کا ختم ہونا مناسب ہو۔ دیکھیں باپ ایک فضل ہے لیکن ایک ہی ہوتا ہے۔

☆ **قادیانی دلیل:** مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت ہے "حدثنا حسین بن محمد، قال: حدثنا جریر بن حازم عن عائشة، قالت قولوا: خاتم النبیین، ولا تقولوا: لا نبی بعدہ" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہو اور یوں نہ کہو کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، کتاب الادب، جلد 5، صفحہ 336، مکتبۃ الرشد، الریاض)

قادیانی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے یہ باطل استدلال کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

جواب: قادیانیوں کا اس روایت کو دلیل بنانا بالکل باطل و مردود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جو روایت پیش کی گئی یہ ضعیف ہے جو قابل عمل نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے قول کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے کہ یہ نہ کہو کہ حضور علیہ السلام کے بات کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت تشریف لائیں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب کثیر

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد قطعا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ حضور علیہ السلام سے کم مرتبے کا ہو تو پھر قادیانیوں کا ایک مجمل قول کو سیاق وسباق سے ہٹا کر اتنا بڑا کفریہ عقیدہ بنالینا سوائے بدبختی کے اور کچھ نہیں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی جو روایت پیش کی گئی یہ روایت منقطع ہے کہ اس میں جریر بن حازم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرنا پایا جارہا ہے جبکہ جریر بن حازم کا سماع حضرت عائشہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔التاریخ الکبیر میں محمد بن إسماعیل البخاری (المتوفی 256ھ) فرماتے ہیں" جریر بن حازم أبو النضر الازدی العتکی البصری سمع أبا رجاء وابن سیرین روی عنه الثوری وابن المبارک "ترجمہ: جریر بن حازم ابو نضر ازدی عتکی بصری نے سماع کیا ابورجاء اور ابن سیرین سے اور ان سے روایت کیا سفیان ثوری اور ابن مبارک نے۔

(التاریخ الکبیر، جلد2، صفحہ213، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، الدکن)

تہذیب التہذیب میں ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ) لکھتے ہیں" جریر بن حازم بن عبد اللہ بن شجاع الأزدی ثم العتکی وقیل الجهضمی أبو النضر البصری والد وهب روی عن أبي الطفیل وأبي رجاء العطاردی والحسن وابن سیرین وقتادة وأیوب وثابت البنانی وحمید بن هلال وحمید الطویل والأعمش وابن إسحاق وطاوس وعطاء وقیس بن سعد ویونس بن یزید وشعبة "ترجمہ: جریر بن حازم بن عبد اللہ بن شجاع ازدی پھر عتکی اور کہا گیا جہضمی ابو نضر بصری والد وہب نے روایت کیا ابو طفیل، ابو رجاء عطاردی، حسن بصری، ابن سیرین، قتادہ، ایوب، ثابت بنانی، حمید بن ہلال، حمید طویل، اعمش، ابن اسحاق، طاوس، عطا، قیس بن سعد، یونس بن یزید اور شعبہ سے۔ (تہذیب التہذیب، جلد2، صفحہ69، مطبعة دائرة المعارف النظامیة، الہند)

جب یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے تو عقائد اور شرعی احکام میں ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔ شرح التبصرۃ والتذکرۃ میں ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم العراقی (المتوفی 806ھ) لکھتے ہیں" أما غیر الموضوع فجوزوا التساهل فی إسناده وروایته من غیر بیان لضعفه إذا کان فی غیر الأحکام والعقائد. بل فی الترغیب والترهیب، من المواعظ والقصص، وفضائل الأعمال ونحوها "یعنی جو روایت غیر موضوع (یعنی ضعیف

ہو) تو اس کی سند و روایت میں بغیر ضعیف کے بیان کئے تساہل جائز ہے جبکہ وہ احکام اور عقائد میں سے نہ ہو بلکہ ترغیب و ترہیب، مواعظ، قصص اور فضائل اعمال وغیرہ میں سے ہو۔

(شرح التبصرۃ والتذکرۃ، جلد 1، صفحہ 325، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

تیسیر مصطلح الحدیث میں ہے "یجوز عند أهل الحديث وغيرهم رواية الأحاديث الضعيفة، والتساهل فی أسانیدها من غیر بیان ضعفها بخلاف الأحادیث الموضوعة فإنه لا یجوز روایتها إلا مع بیان وضعها بشرطین، هما: (أ) ألا تتعلق بالعقائد، کصفات الله تعالی (ب) ألا یکون فی بیان الأحکام الشرعیة مما یتعلق بالحلال والحرام "یعنی حدیث پر عمل پیرا ہونے والوں اور ان کے علاوہ محدثین کے نزدیک احادیث ضعیفہ کا بیان جائز ہے اور ان کی اسناد میں ضعف کا بیان کئے بغیر تساہل جائز ہے بخلاف موضوع احادیث کے۔ اسلئے کہ موضوع حدیث کو بغیر اس کی موضوع ہونے کی صراحت کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ ضعیف حدیث پر عمل دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے (1) اس کا تعلق عقائد کے ساتھ نہ ہو جیسے اللہ عزوجل کی صفات کے متعلق (2) اس کا بیان احکام شرعیہ میں نہ ہو جس کا تعلق حلال و حرام کے ساتھ ہوتا ہے۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، صفحہ 80، مکتبۃ المعارف)

کتاب تاویل مختلف الحدیث میں ابن قتیبہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وأما قول عائشة رضی الله عنها: قولوا لرسول الله صلی الله علیه وسلم خاتم الأنبیاء، ولا تقولوا لا نبی بعده، فإنها تذهب إلی نزول عیسی علیه السلام، ولیس هذا من قولها، ناقضا لقول النبی صلی الله علیه وسلم لا نبی بعدی لأنه أراد لا نبی بعدی، ینسخ ما جئت به، کما کانت الأنبیاء صلی الله علیهم وسلم تبعث بالنسخ، وأرادت هی: لا تقولوا إن المسیح لا ینزل بعده" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہو اور یوں نہ کہو کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ہے اور یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لانبی بعدی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی نبی نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کردے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سابق شرع کو منسوخ کرنے کے لیے مبعوث کیے جاتے تھے، جب کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم یہ نہ کہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بعد میں نہ آئیں گے۔

(تأویل مختلف الحدیث، ذکر الأحادیث التی ادعوا علیها التناقض، صفحہ 188، دار الجیل، بیروت)

تکملہ مجمع البحار میں ہے "فی حدیث عیسٰی انہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال ای یزید فی حلال نفسہ بان یتزوج ویولد لہ وکان لم یتزوج قبل رفعہ الی السماء فزاد بعد الھبوط فی الحلال فحیؤمن کل احد من اھل الکتاب یتیقن بانہ بشر۔ وعن عائشہ قولو انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا ناظرا الی نزول عیسیٰ وھذا ایضاً لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ" ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور حلال چیزوں میں زیادتی کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی، آسمان کی طرف چلے جانے سے پہلے انہوں نے شادی نہیں کی تھی، ان کے آسمان سے اترنے کے بعد حلال میں اضافہ ہوا۔ اس زمانے میں ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا، یقیناً یہ بشر ہیں (یعنی خدا نہیں ہیں جب کہ عیسائیوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے) اور صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والے نہیں، یہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان اس بات کے مدنظر مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور یہ نزولِ عیسی علیہ السلام حدیث شریف "لا نبی بعدی" کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کے دین کا ناسخ ہو۔

(تکملة مجمع البحار، صفحہ 85، مطبع نولکشور، لکھنؤ)

دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا "لا نبی بعدہ" کہنے سے منع فرمانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے یقیناً ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کے الفاظ کے عموم کے اعتبار سے عوام کو شبہ اور وہم کو دور کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

...باب ہفتم: دہریت کی تاریخ، اسباب اور تنقیدی جائزہ...

مختصر تعارف

دنیائے مذاہب میں بنیادی طور پر دو قسم کے عقائد سبھی کے ہاں کچھ اختلافات کے ساتھ یکساں طور پر موجود ہیں (1) وجود خداوندی (2) فرستاگانِ خدا کا تصور جسے رسول (اور دیگر مذاہب میں) بدھ اور اوتار کے نام سے جانا جاتا ہے۔ان دونوں عقیدوں کا ماحصل یہ ہے کہ اس کائنات کو خدا نے تخلیق کیا ہے اور تخلیق کرنے کے بعد وہ اس کائنات سے لاتعلق نہیں ہو گیا بلکہ اس کائنات کا نظام وہی چلا رہا ہے۔اس نے انسانوں کو اچھے اور بُرے کی تمیز سکھائی ہے اور یہ شعور اس کے نفس میں رکھ دیا جسے فطرت کہتے ہیں۔مزید بر آں خدا کی طرف سے چند عملی نمونے بھی آئے جن کے مطابق انسانوں کو اپنی زندگی گزارنا چاہئے۔چند ایک مذاہب کو چھوڑ کر سبھی اہم مذاہب میں آخرت کا تصور بھی ہے جس کے مطابق اچھے اعمال کرنے والوں کے لئے جنت اور بُرے اعمال کرنے والوں کے لئے دوزخ ہے۔

مذہب کے متعلق ان عمومی عقائد کے علاوہ ایک اور طرزِ فکر رائج رہا ہے جسے الحاد، لادینیت، دہریت، لبرازم، سیکولرازم یا کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔

الحاد درحقیقت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک طرزِ فکر کا نام ہے جو خدا، رسالت اور آخرت پر یقین نہ کرنے سے متعلق ہے۔الحاد سے تعلق رکھنے والوں کو ملحدین کہا جاتا ہے۔ان کے نزدیک خدا کا کوئی وجود نہیں ہے۔لہٰذا ملحدین کے نزدیک مذہب بھی کوئی الہامی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ انسان کی اپنی سوچ و فکر کا نتیجہ ہے۔

دورِ حاضر میں الحاد کی تین بڑی قسمیں جنہیں مروجہ اصطلاحات میں:

1۔ ایگنوسٹی سزم (Agnoticism)

2۔ ایتھ ازم (Atheism)

3۔ ڈی ازم (Deism)

1۔ایگنوسٹی سزم (Agnoticism) کو لاادریت بھی کہا جاتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خدا ہے یا نہیں۔

2۔ایتھ ازم (Atheism) سے مراد یہ ہے کہ خدا کے وجود کا سرے سے انکار کر دیا جائے۔

3۔ڈی ازم (Deism) کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو عقل کی بنیاد پر مان تو لیا جائے لیکن رسالت کا انکار کیا جائے۔

ان تینوں تصورات کا عملی نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ انسان ہر قسم کے مذہب سے خود علیحدہ کر لیتا ہے۔ ڈی ازم میں اگرچہ خدا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن انبیاء کرام کی لائی ہوئی ہدایت سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگنوسٹی سزم کے ماننے والے اگرچہ خدا کے وجود کا کھلا انکار نہیں کرتے مگر اقرار بھی نہیں کرتے۔

ایک چوتھی قسم ہے جسے دیسی لبرل کہا جاسکتا ہے۔ان کے پاس مغربی سیکولر لوگوں کی طرح کوئی نقطہ نہیں ہے یہ لوگ پڑھے لکھے جاہل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی کلچر کے دلدادہ ہیں۔ دیسی لبرل میں کئی تو واقعی مذہب کے منکر دہریت میں داخل ہو جاتے ہیں اور کئی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو مذہب کے ساتھ منسلک تو کرتے ہیں لیکن مذہب کے احکام سے خود کو آزاد سمجھتے ہیں اگرچہ جینے مرنے کے کئی افعال اسلام کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد اسلام کے مطابق قبر میں دفن ہونے کو پسند کرتے ہیں حالانکہ ساری زندگی اسلام کے خلاف بکواس کی ہوتی ہے، کئی شرعی احکام کے بالخصوص ناموس رسالت، پردہ، دینی علم کے خلاف زبان درازی کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد ہو چکے ہوتے ہیں۔

کئی سیکولر ایسے بھی ہیں جو مذہب کو صرف ایک ہتھیار سمجھ کر استعمال کرتے ہیں درحقیقت ان کو مکمل آزادی، سیکس اور دیگر حرام امور ہر دلعزیز ہوتے ہیں۔ دیسی لبرل اور ملحد ہر جگہ یہ باور کراتے پھرتے ہیں کہ وہ نیوٹرل ہیں، ان کے خیالات ہر قسم کے تعصبات سے ماورا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی سوچ کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ جن ملاؤں کو متشدد اور انتہا پسند کہتے ہیں خود ان سے بھی بڑھ کر متشدد اور انتہا پسند سوچ رکھتے ہیں۔ مذہب اور مذہبی لوگوں کے بارے میں جتنے یہ گہرے متعصب اور متشدد ہیں اتنا کوئی بھی نہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی اکثریت سامراجی جنگوں کی حمایتی اور اپنے مخالفین کی قتل وغارت کو جائز سمجھتی ہے۔ یہ لوگ حکومتوں کو اکساتے ہیں کہ وہ مذہبی لوگوں پر تشدد اور جنگیں مسلط کریں، ان کو تباہ برباد کر دیں۔

دہشت گردی کے کسی واقعہ میں چند لوگوں کی ہلاکت کی کبھی مذمت کر دیتے ہیں اگر اس سے اپنے موقف کو سپورٹ مل رہی ہو یا صرف اس لیے کہ قتل وغارت کی مذمت کرنا قابل تعریف رجحان سمجھا جاتا ہے، مگر کافروں

کے ہاتھوں شہید ہونے والے لاکھوں مسلمانوں کے بارے میں مذمتی کلمات کبھی بھولے سے بھی انکی زبانوں سے نہیں نکلتے۔

اسی طرح ان لوگوں کی اکثریت امریکی و مغربی سامراج کی مسلط کردہ جمہوریت کے حق میں ہے، مگر جمہوریت کے اس غیر انسانی کردار کو سامنے لانے سے گریزاں ہیں، جس کی وجہ سے کروڑوں لوگوں کی زندگی بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ الٹا مغالطہ یہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کے ذمہ دار یہ مولوی ہیں، چنانچہ عوام کو درپیش بھیانک مسائل کا ذمہ دار اس سرمایہ دارانہ نظام کو ٹھہرانے کے بجائے مذہب اور مذہبی لوگوں کو ٹھہراتے ہیں۔

آپ انکے فیس بک پیجز (Facebook Pages) اور گروپس کا وزٹ کریں تو وہاں اکثر آپ کو کسی غریب بچے بچی کی تصویر نظر آئے گی جو گندگی کے ڈھیر سے چاول، پھل وغیرہ اٹھا کے کھا رہا ہوگا اور انہوں نے ساتھ کمنٹ لکھے ہونگے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ پتھر میں چھپے ہوئے کیڑے کو تو رزق پہنچانے کا دعوی کرتا ہے لیکن انسان کو رزق پہنچانے میں ناکام ہے معاذ اللہ عزوجل۔ یونہی انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کرنا، اسلامی شرعی احکام پر طعن و تشنیع کرنا ان کا وتیرہ ہے۔ ان کے پاس علمی ٹھوس دلائل نہیں ہوتے بلکہ اسی طرح کے گھسے پٹے اعتراضات ہوتے ہیں جن کے منہ توڑ جوابات علمائے اسلام دیتے رہتے ہیں۔

الحاد، دہریت، لبرل ازم، سیکولرازم کے معنی

دہریت، لبرازم، سیکولرزم، کیمونسٹ نام کی تعریف و تاریخ میں فرق ضرور ہے لیکن موجودہ دور میں یہ تمام نام ان لوگوں کے لیے بولے جاتے ہیں جو خود کو مذہب سے آزاد سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ان کی تعریفات اور تاریخ بیان کی جاتی ہے۔

الحاد کی تعریف: عربی زبان میں الحاد کا لغوی مطلب، انحراف یعنی درست راہ سے ہٹ جانا ہے۔ الحاد اسلامی مضامین میں استعمال کی جانے والی ایک اصطلاح ہے جو اپنا پس منظر قرآن سے اخذ کرتی ہے۔ قرآن کی سورت الاعراف کی آیت 180 میں "یُلۡحِدُوۡنَ" (یعنی لحد کرنا یا انحراف کرنے) کا لفظ آتا ہے۔

یہ کلمہ، لحد سے ماخوذ ہے۔ لحد کا لفظ عام طور پر اردو میں بھی قبر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت لحد سے مراد اس طاق یا دراڑ یا درز کی ہوتی ہے کہ جو قبر میں ایک جانب ہٹی ہوئی ہوتی ہے اور جس میں میت کو

رکھا جاتا ہے۔ چونکہ یہ طاق یا درز درمیان سے ہٹی ہوئی ہوا کرتی ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ قبر کے درمیان سے منحرف ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس کو لحد کہا جاتا ہے اور اسی لحد سے الحاد بھی بنا ہے۔

لفظ الحاد کو انگریزی میں بعض اوقات (atheism) بھی لکھ دیا جاتا ہے جو اپنے معنوں میں خاصا مختلف مفہوم کا حامل ہے جس کی درست اردو عقلاً و منطقاً، لامذہبیت یا لادینی آتی ہے۔

دہریت کی تعریف: دہر عربی لفظ ہے، جس کا ترجمہ زمانہ ہے۔ دہریہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو زمانے کو تو مانتا ہے لیکن زمانہ کے خالق کو نہیں مانتا۔ دہریت کوئی جدید ایجاد نہیں ہے بلکہ کئی صدیوں سے اس طرح کے عقائد رکھنے والے لوگ آتے رہے ہیں۔ موجودہ دور کی طرح پہلے ادوار میں بھی علمائے اسلام نے دہریوں کے باطل نظریات کو زبردست جوابات دیے ہیں اور عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ وجود باری تعالیٰ کو ثابت کیا ہے۔

اس کی وجہ تسمیہ کچھ یوں ہے کہ کفار کو جب اللہ عزوجل پر ایمان لانے اور اللہ عزوجل کے متعلق کہا جاتا کہ وہ ذات زندگی و موت دینے والی ہے تو وہ جواباً یوں کہتے ﴿مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو نِرے گمان دوڑاتے ہیں۔ (سورۃ الجاثیہ، سورۃ 45، آیت 24)

یعنی روز و شب کا دورہ وہ اسی کو موثر اعتقاد کرتے تھے اور ملک الموت کا اور بحکمِ الٰہی روحیں قبض کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر ایک حادثہ کو دہر اور زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسی لفظ "دہر" سے اخذ کرکے "دہریہ" مستعمل ہے۔

لبرل ازم: لفظ لبرل، قدیم روم کی لاطینی زبان کے لفظ لائبر ((liber) اور پھر لائبرالس (liberalis) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے آزاد، جو غلام نہ ہو۔

سیکولرازم: یہ لفظ قدیم لاطینی لفظ سیکولارس (saecularis) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے وقت کے اندر محدود۔ عیسائی عقیدے کے مطابق خدا کی ذات وقت کی قید اور حدود سے آزاد اور ماورا ہے۔ دہریت میں اللہ عزوجل کا انکار کیا جاتا ہے اس کی بہ نسبت سیکولرزم میں اللہ عزوجل کو تو مانا جاتا ہے لیکن آزادی کو دین پر ترجیح دی

جاتی ہے کہ ہر فرد جو کرنا چاہے، کہنا چاہے وہ کہہ سکتا ہے اسے مکمل آزادی حاصل ہے، یونہی دین کو سیاست سے الگ رکھنا ان کا نظریہ ہے۔

دہریت کے اسباب

دہریہ ہونے کے کئی اسباب ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆**اللہ عزوجل کے بارے میں غیر واضح عقیدہ:** دہریت سب سے زیادہ عیسایت، بدھ مت اور اسی طرح کے ان ادیان میں ہے جن میں وجود باری تعالی کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔ بقیہ ادیان کی بہ نسبت سب سے کم اسلام میں دہریت کو فروغ ملا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اللہ عزوجل، انبیاء علیہم السلام، تخلیق کائنات کے بارے میں ایسے واضح دلائل ہیں کہ ہر ذی شعور اس کو باآسانی سمجھ سکتا ہے۔

☆**دینی کتب میں تضاد:** دینی کتب میں تضاد ہونا الحاد کو فروغ دیتا ہے۔ اگر ہم بائبل کا مطالعہ کریں تو کئی باتیں ایسی ہیں جو متضاد ہیں۔ یونہی کئی مذاہب کی بنیادی کتب میں بت پرستی سے ممانعت ثابت ہے لیکن اس مذہب کے ماننے والے بت پرست ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں عقائد و نظریات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ چند فروعی مسائل جیسے نماز، روزہ وغیرہ کے طریقے احادیث میں ضرور کچھ مختلف آئے ہیں چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عمل قصداً مختلف انداز سے کیا ہے یا یہ ہوا کہ ایک طریقہ ایک وقت تک کیا گیا پھر اس عمل کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ سے وہ کیا، اب جس صحابی نے آپ علیہ السلام کو جس طریقے سے نماز پڑھتے اور دیگر اعمال کرتے دیکھا وہ ساری زندگی اسی طرح کرتا رہا اور اپنی نسلوں کو اسی کی تعلیم دیتا رہا۔ پھر احادیث کے مختلف ہونے پر بھی ترجیح کے دلائل موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پر مختلف احادیث ہونے کی وجہ سے دہریہ نہیں بنتا۔

☆**عقائد واعمال کا غیر فطرتی وغیر عقلی ہونا:** اسلام ایک فطرتی اور عقل کے عین مطابق دین ہے جبکہ دیگر ادیان میں کئی ایسے عقائد واحکام ہیں جو فطرت اور عقل سے وراء ہیں جیسے عیسائیوں میں نظریہ کفارہ، مسئلہ تثلیث، ہندوؤں میں بت پرستی، بدھ مت میں شادی نہ کرنے کا غیر فطرتی عمل، اسی طرح دیگر مذاہب میں غیر عقلی اور فطرت کے مخالف باتوں سے انسان دین سے بیزار ہو کر دہریہ بن جاتا ہے۔

☆ **پادریوں کا عوام کو اپنا غلام بنالینا:** عیسائیت میں دہریت اور سیکولرزم کے عام ہونے کی ایک وجہ عیسائی پادریوں کا لوگوں کو اپنا مذہبی غلام بنالینا بنا۔ عیسائیت ایک نامکمل اور تحریف شدہ دین تھا جسے پادریوں نے اپنے طور پر بنا کر لوگوں پر حکومت کرنا شروع کر دی۔ پادریوں کا ایسے قوانین عوام کو بتانا جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ خدا اور عوام کے درمیان پادریوں کا بہت عمل دخل ہے جیسے کسی عیسائی نے اگر توبہ کرنی ہو تو وہ ڈائریکٹ اللہ عزوجل سے توبہ نہیں کرتا بلکہ گرجا جا کر پادری کے آگے اپنے گناہ کا اظہار کرتا اور توبہ کرتا ہے۔ یونہی ہندوؤں میں برہمنوں کے ظلم و ستم سے دیگر قومیں بیزار ہو کر دہریت میں چلی گئیں۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس دین کے حفاظت کے لیے اللہ عزوجل نے ایسے دینداروں کو پیدا کیا جنہوں نے چودہ سو سال سے لے کر اب تک صحیح دین لوگوں تک پہنچایا۔ اسلام میں دینی شخصیات کا اتنا ہی عمل دخل ہے جتنا اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ علماء کرام نے احکام شرع خود سے نہیں گھڑ لیے بلکہ قرآن و حدیث ہی کو لوگوں کے آگے پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں جب بھی کسی مولوی نے دین کو بگاڑنا چاہا دیگر وقت کے علمائے کرام نے اس کا پردہ فاش کر دیا اور وہ دنیا ہی میں ذلیل ہو گیا۔ علمائے کرام کا کام شرعی مسائل بیان کرنا ہے اور عوام کا کام ان مسائل کے مطابق بدنی اور مالی عبادت کرنا ہے۔ اسلام نے علماء کو عوام الناس پر فضیلت ضرور دی ہے لیکن عوام کو غلام نہیں بنا دیا کہ وہ علماء کی ہر جائز ناجائز بات پر لبیک کہہ دیں بلکہ عالم بھی پابند ہے کہ وہ وہی بات کرے جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

☆ **بے حیائی:** دہریت اور سیکولرازم کے سب سے بڑے اسباب میں سے ایک سبب بے حیا ہونا ہے۔ وہ چند مسلمان جو اسلام کو چھوڑ کر دہریت کا شکار ہوئے ہیں وہ بے حیائی کے سبب ہوئے ہیں کہ بے حیائی کرتے کرتے وہ اس درجہ تک پہنچ گئے تھے کہ اب بے حیائی ان کے رگ و ریشہ میں سما چکی تھی۔ ایسوں کا واپس دین میں آنا ممکن تو ہوتا ہے لیکن بے حیائی کا ایسا چسکا پڑ چکا ہوتا ہے کہ جو مولوی دین و حیا کی بات کرے یہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی باپردہ عورت نے لبرازم کی تائید نہیں کی، اس جہنمی نظریات میں وہی بے حیا عورتیں شامل ہوئی ہیں جن کو اپنے جسم و خوبصورتی پر بہت ناز ہے اور اسی جسم کی نمائش سے انہوں نے چند ٹکے کمائے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں واضح طور پر حیا کی ترغیب موجود ہے جس میں بے حیائی کو بے دینی قرار دیا ہے چنانچہ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرِنَا جَمِيعًا، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حیا اور ایمان دونوں ملے ہوئے ہیں، اگر ایک جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، الحیاء، جلد10، صفحہ166، حدیث7331، مکتبۃ الرشد، الریاض)

☆**آزاد خیالی:** دہریت اور سیکولرزم کا ایک سبب آزاد خیالی ہے۔ جس شخص نے اپنے نفس کو اپنے اوپر اس قدر حاوی کر لیا ہو کہ جو اس کا دل چاہے وہی کرنے کا عادی ہے ایسے شخص کو شیطان دہریت کے جال میں پھانس لیتا ہے۔ آزاد ذہن والا مذہبی احکام کو اپنے نفس کے خلاف سمجھتا ہے اور وہ مذہبی احکام پر چلنے کو دشوار سمجھتا ہے اور چند دینی لوگوں کی غلطیوں کو دلیل بنا کر دیندار طبقہ اور دین سے دور ہوتا جاتا ہے کیونکہ جب اسے دینی اعتبار سے ٹوکا جاتا ہے کہ جو عمل تم کر رہے ہو یہ شرعاً حرام ہے تو یہ بات اس کے نفس کو سخت ناگوار گزرتی ہے جس کی وجہ سے دین کو پس پشت ڈال کر نہ صرف خود آزاد ہوتا ہے بلکہ شیطان ایسے شخص سے دہریت کے فروغ کا کام لیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لبرل لوگ اپنی آخرت تباہ کر کے بھولے بھالے لوگوں کو دین اور دینی شخصیات سے بدظن کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

☆**علم کا تکبر:** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لیے علم نافع کی دعا مانگتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی پڑھے لکھے اپنے علم کے تکبر میں سیکولر ہو گئے۔ انہوں نے دینی احکام کی پیروی کو اپنی اور اپنے حاصل کردہ علم کی توہین سمجھ لیا۔ دیندار طبقہ کو جاہل گنوار سمجھ کر خود کو سب سے بڑا سمجھدار سمجھ کر پڑھے لکھے جاہل ثابت ہوئے۔

☆**ذاتی مفاد:** ذاتی مفاد کی خاطر بھی کئی سیکولرزم کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ کئی لوگ نوکری، کاروبار کرنے یا اپنی سیاست مضبوط کرنے کے لیے سیکولر قسم کی باتیں کر کے بے دین این جی اوز اور کفار کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ ہم کسی مذہب کے نہیں ہیں، ہم اپنے ملک میں مذہب کو ختم کر کے ایک نیوٹل قوانین بنانا چاہتے ہیں جو مذہب سے آزاد ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے کئی لیڈر جو مسلمان ہوتے ہیں لیکن ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے کبھی

ان کے مذہبی تہواروں میں شریک ہو کر بت پرستی کرتے، کبھی عیسائیوں کے ساتھ کرسمس کیک کاٹتے اور کئی مواقع پر یہ بیان دیتے ہیں کہ میں سب کا وزیر ہوں، یہ ملک سب لوگوں کا ہے۔ بلکہ کئی تو میڈیا پر بیٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہونا چاہئے۔ اسکول کے نصاب میں بھی دینی مواد کو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قوانین بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو سیکولرزم کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔

☆**عقائد و نظریات کا سائنس کے خلاف ہونا:** عیسائیت اور دیگر مذاہب میں الحاد کو فروغ ملنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے عقائد و نظریات سائنس سے ٹکراتے ہیں جس کی وجہ سے پڑھا لکھا طبقہ دین سے دور ہو جاتا ہے۔ تمام ادیان کی بہ نسبت مذہب اسلام میں کوئی ایک بھی عقیدہ یا پیشین گوئی ایسی نہیں جو سائنس سے متصادم ہو بلکہ سائنس اسلام کی تائید کرتے ہوئے نظر آتی ہے۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں:

☆**شہد نوع انسانی کے لئے شفا:** شہد کی مکھی کئی طرح کے پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے اور اسے اپنے ہی جسم کے اندر شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ اس شہد کو وہ اپنے چھتے میں بنے خانوں (Cells) میں جمع کرتی ہے۔ آج سے صرف چند صدیوں قبل ہی انسان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ شہد اصل میں شہد کی مکھی کے پیٹ (Belly) سے نکلتا ہے، مگر یہ حقیقت قرآن پاک نے 1400 سال پہلے درج ذیل آیات مبارکہ میں بیان کر دی تھی ﴿يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ترجمہ: اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ (سورۃ النحل، سورۃ 16، آیت 69)

علاوہ ازیں حال ہی میں دریافت کیا گیا ہے کہ شہد میں زخم کو ٹھیک کرنے کی شفا بخش خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہ نرم (مرہم جیسی) جراثیم کش دوا (Mild antiseptic) کا کام بھی کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں روسیوں نے بھی اپنے زخمی فوجیوں کے زخم ڈھانپنے کے لئے شہد کا استعمال کیا تھا۔ شہد کی یہ خاصیت ہے کہ یہ نمی کو برقرار رکھتا ہے اور بافتوں (tissue) پر زخموں کے بہت ہی کم نشان باقی رہنے دیتا ہے شہد کی کثافت (Density) کے باعث کوئی پھپھوندی (fungus) یا جراثیم، زخم میں پروان نہیں چڑھ سکتے۔

سسٹر کیرول (Carole) نامی ایک عیسائی راہبہ (Nun) نے برطانوی شفا خانوں میں سینے اور الزائمر (Alzheimer) (ایک بیماری کا نام) کے بیماریوں میں مبتلا بائیس 22 ناقابل علاج مریضوں کا علاج

پروپولس (Propolis) نامی مادے سے کیا۔ شہد کی مکھیاں یہ مادہ پیدا کرتی ہیں اور اسے اپنے چھتے کے خانوں کو جراثیموں کو روکنے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی پودے سے ہونے والی الرجی میں مبتلا ہو جائے تو اسی پودے سے حاصل شدہ شہد اس شخص کو دیا جاسکتا ہے تاکہ وہ الرجی کے خلاف مزاحمت پیدا کر لے۔ شہد وٹامن۔ کے (vitamen K) اور فرکٹوز (Fructose) (ایک طرح کی شکر) سے بھی بھرپور ہوتا ہے۔

قرآن میں شہد اسکی تشکیل اور خصوصیات کے بارے میں جو علم دیا گیا ہے اسے انسان نے نزول قرآن کے صدیوں بعد اپنے تجربے اور مشاہدے سے دریافت کیا ہے۔

☆**ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان سے خارج ہونے والا قطرہ:** اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ o خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ o يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ﴾ ترجمہ: تو چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا، جست کرتے پانی سے، جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔

(سورۃ الطارق، سورۃ 86، آیت 5,6,7)

جنینی مراحل (embryonic stages) میں مردانہ وزنانہ تولیدی اعضاء یعنی فوطے (testicle) اور بیضہ دان (Ovary) گردوں کے پاس سے ریڑھ کی ہڈی اور گیارہویں اور بارہویں پسلیوں کے درمیان سے نمو پذیر ہونا شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں وہ کچھ نیچے اُتر آتے ہیں، زنانا تولیدی غدود (gonads) یعنی بیضہ دانیاں پیڑو (pelvis) میں رک جاتی ہے جبکہ مردانہ اعضائے تولید (inguinal canal) کے راستے خصیہ دانی (scrotum) تک جا پہنچتے ہیں۔ حتی کہ بلوغت میں بھی جبکہ تولیدی غدود کے نیچے جانے کا عمل رک چکا ہوتا ہے ان غدود میں دھڑ والی بڑی رگ (Abdominal aorta) کے ذریعے خون اور اعصاب کی رسائی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دھیان رہے کہ دھڑ والی بڑی رگ اس علاقے میں ہوتی ہے جو ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ لمفی نکاس (Lymphetic drainage) اور خون کا وریدی بہاؤ بھی اس سمت ہوتا ہے۔

آج کی سائنس قرآن کے اس بیان کردہ نظام کی تائید کرتی ہے۔

☆ **تین تاریک پردوں کی حفاظت میں رکھا گیا جنین (foetus):** قرآن پاک میں ہے ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ترجمہ: تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں۔ (سورۃ الزمر، سورۃ 39، آیت 6)

پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور (Keith L. Moore) کے مطابق قرآن پاک میں تاریکی کے جن تین پردوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1۔ شکم مادر کی اگلی دیوار

2۔ رحم مادر کی دیوار

3۔ غلافِ جنین اور اس کے گرد لپٹی ہوئی جھلی (amnio-chorionic membrane) (قرآن اور جدید سائنس https://ur.wikipedia.org/wiki/)

قرآن کے علاوہ احادیث و سنتوں پر کئی سائنسی تائیدات وجود میں آچکی ہیں اور مزید جاری ہیں۔

☆ **مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالأُخْرَى شِفَاءً" ترجمہ: اگر تم میں سے کسی کے مشروب (پانی، دودھ وغیرہ) میں مکھی گر پڑے تو اسے چاہئے کہ اس کو مشروب میں ڈبکی دے، پھر اسے نکال پھینکے، کیوں کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے تو دوسرے میں شفا۔

(صحیح البخاری، بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب....، جلد 4، صفحہ 130، حدیث 3320، دار طوق النجاۃ، مصر)

طبی طور پر اب یہ معروف بات ہے کہ مکھی اپنے جسم کے ساتھ کچھ جراثیم اٹھائے پھرتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 1400 سال پہلے بیان فرمایا جب انسان جدید طب کے متعلق بہت کم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ عضوے (Organisms) اور دیگر ذرائع پیدا کئے جو ان جراثیم (Pathogenes) کو ہلاک کر دیتے ہیں، مثلاً پنسلین پھپھوندی اور سٹیفا کلو کوسائی جیسے جراثیم کو مار ڈالتی ہے۔ حالیہ تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مکھی بیماری (جراثیم) کے ساتھ ساتھ ان جراثیم کا تریاق بھی اٹھائے پھرتی ہے۔ عام طور پر جب مکھی کسی مائع غذا کو چھوتی ہے تو وہ

اسے اپنے جراثیم سے آلودہ کردیتی ہے لہٰذا اسے مائع میں ڈبکی دینی چاہئے تاکہ وہ ان جراثیم کا تریاق بھی اس میں شامل کردے جو جراثیم کا مداوا کرے گا۔

ماہرین خرد حیاتیات (Microbiologists) نے ثابت کیا ہے کہ مکھی کے پیٹ میں خامراتی خلیات (Yeast Cells) طفیلیوں (Parasites) کے طور پر رہتے ہیں اور یہ خامراتی خلیات اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مکھی کی تنفس کی نالیوں (Repiratory Tubules) میں گھسے ہوتے ہیں اور جب مکھی مائع میں ڈبوئی جائے تو وہ خلیات نکل کر مائع میں شامل ہو جاتے ہیں، اور ان خلیات کا مواد ان جراثیم کا تریاق ہوتا ہے جنہیں مکھی اٹھائے پھرتی ہے۔

☆ **چار ماہ بعد روح پھونکی جانا:** کثیر مستند احادیث سے ثابت ہے کہ جب حمل چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں ہے "عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ، قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ" ترجمہ: زید بن وہب سے روایت ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا مادہ خلقت تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں جمع رکھا جاتا ہے، پھر چالیس دن جما ہوا خون ہوتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیتا ہے، اس کا عمل، روزی، عمر، اس کے بدبخت یا نیک بخت ہونے کے متعلق لکھنے کا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، جلد 4، صفحہ 111، حدیث 3208، دار طوق النجاۃ، مصر)

جدید سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ چار ماہ بعد جنین میں جاندار والی حرکات پیدا ہو جاتی ہیں۔ چند انٹرنیٹ میں موجود سائنسی انکشافات پیش خدمت ہیں:

ایک جگہ ہے:

Science has verified that after about 120 days, the foetus can think; express emotions,as well as a few other things.

(http://islam4parents.com/2008/07/teaching-your-foetus/)

ایک جگہ ہے:

The Ruh(soul)enters the foetus at 120 days (4 months) from conception.

(http://www.my-journal.com/jm/md__1/jm__18775/dt__1297411200)

مشہور انٹرنیٹ سائیٹ وکیپیڈیا میں ہے:

Week 16 to 25: A woman pregnant for the first time typically feels fetal movements at about 21 weeks, whereas a woman who has already given birth at least two times i.e. a multiparous woman) will typically feel movements by 20 weeks. By the end of the fifth month, the fetus is about 20 cm (8 inches)

(http://en.wikipedia.org/wiki/Human_fetal_development#Week_16_to_25)

ایک سائیٹ پہ 18 ہفتوں کے بعد جو بچے کی حرکت ہوتی ہے اس کے متعلق ہے:

Tiny air sacs called alveoli begin to form in lungs and the vocal chords are formed. Baby goes through the motions of crying but without air doesn't make a sound; yet.Your baby may have the same awake and sleep patterns of a newborn. Baby will

have a favorite position for sleep and recognizable active and rest periods. (http://baby2see.com/development/week18.html)

دوسری جگہ ایک سو بیس دنوں کے بعد ہے:

Her chest moves up and down to mimic breathing. Her blood vessels are visible through her thin skin, and her ears are now in their final position, although they're still standing out from her head a bit.

(http://www.babycentre.co.uk/pregnancy/fetaldevelopment/18weeks/)

☆ **مرد کا ٹخنے ننگے رکھنا:** مردوں کا شلوار ٹخنوں سے اوپر اور خواتین کا شلوار ٹخنوں سے نیچی رکھنا احادیث سے ثابت ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ جو از راہ تکبر اپنے لباس کو ٹخنوں سے نیچے رکھے گا، اللہ رب العزت قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حکیم طارق محمود چغتائی اس کی سائنسی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''طاہر منیر صاحب قوم کا کاروبار کرتے ہیں، اچھے پڑھے لکھے صاحب ہیں، فرمانے لگے: میں امریکہ (مشی گن اسٹیٹ) کے سفر پر تھا، وہاں ایک ہیلتھ سینٹر (Centre Health) دیکھا۔ میرے دوست نے کہا: یہاں چلو آپ کو مزے دار چیزیں دکھاتا ہوں۔ ہم اکٹھے اس سینٹر میں پہنچے، بہت بڑا سینٹر تھا، اس کے مختلف شعبے تھے، ہم پھرتے پھراتے شعبہ لباس میں پہنچے تو ایک جگہ لکھا ہوا تھا: شلوار (لباس) کو ٹخنوں سے اوپر لٹکاؤ، اس سے ٹخنوں کے ورم، جگر کے اندرونی ورم اور پاگل پن سے بچ جاؤ گے۔ میں چونک پڑا، میں نے پوچھا کہ یہ سینٹر مسلمانوں کا ہے؟ کہا نہیں یہ عیسائیوں کا تحقیقاتی ادارہ ہے اور یہاں صحت کے مختلف عنوانات پر تحقیق کرتے ہیں، جن میں بعض اسلامی احکامات بھی زیر بحث آتے ہیں۔ اگر شلوار ٹخنوں سے نیچے ہوگی تو بعض اہم شریانیں (Arteries) اور وریدیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ہوا اور پانی اشد ضرورت ہوتی ہے اور اگر وہ ڈھکی رہیں تو جسم کے اندر مذکورہ بالا تبدیلیاں آتی ہیں۔

طاہر منیر صاحب کے مطابق وہاں میں اس سینٹر کے متعلقین سے ملا تو انہوں نے عجیب و غریب انکشافات کئے، ان کا کہنا ہے کہ عورتیں اگر کھلے پائنچوں والی شلوار یا ٹخنوں کے اوپر شلوار لٹکائیں گی تو ان کے اندر نسوانی ہارمونز

کی کمی یا زیادتی ہو جائے گی،اس کی وجہ سے وہ اندرونی ورم (Viginal Inflammation)، کمر کا درد (backache)،اعصابی کمزوری اور کھچاؤ کا مستقل شکار رہیں گی۔

طاہر صاحب فرمانے لگے، جب میں نے یہ کیفیت خانہ دار عورتوں میں دیکھی تو واقعی جنہوں نے سنت سے اعراض کیا ہوا تھا،ان کی حالت بالکل ویسی ہی تھی۔ (ماخوذ از سنت نبوی اور جدید سائنس، مصنف حکیم طارق محمود چغتائی)

☆**ہاتھ سے کھانا کھانے کے فوائد:** کھانا ہاتھ سے کھانا سنت ہے جس کے فوائد کئی سائنسی تحقیقات سے ثابت ہیں۔اخبار ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق جدید تحقیقات نے جہاں ایک طرف ہاتھ سے کھانے کو متعدد قسم کی بیماریوں سے بچاؤ، ہاضمے کی بہتری اور احساس مسرت کا سبب قرار دیا ہے، وہیں وزن کم کرنے کے خواہش مندوں کیلئے بھی اس طریقے کو نہایت مفید قرار دیا ہے۔حال ہی میں سائنسی جریدے کلینیکل نیوٹریشن میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ ٹائپ ٹو ذیابیطس کے شکار افراد عموماً عجلت میں کھانا کھاتے ہیں اور تیزی سے خوراک نگلنے کے علاوہ ضرورت سے زائد کھانے کی وجہ سے بھی ان کی بیماری میں شدت کا خدشہ رہتا ہے۔یہ افراد چمچ یا کانٹے سے کھانے کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ اگر یہ کھانے کیلئے ہاتھ کا استعمال کریں تو مسائل سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ہاتھ سے کھانا کھانے کی صورت میں نہ صرف قدرتی طور پر کھانے کی رفتار معتدل ہو جائے گی بلکہ ضرورت سے زائد کھانے کی عادت بھی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی۔ہاتھ سے کھانے اور ہاضمے کی بہتری کا تعلق بیان کرتے ہوئے ماہرین نے بتایا کہ جونہی ہم کھانے کو چھوتے ہیں تو عصبی خلیوں کے ذریعے دماغ کو غذا کے متعلق پیغام پہنچتا ہے،اور پورا جسم کھانے کے عمل اور اسے ہضم کرنے کے عمل کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔جس طرح ہاتھ سے کھانے کی صورت میں جسم غذا کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے دھاتی اشیاء اور چمچ کانٹوں سے وہ ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہاتھ سے کھانے والے ناصرف معتدل رفتار سے کھاتے ہیں بلکہ خوراک کو بہتر طور پر چباتے ہیں اور ان کا جسم بھی اسے ہضم کرنے کیلئے بہتر طور پر تیار ہوتا ہے۔ان تمام عوامل کا مجموعی نتیجہ موٹاپے سے قدرتی طور پر نجات کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ہاتھ سے کھانے کے فوائد کا اندازہ پوری طرح تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ اسے اپنی روزمرہ زندگی کا لازمی حصہ بنالیں۔ ہاتھ سے کھانا کھانے والوں کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ناخن بروقت تراشیں اور ہاتھوں کی صفائی کا مکمل خیال رکھے۔

روزنامہ ڈیلی پاکستان میں ہے: لندن (نیوز ڈیسک) ہاتھ سے کھانا کھانا ہماری مذہبی تعلیمات اور معاشرتی روایت کا حصہ ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مغرب سے مغلوب ہو کر آج ہم سے اکثر کانٹوں اور چمچوں سے کھانا کھاتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ہاتھ سے کھانا کھانے کے پیچھے حکمت کیا ہے؟، اگر نہیں تو ہم آپ کو یہاں اس کے طبی فوائد سے آگاہ کرتے ہیں۔

توانائی کا توازن: آیروے دک (نباتاتی) طب کے مطابق انسانی زندگی یا توانائی کا انحصار پانچ چیزوں پر ہے اور اس جزو ترکیبی سے انگلیوں کو تشبیہ دی جاتی ہے، یعنی انگوٹھا آگ، شہادت کی انگلی ہوا، بڑی انگلی آسمان، رنگ والی انگلی زمین اور سب سے چھوٹی انگلی کو پانی سے جوڑا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی بھی چیز کی کمی انسان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو تمام انگلیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں، جو غذا کو مقوی بنا کر ہمیں متعدد بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔

نظام انہضام کی بہتری: انسانی جسم میں چھونے کا احساس نہایت طاقت ور اثر پذیری رکھتا ہے، لہٰذا جب ہم ہماری انگلیاں کھانے کو چھوتی ہیں، تو دماغ کو یہ سگنل ملتا ہے کہ ہم کھانا کھانے لگے ہیں اور دماغ سے معدے کو سگنل پہنچتا ہے اور یوں معدہ کھانے کو ہضم کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

کھانے پر دھیان: ہاتھوں سے کھانے سے کھانے کی طرف توجہ مخصوص ہو جاتی ہے۔ یوں کھانے سے آپ کو مکمل توجہ کھانے پر رکھنا پڑتی ہے، جس سے آپ نہ صرف مناسب مقدار میں کھانا کھائیں گے بلکہ کوئی مضر چیز گرنے پر اسے فوری پکڑ بھی لیں گے۔

منہ کا جلنا: ہاتھ درجہ حرارت سینسر بھی ہوتے ہیں، جب آپ کھانے کو چھوتے ہیں، تو اگر وہ بہت زیادہ گرم ہے، تو آپ اسے منہ میں نہیں لے جائیں گے، یوں آپ کا منہ جلنے سے بچ جائے گا، بصورت دیگر چمچ سے کھانے سے آپ درجہ حرارت کا درست اندازہ نہیں لگا سکیں گے اور منہ جلا بیٹھیں گے۔ (Dailypaksitan 20 August 2014)

☆**انگلیوں کے پوروں پر جراثیم کش پروٹین:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا، أَوْ يُلْعِقَهَا'' ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ اپنا ہاتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ اسے (انگلیاں) چاٹ لے یا چٹوا لے۔

(صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة..، جلد3، صفحہ1605، حدیث 2031، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ صدیاں پہلے دیا اور اس میں جو حکمت کارفرما ہے اس کی تصدیق طبی سائنسدان اس دور میں کر رہے ہیں۔ جرمنی کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ اخذ کیا ہے کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین اسے دست، قے اور ہیضے جیسی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق وہ بیکٹیریا جنہیں ''ای کولائی'' کہتے ہیں، جب انگلیوں کی پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان مضر صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات پیدا نہیں کرتے خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے تو جراثیم کش پروٹین متحرک ہو جاتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہیضے، دست اور قے کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔ (روزنامہ نوائے وقت 30 جون 2005ء)

مستقبل میں سیکولرازم اور دہریت کے فروغ کے اسباب

تاریخ میں جو سیکولرازم اور دہریت کو فروغ ملا اس کے اسباب تو آگے بیان ہونگے اور یہ بھی ثابت کیا گیا کہ مذہب اسلام میں کوئی ایسی خامی نہیں جو دہریت کی بنیاد بن سکے۔ فی زمانہ اور مستقبل میں جو مسلمانوں میں دہریت کو کچھ فروغ مل رہا ہے یا ملے گا اس کی چند وجوہات جو راقم الحروف کے ذہن میں ہیں وہ تحریری شکل میں پیش کرتا ہوں۔ اگر میں ان اسباب پر تفصیلی لکھوں تو ایک پوری کتاب لکھ سکتا ہوں، لیکن فی الوقت مختصرا تحریر کرتا ہوں تاکہ عوام اور دین دار طبقہ اس تحریر سے استفادہ کر سکیں اور دہریت کے فروغ کو روک سکیں۔

☆**میڈیا:** فی زمانہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میڈیا آزاد خیالی کو بہت فروغ دینے کے ساتھ ساتھ دین دار طبقہ کو بدنام کر رہا ہے۔ معاشرے کے ہر شعبہ میں برائیاں عام ہیں لیکن دینی شعبہ میں اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو میڈیا اس کی خوب تشہیر کر کے لوگوں کو دینی لوگوں سے دور کرتا ہے۔ میڈیا کا ایسا کرنا کئی وجوہات کی بنا پر ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ میڈیا کے خود کئی لوگ لبرل ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی این جی اوز اور کفار ان کو ایسا کرنے پر

مالی مدد کرتے ہیں۔ اسلامی تہواروں کو میڈیا نے ایک تفریح کا نام دے دیا ہے اور اس میں ہلہ گلہ کرنا اپنا معمول بنا لیا۔ رمضان ٹرانسمیشنز(Transmission) میں جاہل فنکاروں کا دینی پروگرام کرنا ہر سال عام ہو رہا ہے۔ ان پروگراموں کا عام کرنا یہ باور کروانا ہے کہ معاشرے کو علماء کی حاجت نہیں۔ اگر کسی پروگرام میں علماء کو بلاوائیں گے تو مختلف مسالک کے علماء کو اکٹھا کر کے اختلافی مسائل چھیڑ کر لڑوائیں گے اور عوام کو دین سے دور کیا جاتا ہے۔

☆**عیاش و بے دین حکمران:** تاریخ گواہ ہے جس مذہب کو حکمرانوں نے اپنایا وہ مذہب پروان چڑھا جیسا کے عیسائیت اور بدھ مت وغیرہ کے باب میں اسے بیان کیا گیا ہے۔ ہم آج کے حکمرانوں کو اور ان کی آنے والی اولادوں کے دیکھتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ موجودہ دور کی طرح مستقبل بھی فتنوں میں گزرے گا۔ آج ہمارے کئی حکمران سیکولر قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ کفار کے غلام ہیں۔ کافروں کو راضی کرنے کے لیے دینی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ خود کو ایک سیکولر ظاہر کرنے کے لیے کسی کافر کے مرنے پر اظہار افسوس کرتے ہیں، کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرتے ہیں، تعلیمی نصاب میں سے مذہب اسلام بالخصوص جہاد کے موضوع کو آہستہ آہستہ نکال رہے ہیں۔ ان کی نااہلی کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض کو پہلا کلمہ نہیں آتا، سورۃ اخلاص نہیں پڑھی جاتی۔ اپنے بے حیائی سے بھرے جلسوں کو کربلا سے تشبیہ اور خود کے امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر ان کے اولادوں کا یہ حال ہے کہ کفار کے ملکوں میں ساری زندگی پڑھا ہوتا ہے، نہ دین کا پتہ نہ غربت کا، ساری زندگی عیاشیوں میں گزارتے ہیں اور بعد میں مسلمانوں پر مسلط ہو کر جس بے حیائی کے ماحول میں خود زندگی گزاری ہوتی ہے اسی ماحول کو عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆**این۔جی۔اوز اور سول سوسائٹی:** سیکولرازم اور دہریت کے فروغ میں فی زمانہ اور مستقبل میں اہم کردار بے دین این جی اوز(NGOs) اور سول سائٹی(Civil-Society) کا ہے۔

پاکستان میں چھوٹی چھوٹی ہزاروں کے حساب سے این جی اوز بنی ہوئی ہیں اور کئی سالوں سے انگریزوں کی سرپرستی میں کام کر رہی ہیں۔ یہ بظاہر ملک و عوام کے ہمدرد، خیر خواہ بنتے ہیں لیکن درحقیقت اس کے دشمن اور اسے نقصان پہنچانے میں کوئی قصر نہ چھوڑنے والے ہیں۔ غریبوں، مظلوموں کی مدد کے بہانے چھوٹی چھوٹی این جی اوز بنا کر فنڈ کھانا اور ملک و اسلام کے خلاف زہر اگلنا ان کا وتیرہ ہے۔

انہی این جی اوز نے مل کر ایک نیا گروہ تشکیل دیا ہے جس کا نام "سول سوسائٹی" ہے۔ اس سول سوسائٹی کا مختصر تعارف کچھ یوں ہے: نام سول سوسائٹی تعداد میں پچیس سے لے کر چالیس یا پچاس تک، پہچان مذہبی جماعتوں دینی مدارس اسلامی شعائر کی زبردست مخالفت، کام چھوٹی چھوٹی جلوسیاں اور دھرنیاں، نظریہ مادر پدر آزاد خیالی اور ڈالر خوری۔ اس سول سوسائٹی میں وہی بڑے سیکولر بے دین قسم کے لوگ ہیں جن میں بعض ایسی شخصیات ہیں جو قانونی اور سیاسی لحاظ سے معروف ہیں۔ غور کریں تو یہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں نان ایشوز کو بڑا ایشوز بنا کر پوری دنیا میں ایسا واویلا مچاتی ہیں کہ جس سے پاکستانی معاشرے اور اور اسلام کا تشخص بدنام ہوتا ہے۔

پاکستان میں اس وقت بہت سی این جی اوز اسلامی سزاؤں کا نفاذ روکنے، سزائے موت ختم کروانے، ماحولیات کا رونا رو کر کالا باغ ڈیم کی تعمیر رکوانے، دستاویزی فلمیں بنا کر عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ بگاڑنے، عریانی اور فحاشی کو فروغ دینے، کشمیر میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام بھول کر بھارت سے محبت کی پینگیں بڑھانے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کو بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔ جس کے لئے انہیں ملک و اسلام دشمن غیر ملکی قوتوں کی جانب سے بھاری فنڈنگ ہو رہی ہے، لیکن آج تک کسی نے بھی ان کے گھناؤنے کردار کو سامنے لانے اور ان کا کڑا احتساب کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی بھی پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سانحہ ہوا اور جرم ثابت ہو گیا تو ملزمان کے دفاع کے لئے کوئی نہ کوئی این جی او اٹھ کھڑی ہوئی، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے خاکے شائع کرنے کی گھناؤنی حرکت کی گئی اور شیطان کے چیلے ملعون ٹیری جان نے قرآن پاک جلانے کی گھناؤنی حرکت کی تو ان تمام این جی اوز کی زبانوں پر تالے پر گئے۔ پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو کالا قانون کہنا والا سلمان تاثیر قتل ہوا تو بہت سی این جی اوز کے دلوں سے ہمدردی کے چشمے پھوٹ پڑے، لیکن جب پاکستان میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت نے دہشت گردی کروائی، ہزاروں پاکستانیوں کو شہید کیا تو یہ این جی اوز خاموش تماشائی بنی رہیں اور کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ برما میں بدھ مت کے دہشت گردوں کے ہاتھوں لاکھوں مسلمانوں کی شہادت ان این جی اوز کے لئے معمولی بات ہے۔ ان این جی اوز کو یہ نظر نہیں آتا کہ امریکہ اور برطانیہ میں جرائم، ریپ اور بے راہ روی کی شرح کیا ہے؟ ان ممالک میں ہر

سال چودہ سال تک عمر کی کتنے لاکھ بن بیاہی لڑکیاں ناجائز بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں، لیکن یہ این جی اوز پاکستان میں ہونے والے کسی ایک بھی واقعہ کے مجرموں کو سزادلانے کے لئے کچھ کرنے کی بجائے عالمی سطح پر یوں آہ وبکاہ کرتی ہیں جیسے پاکستان نے کسی دوسرے ملک پر ایٹمی حملہ کردیا ہو۔ان این جی اوز نے مختاراں مائی کو اپنا آلہ کار بنایا،اس کے ذریعے خوداربوں کمائے اوراسے کروڑوں کامالک بنادیا،بدلے میں اس نے درجنوں ممالک میں جاکر پاکستان کو بدنام کیا۔ان این جی اوز کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ پاکستان میں کئی منظم گینگ ننھے ننھے معصوم بچوں کو اغوا کرکے یا پھر لاوارث بچوں کو حاصل کرکے انہیں معذور کرتے اور پھر سڑکوں پر پھینک کر بھیک منگواتے ہیں، لیکن ہر وہ پہلو ضرور نظر آجاتا ہے جس سے پاکستان اور اسلام کو بدنام کیا جاسکے، پاکستان میں بے راہ روی، فحاشی اور عریانیت کو فروغ دیا جاسکے۔اگر کبھی دکھلاوے کے طور پر ملک کے لئے نکلے بھی تو فار میلٹی کے طور پر لیکن جب انگریزوں کا اشارہ آئے کہ اسلام اور علماء کے بارے میں زبان درازی کرنی ہے تو پھر یہ پورے زور وشور سے نکلتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ناموس رسالت کی بات ہو، کہیں مسجد ومدرسہ میں دہشت گردی ہو یہ آپ کو نظر نہیں آئے گے، چیچن خواتین کے قتل اور خواتین کو زندہ درگور کرنے کے واقعات پر کسی این جی او نے شمعیں روشن نہیں کیں۔یہ نظر آئیں گے تو کسی گستاخ کی برسی پر، کسی کافر کے قتل ہونے کے احتجاج میں، کوئی عورت اگر گھر سے کسی کے ساتھ بھاگ جائے تو فقط اپنی این جی او چلانے کے لئے اس کی حمایت کرتے اس کے والدین کو ظالم ثابت کرتے ہوئے۔ کفار اس سول سوسائٹی اور این جی اوز سے فقط انتشار پھیلانے کا ہی کام نہیں لیتے بلکہ حساس اداروں کی معلومات لے نے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔

میڈیا کی بڑی تعداد اس سول سوسائٹی اور این جی اوز کی حمایتی ہے اور ان کو سول سوسائٹی کی تشہیر کے لئے اچھی خاصی رقم دی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دو چار سول سوسائٹی والے کسی مسئلہ پر احتجاج کررہے ہوں گے تو اخباروں کی سرخیوں اور خبروں کی ہیڈلائن میں اس کا چرچا ہورہا ہوگا۔

☆**رفتہ رفتہ دینی علم مفقود ہوتے جانا:** دین اسلام کا بنیادی علم نہ ہونا دہریت کے فروغ کا اہم حصہ ہے۔دہریے انٹرنیٹ پر قرآن آیات واحادیث کو لے کر اس پر باطل قسم کے اعتراضات کرتے ہیں اور عام عوام جنہیں دین کی اتنی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی وہ وسوسوں کا شکار ہوجاتی ہے۔اب تک جتنے لوگ اسلام چھوڑ کر دہریے ہوئے ان

میں ایک بہت بڑی تعداد دنیاوی پڑھے لکھے لوگ ہیں کہ دین کی اتنی سمجھ نہ ہونے کے سبب دہریوں کے فریب میں آگئے۔

قارئین خود فیصلہ کریں کہ دنیاوی تعلیم میں دینی تعلیم ایک فارمیلٹی ہے اور اسے مزید کم سے کم کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ فقط اپنے تعلیمی نصاب کو پڑھ لے تو اسے دین کے مکمل فرائض کا بھی پتہ نہ چلے گا چہ جائیکہ ان کو واجبات و سنن مستحبات اور حلال و حرام کا پتہ چلے۔

زندگی کو پیسے کمانے میں اس قدر مگن کر دیا گیا ہے کہ اب ہر کسی کے پاس دو چار گھنٹے میڈیا دیکھنے کا تو وقت ہے لیکن چند منٹوں کے لیے قرآن و تفسیر اور حدیث و فقہ پڑھنے کا نہ وقت ہے اور نہ دلچسپی۔ المیہ یہ ہے کہ جو رزق کمایا جارہا ہے وہ بھی شرعا حلال ہے یا حرام اس بارے میں بھی علم نہیں۔ اگر کوئی بیوی کو طلاق دینے جاتا ہے تو نہ اسے خود طلاق کے بارے میں شرعی احکام پتہ ہوتے ہیں اور نہ ان اشٹام فروشوں کو جو اکٹھی تین طلاقیں دلوانے کے باوجود کہہ رہے ہوتے ہیں نوے دن کے اندر صلح ہو سکتی ہے اور یونین کونسل والوں کا یہ حال ہے کہ وہ دس سال پہلے کی ہوئی تین طلاقوں کے باوجود یہ کہہ کر صلح کروا دیتے ہیں کہ ہم نے طلاق ہی نافذ نہیں کی اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔ علاقہ کے سیاسی لوگوں اور پنچائیتوں میں ایسے ایسے غیر شرعی فیصلے ہوتے ہیں کہ سن کر حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ لوگ کیسے مسلمان ہیں کہ اسلام کے بدیہی مسائل کا بھی ان کو پتہ نہیں۔

لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ رزق و ترقی صرف دنیاوی تعلیم میں موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں زبردستی دنیاوی تعلیم گھسانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر کو یہ نہیں کہا جاتا کہ تھوڑی وکالت بھی پڑھ لو اور وکیل کو یہ نہیں کہا جاتا کہ کچھ انجینئرنگ کی کتابیں پڑھ لو، یہ دنیاوی شعبے صرف اپنی خاص تعلیم کے گرد گھومتے ہیں جس کی وجہ سے اپنی فیلڈ میں اسپیشلسٹ کہلاتے ہیں اور دینی طلباء کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی ہنر سیکھنے کا ذہن دیتے ہیں تاکہ نہ صحیح طرح دینی تعلیم سمجھ آئے نہ دنیاوی، پھر ایک عالم دین کو دنیاوی ہنر سیکھنے کا ذہن دینا بھی عجیب ہے کہ جب کوئی اس سے دین کا مسئلہ پوچھنے جائے تو وہ ویلڈنگ کرنے گیا ہو یا واشنگ مشین صحیح کرنے گیا ہو۔

پھر جنہوں نے دینی تعلیم حاصل کی ہوتی ہے یہ دنیادار جوان کے ساتھ ظلم کرتے ہیں وہ بھی سب کے سامنے عیاں ہے۔ امام مسجد کی تنخواہ اتنی ہے جتنی عام لوگوں کے بچے بازار سے گولیاں ٹافیاں لے کر کھا جاتے ہیں۔ درس نظامی کرنے کے بعد بھی سرکاری اداروں میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ حکومت اسکولوں کے قیام اور اس میں بہتری اور سہولتوں کا تو نہ صرف سوچتی ہے بلکہ اس پر اربوں روپے لگاتی ہے لیکن مدارس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ مدرسین کے تنخواہ انتہائی معمولی ہیں۔ مدارس میں دینی تعلیم مفت ہوتی ہے اس کے باوجود چند فیصد لوگ اس میں زیر تعلیم ہیں اور دنیاوی تعلیم جس میں دن بدن فیسیں زیادہ سے زیادہ ہو رہی ہیں ان کو ترقی مل رہی ہے۔ درس نظامی کے بعد ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی نوکری نہ ملے نہ ہی آج تک کوئی عالم بھوکا مرا ہے یا کسی نے خودکشی کی ہے۔ اس کے برعکس لاکھوں روپے لگا کر دنیاوی تعلیم حاصل کر کے معمولی سے نوکریوں کے لیے دھکے کھانا منظور ہے لیکن عالم بننا گوارہ نہیں۔ ہمارے معاشرے میں رشوت میں سب سے بدنام پولیس کا محکمہ ہے اس کے باوجود ایک معمولی سے نوکری ہو تو ہزاروں لوگ درخواستیں جمع کرواتے ہیں اور نوکری حاصل کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، حالانکہ پتہ ہوتا ہے کہ اس محکمہ میں حلال روزی کمانا بہت مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دینی تعلیم کو پرکشش نہیں بنایا گیا۔ ورنہ اگر ہر عالم کی تنخواہ پچاس ہزار سے ایک لاکھ ہو تو سکولوں سے بڑھ کر مدارس کی تعداد ہو جائے۔ لیکن ایسا ہو نہیں رہا جس کا نقصان ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بچی کھچی چیز اہل علم حضرات کی عزت تھی جو میڈیا اور سیکولر لوگوں کے سبب ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب عام عوام بھی دین والوں پر پھبتیاں کستی ہے اور پورے ملک میں جو مسائل چل رہے ہیں ان کا ذمہ دار کرپٹ حکمرانوں کو نہیں بلکہ علماء کو ٹھہراتی ہے۔ ایسے حالات میں دین دار طبقہ تو ثابت قدم رہ سکتا ہے لیکن ان کی اولادیں، ان کے رشتہ دار کیسے دین کا علم سیکھنے کی طرف راغب ہوں گے؟ یوں رفتہ رفتہ دینی تعلیم مزید کم سے کم ہوتی جائے گی اور پھر وہ وقت آئے گا کہ مستند علماء باقی نہ رہیں گے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے "وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا; اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» "ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں

سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات سے علم اٹھائے گا حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا، لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، جن سے مسائل پوچھے جائیں گے، وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم، جلد 1، صفحہ 31، حدیث 100، دار طوق النجاۃ* صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل والفتن فی آخر الزمان، جلد 4، صفحہ 2058، حدیث 2673، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

☆**فرقہ واریت:** آگے آپ دہریت کی تاریخ میں پڑھیں گے کہ عیسائی فرقوں کی باہمی لڑائی کے سبب لوگ دین سے دور ہو کر دہریت کا شکار ہوئے۔ فی زمانہ بھی لوگ فرقہ واریت سے تنگ آکر دین سے دور ہو رہے ہیں۔ اسلام نے سختی سے فرقہ واریت کو اسی وجہ سے روکا ہے کہ بے دینی عام نہ ہو۔ ہم صحابہ کرام وتابعین اور ان کے بعد آنے والی شخصیات کا جائزہ لیں تو یہ حضرات گمراہ لوگوں پر شدید سختی کرتے تھے کہ عام لوگ ان گمراہوں کے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن جوں جوں لوگوں میں دینی علم کی کمی آتی گئی اور لوگوں کو حق و باطل یعنی صحیح و گمراہ عقائد کی تمیز ختم ہوتی گئی تو اب صورت حال یہ ہے کہ عوام تو عوام صاحب اقتدار لوگ بھی فرقہ واریت کو ختم کرنے کی بالکل کوشش نہیں کر رہے جس کی وجہ سے آئے دن نئے نئے فرقے وجود میں آرہے ہیں اور عوام گمراہوں کے خلاف بھی بات سننے کو تیار نہیں۔ اگر آج بھی ہمیں اور بعد میں آنے والی نسلوں کو صحیح عقائد کا علم ہو جائے تو ان فتنوں کا دروازہ بند ہو سکتا ہے لیکن اس طرف نہ حکومت کو توجہ ہے اور نہ عوام کے پاس اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہے۔ آج کوئی غیر ڈاکٹر، وکیل، انجینئر وغیرہ اپنے آپ کو ان میں سے کسی کی طرف منسوب کرے تو اس کے خلاف قانونی کاروائی ہوتی ہے لیکن جو جاہل و گمراہ خود کو عالم و مفتی کہے تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ شرک و بدعت، جہاد جیسے اہم موضوعات پر جس کا دل چاہتا ہے وہ قرآن و حدیث اور تعلیماتِ اسلاف سے ہٹ کر اپنی الگ ہی تعریف گھڑ کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ہر گمراہ فرقہ اپنے فرقے کو صراط مستقیم پر ثابت کرتے ہوئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر صحیح عقائد و نظریات کو باطل ثابت کرتا ہے۔ جب صحیح عقائد والے ان فتنوں کا جواب دیں اور لوگوں کے سامنے گمراہوں کے عقائد پیش کریں تو لوگ اسے فرقہ واریت کہتے ہیں۔ جس طرح عوام میں حق و باطل کی تمیز ختم ہوتی جارہی ہے، صحیح عقائد کی وضاحت کو فرقہ واریت کہا جارہا ہے مستقبل میں یہ نظریہ مزید عام ہو گا اور فرقہ واریت کے عام ہونے کے سبب عوام دین سے مزید دور ہو گی۔

☆**دینی طبقہ کا کردار:** دہریت کے فروغ میں دینی طبقہ کا بھی کسی حد تک ہاتھ ہے۔ صحیح علماء و پیران عظام ہمیشہ رہے ہیں اور رہیں گے لیکن فی زمانہ اور مستقبل میں کئی جاہل جن کو آتا جاتا کچھ نہیں وہ بڑے عالم بن کر لوگوں کو غلط ملط مسئلے بیان کرکے گمراہ کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کئی جاہل پیروں کی کرتوتوں سے پیری مریدی کا عظیم شعبہ نہ صرف بدنام ہوا بلکہ بہت عوام تصوف وطریقت سے دور ہوگئی ہے۔ بعض مقررین کو پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے، عوام کے اذہان کس قسم کے ہیں، ان کی کل کائنات ان کے وہ مقتدی ہیں جو ان کا خطاب سنتے اور ان کے ہاتھ چومتے ہیں، یہ مقتدی جو بات ان سے کہہ دیں بغیر تحقیق کیے ان باتوں کو مان لیتے ہیں اور جو شریر مقتدی کسی دوسرے عالم یا تحریک کے خلاف جھوٹ وبہتان باندھے فورا اسے تسلیم کرتے ہوئے منبر پر بیٹھ کر عوام کو علماء و دینی تحریکوں سے متنفر کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ اگر کوئی ان سے مسئلہ پوچھے تو ڈانٹ دیتے ہیں اور شیطان ایسے سائل کو قابو کرکے اسے دین وعلماء سے دور کردیتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کو کوئی اچھا ہی نہیں لگتا ان کا کام ہر کسی عالم پر تنقید کرنا ہوتا ہے، اپنے مقتدیوں کو ہر عالم کے خلاف باتیں کرکے پہلے ان سے بدظن کرتے ہیں پھر جب ان کی بدعملی عوام میں کھلتی ہے تو دوسروں سے تو عوام پہلے کی بدگمان ہوتی ہے اس حضرت سے بھی بدظن ہوکر دین سے دور ہوتی ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ شاگردوں کو مارنا، ان پر عدم شفقت کرنا ان کی عادت ہوتی ہے، کئی شاگرد استادوں کے اس طرح کے رویے سے بدظن ہوکر دینی تعلیم چھوڑ جاتے ہیں۔ لہذا دین دار طبقہ کو بھی سوچنا چاہیے کہ اس پر فتن دور میں ہمارا کردار کیسا ہونا چاہیے ؟؟؟؟؟

دہریت کی تاریخ

تاریخ کا مطالعہ کریں تو الحاد کے فروغ میں یورپین لوگوں کا بہت ہاتھ رہا ہے اور موجودہ دور میں بھی سب سے زیادہ الحاد کے گڑھے میں یورپ کے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ لبرازم، سیکولرازم کی تفصیلی تاریخ کچھ یوں ہے:

لبرل ازم: آٹھویں صدی عیسوی تک اس لفظ کا معنی ایک آزاد آدمی ہی تھا۔ بعد میں یہ لفظ ایک ایسے شخص کے لیے بولا جانے لگا جو فکری طور پر آزاد، تعلیم یافتہ اور کشادہ ذہن کا مالک ہو۔ اٹھارھویں صدی عیسوی اور اس کے بعد اس کے معنوں میں خدا یا کسی اور مافوق الفطرت ہستی یا مافوق الفطرت ذرائع سے حاصل ہونے والی تعلیمات سے آزادی بھی شامل کرلی گئی، یعنی اب لبرل سے مراد ایسا شخص لیا جانے لگا جو خدا اور پیغمبروں کی تعلیمات اور مذہبی اقدار

کی پابندی سے خود کو آزاد سمجھتا ہو اور لبرلزم سے مراد اسی آزادروش پر مبنی وہ فلسفہ اور نظامِ اخلاق وسیاست ہو اجس پر کوئی گروہ یا معاشرہ عمل کرے۔ یہ تبدیلی اٹلی سے چودھویں صدی عیسوی میں شروع ہونے والی تحریکِ احیائے علوم (Renaissance) یعنی (re-birth) کے اثرات یورپ میں پھیلنے سے آئی۔

برطانوی فلسفی جان لاک (1704ء۔1620ء) پہلا شخص ہے جس نے لبرلزم کو باقاعدہ ایک فلسفہ اور طرزِ فکر کی شکل دی۔ یہ شخص عیسائیت کے مرّوجہ عقیدے کو نہیں مانتا تھا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ بنی نوعِ انسان کو آدم کے اس گناہ کی سزا ایک منصف خدا کیوں کر دے سکتا ہے جو انہوں نے کیا ہی نہیں۔ عیسائیت کے ایسے عقائد سے اس کی آزادی اس کی ساری فکر پر غالب آگئی اور مذہب پیچھے رہ گیا۔ انقلابِ فرانس کے فکری رہنما والٹیر (1778ء۔1694ء) اور روسو (1778ء۔1712ء) اگرچہ رسمی طور پر عیسائی تھے مگر فکری طور پر جان لاک سے متاثر تھے۔ انھی لوگوں کی فکر کی روشنی میں انقلابِ فرانس کے بعد فرانس کے قوانین میں مذہبی اقدار سے آزادی کے اختیار کو قانونی تحفظ دیا گیا اور اسے ریاستی اُمور کی صورت گری کے لیے بنیاد بنا دیا گیا۔ امریکہ کے اعلانِ آزادی (American Declaration of Independence) میں بھی شخصی آزادی کی ضمانت جان لاک کی فکر سے متاثر ہو کر دی گئی ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ری پیڈیا اور، او کسفرڈ ڈکشنری)

سیکولرازم: عیسائی عقیدے کے مطابق خدا کی ذات وقت کی قید اور حدود سے آزاد اور ماورا ہے۔ تحریک احیائے علوم کے دوران یورپ میں جب عیسائیت کی تعلیمات سے بے زاری پیدا ہوئی اور خدا کی انسانی زندگی میں دخل (جو کہ اصل میں عیسائی پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کی خدا کی طرف سے انسانی زندگی میں مداخلت کی غیر ضروری، غیر منطقی، من مانی اور متشدّدانہ توجیہ تھی) کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی تو کہا جانے لگا کہ چونکہ خدا وقت کی حدود سے ماورا ہے اور انسان وقت کی حدود سے مقید ہے، لہٰذا انسانی زندگی کو سیکولر، یعنی خدا سے جدا (محدود) ہونا چاہیے۔ اس لفظ کو باقاعدہ اصطلاح کی شکل میں 1846ء میں متعارف کروانے والا پہلا شخص برطانوی مصنّف جارج جیکب ہولیوک (1817ء۔1906ء) تھا۔ اس شخص نے ایک بار ایک لیکچر کے دوران کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے عیسائی مذہب اور اس سے متعلق تعلیمات کا توہین آمیز انداز میں مذاق اڑایا، جس کی پاداش میں اسے چھ ماہ کی سزا

بھگتنا پڑی۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد اس نے مذہب سے متعلق اظہارِ خیال کے لیے اپنا انداز تبدیل کر لیا اور جارحانہ انداز کے بجائے نسبتاً نرم لفظ سیکولرزم کا پرچار شروع کر دیا۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور وکی پیڈیا)

اس اصطلاح کے عام ہو جانے کے بعد پہلے برطانیہ اور پھر تمام یورپ اور دُنیا بھر میں سیکولرزم کے معنی یہ ہوئے کہ انسانی زندگی کے دنیا سے متعلق اُمور کا تعلق خدا یا مذہب سے نہیں ہوتا اور مزید یہ کہ حکومتی معاملات کا خدا اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس اصطلاح کے یہی معنی اب دنیا بھر میں انگریزی زبان کی ہر لغت اور انسائیکلوپیڈیا میں پائے جاتے ہیں اور اسی پر سیکولر کہلانے والے تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ لبرلزم کے مقابلے میں سیکولرزم نسبتاً نرم اصطلاح ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق یورپ کے مذہبی لوگوں میں یہ رجحان جڑ پکڑ گیا تھا کہ وہ انسانوں کی فلاح و بہبود سے متعلق دُنیاوی اُمور کو نظر انداز کرتے تھے اور لوگوں کو خدا سے تعلق جوڑنے کی اور ترکِ دُنیا کی تعلیم دیتے تھے۔ اس رجحان کے خلاف رد عمل پیدا ہوا اور یورپ کی تحریکِ احیائے علوم کے دوران میں سیکولرزم نمایاں ہوا اور لوگوں نے تمدّنی ترقی میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی۔ اوکسفرڈ ڈکشنری کے مطابق اول یہ کہ سیکولرزم سے مراد یہ عقیدہ ہے کہ مذہب اور مذہبی خیالات و تصوّرات کو ارادتاً دُنیاوی اُمور سے حذف کر دیا جائے۔ اس کی یورپی فلسفیانہ توجیح یہ ہے کہ یہ ایک ایسا نظامِ عقائد ہے جس میں اخلاقی نظام کی بنیاد کلّی طور پر بنی نوعِ انسان کی دُنیا میں فلاح و بہبود اور خدا اور حیات بعد الموت پر ایمان سے انکار (یعنی ان کے عقائد سے اخراج) پر رکھی گئی ہے۔ دوم یہ کہ اس بارے میں ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ تعلیم خصوصاً وہ تعلیم جو عوامی سرمایہ سے دی جا رہی ہو، مذہبی عقائد اور مذہبی تعلیم کو آگے نہ بڑھائے۔ ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق سیکولرزم کے معنی ہیں: دُنیاوی اُمور سے مذہب اور مذہبی تصوّرات کا اخراج یا بے دخلی۔

سیکولرازم اور لبرل ازم کا تفصیلی پس منظر: مندرجہ بالا دو اصطلاحات کو مکمل طور پر جاننے کے لیے ضروری ہے کہ اُس ماحول اور اُن حالات کا جائزہ لیا جائے جن کے باعث یہ اصطلاحات تشکیل پائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت مغربی اور مشرقی یورپ پر بُت پرست (مشرک) رومن بادشاہوں کی حکمرانی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اُٹھائے جانے سے قبل دنیا میں 30 یا 33 برس رہے۔ وہ بنیادی طور پر بنی

اسرائیل کی طرف بھیجے گئے رسول تھے تاکہ ان کو تورات کی گمشدہ تعلیمات سے از سرِ نو آشنا کریں۔ ان کی اصل تعلیمات اس وقت تقریباً ناپید ہیں۔ موجودہ عیسائیت اور اس کے عقائد سینٹ پال کا دین ہے جیسا کہ پیچھے عیسائی مذہب کے تعارف میں تفصیلی طور پر بیان کیا گیا۔ یہ شخص بنیادی طور پر کٹر یہودی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھا لیے جانے کے بعد یہ شخص عیسائی ہو گیا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے لوگوں کے درمیان (اپنے خوابوں اور مکاشفات کے ذریعے) اس عقیدے کو عام کیا کہ یسوع مسیح خدا کے ہاں اس کے نائب کی حیثیت سے موجود ہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے درمیان فیصلے وہی کریں گے اور یہ کہ اب نجات اس شخص کو ملے گی جو یسوع مسیح کی خوشنودی حاصل کرے گا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے پہلی بار یہ تعلیم بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری اقوام کو دینے کی بھی نصیحت کی۔ بنیادی طور پر یہ وہ شخص ہے جسے جدید اصطلاح کی زبان میں ہم سیکولر کہہ سکتے ہیں۔ عیسائی مبلغین کی پہلی کانفرنس 50ء میں منعقد ہوئی (جس میں سینٹ پال نے بھی شرکت کی) جس میں تورات کے کئی احکامات کی پابندی سے غیر اسرائیلیوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا، البتہ انھیں زنا، بت پرستی اور خون آمیز گوشت کھانے سے منع کیا گیا۔ اس وقت تک حضرت عیسیٰ کے خدا کے بیٹے ہونے کا عقیدہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

عیسائیت کے عقائد کی تعلیم اور اشاعت رومن دور میں ممنوع تھی اور مبلغین پر بہت تشدد کیا جاتا تھا۔ تشدد کا یہ سلسلہ اس وقت رکا جب رومن شہنشاہ کانسٹنٹائن نے تقریباً 312ء میں عیسائیت قبول کر لی۔ لیکن یہ محض عقیدے کی قبولیت تھی ورنہ کاروبارِ مملکت پرانے رومن طریقے ہی پر چلتا رہا اور اس معاملے میں کسی عیسائی عالم کا کوئی اعتراض ریکارڈ پر موجود نہیں ہے۔ عیسائیت کے سرکاری مذہب بن جانے کے باوجود مملکت کے سیکولر ہونے کی یہ پہلی مثال تھی۔ اس حکومتی سیکولرزم کی وجہ یہ تھی کہ سینٹ پال کی تعلیم کے مطابق عیسائی عقیدہ اختیار کرنے کے بعد دنیاوی معاملات سے خدا کا تعلق ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ 325ء میں نیقیہ کے مقام (موجودہ ترکی میں ازنک) پر تقریباً 300 عیسائی بشپ اکٹھے ہوئے، جنھوں نے بحث مباحثے کے بعد اس عقیدے کا اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا کے بیٹے اور اس کی ذات کا حصہ ہیں (اس طرح حضرت عیسیٰ کے خدا کے بیٹے ہونے کا عقیدہ پیدا کیا گیا)۔

تقریباً 476ء میں جرمن گاتھ حکمرانوں کے ہاتھوں مغربی یورپ میں رومن سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ گاتھ چونکہ قبائلی طرزِ زندگی کے عادی تھے اس لیے انھوں نے کوئی مرکزی حکومت قائم نہیں کی جس کے نتیجے میں مغربی

یورپ میں ہر طرف طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ہر جگہ چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں اور جاگیرداریوں نے جنم لیا اور باہم جنگ وجدل شروع ہو گئی۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک ہزار سال تک جاری رہا۔ اس عرصے کو یورپ کا تاریک دور یا ازمنہ وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ اسی دور میں عیسائیت میں پوپ کے منصب کا آغاز ہوا اور اسے مذہبی معاملات میں مکمل دسترس حاصل ہو گئی، اس کا کہا خدا کا کہا سمجھا جانے لگا۔ یہی دور تھا جب مصر کے صحرا میں رہنے والے کچھ عیسائی مبلّغین نے رہبانیت اختیار کی۔ 500ء میں سینٹ بینیڈکٹ، روم میں لوگوں کی اخلاقی بے راہ روی سے اس قدر تنگ آیا کہ اس نے اپنی تعلیم کو خیر باد کہا اور ایک غار میں رہائش اختیار کی تاکہ اپنے نفس کو پاک رکھ سکے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اور لوگوں کو بھی دعوت دی۔ جب ایک اچھی خاصی تعداد شاگردوں کی میسّر آگئی تو 529ء میں اس نے باقاعدہ ایک راہب خانے کی بنیاد رکھی اور راہبوں کے لیے ضابطے تحریر کیے جو آج بھی راہب خانوں میں نافذ العمل ہیں۔ ان ضوابط میں راہبوں کے لیے شادی کی ممانعت، مہمانوں سے آزادانہ ملنے پر پابندی، مخصوص لباس پہننے کی پابندی، سونے جاگنے، سفر کرنے اور ملنے ملانے، کھانے پینے کے آداب اور طریقے شامل تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے والوں نے پاکیٔ نفس کے لیے غلو اور اس سے بڑھ کر انسانی جسم و جان پر بے جا پابندیاں اور تشدّد شروع کیا جو کہ انسانی فطرت کے خلاف تھا۔ اسی کی تعلیم یہ لوگ عوام کو دیا کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ یہ راہب لوگوں اور خدا کے درمیان واسطہ بن گئے اور مذہبی معاملات میں انھیں ایک ناقابلِ چیلنج اختیار حاصل ہو گیا۔ ایک طرف ان راہبوں کے دُنیاوی اُمور سے الگ ہو جانے اور خود کو راہب خانوں تک محدود کرنے کے باعث حکومتوں کے لیے سیکولر ہونے کو ایک طرح کا کھلا میدان اور جواز فراہم ہوا، تو دوسری طرف راہبوں، بشپوں اور پوپ کی اس مطلق العنانی نے اختیار کے غلط استعمال کو جنم دیا اور شہنشاہ کانسٹنٹائن کے عہد میں منعقدہ کونسل آف نیقیہ میں طے کردہ عیسائی عقیدے سے اختلاف کرنے والوں کے خلاف سخت متشدّدانہ رویّہ اختیار کیا گیا۔ عیسائی دنیا میں سینکڑوں برس تک اس صورتِ حال کے جاری رہنے سے انسانی فطرت میں اس کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی۔ پوپ چونکہ اٹلی کے شہر روم میں موجود تھا، اس لیے تحریک احیائے علوم کا آغاز بھی (چودھویں صدی عیسوی میں) روم ہی سے ہوا۔ اس تحریک کے اثرات سے لوگوں نے راہبوں اور پادریوں کی سوچ و فکر سے آزاد ہو کر سوچنا شروع کر دیا۔ اس زمانے کے فلسفیوں اور دانشوروں نے دلائل کے ذریعے عیسائیت کے مذہبی عقائد کا غیر

عقلی اور غیر فطری و غیر منطقی ہونا لوگوں کے سامنے ثابت کرنا شروع کیا۔ سولھویں صدی عیسوی میں بائبل میں دی گئی کائنات اور زندگی سے متعلق بعض معلومات کے سائنسی طور پر غلط ثابت ہونے سے مذہبی عقیدے کی لوگوں پر گرفت بالکل کمزور پڑ گئی۔ یہ بغاوت عیسائیت کے ایسے قوانین اور ضوابط کے خلاف نہیں تھی جو حکومتی معاملات، طرزِ معاشرت، معیشت وغیرہ سے متعلق ہوتے کہ ایسے قوانین تو عیسائیت میں تھے ہی نہیں بلکہ عیسائیت تو محض ایک عقیدے کا نام تھی، جسے نیقیہ کی کونسل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور توریت کے احکامات کو نظر انداز کر کے سینٹ پال کے خوابوں اور روحانی مکاشفات کے نتیجے میں اختیار کیا تھا اور انسان کی نجات کے لیے لازمی قرار دیا تھا۔ یہ عقیدہ چونکہ یونانی دیومالا اور یونانی فلسفے کے زیرِ اثر پروان چڑھا تھا، اس لیے جدید سائنسی انکشافات و اکتشافات کی ذراسی ٹھوکر بھی نہ سہہ سکا۔

انسانیت پر اثرات: یورپ کی عوام چونکہ راہبوں کے غیر فطری مذہبی رجحانات سے تنگ آچکے تھے اور سارا یورپ عیسائی علما کے صدیوں تک جاری رہنے والے جھگڑوں اور لڑائیوں کے نتائج کو بھی بھگت چکا تھا، اس لیے مذہبی عقیدے سے بغاوت یورپ کے اجتماعی ضمیر میں جلد جذب ہو گئی۔ Renaissance یعنی تحریک احیائے علوم کا زمانہ عروج سترھویں تا انیسویں صدی عیسوی ہے۔ اس دور میں مذہب بے زار فلسفیوں، دانش وروں اور فلسفی سائنس دانوں نے بڑے بڑے تعلیمی ادارے اور یونیورسٹیاں قائم کیں جن کے ذریعے اپنے خیالات کو عام کیا۔ اسی دور میں یورپ نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی۔ یورپ میں مذہب بیزاری خدا کے انکار اور انسان کو بندر کی اولاد سمجھنے تک جا پہنچی۔ اب یورپ میں زندگی کی معراج یہ ٹھہری کہ انسان اپنی دنیا کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ساری جدوجہد کرے۔ تمام انسان بھی عام حیوانوں کی طرح حیوان ہی ہیں، لہٰذا اس دنیا میں بقا محض طاقتور کو نصیب ہو گی۔ (چارلس ڈارون اور ہربرٹ سپنسر اس فکر کے علم بردار تھے۔)

اس فلسفے کے عام ہو جانے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کا ہتھیار ہاتھ آجانے کے بعد یورپی اقوام کمزور اقوام پر ٹوٹ پڑیں۔ مفتوحہ ممالک پر اپنے قبضے کو مستحکم کرنے کے لیے یورپی اقوام نے وہاں اپنی جدید سیکولر اور لبرل فکر کی ترویج کے لیے کالج اور یونیورسٹیاں تعمیر کیں۔ مفتوحہ اقوام کے تعلیمی ادارے، اُن کی زبانوں میں تعلیم اور عدالتوں کا نظام موقوف کیا اور معاشرت اور معیشت میں اپنی تہذیب اور اپنے تمدّن کو رائج کیا جسے مفتوح اور مرعوب و شکست

خوردہ لوگوں نے قبول کیا۔ فاتح اقوام نے رزق کے ذرائع اپنے قائم کردہ جدید سیکولر تعلیمی اداروں کی اسناد کے ساتھ منسلک کر دیے۔ مفتوحہ اقوام کے نوجوان یورپ میں بھی تعلیم حاصل کرنے لگے (طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یورپی اقوام نے اپنے مفتوحہ ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کا اہتمام نہیں کیا بلکہ ان تمام ممالک کو آزادی حاصل ہونے کے بعد خود اس کے لیے جدوجہد کرنی پڑی)۔ اس طرح یورپ کی خدا اور مذہب سے بغاوت پر مبنی فکر، ادب، عمرانیات، فلسفہ، آرٹ اور انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی تعلیم کے ذریعے تمام دنیا میں پھیل گئی۔

البتہ لوگوں کی ایک قابل ذکر تعداد اب تک دین اسلام سے وابستہ ہے اور یورپ کی اس فکر کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کے ممالک میں اس مذہبی اور غیر مذہبی کی تقسیم نے ہر طرف انتشار اور فساد پیدا کر دیا ہے۔ افراد، طبقات اور اقوام باہم دست و گریباں ہیں۔ سیکولر نظام تعلیم کے نتیجے میں خدا، رسول اور احتساب بعد الموت پر اعتقاد کے کمزور پڑنے سے مادہ پرستی، لذت کوشی، حرص، ظلم، عریانی و فحاشی، کاروباری ذہنیت، دھوکا دہی، قتل و غارت گری اور بد امنی ہر طرف پھیل چکی ہے۔

کمیونزم اور سوشلزم کا خالق کارل مارکس ایک غیر مذہبی شخص تھا جس کا باپ ہنرچ خاندانی طور پر ایک یہودی، ایک جرمن شہری اور پیشے کے اعتبار سے وکیل تھا اور فکری طور پر یورپ میں برپا (خدا بے زاری پر مبنی) تحریکِ احیائے علوم کے سرخیل فلسفیوں والٹئیر اور کانٹ سے متاثر تھا۔ کارل مارکس کے باپ نے یہودی ربیوں کے سلسلہ نسب سے منسلک ہونے کے باوجود غالباً اپنی پیشہ ورانہ ضرورت کے تحت ایونجلیکل عیسائیت میں پتسمہ لیا اور چھ برس کی عمر میں کارل مارکس کو بھی پتسمہ دے دیا، مگر اپنی عملی زندگی میں وہ ایک سیکولر، یعنی لادین شخص تھا۔ کارل مارکس کے کمیونزم کی شکل میں طبقاتی کش مکش کا علمبردار ہونے کا پس منظر شاید یہ تھا کہ اس کی قوم یہود کے ساتھ یورپ کے تنگ نظر عیسائی مذہبی لوگوں نے ازمنہ وسطیٰ کے دوران بہت برا سلوک کیا تھا۔ عیسائی اہلِ مذہب کے امتیازی سلوک نے اسے نفسِ مذہب ہی سے بے زار کر دیا اور وہ بہت جلد مشہور خدا فراموش جرمن فلسفی فریڈرک ہیگل کا خوشہ چین بن گیا۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا)

مغرب میں دہریت کیسے عام ہوئی؟ اسلام کی پوری تاریخ کے اندر، اسلام کو ان دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو یورپ کو انکے غلط عقیدے کی وجہ سے کرنا پڑیں۔ بہت اہم مشکلات میں سے ایک مذہب اور سائنس کے

درمیان خوفناک اختلافات تھے۔ مذہب اس بے رحمی کیساتھ سائنس سے جا ٹکرایا کہ کلیسا نے بہت سے سائنسدانوں کو زندہ جلادیا اس بنا پر کہ وہ انکی کتاب کے خلاف چل رہے تھے۔

اہلِ کلیسا کے ان لرزہ خیز مظالم اور چیرہ دستیوں نے پورے یورپ میں ایک ہلچل مچادی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کے مفادات کلیسا سے وابستہ تھے، سب کے سب کلیسا سے نفرت کرنے لگے اور نفرت وعداوت کے اس جوش میں بدقسمتی سے انھوں نے مذہب کے پورے نظام کو تہ وبالا کردینے کا تہیہ کرلیا چنانچہ غصے میں آکر وہ ہدایتِ الٰہی کے باغی ہوگئے۔

گویا اہلِ کلیسا کی حماقت کی وجہ سے پندرہویں اور سولہویں صدیوں میں ایک ایسی جذباتی کش مکش شروع ہوئی، جس میں چڑ اور ضد سے بہک کر تبدیلی کے جذبات خالص الحاد کے راستے پر پڑ گئے۔ اور اس طویل کش مکش کے بعد مغرب میں تہذیب الحاد (Secular) کا دور دورہ شروع ہوا۔

اس تحریک کے علمبرداروں نے کائنات کی بدیہی شہادتوں کے باوجود زندگی کی ساری عمارت کو اس بنیاد پر کھڑا کیا کہ دنیا میں جو کچھ ہے، وہ صرف مادہ ہے۔ نمو، حرکتِ ارادی، احساس، شعور اور فکر سب اسی ترقی یافتہ مادہ کے خواص ہیں۔ تہذیبِ جدید کے معماروں نے اسی فلسفے کو سامنے رکھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی عمارت تعمیر کی۔ ہر تحریک جس کا آغاز اس مفروضے پر کیا گیا کہ کوئی خدا نہیں، کوئی الہامی ہدایت نہیں، کوئی واجب الاطاعت نظام اخلاق نہیں، کوئی حشر نہیں اور کوئی جواب دہی نہیں، ترقی پسند تحریک کہلائی۔ اس طرح یورپ کا رخ ایک مکمل اور وسیع مادیت کی طرف پھر گیا۔ خیالات، نقطہ نظر، نفسیات وذہنیت، اخلاق واجتماع، علم وادب، حکومت وسیاست، غرض زندگی کے تمام شعبوں میں الحاد اس پر پوری طرح غالب آگیا۔ اگرچہ یہ سب کچھ تدریجی طور پر ہوا اور ابتدا میں تو اس کی رفتار بہت سُست تھی لیکن آہستہ آہستہ اس طوفان نے سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

دوسری طرف اسلام کی تاریخ میں آپکو ایسا کچھ نہیں ملتا۔ اسلام نے ہمیشہ سائنسی تحقیقات کیلئے دروازے کھلے رکھے ہیں اور دانشوارانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ سائنسدان عموماً بہت سے خلفاء کے دربار اور اسمبلیوں میں خصوصی مہمان ہوتے اور انکی سرپرستی میں شاہی تحائف اور مراعات کا ایک منصفانہ حصہ وصول کرتے۔

مسلم دنیا کی اپنی طویل تاریخ میں کبھی بھی سائنسدانوں کو اس ظلم و ستم، پابندیوں اور جانچ پڑتال کا سامنا نہیں کرنا پڑا جیسا کہ یورپ میں انکے ساتھ ہوا۔ چرچ نے مذہب کے نام پر لوگوں کیساتھ بہت برا برتاؤ کیا، انکے مال کا ایک بڑا حصہ ان سے چھین لینا، انکی دانشورانہ زندگیوں کو محدود کردینا، مفکروں اور سائنسدانوں کو زندہ جلادینا، ان کا معمول تھا۔

مسلمان تاریخ میں سائنس اور مذہب کے درمیان دوستی دیکھنے کو ملتی ہے کہ پہلی وحی ہی میں تھا: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ سائنس اسلام ہی کے دیئے گئے ثمرات میں سے ایک ہے۔ آج کی سائنس اللہ عزوجل کے حکم، پڑھنے، سیکھنے، سکھانے اور غور و فکر بجالانے کا ہی نتیجہ ہے۔ بلکہ احادیث میں تو ترقی کا یہ حال بیان کیا گیا ہے کہ جوتے کے تسمے، انسان کا جسم بھی باتیں کرے گا چنانچہ جامع ترمذی، مصنف ابی شیبہ اور مشکوۃ شریف میں ہے " عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْإِنْسَ، وَحَتَّى تُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاكُ نَعْلِهِ، وَتُخْبِرَهُ فَخِذُهُ بِمَا حَدَثَ فِي أَهْلِهِ بَعْدَهُ" ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور حتی کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ باتیں کرے گا اور اس کی ران اسے وہ سب خبر دے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے پیچھے کیا۔

(الکتاب المصنف، کتاب الفتن، ماذکر فی فتنۃ الدجال، جلد 7، صفحہ 502، حدیث 37555، مکتبۃ الرشد، الریاض)

وہ لوگ جو سیکولرزم کو مسلم دنیا میں لانے کے خواہاں ہیں، اسلامی دنیا کی مذہبی تاریخ اور یورپ کی مذہبی تاریخ کے اس بڑے فرق کو نظر انداز کرتے ہیں جہاں سے سیکولرزم نے جنم لیا۔ یعنی سیکولرزم عیسائیت کے ان پادریوں سے نکلی جنہوں نے دین میں تحریف کر کے ایسے خود ساختہ قوانین لوگوں پر مسلط کردیئے جس پر عمل لوگوں پر دشوار ونا ممکن ہوگیا، جبکہ اسلام تحریف سے پاک مذہب ہے۔ اسلامی کے تمام قوانین چاہے وہ عبادت کے متعلق ہوں یا معاشرے یا سیاست ہر میدان میں وہ کامل ہیں، کیونکہ وہ کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ اللہ عزوجل اور

اس کے رسول علیہ السلام کے بنائے ہوئے ہیں، انہی قوانین پر عمل کر کے مسلم حکمرانوں نے دنیا پر راج کیا ہے اور عدل وانصاف اور معاشرتی ترقی کو پوری دنیا کے آگے پیش کیا۔

موجودہ الحاد کی تاریخ: موجودہ الحاد کی تحریک کی تاریخ ہم سولہویں صدی کے اختتام سے شروع کر سکتے ہیں۔ یورپ میں قرون وسطی میں کلیسا کے مظالم کے خلاف تحریکیں اٹھیں اور عیسائیت میں ایک نئے فرقے پروٹسٹنٹ کا ظہور اہوا۔ ان دونوں فرقوں میں کئی بار باہمی خانہ جنگی ہوئی۔ جب کوئی پروٹسٹنٹ حکمران ہوتا تو وہ کیتھولک پر مظالم کرتا اور جب حکمران کیتھولک ہوتا تو وہ پرٹسٹنٹ پر مظالم کرتا۔ یہ صورت حال عوام کے لئے مذہب سے بیزاری کا ایک اہم سبب بنی۔

اس کے ساتھ ہی اس دور میں یورپ میں نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا عمل شروع ہوا اور تعلیم تیزی سے پھیلنے لگی۔ اس وقت مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سائنس کی نئی دریافتوں بالخصوص کائنات کے متعلق ان سائنس دانوں کے پیش کردہ نظریات کے متعلق متشددانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ اطالوی فلسفی اور ماہر طبیعات جیوردانو برونو (CE1600-1548) پر بھی الحاد کے الزام میں مذہبی عدالت کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا، کچھ عرصے کی قید بامشقت کے بعد معافی مانگنے سے انکار کیا تو زندہ جلادیا گیا۔ اسی طرح دیگر ماہرین فلکیات اور طبیعات کو بائبل کے خلاف ان کے سائنسی نظریات کو بنا پر سزائے موت دی گئیں جن میں نکولس کو پرنیکس (CE1543-1473) جیورجیس اگریکولا (1555-1494) جیسے مشہور سائنس دان شامل تھے۔

سائنسی علوم کے علمبرداروں نے جب عیسائیت کو منطقی اور عقلی میزان پر جانچنا چاہا اور عیسائیت کے بعض عقائد پر تنقید کی تو یہ بات مذہبی طبقے کی جانب سے برداشت نہ کی گئی۔ اس معاملے میں عیسائیت سے وابستہ یہ دونوں فرقے شدت پسند تھے، مذہبی انتہاء پسندی اس حد تک پہنچ گئی کہ کوئی بھی شخص جو مذہبی عقائد سے ذرا سا اختلاف بھی کرتا تو اسے مرتد قرار دے کر قتل کر دیا جاتا۔ پروٹسٹنٹ نے اگرچہ عیسائیت کو پوپ کی غلامی سے آزاد اور کئی مذہبی اصلاحات نافذ کر کے عیسائیت کو روشن خیالی کی طرف گامزن کیا تھا لیکن اس بات پر وہ بھی تحمل نہ کر سکتے تھے کہ بائبل کے بیانات کو کوئی عالم عقلی طور پر غلط ثابت کردے۔ کئی سائنسدانوں کو بائبل کے خلاف ان کے علمی نظریات

کی بناپر سزائے موت دی گئی۔ان سائنس دانوں پر مذہبی رہنماؤں کے تشدد اور عیسائیت میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی باہمی خون ریزی کے نتیجے میں ناگزیر طور پر مذہب اور خدا کے متعلق بھی بہت سے لوگوں کی فکر متاثر ہوئی۔

کئی لوگ ان ساری صورتحال کی وجہ سے مذہب سے بیزار ہو رہے تھے اور مذہب پر کھلی تنقید کررہے تھے۔ اس تنقید میں سب سے زیادہ حصہ اس دور کے فلسفیوں نے لیا۔ڈیکارٹ(Decartes)(1596۔1650)جو جدید فلسفہ کا بانی سمجھا جاتا ہے پہلا شخص تھا جس نے فلسفہ اور مذہب میں تفریق پیدا کی۔اگرچہ وہ خدا کا قائل تھا لیکن وہ عقل پرستی کو فروغ دینے کا زبردست حامی تھا۔اٹھارہویں صدی میں مشہور امریکی فلسفی ٹامس پائین(1809ء-1737ء) نے اپنی کتاب "The Age of Reason" شائع کی جس میں اس نے اپنے خیال کے مطابق عیسائیت کی خرابیوں اور بائبل کی غیر منطقی باتوں کو واضح کرتے ہوئے ان پر شدید تنقید کی۔اس کے بعد ملحد فلسفیوں کی جانب سے مذہب پر تنقید کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس ضمن میں مشہور فلسفی کانٹ (1798۔1857)نے ایک خاص فلسفہ پیش کیا جو"پازیٹوازم"(Positivism) کہلاتا ہے۔اس کی رو سے صرف ان چیزوں کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے جو قابل مشاہدہ اور قابل ثبوت ہیں اور بقیہ چیزوں کے وجود کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔چونکہ اللہ عزوجل کی ذات قابل مشاہدہ نہیں،اس وجہ سے اس کا انکار کر دیا گیا۔کانٹ کا یہ فلسفہ دورِ جدید کے الحادی نظام کی اہم بنیاد بنی۔مذہبی علماء اور سائنس دانوں کی یہ خانہ جنگی مذہب اور سائنس کے درمیان ایک بہت بڑی خلیج پیدا کر رہی تھی۔اس تشدد کی وجہ سے عقل پسند طبقے کے لئے مذہب اور اس سے وابستہ تمام امور قابل نفرت ہو چکے تھے۔مذہب کے غیر ضروری عقائد، نفس کشی، عبادات اور دیگر تمام حدود سے وہ تنگ آکر باہر آنے لگے۔

اب تک اہل مذہب یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ کائنات کا وجود ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا کوئی خالق موجود ہے۔چارلس ڈارون(1809۔1882)نے نظریہ ارتقاء پیش کیا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ بے جان مخلوق سے خود بخود ایک جاندار خلیہ پیدا ہوا جو کہ لاکھوں سالوں میں ارتقا کے عمل سے گزر کر ابتدائی درجے کا جانور بنا اور پھر کروڑوں سالوں میں آہستہ آہستہ یہ مختلف جانوروں کی صورت اختیار کرتا ہوا انسان بن گیا۔اس کے بعد ملحد لوگ

بالاعلان مذہب سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور بہت سے سائنس دان و فلسفی خدا کی مختلف توجیہات پیش کرنے لگے۔

اسی دوران Deism کی تحریک پیدا ہوئی۔ اس کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ اگرچہ خدا ہی نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے لیکن اس کے بعد وہ اس سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ اب یہ کائنات خود بخود ہی چل رہی ہے۔ اس تحریک کو فروغ ڈیوڈ ہیوم اور مڈلٹن کے علاوہ مشہور ماہر معاشیات ایڈم سمتھ (1723-1790) کی تحریروں سے بھی ملا۔ ان لوگوں نے بھی چرچ پر اپنی تنقید جاری رکھی اور چرچ کا جبر و تشدد جاری رہا۔ تقریباً دو سو سال تک یہ تحریک بھی مختلف شکلوں میں موجود رہی اور مذہب و سائنس کے درمیان جنگ جاری رہی۔ اٹھارہویں صدی میں کارل مارکس (1818-1883) نے اشتراکیت کا نظام پیش کیا۔ اگرچہ یہ نظام معاش سے متعلق تھا لیکن اس کی بنیاد اس تصور پر تھی کہ مذہب عوام کے استحصال کے لئے گھڑا گیا ہے۔ دیگر فلسفیوں کی طرح مارکس نے بھی مذہب پر کئی واضح تنقیدیں کیں لیکن ان کی تنقید کا محور بالخصوص یونانی فلسفی اور ان کا مذہب تھا۔ سائنس اور مذہب کے مابین اس جنگ میں سائنس کی جیت ہوئی اور علمی ترقی سے لوگوں پر یہ بالکل واضح ہو گیا کہ زمین کی پیدائش، نظام شمسی اور زمین کی ہیئت کے بارے میں اہل مذہب کی آرا کس قدر غیر معقول ہیں۔ اس فکر کے رد عمل میں کلیسا کی طرف سے جو انتہائی درجے کا جبر و تشدد اختیار کیا گیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹھارہویں صدی میں یورپ کے اہل علم میں بالعموم انکار خدا کی لہر چل نکلی جو انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل تک اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

انیسویں صدی کے آخر تک الحاد مغرب میں اپنی مضبوط جڑیں پکڑ چکا تھا لیکن بیسویں صدی کے ہی نصف میں کئی ایسے علمی انکشافات ہوئے جنہوں نے وہ اکثر بنیادیں گرا دیں جس پر ملحدین کے افکار قائم تھے۔ ملحدین یہ خیال کرتے تھے کہ کائنات ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن اسی صدی میں بگ بینگ (Big Bang) تھیوری نے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا۔ اس تھیوری کے مطابق کائنات توانائی کے ایک بہت بڑے گولے کی شکل میں موجود تھی جو ایک بہت عظیم دھماکے (Big Bang) کے نتیجے میں مادے کی صورت اختیار کر گیا۔ اس نظریے کو ماننے کا مطلب یہ تھا کہ یہ مان لیا جائے کہ کائنات کا کوئی خالق ہے۔ لہٰذا ابتداء میں ملحد سائنس دان اور مفکرین نے اس نظریے کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن مزید سائنسی تحقیقات نے اس نظریے کو اس قدر تقویت

دی کہ اسے ٹھکرانا ممکن نہیں رہا۔ وہ قدیم نظریات جو الحاد کی بنیاد بن چکے تھے، رفتہ رفتہ سائنسی ترقی اور کائنات کے متعلق نئے انکشافات کی وجہ سے رد ہو رہے تھے۔ تجربہ گاہوں میں ڈارون کے نظریے پر جب تنقیدی نگاہ ڈالی گئی تو یہ نظریہ کسی بھی طرح ثابت نہ ہو سکا بلکہ کئی شواہد اس کو رد کرنے کے لئے کافی تھے۔ کمیونزم کا وہ معاشی نظام جو مذہب کے خلاف ایک بہت بڑی تحریک بن چکی تھی، روس اور چین میں اس کے زوال کے ساتھ ہی الحاد کی بنیادیں کمزور ہونا شروع ہو گئیں۔ اس ساری صورتحال کی وجہ سے بالعموم عقل پسند سائنس دانوں میں خدا کو ماننے کی تحریک شروع ہوئی اور کئی بڑے سائنس دان اور فلسفیوں نے خدا کے وجود کو منطقی بنیادوں پر تسلیم کیا۔

دہریت کا آخری دور: دہریت کے آخری دور کے بارے میں ادریس آزاد صاحب نے لکھا ہے: "رچرڈ ڈاکنز کی ایک ویڈیو پچھلے دنوں مشہور ہوئی جس میں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ زمین پر زندگی کیسے شروع ہوئی ہو گی؟ تو انہوں نے جواب دیا، ایک سیل سے۔ اُن سے مکرر پوچھا گیا کہ وہ سیل کہاں سے آیا ہو گا؟ تو انہوں نے جواب دیا، ممکن ہے کسی اور نظامِ شمسی کے کسی اور سیارے پر زندگی کی ترقی ہماری ترقی سے لاکھوں سال پہلے ہوئی ہو اور وہ ارتقا میں ہم سے لاکھوں سال آگے ہوں۔ ممکن ہے انہوں نے زندگی کی ایک ایسی شکل ڈیزائن کی ہو جیسی ہمارے سیارے پر ہے اور انہوں نے ہی ہمارے سیارے پر سیڈنگ یعنی زندگی کا بیج بویا ہو۔

رچرڈ ڈاکنز کو جدید ماڈرن ویسٹرن کیپٹالسٹ ایتھزم کا بابا آدم مانا جاتا ہے۔ خدا کا انکار اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مشن رہا ہے، لیکن مذکورہ بالا انٹرویو میں انہوں نے علی الاعلان تسلیم کیا ہے کہ ممکن ہے ہمارے سیارہ زمین پر موجود زندگی کسی ذہین مخلوق کے ذہن کی تخلیق ہو۔ اتنا تسلیم کر لیا تو گویا کمتر درجے کا سہی۔ کم از کم رچرڈ ڈاکنز یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر موجود زندگی کا سارا پروگرام کسی ذہین خالق کا بنایا ہوا ہو سکتا ہے، یعنی آرگومنٹ آف ڈیزائن کو کلیۃً رد نہیں کیا جا سکتا۔ آرگومنٹ آف ڈیزائن فلسفے کی ایک مشہور دلیل ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبات تشکیل جدید کے باب دوم کا آغاز ہی اُن تین مشہور آرگومنٹس سے کیا ہے جو وجودِ خدا کے حق میں فلسفیوں نے آج تک دیے۔ انہیں عربی میں ادلّہ ثلاثہ بھی کہتے ہیں:

دلیل کونی (Cosmological Argument)

دلیل غائی (Argument Teleological)

دلیل وجودی (Ontological Argument)

ان میں دلیل غائی کو آرگومنٹ آف ڈیزائن بھی کہتے ہیں۔اس دلیل کے مطابق اس کائنات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی ذہین مخلوق کی ایجاد ہے۔ ہر شے میں غایت پائی جاتی ہے۔ مثلاً جانور میٹھا پھل زیادہ شوق سے کھاتے ہیں تو میٹھے پھل کی گھٹلیاں بھی دوسرے درختوں کے مقابلے میں زیادہ زمین پر گرتی ہیں۔ درخت کو کس نے بتایا کہ وہ اپنے پھل کو میٹھا اور خوش ذائقہ بنادے تو اس کی نسل ہمیشہ باقی رہ سکتی ہے؟ثابت ہوا کہ کسی نے پہلے سے ڈیزائن کر رکھا ہے۔ یہ ہے دلیل غائی یا ٹیلیو لاجیکل آرگومنٹ۔ رچرڈ ڈاکنز جو ڈاکنسٹ تحریک یعنی ڈاکنزم کے بانی ہیں۔ان کی مشہور کتابوں کے نام ہی بنیادی طور پر آرگومنٹ آف ڈیزائن کی نفی کرتے ہیں۔ مثلاً دی سیلفیش جین(The selfish gene)یا بلائینڈ واچ میکر یعنی اندھا گھڑی ساز وغیرہ،ڈاکنز کے ابتدائی دور کی مشہور ترین کتابیں ہیں۔ شروع شروع کے مباحث اور مناظروں میں ڈاکنز آرگومنٹ آف ڈیزائن کی شدید مخالفت کرتا تھا لیکن اکیسویں صدی میں فلکیات کی کوانٹم کی بے پناہ تھیوریز کے بعد اب ڈاکنز نے کچھ عرصہ سے یہ تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے کہ ڈیزائن تو ہو سکتا ہے لیکن وہ ڈیزائن خدا نے نہیں بنایا، کسی اور سیارے پر کوئی ہم سے زیادہ ذہین مخلوق ہو سکتی ہے اور وہ چاہے تو ایسا ڈیزائن بنا سکتی ہے۔ڈاکنز کے شاگرد اور جانشین اور سخت لہجے کے سپیکر لارنس کراؤس سے سوال کیا گیا کہ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم سب کسی اور کا لکھا ہوا پروگرام ہوں اور کسی کمپیوٹر کی ڈسک میں چل رہے ہوں؟ تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواب دیا، ممکن ہے، ضرور ممکن ہے، لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ جس نے وہ پراگرام لکھا وہ خدا ہی ہے؟

غرض آج کے عہد کا دہریہ (ایتھسٹ) یہ تسلیم کرتا ہے کہ ہمارا ڈیزائنر کوئی اور ہو سکتا ہے اور یہ عین سائنسی بات ہے۔اب پیچھے رہ جاتا ہے، وہ خدا جسے کسی نے نہیں بنایا۔ جو خود سے ہے، جو ازل سے ہے اور جو ہمیشہ رہے گا، جو حی و قیوم ہے اور جو سب سے بڑی عقل کا مالک ہے۔ سو اُس خدا کے وجود سے ہنوز رچرڈ ڈاکنز کو انکار ہے۔ رچرڈ ڈاکنز اس کائنات کے بارے میں یہ مانتے ہیں کہ اسے کسی نے نہیں بنایا، یہ خود سے ہے، اور اسی کائنات نے سیارے پیدا کیے اور ان میں زندگی اور ذہانت پیدا کی۔ سٹرنگ تھیوری کے بعد رچرڈ ڈاکنز اس امکان کو بھی رد نہیں کر سکتے کہ کائنات (عالمین) ایک نہیں کئی ہیں۔ نظریہ اضافیت کے بعد رچرڈ ڈاکنز اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے

کہ کسی شخص کا ایک منٹ کسی اور شخص کے کئی سالوں کے برابر بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکنز خود مائیکرو بیالوجسٹ ہیں۔ وہ ڈی این اے کے انٹیلیجنٹ لینگویج ہونے، اس میں تبدیلیوں کے امکان، میوٹیشن کے مافوق العقل وجود اور نئی نئی مخلوقات کی پیدائش سے کب انکار کر سکتے ہیں؟ انسان کبھی مکمل طور پر نان وائلنٹ مخلوق بن کر کسی خوشنما باغ میں ایسے رہ رہا ہو کہ اُسے ہزاروں سال موت نہ آئے، اس امکان سے بھی ایک مائیکرو بیالوجسٹ عہد حاضر میں انکار نہیں کر سکتا۔

اس سب پر مستزاد یہ ایک خاصی مشہور تھیوری بھی ہے کہ یہ کائنات سانس لیتا ہوا ایک ذہین فطین جاندار ہے جو فورتھ ڈائمینشنل ہے۔ علاوہ بریں پین سپرمیا بھی ایک تھیوری ہے کہ کائنات حیات سے چھلک رہی ہے اور خلا میں اڑتے ہوئے پتھروں میں بھی ڈی این اے یا ابتدائی حیات کے امکانات مضمر ہیں۔

دراصل ڈاکنز کا اصل مسئلہ خدا نہیں ہے۔ نہ ہی مذہب ہے اور نہ ہی مذہبی ہونا ہے۔ ڈاکنز اور اس کے ماننے والوں کا اصل مسئلہ وہ سیٹ آف رُولز ہے جسے نظامِ حیات کہتے ہیں۔ مذہب بھی ایک سیٹ آف رُولز پیش کرتا ہے جسے کمانڈمنٹس کہا جاتا ہے۔ ڈاکنز اور اس کے ماننے والوں کو اس سیٹ آف رُولز کے ساتھ اختلاف ہے۔ مزید باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ اختلاف بنیادی طور پر نظریہ علم کا اختلاف ہے یعنی ایپسٹمالوجی کا۔ مذہب کے نزدیک وحی ایک برتر سورس آف ناجی یعنی ایک ایسا ذریعہ علم ہے جو ہمارے کمتر شعور کے لیے ہمیشہ رہنما کا کام دے سکتا ہے۔ دہریت کو یہ خیال مکمل طور پر نان اکیڈمک لگتا ہے۔ یہ بات بھی غلط نہیں کہ یہ سارا خیال حسی علوم کی ترقی کے بعد اکیڈمک محسوس ہونے لگا ہے۔ یہی کوئی سترھویں صدی عیسویں سے لے کر اب تک۔ اس سے قبل چونکہ حسی علوم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا تو دنیا کا ٹوٹل وژن ہی مختلف تھا۔ اگر ڈاکنسٹس اس امکان کو رد نہیں کرتے کہ ہم کسی اور زیادہ ذہین ہستی کا بنایا ہوا ڈیزائن ہو سکتے ہیں تو وہ اس امکان کو کیوں رد کر دیتے ہیں کہ ہم تک پہنچنے والی رہنمائی یعنی وحی بھی اُس برتر شعور کی جانب سے بھیجی ہوئی ہدایت ہو سکتی ہے؟

غرض یہ مذہب نہیں جس کے پاس بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچا، بلکہ یہ دہریت ہے جس کے پاس بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچا، کیونکہ اب اس تھیوریز کے رَش کے دور میں کہ جب آف سائنس کی پیدائش کا زمانہ گزر چکا ہے اور تھیوریز آف سائنس کی شدت کا زمانہ چل رہا ہے، کون انکار کر سکتا ہے کہ حسی سائنس چند دہائیاں بھی مزید

اپنے پیروں پر کھڑی رہ سکتی ہے۔ سائنس پر عقلیت (ریشنلزم) پوری طرح غلبہ پانے کے قریب ہے اور وہ دن دور نہیں جب حسیت (امپر سزم) کے مقابلے میں دوبارہ عقلیت دنیا پر راج کرنے لگے گی۔ آپ غور کریں تو آپ کو فوراً یاد آئے گا کہ گزشتہ کئی دہائیوں سے سائنس نے کوئی لا (قانون) پیش نہیں کیا۔ جب بھی پیش کی تھیوری پیش کی۔ اب اس بات سے حتمی طور پر کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ دیکھیے! سائنس میں لا آنے کا مطلب ہوتا ہے کہ تجربی سائنس کا عمل جاری ہے اور بار بار کے تجربہ سے فزیکل قوانین اخذ کیے جا رہے ہیں، لیکن تھیوریز کی بہتات کا مطلب ہے کہ عقلی سائنس کا عمل جاری ہے، جسے فلسفے کی زبان میں ریشنل ایکٹیویٹی کہتے ہیں۔ اب جو لوگ جانتے ہیں، وہ بخوبی اس فرق سے واقف ہیں جو ریشنل (عقلی) اور حسّی (تجربی) میں علمیات کی رُو سے پایا جاتا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔

جب تک دنیا پر ریشنلزم کا غلبہ رہا دنیا مابعد الطبیعات (میٹا فزکس) کی دیوانی رہی۔ ریشنلزم سے نفرت کا آغاز بھی تو مابعد البطیعات میں بڑے پیمانے پر شروع ہو جانے والی لایعنی بحثوں سے ہوا تھا۔ امام غزالی نے تہافۃ الفلاسفہ اسی غصے میں لکھی تھی کہ فلسفی سب کچھ عقل کو ہی ماننے لگ گئے تھے۔ کانٹ نے تنقید عقل محض فقط اسی لیے لکھی تھی کہ مغربی فلاسفہ عقل سے استخراج (deduction) کرتے، خدا کے وجود پر دلائل دیتے اور بحثیں کرتے اور میٹا فزکس کے زور پر ساری مسیحیت اور اس کے سارے عقائد کے بھنڈر کھول کر بیٹھ جاتے۔ تب کانٹ نے تنگ آکر عقل کے وہ لتے لیے کہ آج تک دنیا کانٹ کے عقل پر کیے گئے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتی۔ پھر کانٹ نے حسی علوم اور عقلی علوم کا ایک امتزاج، سنتھیٹک اے پری آری پیش کیا جسے اکیڈمک سطح پر عالمگیر پذیرائی ملی اور یوں دنیا بدلی اور یوں دنیا سائنسی ہوئی۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ سائنس کے نئے قوانین نہیں آرہے بلکہ مسلسل سائنسی تھیوریز آرہی ہیں۔ سائنسی تھیوری پیش کرنا ایک خالص عقلی سرگرمی ہے، نہ کہ تجربی۔ ایک سائنسدان اپنے ٹیبل پر بیٹھ کر ریاضی کی مساواتوں کو ایک دوسرے سے اخذ کرتا چلا جاتا ہے اور پھر ایک تھیوری بنتی ہے۔ سو یہ زمانہ یعنی اکیسویں صدی کا دور، یعنی ہمارا دور اب پھر سے عقلیت کا دور ہے نہ کہ تجربیت کا۔ یہ ہے بنیادی آرگومنٹ، جو اس مضمون میں، میرے پیش نظر ہے۔ تب پھر سے ایک بار دنیا بدل جائے گی۔ دہریت کا نام و نشان تک نظر نہ آئے گا۔ اور وحی کی مابعد الطبیعات کو ایک بار پھر ریاضیاتی عقیدت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ تب وحی کس شے کو سمجھا جائے گا، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ممکن ہے بولتی ہوئی فطرت کو ہی کل وحی سمجھ کر ایک دہریت زدہ نیا مذہب

سامنے آجائے۔اگر سوچیں تو برکلے، ہیگل، کانٹ جیسے لوگ آئن سٹائن سے کم دماغ نہ تھے۔خود آئن سٹائن کے ہی دور میں نیلز بوھر جیسے سائنسدانوں کا اعتقاد حسیت سے اُٹھ چکا تھا۔اقبال نے تشکیل کے دیباچے میں لکھا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب مذہب اور جدید سائنس میں ایسی ایسی مفاہمتیں دریافت ہونے لگیں گی کہ جو ہماری سوچ سے بھی ماروا ہیں، کیونکہ جدید فزکس نے اپنی ہی بنیادوں کی تدوین شروع کردی ہے۔

(http://daleel.pk/2016/07/22/2160)

یہ جو کہا گیا کہ دہریت دم توڑ رہی ہے یہ علمی حوالے سے کہا گیا ہے کہ جو پرانے دور کے فلسفیوں، سائنسدانوں اور دیگر لوگوں کے مذہب کے خلاف قانون تھے وہ قوانین غلط ثابت ہورہے ہیں اب جو دہریت کا سیلاب آرہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دیسی لبرل ہیں ذاتی مفاد کے لیے خود کو لبرل ظاہر کرتے ہیں، یا حرام خوری کا ایسا چسکا پڑا ہے کہ اب پردہ وحیا، حلال رزق ان کے لیے ممکن نہیں رہا یوں وہ شیطان کے ہاتھوں مکمل طور پر جکڑے جاچکے ہیں۔

دینی کتب

دہریت کی کوئی دینی کتاب نہیں ہے کیونکہ دینی کتب مذاہب کی ہوتی ہیں اور دہریت کوئی مذہب نہیں بلکہ زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا ایک نظریہ ہے۔ان کے ہاں اگرچہ باقاعدہ کوئی مذہبی کتاب نہیں لیکن جس طرح ہر مذہب کسی ایک کتاب پر پکا یقین رکھتا ہے یونہی دہریے سائنس پر یقین رکھتے ہیں۔جو سائنسی نظریہ مذہب کے خلاف ہو ان دہریوں کے نزدیک وہ ان کے نظریات کا حصہ ہے۔ سائنسی نظریات دریافت کرنے والے عموماً کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ سائنسی نظریات آئے دن غلط ثابت ہوتے ہیں، لیکن دہریے لوگوں کو اپنے نظریات کا پرچار کرنے کے لئے ان ناقابل یقین سائنسی تحقیقات یا انسانوں کے بنائے ہوئے فلسفوی اصولوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

یہ ایک قابل غور بات ہے کہ پہلے دور میں جب کبھی زلزلہ آتا تو لوگ خوف زدہ ہو کر اللہ عزوجل کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے تھے اب میڈیا کے ذریعے زلزلوں، طوفانوں، سیلابوں کو ایک سائنسی انٹرٹیمنٹ بنادیا گیا ہے۔اب عوام الناس کو یہ ذہن دینے کی بجائے کہ یہ آفتیں ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں یہ ذہن دیا جاتا ہے کہ سائنسی

طور پر جب یوں ہو تو زلزلہ ہوتا ہے، یوں ہو تو سونامی آتا ہے وغیرہ، یعنی اسباب ہی کو حقیقت سمجھ لیا جاتا ہے جبکہ ایک سیدھی سی بات ہے کہ اسباب کو بھی تو کوئی پیدا کرنے والا ہے، وہی خدا ہے۔ پھر یہ کہ اسباب ہی حقیقت میں موثر نہیں اس کی بڑی عقلی دلیل یہ ہے کہ اسباب و علامات کو مد نظر رکھتے ہوئے بارش، آندھی، طوفان، سیلاب، زلزلوں کی پیشین گوئیاں کی جاتی ہیں لیکن کچھ نہیں ہوتا کیونکہ رب تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا اور جب حکم ہوتا ہے تو سائنس بھی حیران رہ جاتی ہے کہ یہ کیسے ہو گیا۔

عقائد ونظریات

☆دہریت کے عقائد و نظریات میں اللہ عزوجل کی ذات، انبیاء علیہم السلام، جنت ودوزخ کا کوئی تصور نہیں۔ ان کے نزدیک زندگی گزارنے کے لئے کسی مذہبی اصولوں کی پیروی ضروری نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اپنی زندگی بغیر کسی مذہبی رکاوٹ کے گزاری جائے، زنا، شراب نوشی اور دیگر جرائم بھی اگر کوئی کرتا ہے تو یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ گناہ ہو ہی کیسے جب ان میں گناہ کا ہی تصور نہیں کیونکہ گناہ اور نیکی کا تصور آخرت پر یقین کی دلیل ہوتا ہے اور دہریے تو آخرت کے بھی منکر ہیں۔

☆دہریے اپنی ذات کو روحانی سکون دینے کے لئے مذاہب بالخصوص اسلام کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں اور باقاعدہ اپنا مال لگا کر دہریت کو عام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تھوڑے بہت فلاحی کام سرانجام دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا تیر مار لیا ہے۔ مولویوں کے خلاف بولنا ان کی عادت و مقصد حیات ہے۔ دہریوں اور سیکولر لوگوں کے بنائی ہوئی بعض این۔جی۔اوز کا مقصد ہی اسلام کے خلاف بولنا اور کفار کے حق میں بولنا ہے۔

☆تاریخ شاہد ہے کہ الحاد نے عیسائیت اور اسلام کے بنیادی عقائد یعنی وجود باری تعالیٰ، رسالت اور آخرت پر حملہ کیا اور اس کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلائے، لیکن اس ضمن میں ملحدین کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ یہ تینوں عقائد مابعد الطبیعاتی حقائق سے تعلق رکھتے ہیں جسے اس دنیا کے مشاہداتی اور تجرباتی علم کی روشنی میں نہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ رد کیا جا سکتا ہے۔

عیسائیت پر ملحدین کا ایک اور بڑا حملہ یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء کرام بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے وجود سے انکار کر دیا۔ انہوں نے آسمانی صحیفوں بالخصوص بائبل کو قصے کہانیوں کی کتاب قرار دیا۔ اس الزام کا دفاع

کرتے ہوئے کچھ عیسائی ماہرین نے علمی طور پر یہ بات ثابت کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک تاریخی شخصیت ہیں اور بائبل محض قصے کہانیوں کی کتاب ہی نہیں بلکہ اس میں بیان کئے گئے واقعات تاریخی طور پر مُسلّم ہیں اور ان کا ثبوت آثار قدیمہ کے علم سے بھی ملتا ہے۔ یہ الحاد کے مقابلے میں عیسائیت کی کسی حد تک فتح تھی۔

اسلام کے معاملے میں ملحدین ایسا نہ کر سکے کیونکہ قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی حیثیت کو چیلنج کرنا ان کے لئے علمی طور پر ممکن نہ تھا۔ انہوں نے اسلام پر حملہ کرنے کی دوسری راہ نکالی۔ ان میں سے بعض کوتاہ قامت اور علمی بد دیانتی کے شکار افراد نے چند من گھڑت روایات کا سہارا لے کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئے کیونکہ ان من گھڑت روایات کی علمی و تاریخی حیثیت کو مسلم علماء نے احسن انداز میں واضح کر دیا جسے انصاف پسند ملحد محققین نے بھی تسلیم کیا۔

☆ان ملحدین نے اپنے سائنسی نظریات کے سبب عیسائیت پر ایک اور طرف سے بڑا حملہ کیا اور وہ یہ تھا کہ قرون وسطیٰ کے عیسائی علماء نے اپنے وقت کے کچھ سائنسی اور فلسفیانہ نظریات کو اپنے نظام عقائد (Theology) کا حصہ بنا لیا تھا، لیکن جب جدید سائنسی تحقیقات سے یہ نظریات غلط ثابت ہوئے تو بہت سے لوگوں کا پوری عیسائیت پر اعتماد اٹھ گیا اور انہوں نے فکری طور پر بھی الحاد کو اختیار کر لیا۔ اسلام میں چونکہ اس قسم کے کوئی عقائد نہیں، لہٰذا اسلام اس قسم کے حملوں سے محفوظ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ الحاد کو مغرب میں تو بہت سے ایسے پیروکار مل گئے جو ہر قسم کے مذہب سے بیزاری کا اعلان کر کے خود کو فخریہ طور پر ملحد (Atheist) کہتے ہیں لیکن مسلمانوں میں انہیں ایسے پیروکار بہت کم مل سکے۔ مسلمانوں میں صرف ایسے چند لوگ ہی پیدا ہوئے جو زیادہ تر کمیونسٹ پارٹیوں میں شامل ہوئے۔ اگر ہم کمیونسٹ تحریک سے وابستہ نسلی مسلمانوں کا جائزہ لیں تو ان میں سے بھی بہت کم ایسے ملیں گے جو خود کو کھلم کھلا دہریہ یا ملحد کہلوانے پر تیار ہوں۔

☆خدا کی ذات کے متعلق جو شکوک و شبہات ان ملحدین نے پھیلائے تھے، اس کی بنیاد چند سائنسی نظریات پر تھی۔ بیسویں صدی کی سائنسی تحقیقات جو خود ان ملحدین کے ہاتھوں ہوئیں، نے یہ بات واضح کر دی کہ جن سائنسی نظریات پر انہوں نے اپنی عمارت تعمیر کی تھی، بالکل غلط ہیں۔ اس طرح ان کی وہ پوری عمارت اپنی بنیاد ہی سے منہدم ہو گئی جو انہوں نے تعمیر کی تھی۔

☆مذہب کے انکار میں ملحدین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مذہب دراصل قدیم انسانوں کی ایجاد ہے جسے انہوں نے اپنے فہم سے بالاتر سوالوں کے جواب نہ ہونے پر ذہنی تسکین کے لئے اپنا لیا تھا۔ لیکن اب سائنس کی ترقی نے انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا ہے جس سے وہ پہلے لاعلم تھا۔ مثلاً گزشتہ زمانوں کے لوگوں نے جب سورج کو ایک مخصوص وقت پر طلوع ہوتے اور غروب ہوتے دیکھا تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اس کے پس پردہ ایک عظیم الشان اور مافوق الفطرت ہستی کے وجود کو تسلیم کرلیں۔ اسی طرح دیگر بہت سے سوالات جس کی بابت ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ یہ اسی غیبی ہستی کا کارنامہ ہے۔ لیکن چونکہ اب ہم اس دور میں جی رہے ہیں جہاں ہمیں ان سب کے فطری اسباب معلوم ہو چکے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ سورج کا نکلنا اور ڈوبنا زمین کے گرد گھومنے کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا ہمیں اس کا کریڈٹ کسی خدا کو دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح کائنات کے دیگر فطری عوامل کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بھی خدا کے بجائے اس کی توجیہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

☆عقیدہ آخرت کے بارے میں ملحدین کا موقف ہے کہ موت واقع ہو جانے کے بعد انسان کا تعلق اس دنیا سے ختم ہو جاتا ہے اور پھر وہ کبھی لوٹ کے نہیں آتا۔ مرنے سے پہلے ہم موت کے بعد کیا ہوتا اور کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، اس لئے عقیدہ آخرت کو تسلیم کرنا غیر ضروری ہے۔ ان کے نزدیک چونکہ مذہبی عقائد کی کوئی ٹھوس قابل مشاہدہ دلیل نہیں ہوتی لہٰذا اسے اب ایک گزرے ہوئے زمانے کا قصہ سمجھ کر بھول جانا چاہئے اور مذہبی عقائد کو تسلیم کرنا انسانی عقل کی شان کے خلاف ہے کیونکہ جن سوالات اور مسائل کے لئے خدا اور مذہب کا وجود تھا اب ہمارے پاس ان کے خالص ٹیکنکل اور منطقی جوابات موجود ہیں۔ ان ملحدین فلاسفہ کا اصرار ہے کہ ایک عقل پسند شخص ایسی کسی بات پر ایمان نہ لائے جس کا مشاہدہ حواس خمسہ سے نہ ہو۔ حالانکہ ایمان ہے ہی غیب پر یقین رکھنے کا نام۔ پھر عقلی اعتبار سے بھی کئی مرتبہ مذہب اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے جب کئی سالوں بعد مدفون نیکوکار ہستیاں صحیح سلامت کفن و جسم کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں، جبکہ سائنس و عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی، یونہی کئی کفار و فساق کی قبروں میں عذاب کے آثار دیکھے گئے ہیں اور نیکوکاروں کی قبروں سے خوشبوئیں محسوس کی گئی ہیں وغیرہ۔

☆**نفس انسانی کے متعلق ملحدین کا نقطہ نظر:** اہل مذہب نفس انسانی سے متعلق امور کو روح سے جوڑتے ہیں، چونکہ روح کا کوئی مادی وجود نہیں ہے، لہٰذا ملحدین روح کو نہیں مانتے۔ ملحدین کی اکثریت نظریہ ارتقا

(Evolution Theory) کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے نفس انسانی کے متعلق یہ مانتے ہیں کہ روئے زمین پر اربوں سال پہلے ساحل سمندر سے زندگی کی ابتدا ہوئی۔ پھر اس سے نباتات اور اس کی مختلف انواع وجود میں آئیں۔ پھر نباتات سے ترقی کرتے کرتے حیوانات پیدا ہوئے۔ انہی حیوانات میں سے ایک بندر تھا، جو نیم انسانی حالت کے مختلف مدارج سے ترقی کرتا ہوا موجودہ انسان کا وجود ہوا۔ انسان کے نفس میں جو کچھ اس کی تمنائیں، جذبات، عقل وغیرہ سبھی صرف خلیوں (Cells) کے نظام اور خارجی دنیا کے ساتھ انسانی جسم کے تعلق کا نتیجہ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے دو پتھروں کو باہم رگڑنے سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کئی عرصہ تک دہریوں اور سائنس کا نظریہ رہا ہے لیکن موجودہ دور میں اس نظریے کا شد و مد سے سائنسی اور عقلی رد ہو رہا ہے جس کے بارے میں آپ کو معلومات نیٹ سے باآسانی مل سکتی ہیں۔

☆**طرزِ حیات:** دہریت کے انکار میں خدا کے وجود کے انکار کے ساتھ ہی لازمی نتیجہ کے طور پر وحی اور آسمانی صحائف کی بھی کوئی حقیقت واہمیت باقی نہیں رہتی۔ اہل مذہب کے مطابق خدا تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لئے وحی نازل فرمائی تاکہ انسان ان احکامات کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ لیکن جب مذہب کا انکار کیا جا رہا ہو تو پھر طرز حیات کے متعلق سوچ وفکر میں بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔ ملحدین طرز حیات کے متعلق عام طور پر سیکولرزم اور معاشیات میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کے قائل ہیں۔

☆**فری سیکس:** الحاد کے فروغ کے ساتھ ہی مغرب میں جنسی آزادی کا تصور بیدار ہوا۔ اکثر ملحدین کے مطابق کھانے پینے سونے کی طرح جنسی خواہشات کی تکمیل انسان کی فطری خواہش ہے، لہٰذا انسان کو اجازت ہونی چاہئے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک زنا بالجبر ایک غلط کام ہے مگر دونوں فریقین کی رضامندی سے ہونے والے جنسی تعلق میں کوئی برائی نہیں۔

فری سیکس کے تصور کو سب سے پہلے اہل مغرب میں مشہور ملحد ماہر نفسیات اور نیورولوجسٹ سگمنڈ فرائڈ (1856ء-1939ء) نے پیش کیا تھا۔ فرائڈ کے مطابق جس طرح انسان بھوک، پیاس وغیرہ جیسی خواہشات کو پورا نہ کرے تو بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح جنسی خواہش کی تکمیل نہ ہونے پر بھی انسان ذہنی مریض بن جاتا ہے۔ فرائڈ کے نظریے کو اہل مغرب نے بخوشی قبول کیا اور مصنفین، فلسفی، موسیقار، شعرا، ڈرامہ نگار اور فنون لطیفہ

سے تعلق رکھنے والے سبھی لوگوں نے اس تصور کے فروغ کے لئے اپنی اپنی کوششیں کیں۔ دور حاضر میں جب مغرب میں فلم انڈسٹری قائم ہوئی تو اس انڈسٹری نے بھی جنسی آزادی کے تصور کو پروان چڑھایا۔ ابتدا میں عمومی قسم کی فلموں کے ذریعے لوگوں کے جنسی جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی گئی لیکن جلد ہی باقاعدہ طور پر اس مقصد کی تکمیل کے لئے پورنوگرافی (Pornography) پر مبنی فلم انڈسٹری قائم کی گئی جس کا اہم مقصد اباحیت اور ننگے پن (Nudism) کا فروغ ہے۔ اس انڈسٹری میں کام کرنے والوں کو مغرب میں اس عصمت فروشوں کی حیثیت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ یہ محض ایک فلمی پیشے کی حیثیت رکھتا ہے۔

ماضی میں خواتین میں فری سیکس تحریک کے فروغ میں ایک اہم رکاوٹ جنسی تعلق سے حاملہ ہونے کا خوف تھا لیکن مانع حمل ادویات کی ایجاد نے اس تصور سے متاثر خواتین کو اس میدان میں آگے بڑھنے کا موقع دیا کہ وہ شادی کے بغیر جنسی تعلق سے بھی حاملہ نہ ہوں۔ بعد ازاں مغرب میں آزادانہ جنسی تعلق کو قانونی حیثیت حاصل ہو گئی۔ جس کے مطابق زنا بالجبر کے علاوہ انسان جس طرح جس سے چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کر سکتا ہے۔ اگر وہ ہم جنس پرستی کرے تو اس پر کوئی تنقید نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کا حق ہے۔ بیسویں صدی میں انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی بدولت اہل مشرق بھی اس جنسی بے راہ روی سے شدید متاثر ہوئے جس کا نتیجہ آج ہم بخوبی دیکھ رہے ہیں۔

☆**سیاست:** فکری اور نظریاتی میدان میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ الحاد اسلام کے مقابلے میں ناکام رہا مگر عیسائیت کے مقابلے میں اسے جزوی فتح حاصل ہوئی البتہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی میدانوں میں الحاد کو مغربی اور مسلم دنیا میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ سیاسی میدان میں الحاد کی سب سے بڑی کامیابی سیکولرازم کا فروغ ہے۔ پوری مغربی دنیا اور مسلم دنیا کے بڑے حصے نے سیکولرازم کو اختیار کر لیا۔ سیکولرازم کا مطلب ہی یہ ہے کہ مذہب کو گرجے یا مسجد تک محدود کر دیا جائے اور کاروبار زندگی کو خالصتاً انسانی عقل کی بنیاد پر چلایا جائے جس میں مذہبی تعلیمات کا کوئی حصہ نہ ہو۔

مغربی دنیا نے تو سیکولرازم کو پوری طرح قبول کر لیا اور اب اس کی حیثیت ان کے ہاں ایک مسلمہ نظریے کی ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کو گرجے کے اندر محدود کر کے کاروبار حیات کو مکمل طور پر سیکولر کر لیا ہے۔ چونکہ اہل مغرب کے زیر اثر مسلمانوں کی اشرافیہ بھی الحاد کے اثرات کو قبول کر چکی تھی، اس لئے ان میں سے بھی بہت سے

ممالک نے سیکولرازم کو بطور نظام حکومت کے قبول کر لیا۔ بعض ممالک جیسے ترکی اور تیونس نے تو اسے کھلم کھلا اپنانے کا اعلان کیا لیکن مسلم ممالک کی اکثریت نے سیکولرزم اور اسلام کا ایک ملغوبہ تیار کرنے کی کوشش کی جس میں بالعموم غالب عنصر سیکولرزم کا تھا۔

الحاد کو فروغ جمہوریت کے نظریے سے بھی ہوا۔ اگرچہ جمہوریت عملی اعتبار سے اسلام کے مخالف نہیں کیونکہ اسلام میں بھی آزادی رائے کو بڑی اہمیت حاصل ہے، لیکن جمہوریت جن نظریاتی بنیادوں پر قائم ہے وہ خالصتاً ملحدانہ ہے۔ جمہوریت کی بنیاد حاکمیت جمہور کے نظریے پر قائم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عوام کی اکثریت خدا کی مرضی کے خلاف فیصلہ دے دے تو ملک کا قانون بنا کر اس فیصلے کو نافذ کر دیا جائے۔ اس کی واضح مثال ہمیں اہل مغرب کے ہاں ملتی ہے جہاں اپنے دین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے انہوں نے فری سیکس، ہم جنس پرستی، شراب اور سود کو حلال کر لیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں اس کی مثال شاید ترکی ہی میں مل سکتی ہے یا پاکستان میں زنا بالرضا، ہم جنس پرستی پر آئے دن میڈیا پر ہونے والے پروگراموں میں یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ کس طرح بعض نام نہاد مسلمان اینکرز، سیاستدان اور این جی اوز کے ارکان ان غیر شرعی افعال کی تائید کر رہے ہوتے ہیں۔

اسلام نظریاتی طور پر جمہوریت کے اقتدار اعلیٰ کے نظریے کا شدید مخالف ہے۔ اسلام کے مطابق حاکمیت اعلیٰ جمہور کا حق نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنا شرک ہے۔ سب سے بڑا اقتدار (Sovereignty) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر معاملہ مشورے سے طے کریں۔

☆ **معیشت:** معیشت کے باب میں الحاد نے دنیا کو دو نظام دیے۔ ان میں سے ایک ایڈم سمتھ کا سرمایہ دارانہ نظام یا کیپیٹل ازم اور دوسرا کارل مارکس کی اشتراکیت یا کمیونزم۔ کیپیٹل ازم دراصل جاگیر دارانہ نظام (Feudalism) ہی کی ایک نئی شکل ہے جو عملی اعتبار سے جاگیر دارانہ نظام سے تھوڑا سا بہتر ہے۔ کیپیٹل ازم میں مارکیٹ کو مکمل طور پر آزاد چھوڑا جاتا ہے جس میں ہر شخص کو یہ آزادی ہوتی ہے کہ وہ دولت کے جتنے چاہے انبار لگا لے۔ جس شخص کو دولت کمانے کے لامحدود مواقع میسر ہوں وہ امیر سے امیر تر ہوتا جائے گا اور جسے یہ مواقع میسر نہ ہوں وہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔ حکومت اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ سرمایہ دارانہ نظام کا

اصرار ہے کہ ہر انسان کو تجارتی و صنعتی سرگرمیوں کے لئے قطعی آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ منافع کے لئے جو طریقہ مناسب سمجھے اختیار کرلے، منافع کے حصول کے لئے مذہبی قوانین کے تحت حلال و حرام کی کوئی تفریق نہیں ہونی چاہئے۔ نیز اس معاشی نظام میں سود، بیمہ، انٹرسٹ وغیرہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

جاگیردارانہ نظام کی طرح اس نظام میں بھی سرمایہ دار، غریب کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اس کا استحصال کرتا ہے۔ غریب اور امیر کی خلیج اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف تو گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں اور دوسری طرف کھانے کو وال بھی میسر نہیں ہوتی۔ ایک طرف تو ایک شخص ایک وقت کے کھانے پر ہزاروں روپے خرچ کر دیتا ہے اور دوسری طرف ایک شخص کو بھوکا سونا پڑتا ہے۔ ایک طرف تو علاج کے لئے امریکہ یا یورپ جانا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا اور دوسری طرف ڈسپرین خریدنے کی رقم بھی نہیں ہوتی۔ ایک طرف بچوں کو تعلیم کے لئے ترقی یافتہ ممالک کی یونیورسٹیوں کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور دوسری طرف بچوں کو سرکاری سکول میں تعلیم حاصل دلوانے کے لئے بھی ماں باپ کو فاقے کرنا پڑتے ہیں۔ ایک طرف محض ایک لباس سلوانے پر لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف استعمال شدہ کپڑے خریدنے کے لئے بھی پیٹ کاٹنا پڑتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے اس تفاوت کی مکمل ذمہ داری الحاد پر ہی نہیں ڈالی جا سکتی کیونکہ اس کا پیشرو نظام فیوڈل ازم، جو کہ اس سے بھی زیادہ استحصالی نظام ہے۔ اٹھارہویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد فیوڈل ازم کی کوکھ سے کیپیٹل ازم نے جنم لیا جو کہ امیر کے ہاتھوں غریب کے استحصال کا ایک نیا نظام تھا لیکن اس کا استحصالی پہلو فیوڈل ازم کی نسبت کم تھا کیونکہ وہاں تو بہتر مستقبل کی تلاش میں غریب کسی اور جگہ جا بھی نہیں سکتا۔ چونکہ اہل مغرب اور اہل اسلام اپنے دین کی تعلیمات سے خاصے دور ہو چکے تھے، اس لئے یہ نظام اپنے پورے استحصالی رنگ میں پنپتا رہا۔

یورپ میں کارل مارکس نے کیپیٹل ازم کے استحصال کے خلاف ایک عظیم تحریک شروع کی جس میں اس نظام کی معاشی ناہمواریوں پر زبردست تنقید کی گئی۔ مارکس اور ان کے ساتھی فریڈرک اینجلز، جو بہت بڑا ملحد فلسفی تھا، نے پوری تاریخ کی ایک نئی توجیہ (Interpretation) کر ڈالی جس میں اس نے معاش ہی کو انسانی زندگی اور انسانی تاریخ کا محور و مرکز قرار دیا۔ ان کے نزدیک تاریخ کی تمام جنگیں، تمام مذاہب اور تمام سیاسی نظام معاشیات ہی کی

پیداوار تھے۔ انہوں نے خدا، نبوت اور آخرت کے عقائد کا انکار کرتے ہوئے دنیا کو ایک نیا نظام پیش کیا جسے تاریخ میں کمیونزم کے نام سے یاد رکھا جائے گا۔ کمیونزم کا نظام خالصتاً الحادی نظام تھا۔

کمیونسٹ نظام انفرادی ملکیت کی مکمل نفی کرتا ہے۔ اسے اشتراکی نظام بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی بھی کاروبار شخص کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ قومی ملکیت ہوتی ہے اور سبھی افراد حکومت کے ملازم ہوتے ہیں۔ اشتراکیت کی مختلف صورتیں موجودہ دور میں رائج ہیں۔

اس نظام میں تمام ذرائع پیداوار جن میں زراعت، صنعت، کان کنی اور تجارت شامل ہے کو مکمل طور پر حکومت کے کنٹرول میں دے دیا جاتا ہے۔ پوری قوم ہر معاملے میں حکومت کے فیصلوں پر عمل کرتی ہے جو کہ کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کمیونسٹ جدوجہد پوری دنیا میں پھیل گئی۔ اسے سب سے پہلے کامیابی روس میں ہوئی جہاں لینن کی قیادت میں 1917ء میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا اور دنیا کی پہلی کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی۔ دوسرا بڑا ملک، جس نے کمیونزم کو قبول کیا، چین تھا۔ باقی ممالک نے کمیونزم کی تبدیل شدہ صورتوں کو اختیار کیا۔

کمیونزم کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اس میں فرد کے لئے کوئی محرک (Incentive) نہیں ہوتا جس سے وہ اپنے ادارے کے لئے اپنی خدمات کو اعلیٰ ترین انداز میں پیش کر سکے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت کر سکے۔ اس کے برعکس کیپیٹل ازم میں ہر شخص اپنے کاروبار کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لئے دن رات محنت کرتا ہے اور اپنی اعلیٰ ترین صلاحیتیں استعمال کرتا ہے۔ کمیونزم کی دوسری بڑی خامی یہ تھی کہ پورے نظام کو جبر کی بنیادوں پر قائم کیا گیا اور شخصی آزادی بالکل ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سوویت یونین کی معیشت کمزور ہوتی گئی اور بالآخر 1990ء میں یہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد اسے کیپیٹل ازم ہی کو اپنانا پڑا۔ دوسری طرف چین کی معیشت کا حال بھی پتلا تھا۔ چین نے اپنی معیشت کو بہتر بنانے کے لئے کمیونزم کو خیر باد کہہ دیا اور تدریجاً اپنی مارکیٹ کو اوپن کر کے کیپیٹل ازم کو قبول کر لیا۔ چین کی موجودہ ترقی کیپیٹل ازم ہی کی مرہون منت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کیپیٹل ازم اور کیمونزم دونوں نظام ہائے معیشت ہی استحصال پر مبنی نظام ہیں۔ ایک میں امیر غریب کا استحصال کرتا ہے اور دوسرے میں حکومت اپنی عوام کا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے اہل مغرب نے اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کو اپنا کر کیپیٹل ازم کے استحصالی نقصانات کو کافی حد تک کم کر لیا ہے، لیکن تیسری دنیا جس کی اخلاقی حالت بہت کمزور ہے وہاں اس کے نقصانات کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

چونکہ یہاں ہم الحاد کی تاریخ وافکار کا مطالعہ کر رہے ہیں اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ پچھلی تین صدیوں میں معیشت کے میدان میں الحاد کو دنیا بھر میں واضح برتری حاصل رہی ہے اور دنیا نے الحاد پر قائم دو نظام ہائے معیشت یعنی کیپیٹل ازم اور کیمونزم کا تجربہ کیا ہے۔ کیمونزم تو اپنی عمر پوری کر کے تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، اس لئے اس پر ہم زیادہ بحث نہیں کرتے لیکن کیپیٹل ازم کے چند اور پہلوؤں کا ایک مختصر جائزہ لینا ضروری ہے جو انسانیت کے لئے ایک خطرہ ہیں۔

کیپیٹل ازم کے نظام کی بنیاد سود پر ہے۔ بڑی بڑی صنعتوں کے قیام اور بڑے بڑے پراجیکٹس کی تکمیل کے لئے وسیع پیمانے پر فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سرمایہ دار کے لئے اتنی بڑی رقم کا حصول بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر اس کے پاس اتنی رقم موجود بھی ہو تو اسے ایک ہی کاروبار میں لگانے سے کاروباری خطرہ (Business Risk) بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ایک کاروبار اگر ناکام ہو جائے تو پوری کی پوری رقم ڈوبنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر وہی رقم تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف منصوبوں میں لگائی جائے تو ایک منصوبے کی ناکامی سے پوری رقم ڈوبنے کا خطرہ نہیں ہوتا اور تمام کے تمام منصوبوں کے ڈوبنے کا خطرہ بھی نہیں ہوتا۔ اسے علم مالیات (Finance) کی اصطلاح میں Diversification کہا جاتا ہے۔

ان بڑے بڑے پراجیکٹس کے لئے رقم کی فراہمی کے لئے دنیا نے Financial Intermediaries کا نظام وضع کیا ہے۔ اس درمیانی واسطے کا سب سے بڑا حصہ بینکوں پر مشتمل ہے۔ یہ بینک عوام الناس کی چھوٹی چھوٹی بچت کی رقوم کو اکٹھا کرنے کا کام کرتے ہیں جس پر بینک انہیں سود ادا کرتا ہے۔ پوری ملک کے لوگوں کی تھوڑی تھوڑی بچتوں کو ملا کر بہت بڑی تعداد میں فنڈ اکٹھا کر لیا جاتا ہے جو انہی سرمایہ داروں کو کچھ زیادہ

شرح سود پر دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر بینک عوام کو 8% سود کی ادائیگی کر رہا ہے تو سرمایہ دار سے 10% سود وصول کر رہا ہو گا۔ اس 2% میں بینک اپنے انتظامی اخراجات پورے کر کے بہت بڑا منافع بھی کما رہا ہوتا ہے۔

سرمایہ دار عموماً اپنے سرمایے کو ایسے کاروبار میں لگاتے ہیں جو اس سرمایے پر بہت زیادہ منافع دے سکے۔ اگر ہم دنیا بھر کی مختلف کمپنیوں کی سالانہ رپورٹس (Annual Reports) کا جائزہ لیں تو ہمیں اس میں ایسے کاروبار بھی ملیں گے جن میں Return on Capital Employed کی شرح 50% سالانہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو گی۔ اس منافع کا ایک معمولی سا حصہ بطور سود ان غریب لوگوں کے حصے میں بھی آتا ہے جن کا سرمایہ دراصل اس کاروبار میں لگا ہوتا ہے۔

اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھ لیجیے کہ بالفرض ایک سرمایہ دار کسی بینک سے ایک ارب روپے 10% سالانہ شرح سود پر لیتا ہے اور اس سرمائے سے پچاس کروڑ روپے سالانہ نفع کماتا ہے۔ اس میں سے وہ دس کروڑ بینک کو بطور سود ادا کرے گا اور بینک اس میں سے 8% سالانہ کے حساب سے آٹھ کروڑ روپے اپنے کھاتہ داروں (Deposit Holders) کو ادا کرے گا۔ چونکہ یہ کھاتہ دار بہت بڑی تعداد میں ہوں گے جنہوں نے اپنی تھوڑی تھوڑی بچت بینک میں جمع کروائی ہو گی، اس لئے ان میں سے ہر ایک کے حصے میں چند ہزار یا چند سو روپے سے زیادہ نہیں آئے گا۔ اس طریقے سے سرمایہ دار، عام لوگوں کو چند ہزار روپے پر ٹرخا کر ان کا پیسہ استعمال کرتا ہے اور اسی پیسے سے خود کروڑوں روپے بنالیتا ہے۔

اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس طرح جاگیر دارانہ نظام میں جاگیر دار یا مہاجن غریبوں کو سود پر رقم دے کر ان کا استحصال کیا کرتا تھا، اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دار غریبوں سے سود پر رقم لے کر ان کا استحصال کرتا ہے۔ عوام الناس بھی تھوڑا سا سود کھا کر جہاں اپنی دنیا و آخرت خراب کرتی ہے وہاں اپنی رقم کاروبار میں نہ لگا کر اس کی ویلیو کم کرتی ہے، وہ لاکھ جس سے کچھ سال پہلے کافی چیزیں خریدی جا سکتی تھیں وہی لاکھ بینک میں پڑا پڑا چند ہزار کے برابر ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ فیوڈل ازم کے مہاجنی سود کا سلسلہ بھی اس نظام میں پوری طرح جاری ہے جس میں کریڈٹ کارڈز کے ذریعے مائیکرو فنانسنگ Micro-Financing کا سلسلہ جاری ہے۔ اس معاملے میں 36% سالانہ کے حساب سے سود بھی وصول کیا جا رہا ہے۔ اس سود میں سے صرف 8-10% اپنے کھاتہ داروں کو ادا کیا جا رہا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی ایک اور پہلو جوئے کا فروغ ہے۔ یہ لعنت فیوڈل ازم میں بھی اسی طرح پائی جاتی تھی۔ دنیا بھر میں جوا کھیلنے کے بڑے بڑے ادارے قائم کیے جا چکے ہیں۔ سٹاک ایکسچینج، فاریکس کمپنیز اور بڑی بڑی کیپیٹل اور منی مارکیٹس ان کیسینوز کے علاوہ ہیں جہاں بڑی بڑی رقوم کا سٹہ کھیلا جاتا ہے۔ کھربوں روپے سٹے میں برباد کر دیے جاتے ہیں مگر بھوک سے مرنے والے بچوں کا کسی کو خیال نہیں آتا۔ ان کیسینوز میں جوئے کے ساتھ ساتھ بے حیائی اور بدکاری کو بھی فروغ مل رہا ہے بلکہ دنیا بھر میں سیاحت کو فروغ دینے کے لئے جوئے اور بدکاری کے مراکز بھی قائم کئے جا چکے ہیں۔ سود اور جوا ایسی برائیاں ہیں جن کا تعلق الحاد کی اخلاقی بنیادوں سے قائم کیا سکتا ہے۔

☆**اخلاق اور معاشرت:** الحاد کے اثرات سے جو چیز سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہے، وہ اخلاقِ انسانی اور نظامِ معاشرت ہے۔ اگر کوئی یہ مان لے کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے، موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے جہاں اسے اپنے کئے کا حساب دینا ہو گا تو پھر سوائے حکومتی قوانین یا معاشرتی دباؤ کے کوئی چیز دنیا میں اسے کسی برائی کو اختیار کرنے سے نہیں روک سکتی۔ پھر اس کی زندگی کا مقصد اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ دولت اور اس سے لطف اندوز ہونا ہی رہ جاتا ہے۔

اگر کسی کو یقین ہو کہ کوئی اسے نہیں پکڑ سکتا تو پھر کیا حرج ہے کہ اگر وہ اپنے کسی بوڑھے رشتے دار کی دولت کے حصول کے لئے اس کو زہر دے دے؟! اگر وہ اتنا ہوشیار ہو کہ پولیس اس کا سراغ نہیں لگا سکتی تو پھر لاکھوں روپے کے حصول کے لئے چند بم دھماکے کر کے دہشت گرد بننے میں کیا حرج ہے؟ قانون سے چھپ کر کسی کی عصمت دری سے اگر کسی کی درندگی کی تسکین ہوتی ہے تو اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ اپنی خواہش کی تسکین کے لئے بچوں کو اغوا کر کے، ان سے زیادتی کر کے، انہیں قتل کر کے تیزاب میں گلا سڑا دینے میں آخر کیا قباحت ہے؟ اپنے یتیم بھتیجے کا مال ہڑپ کر جانے سے آخر کیا فرق پڑتا ہے؟ جھوٹا کلیم داخل کر کے اگر کسی کو اچھی خاصی جائیداد مل سکتی ہے تو کوئی ایسا کیوں نہ کرے؟ کسی کو اپنی گاڑی کے نیچے کچلنے کے بعد اسے ہسپتال تک پہنچا کر اپنا وقت برباد کرنے کی آخر کیا ضرورت

ہے؟ جائیداد کو تقسیم ہونے سے بچانے کے لئے اگر کوئی اپنی بہن یا بیٹی پر کاروکاری کا الزام لگا کر اسے قتل کردے تو کیا قیامت برپا ہو جائے گی؟ اپنے دشمنوں کی بہو بیٹیوں کو برہنہ کر کے بازاروں میں گھمانے پھرانے سے اگر کسی کے انتقامی جذبات سرد پڑتے ہیں تو ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟ اپنی لاگت (Cost) کو کم کرنے کے لئے اگر کوئی خوراک یا ادویات میں ملاوٹ بھی کردے اور خواہ چند لوگ مر بھی جائیں تو کیا ہے، اس کا منافع تو بڑھ جائے گا؟ ذخیرہ اندوزی کر کے اگر کسی کے مال کی قیمتیں چڑھ سکتی ہیں تو وہ ایسا کیوں نہ کرے؟ اگر تیز رفتاری میں کسی کو مزہ آتا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے اگر اس سے کوئی ایک آدھ آدمی مر جائے یا ہمیشہ کے لئے معذور ہو جائے، اتنے مزے کے لئے ایک آدھ بندہ مارنا کونسا مسئلہ ہے؟ اگر کوئی کسی کے نظریات سے اختلاف کرے تو اسے گولی مارنے میں کیا قباحت ہے؟ یا پھر یہ سب نہ بھی ہو تو کوئی اپنا وقت معاشرے کی خدمت میں کیوں لگائے، وہ اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ enjoyment کے حصول میں ہی کیوں نہ خرچ کرے؟ اگر کوئی اپنے جرم کو چھپا سکتا ہو تو پھر سرکاری سودوں میں کمیشن کھا کر ملک و قوم کو نقصان پہنچانے میں کیا چیز مانع ہے؟

یہ وہ مثالیں ہیں جو روزانہ ہمارے سامنے اخبارات میں آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم وحشی درندوں کے درمیان اپنی زندگی گزار رہے ہیں جن پر انسان اور مسلمان ہونے کا محض لیبل لگا ہوا ہے۔ کم و بیش اسی قسم کے واقعات تیسری دنیا کے دیگر ممالک میں بھی پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ مسلم دنیا پر بھی الحاد کے یہ افکار غالب آچکے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوا کہ مسلمان توحید، رسالت اور آخرت کا کھلم کھلا انکار کردیں لیکن عملی طور پر ہم ان حقیقتوں سے غافل ہو چکے ہیں۔ ہمارا میڈیا، بعض سیاستدان، اینکرز این جی اوز ہماری عوام کو بے حس بنا رہے ہیں کہ ناموس رسالت پر اگر کوئی حملہ کرتا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے مسلمانوں کو اس بارے میں قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے اگرچہ قانون خاموش تماشائی بنا رہے اور مسلمان اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے پیارے نبی علیہ السلام کی عزت کو پامال ہوتے دیکھتے رہیں، پھر اگر کوئی غیرت مند مسلمان ممتاز قادری کی طرح فتنہ کو ختم کرے تو اس پر اعتراض شروع کردیے جائیں کہ اس نے قانون ہاتھ میں کیوں لیا۔

یونہی شرعی احکام بالخصوص حدود کے مسائل سے استہزا کیا جاتا ہے لوگ آرام سے بیٹھے پروگرام دیکھ رہے ہوتے ہیں ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ میڈیا پر کیا ہو رہا ہے۔ گانوں میں اللہ عزوجل کی ذات پر سرعام اعتراض کیا

جاتا ہے، محبوب کو معاذ اللہ خدا بنا دیا جاتا ہے، فرشتوں، جنت و دوزخ، حوروں کا مذاق اڑایا جاتا ہے لیکن مسلمانوں کی غیرت ایمانی لمبی تان کر سوئی ہوئی ہے بلکہ اب تو سو سو کر مرنے کے قریب ہے۔

الحاد کے اخلاقی اثرات بڑے واضح طور پر تیسری دنیا میں تو دیکھے جاسکتے ہیں لیکن دنیا کے ترقی یافتہ حصے میں یہ اثرات اتنے نمایاں نہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ الحاد کی تحریک کو سب سے پہلے فروغ مغرب میں حاصل ہوا لیکن وہاں کے لوگوں کا اخلاقی معیار تیسری دنیا سے نسبتاً بہتر ہے۔ لیکن مذہبی احساسات مغربیت میں کئی سالوں پہلے کے فوت ہوچکے ہیں، اب یورپین ممالک میں یہ حال ہے کہ خدا سمیت کسی بھی بزرگ ہستی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی کوئی آزادی رائے کا حق رکھتے ہوئے جو مرضی کہہ دے عیسائی پادری اس کے آگے بے بس ہوتے ہیں۔ یہی نظام رفتہ رفتہ مسلم ممالک میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ نظام لانے کے لیے دہریوں کے پاس سب سے بڑا ہتھیار میڈیا ہے۔

کوئی بھی فلسفہ یا نظام حیات سب سے پہلے معاشرے کے ذہین ترین لوگ تشکیل دیتے ہیں اور پھر اسے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعے معاشرے کے ذہین طبقے میں پھیلاتے ہیں جسے عرف عام میں اشرافیہ (Elite) کہتے ہیں۔ یہی طبقہ معاشرے میں تعلیم وابلاغ کے تمام ذرائع پر قابض ہوتا ہے۔ اس فلسفے یا نظام حیات کو قبول کرنے کے بعد یہ اسے عوام الناس تک پہنچاتا ہے۔ عوام ہر معاملے میں اسی اشرافیہ کے تابع ہوتے ہیں، اسلئے وہ اسے دل وجان سے قبول کرلیتے ہیں۔ اہل مغرب میں الحادی نظریات کے فروغ میں جن ذہین افراد نے حصہ لیا وہ اخلاقی اعتبار سے کوئی گرے پڑے لوگ نہ تھے، انہوں نے خود کو انسانی اخلاق کے علمبردار کی حیثیت سے پیش کیا۔ جدید دور میں الحاد کی تحریک نے اپنا نام انسانی تحریک (Humanist) رکھ لیا ہے اور وہ خود کو اخلاقیات کا چیمپئن سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کونسل فار سیکولر ہیومن ازم کے بانی پال کرٹز اپنی حالیہ تحریر میں لکھتا ہے: ”ہمیں تیسری طرف جو جنگ لڑنا ہے وہ انسانی اخلاقیات کی جنگ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اخلاقی انقلاب ہی انسانیت کے مستقبل کی ضمانت دیتا ہے۔ یہی آخرت کی نجات یا جنت کے عقیدے کے بغیر انسانی زندگی کو بہتر بناتا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اخلاقی اقدار کو مشاہدے اور دلائل کی بنیاد پر پرکھیں اور نتائج کی روشنی میں اپنی اخلاقی اقدار میں تبدیلی کرنے پر تیار رہیں۔ ہمارا طریقہ عالمی (پلینیٹری) ہے جیسا کہ

Humanist Manifesto 2000

میں زور دیا گیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سیارے زمین پر ہر انسان بالکل برابر حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاق کے ساتھ ہماری وابستگی یہ ہے کہ عالمی برادری میں ہر فرد کو اس کے حقوق ملیں اور ہم اپنے مشترکہ گھر یعنی اس زمین کی حفاظت کریں۔ انسانی اخلاقیات فرد کی آزادی، پرائیویسی کے حق، انسانی آزادی اور سماجی انصاف کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس کا تعلق پوری نسل انسانیت کی فلاح و بہبود سے ہے۔"

ان فلسفیوں نے انسانی حقوق اور انسانی اخلاق کو اپنے فلسفے میں بہت اہمیت دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان ممالک کے عوام میں اخلاقی شعور نسبتاً بہت بہتر ہے۔ وہ لوگ بالعموم جھوٹ کم بولتے ہیں، اپنے کاروبار میں بددیانتی سے اجتناب کرتے ہیں، ایک دوسرے کا استحصال کم کرتے ہیں، فرد کی آزادی کا احترام کرتے ہیں، جانوروں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں، یتیموں اور اپاہجوں کے لئے ان کے ہاں منظم ادارے ہیں، قانون کا احترام کرتے ہیں، ان کی سوچ عموماً معقولیت (Rationality) پر مبنی ہوتی ہے، وہ عقل و دانش کی بنیاد پر اپنے نظریات کو تبدیل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، ایک دوسرے کا احترام کیا جاتا ہے، محض اختلاف رائے کی بنیاد پر کوئی کسی کو گولی نہیں مارتا، علم و دانش کا دور دورہ ہے، اشیاء خالص ملتی ہیں اور ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھانے والے ادارے بہت موثر ہیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ اخلاقی لحاظ سے یہ بہت ترقی کر چکے ہیں، بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں میں بہت سی اخلاقی خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، ان کی خدمت نہیں کرتے، جنسی بے راہ روی ان کے ہاں عام ہے، ان کی اکثریت طرح طرح کے نشے میں سکون تلاش کرتی نظر آتی ہے، ان میں تشدد کا رجحان بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔ نیشنلزم کا جذبہ بہت طاقتور ہونے کی وجہ سے یہ اپنی قوم کے افراد کے لئے تو ابریشم کی طرح نرم ہیں اور ہر اخلاقی اصول کی پیروی کرتے ہیں لیکن جب معاملہ کسی دوسری قوم کے ساتھ ہو تو وہاں انسانی حقوق کے تمام سبق یہ بھول جاتے ہیں۔

جب یہ الحادی نظریات اہل مغرب سے نکل کر مشرقی قوموں میں آئے تو اشرافیہ کے جس طبقے نے انہیں قبول کیا، بدقسمتی سے وہ اخلاقی اعتبار سے نہایت پست تھا۔ جب یہ طبقہ اور اس کے زیر اثر عوام الناس عملی اعتبار سے الحاد کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے تمام اخلاقی حدود کو پھلانگ کر وحشت اور درندگی کی بدترین داستانیں رقم

کیں۔ دور جدید میں اس کا اندازہ محض روزانہ اخبار پڑھنے ہی سے ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ملحدین میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں، وہ تو مسلمانوں نے پوری طرح اختیار کر لیں لیکن ان کی خوبیوں کا عشر عشیر بھی ان کے حصے میں نہ آیا۔

الحاد کے معاشرتی اثرات میں ایک بڑا واضح اثر خاندانی نظام کا خاتمہ اور فری سیکس کا فروغ ہیں۔ جنسی زندگی سے متعلق آداب انسان کو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہی نے بتائے ہیں اور اس ضمن میں ہر قسم کی بے راہ روی کا خاتمہ کیا ہے۔ جب ایک شخص انہی کا انکار کر دے تو پھر اس کی راہ میں ایسی کونسی رکاوٹ ہے جو اسے دنیا کی کسی بھی عورت سے آزادانہ صنفی تعلقات سے روک سکے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ پھر ماں، بہن اور بیٹی کا تقدس پامال کرنے بھی کیا حرج رہ جاتا ہے؟ اس کے بعد اگر نئی نئی لذتوں کی تلاش میں مرد مردوں کے پاس اور عورتیں عورتوں کے پاس جائیں تو اس میں کیا قباحت رہ جاتی ہے؟

الحاد کا یہ وہ اثر ہے جسے مغربی معاشروں میں پوری طرح فروغ حاصل ہوا۔ دور غلامی میں خوش قسمتی سے مسلم دنیا الحاد کے ان اثرات سے بڑی حد تک محفوظ رہی لیکن بیسویں صدی کے ربع آخر میں میڈیا کے فروغ سے اب یہ اثرات بھی ہمارے معاشروں میں تیزی سے سرایت کر رہے ہیں۔ جہاں جہاں یہ فری سیکس پھیل رہا ہے وہاں وہاں اس کے نتیجے میں ایک طرف تو ایڈز سمیت بہت سی بیماریاں پھیل رہی ہیں اور دوسری طرف خاندانی نظام کا خاتمہ بھی ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں کوئی نہ تو بچوں کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی بوڑھوں کی خبر گیری کرنے کو۔ کڈز ہومز میں پلنے والے یہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو اسی بے راہ روی کا شکار ہو کر یہ ذمہ داریاں قبول نہیں کرتے اور مکافات عمل کے نتیجے میں یہ جب بوڑھے ہوتے ہیں تو پھر ان کی خبر گیری کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ اچھے اولڈ ہومز میں داخلہ بھی اسی کو ملتا ہے جس کی اولاد کچھ فرمانبردار ہو اور اس اولڈ ہوم کا خرچ اٹھا سکے۔ ان کی زندگی اب کڈز ہوم سے شروع ہو کر اولڈ ہوم پر ختم ہو جاتی ہے۔

معاشرتی اور معاشی اعتبار سے الحاد نے مسلم معاشروں کو جس اعتبار سے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ دنیا پرستی کا فروغ ہے۔ دنیا پرستی کا فلسفہ مغربی اور مسلم دونوں علاقوں میں پوری آب و تاب کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ جب انسان عملی اعتبار سے آخرت کی زندگی کا انکار کر دے یعنی اس کے تقاضوں کو مکمل طور پر فراموش کر دے تو پھر دنیاوی

زندگی اس کی سرگرمیوں کا مقصد بن جاتی ہے۔ مغربی معاشروں پر تو کسی تبصرے کی ضرورت نہیں لیکن ہمارے اپنے معاشروں میں جس طرح دنیا پرستی کی بھیڑ چال شروع ہو چکی ہے، وہ ہماری پستی کی انتہا ہے۔

ایک طرف تو ایسے لوگ ہیں جن کی اخلاقی تربیت بہت ناقص ہے اور وہ ہر طرح کے جرائم میں مبتلا ہیں لیکن ان کے برعکس ایسے لوگ جن کی اخلاقی قدریں کافی حد تک قائم ہیں، دنیا پرستی کے مرض میں کس حد تک مبتلا ہو چکے ہیں، اس کا اندازہ صرف ان کی چوبیس گھنٹے کی مصروفیات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگ جن کی اخلاقی سطح معاشرے کے عام افراد سے بلند ہے، روزانہ صبح اٹھتے ہیں اور اپنے کاروبار یا دفاتر کی طرف چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو دفتری اوقات کے فوراً بعد واپس آجاتے ہوں۔ زیادہ سے زیادہ ترقی کے لئے لیٹ سٹنگز کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے اور عام طور پر لوگ آٹھ نو بجے تک دفتر سے اٹھتے ہیں۔ اس کے بعد گھر واپس آکر کھانا کھانے، ٹی وی دیکھنے اور اہل خانہ سے کچھ گفتگو کرنے میں گیارہ بارہ بڑے آرام سے بج جاتے ہیں۔ سوتے سوتے ایک یا دو بج جاتے ہیں۔ بالعموم صبح کی نماز چھوڑ کر لوگ سات بجے تک بیدار ہوتے ہیں اور پھر دفتر کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ چھٹی کا دن عموماً ہفتے بھر کی نیند پوری کرنے اور گھریلو مسائل میں نکل جاتا ہے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ہم اللہ کو راضی کرنے، دین سیکھنے، اپنی اخلاقی حالت بلند کرنے اور دین کے تقاضے پورے کرنے کے لئے کتنا وقت نکال سکتے ہیں؟

افسوس ہے کہ اس ترقی کو حاصل کرنے کے لئے جو زیادہ سے زیادہ بیس پچیس سال تک کام دے گی، ہم لامحدود سالوں پر محیط آخرت کی زندگی کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی اپنے کاروبار میں بیس روپے منافع کمانے کی دھن میں اربوں روپے کے سرمائے کا نقصان کر لے یا پھر دریا کی تہہ میں پڑے ہوئے ایک روپے کے سکے کو حاصل کرنے کے لئے لاکھوں روپے کی دولت پھینک کر دریا میں چھلانگ لگا دے۔

اسلام اور دہریت کا تقابلی جائزہ

اسلام میں دہریت کی علمی حوالے سے کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ اسلام ایک خود ساختہ دین نہیں جس کا رد سائنس یا فلسفے سے ہو جائے۔ یہ دین اس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہے جس نے انسان کو عقل و علم عطا فرمایا ہے، عقل و علم کو بارہا یہ احساس دلایا کہ وہ مخلوق ہے اور ان کے سامنے تخلیق کے اعلیٰ شاہکار کو رکھ کر یہ منوایا کہ کوئی خالق ہے جس نے انسانی جسم کے اندر اور جسم کے باہر کائنات کو بسایا ہے۔ لہٰذا مخلوق کا یہ کام نہیں کہ وہ اپنے علم کو حرف آخر سمجھتے ہوئے خالق کا انکار کردے۔ سائنس دانوں اور فلسفیوں نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ عیسائیت کی طرح دین اسلام کو بھی اپنے علم و تحقیق کے ذریعے غلط ثابت کردیں لیکن ہر مرتبہ ان کو یہ اعتراف کرنا پڑا اسلام کی حقانیت ہر جگہ ثابت ہے۔ اس اعتراف کئی سائنسدانوں نے زبان سے ادا کر کے کلمہ پڑھ لیا اور کئی اسلام کی تعریف کی حد تک محدود رہے اور دہریے سب کچھ جاننے کے باوجود گونگے بہرے ہو گئے۔

لبرازم، سیکولرازم، دہریت میں سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ یہ ان لوگوں کی ایجاد ہے جنہوں نے اپنی زندگی کے چند مزوں کی خاطر لوگوں کو جہنم کے ابدی عذاب کا حقدار بنادیا ہے۔ فلاح و کامرانی اگر ہے تو فقط اسلام میں ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں دین ہو یا دنیا ہر شعبہ میں ایسی راہنمائی ہے جو کسی فرد کی ایجاد نہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کے نافذ کردہ احکام ہے جس پر عمل پیرا ہونے میں بنی انسان کی ترقی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جو بھی قانون اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی تعلیمات کے منافی ہے لوگوں نے اس قانون سے سوائے خسارے کے کچھ نہیں پایا۔ قوانین اسلام پر عمل پیرا ہو کر مسلم حکمرانوں نے مدینہ شہر سے نکلے ہوئے ایک دین کو دنیا کے گوشے گوشے میں عام کردیا اور ترقی کے وہ زینے طے کیے کہ آج بھی لوگ اس تاریخ کو پڑھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔

جوں جوں نااہل حکمرانوں مغربیت کے دلدادہ مشہور شخصیات نے اسلام کے احکام کو پس پشت ڈالا اور مغربی تہذیب کو ترقی کا معیار سمجھ لیا تب سے ہم دن بدن پستگی میں چلے جارہے ہیں اور بے شرمی کی انتہاء یہ ہے کہ اس معاشرے کو پستگی کے طرف لے جانے والے یہ خود بے دین لیڈرز، اینکرز، سوشل ورکرز لوگ ہیں لیکن الٹا الزام مولویوں پر ڈال کر لوگوں کو مزید دین سے دور کررہے ہیں۔

اب تو ایسا لگتا ہے کہ حکمرانوں اور میڈیا نے یہ ٹھان لی ہے کہ مذہب اور مذہبی شخصیات کو ایک کونے میں لگا کر سیاست اور معاشرے کو مذہب سے آزاد کرنا ہے۔ سیاسی امور میں مذہب کو ریاست سے الگ کرنے کو سیکولرازم کہتے ہیں، سیکولر ریاست میں ایک فرد ریاستی قوانین کے سوا کسی دوسری چیز کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ نجی زندگی میں بالکل آزاد ہوتا ہے، لیکن استعمار اور سرمایہ دارانہ نظام کے اس دور میں بہت سی اصطلاحات اور الفاظ کو ان کے حقیقی معنوں سے عاری کر کے اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ لیکن اسلام اس آزادی کا قائل نہیں جس میں انسان کی اخلاقیات اور معاشرتی امن کی بربادی ہو جائے۔ اسلام دہریوں کی طرح چار دن کی زندگی کو انجوائے کرنے کا ذہن نہیں دیتا بلکہ اس مختصر سی زندگی میں اپنی اور معاشرے کی اصلاح کا درس دیتا ہے۔

آج الحاد و سیکولرزم جو آزادی زندگی کے نام پر افکار تیزی کے ساتھ مسلم ممالک میں پھیل رہے ہیں یہ وہ افکار ہیں جنہوں نے پورے یورپ کو دینی، معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے تباہ کر دیا ہے۔ یورپ خود اس قسم کی آزادی سے تنگ ہے لیکن "کل جدید لذیذ" (ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے) کے تحت ہمارے بعض پڑھے لکھے تاریخ سے جاہل لوگ یورپین تہذیب کو پسند کرتے ہیں اور اس کے فروغ میں کوشاں ہیں لیکن جب یہ بڑھاپے میں جائیں گے اور ان کی اولاد ان کو اولڈ ہاؤس میں پھینکے گی، جب یہ بیمار پڑے ہوں گی اور ان کو پانی پلانے والی اولاد جب کسی گوشے میں شراب کے نشے سے چور ہوگی اور ان کی اپنی اولاد ان کے مرنے کی تمنا کرے گی تاکہ ہمیں جائیداد ملے اس وقت ان کو اسلامی قدروں کا احساس ہوگا لیکن اس وقت انہوں نے نہ صرف اپنی ذات اور اولاد کا بیڑہ غرق کر دیا ہوگا بلکہ کثیر عوام ان کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر اپنا ستیاناس کر چکی ہوگی۔

اسلام ہمیں اسلامی انداز میں ایک پاکیزہ زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے اور ہم پر یہ عیاں کرتا ہے کہ جن ہستیوں نے اسلام کے بتائے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری آج دنیا ان اولیائے کرام کی عظمت کے گیت گاتی ہے۔ لیکن سیکولرزم سے متاثر ہو کر جس طرح اپنے کردار و عمل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کو "بنیاد پرستی" ٹھہرایا جاتا ہے، نبوی اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی کے لئے معیار بنانے کو دقیانوسی اور رجعت پسندی قرار دیا جاتا ہے، غاصب اور قابض قوتوں کے خلاف جدوجہد کو دہشت گردی اور شدت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ وقت دور نہیں جب مسلمان دین سے اس قدر دور ہو جائیں گے کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوانا فضول کام سمجھیں گے پھر جب زندگی کے

کسی موڑ پر چاہیں گے کہ کوئی ہمیں صحیح اسلامی حکم بیان کردے لیکن کوئی ملے گا نہیں اور اس حدیث پاک کی تصدیق ہوگی جس کی پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو سال قبل کی تھی چنانچہ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ، وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ، أَوْشَكَ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَخْتَصِمُ رَجُلَانِ فِي الْفَرِيضَةِ، فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا" ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن سیکھو اور لوگوں کو اسکی تعلیم دو، فرائض کا علم سیکھو اور لوگوں کو اسکی تعلیم دو۔ مجھے شک ہوتا ہے کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دو آدمی فرائض میں جھگڑا کریں گے اور ان کو کوئی ایسا نہ ملے گا جو ان میں (قرآن وسنت کی روشنی میں) فیصلہ کروادے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب العین، من اسمہ علی، جلد4، صفحہ237، حدیث4075، دار الحرمین، القاھرۃ)

آج جس طرح امام مسجد کو اپنا غلام سمجھ لیا گیا ہے اور اس مہنگائی کے دور میں اس بیچارے کو چار پانچ ہزار روپے تنخواہ دے کر گویا لوگوں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ اپنے بچوں کو مولوی نہ بنانا کیونکہ اس شعبہ میں بچوں کا کوئی مستقبل نہیں اگرچہ لاکھوں روپے لگا کر MBA،C.A کروا کر سودی حساب کتاب والی نوکری کروادینا۔ اگر یہی حال رہا تو اب تو پھر بھی کوئی نہ کوئی تھوڑا بہت قرآن پڑھا ہوا مولوی مل جاتا ہے عنقریب ایسا ہوگا کہ اس طرح کا بھی نہیں ملے گا۔ پھر یہی لوگ جو آج مولویوں پر پھبتیاں کستے ہیں انہی کی اولاد نسلیں آپس میں باتیں کیا کریں گے کہ میرے دادا جان ایک حافظ قرآن کے پیچھے نماز باجماعت پڑھتے تھے اور ان کا جنازہ بھی ایک داڑھی والے مولوی نے پڑھایا تھا۔ پھر اس حدیث پاک کی تصدیق ہوگی جس کی پیشین گوئی آقا دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ یوں کی تھی "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُومُونَ سَاعَةً، لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ" ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ نماز کے لئے کھڑے ہونگے اور کوئی امام نہ ملے گا جو ان کی امامت کرے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، ما یجب علی الامام، جلد1، صفحہ314، حدیث982، دار إحیاء الکتب العربیۃ، الحلبی)

آج الحادی سوچ میڈیا کے ذریعے ہمارے تک جس طرح پہنچ رہی ہے کہ اپنی زندگی جس طرح مرضی گزارو، ہر کسی کو جیسی مرضی بات کرنے کا حق ہے لیکن جب کوئی مولوی دین کی بات کرتا ہے تو اس وقت یہ نہیں دیکھا

جاتا کہ اس کو بھی اپنی بات کرنے کی آزادی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ ایک سیکولر دین کے خلاف بولے تو آزادی اور ایک دیندار اس کے مقابل میں اللہ کا فرمان پیش کرے تو وہ شدت پسند!! آخر مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان امتیازات کیوں روا رکھے جاتے ہیں؟ مسلمانوں کو مذہبی امتیازات کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ اگر عیسائیت پر یقین رکھنے والا فرد گردن میں صلیب لٹکاتا ہے تو اس پر کوئی طعن نہیں، اس کے برعکس اگر اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی اسلامی شعائر کو اپناتا ہے تو کوئی دلیل یا ثبوت تو کجا! قرائن کے بغیر ہی اس کے خلاف الزامات کا طومار باندھ دیا جاتا ہے۔ مغربی ریاستوں کے اندر جو اپنے آپ کو سیکولرازم کا علمبردار سمجھتی ہیں کسی بھی مذہب کا پیروکار اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل کر سکتا ہے، لیکن کسی مسلمان خاتون نے اگر سر پر سکارف اوڑھ لیا تو ریاستی مشینریوں اور ذرائع ابلاغ میں ایک طرح کا بھونچال آجاتا ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کے امتیازی سلوک برتنے کے باوجود، دوغلاپن کہیے یا سوچی سمجھی پالیسی کہ سیکولرازم کی حامل ریاستوں کی لغت میں انتہا پسندی اور اسلام دونوں مترادف الفاظ سمجھے جاتے ہیں۔ تنگ نظری اور اسلامی فکر و عقائد یکساں باور کئے جاتے ہیں۔ انہیں دہشت گرد کا لفظ سنتے ہی دماغی سکرین پر مسلمان کا تصور جھلملانے لگتا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان خیالات کا حقیقت کے ساتھ سرے سے تعلق ہی نہیں۔

لیکن دہریوں کے پاس دین اسلام کے خلاف کوئی علمی دلیل نہیں سوائے زبردستی و جھوٹ کے جس کے ذریعے ایک مسلمان کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کو دقیہ نوسی سمجھا جاتا ہے۔ پڑھے لکھے، امیر طبقہ کے بعض لوگ مولویوں کو جاہل و حقیر سمجھتے ہیں اور ان سے تعلق رکھنے کو اپنی شان میں توہین جانتے ہیں۔ اب تو دین پر چلنا مسلمانوں کے لیے ایسا بنا دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ کوئلہ ہاتھ میں لینا دین پر چلنے سے آسان ہوگا چنانچہ مجمع الزوائد کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یصبح الرجل مؤمنا ویمسی کافرا یبیع قوم دینهم بعرض من الدنیا قلیل المتمسك بدینه كالقابض علی الجمر" ترجمہ: صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا، دنیا کے بدلے دین کو بیچے گا۔ کم لوگ دین کو اس طرح تھامے ہوں گے جیسے کوئلہ ہاتھ میں تھامے ہوتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب فی أیام الصبر ومن یتمسك بدینه فی الفتن، جلد 7، صفحہ 552، حدیث 12214، دار الفکر، بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے "یأتی علی الناس زمان یستخفی المؤمن فیھم کما یستخفی المنافق فیکم الیوم" ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ مومن اپنا ایمان ایسے چھپائے گا جیسے آج منافق چھپاتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الفتن، الفصل الثالث، جلد 11، صفحہ 77، حدیث 31111، مؤسسة الرسالة، بیروت)

دہریت اور سیکولرزم میں سب سے بڑی کشش سیکس ہے جس کی اسلام سختی سے مذمت کرتا ہے کیونکہ بے حیائی کئی اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ میڈیا نے چند سالوں میں بے حیائی کو اتنا فروغ دیا ہے کہ آج سے پندرہ بیس سال پرانے دور اور موجودہ دور میں زمین آسمان کا فرق آگیا ہے۔ اب تو رمضان اور علاوہ رمضان کے دین کے نام پر جو پروگرام ہوتے ہیں ان میں دین کم اور بے حیائی زیادہ ہوتی ہے۔ کوئی اشتہار ایسا نہیں جس میں بے پردہ عورت نہ ہو، فلمیں ڈراموں میں عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھنے کی اس طرح ترغیب دی جاتی ہے کہ جیسے اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر رہی سہی کسر میڈیا پر آنے والے ان سیاستدانوں اور این جی اوز کے سربراہان نے پوری کر دی کہ زنا بالرضا کو قانوناً جائز کرنے پر زور دیا جارہا ہے۔ یہی سلسلہ چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ اسلامی ممالک میں بھی سر عام زنا ہوگا اور کوئی اسے بُرا نہ سمجھے گا اور نہ روکنے کی قدرت رکھتا ہوگا۔ اُس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کی تصدیق ہوگی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ "المرأة نھارا جھارا تنکح وسط الطریق لاینکر ذلك أحد ولا یغیرہ فیکون أمثلھم یومئذ الذی یقول: لو نحیتھا عن الطریق قلیلا فذاك فیھم مثل أبی بکر وعمر فیکم" ترجمہ: عورت دن دھاڑے سر عام سڑک کے درمیان زنا کروائے گی کوئی ایسا نہ ہوگا جو اسے منع کرے، جو صرف راستے سے تھوڑا ہٹنے کو کہے گا وہ ان میں ایسا (نیک) ہوگا جیسے (صحابہ میں) ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما ہیں۔

(کنز العمال، کتاب القیامة، الإکمال من أشراط الساعة الکبری، جلد 14، صفحہ 294، حدیث 38588، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ہم جنسی بھی کوئی ایسی شے نہیں جس کے بارے میں کوئی پیشین گوئی نہ کی گئی ہو بلکہ آج یورپ میں جس کے جائز ہونے کے قوانین بن گئے ہیں اور اسلامی ممالک میں اس کی کوششیں جاری ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے اس کی پیشین گوئی فرمادی تھی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کی "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان رجال لھم أرحام منکوسة، ینکحون کما تنکح النساء، فاقتلوا

الفاعل والمفعول بہ" ترجمہ: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں مردوں کے لئے ہیجڑے ہوں گے وہ ان سے نکاح کریں گے جیسے عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے پس جس نے نکاح کیا اور جس سے نکاح ہوا دونوں کو قتل کردو۔ (ابو محمد الدوری، ذم اللواط، جلد 2، صفحہ 159)

سیکولر لوگوں کی دین کے خلاف ایک بڑی کوشش شروع سے یہ رہی ہے کہ دین کو سیاست سے الگ کردیا جائے۔ لہٰذا پاکستانی قوم کو سیکولر اور مذہبی حصوں میں تقسیم کرنے کی جدوجہد کی جاری ہے۔ قوم کو سبز باغ دکھا کر یہ بات بڑے تواتر کے ساتھ دہرائی جارہی ہے کہ جب تک مذہب کو سیاست سے الگ کرکے "چنگیزیت" نافذ نہیں کی جاتی، اس وقت تک ترقی ناممکن ہے۔ بدقسمتی سے مغربی تقلید پر کمربستہ ہمارے بعض دانشور حضرات ہر اس چیز کو من وعن لینا چاہتے ہیں جسے مغرب نے کسی بھی مرحلہ پر اختیار کیا ہو۔ پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم ان خوبیوں کو حاصل کرنے پر اتنا زور نہیں دیتے جن کے ذریعے مغرب نے ترقی کی بلکہ ہماری توجہ ان برائیوں اور معاشرتی کمزوریوں پر مرکوز ہوتی ہے جن کی وجہ سے مغربی معاشرہ روبہ زوال ہے، جس کا وہ بارہا خود بھی اعتراف کرچکے ہیں۔ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی سوچ اور معاشرتی اقدار کو ان کی غلامی سے آزاد کریں؟ جہاں تک وطن عزیز میں ترقی کی راہ میں مذہب کا حائل ہونا ہے تو مذکورہ بالا فکر کے حامل حضرات کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں دے سکتے کہ جس میں حکومت نے عوامی بہبود وفلاح کے لئے کوئی منصوبہ شروع کیا ہو اور اسے مذہبی حلقوں نے اس بنا پر رد کیا ہو کہ یہ اسلام کے خلاف ہے یا اسلامی احکام اس کی راہ میں حائل ہیں۔

دراصل یہ غلط فہمی کہ "ہمارے ہاں مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے" اس پس منظر کو نظرانداز کرنے سے ہوئی ہے جس پس منظر میں مغربی سیکولر انقلاب پروان چڑھا تھا جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ پادریوں کے ظلم اور عیسائی مذہب کے غلط عقائد ونظریات سے تنگ آکر دہریت کو فروغ ملا۔ جبکہ قرون وسطی (Medieval) کے جابر چرچ کی اسلام جیسے عادلانہ اور رحمدل مذہب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اسلام اور اس وقت کے چرچ کا موازنہ کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ چرچ کے مظالم کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھانے والا اسلام ہی ہے چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھاجاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (سورۃ التوبہ، سورۃ 9، آیت 34)

لہٰذا جو مذہب یورپی قرونِ مظلمہ (ages dark) کی خود یورپی باشندوں سے بھی ایک ہزار سال پہلے مذمت کرے اسے انہیں قرونِ مظلمہ جیسا قرار دینا سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اسلام تو ترقی اور خوشحالی کا پیامبر ہے جدید ٹیکنالوجی کی مخالفت تو دور کی بات ہے وہ تو اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے نوید سناتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے فرماتا ہے ﴿وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

(سورۃ النحل، سورۃ 16، آیت 8)

الغرض کسی طور پر بھی یہ درست نہیں کہ ہمارے ہاں مذہب کو سیاست سے اسلئے دور رکھا جائے کہ وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

کئی جاہل نام نہاد مسلمان سیاستدانوں کا یہ بیان آیا کہ اگر پاکستان سیکولر ہو جائے تو دنیا میں اس کا وقار بلند ہو سکتا ہے۔ یہ ایک سوال ہے کہ کیا واقعتاً اگر ہم سیکولر ہو جائیں تو دنیا میں ہمارا وقار بلند ہو سکتا ہے؟ لیکن ہر دعویٰ اپنی شہادتیں طلب کرتا ہے۔ البتہ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ مارشل ٹیٹو کے سابق یوگوسلاویہ میں رہنے والے بوسنیا وہرزیگووینا کے مسلمان سرتاپا سیکولر تھے اتنے سیکولر کہ انہوں نے اپنے مسلم ناموں تک کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے جواب میں عالمی برادری نے انہیں کتنا وقار فراہم کیا؟ یوگوسلاویہ ٹوٹا تو بوسنیا ہرزیگوینا کی سیکولر مسلمانوں کے لیے آزادی کا امکان پیدا ہوا مگر امریکہ اور پورے یورپ نے کہا کہ ارے یہ مسلمان سیکولر تھوڑی ہیں یہ تو صرف مسلمان ہیں چنانچہ انہوں نے سربوں اور کروشیائی باشندوں کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا اور انہوں نے ساڑھے تین سال کی جنگ میں دو سے ڈھائی لاکھ بوسنیائی مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ سربوں نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو قتل کیا کہ تم نہیں تو کیا تمہارے آباواجداد تو مسلمان تھے۔ آپ کو معلوم ہے، بوسنیا میں ہونے والے اکثر حملوں کی سب سے بڑی اور تلخ حقیقت کیا تھی؟ یہ کہ ان میں سے اکثر حملے پڑوسیوں نے کیے۔ ان پڑوسیوں نے جو چالیس اور پچاس سال سے مسلمانوں کے پڑوسی تھے۔

سوال یہ ہے کہ اس تجربے سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ کہ سیکولرزم نے مسلمانوں کا وقار عالمی برادری میں بہت بلند کر دیا۔ یہ تو ایک قوم کی مثال ہوئی۔ دوسری مثال ایک راہنما یعنی یاسر عرفات کی ہے۔ یاسر عرفات بنیاد پرست نہیں تھے۔ وہ اپنی نہاد میں ایک قوم پرست اور سیکولر راہنما تھے مگر مغرب ان کو دہشت گرد کہتا تھا۔ اسرائیل ان کے خون کا پیاسا تھا۔ یاسر عرفات بالآخر مغرب اور اسرائیل کے ایجنڈے کے تحت وضع کیے گئے امن سمجھوتے پر بھی آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے اس سمجھوتے پر دستخط بھی کر دیے مگر اسرائیل نے اس سیکولر راہنما کے ساتھ طے پانے والے سمجھوتے کی ایک شق پر بھی عمل درآمد کر کے نہ دیا۔ اسرائیل نے یاسر عرفات کو بالآخر ان کے دفتر میں محصور کر دیا اور تقریباً تین سال تک محصور رکھا۔ یاسر عرفات اس دفتر سے نکل کر فرانس پہنچے تو چند ہی روز میں ان کا نہایت پراسرار حالات میں انتقال ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ یاسر عرفات کا سیکولرازم ان کے اور خود ان کی قوم کے کتنا کام آیا؟

تیسری مثال ترکی کی ہے۔ پاکستان تو اسلامی جمہوریہ ہے مگر ترکی تو آئینی اعتبار سے سیکولر ہے اور دو چار سال سے نہیں 80 سال سے سیکولر ہے مگر اس کے باوجود ترکی چالیس برس سے یورپی اتحاد کے دروازے پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مجھے اندر آنے دو اور ترکی سے کہا جا رہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو۔ سوال یہ ہے کہ ترکی کے سیکولر حال اور سیکولر ماضی نے عالمی برادری میں ترکی کے وقار کو کتنا بلند کر دیا ہے اور ترکی کا سیکولرازم اس کے کتنے کام آ رہا ہے؟ خود پاکستان کی تاریخ سیکولر سیاسی لیڈروں کی تاریخ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان لیڈروں نے عالمی برادری میں پاکستان کے وقار کو کتنا بلند کیا ہے؟ اس کی کوئی ایک مثال، صرف ایک مثال؟ ستر سال کے سیکولرزم کو اتنا غریب تو نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ایک مثال بھی پیش نہ کر سکے۔ اور یہ صرف پاکستان کا معاملہ نہیں۔ مسلم دنیا گزشتہ ستر سال سے سیکولر دنیا ہی ہے۔ چنانچہ اس دنیا میں اگر غربت ہے تو اس کا ذمہ دار سیکولرازم اور اس کے علمبردار ہیں۔ اس دنیا میں اگر ناخواندگی ہے تو اس کے ذمہ دار بھی بنیاد پرست نہیں ہیں۔ اس دنیا میں اگر بدعنوانی ہے تو یہ بدعنوانی بھی ملاؤں نے نہیں کی ہے۔ اس دنیا میں اگر لاقانونیت ہے تو اس کے ذمہ دار بھی مذہبی عناصر نہیں ہیں اس لیے کہ گزشتہ ستر برسوں میں کہیں بھی مذہبی عناصر اقتدار میں نہیں رہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو مسلمانوں کی ضرورت سیکولرازم نہیں مذہب ہے۔ سیکولرازم مسلم دنیا میں گندا انڈا ثابت ہو چکا۔ اس سے کچھ برآمد ہونا ہوتا تو اس کے لیے پچاس سال بہت تھے مگر ہم نے دیکھ لیا کہ اس سے کچھ برآمد نہیں ہوا چنانچہ اب سیکولرازم کی حمایت مسلمانوں اور ان کے معاشروں سے بدترین زیادتی ہے۔

دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اس تاریخ میں جہاں کہیں کسی نے عزت و توقیر حاصل کی ہے، اپنی انفرادیت پر اصرار کر کے کی۔ ہم نے اپنی جداگانہ شناخت پر اصرار کیا تو پاکستان بنا اگر ہم متحدہ قومیت کے قائل رہتے تو پاکستان وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کشش کا اصول مختلف ہوتا ہے یکساں نہیں۔ اول تو مسلمان سیکولر ہو ہی نہیں سکتے اور اگر ہو بھی جائیں تو صرف نقال بن کر رہ جانا ہی ان کا مقدر ہو گا۔ ظاہر ہے کہ ہماری تاریخ میں تو سیکولرازم کی کوئی مثال نہیں چنانچہ ہمیں یورپی تاریخ میں سیکولرازم کے سبب ہونے والی بربادی کو یاد رکھنا ہو گا۔

دہریوں کے اعتراضات کے جوابات

اعتراض: ایک انسان کو زندگی گزارنے کے لیے مذہب کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اپنی زندگی جس طرح مرضی گزارے۔

جواب: دہریوں کا ایک بنیادی نظریہ ہے کہ مذہب کی زندگی گزارنے کے لیے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنی زندگی جیسے مرضی گزارے، زبان سے جو مرضی کہے، اپنے جسم کو جہاں مرضی استعمال کرے یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ راقم الحروف مذہب کی انسانی زندگی میں ضرورت کو درج ذیل نقاط سے ثابت کرتا ہے:

مذہب ایک عقلی ضرورت ہے: عقل انسان کی زندگی میں راہنمائی تو ضروری کرتی ہے مگر مذہب کی جگہ کبھی بھی نہیں لے سکتی۔ اگر ہم مذہب کی نفی کریں تو ایسا ہی ہے جیسے ہم عقل کی نفی کر رہے ہیں اور عقل کو ملامت کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی بات کو تسلیم کرنے کے لیے عقل کو کسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور عقل کسی بھی ایسی بات کو نہیں مانتی جس کے پیچھے کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اگر پتھر کو آسمان کی طرف پھینکا جائے تو اس کو پھینکنے کے لیے ایک قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر وہی پتھر فضا میں معلق ہو جائے تو اسے ہوا میں ساکت کرنے کے لیے بھی ایک قوت کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ہوا میں روکے رکھے۔ عقل کہتی ہے کہ اوقیانوس میں حرکت کرنے کے لیے قطب نما کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ ساحل تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ انسان کو پہلے اور بعد میں آنے والے جہان کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور تجرباتی آگاہی اس بات کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ عقل کہتی ہے کہ انسان کو قانون کی ضرورت ہوتی ہے اور انسان کے درست کردہ قوانین انسانوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل لے آتے ہیں۔

اپنی طاقت کے بل بوتے پر کوئی نظام تشکیل دے لینا، دوسروں کی حق تلفی، کمزوروں پر ظلم، اپنی طاقت کا غلط استعمال ایسی خرابیاں ہیں جن میں انسان اپنے ذاتی فوائد کو مدنظر رکھتا ہے اور انسان علم اور تجربے کی بنیاد پر ایسے مسائل کو حل نہیں کر سکتا ہے۔ عقل اور تجربات کی بنیاد پر قائم کیے جانے والے اصول و قواعد میں بہت سی خامیاں رہ سکتی ہیں جن کے خطرناک اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ عقل ہمیں ایک خاص حد تک رہنمائی کر سکتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہم تھوڑی بہت بدی اور خوبی میں تمیز کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو

کچھ بھی عقل سمجھ پاتی ہے ان کی بنیاد تجربات کی بنا پر ہوتی ہے اور جو چیزیں تجرباتی نہیں انہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ عقل کا دائرہ کار محدود ہے اور ہر چیز کو سمجھنا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی ہے اور ایک حد سے آگے یہ کام کرنا چھوڑ جاتی ہے۔

دنیا اور آخرت کے بارے میں عقل کچھ بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اور انسان کے لیے ہر لحاظ سے مکمل قوانین نہیں بنا سکتی ہے۔ اس لیے یہ بس مذہب کا ہی کام ہے جو ان تمام کوتاہیوں کو دور کرتا ہے اور انسان کے لیے ایک جامع نظم و نسق تشکیل دیتا ہے جس سے ایک صحیح معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے۔ مذہبی قوانین کی حکمتیں زندگی کے کئی موڑ پر کھلتی ہیں جب انسان کا ان کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے۔ ورنہ جو قوانین انسانوں نے بنائے عقل نے کئی مرتبہ ان پر عمل کر کے ٹھوکریں کھائیں اور بالآخر قانون تبدیل کرنے پر عقل ہی نے زور دیا۔

معاشرتی بدامنی پر قابو پانے کے لیے مذہب کی ضرورت: ایک اچھے معاشرہ کو درج ذیل برائیاں بگاڑ دیتی ہیں: جھوٹ، شراب، جوا، زنا، دھوکہ، حبس بے جا، بہتان، ملاوٹ، شور، گندگی، بلا اجازت مداخلت، شر پسندی، غداری، سود، بے جا ٹیکس، ذخیرہ اندوزی وغیرہ اگر ہر کوئی دہریوں کے اس نظریہ پر عمل کرے کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں تو جو معاشرہ پہلے ہی قتل وغارت، جھوٹ و دھوکہ وغیرہ کا شکار ہے اس میں ننانوے گنا اضافہ ہو جائے کیونکہ لوگ شرعی احکام کے پیش نظر اخلاقی اور معاشرتی برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر گناہوں پر گرفت کا نظریہ نہ ہو تو جس کا بس چلے وہ دوسرے کو قتل کر دے، جھوٹ و دھوکہ عام ہو جائے۔ ایک عام انسان بھی غیر اخلاقی حرکت کر کے تنہائی میں یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ ایک گناہ ہے جس پر میری اگلے جہان گرفت ہو سکتی ہے، اب وہ اس سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ بچنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر کوئی اپنی توبہ پر قائم رہ سکے اس سے کچھ عرصہ بعد پھر وہی گناہ ہو جاتا ہے اور وہ پھر توبہ کرتا ہے، الغرض یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے لیکن اگر اسے مذہب کا خوف نہ ہوتا تو وہ جو غیر اخلاقی عمل سال میں سو مرتبہ کرتا ہے وہ ہزار مرتبہ کرے گا یوں انسانی اخلاق ختم ہوتے جائیں گے اور معاشرہ دن بدن بدامنی کا شکار ہوتا جائے گا۔

حیرت ہے مذہب کا انکار کرنے والے دہریوں پر کہ جب اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی بات آتی ہے اور اس معاشرتی جرائم پر شرعی حدود کا ذکر ہوتا ہے تو یہ اسلامی سزاؤں کے خلاف بولنا

شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر جب یہ عملی زندگی میں روڈ پہ کھڑے ہوئے سرخ بتی پہ رک جانے کو اپنی ذمہ داری گردانتے ہیں دوسروں کو اس پہ کاربند نہ پاکر سرزنش کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور چالان پہ مسرت کرتے ہیں تو اس کھلے تضاد پہ حیرت ہوتی ہے کہ مذہب اگر کوئی سزا دے تو ظلم کیوں ہوتا ہے؟

اگر کسی دہریہ کے باپ کو دوسرا دہریہ قتل کر کے کہے میری زندگی ہے میں جیسے چاہوں گزاروں جس کو چاہوں گالی دوں، جس کو چاہوں قتل کروں، تم اگر مجھ قتل کر سکتے ہو تو قتل کر لو۔اب دہریہ اس قاتل کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا غریب ہے تو بتائیں دہریہ کیا اپنا ایجاد کردہ نظریہ آزادی پر خوش ہو گا کہ آج اس کا عملی نمونہ میں نے دیکھ لیا؟ یقینا نہیں ہو گا اور وہ چاہے گا کہ ایک قانون ہو جس کے سہارے میں اس قاتل کو سزا دلوا سکوں۔ لہٰذا وہ کورٹ جائے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کورٹ اس کے باپ کے قاتل کو پھانسی دے دے کیونکہ امیر لوگ جس طرح قانون سے کھیلتے ہیں یہ سب کو پتہ ہے، بالفرض کورٹ نے اس قاتل دہریہ کو سزائے موت دے دی تو دوسرا دہریہ بہت خوش ہو گا، یہی سزا جب اسلامی قانون دے تو اس دہریے کو کیوں موت پڑ جاتی ہے۔اسی دہریے کو اگر کسی نے گالیاں دی ہوں اور کورٹ گالیاں دینے والوں کو سزا دے دے تو دہریہ خوش ہو گا لیکن اگر اسلامی قانون گستاخ رسول کو سزا دے تو ان دہریوں کو کیوں تکلیف ہوتی ہے؟؟؟؟؟

مذہب انسانی سکون کے لیے بے حد ضروری ہے: یونہی انسان اپنے روحانی سکون کے لیے بدنی عبادت کے علاوہ کئی افعال کرتا ہے جیسے کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کر دینا، کوئی اسپتال بنا دینا وغیرہ۔یہ سب وہ اس وجہ سے کرتا ہے کہ اسے آخرت میں اس کا اجر ملے ورنہ اگر مذہب کا کوئی عمل دخل نہ ہو تو انسان کسی دوسرے کے لیے سوچے ہی نہیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی طور پر فلاحی انسانیت کے لیے جس نے بھی اسپتال اور دیگر شعبہ جات بنائے وہ کسی نہ کسی مذہب سے ضرور وابستہ ہیں ورنہ لبرل لوگ اور پاکستان کے دیسی لبرل تو چھوٹی چھوٹی تنظیمیں بنا کر باہر کے ملک سے پیسے بٹورنے پر لگے ہیں۔ آپ اپنی یاداشت پر ضرور ڈالیں اور غور کریں کہ پاکستان کے کئی سیکولر اینکرز کروڑپتی ہیں جن کا کام ہے میڈیا پر دین اسلام اور مولویوں کے خلاف بولنا ہے انہوں نے فلاح انسانیت کے لیے کون سے ادارے بنائے ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ سیکولر اور دہریوں نے بھی خود کو شیطانی سکون دینے کے لیے دین اسلام

کے خلاف بولنے کو اپنا مشغلہ بنایا ہوا ہے۔ جتنی کوشش وہ اسلام کے خلاف گھسے پٹے اعتراضات اکٹھا کرنے پر صرف کرتے ہیں اگر اتنی کوشش انہوں نے اسلام کے حق میں بولنے کے لیے کی ہوتی تو یہ ملحد اور سیکولر نہ ہوتے۔

دکھ و تکلیف کے لیے مذہب آخری سہارا ہے: مذہب کی زندگی میں ایک ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب وہ دکھ تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، جب اسے اولاد کی حاجت ہوتی ہے، جب وہ بیمار ہوتا ہے اور ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کروا کر تھک جاتا ہے، جب اسے اپنی تمنائیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو وہ ایک ہستی کی بارگاہ میں دعا کر کے اپنے دل کو تسلی دیتا ہے اور اسے سکون نصیب ہوتا ہے۔ اگر یہ تسلی بھی انسانی زندگی سے نکل جائے تو انسان بالکل ناامید ہو جائے اور ناامید انسان اپنی ذات اور معاشرے کے بہتری کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہ مذہب ہی ہے جو خودکشی سے روکے ہوئے ہے ورنہ ہر تیسرا چوتھا بندہ حالات سے تنگ آکر یا تو خودکشی کرے یا قتل و غارت وڈاکے ڈالے۔

لہٰذا زندگی میں انسان کے احساسات اور صاحب نظر افراد کی تحقیقات کی بنیاد پر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مذہب انسان کی زندگی میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی زندگی کے لیے ایک حقیقت اور ایسی چیز ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ انسان کو عقل یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ حیوانی زندگی سے نکل کر ایک مہذب معاشرے اور پرامن زندگی کے حصول کے لیے اسے کسی چیز کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ سہارا زندگی کے پیچیدہ راستوں پر مذہب کی صورت میں شمع بن کر اس کی رہنمائی کرتا ہے اور کامیاب، مہذب اور پرسکون زندگی گزارنے میں اس کا معاون بنتا ہے۔

جس کا کوئی مذہب نہ ہو اس کی زندگی بے معنی سی ہوتی ہے جبکہ جو مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں ان کی زندگی کا کوئی مقصد اور مفہوم ہوتا ہے۔ مذہب کے راستے پر چلتے ہوئے جب انسان خود شناسی کی منازل طے کرتا ہے تو وہ اپنے رب کو تلاش کر لیتا ہے۔

اعتراض: ۲۱ ویں صدی ایک سائنسی دنیا ہے، جس میں بغیر دلیل کسی بات کو نہیں مانا جائے گا ورنہ زمانہ جاہلیت اور جدید دور میں کیا فرق رہ جائے گا، اگر خدا ہے تو وجود باری تعالیٰ یعنی ہستی صانع عالم کے دلائل عقلیہ سے ثابت کریں۔

جواب: زمانہ جاہلیت میں اتنی جہالت نہ تھی جتنی ان دہریوں کی جدید افکار میں دیکھی جاتی ہے۔ کفار بھی خدا کو مانتے تھے اگرچہ نبی کا انکار کر کے اللہ عزوجل کے نافرمان ٹھہرتے تھے۔ جہاں تک اللہ عزوجل کے وجود کو ثابت کرنا ہے تو اس پر علمائے کرام نے کثیر عقلی و نقلی دلائل زمانہ ماضی میں بھی دیے ہیں اور الحمد للہ عزوجل موجودہ دور میں بھی دے رہے ہیں۔ ایک آرٹیکل اس پر ملاحظہ ہو:

پہلی دلیل۔ دلیل صنعت: تمام عقلاء اس بات پر متفق ہیں کہ صنعت سے صانع (بنانے والا) کی خبر ملتی ہے مصنوع (جس کو بنایا گیا) اور صنعت (factory) کو دیکھ کر عقل مجبور ہوتی ہے کہ صانع کا اقرار کرے اور دہریے (atheist) اور لامذہب لوگ بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ فعل کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔ پس جبکہ ایک بلند عمارت اور ایک بڑا قلعہ اور اونچے مینار کو اور ایک دریا کے پل کو دیکھ کر عقل یہ یقین کر لیتی ہے کہ اس عمارت کا بنانے والا کوئی ضرور ہے اور اس منار اور پل کا بنانے والا کوئی بڑا ہی ماہر انجینئر ہے تو کیا آسمان اور زمین کی اعلیٰ ترین عمارت اور اسکی عجیب و غریب صنعت اور اسکی باقاعدگی اور حسن ترتیب کو دیکھ کر ایک اعلیٰ ترین صانع کا کیوں اقرار نہیں کیا جاتا؟

ایک تخت کو دیکھتے ہی یہ یقین آجاتا ہے کہ کسی کاریگر نے اس ہیئت اور وضع سے اس کو بنایا ہے کیونکہ تخت کا خود بخود تیار ہو جانا اور خاص ترتیب کے ساتھ لوہے کی کیلوں کا اس میں جڑ جانا محال ہے کسی درخت کے تختوں اور لوہے کی کیلوں میں یہ قدرت نہیں کہ اس ترتیب سے خود بخود جڑ جائیں۔

ایک دہریہ اور سائنس دان ایک معمولی گھڑی اور گھنٹہ کو دیکھ کر یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ کسی بڑے ہی ماہر کی ایجاد ہے کے جو قواعد ہندسہ (digits) اور کل سازی کے اصول سے پورا واقف ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کے ضرور بالضرور اس گھڑی کا کوئی بنانے والا ہے کہ جس نے عجیب انداز سے اسکے پرزوں کو مراتب کیا ہے اور جس کے ذریعہ اوقات کا بخوبی پتہ چلتا ہے حالانکہ وہ یہ امر بخوبی جانتا ہے کہ دنیا کی گھڑیاں اور گھنٹے وقت بتلانے میں بسا اوقات غلطی کرتے ہیں مگر چاند سورج جو کبھی طلوع اور غروب میں غلطی نہیں کرتے اور جنکے ذریعہ سارے عالم کا نظام حیات اور نظام اوقات چل رہا ہے، یہ دہریہ چاند اور سورج کے صانع کا اقرار نہیں کرتا اگر اس موقعہ پر کوئی یہ کہنے لگے کہ اس گھڑی کو ایک ایسے شخص نے بنایا ہے جو اندھا اور بہرا اور گونگا ہے اور ناسمجھ اور بے خبر اور علم ہندسہ سے بے بہرہ اور

کل سازی کے اصول سے ناواقف ہے تو کیا یہی فلسفی اور سائنسدان اس کہنے والے کو پرلے درجہ کا احمق نہ بتلائے گا؟ غرض یہ کہ جہاں صنعت اور کاریگری پائی جائیگی صانع کا تصور اور اقرار ضرور کرنا پڑے گا۔

بلکہ صنعت کو دیکھ کر صرف صانع کا یقین ہی نہیں ہوتا بلکہ اجمالی طور پر صانع کا مرتبہ بھی معلوم ہو جاتا ہے پس کیا آسمان وزمین کی اعلیٰ ترین صنعت کو دیکھ کر ہم کو یہ یقین نہیں ہو گا کہ اس کا صانع بھی بڑا ہی اعلیٰ اور ارفع اور اعظم اور اجل اور عقل سے بالا اور برتر ہے کہ جس کے صنائع اور بدائع کے سمجھنے سے عقلاء عالم کی عقلیں قاصر اور عاجز ہیں۔

یہ منکرین خدا جب بازار میں بوٹ جوتا خریدنے جاتے ہیں تو دکاندار سے پوچھتے ہیں کے یہ بوٹ کس کارخانہ کا بنا ہے تو وہ اگر جواب میں یہ کہے کہ یہ بوٹ کسی کارخانہ میں نہیں بنا ہے بلکہ یہ بوٹ خود مادہ اور ایتھر کی حرکت سے آپ کے پیر کے مطابق تیار ہو گیا ہے اور خود بخود حرکت کر کے میری اس دکان پر آگیا ہے تو منکر خدا صاحب دکاندار کے اس جواب کے متعلق کیا کہیں گے، غور کر لیں اور بتلائیں کہ کیا سمجھ میں آیا اور اپنے اوپر منطبق کریں۔

اثبات صانع کی دوسری دلیل۔ وجود بعد العدم: ہر ذی عقل کو یہ بات معلوم ہے کہ میں ایک وقت میں معدوم (ناپید، فنا کیا گیا) تھا اور ایک طویل وعریض عدم (نیستی۔ نہ ہونا۔ ناپیدی) کے بعد موجود ہوا ہوں اور جو چیز عدم کے بعد وجود میں آئے اس کے واسطے کوئی پیدا کرنے والا اور اس کو عدم سے وجود میں لانے والا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہے کہ میرا خالق نہ میرا نفس ہے اور نہ میرے ماں باپ اور نہ میرے جنس، اس لئے کہ وہ سب میری طرح عاجز ہیں کسی میں ایک ناخن اور بال پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں اور نہ آسمان اور زمین اور نہ یہ عناصر اور نہ کواکب اور نہ یہ فصول میرے خالق ہیں، اس لئے کہ یہ چیزیں بے شعور اور بے ادراک (بے عقل) ہیں اور ہر وقت متغیر (بدلتی) اور متبدل ہوتی رہتی ہیں ان میں یہ صلاحیت کہاں کہ ایک ذی علم اور ذی فہم انسان کو پیدا کر سکیں، پس معلوم ہوا کہ میرا خالق کوئی ایسی چیز ہے کہ جو لاچارگی اور حدوث اور تغیر و تبدل اور عیب اور نقصان سے پاک ہے وہی ہمارا خدا اور معبود ہے۔

اثبات صانع کی تیسری دلیل۔ تغیرات عالم: موجودات عالم پر ایک نظر ڈالیے ہر ایک چھوٹی اور بڑی چیز حیوانات یا نباتات یا جمادات مفردات یا مرکبات جس پر نظر ڈالیے ہر لحہ اس میں تغیر و تبدل ہے اور کون و فساد اور

موت وحیات کا ایک عظیم انقلاب برپا ہے جو باآواز بلند پکار رہا ہے کہ یہ تمام متغیر ہونے والی (بدلنے والی) چیزیں حادث ہیں اپنی ذات سے کوئی بھی قدیم نہیں۔ کسی عظیم ترین ہستی کے زیر فرمان ہیں کہ وہ جس طرح چاہتا ہے ان کہ پلٹیں دیتا رہتا ہے اور طرح طرح سے ان کو نچاتا رہتا ہے اور زیر وزبر کرتا ہے پس جس ذات بابرکت کے ہاتھ میں ان تغیرات اور انقلابات کی باگ ہے وہی ان سب کا خالق وموجد ہے۔

منکرین خدا یہ کہتے ہیں کہ عالم کے یہ تغیرات اور تبدلات محض قانون طبعی اور قانون فطری کے تحت چل رہے ہیں، اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ قانون طبعی اور قانون فطری صرف ایک آلہ ہے جو کسی بااختیار ہستی کا محتاج ہے اس ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں جو اس آلہ کا محرک ہے اور وہی اس آلہ کا خالق بھی ہے، وہی اپنے اختیار سے اس عجیب وغریب نظام کو چلارہا ہے، محض آلہ کو کاریگر سمجھ لینا اور یہ گمان کرلینا کہ اس آلہ اور بسولہ (لکڑی چھیلنے کا آلہ) ہی نے تخت اور الماریاں تیار کردی ہیں یہ ایک خیال خام ہے اور جو شخص یہ گمان کرے کہ بغیر کاریگر کے محض آلہ کی فطری اور طبعی حرکت سے یہ الماری تیار ہوگئی ہے تو وہ بلاشبہ دیوانہ ہے۔

اثبات صانع کی چوتھی دلیل-امکانِ اشیاء: واجب الوجود کی ہستی کی ایک دلیل یہ ہے کہ عالم میں جس قدر اشیاء موجود ہیں وہ سب کی ممکنات ہیں یعنی ان کا ہونا اور نہ ہونا وجود اور عدم ہستی اور نیستی دونوں برابر کے درجہ میں ہیں نہ انکا وجود ضروری ہے اور نہ ان کا عدم ضروری ہے اور جو چیز بذاتہ (خود سے) ممکن الوجود ہو یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے اسکی ہستی اور نیستی برابر ہو اس کے وجود اور ہستی کے لئے عقلاً کسی مرجح (افضل) اور موجد (بانی) کا وجود ضروری ہے کیوں کہ کوئی چیز خود بخود یا محض اتفاق وقت سے بلا سبب عدم سے نکل کر وجود میں نہیں آسکتی جب تک اس کے وجود کے لئے کوئی سبب اور موجد نہ ہو کہ جو اس کو ترجیح دیکر اس کو عدم سے نکال کر وجود میں لائے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو بالبداہت محال ہے اور ہر ذی ہوش کے نزدیک ظاہر البطلان ہے کیوں کہ ممکن اپنی ذات اور ماہیت (کیفیت) کے لحاظ سے نہ موجود ہے اور نہ معدوم۔ وجود اور عدم دونوں اس کے حق میں یکساں ہیں پس ضرورت اس کی ہے کہ کوئی ذات ایسی ہو کہ جو اس کو عدم ازلی (ہمیشہ کی نیستی/نہ ہونے) کے پنجرے سے نکال کر وجود کے دلفریب میدان میں لے آئے پس جس ذات نے اس عالم امکانی کو عدم سے نکال کر وجود کا خلعت (پوشاک)

پہنایا اور اس کے وجود کو اس کے عدم پر ترجیح دی وہی ذات واجب الوجود ہے جس کو اہل اسلام خدا کی ہستی سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ بارونق جو ہے ہستی کا گلزار :: عدم سے کر دیا اس نے نمودار

اور واجب الوجود وہ ہے کہ جس کا وجود ضروری ہو اور ممکنات کے قبیل سے نہ ہو ورنہ، خفتہ را خفتہ کے کند بیدار (خفتہ سویا ہوا، کند ست کاہل) کی مثل صادق ہوگی کیوں کہ اگر وہ خود ممکن ہوگا تو اس کا وجود اور عدم اس کے حق میں یکساں ہوگا تو وہ دوسری چیز کے لیے وہ کیوں کر علت اور مرجح (افضل) بن سکے گا۔ پس جو واجب الوجود اور خود بخود موجود ہو اور دوسرے کے لیے واجب الوجود ہو اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔ خدا کو خدا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے۔

اثبات صانع کی پانچویں دلیل - فناء وزوال: عالم کی جس چیز کو بھی دیکھو تو اس کا وجود پائیدار نہیں، ایک زمانہ تھا کو وہ پردہ عدم میں مستور تھی اور پھر اسی طرح ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

رہیں گے پھول نہ پھولوں میں رنگ و بو باقی :: رہے گا اے میرے معبود ایک تو ہی باقی

یہ موت اور حیات کی کشمکش اور وجود و عدم کی آمد و رفت بآواز بلند یہ پکار رہی ہے کہ ہمارا یہ وجود ہمارا خانہ زاد اور خود ساختہ نہیں بلکہ مستعار اور کسی دوسرے کی عطا ہے جیسے زمین پر دھوپ اور روشنی کی آمد و رفت اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روشنی زمین کی ذاتی نہیں بلکہ عطیۂ آفتاب ہے کہ حرکت طلوعی میں آفتاب اس کو عطا کرتا ہے اور حرکت غروبی میں اس کو واپس لے لیتا ہے، اسی طرح ممکنات اور کائنات کا وجود اور عدم جس ذات کے ہاتھ میں ہے وہی واجب الوجود ہے جس کا وجود ذاتی ہے اسی کو ہم مسلمان اللہ اور خدا کہتے ہیں۔

اثبات صانع کی چھٹی دلیل - اختلاف صفات و کیفیات: زمین سے لے کر آسمان تک عالم کے تمام اجسام جسمیت کے لحاظ سے برابر ہیں اور جب چیزیں حقیقت اور ماہیت سے برابر ہوں تو جو کچھ ایک چیز کے لئے روا ہے وہی دوسرے کے لئے بھی روا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ آسمان جو بلند ہے اس کا نشیب اور پستی میں ہونا بھی روا ہے اور زمین جو پستی میں ہے اس کا بلندی میں ہونا بھی روا ہے اور آگ جو گرم اور خشک ہے اس کا سرد اور تر ہونا بھی روا ہے اور پانی جو سرد اور تر ہے اس کا گرم اور خشک ہونا بھی روا ہے، پس جب اجسام میں تمام صفات اور

کیفیات جائز اور روا ہیں تو پھر ہر جسم کے لئے ایک خاص معیّن کیفیت اور معیّن شکل اور معیّن احاطہ اور معیّن مقدار کے لئے کوئی مؤثر مدبّر اور مقدّر مقتدر چاہئے کہ جس نے ان تمام جائز اور ممکن صفات اور کیفیات میں سے ہر جسم کو ایک خاص صفت اور خاص کمیّت اور خاص کیفیت اور خاص ہیئت کے ساتھ معیّن اور مخصوص کیا، کیوں کہ ہر جائز اور ممکن کے لئے کسی مرجّح (افضل) کا ہونا ضروری ہے کہ جو کسی ایک جانب کو ترجیح دے ورنہ ترجیح بلا مرجّح لازم آئیگی پس وہی مؤثر مدبر اور مقدّر مقتدر اس عالم کا رب ہے۔

اثبات صانع کی ساتویں دلیل۔ دلیل حرکت: علامہ احمد بن مسکویہ الفوز الاصغر میں فرماتے ہیں کہ عالم کی جس چیز پر بھی نظر ڈالو وہ حرکت سے خالی نہیں اور حرکت کی چھ قسمیں ہیں: (1) حرکتِ کَون (2) حرکت فساد (3) حرکتِ نمو (4) حرکت ذبول (5) حرکت استحالہ (6) حرکت نقل۔

اس لیے حرکت ایک قسم کے تبدل یا نقل کو کہتے ہیں اگر ایک شئ عدم سے وجود کی طرف حرکت کرے تو یہ حرکت کَون ہے اور اگر خرابی کی طرف حرکت ہو تو یہ حرکت فساد ہے اور اگر ایک کیفیت اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف حرکت ہو تو یہ حرکت استحالہ ہے اور اگر کمی سے زیادتی کی طرف ہو جیسے بچّہ کا بڑا ہو جانا اور پودہ کا درخت ہو جانا تو یہ حرکت نمو ہے اور اگر زیادتی سے کمی کی طرف حرکت ہو جیسے کسی موٹے آدمی کا دبلا ہو جانا تو یہ حرکت ذبول ہے اور اگر ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف حرکت ہو تو یہ حرکت نقل ہے، اس کی دو قسمیں ہیں مستقیمہ اور مستدیرہ۔ غرض یہ کہ عالم کے تمام عناصر اور جمادات اور نباتات اور حیوانات سب کے سب حرکت میں ہیں اور ان میں کسی شئ کی حرکت اس کی ذاتی نہیں اور کوئی چیز اپنی ذات سے متحرک نہیں اور عقلاً ہر متحرک کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کے علاوہ اس کے لئے کوئی محرّک ہو۔ پس ضروری ہے کہ تمام اشیاء عالم کا بھی کوئی محرک ہو جس کی وجہ سے تمام اشیاء عالم حرکت میں آرہی ہیں۔ پس وہ ذات جس پر کائنات عالم کی حرکت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے وہی خدا ہے جو اس سارے عالم کو چلا رہا ہے اور طرح طرح حرکت دے رہا ہے، جن کے انواع و اقسام کے ادراک سے عقلاء عالم کی عقلیں قاصر اور عاجز اور درماندہ ہیں۔

اثبات صانع کی آٹھویں دلیل۔ حسن ترتیب: امام رازی فرماتے ہیں کہ ہستی صانع کی ایک دلیل یہ ہے کہ آسمان اور ستارے اور نباتات اور جمادات اور حیوانات کی ترتیب ہم اس طرح پاتے ہیں کہ حکمت کی نشانیاں اس میں

ظاہر ہیں اور جس قدر زیادہ غور و فکر کرتے ہیں اسی قدر یہ نشانیاں زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ بداہت عقل سے یہ جانتے ہیں کہ ایسی عجیب و غریب نشانیوں کا ظہور محض اتفاقی طور پر محال ہے اس لئے ضروری ہوا کہ ایسے کامل اور قادر حکیم کے وجود کا اقرار کیا جائے جسے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ان عجیب و غریب چیزوں کو عالم علوی اور سفلی میں ظاہر کیا ہے۔

قدرت کا نظام ہے بتاتا:: تو صانع و منتظم ہے سب کا

اثبات صانع کی نویں دلیل۔ عاجزی اور درماندگی: ہر ذی ہوش اس امر کو بداہت عقل سے جانتا ہے کہ انسان جب کسی بلا اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اسباب اور وسائل اسکو جواب دے دیتے ہیں تو اس وقت اس کا دل بے اختیار عاجزی اور زاری کرنے لگتا ہے اور کسی زبردست قدرت والی ہستی سے مدد مانگتا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ہر شخص فطری طور پر ہی جانتا ہے کہ کہیں دافع البلیات اور مجیب الداعوات اور حافظ و ناصر اور دستگیر ضرور ہے جس کو انسان بیچارگی کی حالت میں بے اختیار اپنی دستگیری کے لئے پکارتا ہے اور اس کے روبرو گریہ وزاری کرتا ہے اور یہ امید رکھتا ہے کہ وہ دستگیر میری مصیبت کو ٹال دے گا۔ پس وہی دستگیر ہمارے نزدیک خدا ہے جو سارے عالم کی سنتا ہے اور دستگیری کرتا ہے۔

جب لیتے ہیں گھیر تیری قدرت کے ظہور:: منکر بھی پکار اٹھتے ہیں تجھکو ضرور

اثبات صانع کی دسویں دلیل۔ ذلت و خواری اشیاء: اس کارخانہ عالم کی جس چیز پر بھی نظر ڈالیے تو ذلت و خواری اور احتیاج ہی ٹپکتی ہوئی نظر آئے گی، جس سے بالبداہت یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ محض بخت و اتفاق سے پیدا نہیں ہوا بلکہ کسی بڑے عزت و حکمت والے کے سامنے ذلیل و خوار اور اس کے حکم کا فرمانبردار ہے۔ آسمان، چھاند، سورج ستاروں کو دیکھیے کہ ایک حال پر قرار نہیں کبھی عروج اور کبھی نزول کبھی طلوع اور کبھی غروب کبھی نور اور کبھی گہن ہے۔ آگ کو دیکھئے کہ تھامے نہیں تھمتی۔ ہوا کا حال یہ ہے کہ کبھی حرکت اور کبھی سکون اور حرکت بھی ہے تو کبھی شمال اور کبھی جنوب کی جانب اور کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی جانب ہے۔ غرض یہ کہ ہوا ماری ماری پھرتی ہے اور پانی کا کرہ ہوا کے جھونکوں سے کہیں کا کہیں نکلا چلا جاتا ہے۔ زمین کو دیکھیے کہ اس کی پستی اور لاچاری اس درجہ میں ہے کہ مخلوق اس کہ جس طرح چاہتی ہے پامال کرتی ہے، کوئی بول و براز سے اسے آلودہ کر رہا ہے

اور کوئی لید اور گوبر سے اس کو گندہ کر رہا ہے، کوئی اس پر دوڑ رہا ہے اور کوئی اسے کھود رہا ہے، مگر زمین سر نہیں ہلا سکتی۔ حیوانات کو دیکھئے کہ وہ کس طرح لاچار ہیں کوئی ان پر سوار ہو رہا ہے اور کوئی ان پر بوجھ لاد رہا ہے اور کوئی ان کو ذبح کر رہا ہے اور تمام مخلوقات میں سب سے افضل یہ نوع انسانی ہے وہ ذلت اور احتیاج میں تمام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے۔ بھوک اور پیاس اور بول و براز صحت و مرض، گرمی و سردی اور قسم قسم کی ضرورتوں اور خواہشوں نے اس کو نچار کھا ہے حیوانات تو فقط کھانے اور پینے ہی میں محتاج ہیں اور حضرت انسان کے پیچھے تو حاجتوں کا ایک لشکر لگا ہوا ہے انسان کو مکان بھی چاہئے گھوڑا گاڑی بھی چاہئے، عزت اور منصب اور جاگیر بھی چاہئے، بیاہ شادی بھی چاہئے، بیماری کی حالت میں طبیب اور ڈاکٹر بھی چاہئے، بغیر ان کے زندگی دوبھر ہے اور حیوانات کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ حیوان کو نہ لباس کی ضرورت ہے اور نہ بیماری میں کسی ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ حیوان بغیر کسی میڈیکل کالج میں تعلیم پائے خود بخود اپنی بیماری کے مناسب جڑی بوٹیوں کو کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے پس جب انسان کہ جو باتفاق اہل عقل اشرف المخلوقات ہے اس قدر ذلیل اور حاجت مند اور محکوم ٹھہرا کہ ہر طرح سے حاجتیں اور ضرورتیں اس کی گردن پکڑے ہوئے ہیں اور باقی عالم کی ذلت و خواری کا حال آسمان سے لیکر زمین تک مکمل طور پر معلوم ہی ہو چکا تو پھر کیوں کر عقل باور کر سکتی ہے کہ یہ سارا کارخانہ خود بخود چل رہا ہے۔ کائنات عالم کی اس ذلت و خواری اور مجبوری ولاچاری کو دیکھ کر بے اختیار دل میں آتا ہے کہ ان کے سر پر کوئی ایسا زبردست حاکم ہے جو ان سے ہر دم مثل قیدیوں کے بیگاریں لیتا ہے تاکہ یہ مغرور نہ ہو جائیں اور کسی کو ان کی بے نیازی کا گمان نہ ہو۔ بیشک یہ قید میں رکھنے والی زبردست اور غالب ہستی واجب الوجوب اور الہ العالمین کی ہے۔

ایں جہاں آئینہ دار روئے تو:: ذرہ ذرہ رہ نماید سوئے تو

مادہ پرست بتلائیں کہ ہماری یہ بے شمار قسم قسم کی ضرورتیں اور حاجتیں کون پوری کر رہا ہے آیا مادہ اور اس کی حرکت سے پوری ہو رہی ہیں یا کسی خداوند کریم سے پوری ہو رہی ہیں۔

(http://raahedaleel.blogspot.com/2015/03/evidences-of-existence-and-oneness-of.html)

اعتراض: جو لوگ خدا کو ماننے والے ہیں وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔ اگر خدا ہے تو اس کے قائل گناہ سے کیوں نہیں بچتے؟

جواب: انسانوں سے گناہ ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ عزوجل کی ذات ہی نہیں۔ دیکھیں دنیاوی حاکم کے ہوتے ہوئے خلافِ قوانین کام کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حاکم نہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے نے نافرمانی کی ہے اور حاکم کا کام اس خلاف ورزی پر سزا دینا ہے۔ یونہی اللہ عزوجل حاکم اعلیٰ ہے اس نے حکم دیا کہ میری نافرمانی نہ کرو اب جو اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ عزوجل بعض دفعہ دنیا ہی میں اسے سزا دیتا ہے اور بعض کو آخرت میں دے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی ظالموں کو دنیا میں عبرتناک سزا دی گئی، قبروں میں سانپ دیکھے گئے، یہ اللہ عزوجل کے وجود کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ عزوجل اپنے ہر نافرمان کو دنیا یا آخرت میں سزا ہی دے یا بندہ مسلم سے گناہ ہی سرزد نہ ہوں قرآن وحدیث میں مسلمانوں سے گناہ ہو جانا اور اللہ عزوجل کا معاف کرنا ثابت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث پاک حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ'' ترجمہ: اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، جلد4، صفحہ2106، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

بخاری ومسلم کی حدیث پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے''رَبِّ أَذْنَبْتُ فَاغْفِرْ لِي، فَقَالَ رَبُّهُ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي'' ترجمہ: مولیٰ میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے دے۔ رب فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے، کہتا ہے یارب میں نے گناہ کر لیا بخش دے۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یارب میں نے گناہ کر لیا مجھے

معافی دے۔ تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے؟ ''غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثَلَاثًا، فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ'' ترجمہ: میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی (یریدون أن یبدلوا کلام اللہ)، جلد9، صفحہ145، دار طوق النجاۃ، مصر)

اعتراض: چونکہ خدا نظر نہیں آتا اس لیے معلوم ہوا کہ اس کا وجود وہم ہی وہم ہے۔

جواب: دنیا میں ایسی کئی چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں لیکن اس کے وجود کو دہریے بھی مانتے ہیں جیسے ہوا، بجلی، عقل وغیرہ۔ جس چیز پر ایمان وعقیدہ ہو اس کا ظاہری آنکھ سے دیکھنا ضروری نہیں ورنہ اندھوں کا کوئی ایمان و عقیدہ نہ ہوتا۔ اگر بالفرض خدا ظاہری آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہوتا لیکن ایک اندھا دہریہ کہتا کہ جب تک اپنی آنکھ سے نہیں دیکھوں گا اسے نہیں مانوں گا تو اس صورت میں اسے یہی کہا جاتا کہ تجھے خدا نظر نہ آنا تیری آنکھ کو قصور ہے، یونہی اللہ عزوجل کی قدرت کے کثیر نظائر کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا دل کا اندھا پن ہے جس کا قصوروار یہ دہریے ہیں۔

خدا اگر آنکھوں سے نظر آجائے اور سب لوگ اس جلال والی ہستی کا مشاہدہ کرلیں تو پھر دین کا کارخانہ ہی باطل ہو جائے اور ایمان بالغیب پر جو ثواب مقرر ہیں وہ ضائع ہو جائیں۔ آنکھوں سے وہی چیز نظر آتی ہے جو کسی خاص سمت پر واقع ہو اور محدود ہو یا دیکھنے والے کی آنکھ سے دور ہو۔ خدا تعالی کی ہستی تو سمتوں سے پاک ہے۔ سمتیں مخلوق کی ہیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ مخلوق اپنے خالق کا احاطہ کرے علاوہ ازیں جب اس کو آنکھ نے دیکھا اور اس کا احاطہ کیا تو وہ محدود ثابت ہوا اور محدود ہونا نقص ہے اور خدا نقصوں سے پاک ہے۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا تو اپنے بُرے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں۔ (سورۃ الانعام، سورہ6، آیت104،103)

اعتراض: اگر کوئی خدا ہوتا تو دنیا میں یہ تفرقہ نہ ہوتا۔ کوئی غریب ہے کوئی امیر، کوئی مریض اور کوئی تندرست۔

جواب: یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسا کہیں کہ پاکستان کا کوئی حاکم نہیں کیونکہ یہاں تفرقہ ہے، کوئی ڈپٹی کمشنر ہے کوئی گورنر۔ لوگوں کا برابر نہ ہونے اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ عزوجل وجود نہیں بلکہ یہی تو دلیل ہے کہ کوئی ذات ایسی ہے جو جسے چاہے رزق میں فراخی وکمی دیتی ہے اور جسے چاہے تندرستی وکمزوری۔ ورنہ دہریوں کے اصول کے مطابق جو شخص دولت کمانے کی کوشش کرتا اسے ضرور رزق ملتا، جو بادشاہ بننے کی کوشش کرتا تو بادشاہ بن جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعضوں کو باوجود کوشش کے کچھ نہیں ملتا وجہ یہی ہے کہ خالق کائنات جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نہیں دیتا اور اس نہ دینے میں بھی اس کی حکمتیں ہوتی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ (سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت26)

جس طرح ایک ہی ملک میں سب باشندوں کا بادشاہ بننا عقلا درست نہیں اور عملا بھی خرابی ہے کہ ملک کا نظام نہیں چل پائے گا، ہر کوئی حکم دینے والا ہوگا عمل کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ یونہی اگر اللہ عزوجل سب کو ایک جیسے عہدے دیدے تو معاشرے کا نظام چل نہیں پائے گا۔

رزق کے بارے میں اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ جس کے لئے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔ (سورۃ الرعد، سورۃ13، آیت26)

سب کو ایک جیسا رزق اللہ عزوجل نے کیوں نہیں دیا اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ﴾ ترجمہ

کنزالایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازہ سے اتارتا ہے جتنا چاہے بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے انہیں دیکھتا ہے۔ (سورۃ الشوریٰ، سورۃ42، آیت27)

رزق ایک جیسا ہونے پر فساد یوں ہوتا کہ لوگ مال کے نشے میں ڈوب کر سرکشی کے کام کرتے اور یہ بھی صورت ہوسکتی تھی کہ جب کوئی کسی کا محتاج نہ ہوگا تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا ناممکن ہو جائے گا جیسے کوئی گندگی صاف کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا، کوئی سامان اٹھانے پر راضی نہ ہوگا، کوئی تعمیراتی کاموں میں محنت مزدوری نہیں کرے گا، یوں نظامِ عالم میں جو بگاڑ پیدا ہوگا اسے ہر عقلمند باآسانی سمجھ سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی مالداری میں ہے، اگر میں انہیں فقیر کردوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی فقیری میں ہے، اگر میں انہیں مالدار بنادوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی صحت مند رہنے میں ہے، اگر میں انہیں بیمار کردوں تو اس بنا پر ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کی ایمان کی بھلائی بیمار رہنے میں ہے، اگر میں انہیں صحت عطا کردوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ میں اپنے علم سے اپنے بندوں کے معاملات کا انتظام فرماتا ہوں، بے شک میں علیم وخبیر ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء، الحسین بن یحی الحبیشی، جلد8، صفحہ355، حدیث12458، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اعتراض: اگر خدا کا کوئی وجود ہوتا تو مذہب میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب مذہب آپس میں متفق ہوتے کیونکہ ان کا اتارنے والا بھی ایک مانا جاتا لیکن چونکہ اختلاف ہے اس لئے معلوم ہوا کہ الہام وغیرہ وہم ہے اور خدا کا کوئی وجود نہیں۔

جواب: مذاہب کے اختلاف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔ اگر ایک باپ کے کثیر بیٹے ہوں اور بعض فرمانبردار ہوں اور بعض سرکش ہوجائیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان سب کا کوئی باپ ہی نہیں بلکہ

سرکشی اور فرمانبرداری کے اصول مرتب کر کے یہ واضح کرنا پڑے گا کہ کون حق پر ہے کون باطل پر۔ یونہی اصل مذہب اسلام تھا جس کی تمام انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کی بعضوں نے فرمانبرداری کی اور بعض نافرمان ہوئے، بعضوں نے آسمانی کتب ہی کی تحریف کر دی اور بعضوں نے اپنا الگ سے دین ایجاد کر لیا۔

اللہ عزوجل نے جو صحائف نازل کیے اور اس میں احکامات ارشاد فرمائے اس میں بنیادی عقائد و نظریات میں ہرگز اختلاف نہ تھا ہاں فقہی معاملات میں موقع محل کے اعتبار سے کچھ فرق ضرور تھا جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی قوموں کی صورتحال کے مطابق مختلف تھے۔

اعتراض: قرآن پاک میں ہے ﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ ترجمہ: تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دکھتا ہے۔ یہاں کہا جا رہا ہے کہ سب کی تخلیق ایک جیسی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی کانا ہے، کوئی لنگڑا اور کسی کے ہونٹ خراب ہیں وغیرہ۔

جواب: اعتراض میں جو آیت کو کچھ حصہ نقل کیا گیا ہے اگر اس پوری آیت اور اس کے ساتھ دوسری آیت کا مطالعہ کریں تو ہر ذی شعور پر بغیر تفسیر کے یہ واضح ہوگا کہ اس میں آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ سات آسمانوں کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے اگر کوئی نقص ڈھونڈنا چاہے گا تو بغیر عیب ڈھونڈے نظر واپس آئے گی چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ O ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔ (سورۃ الملک، سورۃ 67، آیت 3تا4)

جہاں تک مخلوق میں مختلف رنگ کے لوگ ہونے، لنگڑے، کانے وغیرہ کی بات ہے تو قرآن وحدیث میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ سب کو ایک جیسی شکل وصورت دی ہے بلکہ واضح طور پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ جس شکل میں اللہ عزوجل نے چاہا وہ صورت عطا فرمائی چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ O الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ O فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز

نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔ (سورۃ الانفطار، سورۃ82، آیت6تا8)

باقی یہ کہ اللہ عزوجل کی کسی کو اندھا، لنگڑا، کانا بنانے میں کیا حکمت تھی تو احادیث سے ظاہر ہے کہ یہ بندوں کو آخرت میں بہتر اجر دینے کے لیے ہے۔ حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ''إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتَيْ عَبْدِي فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ له ثوابا دون الجنة'' ترجمہ: اگر میں اپنے کسی بندے سے اس کی آنکھیں لے لوں حالانکہ وہ آنکھیں اسے محبوب ہیں اور بندہ اس پر صبر کرے اور اجر کی امید رکھے تو اس کے لئے جنت سے کم کسی ثواب پر راضی نہ ہوں گا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصبر، جلد7، صفحہ193، حدیث2930، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرتِ سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یارب عزوجل! تیرا مومن بندہ دنیا میں تنگدست کیوں ہوتا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا گیا جب انہوں نے اس کی نعمتیں ملاحظہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ وہ نعمتیں ہیں جنہیں میں نے اپنے مومن بندے کے لئے تیار کیا ہے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، ''أَيْ رَبِّ، وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ لَوْ كَانَ أَقْطَعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ، يُسْحَبُ عَلَى وَجْهِهِ مُنْذُ يَوْمَ خَلَقْتَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ هَذَا مَصِيرُهُ، لَمْ يَرَ بُؤْسًا قَطُّ'' ترجمہ: یارب عزوجل! تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تیرا بندہ پیدائشی طور پر ٹنڈا اور لولا لنگڑا ہو، اور جب سے تو نے اسے پیدا کیا، اس وقت سے لے کر قیامت تک اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے جبکہ اس کا ٹھکانا یہی ہو تو گویا اس نے کبھی کوئی پریشانی نہیں دیکھی۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ تیرے کافر بندے کے لئے دنیا اتنی کشادہ کیوں ہوتی ہے؟ تو آپ علیہ السلام پر جہنم کا ایک دروازہ کھولا گیا اور فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! میں نے اس کے لئے یہ عذاب تیار کیا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ''أَيْ رَبِّ، وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ، لَوْ كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا، مُنْذُ يَوْمَ خَلَقْتَهُ، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ هَذَا

مَصِيرُهُ، كَأَنْ لَمْ يَرَ خَيْرًا قَطُّ" ترجمہ: یارب عزوجل! تیری عزت وجلال کی قسم! جس دن سے تو نے اسے پیدا فرمایا ہے اگر وہ اس دن سے قیامت تک دنیا میں خوشحال رہے جبکہ اس کا ٹھکانہ یہ ہو تو گویا اس نے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ (مسند احمد حنبل، مسند ابی سعید الخدری، جلد 18، صفحہ 291، حدیث 11767، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

دہریوں سے ہمارا سوال ہے کہ خدا نہیں اور ہر چیز خود بخود فطرتی طور پر وجود میں آتی ہے تو پھر سب انسان ایک جیسے ایک رنگ کے کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ سب مرد ہی کیوں نہیں پیدا ہوتے؟

اعتراض: رزق کا ذمہ اللہ عزوجل پر ہے تو دنیا میں لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں؟

جواب: بے شک مخلوق کا رزق اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں جس کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا لیکن اس کے رزق مقرر نہیں کیا۔ انسانوں کے لیے پھل، سبزی، گوشت وغیرہ رزق مقرر کیا اور جانوروں کے لیے گوشت، گھاس وغیرہ مقرر کی یونہی دیگر مخلوق کے لیے اس کے زندہ رہنے کے لیے کوئی نہ کوئی غذا مقرر کی اور اس غذا کو کھانے کے لیے اسباب بھی مقرر کیے۔ کسی انسان یا جانور کا بھوکے مر جانا رزق تک پہنچنے کے اسباب نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دیکھیں ایک شخص کے سامنے کھانا ہو اور وہ جب تک ہاتھ کا استعمال کرتے ہوئے کھانا منہ میں نہیں ڈالے گا کھانا خود بخود منہ میں نہیں جائے گا۔ جس طرح ہاتھ کھانا منہ میں لے جانے کا سبب ہے اسی طرح دیگر اسباب بھی ہیں۔ پرندے تلاش رزق کے لیے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں، ہاں درختوں میں چلنے کی طاقت نہیں تو انہیں وہاں ہی کھڑے کھڑے کھاد پانی پہنچتا ہے۔

انسان کو یہ کہا گیا کہ وہ اسباب کو ترک نہ کرے کوشش کرے۔ عمومی طور پر اسباب کے ذریعے ہم اپنے نصیب کا رزق کھا لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو قسمت کا رزق ایسی جگہ سے آجاتا ہے جہاں سے امید نہیں ہوتی۔ بعض اوقات اسباب بروئے کار لانے کے باوجود رزق نہیں ملتا، اس رزق نہ ملنے کی دو وجوہات ہیں: پہلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نہ دے کر بندے کو آزماتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔ (سورۃ البقرہ، سورۃ 2، آیت 155)

دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسانوں کے گناہوں کی سزا کے طور پر ان پر قحط مسلط کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ بھوکے مرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کئے کا۔

(سورۃ النحل، سورۃ16، آیت112)

مجمع الزوائد، جامع ترمذی اور مشکوۃ المصابیح کی حدیث پاک ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا: فَارْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ" ترجمہ: جب غنیمت کو اپنی دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوۃ کو ٹیکس بنا لیا جائے اور غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں (شور شرابہ سے) اونچی ہوں اور قبیلہ کا بدکار قوم کی سرداری کرے اور قوم کا ذمہ داران کا کمینہ ہو اور آدمی کی تعظیم کی جائے اس کی شرارت کے خوف سے اور رنڈیاں باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائیں اور اسکے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں تو اس وقت تم سرخ زلزلہ، دھنسا اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ہوں گی جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگاتار کر کے گرے۔

(مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة، الفصل الأول، جلد3، صفحه183، حديث5450، المكتب الإسلامي، بيروت)

لہذا آج کل جو آئے دن زلزلے، طوفان آرہے ہیں اور کئی ممالک میں قحط سالی کے سبب لوگ بھوکے مر رہے ہیں یہ انسانوں کے بڑھتے ہوئے گناہوں اور دہریوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ قحط سالی یا

دیگر آفات میں جو لوگ مرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب ہی گناہ گار تھے بلکہ بعضوں کے لیے یہ آفات ان کی بخشش کا ذریعہ اور درجات میں بلندی کا سبب ہیں۔

اعتراض: اگر خدا ہے تو پھر اپنے نبیوں کو لوگوں کے ہاتھوں شہید کیوں کروایا؟ نبیوں پر اتنی آزمائشیں کیوں آئیں؟

جواب: دہریوں کا یہ اعتراض تب درست ہو جب قرآن وحدیث میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ نبیوں پر کوئی آنچ نہیں آسکتی جبکہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جو جتنا نیک ہوگا اسے اتنی ہی آزمائشیں آئیں گی تاکہ نبی کی ذات لوگوں کے لیے بہترین نمونہ ہو۔ لہٰذا نبیوں کا شہید ہونا مجاہدین کے لیے نمونہ تھا کہ دین حق کے لیے صرف تم ہی لوگ جان نہیں دے رہے بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے سرفراز ہوئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی نبی کو شہادت نہ ملی ہوتی تو یہ ایسی عبادت ہوتی جو کسی نبی سے ادا نہ ہوئی ہوتی۔

اعتراض: اگر خدا مسلمانوں کی مدد کرنے والا ہے تو اس وقت پوری دنیا میں مسلمان قتل ہو رہے ہیں، کئی مسلم ممالک پر دیگر مذاہب والوں کے قبضے ہیں۔ اسلامی ممالک پر بھی حکمران مسلمان ہیں لیکن ان پر بھی حکومت انگریزوں کی ہے، ان مشکل حالات میں خدا مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کر رہا؟

جواب: اس اعتراض سے پہلے عرب کے اس خطہ کی تاریخ پڑھیں جس میں ایک ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت کیا تو چند آدمی ان کے ساتھ تھے، غزوہ بدر میں چند جانثاروں کے ساتھ بڑی تعداد میں کفار سے جنگ تو اللہ عزوجل نے ان کی مدد کی اور ان کو فتح نصیب ہوئی۔ پھر چند سالوں میں ان کے پیروکاروں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہوئی اور ان کے وصال کے چند سالوں کے بعد وہ دین مکہ مدینہ سے نکل کر کئی لاکھ مربع میل تک پھیل گیا اور یوں یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور دنیا کے کئی ممالک پر ان کی حکومت ہو گئی۔ اس دور کی کامیابی اور موجودہ دور کی ناکامی کا سبب حکمران ہیں۔ جب تک مسلمانوں کو وہ لیڈر ملتے رہے جو پکے سچے مسلمان شریعت محمدیہ کی اتباع کرنے والے تھے کامیابیوں نے ان کے قدم چومے اور جب فاسق وفاجر حکمران مسلمانوں پر مسلط ہو گئے ناکامی ہمارا مقدر بن گئی۔ جب تک مسلمان حکمرانوں کے دلوں میں موت کا ڈر اور کرسی کی محبت ہے یہ کبھی بھی کفار کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ حضور علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے اس طرح کے حالات کی پیشین گوئی کر دی تھی کہ کفار باہم اتحاد کر کے

مسلمانوں پر حملے کریں گے اور مسلمانوں کو دنیا کی محبت اور موت کا خوف ہلاک کرے گا چنانچہ امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ سنن داؤد میں حدیث پاک روایت کرتے ہیں "عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا»، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ»، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»"

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ دیگر غیر مسلم قومیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں جیسے کھانے والے اپنے پیالہ کی طرف (یعنی کفار باہم مل کر تم پر حملے کریں) تو کوئی کہنے والا بولا کیا اس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس دن بہت ہوگے لیکن تم سیلاب کے میل کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے اور اللہ عزوجل تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں وہن (سستی ضعف) ڈال دے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یہ وہن کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔

(سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الإسلام، جلد4، صفحہ 111، حدیث 4297، المكتبة العصرية، بيروت)

ان فاسق و فاجر مسلمان حکمرانوں اور امریکہ و برطانیہ جیسے کفار کا ہم پر مسلط ہو جانا ہم مسلمانوں کے اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس کی بھی پیشین گوئی فرمائی تھی چنانچہ المعجم الاوسط اور کنز العمال کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَيَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ، تَكُونُ وُجُوهُهُمْ وُجُوهَ الْآدَمِيِّينَ، وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبَ الشَّيَاطِينِ، لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ شَيْءٌ مِنَ الرَّحْمَةِ، سَفَّاكُونَ لِلدِّمَاءِ، لَا يَرْعَوُونَ قَبِيحًا، وَإِنْ حَدَّثْتَهُمْ كَذَّبُوكَ، وَإِنِ ائْتَمَنْتَهُمْ خَانُوكَ، صَبِيُّهُمْ عَارِمٌ، وَشَابُّهُمْ شَاطِرٌ، وَشَيْخُهُمْ لَا يَأْمُرُ بِمَعْرُوفٍ، وَلَا يَنْهَى عَنْ مُنْكَرٍ، الْمُؤْمِنُ فِيهِمْ مُسْتَضْعَفٌ، وَالْفَاسِقُ فِيهِمْ مُشَرَّفٌ، السُّنَّةُ فِيهِمْ بِدْعَةٌ، وَالْبِدْعَةُ فِيهِمْ سُنَّةٌ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يُسَلِّطُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ شِرَارَهُمْ، وَيَدْعُو أَخْيَارُهُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ»" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں اقوام آئیں گی جن کی شکلیں آدمیوں جیسی ہوں گی لیکن دل شیطان جیسے ہوں گے، ان کے دِلوں میں رحم نہیں ہوگا، خون بہانے والے گناہوں کی

طرف توجہ نہ کریں گے، بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے، امانت میں خیانت کریں گے، انکے بچے شرارتی اور بڑے چالاک ہوں گے، انکے بڑے نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہ کریں گے، مؤمن ان میں ذلیل ہوگا اور فاسق عزت والا، سنت انکی نظر میں بدعت ہوگی اور بدعت سنت ہوگی۔ ایسے لوگوں پر اللہ عزوجل شریر لوگوں کو مسلط فرمادے گا تو نیکوکار دعا کریں گے لیکن انکے لئے قبولیت نہ ہوگی۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، جلد6، صفحہ 227، حدیث 6259، دار الحرمین، القاهرة)

اعتراض: تم اہل مذہب نبی کے سچا ہونے کی بناپر اس پر اعتماد کرکے سب کچھ مانتے ہو یہ غیر عقلی رویہ ہے۔

جواب: آج تک اسلام دشمن طاقتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دلائل سے بات نہیں کر پائیں، بلکہ غیر مسلم بھی خیر الانعام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی بلندیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں بطور انسان اور مصلح دنیا کا کوئی انسان آپ کا ہمسر نہیں ہے۔ مشہور امریکی مصنف مائیکل ہارٹ نے 1978ء میں دنیا کے سو عظیم آدمی کے نام سے ایک کتاب لکھی، سو عظیم متاثر کن شخصیات میں سرفہرست حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مبارک کو رکھا گیا ہے۔ مائیکل ہارٹ نے نبی کریم کو دنیا کا عظیم ترین آدمی قرار دیئے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات کی فہرست میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض ہوں، لیکن آپ واحد تاریخی ہستی ہیں جو مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر یکساں کامیاب رہے۔

آپ علیہ السلام کی سنتوں پر سائنسی تائیدات موجود ہیں اور مزید ان شاء اللہ عزوجل ہوتی رہیں گی۔ ایک کامل انسان اور خوبصورت معاشرے کے لیے آپ علیہ السلام نے جو اصول مرتب کیے ایسے اصول آج تک کوئی انسان تو کیا ایک گروہ بھی نہیں بنا سکا۔

بہر حال علمی دلائل سے تو کئی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کو بیان کیا اور کفار کے اعتراضات کے منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔ لیکن یہاں ہم عقلی دلیل کے ساتھ دہریوں سے بات کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ عقلا بھی بغیر دلیل کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا ماننا درست ہے۔ مثلا اگر ان دہریوں کو کہا جائے کہ یہ جسے آپ لوگ اپنا والد کہتے پھرتے ہیں اور اس بناپر اپنے ناموں کے ساتھ پٹھان، پنجابی، جٹ، آرائیں وغیرہ لگائے پھرتے ہیں، یہ بھی تو صرف ایک عورت ہی کی گواہی کی بناپر ہے کہ فلاں تمہارا باپ ہے؟ (وہ بھی ایسی

عورت جسے کئی معاملات میں ہم خود جھوٹ بولتا دیکھتے ہیں) تو ہو سکتا ہے اس پر کوئی دہریہ یہ کہے کہ ہم اس مسئلے کو ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے ثابت کر سکتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ آج تک کسی ملحد نے اپنا ڈی این اے ٹیسٹ نہیں کروایا۔ یہ خود سب اندھا اعتماد کر کے ہی چل رہے ہیں۔ دوسرا یہ ٹیسٹ کروا سکتے ہیں والی بات اتنی سادہ نہیں اور نہ ہی اس سے ان ملحدوں کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے کیونکہ اس معاملے میں بھی انھیں بے شمار مفاد پرست اور بسا اوقات جھوٹے و بد کردار ڈاکٹروں و نرسوں پر بھروسا کرنا ہو گا۔

کونسے میڈیکل انسٹرومنٹس و مشینیں وغیرہ واقعی درست و اپ ڈیٹڈ ہیں اسکا فیصلہ کرنے کے لئے ان مشینوں سے متعلق وسیع میڈیکل علم کی ضرورت ہے۔ خون پر واقعی ٹیسٹ اپلائی کیا گیا؛ یہ بھی تو ممکن ہے کہ یونہی رپورٹ بنا کر ان کے ہاتھ میں تھما دی گئی ہو، کونسا انکے سامنے ٹیسٹ ہوتا ہے یہ تو سیمپل دے کر گھر آجاتے ہیں۔ پھر ان کی رپورٹ انہی کو دی گئی، یہ بھی تو ممکن ہے کہ کسی اور کے ٹیسٹ کی رپورٹ پر انکا نام لکھ کر انہیں تھما دی گئی ہو وغیرہ۔

پھر میڈیکل سائنس و جینیٹکس کا سارا علم بھی تو ظنی ہے، اس میں کئی نظریات بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ اب کونسا نظریہ درست ہے اسکا فیصلہ کرنے کے لئے بھی وسیع علم کی ضرورت ہے۔

الغرض ان ریشنلسٹوں کے پاس اپنی حلت نسلی کو ثابت کرنے کا سوائے اعتبار کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ سب ملحدین بذات خود یہ تمام متعلقہ علم سیکھ کر، تمام انسٹرومنٹس خود ایجاد کر کے اور اپنی ہی زیر نگرانی یہ ٹیسٹ کروا کر اپنی اپنی رپورٹس پیش کریں۔ یا پھر اعلان کر دیں کہ ہمیں اپنی نسلی حلت ثابت ہی نہیں کرنی ہمیں خود کو ـــــــــ کہنے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اعتراض: انبیاء علیہم السلام کی موجودہ دور میں زیادہ ضرورت تھی جبکہ اب ایسا نہیں حالانکہ اب کی آبادی بہت زیادہ ہے اور بے عملیاں بھی عام ہیں۔

جواب: موجودہ دور میں جدید نبی کی حاجت اس وجہ سے نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کامل دین مکمل کر چکے ہیں اب قیامت تک کوئی ایسا دور نہیں آسکتا کہ اس دین پر عمل ممکن نہ ہو یا یہ دین تحریف کا شکار

ہو جائے۔اب اس دین کی فقط تجدید کی حاجت ہے اور اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک موجود ہے کہ ہر سو سال بعد ایک مجدد آئے گا جو اس دین کی تجدید کردے گا چنانچہ سنن ابوداؤد کی صحیح حدیث پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا "ترجمہ: بے شک اللہ (عزوجل) اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو امت کیلئے ان کے دین کی تجدید کردے گا۔

(سنن أبي داود، كتاب الملاحم ،باب ما يذكر في قرن المائة، جلد4، صفحہ109، المكتبة العصرية، بيروت)

مجدد کا کام زبردستی کافروں کو مسلمان بنانا اور وقت کے تمام مسلمانوں کو باعمل بنانا نہیں ہوتا بلکہ مجدد کا کام دین میں کی گئی گمراہوں کی تحریفات کو ختم کرکے صحیح نظریات لوگوں کے سامنے پیش کرکے ان پر حجت قائم کرنا ہے۔جب مجدد صحیح نظریات کو پیش کرتا ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ ایک بڑی تعداد ان کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل پیرا ہوتی ہے اور مجدد کے وصال کے بعد بھی امت مسلمہ اس کی تعلیمات سے مستفید ہوتی رہتی ہے۔

اعتراض: احادیث میں کئی وظائف بتائے گئے ہیں کہ فلاں کام نہ ہوتا ہو تو فلاں دعا مانگو، فلاں مرض کے لیے فلاں چیز کھاؤں لیکن کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

جواب: ایسا نہیں کہ اکثر ہی احادیث میں بیان کی گئی دعاؤں کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ کئی مشاہدے ہیں کہ وظائف پڑھنے کے ساتھ شفامل گئی۔ بعض اوقات جو فائدہ نہیں ہوتا اس میں دعا کا قصور نہیں بلکہ ہمارا اپنا قصور ہوتا ہے وہ یوں کہ جیسے ایک دوائی ہے جو شفا کے لئے ہے لیکن ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس دوائی کو دودھ کے ساتھ، فلاں وقت میں، فلاں طریقے سے پینا ہے۔اگر کوئی دوائی تو کھائے لیکن ڈاکٹر کی ہدایات کو نظر انداز کردے تو دوائی اثر نہیں کرے گی۔یونہی ان دعاؤں اور وظائف کا معاملہ ہے کہ اگر پیٹ میں حرام کا لقمہ ہے، صحیح مخارج کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی نہیں کی یا کوئی ایسا گناہ کیا ہے جس کے سبب دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو یہ ہمارا قصور ہے ارشاد نبوی حق ہی رہے گا۔دوسرا یہ کہ بعض اوقات جس علاج کے لیے جو وظیفہ پڑھا جارہا ہوتا ہے در اصل مرض کوئی اور ہوتا ہے جیسے ہر بیمار پونستان یا پیناڈول کی گولی کھا کر صحت یاب نہیں ہوتا حالانکہ یہ دوائیں بیماری کے لیے بہت موثر ہیں لیکن طبیب مرض کی حالت کے مطابق دیگر دوائیں کھانے کو دیتا ہے تو مرض ٹھیک ہو جاتا ہے۔یہی حال وظائف کا ہے کہ ماہر عامل

مریض کی حالت کے مطابق وظیفہ دے گا تو شفا ملتی ہے مریض از خود بعض دفعہ جو وظائف پڑھ رہا ہوتا ہے اسے وہ مرض ہی نہیں ہوتا جس کا وظیفہ پڑھ رہا ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ جب ایک بات تقدیر مبرم میں لکھی جاچکی ہے اس کے لیے جو کچھ مرضی کر لیا جائے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اعتراض: مولوی معاشرتی ترقی کی رکاوٹ ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو معاشرہ بہت ترقی کرے۔

جواب: دیسی سیکولر اور لبرل مذہب اور مذہب پسندوں کو ترقی کا دشمن سمجھتے ہیں اور جگہ جگہ اس پر لکھتے اور تقریریں کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ سیکولر اور دہریے خود ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ یونیورسٹیز کالجز اور دوسرے سارے اداروں میں مولوی نہیں بھرتی کیے ہوئے جو ترقی نہیں ہونے دے رہے بلکہ تمہارے جیسے لبرل لوگوں کی ایک تعداد نے معاشرے کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ ہمارے ملک کا موجودہ وزیر کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہیں ہے اور چیف جسٹس آف پاکستان ساری زندگی مدرسہ میں حفظ نہیں کرتا رہا، ہمارے سیاستدان اسمبلیوں میں قرآن کا تلفظ صحیح کرنا نہیں سیکھتے اور نہ ہی مولویوں کے بیانات سنتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ ترقی نہیں کر رہا۔ سرکاری اداروں میں بڑی پوسٹ پر موجود رشوت خور افسران مسجدوں کے مولوی نہیں ہیں جنہوں نے رشوت و ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو دنیاوی تعلیم پڑھے ہوئے ہیں اور تمہیں لوگوں نے ملک کو ان کے حوالے کیا ہوا ہے، اگر پاکستان میں ان اداروں سے فائدہ نہیں ہو رہا تو اسکا ذمہ دار مولوی کیسے ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کی بدامنی کے ذمہ دار، لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنے والے، مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو نظر انداز کر کے کافروں، گستاخوں کے نام کی روڈوں پر موم بتیاں جلانے والے یہ لبرل لوگ ہیں۔ مولویوں کے حلوے مانڈوں کا ذکر کرنے والے ان لبرلز کا مفروضہ یہ ہوتا ہے گویا سائنسی علم کی تعمیر تو انتہائی بے لوث، انسانیت دوست اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہستیوں کے ہاتھوں انجام پزیر ہوتی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سائنسی علم کا تو پورا فریم ورک ہی خرید و فروخت (Buying and selling) کی ذہنیت کا اظہار ہے، یہاں وہی علم تخلیق کیا جاتا ہے جسے نفع پر بیچنا ممکن ہو اور یہاں وہ علم خریدا جاتا ہے جسے حصول لذت کیلئے استعمال کرنا ممکن ہو۔

چنانچہ میڈیکل سائنس کی فیلڈ میں فارماسوٹیکل انڈسٹریز، اسپتال، ڈاکٹرز، دوائیاں بیچنے والی کمپنیاں کس کس طرح اپنے اپنے ذاتی مفادات کیلئے کروڑوں انسانوں کی صحت سے کھیلتی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ انجینئرنگ کے مختلف شعبوں میں کس کس طرح کرپشن کی جاتی ہے، جنگی ہتھیار بنانے والی کمپنیاں اپنے نفع کیلئے کس طرح حکومتی اداروں میں اثر و رسوخ استعمال کر کے انسانیت کش ہتھیار بیچتی ہیں، کس طرح سوشل سائنٹسٹ و این جی اوز اپنے مخصوص نظریاتی یا مادی مفادات کیلئے تحقیقاتی رپورٹوں سے من مانے سائنسی نتائج اخذ کر کے پالیسی ساز اداروں اور عالمی ڈونرز کو بیوقوف بناتی ہیں یہ سب باتیں کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو سائنسی علوم اور جدید اداراتی صف بندیوں کی نوعیت سے آشنا ہے۔

چنانچہ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جن لوگوں کے اپنے علمی فریم ورک کا حال یہ ہو کہ وہ حلوے مانڈے سے شروع ہوتا ہے، اسی کو تحفظ دینے کیلئے قائم کیا جاتا ہے نیز اسی پر اختتام پزیر ہو جاتا ہے وہ ایک ایسی علیت کے وارث کو حلوے مانڈے کا طعنہ دیتے ہیں جس میں قدم رکھتے ہی روزی روٹی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

اگر مولوی کے پاس کچھ اتنا ہی زیادہ حلوہ ہے تو یہ لبرلز آخر اپنے بچوں کو دھڑا دھڑ مولوی کیوں نہیں بنا رہے؟ ان عقلمندوں کو مولوی کا ہر اختلاف حلوے اور پیٹ کا اختلاف دکھائی دیتا ہے مگر سائنس کے حلوے کی دکان میں سانسیں لینے کے باوجود بھی سائنسی اختلافات انہیں علمی اختلافات ہی دکھائی دیتے ہیں۔

درحقیقت مولوی پر حلوے مانڈے کا الزام لگانے کی دو وجوہات ہوتی ہیں، ایک اپنی حلوے کی دکان کی اصل حقیقت سے عدم واقفیت، دوم مولوی کی علیت کو اپنی علیت پر قیاس کرنا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ علم کی کوئی دنیا ایسی بھی ہو سکتی ہے جہاں حلوے مانڈے کی لالچ کے بغیر بھی لوگ زندگیاں بسر کر سکتے ہیں۔ انکا یہی تعجب انہیں مولوی پر حلوے مانڈے کا الزام لگانے پر مجبور کرتا ہے۔

دراصل مولویوں کے خلاف زہر اگل کر لوگوں کو سیکولر بنانے کی یہ ایک کوشش ہے۔ اگر روایتی خاندانی معاشرتی نظام کے اندر عورت پر ظلم ہو جائے تو سیکولر اور لبرل اسے مولوی کے روایتی اسلام کا شاخسانہ قرار دینے میں ذرا بھر تامل نہیں کرتے اور تقاضا کرتے ہیں کہ تحفظ عورت کیلئے اسے آزادی ملنی چاہئے، مولوی کے اسلام نے اسے جکڑ رکھا ہے۔ اور اگر اس عورت کے ساتھ بدسلوکی (مثلاً ریپ) ہو جائے جو مارکیٹ میں گھوم رہی ہے اور تحقیق و

اعداد و شمار بھی بتا رہے ہوں کہ اسکا تعلق اس آزاد اختلاط کے ساتھ ہے، مگر اس وقت یہ لوگ یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ یہ آزاد معاشرت کا نتیجہ ہے بلکہ اسکی الٹی سیدھی تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ تقاضا کرنے لگتے ہیں کہ معاشرے میں تمام مردوں کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ عورت کے وجود کو عزت کی نظر سے دیکھیں نیز ریاست اس معاملے میں سختی سے کام لے وغیرہ۔

لیکن اس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرد کی تربیت ہی مسئلے کا حل تھا تو ان چند مردوں کی اسلامی تربیت پر کیوں نہ توجہ دی جائے جو بیوی، بیٹی، ماں اور بہن کے حقوق ادا نہیں کر رہے؟ اگر اس مرد کی تربیت کر لی جائے تو کیا عورت خاندانی نظم کے اندر محفوظ نہیں ہو سکتی؟

در حقیقت عورت پر ہونے والے مظالم ایک بہانہ ہیں جس کے ذریعے عورت کی مارکیٹ سازی کے عمل کا جواز پیدا کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ عورت کی مارکیٹ سازی انکے نزدیک مطلوب و مقصود ہے لہٰذا اس مقصد کو بچانے کیلئے پوری دنیا کی تربیت بھی کرنا پڑا، ریاست کو نت نئے قوانین بنانے اور مسلط کرنا پڑیں سب جائز ہے۔ اسے کہتے ہیں مقصد سے کمٹمنٹ، مولوی یہ سب تقاضے کرے تو وہ کند ذھن، یہ کریں تو عقل پرستی۔

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت کر دینا بہت ضروری ہے کہ جب حکومت اسلامیہ کا قیام عمل میں آئے گا تو یہ ضروری نہیں ہوگا کہ علماء ہی گورنر، منسٹر اور شعبوں کے صدر ہوں۔ اگر کوئی تبدیلی ہوگی بھی تو صرف یہ کہ نظام حکومت کی بنیاد شریعت اسلامیہ پر رکھی جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون چلے گا، ورنہ بقیہ امور بدستور ہوں گے وہ اس طور پر کہ شعبہ انجینئرنگ کا صدر انجینئر ہوگا، اسپتالوں کے ذمہ دار ڈاکٹر ہوں گے اور معاشی امور کی رہبری ماہرین معاشیات ہی کے ذمہ ہوگی۔ اس طرح تمام شعبہ جات زندگی کے اندر اسلامی روح کارفرما ہوگی۔

مولویوں کو ترقی میں راہ میں رکاوٹ کس وجہ سے کہا جاتا ہے آج تک یہ سمجھ نہیں آئی ہاں بینک اور انشورنس والے جب لوگوں کو حیلے بہانوں سے سود کھلانے کی کوشش کرتے ہیں اس وقت جب علماء کہتے ہیں کہ یہ سود ہے جو شرعاً حرام ہے تو اس وقت یہ سود کا کاروبار کرنے والے کہتے ہیں کہ مولوی ترقی میں رکاوٹ ہیں، جب عورت بے پردہ گلی بازاروں میں گھومے اور فتنے پھیلائے جب اسے پردے کا کہا جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ مولوی ترقی میں

رکاوٹ ہیں، جب حکمران بے دینی عام کریں ناموس رسالت، ختم نبوت میں ترمیمیں کریں اور علماء احتجاج کریں تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ مولوی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ اگر ترقی ان کاموں کا نام ہے تو ہمیں فخر ہے کہ ہم اس میں رکاوٹ ہیں۔ اگر مولویوں کو اس طور پر ترقی میں رکاوٹ کا کہا جاتا ہے کہ یہ سائنسی تحقیقات نہیں کرنے دیتے تو یہ مولویوں پر بہتان ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نہ تو اسلامی عقائد اور نہ ہی علماء اسلام نے اہل علم اور سائنسدانوں کے تجربات ومشاہدات کے راستہ میں کبھی بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی ہے۔ اسلامی عظمت واقتدار کے دور میں ہمارے کانوں نے ایسی کوئی خبر نہیں سنی کہ تجربہ، کسی نئی تحقیق وجستجو، کسی نئے نظریہ وخیال پر کوئی سائنسداں آگ میں جلایا گیا ہو۔ حقیقی اور سچی سائنس ایک مسلمان کے اس عقیدہ سے متصادم نہیں ہوتی ہے کہ اللہ ہی وہ ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسلام تو خود ہی بنی نوع انسان کو دعوت دیتا ہے کہ زمین وآسمان کا مشاہدہ ومطالعہ کریں، ان کی پیدائش پر غور وفکر کریں تاکہ اس کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل ہوسکے۔ صحیح اور سچی سائنس اور تلاش وجستجو کے راستے یورپ کے بہت ملحد سائنسدانوں کو خدا تک رسائی نصیب ہوئی ہے۔

اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے جو عوام کو الحاد اور بے دینی کی ترغیب دیتی ہو اور یہ جو معدودے چند ملحد اور منکر مشرق ہی میں پائے جاتے ہیں، وہ اپنے استعمار پسند آقاؤں کی خواہشوں کے اندھے غلام ہیں، ان مذاہب بیزاروں کی خواہش ہے کہ انہیں عقائد وعبادات پر حملہ کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تاکہ وہ لوگوں کو ترک مذہب پر آمادہ کرسکیں۔ اسی لیے یہ سیکولر عوام کو یہ ذہن دیتے ہیں کہ یہ دنیا ترقی کرکے چاند پر پہنچ چکی ہے اور یہ مولوی مدرسوں میں ابھی بھی بخاری ومسلم پڑھنے پر لگے ہوئے ہیں۔ خود ان نالائق سیکولروں کا یہ حال ہے کہ نہ بخاری پڑھی نہ چاند پر پہنچے۔ آزاد خیالی کے نظریے، بے حیائی کے فروغ اور اسلام کے خلاف زبان درازی میں اپنی زندگیاں برباد کیں۔

نوٹ: دہریوں کے کئی اور باطل قسم کے اعتراضات ہیں جو اللہ عزوجل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام پر کیے گئے ہیں، جن کے جوابات کو اگر تحریر کیا جائے تو کافی صفحات ہوجائیں۔ قارئین کے لیے اوپر چند اعتراضات کے جوابات تحریر کرکے یہ جتلانا مقصود ہے کہ ان دہریوں کے اسی قسم کے اعتراضات ہوتے ہیں جن کا

باآسانی جواب دیا جاسکتا ہے، اس لیے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات کے لیے علمائے کرام سے رابطہ کیا جائے۔

دہریوں سے چند سوالات

دہریے چونکہ اللہ عزوجل کی ذات کے منکر ہیں، اس لیے آخر میں دہریوں سے کچھ سوالات ہیں یہ ان کے علمی جوابات دیں جس میں تقدیر اور خالق تقدیر کا عمل دخل نہ ہو:

☆ایک عورت، عورت کیوں پیدہ ہوئی مرد کیوں نہیں؟

☆ایک بچا کمزور تو دوسرا صحت مند کیوں ہے؟

☆دنیا کا ہر شخص آئین سٹائن یا نیوٹن کیوں نہیں؟

☆ہر آدمی بل گیٹس کیوں نہیں بن سکا؟

☆ہر شخص شاعری کیوں نہیں کر سکتا؟ مصنف کیوں نہیں ہو سکتا؟

☆ہر آدمی گوئٹے، دانتے، ڈکنز، ٹیگور، منٹو، غالب، اقبال کیوں نہیں ہو سکتا.....؟

☆ہر بندہ خوبصورت آواز کا مالک کیوں نہیں؟

سیکولرازم اور دہریت سے بچاؤ کی تدابیر

آخر میں مسلمانوں کے لیے راقم الحروف کی طرف سے سیکولرازم اور دہریت سے بچاؤ کی چند تدابیر پیش خدمت ہیں:

مضبوط ایمان

الحمد للہ عزوجل ہر مسلمان اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہے لیکن جب مشکل آتی ہے تو شیطان ایمان پر حملے کرتا ہے۔ تنگ دست کو شیطان کہتا ہے وہ فلاں فاسق وکافر کو اللہ عزوجل نے اتنا کچھ دیا ہے تجھے عبادتوں کا کیا صلہ ملا، دعائیں قبول ہونے میں تاخیر پر بندہ مسلمان کو دعائیں مانگنا چھوڑنے کا وسوسہ دیتا ہے۔ یوں رفتہ رفتہ انسان کو مذہب سے بدظن کر کے دہریت کی طرف لے جاتا ہے۔

بندہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ عزوجل پر ایمان وبھروسہ رکھے۔ یہ یاد رکھے کہ آزمائشیں آنا زندگی کا ایک حصہ ہے اور اس میں بندہ مؤمن کے درجات میں بلندی ہے، اس پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ یونہی اللہ عزوجل سب لوگوں کے مانگنے پر انہیں عطا فرمائے تو اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی، ہر دعا قبول ہونا ہمارے حق میں بہتر نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مصیبت وتنگ دستی میں کفریات بکنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ سب سے بڑی دولت جو ایمان تھی وہ بھی ضائع ہوگی اور دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی برباد ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" أَشْقَى الْأَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْآخِرَةِ "ترجمہ: سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جس پر دنیا میں فقر اور آخرت میں عذاب جمع ہوگیا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الرقاق، جلد4، صفحہ358، حدیث7911، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

فلاح وکامیابی صرف دین اسلام میں ہے

آج دہریے اور مغرب کے دلدادہ اسلامی تعلیمات کو شدت پسندی ٹھہرا کر ملکی ومعاشی ترقی یورپین ممالک کی تقلید میں منحصر کر رہے ہیں اور جن قوانین وافعال سے خود یورپ تنگ آئے بیٹھے ہیں ان کو اسلامی ممالک میں رائج کر کے لوگوں کی اخلاقیات کو تباہ کر رہے ہیں اور اسے ترقی سمجھ رہے ہیں۔

یقین جانیے کہ بے حیائی عام کرنے، اسلامی سزاؤں کو ختم کرنے، دین کو فقط مساجد تک محدود کرنے سے ملک ومعاشرہ کبھی ترقی نہیں کرے گا بلکہ برباد ہوگا جیسا کہ ہو رہا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو وہ دین جو مدینہ سے چند مسلمانوں کے ساتھ نکلا مختصر وقت پر لاکھوں مربع میل تک پھیل گیا اس کے پیچھے اصل وجہ اسلامی تعلیمات تھیں، جب تک مسلمان اس پر کاربند رہے کامیاب ہوئے۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 200)

شراب نوشی، جوا اور شیطان مکروہ فریب سے بچنے پر اللہ عزوجل نے فلاح کی نوعید سنائی۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 90)

دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے پر اللہ عزوجل نے کامیابی کی بشارت دی۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ (سورۃ الانفال، سورۃ 8، آیت 45)

مسلمان ہی غالب رہیں گے جبکہ سستی نہ کریں۔ ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو تم سستی نہ کرو اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہر گز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔ (سورۃ محمد، سورۃ 47، آیت 35)

دین کا علم حاصل کرنا

ہر مسلمان کو چاہیے کہ دین کے بنیادی عقائد کو جانے تاکہ گمراہوں اور دہریوں سے اپنے دین کو محفوظ کرسکے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جتنے بھی فرقے، جھوٹے نبوت کے دعویدار اور دہریے ہوئے ہیں انہوں نے ہمیشہ جاہل

عوام کو شکار کیا ہے۔ جاہل عوام ان کی چرب زبانی وشعبدہ بازی سے ان کے قابو آجاتی ہے۔ اگر ہمیں قرآن وحدیث کا صحیح طرح علم ہو تو کبھی بھی ہم صراط مستقیم سے بھٹک نہ سکیں۔ کئی دہریوں کو دیکھا گیا ہے کہ پہلے اپنی جہالت میں دہریے ہو جاتے ہیں پھر قرآن وحدیث کو تنقیدی نگاہ سے پڑھنا شروع کرتے ہیں اور اس پر باطل قسم کے اعتراض کرتے ہیں، اگر اسی قرآن وحدیث کو پہلے پڑھتے تو دہریے ہی نہ ہوتے۔ سنن الدارمی کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَتَكُونُ فِتَنٌ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، إِلَّا مَنْ أَحْيَاهُ اللهُ بِالْعِلْمِ»" ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے صبح انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر، سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔ (سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، جلد 1، صفحہ 359، حدیث 350، دار المغنی، السعودیۃ)

تقویٰ اختیار کرنا

ہر مسلمان کو چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے یعنی ہر حالت میں اللہ سے ڈرے، ہر طرح کے منکر اور حرام سے مکمل اجتناب کرے اور ہر فرض وسنت کو اپنی زندگی کا لازمی جز بنائے۔ متقی لوگوں پر گمراہ دہریوں کے وار نہیں چلتے۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔ (سورۃ النمل، سورۃ 27، آیت 53)

رزقِ حلال

حلال کمائی کی تلاش بھی فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ رزق حلال کمانا اور کھانا ہے۔ حرام روزی کے جہاں اور نقصانات ہیں وہاں ایمان کا ضائع ہونا بھی ہے۔ جب حرام کھانے کی لت پڑ جائے تو شیطان حرام کو بھی حلال ظاہر کرتا ہے اور انسان کے منہ سے کئی کفریات نکلواتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ کئی گانے باجے والے واضح طور پر نہ صرف ان گانے باجوں کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کو روح کی غذا کے ساتھ چیرٹی شوز میں باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ کئی حرام کھانے والے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ حرام روزی چھوڑ دی تو بھوکے مر جائیں گے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "رزق اللہ عزوجل کے ذمہ ہے جس نے ہوائے نفس کی

پیروی کر کے طریقہ حرام اختیار کیا اسے ویسے ہی پہنچتا ہے اور جس نے حرام سے اجتناب اور حلال کی طلب کی اسے رزقِ حلال پہنچاتے ہیں۔ امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو نوکری حُکام سے منع فرمایا، (اس شخص نے) کہا بال بچوں کو کیا کروں؟ (حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا ذرا سنیو یہ شخص کہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں جب تو میرے اہل وعیال کو رزق پہنچائے گا اور اطاعت کروں تو بے روزی چھوڑ دے گا۔۔۔۔

بلکہ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی کہ عمرو بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میں بہت تنگ حال رہتا ہوں اس حیلہ کے سوا دوسری صورت سے مجھے رزق ملتا معلوم نہیں ہوتا مجھے ایسے گانے کی اجازت فرما دیجئے جس میں کوئی امر خلافِ حیا نہیں۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا اصلاً کسی طرح اجازت نہیں اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کر کہ یہ بھی راہِ خدا میں جہاد ہے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ528، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

روزگار کے لیے کفر کا ارتکاب

بعض نادان لوگ فقط ایک روزگار کے لیے کفر میں جا پڑتے ہیں، یورپ ممالک میں جانے کے لیے خود کو غیر مسلم ظاہر کرتے یا بے دین این جی اوز کے تحت کام کرنے کے لیے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

رزق کے لیے بچوں سمیت یورپ ممالک میں رہنے والوں کے لیے غور وفکر کا مقام ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دولت تو مل جائے لیکن اولاد یورپ میں رہ کر اس کے ماحول میں رنگ جائے اور سیکولر یا دہریہ بن جائے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے ہی ملک وشہر میں رزق مل جائے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا" اربع من سعادۃ المرء: أن تکون زوجتہ صالحۃ وأولادہ أبرارا وخلطاؤہ صالحین وأن یکون رزقہ فی بلدہ "ترجمہ: چار باتیں آدمی کی سعادت مندی کی ہیں: صالحہ بیوی ہو، اولاد نیک ہو، دوست احباب نیک وصالح ہوں، ذریعہ معاش اپنے شہر میں ہو۔

(کنز العمال، کتاب القراءۃ من قسم الأقوال، جلد11، صفحہ139، حدیث30756، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بے حیائی سے اجتناب

دیسی دہریت میں سب سے بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کو بے حیائی نے اپنے اندر ایسا لپیٹا کہ وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تعلیمات ہیں کہ حیا کو اپنایا جائے کہ ایمان حیا کے ساتھ ہے دونوں میں سے ایک بھی جائے تو دوسرا خود بخود چلا جاتا ہے۔ انسان جیسے ہی بے حیا ہوتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ زنا کو حلال سمجھ کر کفر کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

آج تمام میڈیا بے حیائی کو فروغ دینے میں مگن ہے۔ ہماری نوجوان نسل دن بدن اس کنویں میں گرتی جارہی ہے۔ فلموں ڈراموں میں ننگی عورتوں کو دکھا شہوت کو ابھارا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آئے دن کوئی کسی چھوٹی عمر کی بچی سے زیادتی کر رہا ہے تو کوئی کسی جانور سے بد فعلی کر کے اپنی شہوت نکال رہا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ موبائل کا استعمال کم کریں اور ٹی۔وی دیکھنے سے گریز کریں کہ اس میں وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ایمان کا خراب ہونا بھی ہے۔

جاہل و گمراہ قسم کے مذہبی حلیہ والوں سے دوری

فی زمانہ عوام الناس کے دین سے دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دین سکھانے والے وہ لوگ ہیں جنہیں کچھ آتا جاتا نہیں یا گمراہ لوگ ہیں۔ کئی اینکرز عالم بنے ہوئے ہیں، کئی صحیح علماء کی اولاد بغیر پڑھے خود کو عالم سمجھے ہوئی ہے اور لوگ بھی ان کو عالم سمجھتے ہیں۔ کئی ایسے نام نہاد مفتی بنے بیٹھے ہیں جو حرام کو حلال ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ جاوید غامدی ہے جو در حقیقت منکرین حدیث ہے لیکن سرعام اس کا اقرار نہیں کرتا اور قیاس کو شرعی احکام پر ترجیح دیتے ہوئے حرام کو حلال کہہ رہا ہوتا ہے۔

کئی صلح کلی اور دولت کی ہوس کا شکار چند انگلش کی جملے سیکھ کر خود کو عصر حاضر کا مجتہد سمجھ کر سود اور دیگر حرام کاموں کو جائز قرار دیتے ہوئے صحیح علمائے کرام کو جاہل و شدت پسند ثابت کرتے ہیں۔

جب انسان شریعت کے مطابق نہ چلے بلکہ شریعت کو اپنے نفس کے تابع کرلے اور گمراہ لوگ اس کی منشا کے مطابق فتوی دیں تو وہ رفتہ رفتہ کفر میں چلا جاتا ہے۔ آج کئی مسلمان رشوت، سود اور دیگر حرام افعال کو جائز سمجھے بیٹھے ہیں۔

صحیح العقیدہ علمائے کرام کی صحبت و محبت

فی زمانہ ایمان کی سلامتی کا سب سے بڑا ذریعہ علم دین ہے اور صحیح علمائے کرام کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے محبت کرنا ہے۔ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اُغْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَمِعًا أَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكَ'' ترجمہ: اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو یا متعلم یا عالم کی باتیں سننے والا، یا عالم سے محبت کرنے والا، پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

(المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد 5، صفحہ 231، حدیث 5171، دار الحرمین، القاھرۃ)

آج میڈیا کے ذریعے عوام الناس کو علمائے کرام کے خلاف کیا جا رہا ہے اور عام لوگ علماء پر پھبتیاں کستے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ عوام کنجروں کی حوصلہ افزائی کر دیتی ہے لیکن حفاظ و علمائے کرام اور ائمہ مساجد پر طعن و تشنیع ہی کرتی ہے۔ ایک عام شخص کے دل میں جب علماء سے محبت ختم ہو جائے اور وہ ہر عالم کو معاذ اللہ فتنہ باز اور فرقہ واریت پھیلانے والا سمجھ لے تو یہ اس کے لیے ہلاکت ہے۔

آج ہماری عوام کی اکثریت کو صحیح عقیدہ اور بدعقیدگی میں فرق کا پتہ نہیں۔ بدعقیدگی اور بدعقیدہ مولویوں کے بارے میں انہیں بتایا جائے تو اس کو فرقہ واریت سمجھتی ہے۔ اسی جہالت کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں کہ آئے دن نئے سے نیا فرقہ وجود میں آکر گمراہی کو عام کر رہا ہے۔

اگر ہم اپنی آنے والی نسلوں تک صحیح ایمان پہنچانا چاہتے ہیں تو خود دین سیکھنے اور اولاد کو دین سیکھانے کا عزم کریں۔ صاحب ثروت لوگ اپنے بچوں کو دین کا علم سکھائیں تاکہ ان کے بچے اپنے صاحب حیثیت رشتہ داروں میں با آسانی دین پھیلا سکیں۔ فقط مولویوں پر طعن و تشنیع کرنا اور خود نہ مولوی بننا نہ اپنی اولاد کو بنانا بے وقوفی و بغض ہے۔

سیاست کو سیکولر لوگوں سے پاک کرنا

اس پوری کتاب میں موجود مذاہب کی تاریخ پڑھ کر آپ پر واضح ہوا ہوگا کہ جس مذہب کو صاحب اقتدار لوگ اپنالیں وہ مذہب ترقی کرتا ہے۔ مغرب میں سیکولرازم اور دہریت کے فروغ کی وجہ یہی ہے کہ وہاں کے سیاستدانوں نے اس کو اپنایا۔ ترکی سمیت کئی مسلم سیاستدانوں نے بھی ملکی ترقی اور یورپین ممالک سے مفادات حاصل کرنے کے لیے سیکولرازم کو اپنایا لیکن سوائے ناکامی و ہلاکت کے کچھ نہ ملا۔ موجودہ پاکستانی بھی کئی بڑے بڑے سیاستدان سیکولرازم کو فروغ دینے میں کوشاں ہیں، یہی وجہ ہے کوئی ہندوؤں کے ساتھ ان کے تہوار منارہا ہے اور کوئی چرچ بیٹھا ہوا پوری دنیا کو یہ باور کروارہا ہے کہ ہم اسلامی نظام کو لانے کے دعویدار نہیں۔ برما ہو یا دیگر ممالک جن میں مسلمانوں پر ظلم وستم ہورہا ہے یہ سیاسی لیڈران کے حق میں آواز نہیں اٹھائیں گے کہ کہیں یورپ ہمیں مسلمان کا خیر خواہ سمجھ کر امداد دینا بند نہ کردے۔

ہماری عوام کی بے حسی و بے وقوفی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ووٹ ان سیکولر لوگوں کو ڈال کر بے دینی کو عام کروارہے ہیں۔ ہماری عوام نہ قرآن وحدیث پڑھتی ہے نہ پہلی قوموں کے عروج وزوال کو پڑھتی ہے۔ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ ہمارے غدار لیڈر ہم لاکھوں مسلمانوں کے ووٹ لے کر اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اقلیتی کفار کو راضی کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔

آج ہر مسلمان کو یہ سوچنا ہوگا کہ وہ خود کہاں کھڑا ہے اور اپنے افعال سے سیکولرازم اور دہریت کو کہیں فروغ تو نہیں دے رہا؟؟؟ آج ہم مسلمانوں کی دینی سوچ ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کو بچاسکتی ہے ورنہ آنے والی نسلوں میں سیکولرازم اور دہریت اس طرح گھس جائے گی جس طرح بے حیائی ہمارے اندر جڑ پکڑ چکی ہے۔

خدارا! جاگ جاؤ ان عیاش بے دین لیڈروں سے اپنے ملک اور نسلوں کو بچالو، ورنہ وہ وقت دور نہیں جب یہ لیڈر آزاد خیالی اور آزادی رائے کو اتنا مضبوط کردیں گے کہ آئے دن انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں ہورہی ہوں گی، ختم نبوت کے قانون کو ختم کردیا جائے گا اور کئی جھوٹے نبوت کا دعویٰ کرکے ہماری نسلوں کے ایمان برباد کریں گے۔ہماری عورتیں گھروں کی بجائے بازاوں کی زینت ہوں گی۔ المختصر وہ سب کچھ ہوگا جو آج کل یورپ میں

ہو رہا ہے۔ اس وقت ہماری اولادیں یا تو خود بے شرم و بے دین ہوں گی یا یہ کہیں گے کہ کاش ہمارے بڑوں نے صحیح العقیدہ دین دار لیڈروں کو ووٹ دے کر اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کی ہوتی۔

حرفِ آخر

دینِ اسلام اور دیگر ادیان کو پڑھنے کے بعد روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ نجات صرف دین اسلام میں ہے۔اسلام کے علاوہ دیگر ادیان نامکمل، غیر فطری، کفر و شرک سے لتھڑے ہوئے ہیں۔اللہ عزوجل ہمیں اسلام پر قائم اور دیگر مذاہب سے بیزار رکھتے ہوئے ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ہم اللہ تعالی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں: اے طاقت وزور والے، اے بے حد رحم فرمانے والے، اے ہمیشہ رحم کرنے والے، اے زبردست ذات سب پر غالب، اے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والے اور انہیں معاف فرمانے والے مالک ہمیں اپنے دین حق پر استوار رکھ، جو دین تونے اپنے انبیائے کرام اور رسولان عظام اور ملائکہ کرام کے لئے پسند فرمایا تا آنکہ ہم اسی دین پر قائم رہتے ہوئے تیرے ساتھ جا ملیں اور ہمیں ظاہر باطن فتنوں، مصیبتوں اور ابتلاؤں سے عافیت عطا فرما اور ہمارے آقا و مولی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور ان کی آل اولاد اور ساتھیوں پر بھی۔ان کے طفیل ہمارے عجز اور فاقہ میں ہماری حمایت اور مدد فرما، مسلمانوں کو کفار کے ظلموں سے نجات عطا فرما، کفار کے مسلمانوں کے خلاف منصوبوں کو ناکام فرما، مسلمانوں کو باہم اتحاد اور نیک و مخلص حکمران عطا فرما۔آمین ثم آمین۔

مولانا ابو احمد محمد انس رضا قادری کی شائع شدہ کتب کی فہرست

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	قیمت
1	بہار طریقت	464	400
2	مزار اور مندر میں فرق	92	80
3	طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ	92	80
4	73 فرقے اور ان کے عقائد	192	200
5	رسم و رواج کی شرعی حیثیت	578	500
6	کتاب ''البریلویہ'' کا علمی محاسبہ	944	900
7	دین کس نے بگاڑا؟	384	340
8	بدکاری کی تباہ کاریاں مع اس کے متعلق شرعی مسائل	288	280
9	حجیت فقہ	320	280
10	حسام الحرمین اور مخالفین	456	500
11	دلائل احناف	616	700
12	صلہ رحمی و قطع تعلقی کے احکام	378	400
13	حج و عمرہ اور عقائد و نظریات	448	500

مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی صاحب کی شائع شدہ کتب کی فہرست

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	قیمت
1	شرح جامع ترمذی (جلد اول)	1056	1100
2	شرح جامع ترمذی (جلد دوم)	1056	1100
3	قرآن و حدیث اور عقائد اہل سنت	658	560
4	فیضان فرض علوم (اول)	512	460
5	فیضان فرض علوم (دوم)	512	460
6	خطبات ربیع النور	400	340
7	حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ و عقائد و نظریات	320	300
8	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سنت ابراہیمی	288	280
9	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معمولات و نظریات	256	260
10	احکام تعویذات مع تعویذات کا ثبوت	200	220
11	احکام عمامہ مع سبز عمامہ کا ثبوت	192	200
12	حکومت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی	176	200
13	مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ترجمہ و تحقیق بنام: افضلیت ابو بکر و عمر	268	260
14	احکام داڑھی مع جسم کے دیگر بالوں کے احکام	176	200
15	تلخیص فتاوی رضویہ (جلد 5 تا 7)	472	500
16	محرم الحرام اور عقائد و نظریات	256	260
17	احکام تراویح و اعتکاف مع روزے کے اہم مسائل	272	260

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صلح کلیت
عصر حاضر کا
عظیم فتنہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

☆ صلح کلیت کی تعریف
☆ صلح کلیت کے اسباب
☆ صلح کلی کی نشانیاں
☆ صلح کلیت کے نقصانات

مُصَنِّف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

المتخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ

ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو، ایم اے پنجابی

مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

15
صدیوں کی تاریخ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

☆ پندرہ صدیوں کی تفصیلی و جامع تاریخ
☆ ہجرت سے لے کر خلفائے راشدین، بنوامیہ، بنوعباسیہ کی حکومت
☆ سلطنت عثمانیہ و مغلیہ دور کی ابتداء و انتہاء
☆ قیام پاکستان کی تاریخ
☆ مشہور شخصیات و واقعات کا بیان

مُصَنِّف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

المتخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ

ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو، ایم اے پنجابی

مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور

آئندہ شائع ہونے والی کتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عصرِ حاضر کی ضرورت کے مطابق سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت امام الانبیاء

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ پاک پر مستند اور جامع کتاب
☆ حضور علیہ السلام کی شان وعظمت کا مدلل بیان
☆ خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
☆ شمائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مُصَنِّف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

المتخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ

ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو، ایم اے پنجابی

مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح المشکوٰۃ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

☆ مشکوۃ شریف کی آسان اور جامع شرح
☆ مشکوۃ شریف کی احادیث کی تخریج
☆ احادیث کی فنی حیثیت
☆ عصر حاضر کے اذہان و نظریات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تجزیہ

مُصَنِّف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

المتخصص فی الفقہ السلامی، الشہادۃ العالمیۃ

ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو، ایم اے پنجابی

مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور